انوارِ آفتابِ صداقت
قاضی فضل احمد لدھیانوی علیہ الرحمہ
ناشر
طلبہ درجہ سابعہ (فضیلت سالِ اوّل)
۳۲-۱۴۳۱ھ
۱۱-۲۰۱۰ء
الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انوار آفتاب صداقت

۱۳ ھ ۳۷

تصنیف

قاضی فضل احمد نقش بندی لدھیانوی علیہ الرحمہ

پنشنر کورٹ انسپکٹر، لدھیانہ

تقریظ یافتہ

مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ

ومشاہیر علما ومشائخ کرام ۱۳۳۸ھ و ۱۳۳۹ھ

ناشر

طلبۂ درجۂ سابعہ (فضیلت سال اول) ۱۴۳۱-۳۲ھ / ۲۰۱۰-۱۱ء

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی

اشاعت: ربیع الآخر ۱۴۳۲ھ/ اپریل ۲۰۱۱ء

تفصیل اشاعت کتاب

نامِ کتاب (تاریخی): انوارِ آفتابِ صداقت - ۱۳۴۷ھ
مصنف: قاضی فضل احمد لدھیانوی علیہ الرحمہ

بارِ اول: ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۲ء، طباعت کریمی پرنٹنگ پریس لاہور
اشاعت: قاضی فضل احمد لدھیانوی علیہ الرحمہ
باردوم: ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء - طابع و ناشر: نامعلوم، (یہ محض ایک اندازے پر مبنی ہے)
بارسوم: ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء یا اس کے بعد، اشاعت: سمنانی کتب خانہ، میرٹھ

بار چہارم: ربیع الآخر ۱۴۳۲ھ/ اپریل ۲۰۱۱ء
ناشر: طلبۂ درجۂ سابعہ (فضیلت سال اول) الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
تقدیم وتعارف: مولانا ساجد علی مصباحی، استاذ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور
ترجمہ، تعلیق، تخریج پروف وغیرہ: مولانا اختر حسین فیضی، مولانا محمد قاسم مصباحی، مولانا محمود علی مشاہدی، مولانا محمد عابد رضا مصباحی، مولانا محمد کہف الوریٰ مصباحی
مولانا محمد قطب الدین رضا مصباحی، مولانا محمد ہارون مصباحی، مولانا محمد شاہد رضا مصباحی
اساتذہ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور
کمپوزنگ: مہتاب پیامیؔ، پیامی کمپیوٹر گرافکس، مبارکپور، موبائل: 9235647041
صفحات: ۶۰۸
تعداد اشاعت: ۱۱۰۰
قیمت: ۳۶۰ روپے

ملنے کے پتے

۱- طلبۂ درجۂ سابعہ، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، موبائل نمبر: 9506518626-9918340432
۲- مجلس برکات، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، موبائل نمبر: 9452621974
۳- مجلس برکات، کٹرہ گوکل شاہ، بازار، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی، موبائل نمبر: 9911198459
۴- المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ، موبائل نمبر: 9838189592

تهديه

ببارگاہ

تاج دارِ اہل سنت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت

حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری بریلوی

علیہ الرحمۃ والرضوان

[ولادت: ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۳ء---وفات: ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء]

و

عزیز الاولیا، استاذ العلما، جلالۃ العلم

حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی

علیہ الرحمۃ والرضوان

بانی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ

[ولادت: ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۴ء---وفات: ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء]

من جانب

طلبۂ درجۂ سابعہ [فضیلت سال اول] ۱۴۳۱-۳۲ھ/۱۱-۲۰۱۰ء

تشکر وامتنان

انوار آفتابِ صداقت کی طباعت واشاعت کا سہرا تو جامعہ اشرفیہ کے طلبہ درجۂ سابعہ کے سر ہے مگر جن اساتذۂ کرام نے اس انداز میں اسے اشاعت کے قابل بنادیا دراصل یہ سہرا ان ہی کے سر جاتا ہے۔اس لیے صمیم قلب سے ان کے شکریے کے ساتھ یہاں ان کی کاوشوں اوران کے اسمائے گرامی کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ جزاھم اللہ عنا و عن المنتفعین بالکتاب خیر الجزاء.

شمار	اسمائے گرامی	جن اجزا پر کام کیا	صفحات
۱-	حضرت مولانا ساجد علی مصباحی	تقدیم وتعارف	۱۱-۳۸
		تقریظات	۳۹-۶۹
۲-	حضرت مولانا اختر حسین فیضی مصباحی	ابتدائے کتاب تاباب چہارم	۷۱-۱۵۴
		نیز مضامین کتاب کی فہرست	۵۹۸-۶۰۵
۳-	حضرت مولانا محمد قاسم مصباحی	باب پنجم وششم	۱۵۵-۲۲۵
۴-	حضرت مولانا محمود علی مشاہدی مصباحی	باب ہفتم تا سیز دہم	۲۲۶-۲۹۱
۵-	حضرت مولانا محمد عابد رضا مصباحی	باب چہاردہم	۲۹۲-۳۸۵
۶-	حضرت مولانا محمد کہف الوریٰ مصباحی	باب چہاردہم، پانزدہم،شانزدہم	۳۸۶-۴۵۸
۷-	حضرت مولانا محمد قطب الدین رضا مصباحی	باب ہفت دہم تابست ویکم	۴۵۹-۵۴۲
۸-	حضرت مولانا محمد ہارون مصباحی	باب بست ودوم تابست وپنجم	۵۴۳-۵۸۶
۹-	حضرت مولانا محمد شاہد رضا مصباحی	پوری کتاب میں حوالوں کی تخریج	۷۱-۵۸۶
		اورمراجع کی فہرست	۵۸۷-۵۹۷

کیا کام ہوا؟ ① حوالے کی عبارتوں کا دست یاب اصل مراجع سے مقابلہ اور تخریج ② پیراگرافنگ ③ بعض مشکل الفاظ کی وضاحت ④ جزوی تعلیق وتسہیل ⑤ آیاتِ قرآنی کے ترجمہ میں کنزالایمان کا التزام ⑥ فارسی عربی عبارتوں کا ترجمہ ⑦ بعض مقامات پر اعراب ⑧ پروف ریڈنگ ⑨ سابقہ حواشی کو"۱۲منہ" کی علامت سے ممتاز کردیا گیاہے۔

منجانب:-طلبۂ درجۂ سابعہ (فضیلت سال اول) ۱۴۳۱-۳۲ھ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

دعائیہ کلمات

محدثِ جلیل حضرت علامہ **عبد الشکور** مصباحی حفظہ اللہ تعالیٰ
شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

حامدًا و مصلیًا و مسلمًا

اپنے بزرگوں کی یادگار تصنیفات کی تحقیق وتخریج، ترجمہ وتسہیل اور پھر نئے انداز میں ان کی اشاعت کا اہتمام، ایک مستقل کام ہے۔ جو زبردست محنت اور کثیر سرمایہ کا طالب ہے۔ اس جہت میں بھی منظم کام کی ضرورت ہے۔ ورنہ اپنے ہی قیمتی سرمایوں سے ہماری نسل کو واقفیت نہ ہوگی۔ ایسی بہت سی کتابیں ہیں جنھیں لوگ فراموش کرتے چلے جا رہے ہیں۔ انھیں میں ایک نام کتاب ہذا "انوار آفتاب صداقت" کا بھی ہے۔

حضرت قاضی فضل احمد لدھیانوی نے اپنی اس لاجواب تصنیف میں کثیر متنازعہ مسائل پر سیر حاصل گفتگو کی ہے اور نہایت شرح و بسط کے ساتھ معتقدات و معمولات اہل سنت کو ثابت فرمایا ہے۔ کتاب کی خوبی اور کمال یہ ہے کہ تمام باتیں معتبر و مستند حوالوں کی روشنی میں کہی گئی ہیں۔ مشاہیر اہل سنت و جماعت کی تقاریظ نے اس کے پایۂ اعتبار کو بہت ہی مضبوط اور مستحکم بنا دیا ہے۔ یقیناً اس کتاب کے مطالعہ سے دل وجان کو فرحت وانبساط حاصل ہوگا، عقائد میں پختگی پیدا ہوگی اور فرقۂ وہابیہ کا بطلان روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا۔

جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں زیر تعلیم درجۂ سابعہ کے طلبہ بڑے مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے اس مبسوط کتاب کی طباعت واشاعت کا بیڑا اٹھایا، اور نہ صرف یہ کہ اصل کتاب کو منظر عام پر لانے کا اہتمام کیا بلکہ اپنے قابل قدر اساتذۂ کرام کے ذریعہ ترجمہ وتخریج کا کام کرا کر اس کی وقعت کو دوبالا اور حسن میں چار چاند لگا دیا ہے۔ عہد طالب علمی میں اتنا بڑا کام انجام دینا بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ میں ان کی ہمت وحوصلہ پر انھیں مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ طلبہ کی یہ کاوشیں قبول فرمائے، اس کی اشاعت میں حصہ لینے والے تمام لوگوں کو دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرمائے اور مزید خدمات دینیہ کی توفیق خیر سے نوازے۔ آمین بجاه النبي الأمين الكريم عليه و علیٰ آله و صحبه أفضل الصلوٰة و أكرم التسليم.

عبد الشکور عفی عنہ
جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
۲۹ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ/ ۵ مارچ ۲۰۱۱ء

۷۸۶

تقریباً انھیں کلمات کے ساتھ میں بھی تائید، تبریک اور دعا میں شریک ہوں۔ **محمد احمد مصباحی**
صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور
۹ ربیع الآخر ۱۴۳۲ھ/ ۱۵ مارچ ۲۰۱۱ء، سہ شنبہ

تاثرجلیل

شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مصباحی حفظہ اللہ تعالیٰ وادام فیوضہ

زیبِ سجادہ حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ، کچھوچھا شریف

الحمد للہ رب العٰلمین، والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین، وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین و علیٰ من تبعھم بإحسان إلیٰ یوم الدین.

بڑی مسرت وشادمانی کی بات ہے کہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں زیر تعلیم جماعت سابعہ (۳۲-۱۴۳۱ھ/۱۱-۲۰۱۰ء) کے ہونہار طلبہ نے مجاہد تحریک ختم نبوت قاضی فضل احمد حنفی، نقش بندی، لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی معرکہ آرا کتاب «انوار آفتاب صداقت» کی جدید طباعت کا ارادہ کیا ہے، اسے مزید کار آمد بنانے کے لیے اپنے اساتذہ سے مل کر اس کی پیرا گرافنگ کرائی اور حسب ضرورت فارسی وعربی عبارتوں کا ترجمہ، مشکل الفاظ کی تشریح اور تخریج جیسے اہم کام کرانے میں بھی انھوں نے کامیابی حاصل کر لی، اس طرح یہ کتاب قارئین کے لیے اور مفید ہو گئی۔

کتاب کے شروع میں ایک جامع مقدمہ کو بھی جگہ دی گئی ہے، جس میں تصنیف کتاب کا پس منظر بڑی خوب صورتی سے بیان کیا گیا ہے اور اس کتاب پر تقریظ لکھنے والے علمائے کرام کے ناموں کی فہرست بھی یک جا دے دی گئی ہے جس سے کتاب کی وقعت میں اور اضافہ ہوتا نظر آتا ہے۔ قاضی فضل احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ان شیر دل مجاہدین میں تھے جنھوں نے اپنی تقریر وتحریر کے ذریعہ ایوان باطل میں زلزلہ پیدا کر دیا اور ایسے کارہائے نمایاں انجام دیے جنھیں رہتی دنیا تک یاد کیا جائے گا، مثلاً مرزائیوں کے رد میں «کلمۂ فضل رحمانی بجواب اوھام غلام قادیانی» اور «نیام ذو الفقار علی بر گردن خاطی مرزا فرزند علی» لکھی جن میں انھوں نے مرزائیوں کی قلعی کھول کر رکھ دی ہے۔

«انوار آفتاب صداقت» دیوبندیوں اور وہابیوں کے باطل عقائد کے رد میں لکھی گئی ہے۔ اس کتاب میں قاضی صاحب نے امکان کذب باری، علم غیب رسول اور اہل سنت کے دوسرے بنیادی عقائد اور حساس مسائل پر خامہ فرسائی کی ہے اور اہل باطل کی خوب خوب خبر لی ہے اور باتیں حوالوں کے ساتھ کہی ہیں تاکہ مخالفین کو مجال دم زدن نہ ہو۔ إن شاء اللہ اس کتاب کے مطالعہ سے دیوبندیت و وہابیت کا بطلان روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا اور اہل سنت کی صداقت و

حقانیت آفتابِ نیم روز کی طرح منور وتاباں۔

دعا ہے کہ مولائے کریم ان طالبان علوم نبوت کے حوصلوں کو مزید جلا بخشے تا کہ یہ تا عمر اسلام وسنیت کا علم بلند کرتے رہیں، اور باطل کی سرکوبی کے لیے ہمہ وقت تیار رہیں، اور جب دنیا سے کوچ کریں تو نبی آخرالزماں، شفیع روزِ جزا ﷺ کے وفاداروں میں شمار کیے جائیں۔ فقط۔ آمین۔

ابوالحمزہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی غفرلہٗ
جانشین مخدوم الملت، حضور محدثِ اعظم قدس سرہ
کچھوچھہ شریف، امبیڈکرنگر
۲ر جنوری ۲۰۱۱ء

عرضِ حال

از: طلبۂ فضیلت سال اول ۳۲-۱۴۳۱ھ

جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں ہر سال ۱۳/محرم الحرام کو طلبۂ سابعہ کی جانب سے عظیم الشان پیمانہ پر ”یومِ مفتی اعظم ہند“ کا انعقاد ہوتا ہے۔ اس موقع پر تحریری اور تقریری مسابقہ کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ جس میں شرکت کرنے والے طلبہ کو گراں قدر انعامات دیے جاتے ہیں، نیز اس تقریب میں کسی متعین موضوع پر توسیعی خطاب کے لیے باہر سے کسی دانش ور کو مدعو کیا جاتا ہے۔ الحمد للہ! روز بہ روز اس پروگرام کی معنویت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اب یہ طلبۂ اشرفیہ کا بہت ہی محبوب اور پسندیدہ پروگرام بن چکا ہے اور ہر درجہ والے بڑی چاہتوں سے اپنی باری آنے کا انتظار کرتے ہیں۔

امسال اس پروگرام کے موقع پر بعض اساتذۂ کرام نے ہمیں یہ ذہن دیا کہ اس پروگرام کی مناسبت سے اگر کسی کتاب کی اشاعت کا بھی انتظام ہو جاتا، تو یہ ایک یادگار اور تاریخی محفل قرار پاتی۔ ہم نے اساتذۂ کرام کی اس تجویز کو اپنے لیے سرمایۂ افتخار سمجھا اور کتاب کی اشاعت کا منصوبہ بنا لیا۔ پھر باہم مشورہ سے اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی قدس سرہ کے ہم عصر حضرت علامہ قاضی فضل احمد نقش بندی علیہ الرحمہ کی تاریخی تصنیف ”انوارِ آفتابِ صداقت“ کا انتخاب عمل میں آیا۔ اس کتاب پر نئے سرے سے کام کرنے کی ضرورت تھی۔ اس کے لیے ہم نے اپنے اساتذۂ کرام کو زحمت دی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اساتذۂ اشرفیہ پورے سال بے پناہ مصروف رہتے ہیں، اُن کے ذمہ ہمیشہ کاموں کا انبار لگا ہوتا ہے۔ مگر جب ہم نے ان کے سامنے اپنا منصوبہ رکھا تو انھوں نے حوصلہ افزائی اور مبارک باد کے ساتھ اسے قبول فرما لیا۔ اور تخریج، ترجمہ، تعلیق، پیرا بندی اور حسب ضرورت مشکل الفاظ کی وضاحت کا کام پوری محنت اور ذوق وشوق کے ساتھ شروع کر دیا۔ کام شروع ہونے کے بعد اندازہ ہوا کہ ۱۳/محرم الحرام تک اسے پورا کرنا بہت مشکل ہے۔ اس وجہ سے یہ پروگرام ربیع الآخر تک کے لیے مؤخر کر دیا گیا اور ”یوم مفتی اعظم“ کے لیے ۱۳/محرم الحرام کی جگہ ۲۸/ربیع الآخر ۱۴۳۲ھ مطابق ۳/اپریل ۲۰۱۱ء کی تاریخ طے پائی۔ اس درمیان پوری محنت و جفاکشی سے کام کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ پورا کام ”انوارِ آفتابِ صداقت“ مطبوعہ میرٹھ کو سامنے رکھ کر انجام دیا گیا۔ آخری مرحلے میں کچھوچھہ شریف کی مختار اشرف لائبریری اور مدرسہ ضیاء العلوم خیرآباد کی لائبریری سے کتاب کا دوسرا ایڈیشن، مطبوعہ کریمی پرنٹنگ پریس لاہور دستیاب ہوا۔ اس سے بھی مختلف مقامات پر استفادہ کیا گیا ہے۔ کام کرنے والے اساتذۂ کرام کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں:

(۱) حضرت مولانا ساجد علی مصباحی
(۲) حضرت مولانا اختر حسین فیضی مصباحی
(۳) حضرت مولانا محمد قاسم مصباحی
(۴) حضرت مولانا محمود علی مشاہدی مصباحی

(۵) حضرت مولانا محمد ہارون مصباحی
(۶) حضرت مولانا محمد عابد رضا مصباحی
(۷) حضرت مولانا محمد شاہد رضا مصباحی
(۸) حضرت مولانا محمد قطب الدین رضا مصباحی
(۹) حضرت مولانا محمد کہف الوریٰ مصباحی

ان حضرات کے کام کی تفصیل اسی کتاب میں ص: ۴ پر ملاحظہ کریں۔

ہمارے ان اساتذۂ کرام نے اپنی مصروف زندگی سے جس طرح اپنا قیمتی وقت نکال کر اس علمی کام کو انجام دیا، اس کے شکریہ کے لیے ہمارے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ بس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ پروردگار عالم ان اساتذۂ کرام کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے اور ان کے علمی فیضان سے ہمیں مالا مال فرمائے۔ آمین۔

واضح ہو کہ یہ سارا کام استاذی الکریم ادیب شہیر حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی دام ظلہ استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی سرپرستی میں انجام پذیر ہوا۔ اس سلسلے میں آپ نے ہر موڑ پر ہماری دست گیری کی، حوصلہ افزائی فرمائی اور اپنے مفید مشوروں سے نواز کر ہمارے لرزتے قدموں کو سہارا دیا۔ استاذ گرامی حضرت مولانا ساجد علی مصباحی دام مجدہ نے ایک گراں قدر مبسوط مقدمہ تحریر فرما کر اس کتاب کے حسن کو دوبالا کر دیا اور قارئین کے لیے بڑی آسانیاں فراہم کر دی ہیں۔ اس کے لیے ہم ان دونوں حضرات کے شکر گزار ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد الشکور صاحب دامت برکاتہ، شیخ الجامعہ عمدۃ المحققین حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتہٗ اور شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی مصباحی دامت برکاتہ کی بارگاہوں میں بھی ہم ہدیۂ تشکر پیش کرتے ہیں، جنھوں نے اپنے وقیع تاثرات سے ہماری پیش کش کو سند اعتبار فراہم کر دیا۔

اخیر میں ہم اپنے درجہ (فضیلت سال اول) کے تمام طلبہ کے خلوص و ایثار کو سلام پیش کرتے ہیں جنھوں نے اس کتاب کی اشاعت اور اس سے منسلک پروگرام "یوم مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ" کی خاطر اپنا ہر طرح کا تعاون پیش کیا، جب بھی کسی ضرورت کے لیے انھیں آواز دی گئی ہمہ دم وہ تیار نظر آئے اور اس راہ میں اپنی کسی ذاتی ضرورت کو حائل نہیں ہونے دیا۔ اس موقع پر اپنے کرم فرما ماسٹر مہتاب پیامیؔ صاحب کے بھی ہم شکر گزار ہیں۔ جنھوں نے کتاب کی کمپوزنگ اور تزئین میں اپنی بھرپور محنتیں صرف کیں اور ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے کسی طرح بھی اس راہ میں ہمارا تعاون کیا۔ رب کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور دین متین کی زیادہ سے زیادہ خدمات انجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائے اور طلبہ سابعہ کی اس حقیر خدمت کو شرف قبول سے نوازے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم.

من جانب طلبۂ فضیلت سال اول
بقلم: محمد امام الدین گریڈیہ
متعلم درجۂ سابعہ (فضیلت سال اول)
جامعہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ (یو. پی.)

۲۷/ربیع الاول ۱۴۳۲ھ
مطابق ۳/مارچ ۲۰۱۱ء
جمعرات

تقدیم

و

تعارفِ مصنّف

و

تعارفِ کتاب

از

مولانا ساجد علی مصباحی
استاذ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

تقدیم

حضرت مولانا **ساجد علی مصباحی**
استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یو. پی.

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلي ونسلّم علیٰ رسولہ الکریم

انوارِ آفتاب صداقت ہوئی طلوع اب مردنی سی چہرۂ دشمن پہ چھا گئی
کہتے ہیں اہل حق یہ مخالف کو دیکھ کر اے نجدیانِ ہند ! قیامت ہے آگئی

یہ اشعار میرے نہیں ہیں اور نہ ہی دور حاضر کے کسی شاعر نے انھیں نظم کیا ہے، بلکہ یہ اس وقت کے حقائق کی ترجمانی ہے جب پہلی بار «انوارِ آفتابِ صداقت» کتابت وطباعت کے مراحل سے گزر کر منظر عام پر آئی تھی۔ اس کتاب کو دیکھ کر اربابِ علم و دانش کا حلقہ مسرت و شادمانی سے مچل اٹھا اور خوش عقیدہ سنی مسلمانوں میں اس کی خوب پذیرائی ہوئی۔ دوسری جانب بدعقیدہ عناصر کو اپنے پاؤں تلے زمین سرکتی معلوم ہوئی اور ان کے خیموں میں صف ماتم بچھ گئی۔ اس وقت حضرت علامہ مفتی سید محمد حنیف صاحب چشتی مفتی نکودر، ضلع جالندھر نے مذکورہ اشعار میں اپنے گرد و پیش کے حالات کی منظر کشی کی تھی۔

واقعہ یہ ہے کہ آج سے قریب ایک صدی پہلے شہر لودھیانہ کے بدمذہبوں کی فتنہ پروری و شر انگیزی سے تنگ آ کر حضرت علامہ قاضی فضل احمد صاحب لدھیانوی نے ۱۳۴۷ھ میں یہ کتاب تصنیف فرمائی اور اس کا تاریخی نام «انوار آفتاب صداقت» رکھا۔ مصنف علیہ الرحمہ نے اس کتاب میں ایسے بیشتر مسائل کو جمع کر دیا جن میں اپنے کو اہلِ سنّت کہنے والے وہابیوں، دیوبندیوں نے اہل سنت و جماعت کے عقائد سے انحراف کیا ہے، پھر مصنف نے بڑی شرح و بسط کے ساتھ دلائل واضحہ و براہین قاطعہ کی روشنی میں اہلِ سنت کے عقائد کو ثابت کیا ہے اور مخالفین کے خود ساختہ نظریات کا بطلان واضح کیا ہے۔

اگر چہ علماے اہل سنت و جماعت کی جانب سے فرقِ باطلہ کے ان تمام مُزخرفات کا جواب متفرق طور پر مختلف انداز میں دیا جا چکا تھا، لیکن اس طرح آسان لب ولہجہ میں ان کے بیشتر عقائد باطلہ قبیحہ کا مفصل و مدلل جواب یک جا، ایک کتاب میں نہیں تھا۔ اس لیے جیسے ہی یہ کتاب ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۲ء میں کریمی پریس لاہور (پاکستان) سے زیور طباعت سے آراستہ ہو کر مارکیٹ میں آئی، ہر چہار جانب اس کی خوبیوں کے تذکرے ہونے لگے۔ کسی نے اس کتاب کے لب ولہجہ کی شائستگی اور نوع بہ نوع کتابوں کے حوالے دیکھ کر کہا ؎

حروفش چہرہ آرائے گلستاں
سطورش رونمائے سنبلستاں

اورکسی نے اس کی جامعیت کی جانب نظر کی، قرآن وحدیث اور کتب فقہ وتفسیر اور کتبِ تاریخ وسِیَر سے دلائل و براہین کا انبار دیکھا تو اس طرح اظہار خیال فرمایا؂

چناں تردید نہ آید در جہانے
خریدارش شود ہر کس بجانے

اس کتاب کی بے پناہ مقبولیت اور اس کی واقعی افادیت کو دیکھتے ہوئے صدرالعلما حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے کتب خانہ سمنانی اندرکوٹ، میرٹھ کی معرفت خواجہ پریس یا جمال پریس دہلی سے طبع کراکے اس کی اشاعت فرمائی۔ اس نسخہ کے ٹائٹل پیج پر نام کتاب کے دائرے میں ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء درج ہے۔ مگر یہ میرٹھ میں صدرالعلما علیہ الرحمہ کی تشریف آوری کا سن ہے۔ اس وقت کتب خانہ سمنانی کا قیام بھی نہ ہوا تھا۔ اس کتب خانے سے نشر شدہ جو کتابیں دیکھنے میں آئیں وہ سب تقریباً ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء کے کچھ قبل یا بہت بعد کی ہیں۔ "انوارِ آفتابِ صداقت" اس مکتبہ سے بشیر القاری، البشیر الکامل، فتاویٰ رضویہ دوم وغیرہ کے بعد شائع ہوئی ہے۔ اس لیے اس کا سالِ اشاعت تخمیناً ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء ہوگا۔ رہا اس نسخے پر ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء کا اندراج تو اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ کاتب کو جو نسخہ کتابت کے لیے دیا گیا تھا اس پر یہی سنہ نام کتاب کے دائرے میں درج تھا، اس نے بعینہٖ اسی طرح نقل کردیا۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انوارِ آفتابِ صداقت کا ایک ایڈیشن ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء میں بھی شائع ہوا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

اشاعتِ مکتبہ سمنانی کے بعد اس کی نشر واشاعت کی طرف توجہ نہیں دی گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ کتاب مارکیٹ سے بالکل غائب ہوگئی جب کہ اربابِ علم ودانش اس کی طباعت واشاعت کی ضرورت شدت سے محسوس کر رہے تھے اور اپنی علمی محفلوں میں اس کا تذکرہ بھی کرتے رہتے تھے، مگر نامعلوم اسباب کے باعث اس کی اشاعت نہیں ہو پا رہی تھی۔ اور ہوتی بھی کیسے کہ یہ سعادت عظمیٰ تو جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے طلبۂ درجۂ سابعہ کے حصے میں لکھی جا چکی تھی۔ «وَ کُلُّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٌ بِوَقْتِهٖ» سچ فرمایا ہے تاج دارِ شعر وسخن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے؂

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

اس سال درجۂ سابعہ کے طلبہ نے اس عظیم الشان کتاب کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا اور دل وجان سے اس میں لگ گئے۔ یقیناً ان کا یہ اقدام قابل تحسین ولائق صد مبارک باد ہے۔ اور دوسروں کے لیے قابلِ تقلید ونمونۂ عمل بھی ہے۔

طلبۂ اشرفیہ کی علمی سرگرمیاں: یہ جان کر آپ کو بڑی حیرت ومسرت ہوگی کہ جامعہ اشرفیہ کے طلبہ کا یہ کوئی پہلا کارنامہ نہیں ہے، بلکہ اس طرح کے کارہائے نمایاں وہ انجام دیتے رہتے ہیں۔ اور یہ سب جلالۃ العلم ابوالفیض حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان بانی « جامعہ اشرفیہ » کا روحانی فیضان اوران کے خلوص وللّٰہیت کا ثمرہ ہے، بلکہ یوں کہا جائے کہ یہ اس خدا رسیدہ مرد درویش کی زندہ کرامت ہے کہ اس کے لگائے ہوئے گلستانِ علم وفن میں نشوونما پانے والے طالبانِ علومِ نبویہ کے اندر دورِ طالب علمی ہی سے خدمت علم اور اشاعت دین کا جذبۂ فراواں موج زن ہو جاتا ہے اور وہ گونا گوں دینی وعلمی اور تقریری وتحریری کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگتے ہیں۔ شاید اسی لیے حضور شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان اکثر فرمایا کرتے تھے ؎

جو ابر یہاں سے اٹھا ہے سارے جہاں پہ برسا ہے
جو ابر یہاں سے اٹھے گا سارے جہاں پہ برسے گا

طلبہ کے مذاقِ علم کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ جامعہ اشرفیہ کی مرکزی لائبریری « امام احمد رضا لائبریری » ہے جس کی شان دار عمارت گزرنے والوں کو دور ہی سے دعوتِ نظارہ دیتی ہے۔ کئی وسیع کتاب ہال اور کئی طویل وعریض مطالعہ ہال پر مشتمل ہے۔ ریسرچ اسکالروں اور اسٹاف کے لیے متعدد رہائشی کمرے بھی ہیں۔ اس کے اندر عربی، فارسی، اردو، ہندی وغیرہ میں مختلف علوم وفنون کی بڑی بیش بہا کتابیں موجود ہیں جن سے اساتذہ اور طلبہ برابر استفادہ کرتے رہتے ہیں۔ اسی سے متصل دارالافتا اور اس کی اپنی لائبریری ہے۔ اس کے علاوہ طلبہ کے لیے ایک لائبریری « اشرفی دارالمطالعہ » ہے جس میں غیر درسی معلوماتی کتابوں کا بڑا اچھا ذخیرہ موجود ہے یہ لائبریری طلبہ کی سہولت کے لیے رات میں کھلتی ہے۔ بایں ہمہ طلبہ نے اپنے ذوقِ مطالعہ کی تسکین کے لیے اپنے طور پر چھوٹی چھوٹی متعدد لائبریریاں قائم کر رکھی ہیں۔ ان کا انتظام وہ خود کرتے ہیں اور اپنے جیب خرچ سے پیسے بچا کر اور اہل خیر حضرات سے رابطہ کر کے کتابوں کی فراہمی کرتے ہیں۔ اس طرح کی چند لائبریریاں درج ذیل ہیں:

(۱) امام احمد رضا لائبریری
(۲) شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی لائبریری
(۳) صدر الافاضل لائبریری
(۴) حافظ ملت اکیڈمی
(۵) تاج الشریعہ لائبریری
(۶) نظامی لائبریری
(۷) تحریک دعوت واصلاح لائبریری
(۸) حسامی لائبریری
(۹) ہدیٰ فاؤنڈیشن
(۱۰) تبلیغیہ لائبریری
(۱۱) الرضوان لائبریری
(۱۲) گلشن ادب لائبریری
(۱۳) فروغ ادب جہاں نما
(۱۴) قادری لائبریری

(۱۵) پاسبان ملت لائبریری (۱۶) مسعودی لائبریری

اسی طرح نصابِ تعلیم میں اردو، عربی اور انگریزی ادب وانشا اور مضمون نگاری شامل ہے اور درجہ بدرجہ ان علوم وفنون میں کافی حد تک مہارت پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر باذوق طلبہ اپنے قلم کو مزید رواں اور سیّال بنانے کے لیے متعدد زبانوں میں مختلف علمی وادبی، تاریخی وثقافتی اور دینی وفکری جدارے شائع کرتے ہیں، جو عموماً ہفت روزہ یا پندرہ روزہ ہوتے ہیں۔ ان میں چند جدارے یہ ہیں:

عربی جداریوں کے نام: (۱) الھادی (۲) المصباح (۳) السراج (۴) الکوکب (۵) البلاغ وغیرہ۔

اردو جداریوں کے نام: (۱) ہادی (۲) ضوفشاں (۳) نوائے نظامی (۴) انکشاف (۵) ادب نما (۶) آئینہ (۷) گل دستہ (۸) اتحاد (۹) ہلال (۱۰) فکر واصلاح (۱۱) مہکتا چمن (۱۲) جام رشیدی (۱۳) نکہت سراج (۱۴) ضیائے مجبی (۱۵) اشہر (۱۶) موج خیال (۱۷) جہاں نما (۱۸) صدائے حق (۱۹) پرواز (۲۰) صوت القرآن وغیرہ۔

انگریزی جداریوں کے نام: (۱) Unity (یونائٹی) (۲) Argument (آرگومنٹ) (۳) Image (امیج) (۴) Miror (میرور) وغیرہ۔

ہندی جداریوں کے نام: (۱) क्रान्ति (کرانتی)، (۲) दीप (دیپ)، (۱) पथप्रदर्शक (پتھ پردرشک) وغیرہ۔

اور **درجہ سابعہ** کے طلبہ ہر سال ۱۳ر محرم الحرام کو بڑے ہی تزک واحتشام کے ساتھ «**جشن یومِ مفتی اعظم ہند**» مناتے ہیں۔ اس میں مختلف دینی وعلمی اور تاریخی وفکری موضوعات پر تحریری وتقریری مقابلہ کا بھی اہتمام ہوتا ہے اور کسی خاص موضوع پر بصیرت افروز ونصیحت آمیز توسیعی خطبہ دینے کے لیے کسی ماہر علم وفن کو دعوت دی جاتی ہے۔ اور آخر میں ہر موضوع پر اول، دوم، سوم پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کو مہمان خصوصی اور شیخ الجامعہ کے مبارک ہاتھوں انعامات سے نوازا جاتا ہے۔ اور بعد میں باقی شرکاے مقابلہ کی حوصلہ افزائی کے لیے انھیں ترغیبی انعامات دیے جاتے ہیں۔ اس سال تحریری مقابلے میں ۳۳۰ر طلبہ نے حصہ لیا اور تقریری مقابلے میں ۹۰ر طلبہ نے اپنا نام درج کرایا۔

اسی طرح جامعہ اشرفیہ کا ایک منفرد اشاعتی ادارہ «**مجلس برکات**» ہے اس کے زیر اہتمام اب تک ستر کتابیں شائع کی جا چکی ہیں۔ یہ ادارہ عمدۃ المحققین حضرت علامہ **محمد احمد مصباحی** صاحب قبلہ صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ کے زیر نگرانی امتیازی شان وشوکت کے ساتھ درسی کتابوں کی اشاعت میں پیہم مصروف عمل ہے۔ ادھر طلبہ وقتاً فوقتاً نایاب یا کم یاب علمی اور تحقیقی کتابیں نئے رنگ وآہنگ کے ساتھ منظر عام پر لاکر یہ سند فراہم کرتے ہیں کہ وہ مادرِ علمی کی آغوش سے نکل کر جب میدان عمل میں قدم رکھیں گے تو ضرور نشر واشاعت کی دنیا میں نمایاں کارنامے انجام دیں گے۔

اس سے پہلے ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء کے طلبۂ درجۂ فضیلت نے اپنے مضامین کا ایک انتہائی وقیع مجموعہ بنام "دینی

دعوت" شائع کیا، جو دو سو اٹھاسی (۲۸۸) صفحات پر مشتمل ہے۔ اور اسی درجہ کے طلبہ نے عرسِ عزیزی ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء کے موقع پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد حضرت علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی تحقیقی کتاب "إذاقة الأثام لما نعي عمل المولد والقيام" شائع کی۔ اس کتاب کا اردو نام ہے "محفلِ میلاد و قیام تعظیمی دلائل کی روشنی میں" یہ کتاب اپنے موضوع پر بے نظیر ہے۔

اسی سال درجۂ سادسہ کے طلبہ نے ایک کتاب بنام "الصوارم الهنديه" شائع کی۔ یہ کتاب برصغیر کے ڈھائی سو سے زائد علمائے کرام ومفتیانِ عظام کی تصدیقات کا مجموعہ ہے جو انھوں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب "حسام الحرمين على منحر الكفر والمين" کا مطالعہ کر کے رقم فرمائی تھیں۔ ان کی تصدیقات کو شیر بیشۂ اہلِ سنت مولانا حشمت علی خاں قادری لکھنوی علیہ الرحمہ نے جمع کر کے پہلی بار ۱۳۴۵ھ میں بنام "الصوارم الهنديه" شائع کیا تھا۔

۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء کے طلبۂ درجہ فضیلت نے میلاد و فاتحہ اور قیام میلاد وغیرہ پر ایک زبردست تاریخی کتاب «انوارِ ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ» نئے طرز اور نئی کمپوزنگ کے ساتھ شائع کی۔ (اس میں حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ کے قلم سے ایک مبسوط مقدمہ بھی شامل ہے۔) یہ کتاب حضرت مولانا عبد السمیع بے دل سہارن پوری، خلیفۂ مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہا اللہ کی تصنیف ہے اور عرصہ دراز سے مارکیٹ سے غائب تھی۔

۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء کے طلبۂ درجۂ فضیلت نے مشکوٰۃ المصابیح کی بڑی جامع اور مستند عربی شرح «لمعات التنقيح فى شرح مشكوٰة المصابيح» نئے انداز میں نئی کمپوزنگ کے ساتھ شائع کی۔ (اس پر حضرت مولانا صدر الوریٰ قادری استاذ جامعہ اشرفیہ کے حواشی بھی ہیں)۔ یہ کتاب عارف باللہ شیخ محقق حضرت علامہ شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے اور ایک زمانے سے نایاب تھی۔

طلبۂ اشرفیہ کی ایک انجمن «پیغامِ اسلام» ہے جو مختلف مواقع پر متعدد کتابچے شائع کر چکی ہے مثلاً علم اور ایمان، کیا صحیح کیا غلط، ایک روشن ستارہ، تحفۂ رمضان المبارک، مسائل قربانی، ہمارا عمل حسینی یا یزیدی؟ وغیرہ۔

طلبۂ جامعہ اشرفیہ کے ان قابل ستائش جذبات اور لائق تقلید خدمات سے حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے روحانی فیضان کا کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ گویا آپ زبان حال سے ارشاد فرما رہے ہیں ؂

کوئی کہکشاں سے کہہ دے کہ اپنی کرنوں کو چن کے رکھ لے
میں اپنے صحرا کے ذرے ذرے کو خود چمکنا سکھا رہا ہوں

اس سال درجۂ سابعہ (فضیلت سال اول) کے طلبہ نے «جشن یوم مفتی اعظم» کے موقع پر کسی اہم دینی کتاب کی طباعت واشاعت کا ارادہ کیا اور اس سلسلے میں استاذ گرامی ادیب شہیر حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی صاحب قبلہ استاذ

جامعہ اشرفیہ سے رابطہ کیا اور کسی خاص کتاب کی نشان دہی چاہی، تو آپ نے «انوار آفتاب صداقت» کی اہمیت و افادیت بیان کرتے ہوئے اس کی اشاعت کا مشورہ دیا۔ طلبہ نے اسے بسر وچشم قبول کرتے ہوئے کام آگے بڑھا دیا، مگر اس راہ میں ایک بڑی دشواری یہ تھی کہ یہاں لائبریری میں اس کتاب کا جو نسخہ موجود تھا وہ ناقص تھا، شروع اور آخر کے بعض اوراق غائب تھے اور مارکیٹ میں بھی کتاب نایاب تھی۔ حسن اتفاق کہ اس کا تذکرہ مفکر اسلام حضرت علامہ عبد المبین نعمانی رکن المجمع الاسلامی مبارک پور کی مجلس میں چھڑ گیا تو آپ نے فوراً یہ مشکل حل کر دی اور فرمایا: میرے پاس اس کتاب کا ایک نسخہ موجود ہے۔ اور پھر اپنی ذاتی لائبریری سے لا کر طلبہ کے سپرد کر دیا۔ اس سے لائبریری کی ناقص کتاب بھی کامل ہوگئی اور اس کی طباعت کا کام بھی آسان ہوگیا۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء في الدارین.

مولانا اختر حسین فیضی مصباحی، راقم الحروف (ساجد علی مصباحی) مولانا محمد قاسم مصباحی، مولانا محمود علی مشاہدی مصباحی، مولانا محمد ہارون مصباحی، مولانا محمد کہف الوریٰ مصباحی، مولانا محمد شاہد رضا مصباحی، مولانا محمد عابد رضا مصباحی اور مولانا قطب الدین رضا مصباحی اساتذۂ جامعہ اشرفیہ نے اس کی تصحیح وتجدید اور تخریج کا کام کیا اور جا بجا مشکل الفاظ کے معانی اور عربی وفارسی عبارات کے ترجمے کا حاشیہ میں اضافہ کیا۔ اس طرح سے اب نئے رنگ وآہنگ اور نئی کمپوزنگ کے ساتھ یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ امید ہے کہ آپ اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور فرزندانِ اشرفیہ کی ان خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

اللہ جل شانہ ہمارے کرم فرماؤں اور عزیزوں کے جذبۂ بے کراں کو سلامت رکھے اور دارین میں ان کی خدمات کا وہ صلہ دے جو اس کی شان کریمی کے لائق ہے اور ہم سب کو مزید توفیق خیر سے نوازے۔ آمین۔

"انوار آفتابِ صداقت" اربابِ علم ودانش کی نظر میں

اس کتاب کی اہمیت وافادیت اور اس کے مصنف علیہ الرحمہ کی سعادت وخداداد صلاحیت کے سلسلے میں خود کچھ لب کشائی نہ کر کے ان اجلۂ علماے کرام ومشائخ عظام کی تقریظات وتاثرات کے چند اقتباسات ناظرین وقارئین کی ضیافت طبع کے لیے پیش کرتے ہیں، جنھوں نے قریب ایک صدی پہلے اس کتاب کا مطالعہ کیا اور اپنے تاثرات کو الفاظ کا جامہ پہنایا۔ امید ہے کہ اس سے «انوار آفتابِ صداقت» کی بے پناہ مقبولیت اور فرقِ باطلہ کی تردید میں اس کی گراں قدر افادیت کا اندازہ کیا جا سکے گا۔

- **اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (بریلی شریف، یوپی)**

"فقیر غفرلہ المولی القدیر نے مولانا المکرم، ذی اللطف والکرم، حامی سنت، ماحی بدعت، راشد ارشد، مولوی قاضی فضل احمد أیده الله بفضل أحمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و کرّم و مجد کی یہ کتاب «انوار آفتابِ

صداقت» خود مصنف کی زبان سے بالاستیعاب سنی۔ ان کے ثبات علی الیقین وصلابت فی الدین واعانت مہتدین واہانت مفسدین پر حمد الٰہی بجالایا۔ وللہ الحمد في الأولیٰ والآخرة هو أهل التقویٰ و أهل المغفرة جعل الله سعیه مشکورا و ذنبه مغفورا وعدوه في الدین مقهورا ولقي أهل السنة نضرة وسروراً ورزقهم في الدارین فضلا و نورا وجعل الوهابیة قوماً بورا وجعل مکائدَهم هباءً منثورا. یہ کتاب اکثر مسائل متنازع فیہا کی جامع اور اصول وفروع وہابیت کی قامع ہے۔"[1]

● **زبدۃ العارفین حضرت صوفی جماعت علی شاہ نقش بندی، محدث علی پوری علیہ الرحمۃ والرضوان (سیالکوٹ پنجاب)**

"فقیر نے اس کتاب «انوار آفتاب صداقت» کا بعض جگہ سے مطالعہ کیا۔ حقیقت میں فاضل مصنف نے عقائد باطلہ کی تردید اور عقائد حقہ کی تصدیق کے اظہار میں وہ کام کیا ہے جس کی نظیر قبل ازیں فقیر کی نظر سے نہیں گزری۔

الحمد للہ کہ قاضی صاحب نے جس وضاحت اور دلائل حقہ سے کام لے کر فرقِ باطلہ کی کتب مفصلہ سے ان کے مزخرفات کو قلم بند کیا ہے، وہ خالصۃً ان کی سعی کا نتیجہ اور قابلِ امتنان ہے۔ عوام الناس جو کہ فرقِ ضالہ کے مکائد سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ان کے دامِ تزویر میں پھنس جاتے ہیں۔ وہ بھی اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد صراطِ مستقیم کی طرف رجوع کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔"[2]

● **حضرت مولانا نور بخش توکلی، نقش بندی، ناظم تعلیمات دار العلوم نعمانیہ، لاہور (پاکستان)**

"خاکسار نے «انوار آفتاب صداقت» مصنفہ مولانا مولوی حاجی قاضی فضل احمد صاحب لدھیانوی کو متعدد مقامات سے دیکھا۔ مصنف نے ہر جگہ عقیدۂ اہل سنت وجماعت کے ثبوت میں دلائل واضحہ وبراہینِ قاطعہ پیش کیے ہیں اور ان مسائل پر قلم اٹھایا ہے جن کی تردید اس زمانۂ پر آشوب میں نہایت ضروری ہے۔ فرقہ وہابیہ نجدیہ کی تردید میں یہ مجموعہ بڑا کارآمد ہے۔

اللہ تعالیٰ مصنف کی اس عرق ریزی کو درجۂ قبولیت عطا فرمائے اور اسے مخالفین کی ہدایت اور موافقین کی تقویت ایمان کا ذریعہ بنائے۔"[3]

● **حضرت مولانا غلام احمد صاحب اخگر، نقش بندی، امرتسری۔**

"اس کتاب کو میں نے بہ نظرِ عمیق دیکھا، کتاب کیا ہے ایک خزانہ ہے جس میں وہابیہ دیوبندیہ کے تمام عقائد باطلہ کفریہ کا بالتفصیل بیان ہے اور ہر ایک عقیدہ کے بیان کے بعد دلائل قرآنیہ واحادیث واقوال بزرگانِ دین سے رد کیا ہے۔

---

[1] انوار آفتاب صداقت، تقاریظ علماے کرام، ص:۲۳.   [2] مصدر سابق، ص:۲

[3] انوار آفتاب صداقت، تقاریظ علماے کرام، ص:۲۳

بعض دیو بندی وہابی کسی عقیدہ سے انکار بھی کر دیا کرتے ہیں اور کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ ہم پر افترا ہے۔ قاضی صاحب نے ہر ایک عقیدہ کو ان کی کتب وفتاویٰ وغیرہ سے نقل کر کے حوالہ دے دیا ہے، تاکہ کسی کو انکار کی گنجائش نہ رہے۔

اہل اسلام کے پاس یہ کتاب ایک زبردست ہتھیار ہوگا جو اس طائفہ طاغیہ کے دانت توڑنے میں اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ جن لوگوں کے پاس یہ کتاب ہوگی وہ نہ صرف ان کے عقائد و مکائد سے کما حقہ واقف ہو جائیں گے بلکہ ان کے عقائد باطلہ کا بڑے زور وشور سے رد کر سکیں گے۔

الغرض اس کتاب نے اردو علم وادب وعلم مناظرہ میں ایک جدید اور قیمتی اضافہ کیا، جس کے لیے ہمیں قاضی صاحب کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ انھوں نے اپنی خداداد قابلیت سے بڑی جاں فشانی اور محنتِ شاقہ گوارا فرما کر یہ کتاب تصنیف فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔"[1]

● **حضرت مولانا مفتی سید محمد حنیف چشتی، خطیب جامع مسجد و مفتی نکودر، ضلع جالندھر۔**

"اس نیاز مند نے مختلف مقامات سے اس کو دیکھا اور موافق عقائد وعمل اہل حق پایا۔ یہ اس کا مخصوص فضل ہے جس نے عالی جناب قاضی صاحب کو اس سعادت عظمیٰ کے لیے منتخب فرمایا۔

فضل احمد نے لکھی فضل محمد سے کتاب

کیسے باریک مضامین ہیں اللہ اللہ"[2]

● **حضرت مولانا سید غلام قطب الدین چشتی، نظامی صدر حلقہ اشاعت الحق، بریلی شریف۔**

"میرے محترم بزرگ حضرت مولانا قاضی فضل احمد صاحب لدھیانوی جو نہ صرف سنی ہونے کا فخر رکھتے ہیں بلکہ سنی گر اور محی السنہ ہیں۔ آپ نے تمام دنیا کے سنیوں پر احسانِ عظیم بہ صورت کتاب «انوار آفتابِ صداقت» فرمایا ہے۔ کتاب «انوار آفتابِ صداقت» اپنی خوبیوں سے یقیناً ہر قلب کو منور اور درخشاں کرے گی۔"[3]

● **حضرت مولانا محمد کرم الٰہی، سکریٹری انجمن خدام الصوفیہ، پنجاب۔**

"واقعی قاضی صاحب نے اس کتابِ بے نظیر کی تالیف سے جملہ مسلمانانِ اہل سنت وجماعت پر بے حد احسان کیا ہے۔ اور فرقۂ ضالہ وہابیہ دیوبندیہ کے اعتراضات کا جواب بدلائل ساطعہ وبراہین قاطعہ دے کر اہل اسلام کو گمراہی سے اور فرقۂ ضالہ وہابیہ وغیرہ کے دامِ تزویر سے بچایا ہے۔

واقعی کتاب «انوار آفتاب صداقت» ایسی لاثانی اور ضروری کتاب ہے جس کا ہر ایک مسلمان حنفی کے لیے مطالعہ

---

[1] انوار آفتاب صداقت، تقار یظ علماے کرام، ص: ۱٤. مطبوعه، کتب خانه سمنانی، اندر کوٹ، میرٹھ، ۱۳۵۸ھ

[2] مصدر سابق، ص: ۲۲

[3] انوار آفتابِ صداقت، تقار یظ علمائے کرام، ص: ۲٤، مطبوعه کتب خانه سمنانی، اندر کوٹ، میرٹھ، ۱۳۵٤ھ.

کرنا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

خداوند کریم کی بارگاہ عالی میں دعا ہے کہ مولیٰ کریم قاضی صاحب کو ان کی بے حد محنت اور دماغ سوزی کے عوض میں سعادت دارین عطا فرمائے آمین۔" [1]

- **ادیب بے بدل حضرت مولانا اصغر علی روحی، پروفیسر اسلامیہ کالج، لاہور، پاکستان۔**

"ہمارے مکرم و معظم اور غیرت مند فاضل قاضی فضل احمد صاحب پنشنر لدھیانوی (جو ہمیشہ اسلامی خدمات کے لیے کمر بستہ رہے ہیں) نے اس ضرورت کو بوجہ اتم پورا کر کے تمام اہل سنت و جماعت کو اپنا ممنون بنایا ہے۔ انھوں نے نہایت شرح اور بسط کے ساتھ مخالفین کے دعاوی باطلہ کا رد اور عقائدِ حقّہ کا اثبات پوری محنت اور عرق ریزی سے کیا ہے۔ اگرچہ متفرق طور پر بہت سے اصحاب نے ان مسائل پر قبل ازیں بحث کی ہے، مگر حق یہ ہے کہ اس قدر مسائل مجموعی طور پر شاید ہی کسی کتاب میں مندرج ہوں۔ غیر مقلدین اور وہابیوں کو چاہیے کہ انصاف سے پڑھیں اور حق کو قبول کریں اور شکریہ حضرت مولف کا بجالائیں۔" [2]

- **حضرت مولانا معو ان حسین نقش بندی، مہتمم مدرسہ ارشاد العلوم، رام پور (یوپی)**

"میں نے «انوار آفتابِ صداقت» کو اکثر جگہ سے دیکھا، جناب محترم مولانا قاضی فضل احمد صاحب نے حق تالیف ادا فرمایا ہے اور وہابیہ نجدیہ کے عقائد کی خباثت ظاہر کرتے ہوئے موافق مذہب حق اہل سنت و جماعت جواب لاجواب دیا ہے۔ فللّٰہ در المؤلف وجعل سعیہ مشکوراً۔ حضرات اہل سنت ایسی ہستیوں پر جس قدر فخر کریں بجا ہے۔" [3]

- **حضرت مولانا مولوی سید احمد علی صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج وخطیب مسجد شاہی، لاہور۔**

"میں نے اس کتاب «انوار آفتاب صداقت» رد وہابیہ کو جسے ہمارے فاضل دوست، حامی شریعت، ماحی ضلالت، رافعِ سنت، دافعِ بدعت جناب مولوی قاضی فضل احمد صاحب سلمہ اللہ الصمد نے بڑی محنت وسعی سے نہایت عمدہ ترتیب و خوش اسلوبی سے تالیف فرمایا ہے بعض مقامات سے دیکھا تو فی الواقع اسم با مسمیٰ پایا۔ عقائد درست کرنے کے لیے عروۃ الوثقی ہے۔ وہابیوں، وہابیان زمانہ ماضی وحال کے عقائد فاسدہ وآراے کاسدہ کو آئینہ کی طرح دکھلایا ہے۔ عوام اہل سنت کے بچانے اور خواص کے مفید معلومات والزامات معلوم کرنے کا اچھا ذریعہ ہے۔" [4]

- **حضرت مولانا مولوی جمال الدین صاحب حنفی، نقش بندی، توکلی، سابق مدرس انجمن نعمانیہ لاہور۔**

"بندہ نے کتاب مبارک «انوار آفتابِ صداقت» کے اکثر مقامات بغور مطالعہ کیے۔ مصنف علام نے نہایت محنت اور جاں فشانی اور اخلاص سے فرقۂ نجدیہ کا رد فرمایا۔ میں حرفاً حرفاً ان عقائد میں مصنف علام کا من کل الوجوہ متفق

---

[1] مصدر سابق، ص: ٤ [2] مصدر سابق، ص: ١٢. [3] مصدر سابق، ص: ٢٥.

[4] انوار آفتابِ صداقت، و تقاریظ علماے کرام، ص: ٦، مطبوعہ کتب خانہ سمنانی، اندر کوٹ، میرٹھ، ١٣٥٤ھ.

ہوں اور نہایت زور سے ترغیب دیتا ہوں کہ کل علمائے اہل سنت وجماعت اس میں متفق ہوں، تاکہ عوام الناس افراد ایسے عقائد باطلہ سے بچ جائیں۔

میں مدت سے منتظر تھا کہ عقائد باطلہ کی کافی تردید ہو۔ اگرچہ ہندوستان میں حضرت احمد رضا خاں مجدد مائۃ حاضرہ نے جامع تردید فرمائی، مگر پنجاب میں عقائد نجدیہ کی تردید احسن طریقہ پر نہیں ہوئی تھی۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے اب ہوگئی۔[1]

یہ کل گیارہ علمائے کرام ومشائخ عظام کی تقاریظ کے اقتباسات ہیں جن سے اس کتاب کی اہمیت وافادیت بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ مندرجہ ذیل تیس علمائے کرام ومشائخ عظام نے بھی اس کتاب کے حوالے سے اپنے تاثرات رقم فرمائے ہیں جو پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کتاب میں شامل اشاعت ہیں۔

(۱) حضرت مولانا سید نور حسین صاحب، علی پور سیداں، سیال کوٹ۔

(۲) حضرت مولانا سید خادم حسین صاحب، علی پور سیداں، سیال کوٹ۔ (۳) حضرت مولوی عبدالعزیز صاحب، پشاور

(۴) حضرت مولوی پیر عبدالغفار صاحب حامی اشاعت درود شریف، لاہور۔

(۵) حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب، لاہور۔ (۶) حضرت مولانا تاج الدین صاحب چشتی، لاہور۔

(۷) حضرت مولانا محمد عالم صاحب، لاہور۔ (۸) حضرت مولانا غلام مرشد صاحب، لاہور۔

(۹) حضرت مولانا قمر الدین صاحب قادری، لاہور۔ (۱۰) حضرت مولانا مفتی محمد یار صاحب، لاہور۔

(۱۱) حضرت مولانا محمد گوہر علی علوی، لاہور۔ (۱۲) حضرت مولانا حاکم علی صاحب، لاہور۔

(۱۳) حضرت مولانا محمد عظیم صاحب، لاہور۔ (۱۴) حضرت مولانا جمال الدین صاحب توکلی، لاہور۔

(۱۵) حضرت مولانا غلام اللہ صاحب قصوری، لاہور۔ (۱۶) حضرت مولانا محبوب احمد (میر واعظ) صاحب امرتسری۔

(۱۷) حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن صاحب قصوری۔ (۱۸) حضرت مولانا سید عبدالحق صاحب ہمدانی، قصوری۔

(۱۹) حضرت مولانا مفتی سید محمد ابن سید غیاث الدین صاحب سیال کوٹ۔

(۲۰) حضرت مولانا سید میر عطاء اللہ شاہ بخاری، کشمیر۔ (۲۱) حضرت مولانا محمد فیروز الدین صاحب، ہری پور، ہزارہ۔

(۲۲) حضرت مولانا محمد فضل حق صاحب، ہزارہ۔ (۲۳) حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب، حیدرآبادی۔

(۲۴) حضرت مولانا مفتی غلام محمد صاحب سہروردی، جالندھر۔ (۲۵) حضرت مولانا ابوالفرید خوشی محمد صاحب نقش بندی، جالندھر۔

(۲۶) حضرت مولانا محمد ظہور الحسین صاحب نقش بندی، رام پور۔

(۲۷) حضرت مولانا محمد نور الحسین صاحب، رام پوری۔ (۲۸) حضرت مولانا محمد رشید الرحمٰن نقش بندی، رام پور۔

(۲۹) حضرت مولانا محمد شجاعت علی صاحب، رام پور۔ (۳۰) حضرت مولانا محمد اشہد الدین صاحب، مرادآباد۔

---

[1] مصدر سابق، ص:۱۳.

صاحب انوار آفتاب صداقت (۱۳۴۷ھ)

حضرت علامہ قاضی فضل احمد لدھیانوی علیہ الرحمۃ والرضوان

علامہ قاضی فضل احمد لدھیانوی علیہ الرحمۃ والرضوان قصبہ شاہ پور، تحصیل پٹھان کوٹ، ضلع گورداس پور، پنجاب میں پیدا ہوئے۔[1]

آپ کے پردادا «کاکی شاہ» کے والد گرامی پہلے غیر مسلم راج پوت تھے، ان کا نام بہادر سنگھ تھا۔ شاہ عالم بادشاہ دہلی کے دورِ حکومت میں انھوں نے ۱۶؍سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور ان کا اسلامی نام «عبدالوہاب» رکھا گیا۔ وہ اپنے آبائی وطن سوجوال علاقہ، تحصیل شکر گڑھ، ضلع گورداس پور سے نکل کر قصبہ شاہ پور، تحصیل پٹھان کوٹ آگئے اور بعد میں بادشاہ کی طرف سے اس علاقہ کے قاضی بنائے گئے۔

آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: قاضی فضل احمد بن قاضی الہ دین بن بانی شاہ بن کاکی شاہ بن قاضی عبدالوہاب۔ اس سلسلے میں آپ خود رقم طراز ہیں:

«قاضی فضل احمد بن قاضی الہ دین بن بانی شاہ بن کاکی شاہ بن قاضی عبدالوہاب۔

شاہ عالم شاہ بادشاہ دہلی کے وقت بہادر سنگھ نامی قوم کائل راج پوت ۱۶؍سال کی عمر میں مسلمان ہوا جس کا نام «عبدالوہاب» رکھا گیا۔ وہ اپنے والدین سکنہ سوجوال علاقہ، تحصیل شکر گڑھ، ضلع گورداس پور سے نکل کر مقام اڑیلی اور قصبہ شاہ پور، تحصیل پٹھان کوٹ میں آگئے اور اس علاقہ میں بادشاہ کی طرف سے قاضی بنائے گئے۔ مفصل حالات کا غذات میں درج ہیں۔ گویا مجھے پانچویں پشت مسلمان ہونے کو ہے۔ فالحمد للہ۔ ۱۲ منہ[2]۔»

آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی (متوفی ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) اور حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری (متوفی ۱۳۱۵ھ) صاحبِ «تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل» سے بے پناہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض مخالفین آپ کو ان کا مرید کہتے تھے جب کہ آپ سید صادق علی شاہ نقش بندی علیہ الرحمہ کے مرید تھے۔ چناں چہ مولوی عبداللہ دیو بندی ازبسی، ریاست پٹیالہ کے ایک خط کے جواب میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

«اور یہ جو آپ نے اپنے علم غیب سے لکھا ہے کہ تم ان مبتدعین یعنی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور اعلیٰ حضرت فاضل قصوری کے مرید ہو۔ سو فوراً میرے منہ سے لعنۃ اللہ علی الکاذبین نکل گیا، کیوں کہ میں ان حضرات کا مرید ہرگز نہیں۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ان دونوں بزرگوں کو نہایت اعلیٰ اور ارفع، حامی اہل سنت و جماعت جانتا ہوں، اور مجددِ دین ماننے میں کوئی شک نہیں کرتا جنھوں نے اپنی سعی بلیغ سے دنیا کے ناواقف لوگوں کو بددین وملحدین وزندیقین کے شر سے اور مکر وفریب سے بچایا ہے۔ ان کے مراتب و مدارج اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو ہیں ان کو ہمیشہ کے لیے قائم

---

[1] کلمۂ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی، از: قاضی فضل احمد لدھیانوی، مطبوعہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان، ۱۹۸۸ء، ص:۱.

[2] حاشیہ انوار آفتاب صداقت، باب بست و چہارم، ص:۵۴۰، مطبوعہ کتب خانہ سمنانی، اندر کوٹ، میرٹھ، ۱۳۵۴ھ.

رکھے اور جو خدا کے یہاں تشریف لے گئے ان کے مدارج اور مراتب بھی جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ ہوں اور قیامت کے دن ہمارے لیے شفاعت کا ذریعہ ہوں۔ آمین ثم آمین............

ہاں! مجھے حضرت قبلہ وکعبہ قدوۃ العارفین وزبدۃ السالکین، پیر دستگیر سید صادق علی شاہ نقش بندی، مجددی، حسینی رحمۃ اللہ علیہ ساکن مکان شریف رتڑچھتڑ، ضلع گورداس پور سے شرف بیعت حاصل ہے۔ فَالحَمدُ للهِ عَلٰی ذٰلِكَ[1] »

قاضی صاحب علیہ الرحمہ بڑے متواضع اور منکسر المزاج تھے، مگر دین کے معاملے میں بڑے متصلّب اور سخت تھے۔ جب اپنے علماے کرام وصوفیۂ عظام کی خدمت میں حاضر ہوتے تو بڑی نیازمندی سے پیش آتے، مگر جب وہابیوں دیوبندیوں، قادیانیوں وغیرہ دشمنانِ خدا اور سول جل شانہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم کی شر انگیزیاں دیکھتے تو شمشیر بے نیام ہوجاتے اور زبان وقلم سے ان کے عقائد باطلہ وافکار فاسدہ کی تردید فرماتے۔ جیسا کہ آپ کے خطبات اور تصنیفات سے ظاہر ہے۔ گویا آپ کی شان یہ تھی کہ ؎

رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

آپ کے انکسار وتواضع کا اندازہ اس گزارش نامہ سے لگایا جاسکتا ہے جو آپ نے «انوارآفتابِ صداقت» جیسی تحقیقی اور بے مثال کتاب کی تصنیف کے بعد غیر منقسم ہندوستان کے علماے کرام وصوفیۂ عظام کی خدمت میں پیش فرمایا۔ اس کی عبارت یہ ہے:

«نہایت ادب سے گزارش ہے کہ اس خاکسار، ہیچ مداں، ذرۂ بے مقدار من عباد اللہ الصمد قاضی فضل احمد بن قاضی الہ دین عفا اللہ عنہما متوطن قصبہ شاہ پور، ضلع گورداس پور، پنجاب، حال مقیم شہر لدھیانہ نے بوجہ تنگ آجانے قوم وہابیہ، دیوبندیہ کے اقوال اور افعال، اہانتِ خداوند تعالیٰ ذوالجلال وتوہینِ حضرت شفیع المذنبین و خاتم النبیین، خیر الخلق من الاولین والآخرین محمد مصطفیٰ واحمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک اشتہار بغرض اظہار عقائد وہابیہ دیوبندیہ متضمن ۲۳/عقائد کے شائع کیا جس پر قوم وہابیہ آگ بگولا ہوگئی جس کا ذکر تمہید کتاب ہذا میں آچکا ہے۔

اس کا جواب متفقہ کمیٹی وہابیہ لودھیانہ کی طرف سے تیار ہوکر مولوی عبداللہ ساکن ازبسی، ریاست پٹیالہ اپنے رشتہ دار کے نام سے ایک رسالہ موسومہ «قاضی فضل احمد کے اشتہار کی حقیقت کا انکشاف» شائع ہوا جس کا جواب یہ کتاب «انوارآفتابِ صداقت (۱۳۳۷ھ)» نہایت محنت اور احتیاط کے ساتھ بموجب مذہب حق اہل سنت و جماعت باوضو تالیف ہوکر آپ حضرات کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے، اس کو تکلیف فرماکر بغور ملاحظہ فرمایا جائے اور بقول حضرت علی کرم اللہ وجہہ «انظر إلی ما قال ولا تنظر إلی من قال» کے میری بے بضاعتی پر خیال نہ فرماکر جو کچھ لکھا گیا ہے اس پر توجہ مبذول فرمائیں اور اپنی اپنی قیمتی راے سے اس کو مزین فرمائیں، اور جہاں کہیں فقیر سے بباعث بشریت «الإنسان مُساوِقُ النسیان» غلطی سرزد ہوئی ہو براہ لطف واحسان اس کی تصحیح فرمائیں تاکہ طبع ہوکر مفید خاص وعام بالخصوص ہمارے سنی بھائی اپنے ایمان کو فرق باطلہ سے بچاکر حضرات کو دعاے خیر سے یاد کریں۔

فقیر نے اس میں نہایت سلیس اردو، عام فہم عبارات کو لکھا ہے تاکہ ہر اردوخواں اس سے مستفید ہوسکے۔ علمی، منطقی، صرفی، نحوی بحثوں کی طرف رخ نہیں کیا تاکہ روز روز کے اعتراضات وہابیہ سے مسلمانوں کو رستگاری ہو۔

---

[1] انوار آفتاب صداقت، باب بستم، ص: ٤٨٧، مطبوعه کتب خانه سمنانی، اندر کوٹ، میرٹھ، ١٣٥٤ھ

فقیر کے خیال میں پہلے اس سے اس قسم کی کتاب کہ جس میں فرقۂ وہابیہ کے مجموعۂ عقائد اور اس کے اعتراضات من کل الوجوہ ایک ہی کتاب میں لکھے گئے ہوں مرتب نہیں ہوئی اور نہ فقیر کی نظر سے گزری ہے۔ اس لیے فقیر نے اس خدمت اسلامی کو عین فرض تصور کر کے محض لابتغاء مرضات اللہ ادا کیا اور اللہ تعالیٰ نے ادا کروایا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا ہے کہ اس کتاب کو فقیر حقیر، عاصی پر معاصی کے حق میں من جملہ باقیات صالحات کرے اور اپنی رحمت کاملہ سے بہ طفیل حضور پرنور موفور السرور سرور عالم حضرت محمد ﷺ کے قبول و منظور فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین ورنہ اپنی حالت یہ ہے ؎

صرفت العمر في لهو ولعب فاها ثم أها ثم أها
يلوح الخط في القرطاس دهرا وكاتبه رميم في التراب

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد إذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة إنك أنت الوهاب وصلى الله على خير خلقه محمد وآله وأصحابه وأهل بيته وذرياته وأتباعه أجمعين برحمتك يا أرحم الراحمين.

خاکسار فقیر حقیر قاضی فضل احمد عفا اللہ عنہ سنی، حنفی، نقش بندی، مجددی، صادقی، کورٹ انسپکٹر پولیس پنشنر لودھیانہ، مقام لودھیانہ۔ ۱۵؍ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ / ۱۱؍ ستمبر ۱۹۱۹ء روز پنج شنبہ۔" [۱]

اور یہ جان کر آپ کو بڑی حیرت ہوگی کہ قاضی صاحب علیہ الرحمہ کسی بڑے ادارے کے شیخ الحدیث یا کسی عظیم خانقاہ کے سجادہ نشین نہیں تھے، بلکہ محکمۂ پولیس کے کورٹ انسپکٹر تھے، دل خوف خدا و محبت رسول سے معمور تھا، دین کی خدمت اور مسلمانوں کے عقائد کی حفاظت کرنا ان کا پسندیدہ عمل تھا۔ چناں چہ آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے فتنوں سے عام مسلمانوں کو بچانے کے لیے ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام رکھا «کلمۂ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی» اس کتاب میں ایک جگہ آپ یوں رقم طراز ہیں:

«اور یہ بھی عرض کر دینا ناظرین کے لیے خالی از منفعت تعارف نہ ہوگا کہ خاکسار راقم الحروف ملازم پولیس ہے اور سخت درجہ گنہ گار، لیکن الحمد للہ عقائد و اعمال جمہور اہل اسلام کے عین مطابق رکھتا ہے۔ یہی امید فضل رحمانی سے ہے کہ مغفرت کرے گا۔ ہر وقت اس کے فضل کی امید اور عذاب کا ڈر دل میں ہے۔ یا الٰہی اس کو قائم رکھ۔ آمین ثم آمین [۲]»

اس ملازمت کے دوران آپ تین سال خاص دہلی میں بھی رہے، چناں چہ فضل الوحید میں ہے:

"میں خود ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۲ء سے ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۴ء تک خاص دہلی میں تین سال تک کورٹ انسپکٹر کے عہدے پر رہا۔" [۳]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے «انوار آفتاب صداقت» کو بالاستیعاب سننے کے بعد ارشاد فرمایا:

«فقیر غفرلہ المولی القدیر نے مولانا المکرم، ذی اللطف والکرم، حامی سنت، ماحی بدعت، راشد ارشد، مولوی قاضی

---

[۱] انوار آفتاب صداقت، باب بست و چهارم، ص: ۵٤۰، مطبوعه کتاب خانه سمنانی، اندر کوٹ، میرٹھ، ۱۳۵٤ھ.

[۲] کلمۂ فضل رحمانی بجواب اوهام غلام قادیانی، ص: ۱۳۱، مطبوعه، ملتان.

[۳] فضل الوحید فی جواب اثبات التوحید المعروف به "انوار آفتابِ صداقت" جلد دوم، ص: ۲۲۸، مطبوعه سراج الدین اینڈ سنز، کشمیری بازار، لاهور.

فضل احمد أیده الله بفضل أحمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و کرّم و مجّد کی یہ کتاب «انوار آفتابِ صداقت» خود مصنف کی زبان سے بالاستیعاب سنی۔ ان کے ثبات علی الیقین وصلابت فی الدین واعانت مہتدین واہانت مفسدین پر حمد الٰہی بجالایا، یہ کتاب اکثر مسائل متنازع فیہا کی جامع اور اصول وفروع وہابیت کی قامع ہے[1]»

اس تقریظ سے متعلق "فضل الوحید" میں ہے: "فقیر اس کتاب (انوارِ آفتابِ صداقت) کو لے کر بریلی شریف میں بخدمت اعلیٰ حضرت مجدد مأة حاضرہ، فاضل ابنِ فاضل ابنِ فاضل مولانا، مولوی قاری حاجی شاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمہ حاضر ہوا۔ حضرت دیکھ کر خوش ہوئے اور فرمایا: جب تک میں خود اس کتاب کو بالاستیعاب نہ دیکھ لوں تب تک میری تسلی نہیں ہوسکتی اور نہ میں اس پر کوئی تقریظ لکھ سکتا ہوں، لیکن بوجہِ آشوبِ چشم خود پڑھ نہیں سکتا۔ دوسری صورت یوں ہوسکتی ہے کہ آپ مجھے یہ کتاب حرف بہ حرف ابتدا سے اخیر تک سنا دیں تو میں اظہارِ رائے کرسکتا ہوں، مگر آپ کو اس میں تکلیف ہوگی اور عرصہ تک ٹھہرنا پڑے گا – فقیر نے عرض کیا: میں اس تکلیف کو برداشت کرنے کے لیے تیار ہوں کہ جناب کو اس کتاب کے سنانے کی تکلیف دوں اور اس تکلیف دہی کی معافی چاہوں۔ حضرت نے منظور فرمایا۔ ۲۱ رمحرم ۱۳۳۹ھ کو میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ۲ رربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو اس کام سے فارغ ہوا۔ بتیس (۳۲) یوم میں اس کتاب کو ابتدا سے لے کر اخیر تک سماعت فرما کر اظہارِ خوش نودی فرمایا اور اپنی تقریظِ زریں سے کتاب کو مزین فرمایا اور اس پر ایک "اجازت نامہ وعظ وتردید فرقِ باطلہ" عنایت فرمایا:"[2] اس کے بعد اس کتاب کی کتابت، طباعت، اشاعت اور دوسری جلد بنام "فضل الوحید" بہ جواب "اثبات التوحید" (مشتمل بر ۲۵۲ صفحات) لکھنے کا ذکر ہے۔

آپ کی تحریروں میں جہاں تحقیق وتدقیق کا حسن وجمال پایا جاتا ہے وہیں فریق مخالف کی عبارتوں پر خوب طنز ومزاح اور دلچسپ تردید وگرفت کا جلوہ بھی نظر آتا ہے۔ اس کی بعض مثالیں آپ کی ضیافت طبع کے لیے پیش خدمت ہیں:

ایک مرتبہ آپ نے مولوی عبد اللہ دیوبندی، ازبسی کے بعض بے سرو پا اعتراضات کے بارے میں فرمایا: «میں ان کا جواب دینا دردسری اور تضییع اوقات تصور کرتا ہوں۔»

ازبسی صاحب نے اس کے جواب میں یوں خامہ فرسائی کی: « کیوں کر تصور نہ کریں، آپ کے ہماری تحریر دیکھتے ہی اوسان خطا ہو گئے۔»

قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے اس کے جواب میں فرمایا: «واقعی سچ فرمایا، کیوں کہ آپ کی تحریر کیا تھی، ایک بھوتنی کی شکل میں تھی نہ سر نہ پیر۔ لیکن جب میرا قلم اس پر حملہ آور ہوا تو اس سسری کو بھاگتے ہوئے راستہ نظر نہ آیا۔ اب میرے قلم کے نیزے کو دیکھیے جو بلم اور برچھے کا کام دے گا، وار پار ہونے سے نہیں رکے گا، اس کے زخم کا اندمال بھی نہیں[3]»

قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے ازبسی صاحب موصوف کی اصلاح فکر واعتقاد کے لیے انھیں تحریری مشورہ دیا کہ آپ حضرت مولانا عبد السمیع بے دل سہارن پوری صاحب کی ایمان افروز کتاب «انوار ساطعہ» اور حضرت مولانا فقیر محمد

---

[1] انوار آفتاب صداقت، ص:۲۳، تقاریظ علماے کرام ، مطبوعہ کتب خانہ سمنانی، اندر کوٹ، میرٹھ، ۱۳۵٤.

[2] فضل الوحید فی جواب اثبات التوحید المعروف بہ "انوار آفتابِ صداقت" جلد دوم، ص:۲، ۳ ، مطبوعہ سراج الدین اینڈ سنز، کشمیری بازار، لاهور.

[3] مصدر سابق، باب بستم، ص:٤٧٢.

جہلمی صاحب کی باطل سوز کتاب « آفتاب محمدی » کا مطالعہ فرمائیں اور اپنی آتش غضب کو ٹھنڈا کریں۔

اس کے جواب میں ازبسی صاحب نے لکھا کہ « یہ کتابیں دیکھی بھالی ہوئی ہیں، اگر کچھ علم ہے تو میری تحریر کا جواب دیں۔ یہ معلوم ہو گیا کہ آپ نے دین کا علم نہیں حاصل کیا ہے۔ چند اردو کتابیں انوار ساطعکی مانند دیکھی ہیں، الخ »۔

قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے اس کے جواب میں فرمایا: « آپ کی تحریر سے کہ « یہ کتابیں دیکھی بھالی ہوئی ہیں » آپ کا سچ معلوم ہو رہا ہے۔ اگر آپ نے ان کتابوں کو دیکھا ہوتا تو کتاب « انوار سامع » نہ لکھتے۔ یہ آپ کی کذب بیانی کی دلیل ہے۔ کسی شخص نے شہر « کابل » کو قافِ قرشت کے ساتھ « قابل » لکھ دیا، اس کے جواب میں لکھا گیا کہ « قابلیت شما از قاف کابل معلوم شد[1]۔ »

خدائے وحدہ لاشریک نے قاضی صاحب علیہ الرحمہ کو فکر وفن، زبان وقلم، علم ودانش اور انسانی خیر خواہی، مذہبی دردمندی جیسی بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔ اس کا اندازہ آپ کی مختلف موضوعات پر ڈیڑھ درجن سے زائد کتابوں کے مطالعہ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ گویا آپ شہر لودھیانہ میں اپنی جماعت کے میر کارواں تھے۔

نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پر سوز یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لیے

مگر افسوس کہ ایسی ہمہ گیر شخصیت کے تفصیلی حالات، تاریخ ولادت ووفات، اور پس ماندگان کے متعلق تلاش بسیار کے بعد بھی مجھے خاص مواد نہ مل سکے۔ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا۔

ہاں! ان کی اہلیہ صاحبہ کے بارے میں اتنا ضرور ملا کہ وہ ۱۰ر محرم الحرام ۱۳۳۲ھ/ یکم دسمبر ۱۹۱۳ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گئیں۔ چناں چہ قاضی صاحب علیہ الرحمہ ایک اعتراض کے جواب میں خود تحریر فرماتے ہیں:

« جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ میرا اپنا واقعہ ہے کہ میری بیوی ۱۰ر محرم ۱۳۳۲ ہجری کو فوت ہو گئی اور ۱ر دسمبر ۱۹۱۳ء تھا[2]۔ »

مگر "ہفت روزہ الفقیہ" امرتسر نے آپ کی اہلیہ کی وفات پر جو تعزیت نامہ شائع کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی اہلیہ صاحبہ کا انتقال ۲ر اپریل ۱۹۲۸ء کو ہوا۔ اس تعزیت نامہ کے الفاظ یہ ہیں:

« حادثۂ ارتحال: نہایت رنج وافسوس سے یہ اندوہ ناک خبر درج کی جاتی ہے کہ قبلہ قاضی فضل احمد صاحب پنشنر انسپکٹر پولیس لدھیانہ مدظلہ العالی کی اہلیہ صاحبہ ۲ر اپریل ۱۹۲۸ء بروز دوشنبہ ۹ر بجے دن کے اچانک دل کی حرکت بند ہو جانے سے انتقال فرما گئیں۔ اس وقت مولانا موصوف مراد آباد میں جلسۂ اہل سنت کے سالانہ اجلاس میں تشریف رکھتے تھے اور وہاں سے ایک وفد کی صورت میں صوبہ بہار تشریف لے جانے والے تھے۔ ان کی خدمت میں بذریعۂ تار اطلاع دی گئی تو وہاں سے ۳ر اپریل کو تشریف لائے اور مرحومہ کو بدست خود سپرد زمین کیا۔ ہمیں مرحومہ کے پس ماندگان سے دلی ہم دردی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صبر کی توفیق دے اور مرحومہ کی مغفرت فرمائے[3]۔ »

---

[1] انوار آفتاب صداقت، باب بستم، ص: ٤٧٢، مطبوعه کتب خانه سمنانی، اندر کوٹ، میرٹھ، ١٣٥٤ھ.

[2] انوار آفتاب صداقت، باب هشت دهم، ص: ٤٥٩، مطبوعه کتب خانه سمنانی، اندر کوٹ، میرٹھ، ۱۳۵۴ھ.

[3] هفت روزه الفقیه امرتسر، شماره ۲۲، شوال: ١٣٤٦ھ/ ١٤ اپریل ١٩٢٨ء، ص: ٤، از ماه نامه جهان رضا، لاهور، جون ۲۰۰۰.

اب اس سلسلے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے پہلی بیوی کے انتقال کے بعد دوسری شادی کی ہوگی، یا بیک وقت دونوں آپ کے نکاح میں رہی ہوں گی۔ ایک کے انتقال کی خبر «انوار آفتاب صداقت» میں ہے اور دوسری بیوی کے انتقال کی خبر "ہفت روزہ الفقیہ" میں ہے۔

قاضی صاحب علیہ الرحمہ کی یادگار تصانیف

(۱) الإمامة بالعمامة والصلوٰة بالمروحة۔ تصنیف، ۱۳۳۹ھ۔ مطبوعہ لاہور۔
(۲) الدر المکنون في دعاء دفع الطاعون۔ تصنیف، ۱۳۳۶ھ۔ مطبوعہ جہلم۔
(۳) گفتگوے جمعہ (محمود شاہ وہابی کے ساتھ بحث) مطبوعہ جہلم، ۱۸۹۲ء
(۴) مفید النساء (چھوٹی بچیوں کی تعلیم کے لیے) مطبوعہ، ۱۸۸۴ء
(۵) إزالة الریب عن مبحث علم الغیب (مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد سے بحث) مطبوعہ ۱۹۲۰ء
(۶) اطلاع حالاتِ واہیہ فرقۂ گاندھویہ وہابیہ نجدیہ تصنیف، ۱۳۴۳ھ
(۷) فضل الوحید في جواب إثبات التوحید (مولوی محمد حسین قریشی کی کتاب کا رد۔ (اس کا نام انوارِ آفتابِ صداقت، جلد دوم، بھی ہے) مطبوعہ سراج اینڈ سنز، لاہور، ۱۳۴۴ھ
(۸) قرن الشیطان اعمٰی کے شیطانی کام مطبوعہ، ۱۳۴۳ھ
(۹) تردید فتوی ابوالکلام آزاد و مولوی محمد علی مرزائی مطبوعہ لاہور، ۱۳۴۲ھ
(۱۰) اتفاق ونفاق بین المسلمین کا موجب کون ہے؟ مطبوعہ انجمن نعمانیہ ہند لاہور، ۱۳۴۵ھ
(۱۱) کلمۂ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی مطبوعہ لاہور، ۱۸۹۸ء/ ۱۳۱۶ھ
(۱۲) نیام ذوالفقار علی برگردن خاطی مرزائی فرزند علی مطبوعہ لاہور، ۱۳۲۵ھ
(۱۳) جمعیت خاطر (غلام رسول انسپکٹر مرزائی سے تحریری بحث) مطبوعہ لاہور، ۱۳۳۳ھ
(۱۴) شطرنج بازی حرام ہے (ایک دوست کے لیے نصیحت)، مطبوعہ لاہور، ۱۸۹۸ء/ ۱۳۱۶ھ
(۱۵) مسلک الدرر (۱۶) خالص حمیت اسلام، مطبوعہ، ۱۳۴۲ھ
(۱۷) مخزنِ رحمت بردّ قادیانی دعوت (۱۸) میزان الحق (ایک وہابی رسالہ کی تردید)، مطبوعہ، ۱۸۹۲ء/ ۱۳۰۹ھ
(۱۹) عہدۂ پولیس کی ملازمت، مطبوعہ ۱۳۴۰ھ (۲۰) افتتاح الہدایت۔ (ردشیعہ)
(۲۱) کیا مرزا قادیانی مسلمان تھا؟ ہر گز نہیں۔ (۲۲) انوار آفتاب صداقت[1] (یہ آپ کے ہاتھ میں ہے)

اب قاضی صاحب علیہ الرحمہ ہمارے درمیان نہیں ہیں، لیکن ان کی تصانیف باقی ہیں گویا ان کے واسطے سے وہ

---

[1] ماہ نامہ جہانِ رضا، لاہور، جون ۲۰۰۰ء، ص:٦١، مضمون خلیل احمد رانا، بعنوان مجاہد تحریک ختم نبوت علامہ قاضی فضل احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ۔ اور انوارِ آفتابِ صداقت، جلد دوم، مطبوعہ سراج اینڈ سنز، کشمیری بازار، لاہور، ص:۲۵۱، ۲۵۲

ہمارے مابین زندہ ہیں۔ شاید ان ہی حقائق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے اپنی عظیم الشان کتاب «انوارآفتابِ صداقت» کے آخر میں یہ شعر رقم فرمایا ہے ؎

نوشتہ بماند سیہ برسفید نویسندہ رانیست فردا امید

«انوارآفتابِ صداقت» کی تصنیف کا سبب

خدائے وحدہ لاشریک کا ارشاد ہے:

● وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ[1]۔ (ترجمہ) اور یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر ہے اور وہ جو تم پر کتاب و حکمت اتاری تمھیں نصیحت دینے کو۔ (کنزالایمان)

● وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ[2]۔ (ترجمہ) اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اسے پوجتے ہو۔ (کنزالایمان)

● وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ[3]۔ (ترجمہ) اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ (کنزالایمان)

ان آیاتِ قرآنیہ میں رب تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی نعمتوں کے یاد کرنے اور ان کا چرچا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مختار کائنات، فخر موجودات، رحمۃ للعالمین ﷺ کی ولادت طیبہ اور آپ کی تشریف آوری اللہ جل شانہٗ کی نعمتوں میں ایک بڑی اور عظیم الشان نعمت ہے۔ چناں چہ اس نعمت جلیلہ کا ذکر جمیل قرآن مقدس میں اس طرح ہے:

● لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ[4]۔ (ترجمہ) بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ (کنزالایمان)

علماے اہل سنت و جماعت جب تزک واحتشام اور غایتِ اہتمام کے ساتھ خوش عقیدہ سنی مسلمانوں کے درمیان اس نعمت عظمیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی ولادت مبارکہ، حیات طیبہ، اوصاف عالیہ، اخلاق حمیدہ اور آپ کی ذاتِ والا جاہ سے رونما ہونے والے معجزات باہرہ کا بیان کرتے ہیں اور تمام حاضرین خوشیاں مناتے ہیں تو اسے عرف عام میں «محفل میلاد پاک یا جشن میلاد النبی ﷺ» کا نام دیا جاتا ہے۔

اس محفل میں جب خاص ولادت مبارکہ کا ذکر ہوتا ہے تو عاشقان رسولِ خدا علیہ التحیۃ والثناء مسرت وشادمانی سے سرشار ہوکر دست بستہ کھڑے ہوجاتے ہیں اور اسی عالم کیف ومستی میں درود وسلام کا نذرانۂ عقیدت ومحبت پیش کرتے ہیں اور زبان حال سے کہتے ہیں ؎

پیدا ہوا جس دن سے محمد ﷺ سا نبی ہے یہ شادیِ میلادِ رسولِ عربی ہے

---

[1] پارہ:۲، البقرۃ: ۲، آیت: ۲۳۱۔ [2] پارہ: ۱۴، النحل: ۱٦، آیت: ۱۱٤۔
[3] پارہ: ۳۰، الضحیٰ: ۹۳، آیت: ۱۱۔ [4] پارہ: ٤، آلِ عمران: ۳، آیت: ۱٤٦۔

تعظیم کھڑے ہوکر بجا لاؤ ادب سے اس کام کا انکار بڑی بے ادبی ہے

یہ محفل میلاد اور اس میں ذکرِ ولادت شریفہ کے وقت قیام تعظیمی بے پناہ خیر و برکت کا باعث ہے اور اس کی اصل قرآن و حدیث سے ثابت ہے اس لیے ہمیشہ سے یہ علما و مشائخ اور اکابر امت کا معمول رہا ہے۔ اس کی قدرے تفصیل اس کتاب میں موجود ہے۔

اسی طرح فاتحہ پڑھنا اور مرحومین کی ارواح کو ایصال ثواب کرنا بھی ہمارے اکابر و مشائخ کا معمول رہا ہے جو بلا شبہہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ ہدیۃ الحرمین میں ہے:

«وفي فتاوى الأوز جندي لملا علي قاري الحنفي رحمة الله تعالىٰ عليه: وكان يوم الثالث من وفاة إبراهيم بن محمد ﷺ جاء أبو ذرّ عند النبي ﷺ بتمرة يابسة ولبن فيه خبز من شعير فوضعها عند النبي ﷺ، فقرأ رسول الله ﷺ الفاتحة و سورة الإخلاص ثلاث مرات، إلى أن قال: رفع يديه للدعاء ومسح بوجهه فأمر رسول الله ﷺ أباذرّ أن يقسمها بين الناس، وأيضا قال النبي ﷺ: وهبت ثواب هذه لابني إبراهيم[1]»

«یعنی حضرت ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب «فتاویٰ اوزجندی» میں ہے کہ ابراہیم بن محمد ﷺ کی وفات کا تیسرا دن تھا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خشک کھجوریں اور دودھ جس میں جو کی روٹی ملی ہوئی تھی لے کر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں آئے اور سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس رکھ دیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے فاتحہ اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھی، راوی کا بیان ہے کہ حضور نے دعا کے لیے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اپنے چہرۂ انور پر پھیرا، پھر سرکار نے حضرت ابوذر کو حکم دیا کہ اسے لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیں۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے اس کا ثواب اپنے بیٹے ابراہیم کو بخشا۔»

قاضی فضل احمد صاحب لودھیانوی علیہ الرحمہ بھی ان ہی معمولاتِ علما و مشائخ پر کاربند تھے اور بڑے اہتمام سے محفل میلاد پاک کا انعقاد کرتے اور دوسروں کے یہاں محفل میلاد شریف میں حاضر ہوتے، ذکر ولادت مبارکہ کے وقت قیام کرتے اور فاتحہ خوانی و ایصال ثواب کو جائز سمجھتے تھے، مگر افسوس کہ ان معمولاتِ اسلاف پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے شہر لودھیانہ کے وہابی دیوبندی انھیں کافر و مشرک کہنے لگے ؎

کیا زمانہ یہ آگیا الٹا داڑھیاں سیدھی اور عقیدہ الٹا

ان حالات میں قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کی کتاب رسالہ یک روزی، تقویۃ الایمان،

---

[1] هدية الحرمين، الباب الثالث عشر، ص: ٦٨، -٦٩ اس کتاب پر ستائیس علمائے عظام و مفتیان عرب مکہ شریف اور مدینہ منورہ کے دستخط ہیں اور مواہیر بھی ہیں۔ انوار آفتاب صداقت، باب ہشت دہم۔

ایضاح الحق، صراط مستقیم اور مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب حفظ الایمان، بسط البنان اور مولوی رشید احمد گنگوہی کی کتاب سبیل الرشاد، فتاویٰ رشیدیہ، اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کی کتاب براہینِ قاطعہ سے عقائد وہابیہ اسماعیلیہ دیوبندیہ کی ایک مختصر فہرست تیار کی جس میں درج ذیل ۲۳ رعقائد تھے۔

(۱) خدا کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔
(۲) آں حضرت ﷺ کی تعظیم بڑے بھائی کے برابر کرنی چاہیے۔
(۳) آں حضرت ﷺ خدا کی شان کے سامنے چمار سے بھی ذلیل ہیں۔
(۴) آں حضرت ﷺ خدا کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔
(۵) اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا اپنے حکم سے اس کا شفیع بنائے گا۔
(۶) آں حضرت ﷺ مر کر مٹی ہو گئے۔
(۷) آں حضرت ﷺ کو کچھ قدرت نہیں اور نہ وہ سنتے ہیں۔
(۸) آں حضرت ﷺ کو علم غیب خدائے تعالیٰ کا دیا ہوا ماننا بھی شرک ہے۔
(۹) آں حضرت ﷺ کو ایک بات کا بھی غیب داں جاننا شرک ہے۔
(۱۰) آں حضرت ﷺ کے روضۂ مطہرہ کی فقط زیارت کو سفر کرنا شرک ہے۔
(۱۱) آں حضرت ﷺ کے روضۂ مطہرہ کے سامنے تعظیم کے لیے کھڑا ہونا شرک ہے۔
(۱۲) آں حضرت ﷺ کو یا محمد، یا رسول اللہ کہنا شرک ہے۔
(۱۳) آں حضرت ﷺ کی مثل اور بھی پیدا ہونا ممکن ہے۔
(۱۴) آں حضرت ﷺ جملہ بنی آدم کے برابر ہیں۔
(۱۵) آں حضرت ﷺ سے شیطان کو علم زیادہ ہے۔
(۱۶) آں حضرت ﷺ کے علم غیب کی کیا خصوصیت ہے ایسا علم تو زید و عمرو، بلکہ ہر صبی و مجنون، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔
(۱۷) خدا سے ہم کو کام ہے آں حضرت ﷺ سے نہیں۔
(۱۸) حق سبحانہ تعالیٰ کو جہت و مکان سے منزہ سمجھنا بدعت و گمراہی ہے۔
(۱۹) آں حضرت ﷺ کا مولد شریف کرنا اور قیام تعظیمی کے لیے کھڑا ہونا بدعت و شرک ہے مثل کنھیا کے جنم کے ہے۔
(۲۰) آں حضرت ﷺ کا نماز میں خیال آنا بیل اور گدھے سے بدتر ہے۔
(۲۱) کعبۃ اللہ شریف میں جو چار مصلے بنائے گئے وہ مذموم ہیں۔

(۲۲) آں حضرت ﷺ کی فاتحہ، بارہویں شریف کی شیرینی، میلاد شریف اور گیارہویں شریف حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا کھانا کھانا حرام ہے مثل ہنود کے۔

(۲۳) ختم فاتحۂ بزرگاں مثل سویم، دہم، چہلم وغیرہ کو ہنود کی رسوم بیان کرتے ہیں[1]۔

عقائد وہابیہ دیوبندیہ کی یہ مختصر فہرست مرتب کی اور ہر عقیدہ کے سامنے کتاب، مصنف اور صفحہ نمبر کا حوالہ درج کر کے شہر لودھیانہ کے مفتی عبدالحمید صاحب علیہ الرحمہ کی خدمت میں پیش کیا، انھوں نے اس انداز میں اس کی تصدیق فرمائی:

«بندہ نے ان عبارات مندرجہ بالا کو تحقیق کیا، واقعی ایسا ہی پایا۔ بلاشبہہ ایسے عقیدہ والوں سے از حد نفرت اور ان کی امامت سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ہماری نماز ان کے پیچھے نہیں ہوتی۔ بقلم خود عبدالحمید عفی عنہ، مفتی شہر لودھیانہ[2]»

اس تصدیق کے ساتھ قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے وہ فہرست بموقعۂ عیدالاضحیٰ ۱۳۳۴ھ شائع کر دی[3]۔ اب ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہاں کے وہابی دیوبندی اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھتے، اپنے عقائد باطلہ سے توبہ کرتے اور قاضی صاحب موصوف کا احسان مانتے، مگر اس کے برخلاف ان کے اندر آتش غضب وحسد بھڑک اٹھی اور وہ سب وشتم، طعن و تشنیع پر اتر آئے۔ سچ کہا ہے جگر مرادآبادی نے ؎

اللہ جسے توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضان محبت عام تو ہے عرفان محبت عام نہیں

ان کی دشنام طرازیوں کا سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا رہا یہاں تک کہ مرزائیوں کے ساتھ مل کر ایک اشتہار قاضی صاحب علیہ الرحمہ کے خلاف شائع کیا جس میں قاضی صاحب کو خوب برا بھلا کہا اور دل کھول کر ان کی توہین وتنقیص کی، اور جب اس سے بھی نہیں جی بھرا تو متفقہ کمیٹی وہابیہ لودھیانہ نے ۴۴ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ بنام «قاضی فضل احمد کے اشتہار کی حقیقت کا انکشاف» مرتب کیا اور اسے اپنے ایک قریبی رشتہ دار مولوی عبداللہ ساکن از بسی علاقہ، ریاست پٹیالہ کے نام سے شائع کیا۔

یہ کتاب «انوارِ آفتابِ صداقت» اسی رسالۂ مذکورہ کا جواب ہے۔ اس کا طرز بیان یہ ہے کہ **قولہ** کے بعد رسالۂ مذکورہ کی عبارت نقل کی گئی ہے اور **اقول** کے بعد قاضی صاحب علیہ الرحمہ کی طرف سے اس کا مدلل ومفصل جواب دیا گیا ہے۔ گویا قاضی صاحب کی طرف سے ارباب علم ودانش کے لیے اعلان عام ہے ؎

کوئی جی بھر کے دیکھ لے اے کاش　　لیے پھرتا ہوں کتنی سوغاتیں

ان تمام حقائق کا بیان خود قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے اس طرح کیا ہے: عرصہ تخمیناً دو سال کا ہوا ہے کہ وہابیہ دیوبندیہ

---

[1] انوار آفتاب صداقت، ص: ٤، تمہید، مطبوعہ کتب خانہ سمنانی، اندر کوٹ، میرٹھ، ١٣٥٤ھ.
[2] انوار آفتاب صداقت، ص: ٦، تمہید، مطبوعہ کتب خانہ سمنانی، اندر کوٹ، میرٹھ، ١٣٥٤ھ.
[3] انوار آفتاب صداقت، ص: ٤٩٠، باب بست و یکم، مطبوعہ کتب خانہ سمنانی، اندر کوٹ، میرٹھ، ١٣٥٤ھ.

لودھیانہ نے خاکسار (قاضی فضل احمد عفی عنہ) کو بوجہ اس کے کہ مولود شریف کی محفل کرتا اور اس میں حاضر ہوتا اور تعظیم میں رسول خدا ﷺ کے ذکر ولادت شریف کے وقت قیام کرتا ہے اور فاتحہ خوانی وایصال ثواب موتی کو جائز رکھتا ہے کافر اور مشرک کہنا شروع کیا۔ اس لیے میں نے ایک فہرست مختصر عقائد وہابیہ اسماعیلیہ دیوبندیہ کی بہ تصدیق مولانا مولوی عبدالحمید صاحب مفتی شہر لودھیانہ شائع کی جس کی نقل شامل ہے۔اس واسطے وہابیہ دیوبندیہ لودھیانہ آگ بگولا اور جل کر کوئلے ہوگئے۔اور مرزائیوں کے ساتھ مل کر ایک اشتہار چھاپا جس میں مجھے گالیاں دے کر توہین کی گئی ....اس پر بھی کفایت نہ ہوئی تو ایک وہابی دیوبندی اپنے رشتہ دار قریبی کے نام سے ایک رسالہ ۴۴ صفحہ کا « قاضی فضل احمد کے اشتہار کی حقیقت کا انکشاف » نام کا شائع کیا............اس کے جواب لکھنے کو اس لیے دل نہیں چاہتا تھا کہ بہتیری کتابیں ایسی موجود ہیں جن میں فرداً فرداً قریباً تمام مسائل کے جوابات ہو چکے ہیں۔اس لیے مفتی ساکن از بسی علاقہ ریاست پٹیالہ کو جس کے نام سے رسالہ مذکورہ لودھیانہ میں چھاپا گیا جواب لکھنے میں تعویق کی......ناواقفوں کو خیال پیدا ہونے کی وجہ سے کہ اس کا جواب شاید نہ ہوسکتا ہو جیسے کہ کاتب رسالہ نے تعلّی کی ہے۔مناسب تصور کیا گیا کہ جواب رسالہ مذکورہ کا مختصر سا لکھ دیا جائے اور وہ ایسا مسکت ہو کہ کافی شافی سے بھی زیادہ ہو۔لہٰذا خدائے تعالیٰ اور آں حضرت ﷺ کے فضل وکرم سے جواب اس کا بطرز قولہ اور اقول تحریر کرتا ہوں تاکہ ناظرین کو اصل رسالہ کے دیکھنے کی بھی ضرورت نہ رہے۔امید ہے کہ خداوند کریم کسی وہابی کو بھی ہدایت نصیب کرے اور اپنے خالص سنی (اہل سنت وجماعت) بھائی کو تقویت ایمان وایقان کا باعث ہو۔واللہ المستعان[1]

جب اس رسالہ کا جواب پورا ہوگیا تو قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے اس کے چھ تاریخی نام منتخب فرمائے اور ان میں پہلے نام سے اس کی اشاعت فرمائی۔ چناں چہ آپ اکیسویں باب کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں: لیجیے مفتی جی! آپ کے رسالہ کا جواب پورا ہوگیا اور اس کے پورا ہونے کی تاریخ اس طرح پیدا ہوئی:

پہلی تاریخ:	انوار آفتاب صداقت۔	۱۳۳۷ھ
دوسری تاریخ:	اثبات عقاید معیوب وہابیہ دیوبندیہ۔	۱۳۳۷ھ
تیسری تاریخ:	آئینۂ اثبات عقاید باطل وہابیہ دیوبندیہ۔	۱۳۳۷ھ
چوتھی تاریخ:	صمصام فضل باہلاک وہابیہ حمل۔	۱۳۳۷ھ
پانچواں تاریخی نام:	قاطع الوتین جان ناحق گو منافقین ووہابیین۔	۱۳۳۷ھ
چھٹا تاریخی نام:	قاضی فضل احمد کا وہابی۔	۱۹۱۹ء

یہ چھ تاریخی نام اس کتاب کے کافی ہیں اور بس۔[2]

اب اخیر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کے مشمولات کا ایک اجمالی تعارف بھی پیش کر دیا جائے تاکہ قارئین کی نظر میں اس کی جامعیت وافادیت اصل کتاب کے مطالعہ سے پہلے ہی واضح ہوجائے۔

---

[1] انوار آفتاب صداقت، تمهید، ص:۱، ۲، ۳.مطبوعه کتب خانه سمنانی، اندرکوٹ، میرٹھ، ۱۳۵٤ھ.

[2] انوار آفتاب صداقت، ص:۵۰۲،۵۰۳. باب بست و یکم.مطبوعه کتب خانه سمنانی، اندرکوٹ، میرٹھ، ۱۳۵٤ھ.

«انوار آفتاب صداقت» کے مشمولات پر ایک نظر

اس کتاب میں تقاریظ علمائے کرام اور تمہید کتاب کے علاوہ پچیس ابواب ہیں۔

تقاریظ علمائے کرام:-اس عنوان کے تحت سیال کوٹ، پشاور، لاہور، امرتسر، ہزارہ، جالندھر، حیدرآباد، کشمیر، بریلی شریف، رام پور اور مرادآباد کے اکتالیس علمائے کرام و مشائخ عظام کی تصدیقات و تاثرات مندرج ہیں۔

تمہید کتاب:-اس میں «انوار آفتاب صداقت» کی تصنیف کا سبب، وہابیوں دیوبندیوں کی شرانگیزی و فتنہ پروری کا بیان اور ان کے ۲۳؍عقائد باطلہ کی فہرست شامل ہے۔

باب اول:-اس باب میں پہلے دیوبندیوں کے اس عقیدہ کا بیان ہے کہ: «خدا کا جھوٹ بولنا ممکن ہے»
اس کے بعد قرآن پاک، مختلف تفاسیر، کتب علم کلام اور دیگر کتب سے اس عقیدہ کے باطل ہونے کی وضاحت ہے۔ ساتھ ہی براہین قاطعہ کے ان سات مسائل کا بھی تذکرہ ہے جن پر حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب حنفی قصوری اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی کے درمیان ماہ شوال ۱۳۰۶ھ میں مناظرہ ہوا جس میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کو شکست فاش ہوئی اور وہ ریاست بھاول پور سے نکال دیے گئے۔

باب دوم:-اس میں پہلے دیوبندیوں کے ان تین عقائد کا بیان ہے کہ:

- آں حضرت ﷺ کی تعظیم بڑے بھائی کے برابر کرنی چاہیے۔
- آں حضرت ﷺ خدا کی شان کے سامنے چمار سے بھی ذلیل ہیں۔
- آں حضرت ﷺ خدا کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔

پھر دلائل و براہین کی روشنی میں اس امر کی وضاحت ہے کہ یہ عقائد اہل سنت و جماعت کے خلاف اور از روئے شرع باطل ہیں۔

باب سوم:-اس میں پہلے دیوبندیوں کے اس عقیدہ کا بیان ہے کہ: «اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا اپنے حکم سے اس کا شفیع بنائے گا، تمام آسمان اور زمین میں کوئی کسی کا سفارشی نہیں»
پھر دلائل کے ساتھ اس امر کی وضاحت ہے جو اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ دارین میں ہمارے شفیع ہیں۔

باب چہارم:-اس میں پہلے دیوبندیوں کے اس عقیدہ کا بیان ہے کہ: « آں حضرت ﷺ مر کر مٹی ہو گئے۔»
پھر دلائل واضحہ سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ عقیدہ باطل ہے، کیوں کہ حضور ﷺ آج بھی حیاتِ ظاہری کی طرح

اپنے جسم مبارک کے ساتھ زندہ ہیں اور جہاں چاہتے ہیں تصرف کرتے رہتے ہیں۔

باب پنجم:-اس میں پہلے دیوبندیوں کے اس عقیدہ کا بیان ہے کہ: « آں حضرت ﷺ کو کچھ قدرت نہیں اور نہ وہ سنتے ہیں »

پھر دلائل کی روشنی میں اس عقیدہ کو غلط ثابت کرتے ہوئے یہ واضح کیا گیا ہے کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کو بے پناہ قدرت ہے، سارے جہان میں آپ کا تصرف ہے اور اپنے عاشقوں کا درود وسلام خود سنتے ہیں اور انھیں پہچانتے بھی ہیں۔

باب ششم:-اس میں پہلے دیوبندیوں کے دو عقائد کا بیان ہے:

● آں حضرت ﷺ کو علم خدا کا دیا ہوا بھی ماننا شرک ہے۔

● آں حضرت ﷺ کو ایک بات کا بھی غیب داں جاننا شرک ہے۔

اس سلسلے میں ان کے دلائل کا تفصیلی ذکر، پھر آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، تفاسیر معتبرہ اور کتب سیر سے ان کے مدلل و مفصل جوابات ہیں اور ساتھ ہی اس امر کی وضاحت بھی ہے کہ جو شخص حضور ﷺ کے علم غیب کا مطلقاً انکار کرے وہ کافر، مرتد ہے۔

باب ہفتم:-اس میں پہلے دیوبندیوں کے اِن عقائد کا بیان ہے کہ:

● آں حضرت ﷺ کے روضۂ مطہرہ کی فقط زیارت کو سفر کرنا شرک ہے۔

● آں حضرت ﷺ کے روضۂ مطہرہ کے سامنے تعظیم کے لیے کھڑا ہونا شرک ہے۔

پھر ان عقائد کا رد کرتے ہوئے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کے روضۂ مطہرہ کی زیارت کے لیے سفر کرنا اور اس کے سامنے تعظیم کے لیے کھڑا ہونا شرک نہیں، بلکہ ایمان ہے۔

باب ہشتم:-اس میں پہلے دیوبندیوں کے اس عقیدہ کا بیان ہے کہ: « آں حضرت ﷺ کو یا محمد، یا رسول اللہ کہنا شرک ہے۔ »

پھر اس عقیدہ کی تردید اور اس امر کا اثبات ہے کہ۔ یا رسول اللہ کہنا شرک نہیں، بلکہ جائز اور مصیبت کے وقت نفع بخش ہے۔

باب نہم:-اس میں پہلے دیوبندیوں کے اس عقیدہ کا بیان ہے کہ: « آں حضرت ﷺ کی نظیر اور بھی پیدا ہونا ممکن ہے۔ »

پھر دلائل وافرہ سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مذکورہ عقیدہ غلط ہے، کیوں کہ حضور خاتم النبیین ﷺ کی نظیر ہونا محال ہے۔ یہی قرآن وحدیث اور کتب فقہ سے مستفاد ہے۔

باب دہم:-اس میں پہلے دیوبندیوں کے اس عقیدہ کا بیان ہے کہ: « آں حضرت ﷺ جملہ بنی آدم کے برابر ہیں۔ »

پھر دلائل کی روشنی میں اس کی بھرپور تردید ہے، اور کیوں نہ ہو؟ جب جملہ بنی آدم آپس میں برابر نہیں تو فخر بنی آدم

ﷺ کے برابر کیسے ہوسکتے ہیں۔آپ کا حال تو یہ ہے کہ بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔اور تفسیر عزیزی کے حوالہ سے حضور ﷺ کی ۷ ۴ خصوصیات کا ذکر ہے اور اَیکم مثلي وغیرہ متعدد احادیث مبارکہ سے اس امر کی صراحت پیش کی گئی ہے کہ کوئی بھی سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کے برابر نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔

باب یازدہم:- اس میں پہلے دیوبندیوں کے اس عقیدہ کا بیان ہے کہ: « آں حضرت ﷺ سے شیطان کو علم زیادہ ہے۔»

پھر اس عقیدہ کے ابطال میں گزشتہ ابواب کی طرف اشارہ کرنے کے بعد اس امر کی صراحت ہے کہ حضور ﷺ کے علم کی شان یہ ہے کہ لوحِ محفوظ آپ کے علوم کا ایک ذرہ ہے، مخلوق الٰہی میں کسی کا علم حضور ﷺ کے برابر نہیں ہے۔

باب دوازدہم:- اس میں پہلے دیوبندیوں کے اس عقیدہ کا بیان ہے کہ: « آں حضرت ﷺ کے علم غیب کی کیا خصوصیت ہے ایسا علم تو زید و عمرو، بلکہ ہر صبی و مجنون، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔»

پھر اہل سنت و جماعت کے اس عقیدہ کا بیان ہے کہ: اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب کو تمام علومِ ما کان و ما یکون عطا فرمادیے ہیں حتی کہ ایک ذرہ بھی حضور سے پوشیدہ نہیں ہے۔اس کی مفصل بحث اور علم غیب کا اثبات باب ششم میں گزر چکا ہے۔

باب سیزدہم:- اس میں پہلے دیوبندیوں کے اِن دو عقائد کا بیان ہے کہ:

- خدا سے ہم کو کام ہے، آں حضرت ﷺ سے نہیں۔
- حق سبحانہ تعالیٰ کو جہت و مکان سے منزّہ سمجھنا بدعت و گمراہی ہے۔

پھر قرآن و حدیث اور کتب فقہ کی روشنی میں ان دونوں عقائد باطلہ کی تردید ہے، اور آخر میں دوسرے عقیدہ کی وجہ سے مولوی اسمٰعیل دہلوی پر علمائے دیوبند کا فتوی کفر بھی شامل ہے۔ گویا: ع

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

باب چہاردہم:- اس میں پہلے دیوبندیوں کے اس عقیدہ کا بیان ہے کہ: « آں حضرت ﷺ کا مولود شریف کرنا اور قیام تعظیمی کے لیے کھڑا ہونا بدعت و شرک ہے اور مثل کنھیا کے جنم کے ہے۔»

پھر اس عقیدہ کی تردید اور کنھیا کے جنم سے تشبیہ دینے والوں سے متعلق فتاویٰ ہیں۔اور محفل میلاد شریف کی حقیقت، اس کے آداب کا تفصیلی ذکر ہے اور قرآن پاک، توریت، زبور، انجیل، احادیث رسول علیہ الصلاۃ والسلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عمل سے میلاد رسول ﷺ کا جواز ثابت کیا گیا ہے۔اور ذکر ولادت کے وقت قیام تعظیمی کے سلسلے میں علمائے حرمین طیبین کے فتاویٰ اور ان مفتیان کرام و مشائخ عظام کی ایک لمبی فہرست ہے جو محفل میلاد شریف منعقد کرتے ہیں اور بوقت ذکر ولادت قیام تعظیمی کرتے ہیں۔ گویا یہ باب میلاد شریف اور قیام تعظیمی کے جواز پر ایک تاریخی دستاویز ہے جو ڈیڑھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔

نبی کی شان و شوکت ہے قیام محفل مولد
عجب تعظیم حضرت ہے قیام محفل مولد

نہ اس میں رفع سنت ہے نہ شرک وکفر وبدعت ہے
یہ ردّ شرک و بدعت ہے قیام محفل مولد

خدا کا شکر نعمت ہے نبی کی شان رفعت ہے
یہ دونوں کی اطاعت ہے قیام محفل مولد

ادب دل میں، ثنا لب پر، کھڑے ہوں سروقد اٹھ کر
عجب یہ ذوق و حالت ہے قیام محفل مولد

اٹھے جب صف بہ صف محفل، کھڑا ہو تو بھی اے بے دل
ادب کی خاص صورت ہے قیام محفل مولد

(بے دل رام پوری)

باب پانزدہم:- اس میں پہلے دیو بندیوں کے اس عقیدہ کا بیان ہے کہ: « آں حضرت ﷺ کا خیال نماز میں آنا بیل اور گدھے سے بدتر ہے۔»

پھر اس کا عقلی ونقلی ردّ ہے، اور اس امر کا اثبات ہے کہ نماز میں حضور کا خیال لانا ضروری ہے، اور درمیان میں ایک شیعہ کا اعتراض اور اس کا جواب بھی ہے جو بہت دلچسپ ہے۔

باب شانزدہم:- اس میں پہلے دیو بندیوں کے اس عقیدہ کا بیان ہے کہ: « کعبۃ اللہ شریف میں جو چار مصلے بنائے گئے وہ مذموم ہیں۔»

پھر اس عقیدہ کی تردید کے ساتھ اس حقیقت کا انکشاف ہے کہ یہ چار مصلے بحکم سلطان الوقت اولوالامر باتفاق علماے کرام ومفتیان عظام بنائے گئے ہیں، اور مولوی رشید احمد گنگوہی کے بعض غلط فتاویٰ ان کے جد فاسد مولوی محمد صاحب لدھیانوی کی کتاب « تحفۂ قادریہ » سے نقل کیے گئے ہیں، اور آخر میں بدعت کی تعریف اور اس کے اقسام کی تشریح ہے۔

باب ہفت دہم:- اس میں پہلے دیوبندیوں کے اس عقیدہ کا بیان ہے کہ: « آں حضرت ﷺ کی فاتحہ بارہویں شریف کی شیرینی، میلاد شریف اور گیارہویں شریف حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا کھانا حرام ہے مثل ہنود ہے۔»

پھر اس عقیدۂ قبیحہ کی تردید ہے۔ اور گیارہویں شریف حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے تفصیلی بحث ہے۔ اور میلاد شریف کا مفصل بیان تو پہلے ہی باب چہاردہم میں ہو چکا ہے اس لیے اس پر مزید کلام نہیں کیا گیا ہے۔

باب ہشت دہم:- اس میں پہلے دیو بندیوں کے اس عقیدہ کا بیان ہے کہ: « وہ ختم فاتحہ بزرگاں مثل سوم، دہم، چہلم وغیرہ کو ہنود کی رسوم بیان کرتے ہیں۔»

پھر ان کے اس عقیدہ کی تردید ہے اور کتب معتبرہ کے حوالے سے ختم فاتحہ بزرگاں کا جواز ثابت کیا گیا ہے۔ اور درمیان میں مولوی رشید احمد گنگوہی کے غصہ کا ایک حیرت انگیز واقعہ مذکور ہے کہ انھوں نے اپنے پیر ومرشد کی کتاب « فیصلہ ہفت مسئلہ » کو نذر آتش کر دیا۔

باب نوزدہم:- اس میں ان اعتراضات کا ذکر ہے جو وہابیوں، دیوبندیوں نے حضرت مولانا عبد الحمید

صاحب مفتی شہر لودھیانہ کو مخاطب کر کے کیے ہیں، پھر قاضی صاحب علیہ الرحمہ کی طرف سے ان کا جواب ہے اور مولوی شاہ دین صاحب مرید مولوی رشید احمد گنگوہی کے فاتحہ مروجہ کے فتویٰ پر تصدیقی دستخط کی تفصیل ہے۔

باب بستم:- اس میں قاضی فضل احمد صاحب علیہ الرحمہ کے ایک خط کا جواب اور جواب الجواب مفصل مذکور ہے۔ اس میں **ق** سے اشارہ ہے حضرت قاضی فضل احمد صاحب لدھیانوی کی طرف، اور **ع** سے اشارہ ہے مولوی عبداللہ از بسی دیوبندی کی طرف۔ اس لیے آپ دیکھیں گے کہ اس باب میں ہر جگہ **ع** دو **ق** کے درمیان ہے۔ پہلے ق سے اشارہ ہے قاضی صاحب علیہ الرحمہ کے اصل خط کی طرف، پھر **ع** سے اشارہ ہے اس کے جواب کی طرف اور دوسرے **ق** سے اشارہ ہے جواب الجواب کی طرف۔

اور درمیان میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کی کتاب «التصدیقات لدفع التلبیسات معروف بہ مہند» کا جعلی اور فرضی ہونا پچپن وجوہ سے ثابت کیا گیا ہے۔

باب بست و یکم:- اس میں مولوی اکبر حسین دیوبندی واعظ ساڈھوروی کے اٹھارہ سوالات کے جوابات ہیں۔ اور درمیان میں مولوی اکبر حسین صاحب کی گھناؤنی کارستانیوں کا ذکر ہے کہ انھوں نے مدرسہ کی نوکری کے لیے اپنی لمبی داڑھی کٹا کر حد شرع سے کم کر لی، اور اپنی تاریخ پیدائش اور نسب وغیرہ تبدیل کر لیا۔

باب بست و دوم:- اس میں وہابیوں کے تاریخی حالات اختصار کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ وہابی کون ہیں اور کب سے ان کا خروج ہوا، ہندوستان میں یہ فرقۂ وہابیہ نجدیہ کب پیدا ہوا اور کیسے اس کے نظریات عوام میں پھیلے، اور خلیفہ سید احمد و مولوی اسماعیل دہلوی کے حالات کا بیان ہے۔

باب بست و سوم:- اس میں وہابیوں، نجدیوں اور ان کی کتاب تقویۃ الایمان پر علمائے حرمین شریفین کے فتاویٰ منقول ہیں۔

باب بست و چہارم:- اس میں ان کتابوں کی مختصر فہرست ہے جو علمائے کرام و مفتیان عظام نے مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب «تقویۃ الایمان» کے رد میں لکھی ہیں۔ اور آخر میں علمائے کرام و صوفیہ عظام کی بارگاہ میں ایک گزارش نامہ ہے۔

باب بست و پنجم:- یہ باب «ضمیمۂ کتاب» پر مشتمل ہے۔ اس کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ قاضی صاحب علیہ الرحمہ جب اس کتاب کی تالیف میں مصروف تھے تو چار دیوبندیوں نے بعض تحریری اعتراضات کیے۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) حافظ محمد اسحاق، فیروز پور، پنجاب (۲) مولوی عبد اللطیف سونی پتی۔
(۳) مولوی ابونعیم عبد العظیم نمازی پور، یوسف پور (۴) عبد الخالق ناظم جمعیۃ العلما (وہابیہ) رنگون، مغل اسٹریٹ

اس باب میں ان کے اعتراضات وشبہات نقل کرنے کے بعد بڑے اچھوتے انداز میں حقائق پیش کیے گئے ہیں۔
اللہ جل شانہ قاضی صاحب علیہ الرحمہ کی اس کتاب کو مفید سے مفید تر بنائے اور اس کے سبب ان کی قبر پر رحمت و انوار کی بارش فرمائے۔

اظہار حقیقت:- اس کتاب کا مقدمہ سپرد قلم کرنا استاذ گرامی حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی صاحب قبلہ، استاذ جامعہ اشرفیہ کے ذمۂ کرم پر تھا، اور اس میں شک نہیں کہ اگر ان کا رہوار قلم اس میدان میں تیز گام ہوتا تو ہر منزل پر ادب و تحقیق کے نشانات نمایاں ہوتے اور ان کے شستہ وشائستہ لب ولہجہ سے قارئین کے ذہن وفکر میں تازگی و بالیدگی پیدا ہوتی، مگر ان کی قسمت کا ستارہ تو اوج ثریا پر تھا کہ اچانک اللہ تعالیٰ کے مقدس گھر اور تاج دارِ حرم علیہ التحیۃ والثناء کی بارگاہ میں حاضری کا پروانہ مل گیا اور وہ حرمین طیبین کی طرف جادہ پیما ہوگے ؎

جسے چاہا اپنا بنا لیا، جسے چاہا در پہ بلا لیا
یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے، یہ بڑے نصیب کی بات ہے

جب جامعہ اشرفیہ سے رخت سفر باندھ رہے تھے تو اسی درمیان میری تربیت کے لیے انھوں نے یہ کام میرے سپرد کر دیا اور کوچ کر گئے، ادھر دیکھتے ہی دیکھتے قریب دو ماہ گزر گئے اور حضرت اپنے سفر حج سے واپس تشریف لے آئے، مگر یہ کام شروع بھی نہ ہو سکا، پھر میں مطمئن ہو گیا کہ اب حضرت ہی کے خامۂ زرنگار سے یہ مقدمہ مرتب و مرصع ہوگا۔ مگر قربان جایئے ان کی شفقت ومحبت پر، ایک دن فرمایا: آپ مقدمہ لکھ دیجیے، ہم اسے دیکھ لیں گے، اور ساتھ ہی کچھ نشان دہی بھی فرمائی تو میں نے یہ کام شروع کر دیا۔ اب اگر اس میں کچھ خوبیاں نظر آئیں تو اسے حضرت کی حوصلہ افزائی واصلاح کا ثمرہ سمجھیں۔ ہاں! جو خامیاں دیکھیں انھیں میرا ہی کارنامہ سمجھ کر نشان دہی فرمائیں۔ اللہ جل شانہ آپ کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ إن اللہ لا یضیع أجر المحسنین۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین.

۱۳؍صفر المظفر ۱۴۳۲ھ	ساجد علی مصباحی
۱۸؍جنوری ۲۰۱۱ء	استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور
بروز سہ شنبہ	اعظم گڑھ (یو. پی.)

تقاریظ

سرآمد مشاہیر صوفیۂ کرام و
علماے عظام
ملک پنجاب و ہندوستان

ابقاہم اللہ تعالیٰ

جمع کردہ مصنف کتاب

قاضی فضل احمد لدھیانوی علیہ الرحمہ

تقاریظ صوفیۂ عظام وعلماے کرام علی پور سیداں، ضلع سیال کوٹ

(۱) تقریظ جناب قدوۃ السالکین وزبدۃ العارفین حضرت پیر حاجی صوفی جماعت علی شاہ صاحب نقش بندی، مجددی، محدث علی پوری، دام ظلہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہٖ الکریم

فقیر نے اس کتاب «انوار آفتاب صداقت» کا بعض جگہ سے مطالعہ کیا۔ حقیقت میں فاضل مصنف نے عقائد باطلہ کی تردید اور عقائد حقہ کی تصدیق کے اظہار میں وہ کام کیا ہے جس کی نظیر قبل ازیں فقیر کی نظر سے نہیں گزری۔

الحمد للہ کہ قاضی صاحب نے جس وضاحت اور دلائل حقہ سے کام لے کر فرقِ باطلہ کی کتب مفصلہ سے ان کے مزخرفات[۱] کو قلم بند کیا ہے، وہ خالصۃً ان کی سعی کا نتیجہ اور قابلِ امتنان ہے۔ عوام الناس جو کہ فرقِ ضالہ کے مکائد[۲] سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ان کے دام تزویر[۳] میں پھنس جاتے ہیں، وہ بھی اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد صراطِ مستقیم کی طرف رجوع کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔

نفس الامر میں یہ «انوار آفتابِ صداقت» عقائد درست کرنے کے لیے عروۃ الوثقیٰ[۴] ہے۔ اس لیے فقیر اہل اسلام کو عموماً اور یاران طریقت کو خصوصاً ہدایت کرتا ہے کہ اس کتاب کو اپنا حرز جان بناویں اور اس مخزنِ ہدایت ومعدنِ صداقت کو اپنا نصب العین قرار دیں۔

اخیر میں فقیر قاضی صاحب موصوف کے لیے دعا کرتا ہے کہ خداوند عالم ان کی ہمت میں برکت دیوے اور اہل اسلام کو ان کے فیض سے دیر تک متمتع[۵] ہونے کا موقع عطا فرمائے:

ع: ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

الراقم: **جماعت علی عفی اللہ عنہ**
بقلم خود از علی پور سیداں، ضلع سیال کوٹ۔ ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۳۸ھ

---

[۱] مزخرفات: جھوٹی باتیں جو سچ کی طرح آراستہ کی گئی ہوں، بناوٹی باتیں۔ [۲] مکائد، واحد مکیدہ۔ مکروفریب، دھوکا، خباثت۔
[۳] دامِ تزویر: مکروفریب کا جال۔ [۴] عروۃ الوثقیٰ: مضبوط گرفت، بہت زیادہ قابلِ اعتماد چیز۔
[۵] متمتع: فائدہ اٹھانے والا، نفع پانے والا۔

(۲) تقریظ حضرت مولانا مولوی حافظ صاحب زادۂ اکبر سید محمد حسین صاحب علی پوری، سندو دستار فضیلت یافتہ مدرسہ دیوبند، مدظلہ العالی

حامدًا و مصلیاً و مسلماً

میں نے کتاب «انوارآفتاب صداقت » کے بعض مقامات کو دیکھا، مصنف کتاب ہذا یعنی مولوی **قاضی فضل احمد** لدھیانوی کی ہمت واقعی قابل تعریف وتحسین ہے۔ عقائدِ فرقِ باطلہ کے استیصال[۱] میں اوران کے ہفوات[۲] کی تقلیع[۳] میں اس کتاب کے مقابلہ میں اورکوئی کتاب اس وقت تک موجود نہیں۔ اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کی سعی کو مشکور فرمائے اور مسلمانوں کواس سے راہ ہدایت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وبا اللہ التوفیق و السلام۔

محمد حسین عفی اللہ عنہ
مہتمم مدرسہ نقش بندیہ، علی پورسیداں، ضلع سیال کوٹ

(۳) تقریظ حضرت مولانا مولوی حافظ صاحب زادۂ اصغر سید نور حسین صاحب علی پوری، مدظلہ العالی

ما قال أخی المکرم (صاحب زادہ مولوی حافظ سید محمد حسین صاحب علی پوری) علی تنقید ھٰذا الکتاب حق صحیح صریح و أنامتفق به.[۴]

احقر **نور حسین جماعتی علی پوری عفی عنہ**
محلہ مشرقی، علی پورسیداں، ضلع سیال کوٹ

---

(۴) تقریظ حضرت مولانا مولوی صاحب زادۂ اوسط سید خادم حسین صاحب مولوی عالم علی پوری مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

آج مورخہ ۱۲رمئی ۱۹۲۰ءکو بندہ نے کتاب «انوارآفتاب صداقت » کا بعض چیدہ چیدہ جگہ سے مطالعہ کیا، جس کے پڑھنے سے میں اس امر کی بہت زور سے تصدیق کرتا ہوں کہ ایسی جامع اور مانع کتاب مخالفین فرقۂ باطلہ وہابیہ دیوبندیہ کے رد کی بندہ کی نظر سے ازیں قبل نہیں گزری ہے۔

میرا ذاتی خیال ہے کہ یہ کتاب ہر ایک مسلمان اہل سنت والجماعت کے گھر میں موجود رہنی چاہیے تاکہ وہ اس کے

---

[۱] استیصال: بیخ کنی، جڑ سے اکھیڑنا۔ [۲] ہفوات: بے ہودہ باتیں۔ [۳] تقلیع: جڑ سے اکھیڑنا۔

[۴] میرے بڑے بھائی مولوی حافظ سید محمد حسین صاحب علی پوری نے اس کتاب کے تعلق سے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے، وہ حق وصحیح اور صریح ہے، میں اس سے متفق ہوں۔

مطالعہ سے مخالفین کو دنداں شکن جواب دے سکے، کیوں کہ فی زمانہ ایک معمولی شخص جو کہ صرف اردو لکھنا پڑھنا جانتا ہے وہ اردو کے رسائل وغیرہ پڑھ کر خواہ مخواہ اعتراض کر کے اپنے آپ کو مولوی ثابت کرنا چاہتا ہے۔ حالاں کہ اگر اس سے پوچھا جائے تو وہ مولوی کے لفظ کے معنی بھی نہیں جانتا۔ ایسے شخصوں کے منہ بند کرنے کے واسطے اس کتاب کے دیکھنے کی ہر ایک مسلمان کو ضرورت لاحق ہونی چاہیے۔

اگر ہر ایک صاحبِ استطاعت اپنی گرہ[1] سے چند جلدیں خرید کر کے مساجد کے علما اور مدرسۂ دینیات کے طلبہ کو مفت تقسیم کر دے تو اس سے بہت اچھا ثمرہ ظاہر ہوگا۔ لہٰذا اس بات کو مدنظر رکھ کر بندہ بھی بیس جلد خرید کرنے کا قاضی صاحب سے وعدہ کرتا ہے۔

میں رب العزت کی بارگاہ میں استدعا کرتا ہوں کہ خداوند ذوالجلال! میرے واجب التعظیم حضرت قاضی فضل احمد صاحب کو محنت شاقہ کا صلہ راحت دارین عطا فرمادے۔ آمین ثم آمین۔

(مولوی عالم) خلف الرشید جناب قبلۂ عالم حاجی حافظ محدث سید جماعت علی شاہ صاحب، علی پوری

---

⑤ تقریظ مولوی محمد کرم الٰہی صاحب، بی، اے۔
سکریٹری انجمن خدام الصوفیہ پنجاب، علی پور سیداں، ضلع سیال کوٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست　　　آخر آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید[2]

جناب قاضی صاحب کی کتابِ لاجواب «انوار آفتاب صداقت» کے بعض مقامات سرسری نظر سے خاکسار نے مطالعہ کیے۔ واقعی قاضی صاحب نے اس کتابِ بے نظیر کی تالیف سے جملہ مسلمانانِ اہل سنت والجماعت پر بے حد احسان کیا ہے۔ اور فرقۂ ضالہ وہابیہ دیوبندیہ کے اعتراضات کا جواب بدلائل ساطعہ و براہین قاطعہ دے کر اہل اسلام کو گمراہی سے اور فرقۂ ضالہ وہابیہ وغیرہ کے دامِ تزویر[3] سے بچایا ہے۔

واقعی کتاب «انوار آفتاب صداقت» ایسی لاثانی اور ضروری کتاب ہے جس کا ہر ایک مسلمان حنفی کے لیے مطالعہ کرنا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

---

[1] ترجمہ: گرہ: جیب۔

[2] ترجمہ: الحمدللہ! عرصۂ دراز سے دل جو چاہ رہا تھا وہ سب (اس کتاب کی شکل میں) پردۂ تقدیر کے پیچھے سے سامنے آ گیا۔

[3] ترجمہ: دامِ تزویر: مکر و فریب کا جال۔

خداوند کریم کی بارگاہ عالی میں دعا ہے کہ مولیٰ کریم قاضی صاحب کو ان کی بے حد محنت اور دماغ سوزی کے عوض میں ان کو سعادت دارین عطا فرمائے۔ آمین۔

احقر العباد بندہ **کرم الٰہی بی۔اے۔**

سکریٹری انجمن خدام الصوفیہ، پنجاب۔ ۲۲ شعبان المعظم ۱۳۳۸ھ

---

(۶) تقریظ مولوی عبد العزیز صاحب، امام پلٹن چھاؤنی، مردان، ضلع پشاور، سلمہ ربّہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد! میں نے اس کتاب «انوار آفتاب صداقت» کو دیکھا۔ نہایت صحیح پایا اور عقائد وہابیہ دیوبندیہ کے رد میں لاجواب پایا۔ مصنف قاضی فضل احمد صاحب نے اہل اسلام بالخصوص اہل سنت والجماعت پر بہت بڑا احسان کیا ہے، اس سے پیشتر ایسی جامع و مدلل کتاب نظر سے نہیں گزری۔ اللہ تبارک و تعالیٰ مصنف کو خیر الدارین عطا فرمائے اور اہل اسلام کو اس سے مستفیض فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

الراقم: **عبد العزیز** امام پلٹن تھرڈ گائڈ چھاؤنی، مردان، ضلع پشاور

مورخہ ۲۲ شعبان المعظم ۱۳۳۸ھ (مقام علی پور سیداں)

تقاریظ علمائے لاہور، دار السلطنت لاہور

---

(۷) تقریظ حضرت مولوی پیر عبد الغفار، حامی اشاعتِ درود شریف، واقع مسجد سادھواں، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ما قال المحقق الحاجي القاضی فضل أحمد اللودیانوي في رد عقائد الدیوبندیة الباطلة الکاسدة صحیح و خلافه قبیح وذٰلك لأنه حق صریح. جزی اللہ مولفه أحسن الجزاء وجعل جنته ماواه و مثواه۔[1]

بقلم خود **پیر عبد الغفار** ومہر خادم و حامی اشاعت درود شریف

---

[1] ترجمہ: محقق الحاج قاضی فضل احمد لدھیانوی صاحب نے دیوبندیوں کے گمراہ کن عقائد باطلہ کے رد میں جو کچھ تحریر فرمایا وہ صحیح ہے۔ اور اس کا خلاف قبیح ہے، کیوں کہ ان کا بیان حق صریح ہے۔ اللہ جل شانہ اس (انوار آفتاب صداقت) کے مولف کو بہترین بدلہ عطا فرمائے اور جنت کو ان کی منزل اور ٹھکانہ بنائے۔

(۸) تقریظ حضرت مولانا الفاضل جامع علوم معقول ومنقول مفتی عبدالقادر صاحب

مدرس مدرسہ غوثیہ عالیہ، مسجد سادھواں، لاہور، مدّظلّہ

۷۸۶

--: کتاب «انوار آفتاب صداقت» پر سرسری نظر اور وہابیہ نجدیہ ودیوبندیہ پر صرصری گزر: --

نبی ﷺ کا علم «مَاکَان» اور «مَایَکُوْن» کو شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: «عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ»[۱] اس آیت شریف میں کلمہ «مَا» کا موجود ہے۔ کلمہ «مَا» کا عام ہے ہر فرد معروض عدم العلم کو شامل ہے، جس پر پہلے علم نہیں تھا ان سب کا علم عطا کیا گیا ہے۔ اس صورت میں کسی چیز کی استثنا نہیں ہوئی، استثنا اور شرط بیان تغییر میں داخل ہے، بیان تغییر میں موصول ہونا شرط ہے «اِذَا فَاتَ الشَّرطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ»[۲] زمان حیات میں علم بوجہ آیت متلو کے ثابت ہے۔ بعد از وفات اس آیت ذیل سے ثابت ہے۔ «وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللهِ مَالَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ. الآية»[۳]

قال الشيخ الأكبر في الفصوص: إن للنفس ترقيا بعد الموت في العلوم كلها. انتهىٰ.[۴]

عوام الناس کے نفوس بعد از موت ترقی کیا کرتے ہیں، ہر روز ان کو علم جدید حاصل ہوتا رہتا ہے۔

اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ حدیث شریف میں وارد ہے: «إذا مات ابن اٰدم انقطع عمله»[۵] اس حدیث سے عدم ترقی معلوم ہوتی ہے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ انقطاع عدم ترقی پر دلالت نہیں کرتا کیوں کہ ترقی علم محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہوگی۔ لہٰذا حدیث شریف اس کے منافی نہیں ہے۔ نفوس ناطقہ بعد از مفارقت ابدان جمیع معلومات ان کے سامنے رہتے ہیں۔ ان پر ان کا علم حضوری ہوتا ہے لقوله «إنه من المقرر في مقره أن الله سبحانه والعقول المفارقة وكذا النفوس الناطقة بعد مفارقة الأبدان لا يمكن أن يكون من معلوماتها موجودة بالقوة بل لا بد من حضورها بالفعل.»[۶] (میرزاہد)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوا کہ معلومات نبی کریم ﷺ کے سب کے سب جناب کے سامنے موجود بالفعل

---

[۱] (پارہ: ۵، النساء: ٤، آیت: ۱۱۳) --ترجمہ: اور تمھیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔ (کنز الایمان)

[۲] جب شرط نہیں ہوگی تو مشروط بھی نہیں ہوگا۔ (یہ ایک مسلمہ ضابطہ ہے)

[۳] (پارہ: ۲٤ الزمر: ۳۹، آیت: ٤۷) --ترجمہ: اور انھیں اللہ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جو ان کے خیال میں نہ تھی۔ (کنز الایمان)

[۴] شیخ اکبر نے «فصوص» میں فرمایا کہ مرنے کے بعد نفس کے لیے تمام علوم میں ترقی ہوتی ہے۔

[۵] (سنن ترمذی، باب فی الوقف.) -ترجمہ: انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے۔

[۶] ترجمہ: علامہ میرزاہد نے فرمایا کہ یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ، عقول مجردہ اور یوں ہی نفوسِ ناطقہ، جب ابدان سے جدا ہوجائیں تو ان کے معلومات بالقوہ نہیں ہوسکتے، بلکہ ان معلومات کا بالفعل حاضر رہنا ضروری ہے۔

ہیں۔ یہ مسئلہ صفحہ: ۱۳۰ میر زاہد میں لکھا ہوا ہے۔ اس کا انکار کرنا باطل ہے۔ ع: «انبیارا ہمچو خود پنداشتند»[۱] کا مصداق ہوگا۔ ایسے گمان فاسد سے خداوند کریم محفوظ رکھے۔ آمین یا رب العالمین۔

دیوبندی نے بوجہ کمال جہالت کے خداے تعالیٰ کے کذب کو ممکن قرار دیا ہے۔ جب کذب ممکن ہوا تو قابل وقوع بھی ضرور ہوگا، اگر قابل وقوع نہ ہو تو وہ ممکن نہ ہوگا، بلکہ وہ محال ہوگا۔ اس وقت وہ خدا کی صفت ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ کے جمیع اوصاف ذاتیہ قدیم ہیں، قدیم کا ازالہ ممکن نہیں ہوتا، بنابریں تقدیر خداوند کریم جو کذب سے منزہ علی الدوام ہے، متصف بالکذب ہو جائے گا۔ ایسے لغویات کوئی فرد اہل اسلام قبول نہیں کر سکتا۔ کذب صفت نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ منبع کمالات ہے۔ صفت نقصان سے مبرا اور منزہ ہے۔

اگر کذب باری ممکن ہو جائے تو بعثت رُسُل میں بھی امکانِ کذب ہوگا، پھر دیوبندی قرآن اور قرآن کے لانے والے پر کس طرح خلوص اور اعتقاد سے ایمان لائے گا کیوں کہ مُومَنْ بہ[۲] میں بھی امکان کذب ثابت ہوگا۔ علی ہذا القیاس ہر ایک امر اور نہی میں بھی امکان کذب کی بلا ثابت ہوگی۔ لہٰذا مناسب بلکہ واجب ہے کہ عقیدۂ باطلہ «امکان کذب» سے دیوبندی توبہ کرے اور جو کچھ جناب قاضی فضل احمد نے اس کتاب «انوارِ آفتاب صداقت» میں امکان کذب کی تردید اور تغلیط میں بقدر طاقت تحریر فرمایا ہوا ہے وہ بجمیع اجزائہ[۳] صحیح اور درست ہے۔

قاضی فضل احمد صاحب کا ہر ایک جملہ قابل تحسین ہے۔ نیز نبی ﷺ کا ذکر ولادت کرنا موجبِ ثواب ہے، بلکہ نبی ﷺ کے جمیع افعالِ حمیدہ و اقوالِ مجیدہ کا ذکر احسن ہے۔ اور احسن کو غیر احسن کہنا بد دینی کی علامت ہے۔ خداوند تعالیٰ اہل ایمان کو ایسے لامعنی مسائل سے محفوظ رکھے اور مستحسنہ کو دکھائے، أرنا الأمور کما هي۔[۴]

اعوجاج مذکور تسویل شیطان[۵] سے ہے۔ اس کا پیرو شیطان کا عزیز ہے، مسلمان ہرگز اس کو ناجائز نہیں کہہ سکتا۔ لہٰذا اس کے بارے میں بھی جو کچھ قاضی صاحب نے تحریر فرمایا ہے، وہ عین ثواب ہے۔ علی ہذا القیاس جو کچھ قاضی صاحب نے مذاہب باطلہ کی تردید قوانین منضبطہ حنفیہ سے کی ہے وہ سب اصح ہے۔ مذہب حنفی قرآن اور حدیث نبوی کے موافق ہے، اس کا مخالف باطل ہے۔ اس وجہ سے علماے کرام نے بالاتفاق فرمایا ہے: رجل قال: قیاس أبي حنیفة حق نیست یکفر»[۶]

اس تکفیر کی علت یہ ہے کہ امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ کا قیاس قرآن اور حدیث سے ماخوذ ہے۔ اس کو غلط کہنا کفر ہے اھ- هکذا جو کلام اور جو کتاب قرآن اور حدیث کے موافق، بلکہ قرآن و حدیث پر بنی ہو اس کو غلط کہنے کا بھی یہی حکم ہے۔ هذا فتامل۔

کتبہ: مفتی عبد القادر عفی عنہ، مدرس مدرسہ غوثیہ عالیہ، مسجد سادھواں، لاہور، ۲ شعبان ۱۳۳۸ھ

---

[۱] ترجمہ: انبیاے کرام کو اپنی طرح سمجھ لیا۔ [۲] مُومَن بِہٖ: وہ شے جس پر ایمان لایا جائے۔
[۳] بِجَمِیعِ اَجزَائِہٖ: اپنے تمام اجزا کے ساتھ۔ [۴] ترجمہ: اے اللہ! ہمیں تمام امور کا صحیح علم عطا فرما جیسا کہ وہ حقیقت میں ہیں۔
[۵] ترجمہ: مذکورہ بے راہ روی شیطان کے بہکانے سے ہے۔
[۶] ترجمہ: جس نے کہا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قیاس صحیح نہیں ہے، اس کی تکفیر کی جائے گی۔

(۹) تقریظ حضرت مولانا الفاضل والکامل مولوی سید احمد صاحب
پروفیسر اسلامیہ کالج، وخطیب مسجد شاہی، لاہور

حامدًاو مصلیاً ومسلماً

میں نے اس کتاب «انوار آفتاب صداقت» ردوہابیہ کو جسے ہمارے فاضل دوست، حامی شریعت، ماحی ضلالت، رافعِ سنت، دافعِ بدعت جناب مولوی قاضی فضل احمد صاحب سلمہ اللہ الصمد نے بڑی محنت وسعی سے نہایت عمدہ ترتیب و خوش اسلوبی سے تالیف فرمایا ہے بعض مقامات سے دیکھا تو فی الواقع اسم بامسمیٰ پایا۔ عقائد درست کرنے کے لیے عروۃ الوثقیٰ[1] ہے۔ وہابیوں وہابیان زمانہ ماضی وحال کے عقائد فاسدہ وآرائے کاسدہ کو آئینہ کی طرح دکھلایا ہے۔ عوام اہل سنت کے بچانے اور خواص کے مفید معلومات والزامات معلوم کرنے کا اچھا ذریعہ ہے۔ عقائد حقہ کا مومن کے دل میں ہونا ضروری ہے، کیوں کہ نجات اخروی کے لیے ایمان ہی کا ہونا لازمی ہے گو کہ ذرہ بھر ہو، اگر ایمان ہی نہ ہوگا تو اعمال کسی کام نہ آئیں گے۔ منافقین کے اعمال تو تھے، لیکن ایمان کے نہ ہونے سے اعمال نے کچھ کام نہ دیا۔ اس لیے ہر مسلمان کو اعمال سے پہلے عقائد حقہ کو سیکھنا بہت ضروری ہے۔ سو اس کے لیے یہ کتاب ایک ہادی ورہنما کا کام دے گی۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اس کو ہاتھوں ہاتھ خریدیں اور اپنی اولاد کو اس کی تعلیم دیں۔

اللہ تعالیٰ مؤلف کی سعی کو مشکور کرے اور ہر مومن کو عقائد حقہ کی رہ نمائی کرے اور زمانہ کے گم راہان کے فریب اور مکر سے بچائے،آمین یارب العٰلمین وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العٰلمین والسلام والصلوٰۃ علی رسولہ و حبیبہ خاتم ا لنبیین سیدنا ومولانا محمد و آلہ و أصحابہ و أھل بیتہ أجمعین.

خاکسار **احمد علی** عفی عنہ حنفی، چشتی

پروفیسر اسلامیہ کالج وخطیب مسجد شاہی، لاہور۔ ۲۰ شعبان ۱۳۳۸ھ

---

(۱۰) تقریظ حضرت مولانا مولوی نور بخش صاحب، ایم۔اے۔ حنفی، نقش بندی، توکلی
ناظم التعلیم دار العلوم نعمانیہ ومدیر رسالہ ماہوار انجمن نعمانیہ ہند، لاہور

حامدًاو مصلیاً ومسلماً

امابعد! خاکسار نے «انوار آفتاب صداقت» مصنفہ مولانا مولوی حاجی قاضی فضل احمد صاحب لدھیانوی کو متعدد مقامات سے دیکھا۔ مصنف نے ہر جگہ عقیدۂ اہل سنت و جماعت کے ثبوت میں دلائل واضحہ و براہینِ قاطعہ پیش

---

[1] عُروۃ الوثقیٰ: مضبوط گرفت، بہت زیادہ قابل اعتماد چیز۔

کیے ہیں اوران مسائل پر قلم اٹھایا ہے جن کی تردید اس زمانۂ پرآشوب میں نہایت ضروری ہے۔فرقۂ وہابیہ نجدیہ کی تردید میں یہ مجموعہ بڑا کارآمد ہے۔

اللہ تعالیٰ مصنف کی اس عرق ریزی کو درجۂ قبولیت عطا فرمائے اوراسے مخالفین کی ہدایت اور موافقین کی تقویت ایمان کا ذریعہ بنائے۔ بجاہ حبیبہ سیدنا و مولانا ووسیلتنا في الدارین محمد ن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم.

حررہ العبد العاصي الفقیر التوکلي **نور بخش** الحنفي، النقشبندي

ناظم التعلیم نعمانیہ ومدیر رسالہ ماہوار انجمن نعمانیہ ہند، لاہور۔ یکم شعبان ۱۳۳۸ھ

---

(۱۱) تقریظ حضرت مولانا مولوی نور بخش خلیفہ تاج الدین احمد صاحب حنفی، چشتی، فخری، سلیمانی دبیر انجمن نعمانیہ ہند، لاہور

کتاب زیر تقریظ فقیر نے بھی بحالت مجموعی دیکھ لی ہے۔ واقعی قاضی صاحب کا یہ کام بہت قابل شکریہ ہے، اللہ تعالیٰ ان کی سعی مشکور فرمائے، اور مذبذبین[1] کی ہدایت کا ذریعہ ہو۔

ع　　　ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

فقیر تاج الدین احمد حنفی، چشتی، رفاعی، فخری، سلیمانی
سابق وکیل چیف کورٹ، دبیر انجمن نعمانیہ ہند، لاہور

---

(۱۲) تقریظ حضرت مولانا مولوی فاضل محمد عالم، مدرس مدرسہ نعمانیہ ہند، لاہور

فقیر نے کتاب «انوارآفتاب صداقت» کو کئی جگہ سے مطالعہ کیا۔ سو کتاب مذکور کو سیف قاطع اعناق نجدیہ کا پایا۔ احناف کے لیے یہ عروۃ الوثقیٰ لا انفصام لہا[2] ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے قوی امید ہے کہ کوئی مخالف میدان مجادلہ میں نہیں آسکے گا۔ کیوں کہ یہ براہین ساطع ہیں ان کے مقابلہ میں دلائل واہیہ کب ظہور کرسکتی ہیں ؎

بلے کانجا بود مہر آشکارا　　　سُہا را جز نہاں بودن چہ یارا[3]

حررہ احقر العالم **محمد عالم**، مدرس مدرسہ نعمانیہ ہند، لاہور

---

(۱۳) تقریظ حضرت مولانا مولوی فاضل جید غلام مرشد صاحب، مدرس اعلیٰ مدرسہ نعمانیہ ہند، لاہور

فقیر نے اس کتاب کے باب اول اور باب چہارم کو دیکھا۔ مصنف علام نے جس عجیب وغریب طرز بیان سے

---

[1] مُذبذبین: حیران، پس وپیش کرنے والے۔　　[2] ترجمہ: یہ مضبوط گرہ ہے جو کبھی نہیں کھلے گی۔
[3] ترجمہ: ہاں! جس جگہ آفتاب طلوع ہوجائے وہاں سُہا جیسے ننھے ستارے کے لیے روپوش ہونے کے سوا اور کیا صورت ہوسکتی ہے۔

انکشاف مبحث کے بعد فریقین کے ادلہ بلا ازدیاد و انتقاص کے بیان فرمائی ہیں، اور پھر فریق مخالف کی زبردست تردید فرمائی ہے، فقیر کو قوی امید ہے کہ حاجی صاحب موصوف نے اول سے لے کر بست و پنجم تک اسی طرح عرق ریزی فرمائی ہوگی۔

خداوند کریم مصنف علام کو جس غیر معمولی صلہ کے وہ مستحق ہیں اپنی زیارت فیض بشارت سے مبرور فرمائے، اور اس کتاب کو من اولہ الی آخرہ[1] مخالفین کی ہدایت اور موافقین کی زیادت ایمان کا باعث بنائے۔ آمین۔

فقیر **غلام مرشد** کان اللہ لہ (مدرس اعلیٰ مدرسہ نعمانیہ ہند، لاہور)

---

(۱۴) تقریظ حضرت مولانا مولوی قمر الدین صاحب قریشی، صدیقی، حنفی، قادری، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اس پاک ذات لا یزال کا ہر آن میں حمد ہے جس نے اپنے محبوب برحق و محمود مطلق، بے مثل و بے نظیر حضرت رسالت مآب محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنے ازلی مکتب خانہ میں وہ کتابِ پر اسرار پڑھائی جس میں دو جہاں کی کیفیت اور ہر چیز کی ہیئت[2] بتائی۔ اور اسے کل کتابوں کی ناسخ ٹھیرائی ؎

یتیمے کہ نا کردہ قرآں درست کتب خانۂ چند ملت بشست

اور اس نور عکس الٰہی کو اپنے خزائن علوم سے ایسا کچھ عطا فرمایا جس سے کل جہان کے اہل علوم و عقول کو حیران ولاجواب پایا[3] عالم غیب و عالم شہادت کی کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ انھیں کارخانہ کا مختارِ کل کیا، جو کسی کو نہ دیا وہ ان کو دیا۔

اور ہزار ہزار اور بے شمار اس واجب الوجود لا شریک کا ہر حال میں شکر ہے، جس نے اس مشت خاک ضعیف البنیان حضرت انسان کو بہ خطاب «وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ»[4] اشرف المخلوقات بنایا۔ اور نہ صرف اسے مسجود ملائک ہی کیا، بلکہ کل کائنات کا سرِ اطاعت اس کے آگے جھکایا، فرشتوں سے اس کا مرتبہ بڑھایا۔ جو اُن کو نہ آیا وہ اس[5] نے بتایا۔ کسی موجود نے اس کے درجہ کو نہ پایا۔ یہ مسعودِ ازلی ہوا اور وہ محسودِ ابدی۔

اور درود نا محدود اس نور لولاک، روندہ ازتۂ افلاک پر ہو جس نے علمائے حقانی[6] کو ورثۃ الانبیا[7] فرمایا اور

---

[1] من اولہ الی آخرہ: شروع سے آخر تک۔ [2] اشارہ بہ آیت کریمہ «فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ»۔ ۱۲ منہ

[3] علم لدنی اور «وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ» سے ظاہر ہے۔ ۱۲۔ منہ

[4] (پارہ: ۱۵، بنی اسرائیل: ۱۷، آیت: ۷۰) -- ترجمہ: اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی۔ (کنز الایمان)

[5] اشارہ بہ آیت «اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ» ۔ ۱۲ منہ

[6] اس سے بھی تمام علمائے فرق باطلہ اور دنیا دار مولوی اور درہم و دینار پرست واعظ وغیرہ سب نکل گئے۔ ۱۲۔ منہ

[7] «العلماء ورثۃ الانبیاء» حدیث شریف ہے۔ ۱۲ منہ

علماے ربانی[1] کو انبیا علیہم السلام کے مشابہ ٹھہرایا، انھیں ہادی اور رہ نما کا لقب دلایا اور ان کے ہاتھ میں شمع علم و ہدایت دے کر راہ بدعت و تاریکی ضلالت کو منور فرمایا۔

سید و سرور محمد نورِ جاں　　　مہتر و بہتر شفیع مجرماں

اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم نے بھی سرتوڑ کوششوں اور اپنے زورِ کلام و بیان سے اہل جہان کو ہر طرح کے فسق و فجور اور نافرمانی و قصور سے بچایا۔ اور اپنی خداداد طاقت سے محض لوجہ اللہ تمام عالم گیتی کو نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٌ کیا، جملہ بے دینی و گم راہی کو صفحۂ ہستی سے دور کیا، ہر ناخلف و نالائق کے ظرف بدعقائد کو چکنا چور کیا۔ علماے ربانی و فضلاے حقانی کے فیض و برکت سے کفر و شرک دور ہوا۔ ہر جگہ دینِ اسلام کا ظہور ہوا۔ اور سنانِ قلم اور تیغ وعظ و علم کے ساتھ معاندان اسلام و مخالفان حنفیۂ کرام سے لڑے بھڑے، حاسدوں و فاسدوں سے سینہ سپر ہوئے، جس سے کل کے کل تتر بتر ہوئے۔

بدنہ بولے زیر گردوں[2] گر کوئی میری سنے　　　ہے یہ گنبد کی صدا، جیسی کہے ویسی سنے

چناں چہ اس ٹوٹے پھوٹے وقت اور گئے گزرے و پرآشوب زمانہ میں میرے مکرم و معظم مفخم کاشف الدقائق محبوب بین الخلایق کالانسان للعین والعین للانسان، صاحب دانش و مجد مولانا قاضی فضل احمد خاں صاحب، سابق انسپکٹر پولیس، جامع تالیفاتِ کثیرہ نے ٹھیکے دار شرک و بدعت، قرنِ شیطان، غرابیب سود[3] دشمنانِ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اہل عقائد فاسدہ و اعمالِ کاسدہ، حاسد ائمۂ مجتہدین، بدخواہ اسلامِ متین، گم راہ گر، راہ زن، بدنام کنندۂ اسلام، نام کے مسلمان، ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلنے والے، رسی کے سانپ بنانے والے، دَم باز[4]، دھوکے باز، پہلوں کو گالیاں دینے والے، نیا دین، نئی شریعت بنانے والے، بدمذہب، کور باطن، گندم نما جو فروش[5]، جھوٹے حنفی، فریبی پیر، ظاہر میں پیارے، باطن میں دکھ کے مارے، وہابیہ نجدیہ و غیر مقلد اور دیوبندی پھندی، گنگوہی کوہی وغیرہ خذلہم اللہ کے جملہ عقائد و اعمالِ باطلہ کو کل متفرقہ کتابوں سے ایک جگہ جمع کر کے مع جوابات دنداں شکن، ایک کتاب بنام «انوار آفتابِ صداقت» بنائی، جس کے لکھنے اور تالیف کرنے میں بہت محنت اٹھائی، بڑی بے نظیر بنائی، نہ کہیں ایسی سنی نہ سنائی۔ گویا دریا کو کوزہ میں پُر کیا، خرمہرہ کو دُر کیا[6]۔ ع: « آفتاب آمد دلیلِ آفتاب » سے بڑھ کر اور کیا کہا جائے، سلیس اردو میں لکھا ہے، حق کا آفتاب بے حجاب جلوہ نما ہے، خدا نے چاہا تو یہ اوراق حنفی سنی مسلمانوں کے کام آئیں گے، بڑے ہول ناک دن کے صدموں سے بچائیں گے۔

تنش[7] بناز طبیباں نیاز مند مباش　　　وجود نازکش آزردۂ گزند مباش[8]

وہابیوں وغیرہ کی قلعی کھولنے والی کتاب مذکور کے اعلیٰ مضامین کے درخت ہمیشہ سرسبز و خوش بودار ہیں، اس کی

---

[1] اس سے کل علماے بدمذہب خارج ہو گئے۔ ۱۲ منہ　[2] زیرِ گردوں: آسمان کے نیچے۔
[3] شیطان کے دوست، سخت کالے۔　[4] دَم باز: فریبی، دغا باز۔　[5] گندم نما جو فروش: گیہوں دکھا کر جو بیچنے والے۔
[6] کوڑی کو موتی بنا دیا۔　[7] ضمیر راجع بہ قاضی صاحب موصوف الصدر۔ ۱۲۔ منہ
[8] ترجمہ: قاضی صاحب کا جسم ڈاکٹروں کے نازنخرے اٹھانے کا محتاج نہ ہو اور نہ ہی موصوف کا نازک وجود کبھی رنج و غم میں مبتلا ہو۔

سلسلہ بیانی نوجوانی کی طرح پر بہار ہے، اس کا ہر نقطہ وہ شگفتہ باغ ہے جو گو ہر شب چراغ سے زیادہ روشن ہے، اس کے کامل اکمل کمال کلام سے دانائی کا نور شعلہ زن ہے، اس کے معنی اقبال کی انگوٹھی اور دولت کا نگینہ ہے، ہر عقیدت مند کا سینہ اس کے رازو نیاز اور کنایہ واستعارہ کا خزینہ ہے، اس کے جملے وکلمات نور ایمان کا دفینہ ہے۔

حروفش چہرہ آرائے گلستاں   سطورش رونمائے سنبلستاں[1]

دراصل یہ کتابِ لاجواب، ہادیِ پیرو شاب، گم گشتۂ راہِ ہدایت کے لیے چراغ ہے، جس سے دشمنانِ دین و عدوانِ ملت حنفیہ متین کا دل پارہ پارہ، جگر پُر از داغ ہے، اس کا حسن خط دل آویز پُر از نور ہے، اس کے الفاظ سے معان پر معانی کا ظہور ہے، ان کے مضمون ہدایت مشحون[2] سے ضلالت کا نور ہے، اس کی ہر سطر مشحون از علم وفن ہے، اس کے واصفان زمان کی انگشت حیرت بدہن ہے۔ جانِ وہابیہ پر زحمت کا پہاڑ ہے، حنفیوں کے لیے رحمتِ کردگار ہے۔ اس کے فوائد کی توصیف فزوں از حساب ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ[3] ہے۔

(دعا) خدائے تعالیٰ ایسے مردِ یگانہ کو حوادثاتِ زمانہ سے مصئون ومامون رکھے، ایسے فرید وحید خوش عقائد کو تاقیام قیامت سلامت رکھے اوراس کے حاسد وبدخواہ کا منہ مثل قلم روسیاہ ونگوں سار[4] ہو اوراس کے معاند کا سرقلم، قلم وتباہ کار ہو۔ آمین بحرمت صاحب یٰسٓ۔

ایسے ہی لوگوں نے دولتِ دنیائے دنی کو دُو لت مار کر صَولتِ عقبیٰ حاصل کی ہے[5] اور خدائے واصل سے زندگی کی خوش خبری لی ہے، اور جو لوگ مذہبِ حنفیۂ کرام وملت اہل سنت عظام کو ہر طرح مٹانے کی کوشش بلیغ کرتے ہیں، وے خود ہی مٹ جائیں گے اور وہ انشاء اللہ نہیں مٹے گا، کیوں کہ یہ اللہ کا نور ہے۔ اس کو کون مٹانے والا ہے:

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ[6]

راقم (آثم) قمر الدین بن مولوی عمر الدین مرحوم قریشی، صدیقی، حنفی، قادری

محلہ چابک سواران، قریب مسجد چینیاں والی (اہل حدیث) متصل حویلی میاں شمس الدین۔ ۶ شعبان المعظم ۱۳۳۸ھ

---

(۱۵) تقریظ حضرت مولانا مولوی محمد یار صاحب، مفتی وامام وخطیب مسجد طلائی، لاہور

بدو کلامي باسم قديم . بسم الله الرحمٰن الرحيم. حامدًا و مصليًا

فی الجملہ مطالعۂ ایں کتاب صداقت اکتساب کہ مسمیٰ بہ «انوار آفتابِ صداقت» است، بلکہ تعویذِ جان ایمان از ہر

---

[1] ترجمہ: اس کتاب کے حروف گلستانِ تحقیق کا چہرہ سنوارنے والے ہیں اوراس کی سطریں سنبلستاں کا منظر پیش کر رہی ہیں۔
[2] ہدایت سے پُر مضمون۔
[3] (پارہ: ۱۸، النور: ۲٤، آیت: ٤٤)--اس کتاب میں عقل مندوں کے لیے عبرت کا سامان ہے۔
[4] قلم کی طرح کالا اوراوندھا ہو۔
[5] تسہیل: بے وقعت دنیا کی دولت کو ٹھکرا کر عقبیٰ کی شان وشوکت حاصل کی۔
[6] (پارہ: ۱۰ لتوبۃ: ۹، آیت: ۳۲)- ترجمہ: چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنا، پڑے برا مانیں کافر۔ (کنز الایمان)

آفت است نمودم و از عنوان فہرست دُرِّ بصیرت وافرہ افزودم۔ در حقیقت مصنفِ کتاب جناب مولانا و بالفضل اولانا مولوی فضل احمد صاحب موصوف بہ القابہ مصنف تصنیفات مفید است، خصوصاً ایں تالیف جدید کہ در تردید فرقۂ نجدیہ سعی بلیغ بہ عمل آوردہ وکوششے منیع بکار بردہ کہ از زمان سلف تا بہ آوان خلف چنیں سرمۂ نور بخش دیدۂ جہانیاں در دیدہ نہ کشیدہ، و خدشات مخالفین راچناں بہ استیصال رسانیدہ کہ پیش تر ازیں بگوش ہوش علمائے محققین نہ رسید۔ شعر

چناں تردید نا آید در جہانے	خریدارش شود ہر کس بجانے

فالحمد لله علىٰ ذٰلك أنا مصدق بذٰلك إنه لقولٌ فصلٌ وما هو بالهزل.[1]

الراقم: خادم العلماء والأبرار **محمدیار خلیق**، امام وخطیب ومفتی مسجد طلائی، لاہور، بقلم خود

---

(۱۶) تقریظ حضرت مولانا مولوی محمد گوہر علی علوی، امام مسجد پٹولیاں، لاہور

بسم الله الرحمٰن الرحيم. حامدًا و مصليًا و مسلماً

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب	اے بذی از حقیقت رومتاب[2]

کتاب «انوار آفتابِ صداقت» جس کو مولانا مولوی قاضی فضل احمد صاحب لدھیانوی نے تالیف وتصنیف فرمایا ہے، فقیر نے اس کتاب کی فہرست مضامین اور بعض دیگر مقامات کو دیکھا ہے اور بعض مضامین مصنف کی زبانی بھی سنے ہیں۔ کتاب نہایت عمدہ اور مضامین کے لیے جامع ہے۔

مصنف نے فرقِ وہابیہ کے عقائد ذمیمہ کی تردید میں یہ کتاب لکھی ہے۔ سب سے پہلے عقیدۂ امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کی تردید کی ہے۔ اس مسئلہ پر قلم اٹھانا نہایت باریک بینی اور نکتہ شناسی کا کام ہے، پھر فرقۂ مذکورہ کے ان عقائد کی تردید کی ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ کی معاذ اللہ توہین پائی جاتی ہے۔ پھر آں حضرت ﷺ کے عالم الغیب ہونے پر بمقتضاے «تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ»[3] و بہ مضمون «فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ»[4] الآیہ،

---

[1] ترجمہ: کتاب جس کا نام «انوارِ آفتابِ صداقت» ہے، حقائق پر مشتمل ہے، بلکہ یوں کہیے کہ یہ جانِ ایمان کو ہر آفت سے بچانے والا تعویذ ہے۔ میں نے بعض مقامات سے اس کا مطالعہ کیا اور عنوانِ فہرست سے بیش قیمت بصیرتوں میں اضافہ کیا۔

یقیناً اس کتاب کے مصنف حضرت علامہ مولانا فضل احمد صاحب مفید ونفع بخش کتابوں کے مصنف ہیں، بالخصوص یہ نئی تصنیف جو فرقۂ نجدیہ کے رد میں ہے، اس میں انھوں نے بڑی کوشش اور کافی محنت کی ہے کہ زمانۂ سلف سے اب تک اس طرح بینائی عطا کرنے والا سرمہ دنیا والوں کی آنکھوں میں نہیں لگایا گیا اور مخالفین کے خدشات کی اس طرح بیخ کنی کی ہے کہ اس سے پہلے علماے محققین کی نظر وہاں تک نہیں پہنچی۔

اس طرح سے فرقۂ نجدیہ کا رد دنیا میں اب تک نہیں ہوا، ہر شخص دل وجان سے اس کتاب کا خریدار ہوگا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ میں اس کتاب کی تصدیق کرتا ہوں، بلاشبہہ یہ ایک فیصلہ کن کلام ہے، کوئی لغو ولایعنی گفتگو نہیں ہے۔

[2] ترجمہ: اے بے شرم حقیقت سے چہرہ مت پھیر کیوں کہ آفتاب خود اپنے وجود کی دلیل بن کر آ گیا۔

[3] (پارہ: ۱۲، ہود: ۱۱، آیت: ۴۹) ترجمہ: یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم تمھاری طرف وحی کرتے ہیں۔ (کنز الایمان)

[4] (پارہ: ۲۹، الجن: ۷۲، آیت: ۲۶) ترجمہ: تو (غیب جاننے والا) اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا، سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ (کنز الایمان)

کے دلائل سے ثبوت دیا ہے۔

ابحاثِ مذکورہ کے بغیر اور بھی بہت سے امور پر بحث کی ہے۔ مضامین ادلّہ اور سیاقِ عبارت کو لائق مصنف نے اپنے انفاسِ مبارکہ اور الفاظِ برجستہ سے نہایت شائستہ اور دلچسپ بنا دیا ہے۔ غرض کہ اپنے بنی نوع کے رفاہ اور شادمانی عام کے لیے تخم ریزیِ کوشش اور آبیاریِ محنت سے ایک کھلا پھلا باغ اور سرسبز گلزار تیار کر دیا ہے۔ جزاه الله عنا و عن سائر المسلمين خير الجزاء. حرره الفقير **محمد گوہر علی علوی**

امام مسجد پٹولیاں، لوہاری منڈی، لاہور

---

(۱۷) تقریظ حضرت مولانا مولوی حاکم علی صاحب، بی۔اے، پروفیسر اسلامیہ کالج، لاہور

بسم الله الرحمٰن الرحيم

نحمده و نصلي علىٰ رسوله الكريم النذير لا نظير له و علىٰ آله و أصحابه أجمعين

جیسے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نظیر نہیں ہے، نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ الحمد للہ کہ اس دُرِ شاہوار کا نظیر نہ تو ہوا ہے اور نہ ہی اس وقت ہے۔ اصلی حنفیوں نے اصلی شافعیوں، اصلی مالکیوں اور اصلی حنبلیوں یعنی اہل سنت و جماعت کے ہر فرد کے لیے لازمی ہے کہ اس کتابِ لاجواب کو تمام کا تمام خود پڑھیں، یا کم از کم سن لیں اور اپنے بچوں کو پڑھائیں۔ مدارسِ اسلامیہ کے لیے لازمی و ضروری ہے کہ اس کتابِ بے بہا کو تعلیمی کورس میں لازمی مقرر فرمائیں اور اپنے بچوں اور بھائیوں کو دوزخ کی آگ سے بچائیں۔ خیر خواہ مومنین فقیر حاکم علی، حنفی مذہباً و مجددی طریقۃً

---

(۱۸) تقریظ مولانا الاجل و فاضل ادیب بے بدل حضرت مولوی اصغر علی صاحب روحی، پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور، مدظلہ العالی

بسم الله الرحمٰن الرحيم

خذ ما تراه و دع شيئًا سمعت به
في طلعة الشمس ما يغنيك عن زحلٍ[1]

عقائد کا معاملہ جس قدر اہم ہے، اسی قدر ہمارے زمانہ میں اس کی طرف سے عامہ تعلیم یافتگان کو ذہول[2] ہو رہا ہے۔ تقلید کی ضرورت پر بحث کرنا فضول ہے، کیوں کہ اس کے متعلق یہی کہنا کافی ہے کہ اسلامی دنیا میں شروع سے گیارہویں صدی ہجری تک کتب تاریخ سے کسی ایسے محدث و مفسر و فقیہ کا پتہ نہیں ملتا جو غیر مقلد ہو۔ اگرچہ حضرات

---

[1] ترجمہ: جو اپنی آنکھوں سے دیکھو اسے مانو اور سنی سنائی بات چھوڑو۔ آفتاب کے چہرہ میں اتنا کچھ ہے جو تمھیں زُحل ستارہ سے بے نیاز کر دے گا۔
[2] ذہول: غفلت، بھول۔

غیر مقلدین نے کھینچ تان کر بعض اکابر سلف کو غیر مقلد ثابت کرنا چاہا ہے، مگر یہ سب باتیں صرف منہ سے کہہ دینے کی ہیں۔

عدم تقلید کا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا میں اتباع ہوائے نفس کا دروازہ کھل گیا۔ اور جس نے جو چاہا کہہ دیا۔ چناں چہ اسی بے لگامی اور نااہلی کا نتیجہ ہے کہ عقائد صحیحہ اور اسلامیہ کا جو حضرات اکابر ائمہ قرون ثلاثہ کا شعار تھا، تار و پود[1] منتشر ہو گیا۔ اور قاعدہ ہے کہ جب عقائد باطلہ، بدعات سیئہ دل میں جاگزیں ہو جائیں۔ اس کا نتیجہ ضرور یہ ہوا کرتا ہے کہ بزرگان کی نسبت سوء ظن پیدا ہو کر دریدہ دہنی تک نوبت پہنچ جاتی ہے جس سے انواع و اقسام کی بے اعتدالیاں پھیل جاتی ہیں۔

ہمارے زمانہ میں تو ہب کا کسی قدر زور ہو گیا ہے، جس سے اولیائے کرام اور ائمۂ عظام کی نسبت مختلف قسم کی نکتہ چینیاں تجویز کی جاتی ہیں۔ نتیجہ یہ کہ روحانی فیضان کا بہ کلی سد باب ہو چکا ہے۔ اسی عدم تقلید پر آئے دن نئے نئے فرقے اسلام میں پیدا ہو رہے ہیں اور بدعقیدگی کی حد ہو چکی ہے۔ ایسے وقت میں علمائے اسلام کا فرض ہے کہ وہ بہ مقتضائے حدیث شریف «لا يزال طائفة من أمتي .الحديث»[2] مفاسد مذکورہ بالا کا قلع قمع کر کے عوام الناس کو غیر مقلدوں اور وہابیوں کے دام سے بچائیں۔

ہمارے مکرم و معظم اور غیرت مند فاضل قاضی فضل احمد صاحب پینشنر لدھیانوی (جو ہمیشہ اسلامی خدمات کے لیے کمر بستہ رہے ہیں) نے اس ضرورت کو بوجہ اتم پورا کر کے تمام اہل سنت والجماعت کو اپنا ممنون بنایا ہے۔ انھوں نے نہایت شرح اور بسط کے ساتھ مخالفین کے دعاوی باطلہ کا رد اور عقائد کا اثبات پوری محنت اور عرق ریزی سے کیا ہے۔ اگر چہ متفرق طور پر بہت سے اصحاب نے ان مسائل پر قبل ازیں بحث کی ہے، مگر حق یہ ہے کہ اس قدر مسائل مجموعی طور پر شاید ہی کسی کتاب میں مندرج ہوں۔ غیر مقلدین اور وہابیوں کو چاہیے کہ انصاف سے پڑھیں اور حق کو قبول کریں اور شکریہ حضرت مولف کا بجالائیں۔ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَن يَّشَاۤءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ[3]۔

حررہ خاکسار **اصغر علی روحی**، پروفیسر اسلامیہ کالج، لاہور

---

(۱۹) تقریظ حضرت مولوی محمد عظیم صاحب، منشی فاضل مدرس اسلامیہ ہائی اسکول، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

الحمد لله رب العٰلمين والصلٰوة والسلام على سيد المرسلين و اٰله الطيبين إلىٰ يوم الدين.

قاضی صاحب کی یہ لاثانی کتاب فرقۂ ضالہ کے عقائد کے اظہار اور ان کے اوہام باطلہ کے قلع قمع میں اپنا نظیر نہیں

---

[1] تار و پود: تانا اور بانا۔

[2] «لا يزال طائفة من امتي ظاهرين على الحق لايضرهم من خذلهم إلى يوم القيامة حتى ياتي أمر الله» یعنی میری امت میں ایک گروہ روزِ قیامت تک دینِ حق کی اعانت کرتا رہے گا اور جو ان کا ساتھ چھوڑ دیں گے وہ انھیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے گا۔ (دلائل النبوة، ج:١، ص:٢٢٥)

[3] (پارہ:١٨، النور:٢٤، آیت:٤٦) -- اور اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہے سیدھی راہ دکھائے۔ (کنز الایمان)

رکھتی۔اس وصف میں ان جامع صفات کے ساتھ یہ پہلی تصنیف ہے، جو اللہ تعالیٰ نے محض فضل وکرم سے قاضی صاحب کے دل و دماغ سے اپنی مخلوق کے ایمان کی حفاظت کے لیے اس زمانہ میں ظاہر فرمائی۔اہل ایمان کو لازم ہے کہ اس آفتاب صداقت کے انوار سے مستفیض ہوکر قاضی صاحب کو مشکور فرمائیں۔اوراس نعمت سے بہرہ ور ہوں۔
دعا ہے کہ اللہ جل جلالہ مصنف کے لیے یہ کتاب نجات اخروی کا وسیلہ بنادے اورقاضی صاحب کو اجر جمیل عطا فرمادے۔
آمین۔ فقیر **محمد عظیم** عفی اللہ عنہ، منشی فاضل مدرس اسلامیہ ہائی اسکول، لاہور

(۲۰) تقریظ حضرت مولانا مولوی جمال الدین صاحب حنفی، نقش بندی، توکلی سابق مدرس انجمن نعمانیہ، حال امام مسجد کوچہ میاں سراج الدین، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بندہ نے کتاب مبارک «انوارآفتابِ صداقت» کے اکثر مقامات بغور مطالعہ کیے۔مصنف علام نے نہایت محنت اور جاں فشانی اور اخلاص سے ردفرقۂ نجدیہ کافرمایا۔أجاد کل الإجادة فجزاہ اللہ أحسن الجزاء و أطال اللہ بقائہ. آمین۔[1]

میں حرفاً حرفاً ان عقائد میں مصنف علام کا من کل الوجوہ متفق ہوں اورنہایت زور سے ترغیب دیتا ہوں کہ کل علماے اہل سنت والجماعت اس میں متفق ہوں، تاکہ عوام الناس افراد ایسے عقائد باطلہ سے بچ جائیں۔

میں مدت سے منتظر تھا کہ عقائد باطلہ کی کافی تردید ہو۔اگرچہ ہندوستان میں حضرت احمد رضا خاں مجدد مأۃ حاضرہ نے جامع تردید فرمائی، مگر پنجاب میں عقائد نجدیہ کی تردید احسن طریق پر نہیں ہوئی تھی۔خدا کا ہزار ہزار شکر ہے اب ہوگئی۔کل أمر مرھون بوقتہ.[2] «وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ»[3]۔

حررہ **جمال الدین نقش بندی، توکلی**، سابق مدرس نعمانیہ، ساکن کوٹھیاں والہ شیخاں، ضلع گجرات، پنجاب، تحصیل پھالیہ، حال وارد امام مسجد کوچہ میاں سراج الدین، لاہور، مورخہ ۲ شعبان ۱۳۳۸ھ

(۲۱) تقریظ حضرت مولانا وبالفضل اولانا مولوی غلام اللہ صاحب قصوری پروفیسر دینیات، چیفس کالج، لاہور۔مدظلہم

باسمہ سبحانہ و جل شانہ

کتاب «انوارآفتابِ صداقت» مولفہ ومصنفہ جناب مولانا مولوی حاجی قاضی فضل احمد صاحب عم فیوضہم کو میں

[1] ترجمہ: انھوں نے بہت بہتر اور عمدہ لکھا، اللہ جل شانہ انھیں اس کا بہتر بدلہ دے اوران کی عمر دراز فرمائے۔آمین۔
[2] ترجمہ: ہرکام اپنے وقت پر ہوتا ہے۔
[3] (پارہ: ١٤، الحجر: ١٥، آیت: ٢١) ترجمہ: اورکوئی چیز نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں اور ہم اسے نہیں اتارتے مگر ایک معلوم اندازے سے۔(کنزالایمان)

نے مجملاً نہایت غور سے سنا۔ زمانہ موجودہ میں ایسی مکمل کتاب جس میں ہر ایک مختلف فیہ مسائل کے استدلال درج ہوں اور وہ بھی اصولِ شرعیہ کے مطابق قرآن وحدیث واقوالِ سلف صالحین سے واضح طور پر بیان کیے جاویں، نہایت ضرورت تھی جس کو مولوی صاحب موصوف نے (علی اللہ أجرهم) بہ کمال جاں فشانی وہم دردی اسلامی وخدمت اسلامی مہذبانہ طور پر پایۂ ثبوت کو پہنچایا ہے جس سے ہر ایک مسلمان فائدہ حاصل کرسکتا ہے اور اپنے عقائد کو صحیح بنا سکتا ہے۔

اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ جب تک عقائد کی درستی اور صحت نہ ہو اور انبیاے کرام اور اولیاے عظام اور بزرگانِ دین کی عزت اور قدر دل میں کامل طور پر نہ ہو اس کی کوئی عبادت بھی مقبول نہیں ہوسکتی۔

اگرچہ قبل اس کے علماے اہل سنت والجماعت جزاہم اللہ ایسے عقائد کی تردید فرداً فرداً کرچکے ہیں اور کررہے ہیں، مگر اس طرح مجموعی حالت میں لاکر تہذیب کے ساتھ ہر ایک کا جواب دینا، یہ حصہ حضرت قاضی صاحب موصوف ہی کا ہے۔ جزاهم الله خير الجزاء.

أنا الراجي إلى رحمة الله فقير **غلام الله**

الحنفي مذهباً ،والقصوري مسكناً، و النقش بندى، المجددى طريقةً، پروفیسر دینیات، چیف کالج، لاہور

تقاریظ حضرات علماے کرام امرتسر

---

(۲۲) تقریظ حضرت مولانا وبالعلم اولانا مولوی غلام احمد صاحب اخگر

بسم الله الرحمٰن الرحيم

نحمده و نصلي علىٰ رسوله الكريم

رسولِ اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع حاصل کرکے خبر دے دی تھی کہ قرن الشیطان نجد سے طلوع ہوگا۔[1] چناں چہ ہوگیا۔ اور بدقسمتی سے ہمارا ملک ہندوستان بہ ذریعہ اسماعیل دہلوی کے اس فتنہ کے لیے مخصوص ہوگیا۔ اس جماعت کے دو فریق ہوگئے، ایک فریق تو کھلم کھلا غیر مقلد ہوگیا اور دوسرا فریق اگرچہ تمام اصولِ وہابیہ کا عامل رہا، مگر بہ ظاہر اپنے آپ کو حنفی ظاہر کرنے لگا۔ اس کی منافقانہ تعلیم سے ہندوستان کے عوام دھوکے میں آگئے، کیوں کہ حنفیت کے لباس میں ان لوگوں نے مسلمانوں کو گم راہ کرنا شروع کیا تھا۔ اس گروہِ ضالہ کے مسائل کفریہ کے رد میں علماے اسلام نے کوشش فرمائی، مگر کوئی جامع کتاب اب تک ایسی تصنیف نہیں ہوئی تھی جو تمام مسائل کفریہ وہابیہ کے رد میں جامع ہو۔ اس ضرورت کو ہمارے مکرم مولانا

---

[1] ترجمہ: چناں چہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ «نجد میں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں شیطان کا گروہ پیدا ہوگا» تفصیل کے لیے دیکھیے: صحيح البخاري، باب ما قيل في الزلازل۔

قاضی فضل احمد صاحب پنشنر کورٹ انسپکٹر لدھیانہ نے پورا کیا اور کتاب «انوارِ آفتابِ صداقت» تصنیف فرمائی۔

اس کتاب کو میں نے بہ نظر عمیق دیکھا، کتاب کیا ہے ایک خزانہ ہے، جس میں وہابیہ دیوبندیہ کے تمام عقائد باطلہ کفریہ کا بالتفصیل بیان ہے اور ہر ایک عقیدہ کے بیان کے بعد دلائل قرآنیہ واحادیث واقوال بزرگانِ دین سے رد کیا ہے۔

بعض دیوبندی وہابی کسی عقیدہ سے انکار بھی کر دیا کرتے ہیں اور کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ ہم پر افترا ہے۔ قاضی صاحب نے ہر ایک عقیدہ کو ان کی کتب وفتاویٰ وغیرہ سے نقل کر کے حوالہ دے دیا ہے، تاکہ کسی کو انکار کی گنجائش نہ رہے۔

اہل اسلام کے پاس یہ کتاب ایک زبردست ہتھیار ہوگا جو اس طائفۂ طاغیہ[1] کے دانت توڑنے میں اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ جن لوگوں کے پاس یہ کتاب ہوگی وہ نہ صرف ان کے عقائد ومکائد[2] سے کما حقہ واقف ہوجائیں گے، بلکہ ان کے عقائد باطلہ کا بڑے زور وشور سے رد کرسکیں گے۔

الغرض اس کتاب نے اردو علم وادب وعلم مناظرہ میں ایک جدید اور قیمتی اضافہ کیا، جس کے لیے ہمیں قاضی صاحب کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ انھوں نے اپنی خدا داد قابلیت سے بڑی جاں فشانی اور محنتِ شاقہ کو گوارا فرما کر یہ کتاب تصنیف فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزاے خیر دے اور ان کی ہمت میں اور زیادہ برکت عطا فرمادے۔

ہمارے نزدیک قاضی صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام ان ہی کے حصہ میں رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول فرمائے اور اس کی برکت سے لوگوں کو مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور لوگوں کے قلوب کو روشن کرنے میں یہ «انوارِ آفتابِ صداقت» اسم بامسمیٰ ثابت ہو۔ آمین۔

تصنیفات تو عام طور پر ہوا کرتی ہیں، مگر کسی نہ کسی بزرگ کو کچھ اختلاف ہوا کرتا ہے، لیکن «انوارِ آفتابِ صداقت» میں یہ خوبی ہے کہ علماے کرام وصوفیۂ عظام نے بالاتفاق اس کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ قاضی صاحب موصوف کے لیے یہ ایک ایسی کامیابی ہے جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوسکی۔ وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العٰلمين.

وأنا المفتقر إلى رحمة ربه الأحد **غلام أحمد** (عافاه الله و أيد) الأمرتسري وطناً

والسني الحنفي مذهباً، والنقش بندي، المجددي، النوري، الجماعتي طريقةً

---

(۲۳) تقریظ حضرت مولانا مولوی محبوب احمد، المعروف خیر شاہ حنفی، نقش بندی، مجددی، امرتسری الملقب میر واعظ مدظلہ

بسم الله الرحمٰن الرحيم

یہ بات اہل علم پر بخوبی واضح ہے کہ جس طرح تمام دنیا میں تین رُبع[3] حنفی ہیں، اور ایک ربع باقی سب مذاہب۔ اسی

---

[1] طائفۂ طاغیہ: سرکش گروہ۔ [2] مکائد: مکروفریب، دھوکے۔

[3] تین رُبع: تین چوتھائی (۳/۴)

طرح یہ بات بھی علم میں ہے کہ سارے ہندوستان کے مسلمانوں میں تین ربع سے زیادہ حنفی مسلمان تھے اور ایک ربع سے کم شیعہ آباد تھے۔ بارہ صدی کے بعد ہندوستان میں فرقۂ وہابیہ نمودار ہوا[1] ان سے بچنے کے لیے مسلمانوں نے بہت سا سامان کیا اور ہر طرح سے محفوظ رہنے کی امیدیں حاصل ہونے لگیں، مگر افسوس کہ بدقسمتی سے ایک گروہ درمیان میں پیدا ہو گیا جس پر کوئی ظاہری اطلاق وہابیت کا وارد نہ ہو سکا، کیوں کہ ان کے عقائد سے جس طرح اہلِ سنت کی تائید ہوتی ہے، اس سے صدہا درجہ بڑھ کر وہابیہ کو قوت ہوتی ہے۔ بلکہ میں یہ کہوں گا کہ اس گروہ کے وجود سے وہابیہ کو بالکل آرام ہو گیا۔ وہابیہ تو خاموش ہو گئے، مگر ان کی تائید کے لیے حضرات دیوبندیہ نے نہایت ہی جاں فشانی سے جھنڈا کھڑا کیا۔ اس پر لطف یہ ہے کہ نام وہی حنفی، جس طرح محمد بن عبدالوہاب نجدی نقلی حنبلی کہلاتا تھا۔

وہابی ہمیشہ یہ کہا کرتے ہیں کہ مسائل اعتقادیہ میں ہمارا تمھارا جھگڑا نہیں، بلکہ تمھارے دیوبندی حنفی بھی بڑے زور سے ہمارے ساتھ ہیں۔ مثلاً امکانِ کذب باری تعالیٰ و امکان نظیر رسول اللہ ﷺ وعدم جواز میلاد شریف، وعلمِ غیب رسول اللہ ﷺ، نذر و نیاز و استمداد اولیاء اللہ و اعراسِ اہل اللہ، بلکہ «لا إله إلا الله أشرف علي رسول الله» کہنے کو تو برا نہ مانا گیا[2] اور شیطان کو عالم الغیب مانا گیا[3]۔ مگر حضور علیہ السلام کے متعلق اعتقادات ایمانیہ کو ان لوگوں نے کفر قرار دیا[4]۔ ہر چند اہل سنت نے عرباً و عجماً دیوبندیہ کے عقائد پر کفر کا فتویٰ دیا، مگر افسوس یہ لوگ اپنی روش سے باز نہ آئے۔ یہ فرقہ فرقۂ دیوبندیہ کے نام سے موسوم ہے عام اس سے کہ اس کے ارکان تھانہ میں رہتے ہوں یا نانوتہ میں، گنگوہ میں رہتے ہوں یا انبیٹھ میں۔

ہمیں ان کی ذاتیات سے کوئی تعلق نہیں، صرف مسلمانوں کو ان کے اعتقاداتِ کفریہ سے بچانا مقصود ہے۔ چناں چہ ناظرین کو کتاب «انوار آفتابِ صداقت» مصنفہ جناب مولانا مولوی فضل احمد صاحب کورٹ انسپکٹر صاحب پنشنر لدھیانہ کے مطالعہ سے یہ امر روشن ہوگا۔

فقیر محبوب احمد، المعروف خیر شاہ حنفی، نقش بندی، مجددی، امرتسری (الملقب میر واعظ)

تقاریظ علمائے کرام قصور، ضلع لاہور

---

(۲۴) تقریظ حضرت مولانا فاضل مولوی عبدالرحمٰن صاحب خلف الرشید حضرت جامع علوم معقول ومنقول فاصل تحریر مولانا مولوی غلام دست گیر رحمۃ اللہ علیہ، قصور

بسم الله الرحمٰن الرحيم

ألحمد لله رب العٰلمين قامع أبنية المتهمين الدجالين الكذابين والصلوٰة والسلام على من جعله

---

[1] وہابیوں کے تاریخی حالات اس کتاب کے باب بست و دوم میں ملاحظہ فرمائیں۔

[2] تفصیل کے لیے دیکھیے: رسالہ الامداد، ماہ صفر ۱۳۳۶ھ، ص: ۳۵، اور برہان دہلی، فروری ۱۹۵۲ء، ص: ۱۰۷۔

[3] تفصیل کے لیے دیکھیے: براہین قاطعہ، مصنفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، ص: ۵۱۔

[4] تفصیل کے لیے دیکھیے: تقویۃ الایمان، از: مولوی اسماعیل دہلوی اور فتاویٰ رشیدیہ، جلد دوم وسوم۔

رحمة للعٰلمین وأعطاه أخبار المغیبات علی اطلاع الضالین المضلین للمؤمنین المتأدبین و علیٰ اٰله الطٰهرین قامعي أساس الملحدین المرتدین.أما بعد!

اس زمانِ فتن نشان میں جیسا کہ حضرت سرورِ کائنات، اعزرالمعلومات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے اخبار فرمائی تھی: «یکون في اٰخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الأحادیث مالم تسمعوا أنتم ولا اٰباؤکم. الحدیث»[1] سب کچھ ظاہر ہورہا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اصدق الصادقین ہے، ویسے ہی ہمارے نبی اکرم ﷺ اس کی تعلیم کے سبب سب مغیبات کے علوم میں سچے ہیں، اور سچی خبریں دے رہے ہیں۔

الحمدللہ والمنۃ کہ اس فتنوں والے زمانہ میں ملحدین مرتدین کے ہفوات ردیہ کے رد کرنے والے موجود ہیں۔ یہ ہیچ مدان، غلام ایرمان[2] حضرت محبوب یزدان، کم ترین متأدبان، ابوالمبارک محمد عبدالرحمٰن عفا عنه المنان وکان له الدیان و حفظهٗ عن أهل فتن الزمان خلف لوذعي کبیر السقطري الشهیر بالفضل الغزیر، الالمعي المولوي ابی عبد الرحمٰن غلام دستگیر رحمه الله النصیر اگرچہ اپنے قبلہ گاہ اعلیٰ جاہ کی وفات کے بعد اہل فتن کے شرور سے بہت ہی مضطرب تھا، مگر قدیر مطلق کے افضال کا نہایت ہی شکرگزار ہے کہ اپنے والد ماجد کی جگہ پر قائم ہونے والے اور ان کے دلی رفیق مرضی ومقبول رب احد حضرت قاضی فضل احمد صاحب سلمہ الواہب ذوالمواہب کو دیکھ رہا ہے۔ الحمدللہ المعبود الودود علیٰ ذلک الکرم والجود۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اکرم ﷺ اور سب مقابیل علیہم الرحمہ کی حرمت سے ان کی سعی بلیغ کو مشکور اور ان کو ماجور فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

حررہ فقیر **ابوالمبارک محمد عبدالرحمٰن قصوری** عفا اللہ عنہ

(۲۵) تقریظ حضرت مولانا و بالفضل والعلم اولانا سید عبدالحق شاہ صاحب ہمدانی، قصوری

بسم الله الرحمٰن الرحیم

سبحانه ما أعظم شانه یضل من یشاء ویهدی من یشاء والصلوٰة والسلام علی من شیَّد الإیمان و رفع بنیانه مبشرا ونذیرا و داعیا إلی الله و علیٰ اٰله وأصحابه الذین أیدوا الإسلام وإیقانه یبتغون فضلا من الله ورضوانه.

---

[1] (صحیح مسلم، مقدمه، باب النهي عن الروایة عن الضعفاء، حدیث: ١٦) ترجمہ: اخیر زمانہ میں کچھ دجال وکذاب ہوں گے جو تمھارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جو نہ تم نے سنیں اور نہ تمہارے آباواجداد نے سنیں۔

[2] اِیرمان: کسی کا طفیلی۔

امابعد! مدت سے اہل اسلام میں تشتّت وتفتت[۱] شروع ہے اور مخالفین تماشہ بیں ہیں، اپنے گریباں میں نظر نہیں کی جاتی۔ اہل حق کی مخالفت پر خود بینی[۲] غرور، اغوائے شیطانی سے روز افزوں[۳] زور ہے۔ یا أرحم الراحمین و یادلیل المتحیرین دلنا بحرمة من جعلته رحمة للعالمین[۴]

جب ادلّۂ اربعہ سے ائمۂ اربعہ اعتقادات وعملیات کا ثبوت نہایت درجہ تک اجتہاد مجتہدانہ سے پہنچا چکے۔ اور تمام اہل عقل ونقل واصحاب کشف نے اس بارے میں آمنا و صدقنا کی صدا بلند کردی ہے تو یہ خواہ مخواہ اسلامی دنیا میں شور وغل برپا کرنا، ایک ہی گھر، ایک طریق کے ہوکر بے گناہوں کی طرح آپس میں خانہ جنگی کرنا کیا ہے۔ باہم بیٹھ کر غرور کو مٹا کر توفیق ہدایت اللہ ہادی سے مانگ کر تماش بینوں سے علیحدہ کیوں تصفیہ نہیں کیا جاتا۔

کیا وہ معتقدات ومعمولات جن پر ادلۂ اربعہ سے ائمۂ اربعہ اور سلف سے خلف تک کاربند ہوں۔ قابل اختلاف ہوسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ایسے بے جا اختلاف میں اپنی تضییع اوقات اور دوسرے عزیز اسلامی برادروں کی کرنی سخت گم راہی اور بے جا کارروائی نہیں تو اور کیا ہے: «اَللّٰهُمَّ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ[۵]»

چندروزہ دنیا کی زندگی معبود حقیقی اور افضل الرسل تحقیقی کی اتباع میں بسر کرنا کیوں غنیمت نہیں سمجھا جاتا۔ افسوس اہل حق کو مشاغل ضروریہ عبادات ومعاملات کے استغراق سے اہل شر کے جواب دینے پر بحکم اللہ ورسولہ تکلیفات کا متحمل بنانا بہت نازیبا ہے۔

نسخہ «انوارآفتاب صداقت» مولفہ جناب حاجی قاضی فضل احمد صاحب جو مطالعہ میں آیا مکرم موصوف کی محنت اور جاں فشانی اور تحقیق عجیب وغریب پر دل سے ہزاروں آفرین کی صدا برآئی۔

اللہ کریم کی مخلوق میں اگر اہل شر کا وجود ہے تو اہل اصلاح کا پر زور ہاتھ ماحی شر بھی غالب ظہور میں آجاتا ہے۔ «انوارآفتاب صداقت» کی جواب دہی نے ظلمات اشرار کو اس طرح غرقاب فنا کیا ہے کہ سر نکالنے کی جرأت نابود کردی۔

اللہ کریم رحیم جناب موصوف کو جزائے خیر عطا فرما کر شادمانی دوجہانی سے سرفرازی بخشے، آمین۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ.

حررہ **سید عبدالحق شاہ ھمدانی، قصوری**

تقاریظ علمائے کرام کشمیر

(۲۶) تقریظ حضرت مولانا مولوی سید محمد بن سید غیاث الدین، المفتی والواعظ الکشمیری، شاہ آبادی المعروف بہ سید میرجی شاہ (مقام علی پور سیداں، ضلع سیال کوٹ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

---

[۱] تشتت: پراگندگی، پریشانی۔ تفتت: ریزہ ریزہ ہونا۔ [۲] خود بین: تکبّر، گھمنڈ۔ [۳] روز افزوں: آئے دن زیادہ۔

[۴] ترجمہ: اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے، اور اے حیران وپریشان انسانوں کو راستہ بتانے والے، اپنے محبوب کے صدقہ وطفیل جنھیں تونے سارے جہان کے لیے رحمت بنایا ہے، ہماری رہ نمائی فرما۔

[۵] ترجمہ: اے اللہ! تو ہمیں سیدھا راستہ چلا۔

الحمد لله الذي جعلنا من الناصحين وأفهمنا من علوم العلماء الراسخين والصلوٰة والسلام علىٰ من نسخ دينه أديان الكفر والطاغين وعلىٰ اٰله وأصحابه الذين كانوا يتمسكون بشريعته صالحين.

و بعد فيقول البائس الفقير إلى رحمة ربه القدير السيد محمد بن السيد غياث الدين المعروف بـ مير جي شاه الحنفي مذهباً والقادري النقش بندي مشربا المفتي الواعظ الشاه اٰبادي الكشميري أكرمه الله بلفظه و كرمه قد رأيت وطالعت الكتاب «انوار آفتاب صداقت»وهو كتاب الحاج القاضي فضل أحمد اللوديانوي بنظر عميق فرأيته مملوءً من الأيات والبينات والأحاديث المباركة من رد أقاويل أهل الضالة والمبتدعين الوهابية والديوبندية الذين ينتحلون اتباع المذهب الحنفي فعلى المسلمين أن يلاقوه بالقبول ويدخروه ليوم الجزاء جزى الله المصنف عنا خير الجزاء ووفقنا وإياه لما يحب ويرضىٰ وما علينا إلا البلاغ.

أنا العبد الفقير **سيد محمد بن غياث الدين** المفتي الواعظ الكشميري الشاه اٰبادي المعروف بسيد مير جي شاه عفي عنه.

ترجمہ: تمام تعریفیں ثابت اس اللہ کے لیے جس نے ہم لوگوں کو نصیحت کرنے والوں سے بنایا اور ہمیں علماے راسخین کے علوم سے سمجھایا، اور درود وسلام اس نبی پر جس کا دین کافروں اور سرکشوں کے دینوں کو منسوخ کرنے والا ہوا۔ اور ان کے آل اور اصحاب پر جو دین کی باتوں کے لینے میں نیک نیت تھے۔

اس کے بعد کہتا ہے عاجز فقیر طرف رب قدیر کی رحمت کے سید محمد بن سید غیاث الدین المعروف بہ میر جی شاہ جو حنفی ہے مذہب میں، اور قادری نقش بندی ہے مشرب میں، اور مفتی واعظ شاہ آباد کشمیر کا۔ عزت دے اللہ اس کو اپنے لطف اور کرم سے۔ کہ میں نے البتہ تحقیق دیکھا اور مطالعہ کیا کتاب «انوار آفتاب صداقت» کو۔ اور وہ (ایسی کتاب ہے جس کا دوسرا سرمہ زمانہ کی آنکھ نے نہیں دیکھا) مولانا مکرم حاوی فروع واصول حاجی قاضی فضل احمد صاحب لدھیانوی کی تصنیف ہے۔ نظر عمیق سے دیکھا۔ پس میں نے دیکھا اس کو بھری ہوئی ہے آیات بینات اور احادیث مبارکہ سے گمراہ اور مبتدع فرقوں کے اقوال کے رد میں جو وہابیہ دیوبندیہ ہیں، جو جھوٹ موٹ اپنے آپ کو حنفی مذہب کے اتباع والے بتاتے ہیں۔ پس مسلمانوں کو لازم ہے کہ اس کتاب کو قبولیت سے لیویں اور قیامت کے دن کی جزا کی امید رکھیں۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو جزا دے اور اچھی جزا دے اور ہمیں اور ان کو اس چیز کی توفیق دے جس سے وہ محبت رکھے اور راضی ہو اور نہیں مجھ پر مگر پہنچانا۔

*میں ہوں عبد فقیر **سید محمد بن سید غیاث الدین** مفتی واعظ شاہ آبادی کشمیری معروف بہ سید میر جی شاہ۔*

---

(۲۷) تقریظ حضرت مولانا الصوفی سید میر عطاء اللہ شاہ بخاری، سجادہ نشین، قصبہ کریزی شریف، کشمیر (نزیل بہ مقام راولپنڈی، پنجاب صدر)

بسم الله ومن يتوكل على الله

نحمده ونصلي على سيد المرسلين مفخر الأولين والآخرين و عالم الأسرار الخفية من رب العالمين.

قد نظرت في الكتاب «انوار آفتاب صداقت» الكل صحيح صريح لا ريب فيه. جزىٰ الله المصنف أحسن الجزاء في الدارين.[1]

حرره **السيد مير عطاء الله شاه البخارى** نسباً، الحنفي مذهبا، القادري، النقش بنديمشربا، المتوطن في القصبة الكريزي الشريفة، سجاده نشين. عفي عنه.

تقاریظ علماے کرام ضلع ہزارہ

---

(۲۸) تقریظ حضرت مولانا الفاضل مولوی محمد فیروز الدین صاحب قاضی القضاۃ درویش تحصیل ہری پور، ضلع ہزارہ، مدظلہ

الحمد لله الذي تعالىٰ ذاته عن سمات النقص خصوصا عن الكذب والعجز والنسيان، و شمل قدرته لكل ما هو صالح له هو نوع الإمكان، والصلوٰة والسلام على جميع الأنبياء خصوصاً على من هو مختص بعلم مايكون وما كان، ومنزّه ذاته عما ينسب إليه الجهلة مما لايليق بعظمته والشان، وعلىٰ اٰله وأصحابه و علماء أمته الذين ناظروا الجهال باللسان والسنان والفرقان.

أما بعد! فقد رأيت هذا الكتاب النفيس فيه هداية لكل شريف وخسيس وانتباه على عقائد النجدية، والاسمٰعيلية، والديوبندية، و إيقاظ لقلوب الغافلين عن مكائدهم الخبيثة كيف لا وقد صنّفه إمام المناظرين، مرجع الهداية واليقين، مركز دائرة تحقيق، منطقة كرة تدقيق، صاحب التصانيف الكثيرة، ناصر السنة، قامع البدعة، حافظ أهل الإسلام عن ضلالات القاديياني والمرزائية، مولانا وبالفضل والكمال أولانا، المولى الصدر القاضي محمد فضل أحمد الصاحب جزاه الله تبارك و تعالىٰ عني و عن سائر أهل الإسلام خير الجزاء صلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه رسول الثلقين و علىٰ اٰله و أصحابه أجمعين.[2]

حرره المسكين **محمد فيروز الدين** عفي عنه (درويش ضلع هزاره)

---

[1] ترجمہ: میں نے یہ کتاب «انوار آفتاب صداقت» دیکھی، پوری کتاب صحیح اور صریح ہے اس میں شک وشبہہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اللہ جل شانہ مصنف کو دنیا وآخرت میں بہتر بدلہ عطا فرمائے۔

[2] ترجمہ: امابعد! میں نے یہ عمدہ کتاب دیکھی، اس میں ہر شریف وخسیس اور فرقۂ خبیثہ کے لیے ہدایت کا سامان ہے۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ اس کے مصنف مناظروں کے امام، ہدایت ویقین کے مرجع، دائرۂ تحقیق کے مرکز، کرۂ تدقیق کے محور، صاحب تصانیف کثیرہ، حامی سنت، ماحی بدعت اور اہل اسلام کو فرقۂ قادیانیہ ومرزائیہ کی گمراہیوں سے بچانے والے، صاحب فضل وکمال حضرت علامہ ومولانا قاضی محمد فضل احمد صاحب ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ انھیں میری جانب سے اور تمام مسلمانوں کی جانب سے بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ مخلوق میں سب سے بہتر، جن وانس کے رسول اور ان کی آل اور تمام اصحاب پر رحمت نازل فرمائے۔

(۲۹) تقریظ حضرت مولانا مولوی محمد فضل حق، خلف الصدق حضرت مولانا قاضی القضاۃ مولوی فیض عالم علیہ الرحمہ، درویش ضلع ہزارہ، ابقاہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذي هدانا وكفى والصلوٰة والسلام علىٰ سيد الأنبياء الذي فاق علىٰ جميع الخلائق وعلىٰ. أما بعد!

کتاب مزین بالسنۃ والفرقان الموسومہ بہ «انوارِ آفتابِ صداقت» میری نظر سے گزری۔ تردید عقائد وہابیہ اسماعیلیہ میں بے نظیر پائی۔ اللہ جل شانہ تبارک وتعالیٰ مصنف دام فیضہ کو اجر دارین عنایت فرمائے اور آئندہ بھی ہدایت خلق اللہ کے لیے ان کو توفیق عنایت فرمائے۔

حررہ العبد **محمد فضل حق** ابن مولانا الصدر المعظم، قاضی القضاۃ ہزارہ
مولانا المولوی حاجی محمد فیض عالم صاحب مرحوم، درویش ضلع ہزارہ۔

---

(۳۰) تقریظ حضرت مولانا مولوی محمد عبد اللہ صاحب، حیدر آبادی

بندۂ ناچیز جناب قاضی صاحب کی کتاب «انوارِ آفتابِ صداقت» جو پیاری لاجواب واسطے اہل سنت والجماعت کے تصنیف فرمائی ہے تصدیق کرتا ہے۔ خداوند عالم جناب مصنف صاحب کے فیض سے علی العموم برادران اہل اسلام کو مستفید کرے۔ آمین۔

حررہ خادم نقش بندی **شیخ محمد عبد اللہ**، حیدر آبادی، عفی اللہ عنہ
اندرون دروازہ قاضی پورہ، کمسن گراں عقب مسجد۔

(۳۱) تقریظ حضرت مولانا وبالعلم والفضل اولانا صوفی صافی سلطان اولیا مولوی مفتی غلام محمد صاحب سہروردی، شہابی، بھالی نواں شہری، ضلع جالندھر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الحنان المنان ذي الفضل والإحسان والامتنان، مبين البيان، ملهم الجان والجنان، رازق أهل الخير والطغيان، جاعل الزمان والمكان، باسط الأرض بالأركان، فاطر السماء، باشد البنيان ونحمده على القلب واللسان ونشكره في كل حال وزمان ونشهد أن لا إلٰه إلا الله وحده لاشريك له شهادةً فاصلة بين أهل الجنة والنيران ووسيلة موصلةً إلىٰ لقاء الرحمٰن ونشهد أن سيدنا محمداً عبده و رسوله ويشفع لأصحاب الجرم والعصيان ومقبول الشفاعة عند السبحان صلى الله عليه وسلم.

أما بعد! فقد طالعت هذا الكتاب يعني "انوار آفتاب صداقت" مصنفه العالم المحقق والصوفي المدقق المسمى فضل أحمد الملقب القاضي بعهده كورٹ انسپکٹر پنشنر ساکن لودهيانه فجزاه الله جزاءً كاملاً وفضلاً شاملا فوجدت أعلىٰ الرد للفرقة الوهابية الديوبندية التي يطعنون علىٰ المجتهدين المومنين المتقدمين رحمهم الله كالإمام جلال الدين السيوطي والعلامه طغربك الحنفي الدمشقي و زبدة القراء العلامة شمس الدين الجزري مصنف حصن حصين ، والإمام محي الدين نووي شارح مسلم و شيخ علامه أبو شامه و إمام المحدثين شيخ ابن حجر و علامه ناصر الدين و شيخ ملا علي قاري و شهاب الدين قسطلاني أبو سعيد بوراني و معدن العلم شيخ بوراني و علىٰ مصنف سيرت حلبي و صاحب سيرت شامي و إمام أبو الخير سخاوي و ناظم گوهر إمام برزنجي و حضرت أبوزرعه عراقي و شيخ أبوبكر و شيخ أبو الحسن ابن فضل و شيخ صالح جمال همداني و علامه أحمد بن محمد مدني و شيخ علامه عرب مزوري و صاحب لمجمع البحار و حافظ شمس الدين محمد دمشقي و شيخ عبد الله فاضل أنصاري و أبو جعفر مسمى نصير الدين و فاضل نصير الدين و حافظ عماد الدين ابن كثير و شيخ جمال الدين مبارك و شيخ أبو طيب علامه صدر الدين شافعي و علامه محمد رفاعي و مفسر أفندي إسماعيل و زين الدين سيد مرشد همايون بادشاه و شيخ عبد الحق محدث دهلوي و حضرت شاه ولي الله محدث دهلوي مع جدهم رحمهم الله تعالىٰ و قول الخصم فى ما خصم قولا سوء وجد الإفتاء والتعمل على عمل مولد رسول الله صلى الله عليه وسلم وهكذا في مسائل أخرى. فقط.

الراقم الآثم المفتقر إلى الله الصمد فقير **غلام محمد**، حنفی، سہروردی، شہابی، بھالی نواں شہری، ضلع جالندھر۔

---

(۳۲) تقریظ حضرت مولانا مولوی ابوالفرید خوشی محمد صاحب، حنفی، نقش بندی، امام وخطیب جامع مسجد، جالندھر

بسم الله الرحمٰن الرحيم

میں نے اس کتاب «انوارآفتابِ صداقت» لاجواب کو ملاحظہ کیا، بے شک اسم بامسمیٰ پایا۔ اگرچہ علمائے ذوی الکرام کی تقاریظ کافی سے زیادہ ہو چکی ہیں اور ان کی نظروں میں یہ کتاب مقبول ہو چکی ہے۔ فقیر اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ زمرۂ علمائے کرام میں بہ حیثیت ایک مقرظ کے شمار ہو، لیکن بہ حسنِ ظنِ مصنفِ موصوف اپنے ناقص خیالات کا اظہار کرتا ہوں۔ اختلاف پر فرقہ دیوبندیہ وغیر دیوبندیہ کا امتیاز عوام پر تو درکنار خواص پر بھی مشکل تھا۔ چناں چہ فقیر کو بھی زمانۂ طالب علمی میں ایک مدت تک ان ہی مسائل کی ناواقفی کی وجہ سے اس فرقہ کے ساتھ حسن ظن رہا تھا۔ لیکن مدرسۂ دیوبند کے چند ایک طلبہ کے بے ادبانہ گفتگو سے ان کے حالات باطنہ کی واقفی ہوئی۔ اور ان کے اکابرین کی تصنیفات کا مطالعہ کرنے سے اس فرقہ کے عقائد باطلہ کی اچھی طرح قلعی کھل گئی، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے راہ راست دکھائی۔ الحمد لله علىٰ منته

مدت سے یہ خیال بھی تھا کہ کوئی صاحب ان مسائل پر محققانہ تفصیل کے ساتھ بحث کریں اور اس کو تحریر میں لائیں تا کہ عوام امت بھی ان کے پنجۂ ضلالت سے نجات پائیں۔ سوالحمدللہ کہ یہ کام ازل میں مکرم جناب قاضی صاحب موصوف کے نام تحریر ہو چکا تھا۔ اس لیے قاضی صاحب نے نہایت عرق ریزی سے ان مسائل کو بہ دلائل عقل و نقل کما حقہ ثابت کر دکھلایا۔ اور فرقۂ دیوبندیہ وہابیہ کی برسوں کی خفیہ خباثت کو ایسا ظاہر کیا کہ مزید برآں ممکن نہیں۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء في الدارین۔ آمین۔

فقیر (ابوالفرید) **خوشی محمد** عفی عنہ، حنفی، نقش بندی، خطیب مسجد کیمپ، جالندھر

جو ہے خوشی خدا کی وہ ہے خوشی محمد ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ

---

(۴۳) تقریظ حضرت مولانا مولوی مفتی سید محمد حنیف صاحب، حنفی، چشتی سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ امانت علی قدس سرہ، نکودر، ضلع جالندھر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

انوار آفتاب صداقت ہوئی طلوع اب مردنی سی چہرۂ دشمن پہ چھا گئی

کہتے ہیں اہل حق یہ مخالف کو دیکھ کر اے نجدیان ہند! قیامت ہے آ گئی

یہ کتاب جو "انوار آفتاب صداقت" کے نام سے ظلمت کدۂ عالم پر آفتاب بن کر ضوفگن ہونے کو ہے اور جس کے مضامین کی بلند پروازی مصنف کے زور تخیل کی رہین منت ہے اس قابل ہے کہ اس کو اختلافی مسائل میں حکم دے کر عمل پیرا ہوں۔

اس نیازمند نے مختلف مقامات سے اس کو دیکھا اور موافق عقائد و عمل اہل حق پایا۔ یہ اس کا مخصوص فضل ہے جس نے عالی جناب قاضی صاحب کو اس سعادت عظمیٰ کے لیے منتخب فرمایا۔

فضل احمد نے لکھی فضل محمد سے کتاب کیسے باریک مضامین ہیں اللہ اللہ

حررہ فقیر **سید محمد حنیف چشتی**

سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ امانت علی قدس سرہ، خطیب جامع مسجد و مفتی نکودر۔ ۱۲/اگست ۱۹۲۰ء

تقاریظ علماے کرام ہندوستان

---

(۴۴) تقریظ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، رفیع الدرجت، مجدد مأۃ حاضرہ، موید ملت طاہرہ، حضور پرنور حافظ قاری حاجی مولانا و بالعلم والفضل اولانا مولوی شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قادری دام ظلہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ألحمد لله الذي فضل أحمد على العٰلمين جميعًا، وأقامه يوم القيٰمة للمذنبين شفيعًا، وبعثه رحمة

للعٰلمین، فکان فضل أحمد ملاذا للائذین ومعاذا للعائذین فی الدنیا و یوم الدین، فمن لاذبه فقد لاذ بملاذ کریم، و من عاذبه فقد عاذ بمعاذ عظیم، و من جاد عنه فقد باد وحاد إلی نار جهنم و بئس المهاد، و صلی الله تعالیٰ وسلم علیٰ هٰذا الحبیب المصطفیٰ و الشفیع الرفیع المرتجیٰ ، و علیٰ آله و صحبه و ابنه و حزبه دائما أبد الآبدین، و سرمدا دهر الداهرین، و لعن الکفرة التبابیة، خصوصاً النجدیة الوهابیة، لا سیما الشیطانیة الکذابیة، فانهم بعدا لهم وسحقا أعداء الله و رسوله حقا، بملأ فیهم یسبون الله والرسول، ویقولون في أنفسم لولا یعذبنا الله بما نقول، حسبهم جهنم یصلون فبئس المصیر، لا یعجزون الله مهربا والله بما یعملون بصیر.

فقیرغفرلہ المولی القدیر نے مولانا المکرم، ذی اللطف والکرم، حامی سنت، ماحی بدعت، راشد ارشد، مولوی قاضی فضل احمد أیّده الله بفضل أحمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و کرّم و مجّد کی یہ کتاب «انوار آفتابِ صداقت» خود مصنف کی زبان سے بالاستیعاب سنی۔ ان کے ثبات علی الیقین وصلابت فی الدین واعانت مہتدین واہانت مفسدین پر حمدالٰہی بجالایا وللہ الحمد في الأولیٰ والآخرة هو أهل التقویٰ و أهل المغفرة، جعل الله سعیه مشکورا و ذنبه مغفورا وعدوَّه في الدین مقهورا، ولقي السنة نضرة وسرواً، ورزقهم في الدارین فضلا و نورا، وجعل الوهابیة قوماً بورا، وجعل مکائدَهم هباءً منثورا.

یہ کتاب اکثر مسائل متنازع فیہا کی جامع اور اصول وفروع وہابیت کی قامع ہے کأنه علی الوهابیة سقر لاتبقی ولا تذر جمع فأوعی، واستقصی فما أبقی من غث ولا سمین، ولا رخیص ولا ثمین.

انصاف خیرالاوصاف ہے، اگروہ پیشِ نظر ہوتو راہ صاف ہے۔ مردود پرسَو رَدّ کیے جائیں اورایک ہی لاجواب ہےتو اسی قدر کافی۔ اعتراض مطرود کے سو جواب دیے جائیں اور ایک ہی قاطع ہوتو اتنا ہی وافی، نہ کہ جہاں قواطع وافر، لوامع متکاثر۔ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح امام بخاری علیہ رحمۃ الباری ہے، اس کے بھی شواہد ومتابعات میں نہ التزامِ اصول، نہ تراجم وتعلیقات میں مراعات شرط موصول، توسخت بے انصافی ہوگی اگرکہیں کہیں سے کچھ زوائد یانوازل لے کر ان پر الٹے سیدھے اعتراض کریں اوراس کا نام جواب رکھیں، بلکہ کل کلام سے گلوکشاں ہوں توعہدہ برآ ہوں۔ و أنّٰی لهم ذٰلک والله لا یهدي الوهابیة إلا إلی طریق المهالک.

فقیر اپنے تمام اخوان اہل سنت اور بالخصوص برادرانِ طریقت سے اس کتاب کی سفارشِ خیر کرتا ہے۔ ومن یشفع شفاعة حسنة یکن له نصیب منها، رزقنا الله شفاعة المصطفیٰ في الأولیٰ والأخریٰ یوم القضاء، صلی الله تعالیٰ علیه و اٰله و صحبه و أحمد رضا آمین. والحمد لله رب العٰلمین.

قاله بفمه و أمر برقمه العبد الفقیر **أحمدرضاالقادري** البریلوي

کان اللہ له و حقق أمله و صانه عن شر کل غبي و غوي لأربع بقین من صفر المظفر ،سنة تسع و ثلثین وألف و ثلاث مأة من هجرة من به الظفر ، صلی اللہ تعالیٰ و سلم علیه و من أمته جمیعا عفا و غفر ،أمین.

مہر مدرسہ اہل سنت و جماعت بریلی	مہر محمد رضا خاں قادری عرف محمد عبد الرحمٰن
مہر عبد المصطفیٰ احمد رضا خاں قادری	مہر مصطفیٰ رضا خاں قادری آل الرحمٰن محمد عرف ابو البرکات محی الدین جیلانی
	مہر محمد عبد اللہ السنی الحنفی القادری الرضوی

---

(۳۵) تقریظ حضرت مولانا المکرم سید غلام قطب الدین صاحب، چشتی، نظامی، پردیسی، برہمچاری، سہیل ہند، سہسوانی، سرپرست حلقہ انجمن اشاعت الحق، بریلوی

ھو الحق ۔ میرے محترم بزرگ حضرت مولانا قاضی فضل احمد صاحب لدھیانوی جو نہ صرف سنی ہونے کا فخر رکھتے ہیں، بلکہ سنی گر اور محی السنہ ہیں ۔ آپ نے تمام دنیا کے سنیوں پر احسانِ عظیم بہ صورت کتاب «انوار آفتابِ صداقت» فرمایا ہے ۔ کتاب «انوار آفتابِ صداقت» اپنی خوبیوں سے یقیناً ہر قلب کو منور اور درخشاں کرے گی ۔

مسلمانو، سنیو!! دل کے ہاتھوں سے، عقیدہ کے ہاتھوں سے اس کتاب کو تھامو ۔ دل میں عمل اور محبت سے رکھو ۔ میں حقیر واعظ اس کتاب کی تعریف اور قدر کے موافق اپنے پاس الفاظ نہیں رکھتا، مگر مختصر عرض کرتا ہوں کہ بہت کتابوں اور بہت عالموں کے مسائل سب «انوارِ آفتابِ صداقت» میں جمع کر دیے گئے ہیں ۔

خادم دین سید المرسلین سید غلام قطب الدین ، چشتی ، نظامی ، سہیل ہند، سہسوانی ، عرف پردیسی ، برہمچاری
صدر حلقہ اشاعت الحق ، بریلی ۔ یکم ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

تقاریظ علمائے کرام ریاست رام پور افغاناں

---

(۳۶) تقریظ حضرت مولانا الفاضل ادیب کامل مولوی محمد ظہور الحسین العمری، الفاروقی، النقش بندی، المجددی، مقام رام پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذي أقمع الأباطیل و أعوانه وأزهق الخزعبیل و أنصاره و أظهر الحق و أبهر برهانه و أزهره بحیث لا یمكن كتمانه وأوضح مناهجه ومناطه وشدّد أركانه و رفع أعلام الدین و شیّد بنیانه و نضّر أهله و نوّر حزبه و أعلیٰ نمائه و قمع أعدائه و نصلي ونسلم علی حبیبه محمد ن الذي ظهر دینه فانهدم الباطل وأساطینه.

أما بعد! فقد اطلعت علیٰ هٰذا الکتاب الذي ألّفه الفاضل المفضل صدیقنا الأوحد الأسد الأشد الأرشد الحصي الحفي المولوي فضل أحمد النقش بندي المجددي متّع الله المسلمین بطول بقائه وصانه في حرزه ووقائه عن شر کل عمي و غوي فاذا سفر دافع لمکائد الفرق الباطلة الدنیة وقامع لمکائد أهل الحقائد ورؤسائهم النجدیة. اللّٰهمّ اجعله نافعاً للمسلمین وقامعا لما ابتدع في الدین بحرمة حبیبك سید المرسلین وآله و صحبه الهادین المهتدین اٰمین یارب العٰلمین۔[1]

کتبه: الفقیر إلی ربه الغني **محمد ظهور الحسین** العمري، الفاروقي، النقش بندي، المجددي، الحنفي، الرامفوري، عامله الله سبحانه بلطفه الصوري والمعنوي في السادس من شهر الربیع الأول سنة تسع وثلاثین بعد ثلاث مأة وألف من الهجرة النبویة علی صاحبها ألف ألف تحیة۔

---

(۳۷) تقریظ حضرت مولانا مولوی محمد نور الحسین خلف الرشید حضرت مولانا مولوی محمد ظہور الحسین فاروقی، نقش بندی، مجددی، رام پوری

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله تعالیٰ عمّ نواله و صلوٰته مع صلاته علیٰ مظهر الأم لجلاله و جماله و علیٰ اٰله الشارحین لمقاله و أصحابه الحاملین لکماله.

أما بعد! فقد اطلعت علیٰ الرسالة الجلیلة والعجالة النافعة اللطیفة التي ألّفها أسد السنة سدّ الفتنة العالم الفاضل الفهامة الألمعي المولوي فضل أحمد النقش بندي، المجددي فوجدتها لکشف مکائد أهل الحقائد جامعة ولمقالات المبتدعین دامغة ولعقائد هم الکاسدة الباطلة رادعة قدملأت الوطاب بالدلائل الساطعة والحجج القاطعة. فیا لجهد من ألّفها ولشان من صنفها ولسعي من ورصّفها حیث لم یال جهداً فیما سعی فجزاه الله تعالیٰ خیر الجزاء وتَقَبَّل جهده وشکر سعیه وأحسنَ في الدارین رعیه. اٰمین یارب العٰلمین بحرمة من لانبي بعده.

قاله بفمه و رقمه العبد المفتقر الي رأفة رب النشأتین **محمد نور الحسین** کان الله له في الدارین المورخ في السابع من شهر الربیع الأول ۱۳۳۹ من الهجرة المقدسة النبویة علی صاحبها ألف ألف تحیة.

---

[1] ترجمہ: حمد وصلاۃ کے بعد فقیر عرض گزار ہے کہ میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا جسے فاضل، مفضل، ہمارے رفیق بے مثال، شیر ببر، جادۂ شریعت پر گام زن، زیرک و دانا حضرت مولانا فضل احمد، نقش بندی، مجددی نے تالیف کی ہے۔ اللہ جل شانہ ان کی درازی عمر سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے اور انھیں ہر اندھے، گم راہ کے شر سے اپنے حفظ وامان میں رکھے۔
اے اللہ! جب خسیس فرقِ باطلہ کے مکر کو دفع کرنے اور کینہ وروں اور ان کے نجدی سرداروں کے فریب کو ختم کرنے والی کتاب آ گئی تو تو اپنے حبیب سید المرسلین ﷺ، ان کی آل اور ان کے ہدایت یافتہ ورہ نما اصحاب کے صدقہ وطفیل اسے تمام مسلمانوں کے لیے نفع بخش اور دینی بدعات وخرافات کو ختم کرنے والی کتاب بنادے۔ آمین یارب العالمین۔

(۳۸) تقریظ حضرت مولانا المکرم والمعظم فاضل بے بدل مولوی معوان حسین حنفی، نقش بندی، مجددی، مہتمم مدرسہ ارشاد العلوم، ریاست رام پور، محلہ چاہ شور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذي أعز الإنسان وجعله أشرف المخلوقات بالعلم والبيان وأرسل رسوله سيد الإنس والجان بالهداية والتبيان ورفع له الدرجات و أعلىٰ المكان صلوات الله عليه و علىٰ اٰله و صحبه هم نجوم الاهتداء والإيقان.

امابعد! میں نے «انوارآفتابِ صداقت» کو اکثر جگہ سے دیکھا، جناب محترم مولانا قاضی فضل احمد صاحب نے حق تالیف ادا فرمایا ہے اور وہابیہ نجدیہ کے عقائد کی خباثت ظاہر کرتے ہوئے موافق مذہب حق اہل سنت والجماعت جواب لاجواب دیا ہے۔فللّٰه در المؤلف وجعل سعيه مشكوراً۔

حضرات اہل سنت ایسی ہستیوں پر جس قدر فخر کریں بجا ہے۔واٰخر دعوانا أن الحمد لله رب العٰلمين۔

معوان حسین مجددی، مہتمم مدرسہ ارشاد العلوم واقع ریاست رام پور، محلہ چاہ شور، بقلم خود

مہر۔ | معوان حسین حامی دین محمد مصطفی ۱۳۲۰ھ |

---

(۳۹) تقریظ حضرت مولانا المحترم مولوی محمد رشید الرحمٰن نقش بندی، مجددی، مدرس مدرسہ ارشاد العلوم

بسم الله الرحمٰن الرّحيم

الحمد لله نحمده و نستعينه ونستغفره و نؤمن به ونتوكل عليه و نعوذ بالله من شرور أنفسنا و من سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له ونشهد أن لا اِلٰه إلا الله ونشهد أن محمداً عبده ورسوله المصطفىٰ و أمينه المجتبىٰ شمس الضحىٰ بدر الدجىٰ صدر العلىٰ كهف الورىٰ سراج بلاد الله و خير عبادالله محمد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه واٰله و أصحابه وسلم.

امابعد! میں نے کتاب «انوارآفتابِ صداقت» مولفہ جناب مولوی قاضی فضل احمد لدھیانوی کو اکثر جگہ سے مطالعہ کیا، مؤلف موصوف نے مذہب حق اہل سنت والجماعت کو کافی ووافی طور پر ثابت کر کے عقائدِ فرقِ باطلہ مثل وہابیہ نجدیہ کے رد میں خوب ہی دنداں شکن جواب دیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مولّف موصوف کو جزاے خیر عطا فرمائے اور اس کتاب کو گم گشتگانِ راہ ہدایت کے لیے خضر راہ بنائے۔

آمین۔ و هو المقصود من هذا التالیف و لله در المجیب[1]۔

محمد رشید الرحمٰن مجددی، مدرس مدرسہ ارشاد العلوم، واقع محلہ چاہ شور، ریاست رام پور

مہر | محمد رشید الرحمٰن مجددی ۱۳۲۰ھ |

---

(۴۰) تقریظ حضرت مولانا مولوی محمد شجاعت علی صاحب
مدرس مدرسہ ارشاد العلوم ریاست رام پور، محلہ چاہ شور

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

کتاب «انوار آفتاب صداقت» کے بعض بعض مقامات دیکھے، مولّف مصیب نے بحمد اللہ تعالیٰ بکمال سعی خیالات واہیہ وہابیہ کی پوری پوری تردید فرما کر امر حق کا اثبات فرمایا ہے۔ خداوند ان کی حسن سعی قبول فرمائے۔ آمین۔

محمد شجاعت علی مدرس اول مدرسہ ارشاد العلوم، واقع ریاست رام پور

محلہ چاہ شور | مہر شجاعت علی |

---

(۴۱) تقریظ حضرت مولانا مولوی قاضی ابوالکمال محمد اشہد الدین صاحب، سلطان البیان، شہر مراد آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلي علیٰ رسولہ الکریم

الحمد للہ کہ آفتابِ صداقت وحقانیت طلوع ہوا[2] اور وہابیہ جنھوں نے دین سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر آفتوں کی بارشیں کیں، ظلم وستم کی آندھیاں چلائیں اور دغابازی کی گھٹائیں ڈالیں۔ ان کے مکروفریب کی تاریکیوں کو اپنی شعاعوں سے دور فرمایا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے مصنف حضرت مولانا قاضی فضل احمد صاحب کو اولیٰ وآخرت میں ان ہی انوارِ کریم کی روشنی میں رکھے۔ آمین۔

المعتصم بحبل اللہ المتین ابو الکمال **محمد اشہد الدین** عفی عنہ المعین، مرادآبادی

---

[1] ترجمہ: اور یہی اس کتاب کی تالیف کا مقصد ہے اور وہابیہ نجدیہ کے اعتراضات کا جواب دینے والے قاضی فضل احمد صاحب کی خوبیاں اللہ ہی کے لیے ہیں۔

[2] یعنی کتاب انوارِ آفتابِ صداقت منظرِ عام پر آئی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انوارِ آفتابِ صداقت

۱۳۳۷ھ

از

قاضی فضل احمد لدھیانوی علیہ الرحمہ

تحمید

مسلمانو! وہابیوں اور مرزائیوں سے بچو!!

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علے رسولہ الکریم

یکون فی آخر الزمان دجّالون کذابون یأتو نکم من الأحادیث بما لم تسمعوا
آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے بڑے دھوکے باز جھوٹے تمھارے پاس وہ باتیں لائیں گے جو نہ تم نے سنیں
أنتم و لا أبا ئکم، إیاکم و إیاھم لا یضلونکم و لا یفتنو نکم .
(صحیح مسلم، مقدمہ باب النھي عن الروایۃ عن الضعفاء والإحتیاط فی تحملھا، حدیث:۱٦)
اور نہ تمھارے باپ دادے نے۔ بچو! ان سے، دور کرو ان کو تاکہ تم کو گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں

وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ .
(پارہ:۷، الانعام:٦، آیت:٦۸)
اور اگر تمھیں شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھو!

وَلَا تَرْکَنُوْٓا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ .
(پارہ:۱۲، ھود:۱۱، آیت:۱۱۳)
اور ظالموں کی طرف مت جھکو کہ تم کو آگ میں جھونک دیں گے۔

تمہید

الحمد للهِ وحده، والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعده، وألہٖ وأصحابہٖ أجمعین

امابعد! عرض کرتا ہے خاک سار، ذرہ بے مقدار، احقر عباداللہ الصمد قاضی فضل احمد عفی اللہ تعالیٰ عنہ، سنی، حنفی، نقش بندی، مجددی، صادقی، کورٹ انسپکٹر پولیس پنشنر لدھیانہ کہ عرصہ تخمیناً دوسال کا ہوا ہے کہ وہابیۂ دیوبندیۂ لودھیانہ نے خاک سار کو بوجہ اس کے کہ مولود شریف کی محفل کرتا اور اس میں حاضر ہوتا اور تعظیم میں رسول خدا ﷺ کے ذکر ولادت شریف کے وقت قیام کرتا ہے اور فاتحہ خوانی وایصال ثواب موتی کو جائز رکھتا ہے۔ کافر اور مشرک کہنا شروع کیا، اس لیے میں نے ایک فہرست مختصر عقاید وہابیہ اسمٰعیلہ دیوبندیہ کی بہ تصدیق مولانا مولوی عبدالحمید صاحب مفتی شہر لدھیانہ شائع کی جس کی نقل شامل ہے۔ اس واسطے وہابیہ دیوبندیہ لدھیانہ آگ بگولا اور جل کر کوئلے ہوگئے۔ اور مرزائیوں کے ساتھ مل کر ایک اشتہار چھاپا۔ جس میں مجھے گالیاں دے کر توہین کی گئی۔ اس سے پہلے مرزائیوں نے تین اشتہار میرے بر خلاف شائع کیے۔ جب دیکھا کہ یہ لوگ گالیاں دینے اور توہین کرنے سے باز نہیں آتے، لاچار انصاف کے لیے نالش دائر کر دی، جس کے دوران میں وہابیوں نے مرزائیوں کی امداد بہ دل سے کی اور نہایت دلی کوشش سے کسی نے ان کے کاغذات لکھنے میں مدد کی اور کسی نے کتاب "بحرالرائق" بہم پہنچائی، کسی نے "شرح مواقف" مہیا کر دی، کسی نے ان کی عبارت غلط سلط بے محل نکال کر نشان کر دیے، کسی نے اپنے وعظوں میں مرزائیوں کی تعریفیں کیں، کسی نے میرے خطوط کچہری میں پیش کیے۔

وہی وہابی جن کے بزرگوں نے اپنے فتووں میں لکھا تھا کہ مرزا اور مرزائی مرتد ہیں، ان کے ساتھ میل ملاپ رکھنے والا بھی ویسا ہی کافر ومرتد ہے۔ ان فتووں کی بھی پروا نہیں کی۔ خیر اس پر بھی کفایت نہ ہوئی تو ایک وہابی دیوبندی اپنے رشتہ دار قریبی کے نام سے ایک رسالہ ۴۴ صفحہ کا "قاضی فضل احمد کے اشتہار کی حقیقت کا انکشاف" نام کا شائع کیا۔ درآں حالے کہ میں مقدمہ کی پیروی میں مصروف تھا۔ فہرست عقائد کا جواب دیتے ہوئے بڑی تعلّی[1] کے ساتھ گالیاں دے کر اپنی تہذیب کو ظاہر کیا ہے۔ ملزمان مقدمہ کو کچہری نے رہا کر دیا۔ چوں کہ اس کے جواب لکھنے کو اس لیے دل نہیں چاہتا تھا کہ بہتیری کتابیں ایسی موجود ہیں جن میں فرداً فرداً قریباً تمام مسائل کے جوابات ہو چکے ہیں۔ اس لیے مفتی ساکن "بسی" علاقہ ریاست پٹیالہ کو جس کے نام سے رسالہ مذکور لدھیانہ میں چھاپا گیا جواب لکھنے میں تعویق[2] کی اور یہ بھی خیال تھا کہ کچہری

[1] تعلّی: شیخی، ڈینگ۔ [2] تعویق: تاخیر۔

میں یہ سب جوابات آجائیں گے۔ لیکن عدالت نے میرا حق مکرر سوالات کے جوابات دینے کا غصب کرکے انکار کردیا اور جوابات کو نہیں لکھا۔ چوں کہ ناواقفوں کو خیال پیدا ہونے کی وجہ سے کہ اس کا جواب شاید نہ ہوسکتا ہو جیسے کہ کاتب رسالہ نے تعلّی کی ہے، اس لیے مناسب تصور کیا گیا کہ جواب رسالۂ مذکور کا مختصر سا لکھ دیا جائے اور وہ ایسا مسکت ہو کہ کافی شافی سے بھی زیادہ ہو۔ لہٰذا خدا تعالیٰ اور آں حضرت ﷺ کے فضل و کرم سے جواب اس کا بہ طرز **قولہ** اور **اقول** کے تحریر کرتا ہوں، تا کہ ناظرین کو اصل رسالہ کے دیکھنے کی بھی ضرورت نہ رہے۔ امید ہے کہ خداوند کریم کسی وہابی کو بھی ہدایت نصیب کرے۔ اور اپنے خالص سنی اہل سنت و جماعت بھائی کو تقویت ایمان و ایقان کا باعث ہو۔ واللہ المستعان

تنبیہ : نقل فہرست عقائد وہابیہ اسمٰعیلیہ دیوبندیہ کی یہاں بجنسہ درج کی جاتی ہے۔ اس میں بعض عبارات کتب وہابیہ بلفظہ نقل کی گئی ہیں۔ اور بعض ملخصاً بحوالہ صفحہ جات درج کی گئی ہیں۔ جو عبارات بلفظہٖ ہیں۔ وہ بعینہٖ عبارت درج کی گئی ہے۔ اور جو ملخصاً ہے وہ خلاصۂ عبارات کتب وہابیہ ہے اس کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے۔ تا کہ غلطی یا غلط فہمی سے یہ نہ کہا جائے کہ کتابوں[1] محولہ میں عبارات موجود نہیں۔ جیسے کہ مؤلف رسالہ نے غلطی کھائی ہے۔

نقل فہرست عقائد وہابیہ اسمٰعیلیہ دیوبندیہ
مخالف اہل سنت و جماعت

بسم اللہ الرحمن الرحیم !

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مختصر فہرست عقائد وہابیہ اسمٰعیلیہ دیوبندیہ مخالف اہل سنت و جماعت

ہم اپنے برادران دینی خالص سنی حنفی کے عقائد کی اصلاح کو اپنا فرض سمجھتے ہوئے اس بات کے اظہار کو لازمی اور ضروری خیال کرکے اطلاع دیتے ہیں کہ وہ اچھی طرح سمجھ لیں اور ہوش کریں کہ وہابیہ کی دو قسمیں ہیں۔

ایک تو وہ جنھوں نے علانیہ ہم سے جدائی اختیار کرلی اور اجماع امت سے علاحدہ ہوکر تقلید شخصی کا انکار کردیا۔ ان سے ہم کو کچھ سروکار نہیں۔ مگر دوسرے قسم کے وہابیہ ان کا فتنہ نہایت عظیم ہے۔ اور ضرر رساں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ظاہر میں بڑے زور سے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مقلد اور پکے حنفی ہیں اور تقلید امام کو تمام اصول اور فروع میں واجب سمجھتے ہیں۔ مگر عقائد میں اکثر غیر مقلدوں سے بالکل متفق ہیں۔ اس لیے امامت ان کی ناجائز اور وہ قابلِ نفرت ہیں۔ مختصر فہرست ان کے عقائد کی حسب ذیل ہیں۔ نقل کفر کفر نہ باشد:

---

[1] کتبِ محوّلہ۔

فہرست عقائد وہابیہ [1]

نمبر شمار	مضمون عقیدۂ وہابیہ	نام کتب ومصنف وصفحہ کتاب
۱	خدا کا جھوٹ بولنا ممکن ہے　ملخصاً (الف) اگر مراد از محال ممتنع لذاتہ است کہ تحت قدرت الٰہیہ نیست پس لانسلم بلفظہٖ (ب) امکانِ کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا۔ قدما میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں ملخصاً کے خلاف ہے۔	رسالہ یک روزی مولوی محمد اسماعیل دہلوی، ص: ۱۴۵ تقویۃ الایمان، ص: ۳۱ مولوی خلیل احمد کی براہین قاطعہ، ص: ۲ بلفظہٖ براہین قاطعہ، ص: ۳
۲	آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم بڑے بھائی کے برابر کرنی چاہیے۔ ملخصًا	تقویت الایمان، مولوی اسماعیل دہلوی، ص: ۶۰
۳	آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی شان کے سامنے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔　ملخصًا	ایضاً　ص: ۱۴-۱۹
۴	آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔ ملخصًا	ایضاً　ص: ۵۵
۵	اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا اپنے حکم سے اس کا شفیع بنائے گا۔ بلفظہٖ	ایضاً　ص: ۳۳
۶	آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات النبی نہیں، مر کر مٹی ہو گئے۔ بلفظہٖ وملخصًا	ایضاً　ص: ۶۰
۷	آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ قدرت نہیں اور نہ وہ سنتے ہیں۔ ملخصًا	ایضاً　ص: ۶، ۸، ۲۳، ۲۹
۸	آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب خدا کا دیا ہوا ماننا بھی شرک ہے۔ ملخصًا	ایضاً　ص: ۱۰، ۲۶، ۲۷
۹	آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک بات کا بھی غیب دان جاننا شرک ہے۔ ملخصًا	ایضاً　ص: ۲۷، ۵۸
۱۰	آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مطہرہ کی فقط زیارت کو سفر کرنا شرک ہے۔ ملخصًا	ایضاً　ص: ۱۰، ۴۰
۱۱	آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مطہرہ کے سامنے تعظیم کے لیے کھڑا ہونا شرک ہے۔　ملخصًا	تقویۃ الایمان مولوی اسمٰعیل دہلوی ص: ۴۰، ۴۱، ۴۳
۱۲	آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یا محمد، یارسول اللہ کہنا شرک ہے۔ ملخصًا	ایضاً　ص: ۲۳

[1] اس فہرست کی اشاعت اکتالیس ہزار کاپی حضرت مولوی، منشی، حاجی محمد لعل خاں صاحب قادری مدراسی کلکتہ میں زبان اردو اور بنگالی میں فرمائی، جس سے وہابی لوگ جل کر کوئلے ہو گئے۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔ ۱۲ منہ۔

نمبر شمار	مضمون عقیدۂ وہابیہ	نام کتب ومصنف وصفحہ کتاب
۱۳	آں حضرت ﷺ کی مثل اور بھی پیدا ہونا ممکن ہے۔ ملخصًا	ایضاً　ص:۳۱
۱۴	آں حضرت ﷺ جملہ بنی آدم کے برابر ہیں۔ بلفظہٖ	براہین قاطعہ، مولوی خلیل احمد، ص: ۳
۱۵	آں حضرت ﷺ سے شیطان کو علم زیادہ ہے۔ ملخصًا	ایضاً　ص:۵۱
۱۶	آں حضرت ﷺ کے علمِ غیب کی کیا خصوصیت ہے ایسا علم تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کو بھی حاصل ہے۔ بلفظہ	حفظ الایمان، مولوی اشرف علی تھانوی ص:۷
۱۷	خدا سے ہم کو کام ہے، آں حضرت ﷺ سے نہیں۔ ع: با خدا داریم کار و با خلائق کار نیست۔ بلفظہ	بسط البنان، مولوی اشرف علی ص:۷
۱۸	حق سبحانہ تعالیٰ کو جہت ومکان سے منزہ سمجھنا بدعت وگمراہی ہے۔ ملخصًا	ایضاح الحق، اسماعیل دہلوی، ص: ۲۴
۱۹	آں حضرت ﷺ کا مولد شریف کرنا اور قیام تعظیمی کے لیے کھڑا ہونا، بدعت وشرک ہے، مثل کنھیا کے جنم کے ہے۔ ملخصًا	فتویٰ مولوی رشید احمد، ص: ۱۳، براہین قاطعہ مولوی خلیل احمد، ص: ۲۲۸
۲۰	آں حضرت ﷺ کا نماز میں خیال آنا بیل اور گدھے سے بدتر ہے۔ بلفظہ	صراط مستقیم، مولوی اسماعیل، ص: ۸۶
۲۱	کعبۃ اللہ شریف میں جو چار مصلے بنائے گئے ہیں، وہ مذموم ہیں۔ بلفظہ	سبیل الرشاد، مولوی رشید احمد
۲۲	آں حضرت ﷺ کی فاتحہ بارہویں شریف کی شیرینی، میلاد شریف اور گیارہویں شریف حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا کھانا کھانا حرام ہے مثل ہنود کے۔	فتویٰ رشید احمد، ص: ۱۶، ۱۷ فتویٰ براہین قاطعہ خلیل احمد انبیٹھوی
۲۳	ختم فاتحہ بزرگان مثل سویم، دہم، چہل وغیرہ کو ہنود کی رسوم بیان کرتے ہیں۔	فتویٰ براہین قاطعہ، خلیل احمد انبیٹھوی

باوجود ایسا سمجھنے کے بھی خود مسلمانوں کے گھروں سے لے کر کھاتے ہیں اور اچھی طرح کھانا سامنے رکھ کر ختم فاتحہ پڑھتے ہیں، منافقانہ۔

مسلمان بھائیوں کو لازم ہے کہ ایسے عقیدہ والے سے ایصالِ ثواب کرنا کرانا ضائع کرنا ہے۔ ہر مسلمان بھائی اس فہرست کو اپنے پاس جیب میں رکھے اور حفظ کر لے۔　　راقم آثم فضل احمد المشتہر شہر لدھیانہ (عفی اللہ عنہ)

بندہ نے ان عبارات مندرجہ بالا کو تحقیق کیا، واقعی ایسا ہی پایا۔ بلاشبہ ایسے عقیدہ والوں سے از حد نفرت اور ان کی امامت سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ہماری نماز ان کے پیچھے نہیں ہوتی۔ (بقلم خود عبد الحمید، عفی عنہ، مفتی شہر لدھیانہ)

ختم ہوئی فہرست عقائد وہابیہ اسماعیلیہ دیوبندیہ کی۔

قولہ : ہمارے مطالبات کا جواب نہیں دے سکتے ہیں مگر ہر دو صاحبان[1] کو واضح ہو کہ آپ کا یہ سکوت قابلِ رحم ہے۔ پھر مجھے «اِنْ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ» الخ کی آیت اس پر مجبور کرتی ہے کہ آپ کو حق کی طرف بلاتا ہوں۔ الخ بلفظہٖ (ص:۸، سطر ۱۳)

اقول : مولوی صاحب آپ کو معلوم ہے کہ میں اپنے مقدمہ میں مصروف تھا اور آپ کے بھائیوں نے مرزائیوں کو اپنی امداد سے مرہون کر رکھا تھا اور خیال یہ تھا کہ سب جوابات کچہری میں لکھے جائیں گے، جو قانونی میرا حق تھا۔ مگر افسوس عدالت نے حسب قانون و وعدہ خود میرے جوابات کو نہ لکھا اور بعد انفصال مقدمہ میں سخت بیمار ہو گیا۔ جس پر آپ لوگ اور مرزائی میرے مرنے کے آرزومند تھے۔ لیکن خداوند کریم نے مجھے صحت بخش کر آپ لوگوں اور تمام مرزائیوں کو سخت نادم کر کے ہمیشہ کے لیے انفلوئنزا[2] قائم کر دیا۔ آپ کا جواب دینا بھی میرے لیے فرض نہیں تھا کہ آپ کے حکم کی تعمیل فوری کرتا۔ لیکن جب کہ آپ نے یہ رسالہ جوابات خلاف اہل سنت و جماعت لکھ کر تعلّی کی ہے تو اب ٹھنڈے دل سے جوابات مدلل و مبرہن سنیے اور غور کیجیے۔ اگر خدا توفیق دے تو اپنے حق کو ناحق سمجھ کر حق کو اور صراطِ مستقیم کو قبول کیجیے اور واقعی حق وہی ہے جس پر میں اور جمہور علمائے متقدمین اور متاخرین چلے آتے ہیں۔

مولانا عبدالحمید صاحب مفتی شہر کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں، میں خود آپ کی خاطر کے لیے تیار ہوں۔

آپ نے آیت «اِنْ كُنْتُمْ» الآیہ لکھ کر اپنی قرآن دانی کو ختم کر دیا ہے۔ کیوں کہ جس کو آپ نے قرآن شریف کی آیت لکھا، وہ قرآن شریف میں جو مسلمانوں کے پاس ہے، درج نہیں ہے۔ شاید وہابیوں کے قرآن میں ہو۔ اگر آیت شریف کے معنی بھی آپ کو آتے، تب بھی اس کو آیت شریف بیان نہ کرتے۔ اور اگر اس کو بقول آپ کے آیت سمجھا جائے، اور معنیٰ بھی صحیح سمجھے جائیں تو واقعی یہ آیت گروہ دیوبندیہ کی نسبت صحیح ہے۔ اس لیے کہ لفظ «اِنْ» شرطیہ اس کے ساتھ لگایا گیا ہے۔[3] اور اس پر زیادہ افسوس آپ کی قرآن دانی کا یہ ہے کہ آیت لکھ کر اس کے آگے علامت ”الخ“ لگا دی ہے۔ آپ کو یہ بھی پتہ نہیں کہ آیت شریف پوری نہ لکھی جائے تو علامت ”الآیہ“ لکھی جایا کرتی ہے۔

---

[1] ہر دو صاحبان الخ سے مولوی صاحب کی مراد نیاز مند اور مولوی عبدالحمید صاحب مفتی شہر لدھیانہ ہیں ۱۲ منہ

[2] انفلوئنزا: وبائی زکام۔

[3] آیت اس طرح ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ الآیۃ۔ یعنی «كُنْتُمْ» سے پہلے «ان» نہیں ہے۔ ۱۲ منہ

باب اول

عقیدہ نمبر ۱: وہابیہ دیوبندیہ وغیر مقلدین

”خدا کا جھوٹ بولنا ممکن ہے“

قولہ: توضیح مطالبہ نمبر:۱، بر عقیدہ نمبر:۱

مندرجہ اشتہار مشتہرہ منجانب قاضی فضل احمد بہ تصدیق مفتی عبدالحمید آپ نے اپنے اشتہار میں وہابیہ کا عقیدہ نمبر (۱) یہ لکھا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے جھوٹ بولنے کو ممکن کہتے ہیں جس کے ثابت کرنے کے لیے آپ نے یک روزی اور تقویۃ الایمان و براہین قاطعہ کی عبارات مصنفوں کا مطلب خبط کر کے لکھی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ ہر دو صاحبان نے ان عبارات کا اصل مطلب نہیں سمجھا۔ بلفظہٖ (صفحہ:۹، سطر:۱)

اقول: مولوی صاحب! آپ کا خیال محض غلط بلکہ اغلط۔ رسالہ یک روزی فارسی (کچھ الفاظ عربی زبان) میں ہے اور باقی دونوں کتابیں اردو زبان میں ہیں، نہ تو وہ ترکی اور لاطینی، عبرانی و یونانی ہیں، جن کی عبارات سمجھا جانا مشکل ہو اور ہم کو یقین ہے کہ فارسی اور عربی اور بالخصوص اردو عبارت کا سمجھنا ہمارے لیے آپ سے زیادہ تر آسان ہے اور اصل مطلب شاعر اگر در بطن ہے تو نہ آپ سمجھیں گے اور نہ کوئی دوسرا سمجھے گا، تو کاگ بھاکھا[1] لکھنے کا کیا فائدہ۔ لکھنا اور بولنا دوسرے کے سمجھانے کے لیے ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو فعل عبث ہے یا یہ ہوگا کہ ان کتابوں کو وہابی ہی سمجھیں اور سنی نہ سمجھیں، یہ عجیب ہے اور یہ جو آپ نے لکھا ہے ”کہ مطلب خبط کر کے لکھا ہے“ یہ بھی غلط ہے۔ کیوں کہ آپ نے کسی عبارت خبط شدہ کا حوالہ نہیں دیا، کہ فلاں عبارت حذف کی گئی یا فلاں عبارت کا مطلب خبط کیا گیا ہے۔ جب کہ عبارات کو میں نے پورے طور پر لکھ دیا۔

قولہ: مصنفین کتب محولہ بالا کا مطلب اس جگہ جہاں ان کی کتب میں عبارات لکھی ہیں مسئلہ خلف وعید کو ثابت کرنے کا ہے، جس کی بحث کے ضمن میں امکان کذب کی بحث بھی آجاتی ہے۔ بلفظہ (صفحہ ۹، سطر ۷)

اقول: مولوی صاحب! آپ نے بہت معقول فرمایا کہ مصنفین کا مطلب خلف وعید کو ثابت کرنا ہے۔ اور اسی میں امکان کذب باری تعالیٰ کی بھی بحث آجاتی ہے۔ تو خلف وعید اور کذب اللہ تعالیٰ ایک ہی بات ہے۔ گویا آپ کو اقبال ہے۔ تو بحث کی ضرورت نہیں۔ اچھا فرمائیے خُلف وعید کے کیا معنیٰ ہیں؟ یہی کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ اور وعید کے خلاف کرتا ہے۔ دوسرے معنوں میں جھوٹ بولتا ہے، کیوں کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف کرتا ہے تو صاف ہے کہ جھوٹ

---

[1] کاگ بھاکھا: کوے کی بولی۔

بولتا ہے۔ اور یہی کذب باری تعالیٰ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ صحیح ہے۔ اور یہی مطلب ان کتب کا ہے۔ پھر آپ نے کیسے لکھ دیا کہ "مطلب نہیں سمجھے" "مطلب کو خبط کر کے لکھا ہے" یہاں آپ کی سمجھ کا ہی قصور نکلا۔

قولہ : سو واضح رہے کہ خلف وعید کے اہل سنت بڑے شد و مد سے قائل ہیں کیوں کہ وہ قادر مطلق ہے، جیسا کہ آیت ذیل سے ثابت ہے: «اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ.»، «وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا» بلفظہٖ (صفحہ ۹، سطر ۹)

اقول : لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم خوب! یہاں تو آپ نے کمال کر دیا اور ایسا ہی جھوٹ آپ نے لکھ مارا جیسے خداوند تعالیٰ اصدق الصادقین کی بہ نسبت کذب کا لگانا، میں کہتا ہوں آپ کے دیوبندی بزرگ جن کے آپ حمایتی بنتے ہیں وہ تو اس مسئلہ کو اختلا فیہ اشعریہ لکھ رہے ہیں۔ مگر آپ نے ان سے بھی بڑھ کر ایسا کمال کیا ہے جس کی داد پانے کے آپ مستحق ہیں۔ پہلے اس سے آپ کو اگر دستار فضیلت حاصل نہیں ہوئی ہے تو اس کمال کے صلہ میں دو دستاریں ملنی چاہئیں۔

دیکھیے مولوی رشید احمد و مولوی خلیل احمد صاحبان آپ کے پیر و مرشد اپنی براہین قاطعہ میں یوں لکھتے ہیں۔ وھو ھذا

(۱) امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا قدما میں اختلاف ہوا ہے۔ کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں۔ بلفظہ (صفحہ: ۳، سطر: ۱۵، براہین قاطعہ)

(۲) امکان کذب کہ خلاف وعید کی فرع ہے جو قدما میں مختلف فیہ ہو چکا ہے۔ بلفظہ

(صفحہ: ۳، سطر: ۲۔ براہین قاطعہ)

(۳) ردالمحتار میں ہے:

[۱] هل يجوز الخلف في الوعيد؟ فظا هر ما فى المواقف والمقاصد: أن الأشاعرة قائلون بجوازه؛ لأنه لا يعد نقصاً، بل جوداً و كرماً. بلفظه(صفحه: ۲، سطر:١٦، براهين قاطعه)

کہیے کون سے اہل سنت بڑی شد و مد سے خلف وعید کے قائل ہیں۔ اگر چہ بعض اشعریہ اس کے قائل لیکن محققین اشاعرہ جو کثرت سے اس کے قائل نہیں اور ماتریدیہ تو کلہم قائل نہیں۔ حالاں کہ آپ بھی ماتریدیہ میں قدم رکھتے ہیں، اور بعض اشاعرہ کی سند کو پیش کرتے ہیں، آفرین ہے۔

عجب العجب اور طرہ اور طرفہ مولوی رشید احمد اور مولوی خلیل احمد کی دیانت کا یہ ہے جو انھوں نے کتاب ردالمحتار کے نقل کرنے میں فرمایا ہے اور اس مثل کو انھوں نے حق الیقین کے درجہ پر ثابت کر دیا ہے کہ کسی شخص نے ایک وہابی مولوی سے کہا: آپ ہم کو نماز پڑھنے کی نہایت تاکید کیا کرتے ہیں اور نہ پڑھنے والوں پر کفر کا فتویٰ لگایا کرتے ہیں، لیکن قرآن میں تو نماز پڑھنے کا حکم ہی نہیں، بلکہ اس کی ممانعت آئی ہے۔ مولوی صاحب نے پوچھا کہ وہ کون سی آیت ہے تو اس شخص

---

[۱] ترجمہ: کیا خلف وعید جائز ہے؟ تو شرح مواقف اور شرح مقاصد کی ظاہری عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ اشاعرہ اس کے جواز کے قائل ہیں اس لیے کہ وہ نقص نہیں بلکہ جود و کرم ہے۔

خودغرض نے کہا کہ قرآن شریف میں صاف «لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ» کہ تم نماز کے پاس بھی مت جاؤ۔ مولوی صاحب نے فرمایا: اومیاں! آگے اس کے «وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی» بھی تو پڑھ۔ تو اس نے جواب دیا کہ ہم تو وہ حکم پیش کریں گے جو ہمارے لیے مفید ہو، باقی سے ہم کو کیا غرض۔ اور یہ بھی تو سارے قرآن پر تو آپ نے عمل نہ کیا ہوگا۔ انتہیٰ۔

اس مثال کو یاد رکھ کر سنیے کہ آپ کے مرشدان عالی نے کیا دیانت فرمائی ہے اور ردالمحتار کی عبارت کو کس خیانت سے متروک کیا ہے۔ اصل عبارت یوں ہے:

[1] هل يجوز الخلف في الوعيد؟ فظاهرُ مافى المواقف والمقاصد: أن الأشاعره قائلون بجوازه؛ لأنه لايعد نقصا، بل جوداً وكرماً. وصرح التفتازاني وغيره بأن المحققين علىٰ عدم جوازه. وصرح النسفي بأنه الصحيح لاستحالته عليه تعالىٰ لقوله: وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وقوله تعالىٰ: وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ أي وعيده.[2] بلفظه(صفحه:۳۵۱، سطر:۱۲)

دیکھیے! اس عبارت متممہ سے یہ ثابت ہے کہ اشاعرہ بھی جو محققین ہیں خلف وعید کو ناجائز قرار دے رہے ہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ پر محال فرمار ہے ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ غیر محققین اشاعرہ اس کے قائل ہوئے ہیں۔ جو محققین کے سامنے ان کی کوئی وقعت نہیں۔ مگر افسوس ہے آپ کے مرشدان بادیانت پر کہ انھوں نے عبارت کو جو «صرح التفتازاني» سے شروع ہوتی ہے۔ آخر تک تین سطروں کو اپنا مخالف جان کر تحریف کر کے خیانتاً حذف کر دیا۔ اور «لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ» کی مثال کو ہاتھوں پر سرسوں کی طرح اگا دیا۔ جب ان کی دیانت یہاں تک ہے تو ان کی امانت وصیانت کی حضانت آپ کو مبارک ہو۔ اہل سنت و جماعت خالص سنی حنفی ان کی ایک بات پر بھی اعتبار نہیں رکھتے اور نہ رکھیں گے۔

یہ بھی یاد رہے کہ محققین اشاعرہ میں سے علامہ تفتازانی اور دیگر اشاعرہ علامہ نسفی رحمہم اللہ تعالیٰ و دیگر اکابر وہ کیسے آپ کے خلف وعید کی جڑ کاٹ رہے ہیں اور آیات قرآنیہ سے اس کا استحالہ اللہ تعالیٰ پر قرار دے رہے ہیں۔ اس کے سوا ایک اور خیانت مولوی خلیل احمد صاحب کی لکھتا ہوں کہ وہ لکھتے ہیں۔ وھو هذا

اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ بلفظہٖ (براہین قاطعہ، صفحہ:۵۱، سطر:۷)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "مدارج النبوۃ" میں اس طرح لکھتے ہیں۔ وھو هذا

---

[1] ترجمہ: خلف وعید جائز ہے؟ تو شرح مواقف اور شرح مقاصد کی ظاہری عبارت سے پتا چلتا ہے کہ اشاعرہ اس کے جواز کے قائل ہیں، اس لیے کہ وہ نقص نہیں بلکہ جود و کرم ہے اور علامہ تفتازانی وغیرہ نے وضاحت کی ہے کہ محققین اشاعرہ عدم جواز کی طرف گئے ہیں اور نسفی نے لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے، کیوں کہ خلف وعید اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (ترجمہ) میں تمھیں پہلے ہی عذاب کا ڈر سنا چکا تھا میرے یہاں بات بدلتی نہیں۔ (کنز الایمان) پارہ:۲۶، ق:۵۰، آیت:۲۸، ۲۹.

اور فرماتا ہے: (ترجمہ) اور اللہ ہرگز اپنا وعدہ جھوٹا نہ کرے گا۔ (کنز الایمان) پ:۱۷، حج:۲۲، آیت:۴۷

[2] رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب: فى الدعاء المحرم، ج:۲، ص:۲۳۶، مكتبه زكريا

اس جگہ اشکال لاتے ہیں کہ بعضے روایتوں میں آیا ہے کہ فرمایا رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ میں نہیں جانتا جو کچھ دیوار کے پیچھے ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اس بات کی کچھ اصل نہیں اور روایت او پر اس کے صحیح نہیں ہوئی۔ بلفظہٖ

(ترجمہ مدارج النبوت، جلداول، صفحہ:۱۲، سطر:۸)

یہاں بھی وہی مثل «لَاتَقْرَبُواالصَّلٰوۃَ» کی ثابت ہے۔ العیاذ باللہ

آپ کا یہ کہنا یہ اہل سنت بڑی شد و مد سے خلف وعید کے قائل ہیں بالکل لغو ثابت ہوا۔ ہاں آپ جیسے وضعی اور مصنوعی اہل سنت ضرور بڑی شد و مد سے قائل ہیں۔

یہ بھی یادر ہے کہ اہل سنت و جماعت کا حزب یا گروہ وہی ہے جو ماتریدیہ اور اشعریہ ہے اور وہ وہی ہیں جو مقلدین مجتہدین ائمہ اربعہ امام اعظم رضی اللہ عنہ اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔ جو شخص ان کے عقائد کے خلاف ہے وہ اہل سنت سے خارج ہے۔

بعض اشاعرہ کے کلام سے خلف وعید کا جواز نکلتا ہے۔ اسے امکان کذب سے کوئی علاقہ نہیں۔ خود اشاعرہ نے اس معنی کا ابطال کیا ہے۔ "سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح" میں اس کی بحث کافی وافی ہے۔

پس اس سے آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ نہ تو اشاعرہ اور نہ ماتریدیہ اس خلف وعید یعنی کذب کے مجوز ہیں بلکہ قرآنی آیات بخوبی اس کی سخت تردید کر رہی ہیں۔ اب کہیے آپ کن میں سے ہیں جو خود مجوز بنتے ہیں اور لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت بڑی شد و مد سے اس کے قائل۔ حالاں کہ آپ کے مرشدان بزرگ بھی چشم پوشی اور اغماض کر کے مسئلہ خلف وعید کو قدما کا مختلف فیہ لکھ رہے ہیں۔

آپ نے دو آیات شریفہ اس کے اثبات میں «اِنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ»[۱] اور «وَکَانَ اللہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ مُّقۡتَدِرًا»[۲] تفقہ فی الدین کے خلاف تحریر کی ہیں ان کا جواب سنئے! ترجمہ آیات کا یہ ہے کہ «اللہ تعالیٰ ہر شے یا ہر چیز پر قادر ہے»

اب کہیے لفظ «شَیۡءٍ» یا چیز میں ہر ایک چیز آ گئی یا کچھ باقی رہ گیا۔ اور یہ بھی کسی آیت قرآنی یا کسی تفسیر حقانی سے سوچ سمجھ کر کہیے کہ لفظ «شَیۡءٍ» میں خدا تعالیٰ بھی داخل ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو کیوں؟ اور اگر ہے تو پھر اللہ تعالیٰ ایک دوسرے خدا کے پیدا کرنے پر قادر ہے اس سے یہ بھی عقیدہ آپ کا معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ایک دوسرے خدا کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ مگر افسوس! اس پر آپ کی نظر نہیں اور نہ آپ اس کا جواب دے سکتے ہیں۔ اور نہ دے سکیں گے۔

میں کہتا ہوں کہ لفظ «شَیۡءٍ» میں خداوند تعالیٰ بھی داخل ہے۔ آپ چونکیے اور گھبرائیے مت۔ لیجیے قرآن شریف سے ثابت کرتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ بھی لفظ «شَیۡءٍ» میں داخل ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے «قُلۡ اَیُّ شَیۡءٍ اَکۡبَرُ شَہَادَۃً

[۱] پارہ:۱، البقرۃ:۲، آیت:۲۰ [۲] پارہ:۱۵، الکھف:۱۸، آیت:۴۵

قُلِ اللّٰہُ "[1] (اے محمد ﷺ) کہیے کون سی چیز یا شے شہادت میں سب سے بہت بڑی ہے، کہو اللہ۔ پس اللہ تعالیٰ بھی آپ کی آیات پیش کردہ میں داخل ہے۔

پس اس سے یہ بات لازم آئی کی اللہ تعالیٰ دوسرا خدا پیدا کرنے پر قادر ہے۔ پس یہ مسئلہ تمام کے مذاہب کے خلاف ہے جس کا کوئی بھی قائل نہیں اور آپ کہتے ہیں کہ اس آیت کے نیچے ہے خلف وعید اور کذب باری تعالیٰ اور اس سے یہ بھی لازم آیا کہ نعوذ باللہ خداوند کریم اپنی اولاد پیدا کرنے، زنا چوری اور تمام برے افعال حتیٰ کہ شراب پینے، قمار بازی وغیرہ کرنے پر قادر ہے۔ کیوں کہ جب انسان ان تمام افعال قبیحہ کے کرنے پر قادر ہے تو خدا کیوں قادر نہ ہو اور قادر نہ سمجھا جائے تو ثابت ہوا کہ انسانی قدرت رحمانی قدرت سے زیادہ ہے۔ ایسے ہی آپ کے امام[2] الطائفہ، بانی وہابیت و نجدیت اپنے رسالہ یک روزی میں لکھتے ہیں۔ و ھو ھذا۔

مولانا فضل حق صاحب علیہ الرحمۃ کے جواب میں جو انھوں نے اس طرح لکھا تھا، لکھتے ہیں۔

قوله :[3] ما هو الا تجويز الكذب علىٰ الله تعالىٰ وهو محال لانه نقص والنقص على الله تعالىٰ محال.

اقول :[4] اگر مراد از محال ممتنع لذاتہ است کہ تحت قدرت الٰہیہ داخل نیست پس لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد چہ مقدمہ قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر ملائکہ وانبیا خارج از قدرت الٰہیہ نیست والّا لازم آید کہ قدرت انسانی ازید از قدرت ربانی باشد الخ۔ (۱۴۵/۱۴۴ یک روزی)

کیوں مولوی صاحب! آپ کا ایمان اور اعتقاد یہی ہے۔ آپ کو مبارک ہو۔ لیکن ہمارا اور تمام اہل سنت و جماعت کا اعتقاد اور ایمان آپ کی پیش کردہ آیت پر اس طرح ہے:

(۱) تفسیر جلالین میں اس آیت کی تفسیر یوں فرمائی ہے:

ان الله (كان) علىٰ كل شيء (شاءه) قدير.[5]

یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے جس کو کرنا چاہیے (اور جس کو کرنا نہ چاہیے اس میں سے جو محال ہے اس پر قادر نہیں)

(۲) تفسیر بیضاوی شریف، جلد اول، صفحہ: ۲۸، سطر: ۲۵۔

قوله تعالىٰ: إن الله علىٰ كل شيء قدير كالتصريح به والتقرير له، والشيء يختص بالموجود لأنه

---

[1] پارہ: ۷، الانعام: ٦، آیت: ۱۹ [2] مولوی اسمٰعیل دہلوی۔

[3] ترجمہ: یہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کذب کو جائز قرار دینا ہے، جب کہ یہ محال ہے۔ اس لیے کہ وہ عیب ہے اور عیب اللہ کے لیے محال ہے۔

[4] ترجمہ: اگر محال سے مراد ممتنع لذاتہٖ ہے جو کہ قدرتِ الٰہی کے تحت داخل نہیں، تو یہ ہمیں تسلیم نہیں کہ اس مذکورہ معنیٰ میں اللہ کا جھوٹ بولنا محال ہے۔ اس لیے کہ یہ ایک ایسا مقدمہ ہے جس کا قضیہ خارج کے مطابق نہیں اور فرشتوں اور نبیوں پر اس کا القا قدرتِ الٰہیہ سے خارج نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ انسان کی قدرت اللہ کی قدرت سے بڑھ جائے۔

[5] تفسیر جلالین، ص: ٦، مجلس برکات، مبارک پور

في الأصل مصدر شاء أطلق بمعنى شاء[1] تارة، وحينئذٍ يتناول الباری تعالیٰ كما قال الله: **قل أي شی اكبر شهادة**، قل الله شهيد، وبمعنى مَشئ اخرى أي مَشئ وجوده وما شاء الله وجوده هو موجود فی الجملة وعليه قوله تعالیٰ: **إن الله علیٰ كل شیء قدير. الله خالق كل شئ**. فهما علیٰ عمومهما بلا مثنوية.

یعنی خلاصۃً اس آیت شریف کی تصریح میں یہ بات ہے کہ شے کا لفظ چیز کی موجودگی پر خاص ہے۔ کیوں کہ یہ لفظ در اصل مصدر ہے کبھی بمعنی «شَاءٍ» یعنی اسم فاعل کے معنی میں جو چاہنے والا ارادہ کرنے والا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کون سی شے سب سے بڑی ہے شہادت میں، پھر خود ہی فرماتا ہے کہ اے میرے رسول (ﷺ) کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہے اور کبھی بمعنے «مشی» کہ بمعنی اسم مفعول کے یعنی جس کا وجود اللہ تعالیٰ نے چاہا اور جو اس وقت فی الواقع موجود ہے اس پر قادر ہے اور اس پر آیت شریف «اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ» وارد ہے۔ الخ

(۳) شرح فقہ اکبر، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، صفحہ: ۱۵۱، سطر: ۱۴۔

وقد قيل "كل" عام يخص قوله تعالیٰ والله علیٰ كل شیء قدير بما شاءه الخ. والحاصل ان كل شئ تعلقت به مشيته تعلقت به قدر ته الخ.

یعنی اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہے اس پر قادر ہے اور جس کو نہ چاہے اس پر نہیں۔ ہر ایک چیز کا تعلق اس کی مشیت پر ہے اور لفظ "کل" عام ہے۔

(۴) شرح فقہ اکبر، ملا علی قاری رحمۃ اللہ، صفحہ: ۴۰، سطر اول:

ثم اعلم: ان الشئ فی أصله مصدر قد يستعمل بمعنى المفعول كما فی قوله تعالیٰ: والله علیٰ كل شیء قدير.

یعنی در اصل لفظ «شئ» مصدر ہے اور بمعنی مفعول استعمال کیا جاتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ہر شے پر قادر ہے یعنی چاہی ہوئی چیز پر۔ (بمعنی مفعول)

یہ ہے اس آیت شریفہ کا مطلب جو مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت نے فرمایا ہے جس کو وہابیہ نہیں سمجھتے۔

قولہ: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کیمیائے سعادت کے صفحہ: ۴۱۲ پر لکھتے ہیں۔

[2] گناہ واجب نیست کہ بہ دوزخ برد بلکہ عفو ممکن است۔

اور پھر اسی کتاب کے صفحہ: ۴۴۴ پر ہے کہ:

---

[1] ای مریداً بمعنی فاعل۔ ۱۲ منہ

[2] ترجمہ: یہ ضروری نہیں کہ گناہ دوزخ میں لے جائے بلکہ معافی ممکن ہے۔

[1] ہر کہ صفات حق تعالیٰ بشناخت وجلال و بزرگی وتوانائی وبے باکی او بدانست اگر ہمہ مخلوق عالم را ہلاک کند و جاوید بدوزخ دارد یک ذرۂ مملکت وے کم نشود۔ بلفظہٖ (صفحہ:۹،سطر:۲۱)

اقول: ان عبارات سے مفتی صاحب یہ مطلب نکالنا چاہتے ہیں کہ ان عبارات میں تمام انبیا علیہم السلام بھی داخل ہیں جن کو دوزخ میں ڈالنے کا حکم لگاتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔

(۱) پہلی تحریر میں تو صرف گناہ کے معاف کرنے پر اللہ تعالیٰ کا قادر ہونا ثابت ہوتا ہے جو عین صحیح ہے کہ مومنوں، مسلمانوں کے سب گناہ معاف کرنے کی قدرت رکھتا ہے کیوں کہ خود اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور سچا وعدہ ہے ایفا کرنے پر قادر ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ.[2] (سورہ نساء)

اور يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ.[3] (سورہ صف)

اور يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ.[4] (سورہ یوسف)

اور اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا.[5] (سورہ الزمر)

ایسی بہت سی آیات موجود ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے گناہ معاف کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس میں کون سا خلف وعید ہے۔ ذرا ہوش کیجیے۔ یہ عبارت امام غزالی علیہ الرحمۃ کی میرے دعوے کی موید ہے۔ اور آپ کے مخالف ہے آپ نے دعوے پر دلیل لانے میں سخت غلطی کھائی ہے جو طفل مکتب نہ کرے۔

دوسری عبارت امام غزالی علیہ الرحمۃ کی کیمیاے سعادت کے رکن چہارم کے تیسری فصل خوف ورجا کی حقیقت کے بیان میں ہے جو ہمہ مخلوق عالم میں پیغمبران علیہم السلام ہیں۔ داخل نہیں ہیں۔ کیوں کہ اس میں لفظ بڑا یا چھوٹا درج نہیں۔ اس عبارت کے عین اوپر ایک مثال حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ شیر کے خوف کی نقل فرماتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مملکت میں ایسا کرنے سے کچھ کمی واقع نہیں ہوتی اور اس جگہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام بالخصوص آں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی ذکر نہیں۔ ہاں! اگر جملہ یا فقرہ ہر مخلوق[6] بڑا ہو یا چھوٹا، درج ہوتا تو بے شک تمام انبیا علیہم السلام اس میں داخل ہوتے۔ مگر ایسا نہیں ہے بلکہ اس عبارت کے بعد حضرت امام علیہ الرحمۃ نے اس کا استثنا یوں فرما دیا ہے کہ:

یہ ڈر انبیا علیہم السلام کو بھی ہوتا ہے گو کہ وہ جانتے ہیں کہ ہم گناہ سے معصوم ہیں...... اسی واسطے سلطان الانبیا علیہ

---

[1] ترجمہ: جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی صفات یعنی اس سے جلال و بزرگی اور طاقت وقدرت کا عرفان ہے وہ شخص جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر دنیا کی تمام مخلوق کو ہلاک کر دے اور ہمیشہ ہمیش کے لیے دوزخ میں رکھے تو اس کی سلطنت کا ایک ذرہ بھی کم نہ ہوگا۔

[2] پارہ:۵، النساء:۴، آیت:۴۸ [3] پارہ:۲۸، الصف:۶۱، آیت:۱۲ [4] پارہ:۱۳، یوسف:۱۲، آیت:۹۲

[5] پارہ:۲۴، الزمر:۳۹، آیت:۵۳ [6] تقویۃ الایمان، ص:۱۴۔ ۱۲منہ

افضل الصلوٰۃ والثنا نے فرمایا ہے کہ میں تم سب سے زیادہ خائف ہوں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے «اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا[1] بلفظہٖ (اکسیر ہدایت ترجمہ کیمائے سعادت صفحہ:۴۸۸ سطر:۲۳)

(۲) فتوح الغیب مقالہ ہیزدہ وشرح فارسی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی «لا تسکن الی احد من خلق ولاتستانس بہ» بلفظہٖ

شرح۔ آرام[2] مگیر ومیل مکن بہ سوے ہیچ یکے از خلق، والفت مگیر بہ ہیچ یکے، اما از دوستان خدا ومقربان وے کہ داخل غیر نیستند وتوجہ بایشان بایں حیثیت عین توجہ بہ حضرت حق است انتہیٰ۔

یعنی خلق کے لفظ سے یہ بات نہیں سمجھنی چاہیے کہ اس میں دوستان خدا ومقربان درگاہ کبریا جل وعلا، انبیا علیہم السلام واولیاے کرام علیہم الرحمۃ بھی داخل ہیں۔ کیوں کہ ان کی طرف عین توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ واقعی وہ اس لفظ مخلوق میں داخل نہیں۔

اب اس میں اصل عقیدہ حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ کا مختصراً لکھا جاتا ہے تاکہ آپ کو ان کے عقیدہ سے واقفیت ہو کر بے ربط اور بے جوڑ غیر متعلق عبارت کا پتہ لگ جائے۔

مذاق العارفین ترجمہ احیاء علوم الدین حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ جلد اول باب دوم عقائد میں:

(الف) وہ سب چیز اس کے (خدا تعالیٰ) حکم اور تقدیر وحکمت اور خواہش سے ہوتی ہے کہ جس چیز کو چاہا وہ ہوئی اور جس کو نہ چاہا وہ نہ ہوئی۔ بلفظہٖ (جلد اول، صفحہ:۱۷۵، سطر:۱۶)

(ب) یہ جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کلام کرنے والا ہے اور اپنے کلام ازلی قدیم سے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے، امر ونہی اور وعدہ اور وعید فرماتا ہے۔ بلفظہٖ (صفحہ:۱۷۶، سطر:۹، جلد اول)

(ج) یہ امور اس سے عدل کے طور پر ہی ہوتے ہیں۔ نہ برے ہوتے نہ ظلم اور اللہ تعالیٰ اپنے ایمان دار بندوں کو طاعتوں پر اپنے کرم اور وعدہ کے بہ موجب ثواب عنایت فرماتا ہے۔ بلفظہٖ (صفحہ:۱۷۷، سطر:۸)

(د) بلکہ رسولوں کو بھیجا اور ان کا سچ ظاہر معجزوں سے ثابت کیا۔ تو انھوں نے اس کے حکم اور نہی اور وعدہ اور وعید کو خلق میں پہنچایا۔ اس لیے خلق پر رسولوں کو سچا جاننا اور جو وہ احکام لائے ہیں ان کا ماننا واجب ہے۔ بلفظہٖ (صفحہ:۱۷۷، سطر:۱۴)

(ہ) خدا تعالیٰ کے حکم سے کافروں کے پاؤں اس پر (صراط) پھسلیں گے۔ اور دوزخ میں گر جائیں گے۔ اور ایمان والوں کے پاؤں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس میں جمیں گے۔ وہ دارالقرار کو پہنچا دیے جائیں گے۔ بلفظہٖ (صفحہ:۱۷۸، سطر:۱۲)

---

[1] پارہ:۲۲، فاطر:۳۵، آیت:۲۸

[2] ترجمہ: اللہ کی مخلوق میں سے نہ کسی کے ساتھ تعلق خاطر رکھ اور نہ کسی کی طرف توجہ کر بلکہ اللہ کے دوستوں اور اس کے مقرب بندوں سے قرب حاصل کر اس لیے کہ وہ لفظ «غیر» میں داخل نہیں، اس حیثیت سے ان کی طرف توجہ عین حق تعالیٰ کی طرف توجہ ہے۔

(و) پس دوزخ میں کوئی ایماندار ہمیشہ نہیں رہے گا۔ بلفظہٖ (صفحہ:۱۷۹، سطر:۵)

(ز) جو شخص ان امور پر یقین سے معتقد ہوگا وہ اہل حق اور سنت و جماعت والوں میں ہوگا اور گمراہی اور بدعت والوں کی جماعت سے علاحدہ رہے گا۔ بلفظہ (ص:۱۷۹، سطر ۱۱)

دیکھیے یہ ہے مذہب، امام علیہ الرحمۃ کا اور میرا اور تمام اہل سنت و جماعت کا، جو آپ کو نصیب نہیں۔ آپ نے اپنی ان عبارتوں کے سمجھنے میں سخت ٹھوکر کھائی اور خداوند تعالیٰ کا جھوٹ بولنا اور خلف وعید کا کرنا بے سود نکلا۔

قولہ : حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کے صفحہ ۷۱، پر ہے۔

اگر ہمہ[1] منکران عالم وشیاطین جہاں را با ذریت واتباع او فے المثل بعلیین رساندو تاج قدسی بر سر نہد ہنوز حق کرم او گزارنشود۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۹۶ پر ہے۔

اگر خواہد[2] ہر کہ در رُوے زمین کافرے ومشر کیست در دریاے رحمت غرق کند۔

اور پھر اسی کتاب کے صفحہ ۹۷ پر ہے۔

اگر خواہد[3] کہ در عالم نبی وولی است ہمہ را در سلسلہ قہر کشد وخالداً مخلداً درعذاب الیم بدارد۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۵۲ پر ہے۔

اے برادر[4] کسے را کار با جبار قہارے افتادہ است۔ اگر بہشت راعین دوزخ گرداند و دوزخ راعین بہشت، الخ۔ (صفحہ ۹، ۱۰)

اقول : افسوس سے کہتا ہوں کہ آیت یا حدیث پیش کی ہوتی جس سے ثابت ہوتا کہ واقعی خداوند تعالیٰ وعدہ خلافی کیا کرتا ہے۔ اور جھوٹ بولتا ہے یا بولا کرتا ہے۔ کیا کسی ایک بزرگ سالک مجذوب کا قول پیش کرنے سے آپ کا چھٹکارا ہوسکتا ہے؟ اور ایسا قول کہ جس کی تاویل ہوسکتی ہو اور بظاہر شریعت کے خلاف ہو۔ کیا آپ ایسے قول کو مُفتیٰ بہ یا علیہ الفتویٰ یا ظاہر روایت سمجھتے ہیں۔ آداب افتا پڑھیے۔ ہاں! عبارات مندرجہ بالا درج کرنے کا مطلب آپ کا یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کے منکروں، شیطانوں کو عِلّیّین میں داخل کرنے پر قادر ہے اور تمام مشرکین کو دریاے رحمت میں غرق کرسکتا ہے اور وہ جبار وقہار ہے کہ دوزخ کو بہشت اور بہشت کو دوزخ بنادے اور حضرت محمد ﷺ اور حضرت عیسیٰ ویحییٰ علیہما

---

[1] ترجمہ: گر اللہ تعالیٰ تمام منکرین عالم اور شیاطین جہاں کو ان کی ذریت، متبعین اور اسی طرح کے دوسرے لوگوں کو علیین میں ڈال دے اور تاج ملائکہ ان کے سر پر رکھ دے تب بھی اس کے کرم کا حق ادا نہ ہوگا۔

[2] ترجمہ: جتنے بھی کافر اور مشرک روے زمین پر ہیں اگر وہ چاہے تو انھیں دریاے رحمت میں غرق کردے۔

[3] ترجمہ: اگر وہ چاہے تو دنیا میں جتنے نبی اور ولی ہیں سب کو قہر کی زنجیر میں جکڑ دے اور ہمیشہ ہمیش کے لیے انھیں دردناک عذاب میں رکھے۔

[4] ترجمہ: اے عزیز! جو اللہ کا دوست ہے (وہ خوب جانتا ہے کہ) اگر وہ چاہے تو جنت کو دوزخ اور دوزخ کو جنت کردے۔

السلام کو دوزخ میں ڈال دے یا ڈال سکتا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ پس اس سے اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ثابت ہوا۔ جس کے اہل سنت و جماعت قائل ہیں۔ یہ آپ کا افترا علی اللہ ہے۔

اس کا جواب بہ چند وجوہ ہے

اول: شیخ علیہ الرحمۃ نے اپنی تحریر میں کوئی سند قرآن شریف یا حدیث شریف سے نہیں دی۔ جب کوئی سند نہیں ہے تو کوئی بھی مسلمان آدمی اس کے ماننے کے لیے تیار نہیں۔ جو شیخ صاحب نے اپنی مجذوبی کی حالت میں لکھ دیا ہو اس پر اعتبار نہیں یا اس کی تاویل کی جائے گی۔

دوم: یہ کہ ان عبارتوں کے شروع میں الفاظ اگر، اگر خواہد لکھے ہوئے ہیں۔ جس سے شیخ علیہ الرحمۃ کا منشا ظاہر ہو رہا ہے۔ جیسا کہ قرآنی آیات کی تفسیریں بیان کر رہی ہیں کہ نہ تو خدا چاہے اور نہ چاہے گا اور نہ ایسا کرے گا۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۱) «فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِیْنَ»[۱] (سورۂ انعام) پس اگر ہم چاہتے تمام کو ہدایت کر دیتے۔

(۲) «وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً»[۲] (المائدۃ) اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ایک ہی امت بنا دیتا۔

(۳) «وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكُوْا»[۳] (انعام) اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے۔

(۴) «وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ»[۴] (انعام) اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا کام نہ کرتے۔

(۵) «وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً»[۵] (شوریٰ)

اگر ہم چاہتے تو ان کو ایک ہی مذہب پر کر دیتے۔

(۶) لَوْ اَرَدْنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّاۤ اِنْ كُنَّا فٰعِلِیْنَ۔[۶] (سورہ انبیا)

اگر ہم بیٹا اختیار کرنا چاہتے تو اپنے پاس سے اختیار فرماتے اگر ہمیں کرنا ہوتا۔

کیا کوئی اس آیت سے ایسا کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا ممکن ہے۔

(۷) قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ۔[۷]

کہہ دے اے (رسول خدا ﷺ) اگر رحمن کے لیے بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کا پوجنے والا ہوتا۔

یہاں کہہ دینا کہ خدا کا بیٹا بھی ممکن ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو معاذ اللہ عبادت غیر کا حکم دے۔

---

[۱] پارہ:۸، الانعام:٦، آیت:۱٤۹ [۲] پارہ:٦، المائدۃ:٥، آیت:٤٨ [۳] پارہ:۷، الانعام:٦، آیت:۱۰۷

[۴] پارہ:۸، الانعام:٦، آیت:۱۳۷ [۵] پارہ:۲٥، الشوریٰ:٤۲، آیت:۸ [۶] پارہ:۱۷، الانبیاء:۲۱، آیت:۱۷

[۷] پارہ:۲٥، الزخرف:٤۳، آیت:۸۱

یہ سات آیات کافی ہیں اگر چہ متعدد آیات ایسی ہیں جن سے صاف صاف ظاہر ہے کہ خدا کے چاہنے پر دارومدار ہے۔ پس جب وہ چاہتا ہی نہیں تو پھر یہ فتویٰ خداوند تعالیٰ پر جھوٹ بولنے کا الزام کس طرح لگایا جا سکتا ہے۔ کیوں کہ جب وہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا پھر اس کو خلاف وعدہ کیوں کر کہا جا سکتا ہے اور کیوں کر اس کی کوئی نظیر پیش کرنی چاہیے کہ فلاں امر اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے خلاف ظاہر کیا ہے اور آئندہ بھی کرے گا۔ جب یہ نہیں تو پھر خدا کے کذب پر دلائل حشویہ پیش کرنا کس اہل سنت کا مذہب ہے؟ واقعی یہ مذہب خوارج اور معتزلہ کا ہے جیسے آگے آئے گا۔ انتظار کیجیے۔

سوم۔ شیخ علیہ الرحمۃ پر آپ نے کذب باری تعالیٰ کا بہتان لگایا ہے اس تیسری عبارت میں حضرت شیخ نے اپنے مکتوب نمبر ۵۴ میں جو صفحہ ۱۷۰ پر درج ہے ایک اپنے مرید مریض کو تحریر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جبار و قہار ہے جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ اگر صفت قہاری ظہور میں لاوے تو کوئی اس پر اعتراض نہیں کر سکتا ہے کیوں کہ اپنی مخلوق میں تصرف کرنے کو ظلم سے تعبیر نہیں کر سکتے۔

پس اس عبارت سے کذب باری تعالیٰ ثابت کرنا نافہمی نہیں تو اور کیا ہے۔

چہارم۔ میں انھیں شیخ علیہ الرحمۃ کی اسی کتاب مکتوبات سے پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے کذب باری تعالیٰ یا خلف وعید کے مسئلہ کا تشدد سے انکار کر کے بخوبی سمجھا دیا ہے۔ وہ اپنے مکتوب نمبر ۹۸ صفحہ ۳۱۷ پر فرماتے ہیں کہ بھائی شمس الدین کو واضح ہو کہ اہل سنت کا مسئلہ اتفاقیہ ہے کہ کافروں کے لیے وعید مطلق ہے اور نیکوکاروں کے لیے وعدہ مطلق اور گنہگار مسلمان چوں کہ کافر نہیں وہ وعید مطلق کے نیچے داخل نہیں اور وہ بالکل نیکوکار بھی نہیں تو وعدہ مطلق میں بھی داخل نہیں۔ لیکن معتزلہ فرقہ اس کے خلاف ہے وہ اس مسلمان کو جو نیکوکار نہیں ہمیشہ کے لیے دوزخی کہتا ہے اور اہل سنت و جماعت اس مسلمان کو خدا کی مرضی پر چھوڑتے ہیں۔ خواہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل سے بخش دے۔ یا عدل سے عذاب کر کے بخش دے اس کو اختیار ہے اس میں خدا تعالیٰ کا جھوٹ بولنا اور اس میں خلف وعید یا وعدہ خلافی کرنا کہاں پایا جاتا ہے۔ اصل عبارت ذیل میں درج کی جاتی ہے تا کہ آپ معتزلہ کے عقیدہ سے بچیں اور اہل سنت میں داخل ہوں اور توہین اور گستاخی اللہ تعالیٰ سے مصئون[1] رہیں۔

مکتوب نود و ہشتم در وعدہ و وعید، صفحہ ۳۱۷

«برادر شمس الدین بداند کہ مر اہل سنت را اجماع است کہ وعید مطلق کافراں را است و وعدۂ مطلق مومنان را است باز مومن کہ عاصی باشد کافر نبود تا در تحت وعید مطلق درآید۔ و نیز حسن مطلق نیست تا در وعدہ مطلق وے را در یابد اندر وے اختلاف است۔ قول معتزلہ آنست کہ وے از وعید مطلق است۔ اگر با گناہ ازیں جہاں بیروں رود جاوداں در دوزخ

[1] مصئون: محفوظ۔

بماند۔ باز مذہب اہل سنت آنست کہ مراورا موقوف دارند نہ وعدہ مطلق دہند نہ وعید مطلق، حکم وے بہ مشیت مغلق دارند اگر خواہد وے را آمرزد، وآں از وے فضل بود و اگر خواہد او را عذاب کند وآں از وے عدل بود و ہیچ حال مومن را در دوزخ خلود نگویند ہر چند عاصی باشد۔

[1] از عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما منقول است کہ گفت کہ ہر مومن کہ با گناہ رود خداوند تعالیٰ از سہ کار یکے باوے کند یا برحمت خویش بیامرزد۔ یا بشفاعت پیغمبر بخشد یا بمقدار گناہ عذابے کند وآخر آزاد کند۔

گر گناہ داری درِ توبہ است باز   توبہ کن چوں در خواہد شد فراز
گر بدیں در گہ بصدق آئی دمے   صدفتوحت پیش باز آمد ہمے

لیجیے مفتی صاحب! شیخ علیہ الرحمۃ کا نفیس فیصلہ اور فتویٰ اہل سنت و جماعت اور فرقہ معتزلہ کا مذہب کیسا صاف صاف بتلا دیا کہ مومن مسلمان ہمیشہ جنت میں ہی رہیں گے اور کافر و مشرک و شیطان مردود وغیرہ ضرور دوزخ ہی میں رہیں گے۔ اس کے خلاف اللہ ہرگز نہ کرے گا۔

دوسری جگہ حضرت علیہ الرحمہ مکتوب نمبر ۵۳ صفحہ: ۱۷۰ میں فرماتے ہیں:

یقین[2] داند کہ مقبول او مردود نگردد و مردود او مقبول نہ شود کہ ہر کہ را بہ عزت رسانیدند۔ الخ۔

امید ہے کہ اب تو شیخ علیہ الرحمۃ کے فرمانے پر آپ ایمان لا کر اہل سنت میں داخل ہو جائیں گے۔

قابل عمل آپ کے دیگر عبارات مکتوب شیخ یحییٰ منیری علیہ الرحمہ لکھی جاتی ہیں

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا اعتقاد حضرت شیخ علیہ الرحمہ پر اس قدر غلو سے بڑھا ہوا ہے کہ ان کی عبارتوں پر بڑے زور سے ایمان کو مستقل کیا ہے جو بلا سوچے سمجھے لکھی گئی ہیں۔ اور ان سے یہ بات ثابت کرنے کی سعی کی ہے کہ کسی طرح سے خداوند تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ثابت ہو جائے، مگر افسوس وہی «لاتقربوا الصلوٰۃ» کی مثال کو آپ نے یہاں بھی ثابت کر دیا۔ چوں کہ آپ کا ایمان ان کی کتاب پر ایسا ہے کہ آنکھ بند کر کے عمل کرنے کو تیار ہیں۔ لیجیے چند عبارات ان کی کتاب سے لکھ کر پیش کرتا ہوں۔ ان پر عمل کیجیے۔

---

[1] ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول، وہ فرماتے ہیں کہ جو مومن گناہوں کے ساتھ دربارِ الٰہی میں حاضر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ تین کاموں میں سے ایک کام کرتا ہے، یا تو اپنی رحمت سے بخش دیتا ہے یا پیغمبر کی شفاعت سے بخشتا ہے یا گناہوں کی مقدار عذاب دے کر جہنم سے آزاد کر دیتا ہے۔

اگر تو گنہگار ہے تو توبہ کا دروازہ کھلا ہے، اگر بلندی چاہتا ہے تو توبہ کر۔
اگر اس بارگاہ میں تھوڑی دیر کے لیے بھی صدق دل سے آئے تو سیکڑوں فتوحات فوراً حاصل ہو جائیں

[2] ترجمہ: رکھ کہ مقبولِ بارگاہِ خدا مردود نہیں ہوگا اور اس کی بارگاہ کا مردود مقبول نہیں ہوگا۔ وہ جس کو چاہے عزت دے۔

(الف) مکتوبات شیخ یحییٰ منیری علیہ الرحمہ کے اخیر صفحہ ۳۳۳؍ابیات ذیل ؎

من[1] نہ کافر نہ مسلمان ماندہ ام   درمیاں ہر دو حیراں ماندہ ام
نہ مسلمانم نہ کافر چوں کنم   ماندہ سرگردان مضطر چوں کنم

(ب) [2] از خود از طاعت خود منکر باش ایمان خود بہ نظر زنار بیں۔ عبادت خود را بت پرستی شمر و خود را نمرودے و فرعونے تصور کن۔ بلفظہٖ (صفحہ:۱۰۹، سطر:۲۱)

(ج) ارشاد السالکین، مصنفہ حضرت شیخ یحییٰ منیری علیہ الرحمۃ (مکتوب امام ربانی جلد سوم)۔

تا کافر[3] نہ شود مسلمان نہ شود و تا سر برادر خود را نبرد مسلمان نہ شود و تا بمادر خود جفت نہ شود مسلمان نہ شود۔ بلفظہٖ

دیکھیے مفتی صاحب! شیخ علیہ الرحمہ کیا فرماتے ہیں: «کہ نہ میں مسلمان ہوں اور نہ کافر۔ اپنے آپ کو نمرود اور فرعون سمجھ اور زنار پہن۔ اپنی ماں کے ساتھ.........کر اور اپنے بھائی کو قتل کر، اپنی عبادت کو بت پرستی شمار کر، کافر ہو جا، وغیرہ وغیرہ۔

اب آپ شریعت سے فتویٰ دیں تا کہ آپ مفتی کامل ثابت ہوں۔ اور ان باتوں پر عمل کر کے دکھلائیں۔

قولہ: ان عبارات سے صاف طور پر واضح ہو گیا کہ ان عبارات کے لکھنے والے خلف وعید کے قائل تھے۔ (ص:۱۰ سطر:۱۴)

اقول: ان عبارات کا جواب کافی سے زیادہ ہو چکا ہے کہ خلف وعید یا کذب باری تعالیٰ ہرگز جائز نہیں۔ یہ مذہب معتزلہ کا ہے۔ اور وہ حضرات ان عبادات کے لکھنے والے خلف وعید کے ہرگز قائل نہ تھے۔

قولہ: غرضے کہ اہل سنت خلف وعید کے قائل ہیں۔ اگر خلف وعید کے قائل نہیں تو معتزلہ اور خارجی لوگ نہیں۔ جو کہ عبارت ذیل سے ظاہر ہے۔

شرح مقاصد میں ہے:

[4] الثواب فضل من الله تعالىٰ، والعقاب عدل من غير وجوب عليه والاستحقاق من عبد خلافاً للمعتزله.[5]

شرح موافق میں ہے:

---

[1] ترجمہ: میں نہ کافر ہوں نہ مسلمان، ان دونوں کے درمیان حیران ہوں کہ کیا کروں ایک مضطر کی طرح سرگرداں ہوں کیا کروں۔

[2] ترجمہ: بذات خود اپنی اطاعت کا انکار کر، اپنے ایمان کو زنار کی نگاہ سے دیکھ۔ اپنی عبادت کو بت پرستی شمار کر اور اپنے آپ کو نمرود اور فرعون تصور کر۔

[3] ترجمہ: جب تک کافر نہیں ہوگا، مسلمان نہیں ہو سکتا۔ جب تک اپنے بھائی کا سر قلم نہیں کرے گا مسلمان نہیں ہو سکتا اور جب تک اپنی ماں کے ساتھ زنا نہیں کرے گا، مسلمان نہیں ہو سکتا۔

[4] ترجمہ: ثواب اللہ کا فضل ہے اور سزا اس کا عدل ہے اور یہ اس پر واجب نہیں۔ اور بندہ ثواب و عقاب کا مستحق ہے اور اس میں معتزلہ کا اختلاف ہے۔

[5] شرح مقاصد ملخصاً، ج:۵، ص: ۱۲۵ - ۱۲۶، منشورات الشريف الرضى.

أجمع[1] المعتزلة والخوارج على عقاب صاحب الكبيرة إذا مات بلا توبة. ولم يجوزوا أن يعفو الله عنه.[2]

ان دونوں عبارتوں سے ثابت ہوگیا کہ خلف وعید کے قائل معتزلہ اور خارجی نہیں۔ بلفظہٖ (صفحہ ۱۰، سطر:۱۶)

اقول : میں اوپر ثابت کر چکا ہوں کہ خلف وعید یا کذب باری تعالیٰ کا کوئی بھی اہل سنت سے قائل نہیں، بلکہ کل ماتریدی اور اشعری اس سے انکاری ہیں۔ ان عبارات مندرجہ بالا شرح مقاصد اور مواقف سے بھی میرا دعویٰ ثابت ہے نہ کہ آپ کا۔ آپ کا اعتقاد یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ تمام انبیا علیہم السلام اور اولیاے کرام ومومنین صالحین کو دوزخ میں ڈالنے پر قادر ہے۔ اور تمام مشرکین وشیطان لعین اور ملحدین اعلیٰ وادنیٰ کو بہشت میں داخل کرنے پر اپنے وعدہ اور وعید کے خلاف قادر ہے۔ جس سے کذب باری تعالیٰ ثابت ہو۔ نعوذ باللہ منہا۔

یہ عقیدہ آپ کو مبارک ہو۔ میں ان ہر دو عبارتوں کے مضمون میں دکھلا چکا ہوں کہ یہ بات حسبِ وعدہ وعید خداوند تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ۔ کسی مسلمان گنہ گار کو اپنے فضل سے بخش دے یا آں حضرت ﷺ کی شفاعت سے مغفرت کرے۔ یا اس کے گناہ کے مطابق عذاب کر کے بخش دے۔ اس کے اثبات میں آپ کی پیش کردہ کتب کیمیاے سعادت اور مکتوبات شیخ یحییٰ منیری سے دکھلا چکا ہوں۔ اور آیات بھی درج کر چکا ہوں لیکن آپ کے اعتقاد کے مطابق کسی کافر اور مشرک کا خلود فی الجنۃ ثابت نہیں جس سے خداوند تعالیٰ کا وعدہ خلافی کرنا ظاہر ہوتا ہو۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کو اپنے وعدے پر دلیل لانے کا ڈھنگ نہیں آیا پس میری تحریر سے ثابت ہے کہ خلف وعید کے قائل معتزلہ اور خارجی ہی لوگ ہیں۔

قولہ : حضرت مولوی اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی خلیل احمد صاحب کو بہ باعث خلف وعید کے قائل ہونے کے آپ نے وہابی قرار دیا ہے۔ اور ان کی تحریرات کو آپ نے کفریہ ٹھہرایا ہے۔ اب توضیح مطالبہ میں ثابت ہوگیا کہ خلف وعید کے قائل تمام اہل سنت ہیں۔ تو لازم آیا کہ آپ نے اہل سنت کو وہابی اور پکے مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا۔ تو ارشاد ہوا کہ آپ کے ایسا کرنے سے شرعاً آپ کس لقب سے یاد کیے جانے کے مستحق ہیں۔ بلفظہٖ (صفحہ ۱۱، سطر:۲۱)

اقول : یہاں آپ نے مولوی اسماعیل اپنے امام الطائفہ کے نام سے محمد ﷺ کو نکال دیا حالاں کہ تمام ان کی کتابوں میں نام ان کا محمد اسماعیل لکھا ہوا دیکھا گیا ہے مگر آپ نے اپنے رسالہ میں سب جگہ اسماعیل ہی لکھا ہے۔ شاباش! آپ نے خوب کیا واقعی وہ اسم پاک محمد (ﷺ) کے شامل کرنے کے مستحق نہیں اور نہ تھے۔ اس لیے میں بھی اسی پر عمل کروں گا۔

اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ اگر کسی شخص کا عقیدہ یہ ہو کہ خلف وعید کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ یا اس کا جھوٹ بولنا ممکن

[1] ترجمہ: معتزلہ اور خوارج کا اس بات پر اجماع رہا ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب اگر بغیر توبہ کیے مرجائے تو عذاب کا مستحق ہے اللہ اسے معاف نہیں کرسکتا۔
[2] شرح مواقف، ج:۸، ص:۳۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان.

ہے۔تو یہ کفر ہے۔جس کا ثبوت کثرت سے آگے آئے گا۔آپ انتظار کریں۔میں اہل سنت کو وہابی نہیں کہتا بلکہ ان لوگوں کو وہابی کہتا ہوں جن کے عقائد میری فہرست مندرجہ صفحہ ۴ تا ۶ میں درج ہیں۔جن کا آپ نے لچر پوچ جواب لکھا ہے۔ اورآپ نے پکا دیوبندی وہابی ثابت کیا ہے۔اس میں شبہہ کرنے کی گنجائش ہی نہیں کہ مولوی اسماعیل دہلوی پکے چونا گچ بلکہ اس سے زیادہ لوہے کی طرح وہابی نجدی اور ہندوستان میں بانی وہابیت ہیں اور میرے لیے شرعاً پکا اہل سنت و جماعت سنی حنفی لوہے سے بھی زیادہ مضبوط لقب موزون ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذلك.

لیجیے مولوی صاحب! آپ کے اعتراضات ہباءً منثوراً ہوگئے۔اب بہ مفصل طور پر مذہب اہل سنت و جماعت کا اثبات آیات قرآنی اور تفاسیر حقانی اور علم کلام و دیگر کتب معتبرات اور فتاوائے علمائے ربانی سے تحریر کرتا ہوں۔انشاءاللہ تعالیٰ آپ نادِم ہوں گے۔اور آپ کی آنکھیں روشن ہوجائیں گی بشرطیکہ خداوندکریم کی توفیق، رفیق ہوئی۔ورنہ چوندھیا ضرور ہوجائیں گی۔

فصل اول
آیات قرآنی جن سے ثابت ہوگا کہ خداوندتعالیٰ کا وعدہ سچا ہے کہ اس کا حکم اخبار میں ہرگز نہیں بدلتا

(۱) «وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ[۱]» وعدہ کیا اللہ نے اور نہ خلاف کرے گا اللہ اپنے وعدہ کے۔(سورہ زمر)

(۲) «وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ[۲]» خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف ہرگز نہ کرے گا۔(حج)

(۳) «اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ[۳]» تحقیق اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔(قصص)

(۴) «وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ[۴]» وعدہ کیا اللہ نے خلاف نہ کرے گا اللہ اپنے وعدہ کے۔(روم)

(۵) «اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ[۵]» خبردار ہوجاؤ واقعی اللہ کا وعدہ سچا ہے۔(یونس)

(۶) «كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ[۶]» جنھوں نے جھٹلایا پیغمبروں کو پھر ٹھیک ہوئی اُن پر وعید عذاب۔(ق)

(۷) «وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ. مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ[۷]» تحقیق بھیجا ہم نے تم پر عذاب۔میری بات بدلنے والی نہیں اور نہ ہم اپنے بندوں سے ظلم کرنے والے ہیں۔(ق)

---

[۱] پارہ:۲۳، الزمر:۳۹، آیت:۲۰
[۲] پارہ:۱۷، الحج:۲۲، آیت:۴۷
[۳] پارہ:۲۰، القصص:۲۸، آیت:۱۳
[۴] پارہ:۲۱، الروم:۳۰، آیت:٦
[۵] پارہ:۱۱، یونس:۱۰، آیت:۵۵
[۶] پارہ:۲٦، ق:۵۰، آیت:۱۴
[۷] پارہ:۲٦، ق:۵۰، آیت:۲۸، ۲۹

(۸) «فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗ[۱]» اللہ تعالیٰ اپنے عہد کے خلاف ہرگز نہ کرے گا اور نہ کرتا ہے۔(بقرہ)

(۹) «فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ[۲]» پس تم مت گمان کرو کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا ہے۔(سورہ ابراہیم)

(۱۰) «اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ[۳]» تحقیق اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرے گا۔(آلِ عمران)

(۱۱) «لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ[۴]» اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا اور نہ کرے گا۔(روم)

(۱۲) «وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا[۵]» اللہ تعالیٰ سے کون زیادہ سچا ہے بات میں (یعنی کوئی نہیں)(سورۃ النساء)

(۱۳) «وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا[۶]» وعدہ اللہ تعالیٰ کا سچا ہے اور کون زیادہ سچا ہے اللہ سے کلام میں یا بات میں۔(النساء)

(۱۴) «وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا[۷]» تمام ہوئے کلمات تیرے رب کے سچے اور صحیح۔(انعام)

(۱۵) «وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ[۸]» اور واقعی ہم ضرور سچے ہیں۔(انعام)

(۱۶) «وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا[۹]» اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ منافقین اور منافقات اور کفار ہمیشہ تا ابد دوزخ میں رہیں گی۔(توبہ)

(۱۷) «وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا[۱۰]» وعدہ کیا ہے اللہ پاک نے ایمان والوں اور ایمان والیوں کو بہشت کا جس کے نیچے نہریں چلتی ہیں کہ وہ ہمیشہ تا ابد اس میں رہیں گے۔(توبہ)

(۱۸) «اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ[۱۱]» یہ لوگ جنت میں رہنے والے ہیں وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔(بقرہ، یونس، ہود)

(۱۹) «اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا[۱۲]» یہی لوگ جنتی ہیں ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔(احقاف)

(۲۰) «اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ[۱۳]» بس یہی لوگ دوزخی ہیں جو ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔(اعراف، یونس، مجادلہ)

---

[۱] پارہ:۱،البقرہ:۲، آیت:۸۰ — [۲] پارہ:۱۳،ابراھیم:۱۴، آیت:۴۷
[۳] پارہ:۳،آل عمران:۳، آیت:۹ — [۴] پارہ:۲۱،الروم:۳۰، آیت:۶
[۵] پارہ:۵،النسا:۴، آیت:۸۷ — [۶] پارہ:۵،النسا:۴، آیت:۱۲۲
[۷] پارہ:۸،الانعام:۶، آیت:۱۱۶ — [۸] پارہ:۸،الانعام:۶، آیت:۱۴۷
[۹] پارہ:۱۰،التوبۃ:۹، آیت:۶۸ — [۱۰] پارہ:۱۰،التوبۃ:۹، آیت:۷۲
[۱۱] پارہ:۱، البقرۃ:۲، آیت:۸۲ • یونس:۱۰، آیت:۲۶ • ھود:۱۱، آیت:۲۳
[۱۲] پارہ:۲۶،الاحقاف:۴۶، آیت:۱۴
[۱۳] پارہ:۸، الاعراف:۷، آیت:۳۶ • یونس:۱۰، آیت:۲۷ • المجادلہ:۵۸، آیت:۱۷

ان آیات کے سوا کثرت سے آیات، قرآن میں موجود ہیں یہاں ان میں بیس آیات کو کافی سے زیادہ اس کے لیے سمجھا گیا ہے، ان سے بہمہ وجوہ ثابت ہے کہ جو وعدہ یا وعید یا عہد اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم میں فرمایا ہے اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرے گا۔ اس کا حکم قائم اور دائم ہے، بالخصوص اخبار میں اور جو کچھ چاہے وہی ہوتا ہے۔ اور جس کو نہ چاہے وہ نہیں ہوتا۔ جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے نجات کا کیا ہے ویسا ہی پورا کرے گا۔ اس میں سرِ مو فرق نہیں ہوگا، اور جو وعدہ کفار کے حق میں ہے اس کو بھی ویسا ہی پورا کرے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ اور وعید میں تمام سچوں سے سچا ہے۔ وعدہ خلافی اور جھوٹ اس کی شان عالی کے خلاف ہے اور اس کی ذات پاک کے منافی۔ جس شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ خداوند کریم خلف وعید یا اپنے وعدہ کے خلاف کرتا ہے یا کرسکتا ہے یا کذب یا دروغ بولتا ہے یا بولے گا یا بول سکتا ہے یا بولنے پر قادر ہے وہ شخص اہل سنت و جماعت سے خارج بلکہ کافر ہے یہی مذہب اہل سنت و جماعت متقدمین، اور متاخرین کا ہے۔ جو نصوص سے ثابت ہے۔

فصل دوم

تفاسیر قرآنی سے اس بات کا ثبوت کہ خدائے تعالیٰ کا وعدہ اور وعید سچا ہے، اس کے خلاف ہرگز نہیں کرتا

(۱) تفسیر قادری جلد، دوم صفحہ ۴۶۰، سطر: ۱۸

ان سب (قوم تُبّع) نے (کذب الرسل) تکذیب کی تمام رسولوں کی۔ اس واسطے کہ انبیا علیہم السلام ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ تو ان میں سے ایک کی تکذیب اُن سب کی تکذیب ہوتی ہے۔ پس جب اس قوم کے لوگوں نے انبیا کی تکذیب کی۔ فحق وعید تو مسلم ہوگئی اور نازل ہوئی ان پر میری وعید یعنی جو کچھ وعدہ عذاب کا ہم نے کیا تھا۔ (بلفظہٖ)

(۲) تفسیر قادری، جلد: دوم، صفحہ: ۴۶۳، سطر: اول

«وقد قدمت» اور بے شک ہم نے پہلے بھیجی تھی۔ «الیکم بالوعید» تمھاری طرف اپنی وعید اپنی کتابوں میں اپنے رسولوں کی زبانی۔ اور اب تم کو حجت نہیں رہی۔ اور تمھارا کوئی عذر نہ سنا جائے گا۔ «ما یبدل القول» نہ بدلی جائے گی بات (لَدَیَّ) میرے پاس یعنی ہم جو کچھ وعدہ وعید کر چکے ہیں اس میں تبدل اور تغیر کی گنجائش نہیں۔ (بلفظہٖ)

(۳) تفسیر قادری، جلد: اول، صفحہ: ۱۸۳

«ومن اصدق» اور کون شخص ہے بہت سچا «من اللہ حدیثا» اللہ تعالیٰ سے یعنی اس سے زیادہ کوئی سچا نہیں ہے بات میں اور وعدہ کے رو سے یعنی اللہ کی بات اور وعدہ میں جھوٹ کو راہ نہیں۔ اس واسطے کہ جھوٹ نقص ہے اور حق تعالیٰ جھوٹ سے پاک ہے۔ (بلفظہٖ)

(۴) تفسیر فتح العزیز، پارہ: الم، صفحہ ۲۱۴

«فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ» پس[1] ہرگز خلاف نخواہد کرد خدا تعالیٰ عہد حکمے خود را۔ زیرا کہ خبر او کلام ازلی اوست و کذب در کلام نقصانے ست عظیم کہ ہرگز بصفات او راہ نیابد۔ وآنچہ بعضے ظاہر بیناں گفتہ اند کہ خلاف در وعدہ نیک نقصان است۔ و در وعید بد کرم ولطف است، مبنی ست بر قیاس غائب بر شاہد در حق او تعالیٰ کہ مبرا از جمیع نقائص است خلاف خبر مطلقاً نقصان ست خواہ نیک باشد یا بد۔ زیرا کہ لطف وکرم او تعالیٰ راہ ہائے بسیار دارد۔ (بلفظہٖ)

یہاں حضرت شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ نے لفظ جوداً وکرماً کا بھی فیصلہ فرمایا۔

(۵) تفسیر فتح عبد العزیز، پارہ: الم، صفحہ: ۲۱۵، ۲۱۶

«فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ» پس[2] آں گروہ ملازمان دوزخ اند کہ ہرگز ازاں جدا نمی شوند۔ «هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ» یعنی ایشاں دراں دوزخ ہمیشہ باشندگان اند۔ «وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ» یعنی وکسانیکہ ایمان آوردند وعمل ہائے شائستہ کرد پس دلہائے ایشاں نیز از گناہ پاک است وبدن ایشاں نیز بنور عمل صالح منور، بلا جرم۔ «اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ» یعنی ایں گروہ ملازمان بہشت اند کہ جائے قدس وطہارت است۔ «هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ» یعنی ایشاں دراں بہشت باشندگان اند۔ (بلفظہٖ)

(۶) تفسیر فتح العزیز پارہ الم، ص: ۳۱۷

نیز[3] باید دانست کہ اہل قبلہ دریں مسئلہ اختلاف عظیم رواداد۔

بعضے از ایشاں مرتکب کبیرہ را وعید قطعی دائمی ثابت می کنند، ومی گویند کہ اگر صاحب کبیرہ بے توبہ بمیرد حکم او حکم

---

[1] ترجمہ: تو ہرگز اللہ تعالیٰ اپنے حکم کے خلاف نہیں کرے گا۔ کیوں کہ اس کی خبر کلام ازلی ہے اور کذب کلام میں بہت بڑا عیب ہے جو ہرگز ہرگز اس کی صفات کی لائق نہیں۔ اور بعض ظاہر بیں جو یہ کہتے ہیں کہ وعدۂ نیک کی خلاف ورزی عیب ہے اور وعید بد کی لطف وکرم۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حق میں ایسا ہی ہے جیسے موجود پر غیر موجود کو قیاس کرنا حالاں کہ وہ تمام عیوب سے پاک ہے۔ خبر کی خلاف ورزی مطلقاً عیب ہے خواہ نیک ہو یا بد، کیوں کہ اس کے لطف وکرم کے اور بہت سے راستے ہیں۔

[2] ترجمہ: تو وہ دوزخی ہیں کبھی بھی دوزخ سے نکالے نہیں جائیں گے ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے تو ان کے دل بھی گناہ سے پاک ہیں اور ان کے بدن بھی یقیناً عمل صالح کے نور سے منور ہیں اور یہ گروہ جنتی ہے اور جنت مقدس و پاکیزہ جگہ ہے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

[3] ترجمہ: یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ اہل قبلہ کا اس مسئلے میں زبردست اختلاف ہے۔ ان میں سے بعض مرتکب کبیرہ کے لیے، وعید قطعی دائمی ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والا بے توبہ کیے مرجائے تو اسے کافر کہا جائے گا، یہ معتزلہ اور خوارج کا مذہب ہے اور یہی مذہب بشر مریسی وخالدی اور دوسرے بے وقوف جاہلوں کا ہے۔

صحیح مذہب وہ ہے جسے صحابہ نے شرح وبسط سے بیان فرمایا ہے اور اسی کو اہل سنت وجماعت نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے:

مرتکب کبیرہ قابل عفو ہے اگرچہ بے توبہ مرے، وہ نماز جنازہ، استغفار اور صدقات وخیرات کے ذریعہ اعانت کے سلسلے میں تمام مسلمانوں کی طرح ہے۔ اس کے حق میں رسول کریم ﷺ کی شفاعت اور رحمت الٰہی کی امید کی جائے گی۔ بلکہ یقین رکھنا چاہیے کہ حق تعالیٰ اپنی بے پناہ رحمت یا رسول کی شفاعت سے بعض مرتکبان کبیرہ کو معاف فرمادے گا اور بعض کو عذاب بھی دے گا اور اس پر یقین رکھنا چاہیے کہ ان میں سے جسے عذاب دیا جائے گا وہ عذاب سے نجات بھی پائے گا، اس لیے کہ عذاب ابدی کفر کا خاصہ ہے اور کسی بھی گناہ سے دائمی عذاب کا مستحق نہیں ہوسکتا۔

معتزلہ کے بعض طرف دار اس جگہ یہ کہتے ہیں کہ ہر چند مذہب اہل سنت ادب سے قریب تر ہے۔ اس لیے کہ اہل سنت حق تعالیٰ کے لیے ہر دو صفت یعنی جلال و جمال، عفو وانتقام اور لطف وقہر ثابت کرتے ہیں اور ان دونوں صفتوں میں سے کسی ایک کو بھی بندوں کے حق میں واجب نہیں سمجھتے، وہ کہتے ہیں کہ وہ قادر ہے جو چاہے کرے، جس کا چاہے حکم دے۔

کافران ست وہمیں ست مذہب معتزلہ وخوارج وہمیں ست مذہب بشر مریسی وخالدی ودیگر جاہلاں بےوقوف۔ مذہب صحیح کہ صحابہ وتابعین آں را مشروحاً بیان فرمودہ اند۔ واہل سنت وجماعت آں را اختیار نمودہ اند آنست کہ مرتکب کبیرہ قابل عفو ست اگر بےتوبہ بمیرد او مانند سائر مسلمین ست در نماز جنازہ واستغفار واعانت بصدقات ومبرات ودرحق او شفاعت پیغمبر ورحمت الٰہی را امیدوار باید بود۔ بلکہ یقین باید کرد کہ حق تعالیٰ برحمت بےغایت خود یا بہ شفاعت پیغمبر از بعضے مرتکبان کبیرہ عفو خواہد فرمود۔ وبعضے را ازیشاں عذاب ہم کند ونیز یقین باید کرد کہ ازینہا معذب خواہد شد عذاب او منقطع خواہد گشت۔ عذاب ابدی خاصۂ کفرست۔ بہ ہیچ گناہ مستحق آں نتواں شد۔

بعضے از طرف داران معتزلہ دریں مقام می گونید کہ ہرچند مذہب اہل سنت اقرب بادب است زیرا کہ ایشاں حق تعالیٰ را ہر دو صفت جلال وجمال وعفو وانتقام ولطف وقہر ثابت می کنند وہیچ یک را ازیں دو صفت درحق بندگان واجب نمی دانند ومی گویند کہ او قادر است «**يَفعلُ مَا يَشآءُ وَيَحْكم مَا يريد**»۔ الخ (بلفظہٖ)

دیکھیے شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے خلف وعید اور کذب باری تعالیٰ کی کیسی جڑ کاٹی ہے۔

(۷) تفسیر بیضاوی جلد اول، صفحہ ۱۹۵ زیر آیت

«**وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا**» إنكار أن يكون أحد أكثر صدقا منه؛ فإنه لايتطرق الكذب الى خبره بوجه لأنه نقص، وهو على الله تعالىٰ محال.

یعنی (یہ انکار استفہامی ہے) کہ کیا کوئی اللہ تعالیٰ سے سچ بولنے میں زیادہ ہے۔ پس لازم ہے کہ اس پر کذب یا خلف وعید کا الزام ہرگز نہ لگایا جائے۔ کہ اس کی خبر میں واقع ہو۔ کیوں کہ یہ نقص ہے ذات باری میں اور یہ اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

(۸) تفسیر بیضاوی جلد اول، صفحہ ۲۷۳

«**وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ**» في الأخبار او الوعيدو الوعد.

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تحقیق میں سچا ہوں اپنے اخبار یعنی وعدہ اور وعید میں۔

(۹) تفسیر خطیب شربینی، صفحہ: ۷۳

قوله تعالىٰ **فلن يخلف الله** عهده فيه دليل علىٰ أن الخلف في خبر الله محال. بلفظه.

یعنی خلف وعید اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

(۱۰) تفسیر کشاف، صفحہ: ۴۳۱، زیر آیت

«**وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ**[۱]» فيما اوعدنا به العصاة لا تخلفه مالا نخلف ما وعدناه أهل الكتاب بلفظه.

یعنی میں سچا ہوں وعید اور وعدہ میں جو اہل کتاب کے ساتھ کیا گیا ہے۔

---

[۱] وَاِنَّا لَصادِقُوْنَ رسم الخط قرآنی وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ہے۔ ۱۲ منہ

(۱۱) تفسیر کبیر، جلد: پنجم، صفحہ: ۲۷۱، سطر: ۳۳، مصری، زیر آیت

«وَظَنُّوٓا اَنَّهُمۡ قَدۡ كُذِبُوۡا» لأن المومن لا يجوز أن يظن بالله الكذب، بل يخرج بذلک عن الإيمان.

یعنی کسی مسلمان مومن کو جائز نہیں ہے کہ خدا پر جھوٹ بولنے کا گمان کرے بلکہ ایسا کرنا ایمان سے خارج کر دیتا ہے۔ لیجیے اپنے ایمان کو سنبھا لیے۔

(۱۲) تفسیر کبیر، جلد: سوم، صفحہ: ۲۷۹، سطر: اخیر، مصری

قوله «وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيۡثًا» استفهام على الإنكار والمقصود منه بيان أنه يجب كونه تعالیٰ صادقاً و أن الكذب والخلف في قوله محال.

یعنی اللہ تعالیٰ سے اپنی بات میں کون سچا زیادہ ہے۔ یہ قول استفہام انکاری ہے یعنی کوئی نہیں۔ مقصود اور مراد اس سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے سچ کا اعتقاد کرنا واجب ہے۔ اور تحقیق اللہ تعالیٰ کے قول میں جھوٹ اور خلف وعید محال ہے۔

(۱۳) تفسیر کبیر، جلد: چہارم، صفحہ: ۱۳۲، ۱۳۳، مصری، سطر: ۳۹

(الف) قال أهل المعاني: الكلمات معناها ماجاء من وعد و وعيد و ثواب و عقاب فلا تبدل فيه، ولا تغير له كما قال مَا يُبَدَّلُ الۡقَوۡلُ لَدَیَّ. بلفظه(ص:۱۳۲، سطر:۳۹)

(ب) أن حكم الله تعالى هو الذي حصل في الأزل، ولا يحدث بعد ذلك شيء، فذلك الذي حصل في الأزل هو التمام، والزيادة عليه ممتنعة. وهذا الوجه هو المراد من قوله صلى الله عليه وسلم : جف القلم بما هو كائن إلى يوم القيامة. بلفظه (ص:۱۳۳، سطر:۱۲)

(ج) من صفات كلمة الله، كونها صدقاً، والدليل عليه أنّ الكذب نقص، والنقص على الله تعالیٰ محال.(ص:۱۳۳،سطر:۱۳)

(د) واعلم: أن هذا الكلام يدل على أن الخلف في وعد الله تعالى محال فهو أيضاً يدل على أن الخلف في وعيده محال. بلفظه (ص:۱۳۳، سطر:۱٦)

ترجمہ (الف) اہل معانی نے فرمایا ہے، کلمہ ہو یا کلمات، ان کے معنیٰ یہ ہیں یعنی جو کچھ وعدہ اور وعید اور ثواب اور عذاب میں خدا کا حکم ہے نہ اس میں تبدیلی ہو سکتی ہے اور نہ تغیر ہو سکتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہماری بات بدل نہیں سکتی۔

(ب) جو حکم اللہ تعالیٰ کا روزِ ازل میں ہو چکا، اس کے بعد کچھ پیدا نہیں ہوگا، پس وہی چیز ہے جو ازل میں ہو چکی ہے، اس پر زیادتی اور کمی محال ہے اور یہی وجہ اور مراد حضور سرورِ عالم ﷺ کے فرمانے کی ہے، جیسے فرمایا ہے کہ قلمِ قدرت نے سب کچھ لکھ دیا ہے، جو قیامت تک ہونے والا ہے، اور پھر وہ خشک ہوا۔

(ج) سچ بولنا اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے، دلیل اس کی یہ ہے کہ جھوٹ بولنا اللہ تعالیٰ کی ذات پر نقص ہے اور نقص کا ہونا اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

(د) جان لو کہ یہ کلام اسی دلیل سے خلف وعدہ اللہ تعالیٰ پر محال ہے پس اسی دلیل سے خلف وعید بھی اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

(۱۴) تفسیر جمل، ص:۲۲۹۔ زیرِ آیت:

«مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ الآيه» المراد بالقول هو الوعيد بتخليد الكافر في النار. (بلفظہٖ)

یعنی اللہ تعالیٰ کی بات نہیں بدلتی، اس بات سے وعید مراد ہے اور وعید اس کو کہتے ہیں جو کافروں کو ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا حکم ہے۔

(۱۵) تفسیر ابی السعود برحاشیہ تفسیر کبیر، جلد دوم ص:۱۷۴

«وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللهِ حَدِيْثًا» إنكار لأن يكون أحد أصدق منه تعالىٰ في وعده، و سائر اخباره، و بيان لاستحالته، كيف لا، والكذب محال عليه سبحانه دون غيره. (بلفظہٖ)

یعنی اللہ تعالیٰ سے کون زیادہ سچا ہے- انکاراً- یعنی کوئی زیادہ سچا نہیں ہے اللہ تعالیٰ سے اپنے وعدہ اور تمام خبروں میں، بیان ہے جھوٹ کے محال ہونے کا اور کیسے نہ ہوگا حالاں کہ جھوٹ اللہ پر محال ہے، سوا اس کے دوسرے کے اوپر محال ہے۔

دیکھیے تفاسیر معتبرات کذب باری تعالیٰ اور خلف وعید کا استیصال فرما کر ایسے اعتقاد رکھنے والوں کو معتزلہ اور کافر قرار دے رہی ہیں۔ اب علمِ کلام اہل سنت و جماعت ملاحظہ کیجیے۔

فصل سوم

کتب علم کلام سے اس بات کا ثبوت کہ کذب، اللہ تعالیٰ پر محال ہے

(۱) شرح مواقف مطبوعہ نول کشور، ص:۶۰۴، سطر ۱۳-۱۹

تفريع علىٰ ثبوت الكلام لله تعالىٰ، و هو أنه يمتنع عليه الكذب اتفاقاً. الخ (بلفظه)

یعنی تمام اہل سنت و جماعت کا اتفاق و اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ محال ہے۔

(۲) لأنه إذا جاز وقوع الكذب في كلامه ارتفع الوثوق عن اخباره بالثواب والعقاب و سائر ما أخبر به من أحوال الآخرة والأولىٰ و في ذٰلك فوات مصالح لا تحصىٰ.

یعنی اگر جھوٹ کا وقوع اللہ تعالیٰ کے کلام میں جائز سمجھا جائے تو تمام اعتبار اٹھ جائے گا۔ جو اس کی خبروں میں ہے، مثلاً ثواب اور عذاب اور تمام خبریں جو اس نے دنیا اور آخرت کی اپنے کلام میں فرمائی ہیں بے اعتبار ہو جائیں گی اور اس میں بے شمار

مصالح فوت ہوجائیں گے۔

(۳) شرح مواقف بالا،ص:۶۰۴،سطر ۱۹

وأما امتناع الكذب عليه عندنا فبثلٰثة أوجه ، الأول أنه نقص والنقص على الله تعالىٰ محال إجماعاً.

یعنی امتناعِ کذبِ خدا ہمارے نزدیک تین وجہ پر ہے:

وجہ اول یہ ہے کہ جھوٹ نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔اجماعاً۔

وجہ دوم کا خلاصہ یہ ہے: اگر اللہ تعالیٰ کی صفت جھوٹ بولنا سمجھی جاوے تو جھوٹ بولنا قدیم ہوگا اور سچ بولنا ممتنع ہوگا۔ کیوں کہ یہ حادث ہوگا۔ اور نئی بات اللہ تعالیٰ میں پیدا ہونا محال ہے۔

وجہ سوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر صحتِ صدق کا احتمال کیا جاتا ہے کلامِ نفسی اور لفظی میں مع خبر حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ بکلہٖ سچ ہے۔ اگر اس کے خلاف سمجھا جاوے تو سب اعتبار کلام کا جاتا رہے گا۔ اس لیے یہ محال ہے۔

(۴) شرح مواقف،ص:۷۱۰،سطر ۲۴

المقصد السادس في تقرير المبحث الثاني: أجمع المسلمون علىٰ أن الكفار مخلدون في النار أبدا لا ينقطع عذابهم. (بلفظہٖ)

دوسری بحث یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ کفار ابدالآباد دوزخ میں رہیں گے، ان کا عذاب منقطع نہ ہوگا۔

(۵) شرح مواقف،ص:۷۰۰

لأن إمكان المحال محال. واقعی امکان محال کا بھی محال ہی ہے۔

(۶) شرح عقائد جلالی:

و إمكان المحال محال. اور امکان محال کا بھی محال ہی ہے۔

(۷) شرح مقاصد مبحث کلام

الكذب محال بإجماع العلماء لأن الكذب نقص باتفاق العقلاء و هو على الله تعالىٰ محال. الخ (ملخصًا)[1]

شرح مقاصد کے بحث کلام میں ہے کہ جھوٹ باجماع علما محال ہے، کیوں کہ جھوٹ بہ اتفاق عقل مندان اہل سنت کے نقص ہے اور وہ اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

(۸) شرح مقاصد بحث تکلیف بالمحال۔

---

[1] شرح المقاصد، ج:۲، ص:۱۰٤، المبحث السادس فی أنه تعالىٰ متكلم، دار المعارف النعمانيه، لاهور.

محال هو جهله او كذبه تعالىٰ عن ذٰلك.[1]

یعنی شرح مقاصد کی بحث تکلیف بالمحال میں ہے کہ جہل اور جھوٹ اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

(۹) عقائد العضد یہ، ص: ۳۴، سطر: ۱۵

متصف بجميع صفات الكمال و منزه عن سمات النقص، أجمع عليه العقلاء كافة الخ.

یعنی اللہ تعالیٰ تمام صفاتِ کلام سے متصف ہے اور تمام نقصوں سے پاک ہے اس پر تمام عقلا کا اجماع ہے۔

(۱۰) عقائد العضد یہ، ص: ۶۶، ۶۷

ولا يصح عليه الحركة والانتقال ولا الجهل ولا الكذب؛ لأنهما نقص، والنقص على الله تعالىٰ محال. (بلفظہٖ)

یعنی اللہ تعالیٰ پر حرکت اور انتقال اور جہل اور جھوٹ صحیح نہیں، کیوں کہ یہ دونوں نقص ہیں اور نقص اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

(۱۱) عقائد العضد یہ، ص: ۷۳

قلت: الكذب نقص والنقص عليه محال، فلا يكون من الممكنات ولا تشمله القدرة. الخ (بلفظہٖ)

یعنی میں کہتا ہوں کہ جھوٹ نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ پر محال ہے پس ممکنات میں سے بھی نہیں اور نہ قدرتِ خدا میں شامل ہے۔

(۱۲) شرح مقاصد مبحث کلام:

قد بينا في بحث الكلام: امتناع الكذب علىٰ الشارع تعالىٰ.[2]

ہم بحثِ کلام میں ثابت کر آئے کہ اللہ تعالیٰ پر کذب محال ہے۔

(۱۳) شرح مقاصد:

الكذب في أخبار الله تعالىٰ فيه مفاسد لا تحصىٰ، ومطاعن في الاسلام لا تخفىٰ. منها: مقال الفلاسفة في المعاد و مجال الملاحدة في العناد، و منها: بطلان ما عليه الاجماع من القطع بخلود الكفار في النار، فمع صريح أخبار الله تعالىٰ به، فجواز عدم وقوع مضمون هذا الخبر محتمل. و لما كان هٰذا باطلا قطعًا، علم ان القول بجواز الكذب في أخبار الله باطل قطعا[3] اه ملتقطاً.

یعنی خبرِ الٰہی میں کذب پر بے شمار خرابیاں اور اسلام میں آشکارا طعن آئیں گے۔ فلاسفہ حشر میں گفتگو لائیں گے،

---

[1] شرح المقاصد، ج:۲، ص:۱۵۵، المبحث الخامس: التكليف ما لا يطاق، دار المعارف النعمانيه، لاهور.

[2] شرح المقاصد، ج:۳، ص:۱۵۲، دار المعارف النعمانيه، لاهور.

[3] شرح المقاصد، ج:۲، ص:۲۳۸، المبحث الثانى عشر: اتفقت الأمة على العفو عن الصغار، دار المعارف النعمانيه، لاهور.

ملحدین اپنے مکابروں کی جگہ پائیں گے، کفار کا ہمیشہ آگ میں رہنا کہ بالا جماع یقینی ہے۔ اس پر سے یقین اٹھ جائیں گے کہ اگرچہ خدا نے صریح خبریں دیں مگر ممکن ہے کہ واقع نہ ہوں اور جب یہ امور یقیناً باطل ہیں تو ثابت ہوا کہ خبر الٰہی میں کذب کو ممکن کہنا باطل ہے۔

(۱۴) شرح عقائد نسفی:

كذب كلام الله تعالىٰ محال[۱] اھ. ملخصًا کلامِ الٰہی کا کذب محال ہے۔

(۱۵) طوالع الانوار (فرع متعلق مبحث کلام میں ہے):

الكذب نقص والنقص على الله تعالىٰ محال. جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

(۱۶) شرح مواقف کی بحث معجزات میں ہے:

قد مر في مسئلة الكلام من موقف الالٰهيات: امتناع الكذب عليه سبحانه و تعالىٰ.[۲]

یعنی موقف الٰہیات میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کذب ہرگز ممکن نہیں۔

(۱۷) مسائرہ میں امام محقق کمال الدین محمد علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

يستحيل عليه تعالىٰ سمات النقص كالجهل والكذب.[۳]

یعنی جتنی نشانیاں عیب کی ہیں، جیسے جہل اور کذب، اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

(۱۸) علامہ[۴] کمال الدین محمد بن محمد ابن ابی شریف قدسی علیہ الرحمہ شرح مسامرہ میں تحریر فرماتے ہیں:

لا خلاف بين الأشعرية وغيرهم في أن كل ماكان وصف نقص، فالبارى تعالىٰ عنه منزه و هو محال عليه تعالىٰ والكذب وصف نقص .اھ ملخصًا.

یعنی اشاعرہ وغیر اشاعرہ کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ جو کچھ صفتِ عیب ہے، باری تعالیٰ اس سے پاک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ پر محال اور ناممکن ہے اور کذب صفت عیب ہے۔

(۱۹) علامہ[۵] سعد تفتازانی علیہ الرحمہ شرح مقاصد میں لکھتے ہیں:

صدق كلامه تعالىٰ لما كان عندنا أزليًا، امتنع كذبه لأن ما ثبت قدمه امتنع عدمه.

یعنی کلام خدا کا صدق جب کہ ہم اہل سنت کے نزدیک ازلی ہے تو اس کا کذب محال ہوا کہ جس چیز کا قِدم ثابت ہے، اس کا عدم محال ہے۔

---

[۱] شرح عقائد، ص:۷۱، دار الاشاعت العربیہ، قندھار، افغانستان۔

[۲] سبحٰن السبوح مولفہ اعلیٰ حضرت قابل و فاضل بریلوی ابقاھم اللہ تعالیٰ، ص:۱۱، ۱۲۔ منہ

[۳] المسایرۃ متن المسامرۃ، ص:۳۹۳، المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر۔

[۴] و [۵] سبحٰن السبوح، ص:۱۱، ۱۲۔ منہ

(۲۰) شرح السنوسیہ میں ہے:

الکذب علی اللہ تعالیٰ محال لأنہ دناءۃ. اللہ تعالیٰ پر کذب محال کہ وہ کمینہ پن ہے۔

(۲۱) شرح عقائد جلالی میں ہے:

الکذب نقص والنقص علیہ تعالیٰ محال فلا یکون من الممکنات ولا تشملہ القدرۃ کسائر وجوہ النقص علیہ تعالیٰ کالجھل والعجز.[1]

یعنی جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔ تو کذب ممکناتِ الٰہیہ سے نہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اسے شامل ہے، جیسے تمام اسباب مثل جہل اور عجز کے یعنی سب محال ہیں اور صلاحیتِ قدرت سے خارج۔

(۲۲) شرح جلالی مذکور:

لا یصح علیہ تعالیٰ الحرکۃ والانتقال ولا الجھل ولا الکذب؛ لأنھما نقصٌ والنقص علی اللہ تعالیٰ محال.[2]

اللہ تعالیٰ پر حرکت انتقال وجہل وکذب کچھ ممکن نہیں کہ یہ سب عیب ہیں اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

(۲۳) کنز الفوائد میں ہے:

قدس تعالیٰ شانہ عن الکذب شرعًا و عقلًا؛ إذ ھو قبیح یدرك العقل قبحہ من غیر توقف علی شرع، فیکون محالا في حقہ تعالیٰ عقلًا و شرعًا کما حققہ ابن الھمام وغیرہ.

یعنی اللہ تعالیٰ بہ حکم شرع اور عقل کے ہر طرح کذب سے پاک ہے، اس لیے کہ کذب قبیح عقلی ہے کہ عقل خود بھی اس کے قبح کو مانتی ہے، بغیر اس کے کہ اس کا پہچاننا شرع پر موقوف ہو تو جھوٹ بولنا اللہ تعالیٰ کے حق میں عقلاً وشرعاً ہر طرح محال ہے، جیسے کہ امام ابن الہمام وغیرہ نے اس کی تحقیق افادہ فرمائی ہے۔

(۲۴) مسلم الثبوت میں ہے:

المعتزلۃ[3] قالوا: لولا کون الحکم عقلیا لما امتنع الکذب منہ تعالیٰ عقلًا والجواب أنہ نقص فیجب تنزیھہ تعالیٰ عنہ. کیف؟ و قد مر أنہ عقلي باتفاق العقلا؛ لأن ما ینا في الوجوب الذاتي من جملۃ النقص في حق الباري تعالیٰ و من الاستحالات العقلیۃ علیہ سبحانہ .اھ ملخصًا مع الشرح.

یعنی معتزلہ نے اہل سنت سے کہا کہ اگر حکم عقلی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کا کذب محال عقلی نہ رہے۔ حالاں کہ ہم اور تم اس کو

---

[1] شرح عقائد جلالي، ص: ۷۳، مطبع مجتبائی دھلی.
[2] شرح عقائد جلالی، ص: ٦٦، ٦٧، مطبع مجتبائی، دھلی.
[3] سبحٰن السبوح مؤلفہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مد ظلہ العالی، ص: ۱۵، ۱٦. ۱۲ منہ

بالاتفاق محال عقلی مانتے ہیں۔ اہل سنت نے جواب دیا کہ کذب اس لیے محال عقلی ہوا کہ وہ عیب ہے تو واجب ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے منزہ مانیں۔ اس کے عقلی ہونے پر تمام عقلا کا اجماع ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کذب الوہیت کی ضد ہے اور جو کچھ الوہیت کی ضد ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے لیے عیب ہے اور اس کی شان میں محال عقلی ہے۔

(۲۵) شرح مسلم الثبوت[1] میں مولانا نظام الدین سہالی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

الكذب نقص لأن ما ينافي الوجوب الذاتي من الاستحالات العقلية. بذٰلك أثبت الحكماء الذين هم غير متشرعين بشريعة الاستحالة المذكورة؛ فان الوجوب والكذب لا يجتمعان كما بين في الكلام. اهـ ملخصًا.

یعنی جھوٹ بولنا عیب ہے کہ جو کچھ خدا ہونے کے منافی ہے وہ سب محال عقلی ہے۔ اسی دلیل سے وہ حکما تک اسے محال جانتے ہیں جو کسی شریعت پر ایمان نہیں رکھتے کہ خدائی اور دروغ گوئی نہ جمع ہوں گے، جیسا کہ علم کلام میں ہے۔

(۲۶) فواتح الرحموت میں ملک العلما، مولانا بحر العلوم عبد العلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

الله تعالىٰ صادق قطعًا لاستحالة الكذب هناك.[2]

یعنی اللہ تعالیٰ یقیناً سچا ہے کہ وہاں کذب محال ہے۔

توضیح صحیح و نضیح بر خلف وعید

بعض کتبِ دینیہ میں خلف وعید کو جائز لکھا ہے۔ سو اس کے معنی و مطلب یہ ہے کہ خلف وعید گنہ گار مسلمانوں کے لیے ہے جو بطور فضل و عدل کے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، لیکن وہابیہ اور معتزلہ کفار کی وعید کو بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ حالاں کہ مسلمانوں کے لیے جو خلف وعید سمجھتے ہیں وہ خلفِ وعید نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، جیسے صفحہ ۱۴، ۱۵ میں لکھا جا چکا ہے۔ مثلاً ایک بادشاہ اپنے ملک میں یہ حکم جاری کرے کہ جھوٹ بولنے والا آدمی چھ ماہ کے لیے جیل خانہ میں بھیج دیا جاوے گا، لیکن ساتھ ہی اس کے یہ بھی حکم جاری کیا گیا ہے کہ ہم جس کو چاہیں گے معاف بھی کر دیویں گے، تو بتلاؤ کہ اگر وہ بادشاہ جھوٹ بولنے والے کی سزا معاف کر دے تو کیا وہ جھوٹا سمجھا جائے گا۔ اور بادشاہ کی قدر و منزلت کم ہو جائے گی ہرگز نہیں۔ اہل سنت و جماعت کا صحیح مذہب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ اور وعید میں بالکل سچا ہے، اس کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا۔ اور یہ قدرت کے بھی نیچے داخل نہیں۔ بلکہ وہ داخل ہونے کی قابلیت ہی نہیں رکھتا، کیوں کہ محال قدرت کے نیچے داخل نہیں ہے۔ جیسے ظاہر ہوگا۔

---

[1] سبحٰن السبوح مؤلفه اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مد ظله العالی، ص:۱۵، ۱۶. ۱۲ منه

[2] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، ج:۱، ص:٦٢، الباب الثانی فی الحکم، منشورات الشریف الرضی، ایران

(۲۷) تفسیر کبیر[1] میں امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

قال أبو عمر و بن العلاء لعمرو بن عبيد، ما تقول في أصحاب الكبائر؟ قال، اقول: إن الله منجز إيعاده كما هو منجز وعده. قال أبو عمرو: إنك رجل اعجمی لا اقول أعجم اللسان ولكن أعجم القلب. إن العرب تعد الرجوع عن الوعد لوما، و عن الإيعاد كرماً. والمعتزلة حكوا ان أباعمرو بن العلاء لما قال هٰذا الكلام، قال له عمرو بن عبيد: يا أبا عمرو فهل يسمىٰ لله مكذب نفسه؟ قال: لا، قال: فقد سقطت حجتك. قالوا: فانقطع ابو عمروبن العلاء و عندي انه كان لأبي عمرو أن يجيب عن هٰذا السوال: أن هٰذا إنما يلزم لو كان الوعيد ثابتاً جزمًا من غير شرط، و عندي جميع الوعيدات مشروطة بعدم العفو، فلا يلزم من تركه دخول الكذب في كلام الله تعالىٰ اھ ملخصًا.

یعنی امام ابوعمرو بن العلا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عمرو بن عبید پیشوائے معتزلہ سے فرمایا کہ اہل کبائر کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے۔ کہا میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی وعید ضرور پوری کرے گا۔ جیسے کہ اپنا وعدہ بے شک پورا فرمائے گا۔ امام نے فرمایا کہ تو عجمی ہے بلکہ دل کا عجمی ہے عرب وعدہ سے رجوع کو نالائق جانتے ہیں اور وعید سے درگزر کو کرم۔ معتزلہ حکایت کرتے ہیں، اس پر عمرو نے جواب دیا کہ خدا کو اپنی ذات کا جھٹلانے والا ٹھیرائے گا، امام نے فرمایا نہ۔ عمرو نے کہا تو آپ کی حجت ساقط ہوگئی۔ اس پر امام بند ہو گئے۔ اب امام رازی فرماتے ہیں: میرے نزدیک امام یہ جواب دے سکتے تھے کہ اعتراض تو جب لازم آتا وعید یقینی بلاشرط ہوتی اور میرے مذہب میں سب وعیدیں عدم عفو سے مشروط ہیں۔ تو خلف وعید سے معاذ اللہ کلام الٰہی میں کذب کہاں لازم آیا۔

(۲۸) ردالمحتار میں ہے: حلیہ میں بعد ختم بحث کے لکھا ہے:

و حاش لله أن يراد بجواز الخلف في الوعيد، أن لا يقع عذاب من أراد الله الإخبار بعذابه فإنه محال على الله تعالىٰ قطعاً، كما أن عدم وقوع نعيم من أراد الله الإخبار عنه بالنعيم محال عليه قطعا. كيف لا؟ وقد قال تعالىٰ: «وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللهِ قيلا. وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللهِ حديثا. وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَتِهٖ»[2]

یعنی حاش للہ خلف وعید ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اللہ عزوجل نے جس کے عذاب کی خبر دینی چاہی اس کا عذاب واقع نہ ہو یہ تو اللہ تعالیٰ پر قطعاً محال ہے۔ جس طرح یہ باتیں ممکن نہیں کہ اس نے جس کی نعیم کی خبر دینی چاہی اس کے لیے

[1] سبحٰن السبوح، ص:۹۵. ۱۲ منه

[2] رد المحتار، ج:۱، ص:۳۵۱، کتاب الصلوٰة، مطلب فی خلف الوعید و حکم الدعاء، دار احياء التراث العربی، بیروت.

نعیم واقع نہ ہو اور کیوں کر اس کی خبر کا کذب محال نہ ہوگا۔ حالاں کہ وہ خود فرماتا ہے «اللہ سے کس کا قول زیادہ سچا ہے، اللہ سے کسی کی بات زیادہ سچی ہے، تیرے رب کی باتیں سچ اور عدل میں کامل ہیں کوئی اس کی باتوں کا بدلنے والا نہیں۔»

توضیح: جیسے میں پہلے امام الطائفہ وہابیہ کا قول نقل کر چکا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو جھوٹ بولنے پر قادر نہ سمجھا جائے یا وہ جھوٹ نہ بول سکے تو انسان کی قدرت خدا کی قدرت سے زیادہ ہو جائے گی۔ کیوں کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اسی طرح اس امام الطائفہ کے امام ابن حزم نے بھی اپنی کتاب الملل والنحل میں اس طرح لکھ دیا ہے کہ: انه تعالیٰ قادر أن يتخذولدا إذ لو لم يقدر لكان عاجزًا.

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے لیے بیٹا بنانے پر قادر ہے اور اگر وہ قادر نہ ہو عاجز ہوگا۔

اس بات کا رد علامہ سید عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی اس طرح فرماتے ہیں۔ وهو هذا

(۲۹) مطالب وفیہ میں حضرت علامہ عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمۃ ابن حزم کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں۔

فانظر اختلال هذا المبتدع كيف غفل عما يلزم علىٰ هذه المقالة الشنيعة من اللوازم التي لاتدخل تحت وهم، وكيف فإنه أن العجز إنما يكون لو كان القصور جاء من ناحية القدرة، أما إذا كان لعدم قبول المستحيل تعلق القدرة فلا يتوهم عاقل ان هذا عجز.

یعنی اس بدعتی (ابن حزم) کی بدحواسی دیکھو۔ کیوں کر غافل ہوا کہ اس قول شنیع پر کیا کیا قباحتیں لازم آتی ہیں۔ جو کسی وہم میں نہ سمائیں۔ اور اس کا وہم کس طرف گیا۔ عجز تو جب ہو کہ قصور قدرت کی طرف سے ہو۔ اور جب یہ وجہ ہے کہ محال خود ہی تعلق قدرت کی قابلیت نہیں رکھتا تو اس سے کسی عاقل کو عجز کا وہم نہ گزرے گا۔ اس سے آگے اس طرح لکھا ہے:

بالجملة: فذلك التقدير الفاسد يؤدي اِلىٰ تخليط عظيم لايبقىٰ معه شيء من الإيمان ولا من المعقولات أصلا.

(یعنی یہ تقدیر فاسد کہ اللہ عز وجل محالات پر قادر ہے) وہ سخت درہمی اور برہمی کا باعث ہوگی جس کے ساتھ نہ ایمان رہے نہ اصلا احکام عقلی کا نشان، پھر فرماتے ہیں:

وقع ههنا لابن حزم هذيان بين البطلان، ليس له قدوة ورئيس إلاشيخ الضلالة ابليس.

یعنی مسئلہ قدرت میں ابن حزم سے وہ بہکی بہکی بات کھلی باطل واقع ہوئی۔ جس میں اس کا کوئی پیشوا نہ رئیس مگر سردار گمراہی ابلیس۔ بلفظہٖ (سبحٰن السبوح عن عيب كذب مقبوح، صفحه:٤٦)

(۳۰) کنز الفوائد میں اسی قول کے متعلق لکھا ہے:

القدرة والإرادة صفتان موثرتان. والمستحيل لا يمكن أن يتأثر بهما؛ إذ يلزم ح أن يجوز تعلقهما باعدام نفسها و اعدام الذات العالية و اثبات الألوهيه لما لا يقبلها من الحوادث و سلبها

عن مستحقها جل و علا. فأيّ قصور و فساد ونقص أعظم من هٰذا. و هٰذا التقدير يؤدي الى تخليط عظيم و تخريب جسيم لا يبقيٰ معه عقل ولا نقل ولا ايمان ولا كفر. و لعماءة بعض الأشقياء من المبتدعة عن هٰذا صرح بنقيضه، فانظر عماء هٰذا المبتدع كيف عميٰ؟ يلزم على هٰذا القول الشنيع من اللوازم التي لا يتطرق اليها الوهم.

یعنی قدرت اورارادہ دونوں صفتیں موثرہ ہیں اور محال کا ان سے موثر ہونا ممکن نہیں۔ ورنہ لازم آئے گا کہ قدرت و ارادہ اپنے نفس کے عدم اور خود اللہ کے عدم اور مخلوق کو خدا بنا دینے اور خالق سے خدائی چھین لینے ان سب باتوں سے متعلق ہو سکے۔ اس سے بڑھ کر کون سا قصور وفساد ونقصان ہوگا۔ اس تقدیر پر وہ سخت درہمی اور عظیم خرابی لازم آئے گی جس کے ساتھ نہ عقل رہے نہ نقل نہ ایمان نہ کفر اور بعض اشقیاے بدمذہب کو جو یہ امر نہ سوجھا تو صاف لکھ گیا کہ ایسی بات پر بھی خدا قادر ہے۔ اب اس بدعتی کا اندھا پن دیکھو کیوں کر اسے نہ سوجھیں وہ شناعتیں جو اس برے قول پر لازم آئے گی۔ جن کی طرف وہم کو بھی راستہ نہیں۔ بلفظہٖ (سبحٰن السبوح مولفہ حضرت مجدد الف مأۃ حاضرہ فاضل بریلوی)

(۳۱) علامہ تمرتاشی صاحب تنویر الابصار۔ کتاب معین المفتی فی جواب المستفتی میں لکھتے ہیں:

ولا يوصف الله تعالىٰ بالقدرة على الظلم والسفه والكذب؟ لأن المحال لايدخل تحت القدرة و عند المعتزلة يقدر ولا يفعل.

یعنی حق تعالیٰ کا ظلم اور بے عقلی اور کذب پر قادر ہونے سے موصوف ہونا ناروا ہے کیوں کہ محال قدرت کے نیچے داخل نہیں ہوتا ہے اور معتزلہ کے نزدیک قادر ہے اور کرتا نہیں۔ بلفظہٖ (تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل مولفہ حضرت مولوی غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ مصدقہ علماے حرمین شریفین)

(۳۲) حاشیہ[۱] متن سنوسیہ میں علامہ ابراہیم باجوری لکھتے ہیں:

القدرة لا تتعلق بالمستحيل، فلا ضير في ذلك ما لاضير في أن يقال: لا يقدر الله علىٰ أن يتخذ ولدًا أو زوجة ونحو ذلك.

(۳۳) کفایۃ[۲] العوام فی علم الکلام:

ومن الجهل قول من قال: إن الله قادر علىٰ أن يّتخذ ولدا لأنّه لا تعلق للقدرة بالمستحيل واتخاذ الولد مستحيل. ولا يقال أنه إذا لم يكن قادرا علىٰ اتخاذ الولد كان عاجزا لأنا نقول: إنما يلزم العجز لو كان المستحيل من وظيفة القدرة ولم يتعلق به، مع أنه ليس من وظيفتها إلاّ الممكن. اهـ.

یعنی یہ قول جہالت کا ہے جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی اولاد پیدا کرنے پر قادر ہے کہ اس کا تعلق قدرت کے ساتھ

---

[۱] و[۲] تقديس الوكيل عن توهين الرشيد و الخليل صفحه: ۷۰ . ۱۲ منه

نہیں محال کی وجہ سے۔ اور اولاد پیدا کرنا خدا کے لیے محال ہے یہ نہیں کہا جاتا کہ جب اللہ تعالیٰ اولاد پیدا کرنے پر قادر نہ ہوتو عاجز ہوگا۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ عجز لازم نہیں آتا اگر محال قدرت کے لیے مقرر ہوتا لیکن وہ اس کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا۔ اس کا تعلق صرف ممکن کے ساتھ ہے۔

(۳۴) ردالمحتار شرح درمختار صفحہ: ۳۵۱، سطر: ۱۲، جلد: اول مقبولۂ عرب وعجم میں ہے:

هل يجوز خلف الوعيد؟ فظاهر مافي المواقف والمقاصد: أن الأشاعرة قائلون بجوازه؛ لأنه لايعد نقصًا، بل جود او كرما. وصرح التفتازاني وغيره: بأن المحققين على عدم جوازه. و صرح النسفي بأنه الصحيح لاستحالته عليه تعالىٰ، لقوله **وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ** و قوله تعالىٰ **وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ** اى وعيده. بلفظهٖ.

یعنی کیا خلف وعید جائز ہے۔ جیسا کہ مواقف اور مقاصد میں لکھا ہے کہ اشاعرہ اس کے جواز کے قائل ہیں۔ کیوں کہ یہ عیب نہیں بلکہ بخشش اور کرم ہے۔ لیکن تفتازانی وغیرہ محققین نے تصریح کی ہے کہ خلف وعید جائز نہیں ہے اور امام نسفی نے بھی اس پر تصریح کی ہے کہ خلف وعید اللہ تعالیٰ پر محال ہے اور یہی صحیح ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

«**وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ**» اور «**وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ** اى وعيده»

یعنی بے شک ہم نے پہلے بھیجی تھی تمھاری طرف اپنی وعید اور نہیں بدلی جاوے گی میرے پاس سے کوئی بات۔ اور اللہ تعالیٰ ہرگز خلاف نہ کرے گا اپنے وعدہ اور وعید کے۔

(۳۵) حاشیہ شرح عقائد علامہ رمضان آفندی علیہ الرحمہ میں درج ہے:

وزعم بعضهم من أهل السنة أي في الجواب عن تمسك المعتزله وهو ليس بمرضي عند الشافعي رحمة الله تعالىٰ أن الخلف كرم، فيجوز من الله والمحققون علىٰ خلافه. كيف؟ أي كيف يجوز الخلف من الله تعالىٰ في الوعيد؟ وهو أي الخلف تبديل للقول و قال الله تعالىٰ «**مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ**» الآية. بلفظه (من کتاب تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل مقبولہ حرمین شریفین۔ صفحہ: ۳۱۸)

یعنی بعض اہل سنت نے معتزلہ کے جواب میں یہ زعم کیا ہے کہ خلف وعید کرم ہے یہ حق تعالیٰ پر روا ہے۔ حالاں کہ یہ زعم خود امام شافعی کے نزدیک بھی ناپسند ہے اور محققین اس کے خلاف پر ہیں۔ حق تعالیٰ سے خلف وعید کیوں کر روا ہو کہ یہ تبدیل قول ہے۔ اور قرآن میں حکم ہے کہ خدا کے نزدیک بات نہیں بدلتی۔

(۳۶) معین المفتی فی جواب المستفتی علامہ محمد بن عبداللہ التمرتاشی (صاحب تنویر الابصار حنفی)

العفو عن الكفر لايجوز عقلا، خلافا للأشعري وتخليد المؤمنين في النار والكافرين في الجنة يجوز عقلا عندهم، إلاَّ أن السمع ورد بخلافه و عندنا لايجوز. بلفظه (تقدیس الوکیل صفحہ: ۳۱۸)

یعنی کفر کی بخشش عقلاً بھی جائز نہیں خلاف اشعری کے اور مومنوں کا ہمیشہ دوزخ میں رہنا اور کافروں کا بہشت میں ہونا اشعری کے نزدیک روا ہے۔مگر دلیل سمعی اس کے برخلاف ہے۔اور ہمارے نزدیک جائز نہیں۔

(۴۷) عمدۃ من الحنفیہ علامہ ابوالبرکات النسفی کی کتاب میں ہے:

تخليد المؤمن في النار والكافر في الجنة يجوز عقلا عندهم يعني الأشاعرة إلا أن السمع ورد بخلافه، و عندنا معشر الحنفية لا يجوز. بلفظه

(تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل مقبولہ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً ص:۳۱۸)

یعنی مومن کا ہمیشہ دوزخ میں رہنا اور کافر کا بہشت میں ہمیشہ رہنا اشاعرہ کے نزدیک صرف عقلاً جائز ہے۔مگر دلیل سمعی اس کے برخلاف ہے۔اور ہم حنفیوں کے نزدیک عقلاً وسمعاً جائز نہیں۔

لیجیے مولوی جی: یہ ہے مذہب اہل سنت و جماعت کا علم کلام کی کتب سے۔اور وہ مذہب مردود اور مترود ہے جو آپ فرماتے ہیں کہ خلف وعید کے تمام اہل سنت قائل ہیں۔اور آپ کا یہ مذہب کہ خداوند تعالیٰ تمام مشرکین اور کفار فرعون، ہامان ونمرود وغیرہم کو بہشت میں داخل کرے گا۔ یا کرسکتا ہے۔اور تمام انبیا علیہم السلام واصدقا وشہدا،صلحا،اولیا،قطب و غوث اور سائر مسلمین مومنین کو دوزخ میں داخل کرے گا یا کرسکتا ہے۔العیاذ باللہ۔کیا خداوند کریم غفور رحیم ایسا کرے گا یا کرسکتا ہے؟ کہ جو فرمان برادر خاص و اکمل مقبول بندگانِ الٰہی ہیں ان کو دوزخ میں داخل کرے۔اور جو شر الاشرار کفار ناہنجار مشرکین کبار ہیں اِن کو بہشت میں داخل کرے۔لا حول و لا قوۃ۔یہ صریح ظلم اور کذب قبیح ہے جو حق تعالیٰ پر محال زیر قدرت کے قابل نہیں جس کا کوئی بھی مسلمان تمام مذاہب کا حتیٰ کوئی غیر مسلم بھی قائل نہیں۔ہاں اگر قائل ہیں تو معتزلہ یا وہابیہ دیوبندیہ ہیں۔دیکھو مذہب معتزلہ یہ ہے:

المزداريه هو ابو موسىٰ عيسىٰ بن صبيح المزدار هٰذا لقبه، من باب الافتعال من الزيارة، وهو تلميذ بشر، أخذ العلم منه ويزهد حتى سمى راهب المعتزلة قال: الله تعالىٰ قادر على أن يكذب ويظلم.

یعنی مزدار یہ وہ ابوموسیٰ عیسیٰ بن صبیح ہے مزدار اس کا لقب ہے۔باب افتعال میں سے لفظ زیارت سے۔اور وہ بشر کا شاگرد ہے۔اُس سے اِس نے علم حاصل کیا اور اس نے ایسا زہد کیا کہ اس کا نام معتزلہ فرقہ کا راہب ہوگیا۔وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے اور ظلم کرنے پر قادر ہے۔

اس کے آگے شارح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: لو فعل لكان الٰها كاذبا ظالما تعالىٰ عما قال علوا كبيرا. بلفظہ (شرح مواقف،صفحہ:۷۴۹)معتزلہ کا مذہب۔یعنی اللہ تعالیٰ ایسا کام کرے تو وہ جھوٹا اور ظالم ہوگا۔مگر اللہ تعالیٰ اس سے جو اس نے کہا پاک ہے۔

توضیح۔ اس جگہ پر ایک امر کا اظہار بھی قابل ذکر ہے کہ آپ کے بھائیوں نے کتاب شرح مواقف اپنے بھائی مرزائیوں کو دے کر عدالت میں اس کی یہ عبارت صرف جملہ وھما من الممکنات تشملھا صفحہ:۷۰۹، کی لکھوائی۔ مگر اس کے معنی نہ لکھوائے اور میں نے کہا کہ اس کے آگے پیچھے سے بھی عبارت لکھواؤں جو سمجھ میں آجائے کہ یہ کن لوگوں کا مذہب ہے۔ عدالت نے کہا کہ جو ملزمان لکھواتے ہیں اتنا ہی لکھوادو۔ جب تمہاری باری آوے گی باقی اس وقت لکھوادینا۔ مگر افسوس کہ جب میری باری آئی تو عدالت نے مکرر سوالات کو جو میرا قانونی حق تھا لکھنے سے انکار کیا (انصاف عدالت)

اب میں بتلاتا ہوں کہ اس جملہ سے ملزمان کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وعدہ اور وعید دونوں کے برخلاف کرنے پر قادر ہے۔

اول تو یہ ہے کہ یہ جملہ عبارت المقصد الخامس فی فروع للمعتزلۃ کے نیچے درج ہے۔

دوم یہ کہ جملہ مذکور تمام شرح عقائد کی عبارات کو جو میں لکھ چکا ہوں مخالف ہے۔ کیوں کہ وہ بار بار اپنی کتاب میں فرمارہے ہیں کہ الکذب[1] نقص والنقص علی اللہ تعالیٰ محال[2] اور مذہب معتزلہ کو بھی صاف فرمارہے ہیں کہ وہ کذب اور ظلم پر اللہ تعالیٰ کو قادر جانتے ہیں۔

سوم اس جملہ کی تردید علامہ دوانی بھی فرمارہے ہیں۔ جن کی عبارت صفحہ ۳۳، فقرہ ۱۱ر میں لکھ چکا ہوں۔ پس ثابت ہوا کہ ان وہابیوں کا مذہب معتزلہ کا مذہب ہے۔ اور انھیں کی کاسہ لیسی ہے اور بس۔

فصل چہارم

دیگر کتب دینیہ اہل سنت و جماعت سے خلف وعید یا کذب باری تعالیٰ کے ناجائز ہونے کا ثبوت

(۱) فتوح الغیب کی شرح فارسی شیخ محقق محمد عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ مقالہ ۴۴ صفحہ: ۲۵۵، ۲۵۶۔

[3] اشکال دریں جا اینست کہ فرمودند وعدہ کہ بعارف از درگاہ خداوندی می گردد گاہے آں وعدہ وفا کردہ نمی شود وآں موعود بہ ایشاں رسانیدہ نمی شود پس ایں جا خلاف در وعدہ حق لازم می آید وآں باتفاق روانہ بود الخ۔ بلفظہٖ۔

(۲) غنیۃ الطالبین حضرت پیرانِ پیر علیہ الرحمۃ، صفحہ: ۱۹۹، ۲۰۰۔

أما الفضل الاوّل فیما لا یجوز اطلاقه علی الباری عزوجل من الصفات ویستحیل الخ۔

---

[1] ترجمہ: جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے۔

[2] شرح عقائد جلالی، ص: ۷۳، مطبع مجتبائی، دھلی

[3] ترجمہ: اس جگہ یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ بارگاہِ خداوندی سے جو وعدہ عارف کے ساتھ ہوتا ہے وہ کبھی کبھی پورا نہیں ہوتا، اس جگہ بظاہر اللہ تعالیٰ کا اپنے وعدہ کا خلاف کرنا لازم آئے گا اور یہ بہ اتفاق جائز نہیں۔

یعنی پہلی فصل جس میں وہ باتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پر اطلاق کرنا جائز نہیں اور وہ اس کی صفات میں محال ہیں۔
اس میں بہت باتیں لکھ کر حضرت غوث پاک فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ محال ہے۔

(۳) غنیۃ الطالبین حضرت پیرانِ پیر علیہ الرحمۃ، صفحہ: ۶۱۵۔

قوله أجيب و استجيب خبرٌ، و الخبر لايعترض عليه النسخ؛ لأنه إذا نسخ صار مخبر كاذبا، وتعالىٰ الله عن ذٰلك علوا كبيرا، و خبر الله تعالىٰ لا يقع بخلاف مخبره الخ۔

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں قبول کرتا ہوں اور استجیب خبر ہے انشاء نہیں اور خبر پر نسخ عارض نہیں ہوتا کیوں کہ اگر خبر منسوخ ہوجائے تو مخبر (خبر دینے والا) جھوٹا ہوجائے گا۔ اور خداوند تعالیٰ اس سے بزرگ اور بلند ہے (پاک ہے) اور اللہ تعالیٰ کی خبر خلاف واقع نہیں ہوسکتی۔

(۴) مکتوبات حضرت شیخ احمد علیہ الرحمۃ امام ربانی مجدد الف ثانی کا مکتوب نمبر ۲۶۶ عقائد اہل سنت و جماعت، جلد اول میں فرماتے ہیں۔

او[1] تعالیٰ از جمیع نقائص وسمات حدوث منزہ ومبرا است۔ بلفظہٖ۔

(۵) ایضاً، مکتوب نمبر ۲۶۶ / جلد اول، اردو ترجمہ یہ ہے:

اور آیت کریمہ: «فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ» خلف وعید کی خصوصیت پر دلالت نہیں کرتی، ہوسکتا ہے کہ اس جگہ وعدہ خلافی کے نہ ہونے کا اقتصار و انحصار اس سبب سے ہو کہ وعدہ سے اس جگہ مراد رسولوں کی نصرت اور فتح اور کفار پر ان کا غلبہ ہے اور یہ بات وعدہ اور وعید پر متضمن ہے، یعنی رسولوں کے لیے وعدہ ہے۔ اور کفار کے لیے وعید پس گویا اس آیت میں خلف وعدہ کی بھی اور خلف وعید کی بھی نفی ہے۔ «فالآية مستشهد عليه لا لہ» نیز وعید میں خلاف ہونا وعدہ کی طرح کذب کو مستلزم ہے اور یہ بات حق تعالیٰ کی بلند بارگاہ کے مناسب نہیں۔ یعنی حق تعالیٰ نے ازل میں جان لیا تھا کہ کفار کو ہمیشہ عذاب نہ دوں گا اور پھر باوجود اس بات کے کہ کسی مصلحت کے لیے اپنے علم کے خلاف کہہ دیا کہ ان کو ہمیشہ کا عذاب کروں گا۔ اس امر کا تجویز کرنا نہایت ہی برا ہے۔ بلفظہٖ (اردو ترجمہ، مکتوبات جلد اول، صفحہ: ۵۱۹)

(۶) حسن العقیدہ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ۔

ولا يصح عليه الحركة والانتقال والتبدل في ذاته ولا في صفاته ولا الجهل ولا الكذب. بلفظه (صفحه:٦، سطر:٤)

یعنی اللہ تعالیٰ پر حرکت کا کرنا یا انتقال کرنا یا بدلنا صحیح نہیں ہے، نہ ذات میں نہ صفات میں اور نہ جہل اور نہ جھوٹ اس میں ہے۔

---

[1] ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمام نقص وعیب اور حدوث کی تمام علامتوں سے پاک ہے۔

(۷) شرح فقہ اکبر ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری صفحہ:۱۴۸۔ مطبوعہ گلزار محمدی لاہور۔

ومنها: أن خلف الوعيد كرم، فيجوز من الله تعالىٰ. والمحققون علىٰ خلافه. كيف؟ وهو تبديل القول، وقد قال الله تعالىٰ «مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ» أي بوقوع الخلف فيه، يعني لا تبديل ولا خلف لقولي فلا تطمعوا أن أبدل وعيدي. بلفظه.

یعنی بعض کا قول ہے کہ خلف وعید کرم ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا کرنا جائز ہے۔ لیکن محققین اس کے خلاف ہیں، یعنی جائز نہیں کیوں کر اللہ تعالیٰ اپنے قول کو تبدیل کرے۔ اور تحقیق فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ میرا قول تبدیل نہیں ہوتا یعنی اس میں خلاف وعدہ، وعید وقوع میں نہیں آتا ہے۔ یعنی میری بات میں نہ تو خلاف ہے اور نہ تبدیلی اور یہ خیال مت کرو کہ میں اپنی وعید کو تبدیل کرتا ہوں یا کرنے والا ہوں۔

(۸) شرح فقہ اکبر صفحہ:۱۶۹۔

أنه لا يوصف الله تعالىٰ بالقدرة علىٰ الظلم؛ لأن المحال لا يدخل تحت القدرة. و عند المعتزلة أنه يقدر ولا يفعل. بلفظه.

یعنی اللہ تعالیٰ کو ظلم پر قادر ہونا نہ سمجھنا چاہیے کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر محال ہے اور یہ کہ محال قدرت کے نیچے نہیں ہے لیکن معتزلہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ قادر ہے، کرتا نہیں۔

(۹) فتاویٰ عالم گیری اردو، جلد: دوم، صفحہ:۸۳۵ تا ۸۳۷۔

اگر کسی نے وصف کیا اللہ تعالیٰ کو ایسے وصف سے جو لائق شان الٰہی نہیں ہے .... یا اللہ تعالیٰ کو جہالت یا عاجزی یا نقص کی طرف منسوب کیا تو وہ کافر ہوگا۔ بلفظہٖ

(۱۰) مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر، جلد: اول، مصری، صفحہ:۶۲۹، سطر:۳۔ (کلمات کفر)

أو أنكر صفته من صفات الله أو أنكر وعده أو وعيده أو جعل له شريكا أو ولدا أو زوجة أو نسبته إلى الجهل أو العجز أو النقص الخ يكفر. بلفظه.

یعنی یا انکار کرے اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کسی ایک صفت کا یا انکار کرے وعدہ یا وعید کا یا اس کا شریک بنائے یا اولاد یا عورت بتائے یا اس کی نسبت جہل یا عاجزی یا کسی نقص کی طرف کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔

(۱۱) غایۃ الاوطار، ترجمہ اردو در مختار، جلد: دوم، صفحہ:۵۱۳، سطر:۱۲۔

جو شخص حق تعالیٰ کو بہ صفات ناقصہ موصوف کرے یا اُس کے نام مقدس سے یا اس کے کسی حکم سے مسخراپن کرے یا اس کے وعدہ اور وعید کا انکار کرے یا اس کا کوئی شریک یا فرزند یا زوجہ ٹھہراوے یا اُس علیم وقدیر کی طرف جہل یا عجز یا نقصان کی نسبت کرے وہ کافر ہے۔ بلفظہٖ۔

(۱۲) ضمان الفردوس مفتی عنایت احمد علیہ الرحمۃ صفحہ: ۱۳۱، سطر: ۱۶۔

جس کلمہ میں بے ادبی ہو اللہ تعالیٰ کی جناب میں یا انکار ہو خدا تعالیٰ کی صفات کمال کا یا اثبات ہو کسی عیب ونقصان کا ایسا کلمہ یقیناً کفر ہے۔ بلفظہٖ۔

(۱۳) خلاصہ رسالہ تقدیس الرحمٰن عن الکذب والنقصان مولوی محمد لودھیانوی جد فاسد مولوی عبد اللہ معترض سکنہ بسی ریاست پٹیالہ۔

اب میں آپ کے جد[1] فاسد مولوی محمد صاحب لودھیانوی کی کتاب "تقدیس الرحمٰن عن الکذب والنقصان" سے دکھلاتا ہوں؛ اس کو کھول کر اپنے سامنے رکھیے اس کے صفحات ۱، ۲، ۷، ۸، ۹، ۱۳، کو ملاحظہ کیجیے اور شرم سے سر جھکائیے۔ اس شرم سے نہیں جو آپ کے بازار میں بکتی ہے بلکہ اُس شرم سے جو خداوند تعالیٰ نے جسم میں ودیعت فرمائی ہے۔ اور مذہب حق کو قبول کیجیے۔ وھو ھذا۔

استفتا: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اصدق الصادقین کے کذب کا قائل ہے جیسا کہ مولوی اسماعیل صاحب کے "رسالہ یک روزی" میں لکھا ہے کہ "اگر مراد از محال ممتنع لذاتہ است کہ تحت قدرت الٰہیہ داخل نیست پس لانسلم" الخ۔ صفحہ: ۲۔ اور مولوی خلیل احمد صاحب نے براہین قاطعہ میں لکھا ہے کہ امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا۔ قدما میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں۔ امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے۔ الخ انتہیٰ مختصراً (صفحہ: ۳، سطر: ۳)

الجواب: فریق اول کا دعویٰ کہ خدا تعالیٰ کے کلام میں کذب ممکن ہے سخت بے جا ہے کیوں کہ ممکن اس کو کہتے ہیں جس کا ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہو۔ الخ۔ (صفحہ: ۳، سطر: ۱۰)

اور کذب جناب باری تعالیٰ کے کلام میں ممتنعات سے ہے کیوں کہ عدم اس کا برخلاف ممکن کے ضروری ہے۔ دلائل عقلیہ ونقلیہ سے علمائے اہل اسلام نے کذب کا امتناع ثابت کیا ہے کتب تفاسیر وعقائد واصول میں یہ مسئلہ مشروعاً موجود ہے۔ الخ۔ (صفحہ: ۳)

اس کے آگے مولوی صاحب آپ کے جد فاسد نے قرآن شریف وتفاسیر وعلم عقائد سے دلائل مفصل لکھے ہیں اور اچھی روشنی اس مسئلہ پر ڈالی ہے اور اس کے آگے لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں اسماعیل صاحب نے اعلیٰ درجہ کی غیر مقلدی کا رتبہ حاصل کیا ہے۔ کیوں کہ ادنیٰ درجہ کی غیر مقلدی تو صرف یہی ہے کہ ہم امامان دین کی تقلید نہیں کرتے آیات واحادیث پر عمل بہ موجب فہم اپنے کے کرتے ہیں اور اعلیٰ درجہ کی غیر مقلدی یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی بھی تقلید نہ کی جائے۔ جیسا کہ اپنے زعم میں آوے گو آیات قطعیہ اور جمہور عقلا

---

[1] جد فاسد: نانا۔

کے مخالف ہو، درست ہے۔ جب مولوی اسماعیل صاحب کذب کا امکان کلام ربانی میں مخالف ادلۂ نقلیہ اور عقلیہ کے جائز رکھ کر متبعین مورد آیت شریف «فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ» کے ہوئے۔

یعنی خدا کی ذات اور صفات میں افترا کرنے والا مستوجب سخت تر وعید شدید کا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

اور جو مولوی خلیل احمد صاحب نے براہین قاطعہ میں لکھا ہے کہ امکان کذب کا مسئلہ جدید کسی نے نہیں نکالا قدما میں خلف وعید کا مسئلہ اختلافی قدیمی ہے اور امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے (انتہیٰ ملخصاً) بالکل بے بنیاد ہے۔ متقدمین میں سے کوئی امکان کذب کا قائل نہیں ہوا۔ خلف وعید اگرچہ بعض اشاعرہ کے نزدیک جائز ہے۔ لیکن جمہور محققین نے بہ سبب استلزام کذب کے جو اجماعاً متقدمین کے نزدیک ممتنع ہے غیر جائز قرار دیا ہے۔ اور بعض کی مخالفت کو جمہور کے مقابلہ میں اعتبار نہیں۔ الخ۔ (صفحہ: ۸)

حاصل کلام و خلاصہ مرام یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اول غلطی مولوی اسماعیل صاحب سے شاید زمانہ غیر مقلدی میں سرزد ہوئی اب مولوی خلیل احمد صاحب نے اس کو مسئلہ اختلافی قدیمی قرار دے کر آتش فتنہ کو از سرنو افروختہ کیا، جس میں مولوی رشید احمد صاحب بھی بہ سبب ثبت کرنے مہر اپنی کے اس زمرہ میں شمار کیے گئے۔ الخ۔ (صفحہ: ۱۳)

لیجیے مولوی صاحب! اس تمام تحریر جد فاسد پر ایمان لا کر مولوی اسماعیل کو اعلیٰ درجہ کا غیر مقلد تصور کریں اور ان کو زیر وعید آیت شریف «فَمَنْ اَظْلَمُ الآیۃ» میں داخل اور باقی مولوی رشید احمد و خلیل احمد صاحبان کو بھی شامل کریں اور مذہب اہل سنت و جماعت کو اختیار کریں اور آئندہ کبھی یہ لفظ زبان پر نہ لائیں کہ تمام اہل سنت خلف وعید کے قائل ہیں۔ اگر آپ کسی اور کی بات نہیں مانتے تو خیر لیکن اپنے جد فاسد ماجد کی تحریر پر تو ضرور ایمان لائیں اور معتزلہ میں شمار نہ ہوں اور نہ خوارج میں۔

(۱۴) فتاوائے قادر یہ مصنفہ مولوی محمد صاحب لودھیانوی جد فاسد مولوی معترض میں مولوی رشید احمد صاحب دیوبندی کی کیفیت اور مسئلۂ کذب باری تعالیٰ۔

مولوی صاحب! اب آپ ایک دوسری کتاب اپنے جد فاسد کی اپنے ہاتھ میں لے کر اس کے صفحہ: ۹۴، ۹۵، کو دیکھیے کہ وہ آپ کے دیوبندی بزرگ مولوی رشید احمد کی نسبت کیا کچھ تحریر فرماتے ہیں۔ وھو ھذا

درحقیقت مولوی (رشید احمد) صاحب اہل نظر نہیں (یعنی نابینا) ہیں۔ کیوں کہ پہلا فتویٰ دیا کہ مرزا قادیانی مرد صالح ہے وہ مرزا جس نے دعویٰ کیا ہے کہ اس پر یہ حکم نازل ہوا ہے کہ ہم نے اتارا اُس کو قادیان کے قریب۔ پھر یہ فتویٰ دیا کہ مرزا اہل ہوا اور بدعت ہے باوجود یہ کہ مرزا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف نجار کا بیٹا کہتا ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔

پھر مولوی صاحب نے یہ فتویٰ دیا کہ "خدا جھوٹ بول سکتا ہے" اور یہ مخالف ہے قول اللہ تعالیٰ کے کہ اللہ سے زیادہ

کوئی سچا نہیں اور اس مفتی نے ہندوستان میں ظہر بعد جمعہ کو منع کر دیا۔ الخ

دیکھیے یہاں پر بھی آپ کے جد فاسد مرحوم نے مولوی رشید احمد صاحب کی کیفیت مسائل کیسی لکھی ہے کہ وہ فتویٰ دیتے ہیں کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ ان کے حالات ایسے ہیں کہ کبھی کچھ لکھتے ہیں اور کبھی کچھ۔

(۱۵) فتاوائے قادریہ مصنفہ مولوی محمد لودھیانوی جد فاسد مولوی معترض میں ایک دوسرے جد فاسد مولوی عبد اللہ لودھیانوی کا الہام مولوی رشید احمد کی حالت کی نسبت۔ صفحہ: ۱۴۰، سطر: ۱۴۔

اب آپ ذرا اس فتویٰ کے صفحہ ۱۴۰ کو دیکھیے کہ آپ کے دوسرے جد فاسد مولوی عبد اللہ صاحب کا استخارہ خواب والہام مولوی رشید احمد آپ کے بزرگ دیوبندی کی نسبت کیا کہہ رہا ہے۔ وھو ھذا

مولوی رشید احمد صاحب نے جب ۱۳۰۱ھ میں مرزا غلام احمد قادیانی کو مسلمان صالح تحریر کیا اس عاجز (مولوی عبد اللہ) کو نہایت فکر ہوئی کہ ایسے شخص کو جو اپنے کلمات کے ضمن میں پیغمبری کا دعویٰ کر رہا ہے مولوی صاحب نے کیسے مسلمان صالح قرار دیا۔ جناب الٰہی میں دعا کر کے سو گیا۔ خواب میں یہ معلوم ہوا کہ تیسری شب کا چاند بدشکل ہو کر لٹک پڑا۔ غیب سے آواز آئی کہ رشید احمد یہی ہے اسی زمانہ سے فتویٰ ان کے متناقض بادیگرے حیز وجود میں آئے۔

«وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ»

الراقم عبد اللہ لودھیانوی۔ بلفظہٖ۔

(۱۶) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

«اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ»[1]

یعنی خبردار ہو جاؤ اور ہوش کرو اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے (اس کے خلاف ہرگز نہ کرے گا) لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے اور نہیں سمجھتے۔

اس میں ایک خاص نکتہ ہے وہ یہ کہ جملہ آیت شریفہ «وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ» کے اعداد جمل (۱۱۱۰) گیارہ سو دس ہیں۔ اور ادھر "جماعت جموع ہندو وہابیہ نجدیہ، اسماعیلیہ دیوبندیہ" کے بھی وہی اعداد جمل گیارہ سو دس (۱۱۱۰) ہیں۔ جو خلف وعید و وعدہ کے قائل ہیں۔

(۱۷) اب میں مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال دکھلاتا ہوں جو آپ کے برادران۔ کے برادر ہیں اس سبب سے آپ کے بھی بھائی ہوئے، گو اس وقت کافر و مرتد ہیں:

(الف) براہین احمدیہ مصنفہ قادیانی صفحہ: ۱۲۴۔

باقی سب موحد اس قصور سے جو خدا کو ہر ایک طرح کے نقصان سے جو اس کے کمال تام کے منافی ہے پاک سمجھتے

[1] پارہ: ۱۱، یونس: ۱۰، آیت: ۵۵

تھے۔بلفظہٖ (صفحہ:۱۲۴،سطر:۷)

(ب) براہین احمدیہ ایضاً صفحہ: ۳۲۳،سطر:۴۔

خدا کے کلام کے لیے یہ شرط ضروری ہے کہ جیسے خدا اپنی ذات میں سہو اور خطا اور کذب اور فضول اور ہر ایک نقصان اور نالائق امر سے منزہ ہے ایسا ہی اس کا کلام بھی ہر ایک سہو اور خطا اور کذب اور فضول اور ہر طرح کے نقصان اور نالائق حالات سے منزہ اور پاک چاہیے۔بلفظہٖ۔

(ج) سُرمہ چشم آریہ،صفحہ:۵٦،سطر:۲۱۔

خدا کی بزرگی اور عظمت کے موافق یہ عقیدہ ہے کہ جو کچھ اس سے ہونا ثابت ہے وہ قبول کیا جائے اور جو کچھ آئندہ ثابت ہو اس کے قبول کرنے کے لیے آمادہ رہیں۔اور بہ جز امور منافی صفات کمالیہ حضرت باری عزاسمہ کے سب کاموں پراس کو قادر سمجھنا چاہیے۔بلفظہٖ۔

(د) برکات الدعا،قادیانی،صفحہ:۲۳،سطر:۳۔

ہمارا خداوند تعالیٰ ایسا قادر مطلق ہے وہ تمام ذرات عالم اور ارواح اور جمیع مخلوقات کو پیدا کرنے والا،اس کی قدرت کی نسبت اگر کوئی سوال کرے تو بہ جز ان خاص باتوں کے جو اُس کی صفات کاملہ اور مواعید صادقہ کے ہوں،باقی سب امور پر وہ قادر ہے۔

(۱۸) مختصر کیفیت مناظرہ درمیان مولانا حضرت غلام دستگیر علیہ الرحمہ قصوری سنی حنفی قادری ہاشمی اور مولوی خلیل احمد صاحب۔دیوبندی۔مقام ریاست اسلامیہ بہاول پور،واقع ۱۳۰٦ھ

کتاب تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل: اس کتاب کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ غیر مقلدین کی طرف سے ایک استفتا مولود شریف و فاتحہ خوانی وغیرہ مسائل میں شائع ہوا تھا۔مولوی رشید احمد صاحب نے مع دیگر مولویان دیوبندی کے اس کے حرام ہونے اور کفر پر فتویٰ دیا۔اور مولود شریف و قیام تعظیمی کی تشبیہ اہل ہنود کے کنھیا کے جنم سے دی۔اس پر مولوی عبدالسمیع چشتی امدادی مرحوم نے ایک کتاب مسمّی «انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ» نہایت تہذیب کے ساتھ لکھی اور نہایت مدلل قرآن وحدیث وغیرہ ادلہ سے جوابات دے کر اس کو سنت و مستحسن ثابت کیا۔اور اکثر علماے عرب وعجم نے اس کو پسند فرما کر تصدیق کیا۔تب اس کے ردّ و جواب میں مولوی خلیل احمد اور مولوی رشید احمد صاحبان نے نہایت غضب اور غیض میں آکر خلافِ تہذیب کتاب «براہین قاطعہ» لکھی،ان دنوں میں مولوی خلیل احمد صاحب ریاست بہاول پور میں اول مدرس عربی تھے۔اس پر مولانا غلام دست گیر صاحب علیہ الرحمہ نے کتاب دیکھ کر مولوی خلیل احمد صاحب ریاست بہاول پور پر تعاقب فرمایا۔وہ مردِ خدا کتاب کو لے کر ریاست بہاول پور میں پہنچے۔بہ منظوری جناب نواب صاحب بہادر والیِ ریاست بہاول پور ماہ شوال ۱۳۰٦ھ میں مناظرہ مسائل پر ہوا۔اور مولوی خلیل احمد صاحب

مغلوب ہوئے اور سخت ذلت کے ساتھ ریاست موصوف سے نکال دیے گئے۔ اسی وقت علماے پنجاب نے یوں فتویٰ دیا کہ یہ شخص خلیل احمد مع معاونین کے وہابی ہے اور اہلِ سنت سے خارج ہے۔ فتویٰ مذکور طبع ہو کر شائع ہو گیا۔

اس کے بعد مولانا غلام دست گیر علیہ الرحمہ تمام کاغذات بحث کو جو تحریری ہوئی تھی، لے کر حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً کو تشریف لے گئے۔ اور اخیر ماہ شوال ۱۳۰۷ھ میں بروقت اقامت مکہ معظّمہ کے ان کاغذات بحث کا عربی میں ترجمہ کر کے رو بہ رو علماے مکہ معظّمہ کے پیش کیا۔ ان کی تصدیق کے بعد جب آپ مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو وہاں کے علما اور مفتیانِ باوفا کے رو بہ رو پیش کیا۔ انھوں نے بھی نہایت خلوص سے تصدیق فرمائی۔ اور حضرت مولانا غلام دست گیر صاحب کی تعریف اور مدح فرمائی۔

براہین قاطعہ کے سات مسائل تھے جن پر مناظرہ ہوا تھا وہ یہ ہیں

اول: امکان کذب باری تعالیٰ صحیح ہے، یعنی خداوند تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے یا بول سکتا ہے۔
دوم: امکانِ نظیر سرورِ عالم ﷺ صحیح ہے، یعنی حضور کی طرح اور بھی ہو سکتا ہے۔
سوم: تمام بنی آدم بشریت میں آں حضرت ﷺ کے برابر ہیں۔
چہارم: آں حضرت ﷺ کا علم شیطان لعین کے علم سے کم ہے۔
پنجم: آں حضرت ﷺ کا محفلِ میلاد کنھیا کے جنم کے مشابہ ہے۔
ششم: فاتحہ خوانی برہمنوں کے اشلوک پڑھنے کی مانند ہے۔
ہفتم: حرمین شریفین کے مفتیوں کا فتویٰ رشوت خوری کی وجہ سے نامعتبر ہے۔

ان سب مسائل کو سواے مسئلہ ہفتم کے علماے حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً کے رو بہ رو پیش کیا۔ اور مولانا علیہ الرحمہ نے نہایت دور اندیشی سے مسئلہ ہفتم کو پیش نہ کیا تا کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ علما و مفتیان ہر چہار مذاہب ابقاہم اللہ تعالیٰ کو کسی قسم کا اشتعال طبع پیدا ہو گیا ہو۔ انھوں نے ہر کوشش مسائل کی تصدیق فرماتے ہوئے حسب ذیل تحریر فرمایا:

(۱) خلاصہ مختصر مکہ معظّمہ کے مفتی حنفی صاحب کی تحریر کا ترجمہ:

میں اپنے رب کو پاک جانتا ہوں اور دروغ گو ناشکرے کی گفتگو سے جس نے اپنی کتاب کا نام براہین قاطعہ رکھا ہے اس کا حکم سوا اس کے اور کچھ نہیں کہ جلاد اس کے بدن سے گردن کاٹ دے، تا کہ کج رو جاہلوں کے لیے عبرت ہو۔ اختصاراً۔

(۲) مکہ معظّمہ کے مفتی شافعی صاحب کی تحریر کا مختصر خلاصہ:

صاحب براہین اور اس کے مؤیدین شیطانوں اور اہل زیغ و زندیقوں سے ہیں۔

(۳) مکہ معظّمہ کے مفتی مالکی صاحب کی تحریر کا مختصر خلاصۃ:

براہین والے بدعتی اور گم راہ ہیں۔

(۴) مکہ معظّمہ کے مفتی حنبلی صاحب کی تحریر کا مختصر خلاصہ:

تحقیق جو ذات پاک باری تعالیٰ کو کذب سے متصف کرے بے شک وہ راہ بھولا ہوا اور مخالف ہوا اجماع کا اور موصوف ہوا کفر سے اگر توبہ اور اس سے رجوع نہ کرے۔

مدینہ منورہ کے مفتی حنفی صاحب کی تحریر کا مختصر خلاصہ:

بے شک میں نے مطالعہ کیا اس مضبوط رد اور اعتراضات کا جو لاغر اور فربہ میں فرق کرنے والا ہے، وارد ہیں مؤلف براہین پر جو جنگل کی ریت پر راہ دکھائی گئی ہے، اور اس کی سخت بری باتیں، کاذب کی کم عقلی پر دلیل ہیں۔ پس مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ صاحب براہین گم راہی کے دریاؤں میں گہرے غوطے لگا کر حق تعالیٰ سے مستحق رسوائی ہے۔ الخ۔

مدینہ منورہ کے ایک بڑے مدرس کی تحریر کا مختصر خلاصہ:

جو اس بزرگ مولف رسالہ تردید نے صاحب براہین اور اس کے بدکار مویدین سے مقولہ نقل کیے ہیں، صریح کفر اور زندقہ ہے۔

پھر اس کے بعد ۱۳۱۴ھ میں یہ پاک کتاب مستطاب دیگر علمائے کرام کی تقاریظ سے مکمل ہو کر ۳۲۴ صفحہ کے حجم سے مع ترجمہ اردو "صدیقی پریس قصور ضلع لاہور" میں طبع ہو کر شائع ہوئی اور اہل سنت و جماعت کے لیے فیض عام ہوئی۔ اس میں مولانا پایۂ حرمین شریفین حضرت مولوی محمد رحمت اللہ علیہ الرحمہ مہاجر مکی استاذ الاستاذ گروہ دیوبندیہ کی بھی مفصل و مشرح تقریظ درج ہے۔ جو قابلِ ملاحظہ واطمینان دل حزیں ہے۔ وہ انشاء اللہ تعالیٰ عقیدہ نمبر ۱۹ مولود شریف میں درج ہو گی۔ وہاں ملاحظہ کیجیے، تاکہ گروہِ دیوبندیہ کی کیفیت واقعی معلوم ہو۔

اس کے بعد حضرت حاجی حرمین شریفین صوفی کامل، مرشد ارشد گروہِ دیوبندیہ اعنی حضرت محمد امداد اللہ فاروقی چشتی مہاجر مکی علیہ الرحمہ نے اس طرح تحریر فرمایا ہے:

«تحریر بالا صحیح اور درست ہے مطابق اعتقاد فقیر کے ہے، اللہ تعالیٰ کاتب کو جزائے خیر دے۔» شعر

بے سبب گر عز بما موصول نیست　　قدرت از عزل سبب معزول نیست

مہر　محمد امداد اللہ فاروقی

یادداشت: اس کتاب لاجواب کا جواب آج تک نہیں ہوا۔

یادداشت دیگر: اس مسئلہ کذب باری تعالیٰ کے امکان میں نہایت مفصل و مدلل و مشرح و مکمل کتاب «سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح» نام اعلیٰ حضرت فاضل ابن فاضل ابن فاضل اجل مجدد مائۃ حاضرہ مولانا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب قادری بریلوی ابقاہ اللہ تعالیٰ نے لکھ کر شائع فرمائی جس نے تمام گروہِ وہابیہ کو مذبوح کر دیا۔ اور جواب نہ ہو سکا۔ قابلِ دید کتاب ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزا.

ایک عیسائی اور ایک دیوبندی مولوی وہابی کی گفتگو کذب مقبوح پر

عیسائی: ہم کہتے ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ اُن کا کوئی باپ نہیں اور خدا ہی ان کا باپ ہے، مریم ان کی ماں ہے، اگر خدا کے بیٹے نہیں ہیں تو کیوں؟

دیوبندی: ہمارے قرآن میں اس کی نفی ہے، جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: «لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ» نہ تو خدا کسی کا بیٹا ہے اور نہ خدا کا کوئی بیٹا ہے۔ یہ دلیل کافی ہے۔

عیسائی: مولوی صاحب! آپ کے مذہب میں یہ بھی ہے کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے اور وہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے، نیز یہ کہ خدا اپنی اولاد پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ اگر ایسا نہ کر سکے تو عاجز ہے، اور عاجز خدا نہیں ہوسکتا۔ اور یہ بھی کہ انسان تو جھوٹ بولتا ہے اور بول سکتا ہے۔ اگر خدا جھوٹ نہ بولے یا جھوٹ نہ بول سکے تو انسان خدا کی قدرت پر کامل ہوگا اور خدا ناقص، اور خدا ناقص نہیں ہوسکتا۔ انسان تو بیٹا پیدا کرے اور خدا نہ کر سکے، یہ کیسے ہوسکتا ہے، اور یہ بات بھی تم قرآن سے کہتے ہو کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ پھر کیوں کر خدا نے حضرت عیسیٰ اپنے بیٹے کو پیدا نہیں کیا؟ اور جو دلیل آپ نے قرآن سے دی ہے، ممکن ہے وہ جھوٹ ہو، جب کہ خدا جھوٹ پر قادر ہے۔

دیوبندی: یہ سب باتیں سچ ہیں، لیکن ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے۔ «اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ» خدا کا کلام صحیح ہے۔ بے شک وہ ہر چیز کے کرنے پر قادر ہے۔

عیسائی: بس مولوی صاحب آپ نے مان لیا کہ خدا تعالیٰ ہر چیز کے پیدا کرنے پر قادر ہے، تو حضرت عیسیٰ کے پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ جب انسان، اس کی مخلوق، اولاد پیدا کرنے پر قادر ہے تو وہ خدا قادرِ مطلق کیوں کر اپنا بیٹا پیدا نہین کرسکتا۔ اگر نہیں کرسکتا تو پھر انسان کی قدرت خدا کی قدرت سے زیادہ ہوجائے گی، اور یہ ممکن نہیں۔

دیوبندی: ہاں! یہ بات تو صحیح ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے۔

عیسائی: اگر صحیح ہے تو حضرت مسیح بھی خدا کے بیٹے صحیح ہیں۔ فهو المراد.

دیوبندی، چپ۔

لیجیے مولوی صاحب! اب اس بحث کا خاتمہ ہے، اس سے زیادہ لکھنا طوالت ہے۔ خدا کرے آپ کی سمجھ میں آجائے، اور آئندہ نہ کہیں کہ خلف وعید یا خدا کا جھوٹ بولنا جائز اور تمام اہل سنت کا مذہب ہے۔ بلکہ یہ مذہب معتزلہ اور خوارج کا ہے۔

باب دوم

عقیدہ نمبر ۲، ۳، ۴، وہابیہ دیوبندیہ

عقیدہ نمبر ۲: آں حضرت ﷺ کی تعظیم بڑے بھائی کے برابر کرنی چاہیے۔ ملخصًا
عقیدہ نمبر ۳: آں حضرت ﷺ خدا کی شان کے سامنے چمار سے بھی ذلیل ہیں۔ ملخصًا
عقیدہ نمبر ۴: آں حضرت ﷺ خدا کے روبہ رو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔ ملخصًا

قولہ: توضیح مطالبہ نمبر: ۲ بر عقائد ۲-۳-۴

آپ نے وہابیہ کا عقیدہ نمبر (۲) یہ لکھا ہے کہ تقویۃ الایمان میں مولوی اسماعیل شہید نے لکھا ہے کہ آں حضرت ﷺ کی تعظیم بڑے بھائی کے برابر کرنی چاہیے۔ اور عقیدہ نمبر ۳۔ بھی اسی حوالے پر یہ لکھا ہے کہ آں حضرت ﷺ خدا کی شان کے سامنے چمار سے بھی ذلیل ہیں۔ اور نمبر ۴- یہ کہ اسی کتاب میں ہے کہ آں حضرت ﷺ خدا کے روبہ رو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔

صاحبان! میں نے ان ہر سہ عبارات کی تلاش ساری تقویت میں کی، لیکن یہ عبارات جن حروف سے آپ نے انھیں لکھا ہے کہیں نظر نہ پڑیں، جس سے ثابت ہوا کہ آپ نے مخلوقِ خالق کو مغالطہ میں ڈالنے کی غرض سے جھوٹ موٹ وضع کر کے مولوی اسماعیل صاحب مرحوم کے سر تھوپ دیا۔ الخ۔ (ص: ۱۲، سطر: ۴، منہ)

اقول: مولوی صاحب! افسوس آپ نے میرے اشتہار کو غور سے نہیں پڑھا اور جواب لکھنے بیٹھ گئے اور نہ اشتہار کو بہ نظر غور دیکھا کہ عبارات کو لفظاً لفظاً تلاش کرنے لگے۔ حالاں کہ اشتہار میں ہر سہ عقیدہ کے محاذ اور مقابل میں لفظ «ملخصًا» لکھا ہوا موجود ہے اور تقویت کے صفحات ۶۰-۱۴-۱۹-۵۵- کا حوالہ لکھا ہوا ظاہر ہے۔ نہایت افسوس اور تعجب ہے کہ آپ اردو عبارات کو بھی نہیں پڑھ سکتے۔ یا شاید لفظ «ملخصًا» عربی ہے اس کے معنی آپ کی سمجھ میں نہ آئے ہوں۔ سو میں بتاتا ہوں کہ مولوی صاحب! ان عقائد کو میں نے بطور خلاصہ کے لکھا ہے اور صفحوں کا حوالہ دے دیا تاکہ دیکھنے والا ان صفحوں میں نظر اٹھا کر دیکھ لے کہ یہ مضمون مندرجہ اشتہار اُن میں موجود اور درج ہے۔ تاہم آپ بعینہ عبارات کو لفظاً لفظاً تلاش کرتے ہیں، اور ظاہر عبارت کے خلاصہ کو بھی نہیں سمجھتے۔ لیجیے اصل عبارت تقویت الایمان کی دیکھ لیجیے۔ وہ یوں ہے:

ف: یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں۔ جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے، سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم

کیجیے اور مالک سب کا اللہ ہے، بندگی اس کو چاہیے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیا وانبیا، امام وامام زادے، پیر وشہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی۔ مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی ہے وہ بڑے بھائی ہوئے۔، ہم کو ان کی فرماں برداری کا حکم کیا ہے، ہم ان کے چھوٹے ہیں۔ بلفظہٖ (ص:۶۰، سطر:۲)

کہیے مولوی صاحب! یہ عبارت آپ کو تقویت الایمان میں نظر نہیں آئی۔ اب دوبارہ دیکھیے کہ یہ عبارت اس میں موجود ہے یا نہیں۔ کوئی شبہہ نہیں کہ موجود ہے۔ پھر یہ آپ کی نظر کا قصور ہے یا نہیں۔ پھر میں نے مخلوقِ خالق کو دھوکا دیا ہے، یا آپ نے۔ کیا اس میں الفاظ «اولیا، انبیا» درج ہیں یا نہیں۔ اور آں حضرت ﷺ انبیا میں داخل ہیں یا نہیں؟ اور «بندۂ مقرب الٰہی» ہیں یا نہیں اور جملہ «بڑے بھائی ہوئے» میں داخل ہوئے یا نہیں۔ اور بڑے بزرگ ہیں یا نہیں اور جملہ «جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے» میں داخل ہوئے یا نہیں۔ پھر جملہ «سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجیے» میں داخل ہو گئے یا نہیں۔

افسوس! آپ کی سمجھ اور اردو دانی پر کہ آپ اردو عبارت کے سمجھنے کا مادہ بھی نہیں رکھتے اور جواب لکھنے کا حوصلہ۔ علاوہ اس کے تمام علمائے کرام عرب وعجم نے جو اس کو سمجھا ہے وہی ہے جو میں نے سمجھا ہے۔ بلکہ آپ کے وہابی بھائیوں نے بھی اِسی طرح سمجھا ہے جیسے میں نے سمجھا ہے۔ مگر انھوں نے اس سے انکار نہیں کیا بلکہ اقرار کر کے تاویلاتِ بے سود اور بے معنیٰ کی ہیں۔ تاکہ مولوی اسماعیل کی تحریر غلط ثابت نہ ہو۔ اس کے غلط اور خلاف ہونے کی تحقیق آگے آئے گی، مگر معلوم نہیں کہ آپ کیوں انکار کرتے ہیں، جب کہ آپ کے امام نے حدیث شریف «اکرمو ا اخاکم» کو پیش کیا ہے۔ علاوہ اس کے آپ اپنے بزرگ مولوی خلیل احمد صاحب کی تحریر کو دیکھ لو، وہ لکھتے ہیں:

«اگر کسی نے بہ وجہ بنی آدم ہونے کے آپ[1] کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کے کہہ دیا۔» (براہینِ قاطعہ، ص:۳)

لیجیے! آپ کا انکار کیوں کر صحیح ہو۔ ذرا سمجھنے کی کوشش کیجیے، اِدھر اُدھر پاؤں نہ ماریے۔

عقیدہ نمبر (۳) کی پوری عبارت یوں ہے جس پر میرا اخلاصۂ مضمون ہے:

(الف) اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ بلفظہٖ (ص:۱۴، سطر:۱۴)

(ب) ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا ہے تو ہم کو بھی چاہیے کہ اپنے ہر کاموں پر اس کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام۔ جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اُسی سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر۔ بلفظہٖ (ص:۱۹، سطر:۳)

(ج) محض بے انصافی ہے کہ ایسے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارے لوگوں کو ثابت کیجیے۔ بلفظہٖ (ص:۲۹، سطر:۱۷)

---

[1] آپ کو الخ۔ یعنی آں حضرت ﷺ کو۔ ۱۲، منہ

فرمائیے مولوی جی! «ہر مخلوق» میں آں حضرت ﷺ داخل ہیں یا نہیں اور ان کے تفصیلی فقرہ «بڑا ہو یا چھوٹا» میں بھی آتے ہیں یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان کے سامنے «چمار» کون ہیں اور «چمار سے بھی ذلیل» کون ہیں؟ ذرا ہوش کیجیے! اس عبارت کو قبول کر کے تاویلیں بھی لا یعنی کی گئی ہیں، جیسے کہ اسی تقویۃ الایمان کے حاشیہ ص: ۱۳ میں کسی مجہول الاسم دجال نے تاویل بے عدیل اور ذلیل یہ کی ہے کہ چوہڑے چمار سے بدعتیوں کے زندہ پیر مقصود ہیں۔ پھر آپ نے بھی اس عبارت کو قبول کر کے گو پہلے انکار ہی سہی اس طرح پر لکھا ہے:

فوادالفوائد کے صفحہ ۱۰۱ ر پر ہے «کہ ایمانِ کسے تمام نشود تا ہمہ مخلوق نزدیک او ہمہ چناں نمائند کہ پشک شتر»

مولوی صاحب! یا تو آپ کہتے ہیں کہ عبارتیں تقویت الایمان میں موجود ہی نہیں یا پھر ان کی تاویلیں۔ اور مولوی اسماعیل کی کتاب کی تائید کے لیے بے سمجھے سوچے عبارتیں لاتے ہیں فرمائیے لفظ ہر اور ہمہ کے ایک ہی معنی ہیں ہرگز نہیں۔ وہاں تو جملہ لفظ "ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا" درج ہے اور یہاں آپ کی عبارت پیش کردہ میں ہمہ مخلوق درج ہے۔ اور وہاں لفظ چمار ذی روح لکھا ہے اور یہاں لفظ پشک (مینگنی) غیر ذی روح تحریر ہے۔ یہ کتنا بڑا فرق زمین وآسمان کا ہے۔ اور آپ کی عبارت کے معنیٰ یہ ہیں جو آپ نہیں سمجھے۔

«یعنی ایمان کسی شخص کا کامل نہیں ہوتا ہے جب تک وہ تمام مال ومتاعِ دنیا کو اونٹ کی مینگنی کے برابر نہ سمجھے»

فرمائیے اس عبارت سے آپ کا منشا پورا ہوتا ہے ہرگز نہیں۔ کیوں کہ وہاں فقرہ ہر «مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا» درج ہے۔ جس میں تمام انسان مع انبیا علیہم السلام داخل ہیں۔ اسی واسطے آپ کے امام الطائفہ ذی روح انسان ہونے کے لحاظ سے «چمار» سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور یہی آپ لوگوں نے سمجھ کر اپنے امام کی حمایت کرنے میں سرگرمی کی، خواہ ایمان رہے یا جائے۔ مگر اپنے امام پر کوئی حرف نہ آئے۔ اس لیے اپنے امام کا دھونا دھونے کے لیے کبھی آپ انکار کرتے ہیں اور کبھی اس کی تاویل بے دلیل کرتے ہیں۔ اور کبھی اس کی تائید میں اور کتابوں کی عبارت نافہمی سے پیش کرتے ہیں۔ فرمائیے کسی «چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر» کون ہیں کن سے مراد ہے یا بہ موجب حاشیہ تقویت الایمان کی تاویل فضول کے جملہ «چوہڑے چمار سے بدعتیوں کے زندہ پیر مقصود ہیں» سے مراد ہے۔ لیکن آپ کے امام الطائفہ نے تمثیل سے سمجھا دیا کہ جب اللہ تعالیٰ تمھارا بادشاہ ہے پھر اور کسی سے تم کو کیا واسطہ یا علاقہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا غلام ہو چکا تو پھر کسی «نبی یا رسول یا ولی اور بزرگ» وغیرہ بزرگانِ دین جو نعوذ باللہ منہا «چوہڑے یا چمار ہیں» ان سے علاقہ نہیں رکھنا چاہیے۔ لیجیے پوری تشریح یوں ہوئی۔ جس کو آپ کے امام الطائفہ بیان کر رہے ہیں۔

افسوس! آپ نے اس دوسری عبارت کو بھی دیانت سے خیانت میں رکھ دیا اور تیسری عبارت کو بھی آپ نے حذف کر دیا۔ جس میں «ناکارہ لوگوں» کا جملہ موجود ہے گو یا توہین انبیا میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی گئی۔

میں پوچھتا ہوں کہ آپ لوگوں کا ایمان ہے کہ کتاب "تقویت الایمان" نہایت اچھی اور ایمان کے قائم رکھنے والی

کتاب ہے۔اور یہ کتاب آیات واحادیث کا ترجمہ ہے اور اعلیٰ درجہ کی قابل عمل ہے۔فرمایئے یہ عبارات: «اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے» اور بادشاہ کے مقابلہ میں «کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر، ناکارہ لوگ» کن آیات واحادیث کا ترجمہ ہیں اپنے امام الطائفہ یا کسی اور اپنے بزرگ دیوبندی سے دریافت کرکے بتلایئے۔مجھے یقین واثق ہے کہ تمام عمر تلاش کریں جواب نہیں دے سکیں خواہ امام الطائفہ کی روح سے بھی مدد لیں۔یا ابن عبدالوہاب یا ابن حزم ابن تیمیہ کی طرف رجوع کریں۔

اور عقیدہ نمبر (۴): کی پوری اور اصل عبارت یہ ہے جو تقویۃ الایمان میں ہے:

«اللہ کی بہت بڑی شان ہے کہ سب انبیا اور اولیا اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں سارے آسمان اور زمین کو عرش اس کا قبہ کی طرح گھیر رہا ہے۔اور باوجود اس بڑائی کے اس شہنشاہ کی عظمت نہیں تھام سکتا۔بلکہ اس کی عظمت سے چر چر بولتا ہے سو کسی مخلوق کی کیا طاقت اس کی بڑائی کا بیان کر سکے۔» بلفظہٖ (صفحہ:۵۵/سطر:۲۱)

کہیے مولوی جی! اس جملہ «سب انبیا» میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی داخل ہیں یا نہیں۔اگر وہ ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔تو وہ کون سی آیت یا حدیث اس کی دلیل میں آپ کے یا آپ کے امام الطائفہ کے پاس ہے جس سے تقویۃ الایمان کی تصدیق ہو۔پھر عجب یہ کہ آپ فرماتے ہیں کہ ساری تقویۃ الایمان میں یہ عبارت ہی نہیں۔اور پھر خود ہی اقبال کر کے کیوں اس عبارت کو لکھ دیا۔اور یہ بھی یاد رہے کہ آپ کے امام الطائفہ نے یہاں پر بھی وہ لفظ «مخلوق» کا استعمال کیا ہے اور انسان ذی روح مراد لی ہے اور عرش معلیٰ کا اللہ تعالیٰ کے بوجھ سے چر چر کی آواز سے بولنا خدا تعالیٰ کو مجسم ثابت کر رہا ہے جو کسی مسلمان سنی کا عقیدہ نہیں۔ہاں معتزلہ وہابیہ کا عقیدہ ضرور ہے۔چوں کہ یہ بات بحث سے خارج ہے۔اس لیے اس کو ترک کیا جاتا ہے۔

اچھا مولوی جی! اب تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ جو میں نے عقائد وہابیہ **نمبر: ۲-۳-۴**، اپنے اشتہار میں لکھے ہیں وہ عبارات مندرجہ بالا خلاصہ ہے اور صحیح ہے۔

اب میں ان ہر سہ عقائد کی جو آپ کے اور آپ کے امام کے خلاف قرآن وحدیث اور اہل سنت وجماعت کے ہیں ان کی تحقیق درج کرتا ہوں تا کہ آپ کا اطمینان ہو، سنیے اور آنکھ اور کان کھول کر دیکھیے۔

فصل اول

تحقیق انیق عقیدہ نمبر ۲-آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بڑا بھائی ہونا

کچہری میں وہابیوں دیوبندیوں نے مرزائیوں سے مشکوٰۃ شریف کی حدیث پیش کروائی جو مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب ”تقویۃ الایمان“ میں درج کی ہے:

"فقال اعبدوا ربكم وأكرموا أخاكم."

یعنی فرمایا رسول کریم ﷺ نے کہ خدا کی بندگی کرو اور اپنے بھائی کی عزت کرو۔

جب کچہری میں کہا کہ اس کا جواب لکھیے تو مجوّز نے کہا کہ جتنا ملزمان کہتے ہیں وہی لکھا جائے گا، جس وقت تمہارا وقت آئے گا اس وقت اس کا جواب لکھا جائے گا، مگر افسوس مجوز نے میرا جواب نہ لکھا، اب آپ نے اس کا مطالبہ کیا اور رسالہ لکھا ہے اس لیے جواب اس حدیث شریف کا سنیے:

(۱) مجمع بحارالانوار، محمد طاہر علیہ الرحمۃ جلد اول، صفحہ: ۲۰ / سطر: ۱۶۔

یہ کتاب شرح احادیث میں ہے:

اعبدوا ربكم، وأكرموا أخاكم أراد نفسه صلى الله عليه وسلم هضمًا لنفسه، أي أكرموا من هو بشر مثلكم لما أكرم الله تعالىٰ بالوحي. بلفظه.

یعنی آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ خدا کی عبادت کرو۔ اور اپنے بھائی کی عزت کرو۔ اس سے منشا اور ارادہ حضور سرور عالم ﷺ کا تواضع اور کسرنفسی کا تھا۔ جو بھائی کا لفظ فرمایا۔ یعنی تعظیم اور عزت کرو اس کی جو مثل تمھارے آدمی ہے۔ اور اس کو معزز و مکرم کیا ہے اللہ تعالیٰ نے وحی بھیج کر۔

(۲) مرقات شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری جلد سوم، صفحہ ۷۱ ۴۔ یہ حدیث تواضع اور کسر نفسی پر محمول ہے۔

(۳) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد سوم شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ۔ یہ حدیث تواضع اور کسر نفسی پر محمول ہے۔

پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آں حضرت ﷺ نے اپنے لیے تواضع اور کسر نفسی کے رو سے بھائی کا لفظ فرمایا۔ واقعی حقیقی بھائی سمجھ لینا وہابیوں کا ہی دماغ ہے۔ دیکھو جیسے کوئی الوالعزم بادشاہ یا نواب یا وزیر، امیر و رئیس کسی اپنے غلام یا نوکر کو بھائی کہہ دے تو کیا وہ واقعی بھائی ہو جائے گا؟ اور اس غلام یا نوکر کو یہ حق حاصل ہو جائے گا کہ بادشاہ کو بھائی کہہ کر پکارے۔

ہرگز نہیں۔ اس بات کو کوئی بھی عقل مند قبول نہیں کر سکتا۔ ذرا غور کر کے سوچیے اور یہ بھی بتلایئے کہ اس حدیث شریف میں وہ کون سا لفظ ہے۔ جس کا ترجمہ آپ کے امام الطائفہ نے «بڑے بھائی کا کیا ہے» یا وہ کون سے الفاظ اس حدیث میں ہیں جن کا ترجمہ «بڑے بھائی ہوا یا اس کے بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجیے» کیا یہ تحریف معنوی یا لفظی حدیث شریف کی نہیں ہے۔ العیاذ باللہ۔

یہ بھی کہیے خلفاے راشدین وصحابۂ مہدیین رضی اللہ عنہم و تابعین و تبع تابعین وائمۂ مجتہدین ومحدثین واولیاے کرام وصوفیۂ عظام علیہم الرحمۃ اجمعین میں سے کبھی کسی نے آں حضرت ﷺ کو بھائی کے خطاب سے مخاطب کیا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ جب یہ بات ثابت ہے کہ آج تک کسی فرد بشر نے ابتدا سے لے کر اب تک ایسا نہیں کیا تو اب کسی غیر مقلد یا وہابی دیوبندی کا حق ہے کہ وہ ایسا لفظ کہہ کر حضور سرور عالم ﷺ کی توہین کر کے ایمان کا ستیاناس کرے، خدا نیک ہدایت دے۔

اور سنیے آپ کے امام الطائفہ نے ”تقویۃ الایمان“ میں آں حضرت ﷺ کو بڑے بھائی کے برابر قرار دیا۔ تو دوسرے مولوی خلیل احمد صاحب اٹھے انھوں نے اپنی براہین قاطعہ میں جملہ بنی آدم کے برابر لکھ دیا، جیسے وہ صفحہ ۳۔ میں لکھتے ہیں: «البتہ نفس بشریت میں آپ کے مماثل جملہ بنی آدم ہیں» اور ساتھ ہی اس کے یہ لکھ دیا کہ «اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کے کہہ دیا۔»

اب فرمایئے۔ اگر ہم یہ کہہ دیں کہ مولوی اسماعیل یا مولوی رشید احمد یا مولوی خلیل احمد صاحبان فرعون، نمرود، ہامان، قارون کے بھائی ہیں یا نتھو، کتھو، سینڈھو۔ چوہڑوں چماروں کی مثال بھائی ہیں تو کیا خلاف نص ہے، اور آپ یا آپ کے دیوبندی بھائی اس پر خوش ہوں گے کیوں کہ یہ بھی مماثل میں جملہ بنی آدم کے برابر ہیں، مگر افسوس تو یہ ہے کہ ایسے الفاظ توہین وتحقیر کے رسول خدا ﷺ کی شان اقدس میں تو بے محابا تحریر کیے جائیں۔ اور خوش ہو کر نص کا حوالہ بھی دے دیں۔ اور جب آپ کے بزرگوں کے حق میں ایسے الفاظ کا استعمال کیا جائے تو سوے ادبی ہو جائے۔ العجب۔

اور سنیے اگر کوئی وہابی اپنی بیوی کو بہن کہہ دے یا اس کی بیوی اپنے خاوند کو بھائی کہہ دے تو کیا خلاف نص ہے۔ حالاں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بہ باعث خوف بادشاہ ظالم کے اپنی زوجہ مطہرہ چچا زاد کو بہن کہہ دیا تھا تو وہ صورتاً کذب قرار دیا گیا جیسے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تین کذب صادر ہوئے ہیں۔ من جملہ ان کے ایک یہ کہ انھوں نے اپنی بیوی کو بہن کہہ دیا تھا۔ اس لیے وہ قیامت کو شفاعت کرتے ہوئے شرمائیں گے۔ چوں کہ انبیا علیہم السلام معصوم ہیں صدور کذب ان سے ممتنع ہے۔ اس لیے علماے محققین ان کے بہن کہنے کو توریہ اور تعریض پر محمول فرماتے ہیں۔ کسی نے بھی اس کو موافق نص نہیں فرمایا۔ اور نہ ان کو یہ وجہ سوجھی مگر ہاں وہابیہ کا ہی حصہ تھا جو نص کا حوالہ دے دیا، پس اس نص سے وہابیوں کو اپنی جورو کو بہن کہنا اور وہابیات کو اپنے خاوندوں کو بھائی کہنا جائز ہوگا۔ مبارک ہے اس حدیث کے مطابق عمل کریں۔

وہابیہ کا قاعدۂ کلیہ یہ ہے کہ جہاں کہیں مسلمان لوگ اہل سنت و جماعت حضور سرور عالم ﷺ کی مدح اور تعریف کرتے ہیں تو ان کی آتش غضب وغیظ بھڑک اٹھتی ہے اور فوراً الفاظ توہین وکسر شان زبان سے نکالتے ہیں۔ حالاں کہ تمام مسلمانانِ اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ آں حضرت ﷺ کا درجہ وشان، عظمت ومنزلت خدا کے بعد ہے۔ یعنی خدا کے بعد سب سے وہی افضل ہیں۔ تمام مخلوق سے ان کا عالی مرتبہ ہے بہ منزلہ بادشاہ اور وزیر کے۔ جیسے شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ اپنی تفسیر عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں کہ آں حضرت ﷺ کے درجہ کی کوئی حد نہیں ہے۔ جس قدر ان کی تعریف انسان سے ہو سکے کرے صرف اتنا لحاظ رکھا جائے کہ خدا نہ کہا جائے۔ اور باقی جو کچھ تعریف ہو سکتی ہو کرے۔

(۴) حضرت شیخ شرف الدین بن محمد البوصیری علیہ الرحمۃ اپنے قصیدہ بردہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ وھو ھذا ؎

محمد سید الکونین والثقلین (۱) والفریقین من عرب ومن عجم

هو الحبيب الذي ترجى شفاعته ② لكل هول من الاهوال مقتحم
دع ما ادعته النصارى فى نبيهم ③ واحكم بما شئت مدحافيه واحتكم
وانسب إلٰى ذاته ما شئت من شرف ④ وانسب الى قدره ما شئت من عظم
فان فضل رسول الله ليس له ⑤ حدٌ فيعرب عنه ناطق بفمٖ

۱- حضرت (ﷺ) دونوں جہاں دین ودنیااور جن وبشر ہر دوفریق عرب وعجم کے سردار ہیں۔
۲- آپ (ﷺ) خداے تعالیٰ کے وہ حبیب ہیں جن کی شفاعت کی امداد ہرنا گہاں مصیبت میں امید کی جاتی ہے۔
مشائخ نے کہا ہے کہ یہ شعر مقبول ومستجاب ہے۔جس کو حاجت دنیا وآخرت کی ہو اس شعر کو ایک ہزار ایک دفعہ ایک ہی جگہ بیٹھ کر پڑھے اور درمیان میں بات چیت نہ کرے انشاءاللہ تعالیٰ اس کی مصیبت دور ہوجائے گی۔ مجرب ہے۔شرح۔
۳- قوم نصاریٰ جو اپنے پیغمبر کی نسبت ادعا کرتے ہیں اس کو چھوڑ دو۔ باقی جو تیرا جی چاہے حضور کی تعریف میں بیان کر اور خوب زور سے بیان کر (یعنی خدا یا خدا کا بیٹامت کہو باقی سب کچھ کہو)
۴- حضور ﷺ کی ذات مقدس کی طرف جس کمال کو تم چاہو اور رتبہ والا کی طرف جس بزرگی کو تم چاہو نسبت دو۔
خلاصہ یہ کہ ہر نوع کے کمالات اور حسنات آں حضرت ﷺ کی ذات اشرف اور رتبۂ عظیم کی طرف منسوب کرنے کا ہر ایک کو وسیع اختیار ہے۔
۵- (کیوں کہ) حضور سرور عالم ﷺ کی بزرگی کی کوئی حد ونہایت نہیں جس کو کوئی گویا اپنی زبان سے بیان کرسکے۔
⑤ اسی طرح حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے کمالات عزیزی صفحہ ۱۳۱۔ وتفسیر عزیزی میں ہے:

یا صاحب الجمال و یا سید البشر من وجهك المنير لقد نور القمر
لا يمكن الثناء كما كان حقه بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

یعنی یا صاحب جمال (ﷺ) اور یا تمام جہانوں کے سردار آپ کے چہرہ مبارک سے واقعی چاند نے روشنی پائی اور نور ملا۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ کی تعریف جیسے حق ہے تعریف کا کسی سے ہوسکے۔ بات مختصر یہ ہے کہ خدا کے بعد آپ ہی بزرگ ہیں۔

اس سے بڑھ کر اور سنیے کہ اللہ تعالیٰ خود آں حضرت ﷺ کے خاک پا کی قسم یاد فرماتا ہے۔اس سے بڑھ کر اور کیا رتبہ اور درجہ ہے چونکیے مت سنسنی نہ کیجیے۔سن کر مبہوت بے شک ہوجایئے لیکن گھبرایئے نہیں سنیے۔
⑥ مناہج النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ صفحہ:۱۳۸ جلد اول۔
مواہب اللدنیہ میں مذکور ہے: روایت ہے کہ کہا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یارسول اللہ بأبي و أمّي یعنی میرے والدین آپ کے تصدق ہوں۔ یارسول اللہ! تحقیق پہنچی ہے فضیلت تمہاری خدا کے نزدیک اس حد کو کہ قسم

کھاتا ہے تمھاری خاکِ پا کی کہ کہتا ہے «لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ» یعنی قسم کھانا بلد کر کے جو عبارت ہے زمین سے جس پر پاؤں رکھ کر چلتے ہیں، سوگند کھانا اس پر گویا سوگند کھانا خاکِ پا کا ہے۔ بلفظہٖ (ص:۱۳۸، سطر:۱۸)

لیجیے مفتی صاحب! کامل مفتی بنیے اور خداوند تعالیٰ پر بھی فتوائے کفر لگائیے۔

(۷) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔[1]

یعنی محمد ﷺ تمھارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔

فرمایئے! آپ کے بڑے بھائی کیسے ہوئے؟

(۸) تفسیر کبیر جلد ششم، ص:۳۴۰، سطر:۸، مصری۔ مولانا امام رازی علیہ الرحمہ:

«وَلَوۡ شِئۡنَا لَبَعَثۡنَا فِي كُلِّ قَرۡيَةٍ نَّذِيرًا»[وجه اول] الأقوى أن المراد من ذلك تعظيم النبي صلى الله عليه وسلم وذلك لوجوه : أحدها : كأنه تعالى بين له أنه مع القدرة على بعثة رسول ونذير في كل قرية خصه بالرسالة وفضله بها على الكل .... (ثانياً) : المراد ولو شئنا لخففنا عنك أعباء الرسالة إلى كل العالمين ولبعثنا في كل قرية نذيراً ولكنا قصرنا الأمر عليك وأجللناك وفضلناك على سائر الرسل.(بلفظه)

یعنی خداوند تعالیٰ نے فرمایا، ہم اگر چاہتے تو ہر ایک قریہ بستی میں نذیر (نبی) مبعوث کرتے، اس سے مراد آں حضرت ﷺ کی تعظیم ہے۔ اس کی وجوہات ہیں، اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر ایک بستی میں نبی پیدا کرنا قدرت میں ہے۔ مگر آں حضرت ﷺ کی رسالت کی خصوصیت ہے کہ اس کی بزرگی تمام پر ہے (ختمِ رسالت کی وجہ سے) دوسری وجہ یہ کہ "اگر ہم چاہتے" سے مراد ہے کہ ہلکا کرتے ہم تم سے رسالت کا بوجھ تمام جہاں پر، لیکن ہم نے پسند کیا کم اور کوتاہ کیا ہم نے تم پر یہ کام (ختمِ رسالت کر کے) اور بزرگ کیا اور فضیلت دی ہم نے تم کو تمام رسولوں پر۔

(۹) تفسیر قادری جلد دوم، ص:۱۴۵

«وَلَوۡ شِئۡنَا» اور اگر ہم چاہتے تو «لَبَعَثۡنَا» البتہ ہم بھیجتے «فِي كُلِّ قَرۡيَةٍ» ہر گاؤں اور ہر بستی میں «نَّذِيرًا» پیغمبر ڈرانے والا۔ مگر اے محمد ﷺ تمھاری شان بڑی کرنے کو اور مرتبہ بلند کرنے کو ہم نے نبوت تم پر ختم کر دی، اور تمھیں کو سب مسلمانوں اور سب لوگوں پر قیامت تک ہم نے پیغمبر کیا۔ (بلفظہٖ)

دیکھیے! شانِ رسولِ اکرم ﷺ کو کہ تمام انبیا و مرسلین علیہم السلام سے اعلیٰ اور ارفع ہے، مگر آپ لوگ کہتے ہیں کہ ان کو بڑے بھائی کے برابر کہہ رہے اور لکھ رہے ہو۔ یہ سخت توہین و تحقیر آں حضرت ﷺ کی ہے، جیسے کہ آپ کے امام

[1] پارہ:۲۲، الاحزاب:۳۳، آیت:۴۰

الطائفہ تقویت الایمان میں لکھتے ہیں: «یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں، جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے»۔

اب فرمائیے کہ انسان میں نمرود، فرعون، شداد، ہامان، قارون اور ابوجہل وغیرہ کافر ومشرک چوہڑے چمار سب داخل ہیں تو پھر انبیاو مرسلین علیہم السلام وصحابۂ عظام واولیاے کرام تابعین وتبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین ان لعینوں، بددینوں، زندیقوں، ملحدوں، ذلیلوں، کمینوں، سفیہوں کے بھائی یا بڑے بھائی کیسے ہوئے۔ یہ سخت ترین توہین وکسرشان اور گستاخی انبیا علیہم السلام بالخصوص حضور سرورِ عالم سید ولد آدم ﷺ کی ہے جو صریح کفر ہے، حالاں کہ کوئی بھی شخص اپنے بڑے بھائی کو قتل بھی کردے، کافر نہیں۔ اگرچہ گناہ کبیرہ ہے، لیکن اگر کوئی شخص آں حضرت ﷺ کو اہانتاً مکی یا مدنی کہے یا اشارتاً وکنایتاً بھی توہین کرے تو وہ کافر ومرتد ہے، تو یہ بھی اس کی منظور وقبول نہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص حضور ﷺ کی آواز پر اپنی آواز کو بھی بلند کرے تو اس کے تمام عمر کے اعمال حبط ونیست ونابود ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی شخص کسی نبی علیہ السلام کے میلے کپڑے کو اہانت سے میلا کہے تو وہ اسی وقت کافر ہو جاتا ہے۔ دیکھو کتبِ دینیہ کلماتِ کفر۔

بڑا بھائی اگر فوت ہو جائے تو اس کی بیوہ سے نکاح جائز ہے، لیکن حضور ﷺ کی ازواجِ مطہرات تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں، ان سے نکاح ابداً حرام ہے، پس یہ تمام تحریرات وہابیہ سخت توہین رسولِ اکرم ﷺ ہیں، اور فراستِ انسانی یہ ہے کہ ہر ایک انسان کو برابر اور ہر آدمی کو خواہ وہ کیسا ہی برگزیدہ ہو، یکساں سمجھ لیا، آفریں۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

گر[۱] بصورت آدمی انساں بُدے — احمد و بوجہل خود یکساں بُدے

احمد و بوجہل در بُت خانہ رفت — ایں شدن وآں شدن فرقیست رفت

آں در آید سر نہند او را بتاں

ایں در آید سر نہد چوں امتاں

فصل دوم

تحقیق انیق عقیدہ نمبر ۳ وہابیہ کی گستاخی کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

عبارت تقویۃ الایمان کی پوری لکھی جاچکی ہے، جس میں آپ کے امام الطائفہ نے تمام انبیا علیہم السلام و بزرگانِ دین کی توہین کی ہے۔ اب میں آیاتِ قرآنی واحادیث حبیب رحمانی اور تفاسیر علماے ربانی سے دکھلاتا ہوں کہ ایسا لکھنے اور اعتقاد رکھنے والا کون ہے:

---

[۱] ترجمہ: گر کسی شخص کو ایک طرح کا انسان سمجھ لیا جاتا تو احمدِ مجتبیٰ ﷺ اور ابوجہل یکساں ہو جاتے، (جب کہ ایسا نہیں)۔
احمد اور ابوجہل دونوں بت خانہ گئے، لیکن ان کے اور اُس کے جانے میں بہت بڑا فرق ہے۔
جب وہ داخل ہوئے تو بتوں نے ان کے سامنے سر جھکا دیا اور یہ داخل ہوا تو اس نے ایک فرماں بردار کی طرح ان کے سامنے سر ٹیک دیا۔ ۱۲

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجٰھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللہِ وَاُولٰٓئِكَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ.[۱] (سورۂ توبہ)

یعنی جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد یا خدا کی راہ میں کوشش کی اپنے مالوں اور جانوں سے ان کے لیے بہت بڑے عظیم درجے ہیں خدا کے پاس اور وہی لوگ مرادیں پانے والے ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ.[۲] (سورہ الحجرات)

یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت والا اور بزرگ وہ ہے جو زیادہ ڈرنے والا اور بہت پرہیزگار ہے۔ (آں حضرت ﷺ سے زیادہ کوئی متقی نہیں)

(۳) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ. اُولٰٓئِكَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا. لَھُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ.[۳] (سورہ انفال)

یعنی جن لوگوں (مسلمانوں) نے نماز کو قائم کیا اور جو کچھ رزق دیا اُن کو اس میں سے خرچ کرتے ہیں یہی لوگ سچے مسلمان ہیں۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس اعلیٰ درجات ہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلِلّٰہِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ.[۴] (سورہ المنافقون)

یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے عزت ہے اور اس کے رسول ﷺ کے لیے عزت ہے اور مومنوں مسلمانوں کے لیے بھی عزت ہے لیکن منافق لوگ نہیں جانتے۔

نکتہ اس آیت شریفہ میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آں حضرت ﷺ اور مسلمانوں کی عزت کی تصدیق فرمائی۔ لیکن وہابیہ کہتے ہیں کہ سب مخلوق خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہیں۔ لیکن منافق لوگ اس سے بے خبر اور بے علم ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے «وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ» جب اس جملہ آیت شریفہ کے اعداد جمل شمار کیے جاتے ہیں تو پورے سات سو چار (۷۰۴) ہوتے ہیں اور ادھر فقرہ «جماعت سابہ وہابیہ دیوبندیہ» یا جملہ «جماعت بدی آموز وہابیہ دیوبندیہ» کے بھی وہی اعداد جمل سات سو چار (۷۰۴) ہی برآمد ہوتے ہیں۔

گویا خداوند کریم نے ازل سے بہ طریق اعداد جمل بھی اس جماعت یا گروہ کی خبر دے رکھی ہے الحمد للہ علیٰ ذالک۔

---

[۱] پارہ: ۱۰، التوبۃ: ۹، آیت: ۲۰
[۲] پارہ: ۲۶، الحجرات: ۴۹، آیت: ۱۳
[۳] پارہ: ۹، الانفال: ۸، آیت: ۳، ۴
[۴] پارہ: ۲۸، المنافقون: ۶۳، آیت: ۸

(۵) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ.[1] (سورۃ البقرہ)
یعنی یہ جماعت انبیا علیہم السلام ہے۔ بعض کو بعض پر فضیلت دی ہم نے بزرگ کیا یا افضل بتایا ہے درجہ میں۔

(۶) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ.[2]
یعنی اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہم نے تجھ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

(۷) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ.[3] (سورۃ الانشراح)
یعنی ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا ذکر بلند کیا ہے۔

(۸) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ.[4] (سورہ فتح)
یعنی اے مسلمانو! تم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدد کرو اور بہت عزت کرو ان کی۔

(۹) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ.[5] (سورہ اسرائیل)
ہم نے بنی آدم کو (سب مخلوق پر) بزرگ کیا ہے۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ.[6]
یعنی اے بنی اسرائیل یاد کرو میری نعمت کو جو انعام کیا میں نے تمہارے اوپر اور تحقیق فضیلت دی میں نے تم کو جہانوں پر۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ.[7] (سورہ آل عمران)

---

[1] پارہ:۳، البقرۃ:۲، آیت:۲۵۳
[2] پارہ:۱۷، الحج:۲۲، آیت:۱۰۷
[3] پارہ:۳۰، الانشراح:۹۴، آیت:۴
[4] پارہ:۲۶، الفتح:۴۸، آیت:۹
[5] پارہ:۱۵، بنی اسرائیل:۱۷، آیت:۷
[6] پارہ:۱، البقرۃ:۲، آیت:۴۷، ۱۲۲
[7] پارہ:۴، آلِ عمران:۳، آیت:۱۱۰

اے امت رسول ﷺ تم بہترین امتوں سے ہو جو پہلے پیدا ہوئی ہیں لوگوں میں۔

(۱۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ۔[۱]

یعنی ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز پر بلند مت کرو اور نہ پکارو ان کو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اپنے گریبان میں منہ ڈالو اور سوچو کہ کیا کچھ کہتے ہو۔

نکتہ اس آیت شریفہ میں جملہ آیت شریف «اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ» آیا ہے ان لوگوں کے حق میں جو ایسی ایسی گستاخیاں کرتے ہیں۔ آیت شریفہ کے اعداد جمل چھ سو بہتر (۶۷۲) ہیں اور ادھر فقرہ «اسماعیل دہلوی مع نافہم وہابیہ دیوبندیہ» کے بھی وہی اعداد چھ سو بہتر (۶۷۲) پائے گئے۔ اس میں بھی وہی سر ہے جو جملہ آیت شریفہ میں ہے۔ فافہم۔

(۱۳) تفسیر قادری، جلد دوم، صفحہ ۵۴۴۔

«وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ.» اور اللہ کے واسطے ہے عزت اور قدرت ربوبیت «وَلِرَسُوْلِهٖ» اور اس کے رسول کے واسطے نبوت اور شفاعت کی عزت «وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ» اور ایمان والوں کے واسطے ایمان اور اطاعت کی عزت «وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ» اور مگر منافق حقیقت عزت کو نہیں جانتے۔

نقل ہے کہ جب لشکر ظفر پیکر رسول اللہ ﷺ کا وادی عقیق میں پہنچا تو ابن اُبَی کا بیٹا عبداللہ نام کہ مومن تھا راستہ پر ٹھیر رہا۔ یہاں تک کہ اس کا باپ بھی وہاں پہنچا۔ عبداللہ نے اس کے اونٹ کو بٹھایا۔ اور اونٹ کے ہاتھ پر پاؤں رکھ کر اپنے باپ سے کہنے لگا کہ خدا کی قسم تجھے میں نہ چھوڑوں گا کہ تو مدینہ میں جاوے جب تک رسول اللہ ﷺ تجھے اذن نہ دیں گے۔ اور تو یہ بات خوب جان لے کہ بڑا ذلیل تو ہے اور بڑی عزت والے حضرت ہیں۔ جب حضرت کی سواری وہاں پہنچی تو آپ کو یہ حال معلوم ہوا، آپ نے ابن اُبَی کو مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت دی۔ بلفظہٖ۔

دیکھو! حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ ابن اُبَی کو کیوں کہ وہ منافق تھا، اس کو بڑا ذلیل فرمایا اور آں حضرت ﷺ کو بہت بڑی عزت والے کہا۔

یہاں وہابیہ کی یہ صورت ہے کہ اپنے گستاخ بزرگوں کی حمایت میں آں حضرت ﷺ کی توہین کر رہے ہیں۔

اس جگہ بھی ایک نکتہ ہے وہ یہ کلمۂ «مُنٰفِقِيْنَ» کے اعداد جمل تین سو تیس (۳۳۰) ہیں۔ اور ادھر کلمہ «اسماعیل دہلوی دادا وہابی» کے بھی وہی تین سو تیس (۳۳۰) ہی عدد ہوتے ہیں۔ فَتَدَبَّرْ.

(۱۴) تفسیر عزیزی، پارہ عم، صفحہ: ۲۱۹، سطر: ۱۰۔

---

[۱] پارہ: ۲۶، الحجرات: ۴۹، آیت: ۲

اول[1] کسے کہ دروازۂ جنت بکشاید ایشاں (آں حضرت ﷺ) باشند۔ و روز قیامت ایشاں را بمرتبہ وسیلہ مشرف سازند و آں ایست نہایت بلند کہ کسے را از مخلوقات میسر نشدہ و حقیقت آں آنست کہ ایشاں دراں روز بمنزلۂ وزیر از بادشاہ باشند۔ بلفظہٖ۔

دیکھیے مولوی جی! حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ آپ کے امام الطائفہ کے دادا پیر و مرشد یہ لکھ رہے ہیں کہ آں حضرت ﷺ خداوند تعالیٰ جو سب بادشاہوں کا بادشاہ اس کے بہ منزلہ وزیر ہیں اور یہ خلاصہ ہے آیات و تفاسیر قرآنی کا۔ لیکن وہابیوں کی گستاخیوں کی کوئی حد نہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ وہ ہمارے جیسے آدمی تھے۔ اور آیت شریف «اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا» پیش کرتا ہے جو کفار کا قول ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ وہ جملہ آدمیوں کے برابر ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ وہ ہمارے بھائی بڑے بھائی تھے۔ پس بڑے بھائی کے برابر ان کی تعظیم کرنی چاہیے۔ کوئی دریدہ دہن کہہ رہا ہے کہ خدا کے سامنے وہ چمار سے بھی ذلیل ہیں۔ نعوذ باللہ منہا ای من هذاه الخرافات والخز عبیلات. اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔

(۱۵) حدیث شریف مشکوٰۃ۔ فضائل سید المرسلین کے باب سے فرمایا آں حضرت ﷺ نے:

«أنا أكرم الأولين والآخرين»[2] میں تمام اولین و آخرین سے بزرگ تر ہوں۔

(۱۶) مشکوٰۃ شریف کے حدیث شریف: فرمایا آں حضرت ﷺ نے:

«أنا سيّد ولد الآدم»[3] میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں۔

(۱۷) ایضاً حدیث شریف: فرمایا آں حضرت ﷺ نے:

«أنا حبيب الله.» رواه دارمی[4] میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں۔

(۱۸) ایضاً حدیث شریف: فرمایا رسولِ خدا ﷺ نے:

إذا كان يوم القيٰمة كنت إمام النبيين و خطيبهم و صاحب شفاعتهم.[5]

یعنی جس دن قیامت ہوگی، میں تمام انبیا کا امام اور خطیب ہوں گا، اور سب کی میں شفاعت کروں گا۔

(۱۹) مناہج النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ، جلد اول، ص: ۴۴۳ سے ۴۴۹ تک۔

---

[1] ترجمہ: سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھولنے والے رسول کریم ﷺ ہوں گے اور روز قیامت وہ مرتبۂ وسیلہ سے مشرف ہوں گے اور یہ مرتبہ اتنا بلند ہے کہ مخلوقات میں سے کسی کو حاصل نہ ہوگا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ اس روز بادشاہ کے وزیر کی منزل میں ہوں گے۔

[2] سنن ترمذی، ابواب المناقب، باب فی فضل النبي صلى الله عليه وسلم، حديث: ٣٦١٦

[3] مسلم شریف، كتاب الفضائل، باب تفضيل نبينا صلى الله عليه وسلم، حديث: ١٧٨٢

[4] سنن دارمی، كتاب المناقب، باب ما اعطى النبي صلى الله عليه وسلم من الفضل، حديث: ٤٧

[5] سنن ترمذی، كتاب المناقب، باب فی فضل النبي صلى الله عليه وسلم، حديث: ٣٧٧٣

(الف) جناب رسالت کی محبت کی علامتوں سے یہ ہے کہ آپ کا ذکر بہت سا کرے۔ بہت ذکر کرنا محبت کو لازم ہے کیوں کہ جو کوئی کسی چیز کو دوست رکھتا ہے، اس کا ذکر بہت کرتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ محبت وہی ہے کہ ہمیشہ حضرت کے ذکر میں مشغول رہے۔ بلفظہ (ص:۴۴۳)

یادداشت: وہابیوں کا عمل اس پر یہ ہے کہ آں حضرت ﷺ کا ذکر جو میلاد شریف میں کیا جاتا ہے اور مسلمان لوگ نہایت محبت و ذوق وشوق سے کرتے ہیں، اس کو بدعت، شرک، کفر کہتے ہیں، اور اس پر فتاویٰ لکھ کر مسلمانوں کو اس ذکر اور محبت کرنے سے روکتے ہیں۔ آفریں ہے۔

(ب) جب آں سرور ﷺ کا ذکر آوے تو بہت آپ کی توقیر اور تعظیم کرے، جس وقت نامِ مبارک سنے تو بہت عجز وانکسار اپنا ظاہر کرے۔ بلفظہ (ص:۴۴۳)

(ج) اور فرمایا جو کوئی عرب کا دوست ہے، وہ میرا دوست ہے، جس نے عرب میرے کو دشمن رکھا وہ میرا دشمن ہے۔ بلفظہ (ص:۴۴۴)

یادداشت: اس پر وہابیہ کا یہ عمل ہے کہ عرب کے علما و دیگر لوگ غیر شرع فاسق وفاجر ہیں اور علماے حرمین شریفین رشوت خور ہیں۔ ان کے فتاویٰ غیر معتبر ہیں۔ علماے دیوبند دین داری میں ان سے افضل ہیں۔ لاحول ولاقوۃ۔

(د) اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت کی ایسی تعظیم وتکریم کرتے تھے کہ جب آپ وضو کرتے اور منہ ہاتھ دھونے سے پانی گرتا تو اصحاب اس پانی کو تبرک سمجھ کر لینے کی خاطر جلدی کرتے اور بے اختیار ہو کر ایک پر ایک گرتے کہ اس کو لے کر اپنے منہ اور بدن پر ملیں۔ بلفظہٖ (ص:۴۴۸)

(ھ) عمرو بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں قیصر اور کسریٰ اور نجاشی کے پاس گیا تھا، قسم بہ خدا میں نے ان بادشاہوں کے یہاں ہرگز ایسی تعظیم نہیں دیکھی جو اصحاب، محمد (ﷺ) کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں۔ بلفظہٖ (ص:۴۴۹)

(و) حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک روز دیکھا کہ آں سرور ﷺ حجامت بنواتے تھے، اور اصحاب، اطراف حضرت کے پھرتے تھے اور موے مبارک دست بہ دست لیتے تھے تاکہ ایک بال مبارک بھی زمین پر نہ پڑے۔ جب سرورِ عالم ﷺ نے حجامت سے فراغت پائی تو موے سرِ مبارک کو اصحاب کے تئیں تقسیم فرمایا۔ بلفظہٖ (ص:۴۴)

یہ ہے جو ایمان ہے، مولانا روم فرماتے ہیں:

از خدا[1] خواہیم توفیقِ ادب — بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد — بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

---

[1] ترجمہ: ہم خداے پاک سے توفیق ادب کے خواستگار ہیں، بے ادب فضل رب سے محروم رہتا ہے۔ بے ادب تنہا اپنی ذات کو برا نہیں بناتا بلکہ پوری دنیا کو آگ میں جھونک دیتا ہے۔

فصل سوم

عقیدہ نمبر ۴-وہابیہ کہتے ہیں کہ اللہ کی شان کے آگے سب انبیا، اولیا ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔(تقویۃ الایمان، ص:۵۵)

اس عقیدہ کی پوری عبارت ص:۶۰ پر لکھی جا چکی ہے، اس میں تمام انبیا علیہم السلام کی توہین ہے، جن میں آں حضرت ﷺ بھی شامل ہیں جو اہل سنت کے مذہب میں کفر ہے، جس سے تمامی کتبِ اسلامی پر ہیں۔اس کی تحقیق اور جواب عقیدہ نمبر (۳) میں کافی سے زیادہ ہو چکا ہے۔جس میں آیات واحادیث وتفاسیر قرآنی سے انبیا علیہم السلام کے فضائل بالخصوص آں حضرت ﷺ کی عظمتِ شان ومراتب ودرجات کے آداب درج کیے گئے ہیں۔یہاں تک کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کی امت کے لوگ بھی تمام امتوں اورلوگوں سے افضل اور درجہ میں اکمل ہیں۔خداوند تعالیٰ وہابیہ کے شر سے بچائے۔

ہاں ایک بات یاد آگئی۔وہ یہ کہ آپ نے مولوی اسماعیل صاحب کو شہید تحریر فرمایا ہے۔پہلے آپ شہید کی تعریف کیجیے۔لغوی اور اصطلاحی معنیٰ بتلائیے، تب ان کو شہید فرمائیے۔البتہ آپ کی مراد شہید لکھنے کی صرف یہ ہے کہ وہ خدا کی راہ میں دین کے لیے شہید ہوئے، سو یہ بات محض غلط اور یار لوگوں، وہابیوں کی من گھڑت ہے۔کیا جو کوئی شخص بادشاہِ وقت کی مخالفت اور بغاوت کر کے خود بادشاہ پنجاب اور ہندوستان کے بننے کے لیے الہاموں کی دھن پر جنگ کرے اور بہ ذریعہ وعظ لوگوں کو جہاد پر تیار کر کے مسلمانوں پر ہی ہاتھ صاف کرے اور ہزاروں مسلمانوں کو ہی قتل کرے یا کروائے، ایسا شخص شہید ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔شہید تو درکنار وہ مسلمان بھی نہیں۔پہلے اس کا مسلمان ہونا ثابت کریں۔پھر شہید کا خطاب بھی دیں۔یہاں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔آئندہ زیادہ وضاحت سے لکھا جائے گا۔

قولہ: مولوی اسماعیل صاحب مرحوم نبی علیہ السلام کی محبت میں فنا تھے۔حضرت مولانا مرحوم تقویت الایمان کے ص:۵۴۔پر لکھتے ہیں الخ۔(ص:۱۲) نیز جلد دوم کے صفحہ:۵۵، ۵۴، ۴۶، ۴۷، پر لکھتے ہیں۔الخ۔(ص:۱۳) حضرت مولانا کی ان عبارتوں سے ان کا رسول علیہ السلام کی محبت میں فنا ہونا ظاہر ہے۔الخ (ص:۱۳، سطر:۸)

اقول: مفتی صاحب! آپ نے اپنے امام الطائفہ کی عبارت سے یہ دکھلانے کی کوشش کی ہے کہ وہ آں حضرت ﷺ کی محبت میں فنا شدہ تھے، مگر یہ بات صرف ہاتھی کے دانتوں کی طرح ہے، دیکھیے آپ کے امام اپنی اسی کتاب تقویۃ الایمان کی جلد دوم کے صفحہ ۱۹۷۔پر یوں لکھتے ہیں۔وھو ھذا:

(الف) زیارت کے واسطے کسی مکان متبرک کو سفر کرنا درست نہیں، مگر کعبہ کو اور مسجدِ اقصیٰ کو، مدینہ کی مسجد نبوی کی زیارت کے واسطے جانا درست ہے سوائے ان تین جگہ کے اور جگہ زیارت کے واسطے سفر کر کے جانا منع ہے۔بلفظہٖ

پھر عقائد نمبر ۲، ۳، ۴، میں جو کچھ لکھا ہے کہ تمام انبیا خدا کے سامنے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔ بڑے بھائی کے برابر ہیں، سب ناکارہ ہیں۔ ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔ نماز میں آں حضرت ﷺ کا خیال لانا بیل اور گدھے کے تصور میں ڈوب جانے سے کئی درجہ بدتر ہے۔ اور آں حضرت ﷺ کے روضہ مطہرہ کے لیے جانا ناجائز ہے۔

یہی محبت اور فنا ہونے کے نشان اور علامتیں ہیں۔ حالاں کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ: «من زار قبري وجبت له شفاعتي • و من حج البيت ولم يزرني فقد جفاني • من زار قبري بعد مماتي فكانما زارني في حياتي • من لم يزرني فقد جفاني» [1] وغیرہ احادیث موجود ہیں۔ لیکن زیارتِ روضۂ مطہرہ ناجائز ہے اور وہاں جانا منع ہے۔ اور آں حضرت ﷺ فرمارہے ہیں کہ جس نے میری قبر کی زیارت، حج کرنے کے بعد نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ کہیے! آپ کے امام نے زیارت روضہ مطہرہ کی کبھی کی ہے۔ ہرگز نہیں۔ پھر آں حضرت ﷺ پر ظلم کرنے والا فنا شدہ ہوا کرتا ہے؟

پھر آپ کے امام اس طرح پر بھی لکھتے ہیں:

(ب) کسی قبر پر یا چلہ پر یا کسی تھان پر دور دور سے سفر کر کے رنج و تکلیف اٹھا کر میلے کچیلے ہو کر وہاں پہنچنا، یہ سب شرک کی باتیں ہیں۔ (ص: ۱۴، تقویۃ الایمان)

(ج) اکثر لوگ انبیا و اولیا کی شفاعت پر پھول رہے ہیں۔ (ص: ۳۰، تقویۃ)

(د) اپنی زوجہ سے جماع کرنے کا خیال اگر نماز میں آوے تو بہتر ہے، لیکن آں حضرت ﷺ کا خیال آوے تو وہ بیل اور گدھے سے بدتر ہے۔ (صراط مستقیم، مولوی اسماعیل دہلوی، ص: ۸۶)

کہیے یہ محبت میں فنا ہونے کی علامتیں ہیں جو آپ کے امام درافشانی فرمارہے ہیں یا عداوت اور شقاوت کی۔

قولہ: (آپ کے لیے) «خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ» الخ کی نص موجود ہے اور ہمارے لیے «وَمَا عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ» کی۔ بلفظہٖ (ص: ۱۳، سطر: ۱۱)

اقول: مفتی صاحب! آپ نے آیت شریف کو لکھ کر پھر وہی الخ کی علامت لکھ دی۔ اس آیت شریف کا میں مصداق نہیں، بلکہ آپ ہی ہیں۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اس آیت شریف کے اعداد جمل بارہ سو ننانوے (۱۲۹۹) ہیں۔ اور یہی اعداد اس جملہ «وہی وضعی مفتی عبداللہ» کے بھی بارہ سو ننانوے (۱۲۹۹) ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ اس آیت شریف کے مصداق آپ ہی ہیں۔

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب المناسك، باب فضل المدينة، حديث: ٣١١٢ • الكامل فى ضعفاء الرجال، عن عبد الله بن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما، حديث: ١٩٥٦ • شعب الإيمان، باب فى المناسك، فضل الحج والعمرة، حديث: ٤١٥١ • المقاصد الحسنه، حديث: ١١٧٨

اور دوسری آیت «وَمَا عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ» جو آپ نے لکھی وہ کوئی آیتِ قرآنی نہیں، میں پھر کہتا ہوں کہ آپ علمِ قرآن سے بے بہرہ ہیں۔ اگر آیتِ قرآنی ہے تو «لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ» ہے۔ ذرا ہوش کیجیے، اور اس کے معنیٰ سمجھنے کی بھی سعی کریں۔ اس کے معنیٰ ہیں جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ آپ ان کفار پر داروغہ نہیں ہیں۔ اس آیت شریف کو کہتے ہیں کہ یہ ہمارے لیے ہے۔ حالاں کہ آں حضرت ﷺ کی شانِ مبارک میں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے آپ کو بھی اسی درجہ پر تصور کرتے ہیں، کیوں کہ آپ لوگوں کے اعتقاد میں ہے کہ آں حضرت ﷺ کی مثال یا نظیر اور بھی ہو سکتے ہیں، جیسے آپ کے بزرگ اشرف علی کا یہ کلمہ کفر «لَا اِلٰه اِلَّا الله اشرف علي رسول الله» شائع ہو چکا ہے، پھر آپ ان سے کم کیوں رہیں۔ العیاذ باللہ۔

قولہ: اگر آپ کو اسی باعث سے مولانا کی تحریر پر اعتراض ہے کہ انھوں نے کیوں عامہ خلائق کے ساتھ انبیا کو شامل کیا، تو اس صورت میں آپ کے اعتراض سے کلام مجید بھی نہیں بچ سکے گا۔ کیوں کہ کلام مجید میں اکثر جگہ انسانوں کا ایک ہی پیرایہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس امر کی تصدیق کے لیے آیاتِ ذیل ملاحظہ ہوں۔ (ص: ۱۴)

(۱) «يٰاَيُّهَا النَّاسُ اعبُدُوْ رَبَّكُمْ»[۱] (سورۂ بقر)

ترجمہ: لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔

(۲) «يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْ رَبَّكُمْ وَاخْشَوْيَوْمًا»[۲] الخ (لقمان)

ترجمہ: لوگو اپنے پروردگار سے تم ڈرو اور خوف رکھو اس دن کا۔

(۳) «يٰاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اِلَى اللهِ»[۳]

ترجمہ: لوگو! تم فقیر ہو اللہ کے دروازے کے۔ بلفظہٖ (ص: ۱۴)

اقول: مولوی صاحب! ان آیات کو لکھنے میں اول تو رسم الخط قرآنی کی غلطیاں ہیں جن کو آپ سمجھ نہیں سکے۔ «اعبُدُوْا» کو آپ نے «اعبُدُوْ» لکھا ہے اور «اِتَّقُوْا» کو «اتَّقُوْ» لکھ دیا ہے۔ اور سورہ بقرہ کو آپ نے «سورہ بقر» لکھ دیا ہے۔ یہ آپ کی علمیت کی دلیل ہے۔

دوم: ان آیات کے پیش کرنے سے آپ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح «النَّاسُ» کا لفظ قرآن شریف میں آیا ہے، اسی طرح ہر خلوق اور ہمہ مخلوق ہے۔ اس سے آں حضرت ﷺ و دیگر سائر انبیا علیہم السلام باہر نہیں ہیں۔ اور وہ لفظ «النَّاسُ» میں داخل ہیں۔ واہ! سبحان اللہ! میں بار بار کہتا ہوں کہ آپ کو علمِ قرآن سے بالکل واقفیت نہیں۔ صرف لوگوں سے سنی سنائی باتیں دلائل میں پیش کرتے ہیں۔ دیکھیے! سب سے اول قرآن شریف میں سورہ فاتحہ میں «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ

---

[۱] پارہ: ۱، البقرۃ: ۲، آیت: ۲۱ [۲] پارہ: ۲۱، لقمان: ۳۱، آیت: ۳۳

[۳] پارہ: ۲۲، فاطر: ۳۵، آیت: ۱۵

الْعٰلَمِيْن» لکھا ہے تو کیا خداوند تعالیٰ اپنی طرف سے فرماتا ہے۔ گویا خود اپنی حمد بیان کرتا ہے۔ لیکن آپ کو یاد رہے کہ تمام قرآن شریف آں حضرت ﷺ پر نازل ہوا اور متکلم اللہ تعالیٰ ہے اور مخاطب آں حضرت ﷺ ہیں۔ اور لفظ «قُلْ» (کہو) اس میں محذوف ہے۔ اسی طرح لفظ «يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ» میں بھی قل محذوف ہے ورنہ قرآن شریف میں تو یہ بھی ہے کہ «فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ» یعنی ڈرو آگ دوزخ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اس صورت میں آپ کا اعتقاد یہ ہے کہ اس میں رسول اکرم سید الاولین والآخرین شفیع المذنبین بھی داخل ہیں۔ العیاذ باللہ من هذه العقيدة الكفرية۔

اور لیجیے بعض جگہ قرآن شریف میں بھی لفظ «قُلْ» کو محذوف رکھا ہے اور بعض جگہ ظاہر بھی فرما دیا ہے جیسے فرمایا ہے۔

(۱) «قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ»[۱] (سورہ یونس)

یا رسول اللہ (ﷺ) لوگوں سے کہہ دیجیے۔ اے لوگوں اگر تم شک میں ہو۔

(۲) «قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ»[۲] (سورہ یونس)

(اے رسول اللہ ﷺ) کہہ دیجیے کہ اے لوگو تمہارے پاس حق آیا ہے (یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ)

(۳) «قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا»[۳] (سورہ اعراف)

(اے رسول اللہ ﷺ) کہہ دیجیے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول آیا ہوں (قیامت تک)۔

(۴) «قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ. مَلِكِ النَّاسِ. اِلٰهِ النَّاسِ»[۴] (سورۃ الناس)

یا رسول میرے (صلی اللہ علیہ وسلم) کہیے کہ میں پناہ مانگتا ہوں اس سے جو لوگوں کا پروردگار ہے اور جو لوگوں کا مالک اور معبود ہے۔

(۵) «وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا»[۵] (سورۃ النساء)

اے رسول ہم نے تجھ کو لوگوں کا رسول بنا کر بھیجا ہے۔

(۶) «وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا»[۶] (سورۃ السبا)

اے رسول ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے تمام لوگوں کی طرف قیامت تک کے لیے خوش خبری سنانے والا (بہشت کی) اور ڈرانے والا (دوزخ سے)

---

[۱] پارہ: ۱۱، یونس: ۱۰، آیت: ۱۰۴
[۲] پارہ: ۱۱، یونس: ۱۰، آیت: ۱۰۸
[۳] پارہ: ۹، الاعراف: ۷، آیت: ۱۵۸
[۴] پارہ: ۳۰، الناس: ۱۱۴، آیت: ۱، ۲، ۳
[۵] پارہ: ۵، النساء: ۴، آیت: ۷۹
[۶] پارہ: ۲۲، السبا: ۳۴، آیت: ۲۸

(۷) «اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ»[1] (سورہ زمر)

یعنی ہم نے اے رسول قرآن نازل کیا لوگوں کی ہدایت کے لیے جو حق ہے یا حق کے ساتھ ہے۔

(۸) «وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ»[2] (سورہ مائدہ)

اے رسول اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں کے شر سے بچائے۔

(۹) «يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ»[3] (سورہ النساء)

اے لوگو! تحقیق آیا تمہارے پاس پیغمبر ساتھ حق کے۔

لیجیے! اگرچہ اس قسم کی اور بہت سی آیات ہیں جن میں رسول خدا ﷺ لفظ «النَّاس» میں داخل نہیں ہیں یہ نو آیات کافی ہیں۔ مگر آپ لوگوں کی آں حضرت ﷺ کی کسر شان اور توہین کرنے پر ہمت بندھی ہوئی ہے اس لیے ایسے ایسے بے ہودہ دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ رسول خدا ﷺ کو کسی جگہ بھی لفظ «النَّاس» میں قرآن شریف نے داخل نہیں فرمایا۔ بلکہ تمام لوگوں سے جداگانہ رسول کے لفظ سے بار بار یاد فرمایا ہے اور تعظیماً «يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ»، «يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ»، «يٰسٓ»، «طٰهٰ»، «يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ»، «يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ» ﷺ وغیرہ خطابات سے پکارا ہے۔ اور کبھی یا محمد (ﷺ) یا احمد (ﷺ) نام لے کر یاد نہیں فرمایا اور آپ کی قرآن دانی، کہ اپنے امام کے سچا کرنے کے لیے آں حضرت ﷺ کو لفظ «النَّاس» میں داخل کر کے عوام الناس کی طرح سمجھ رہے ہیں۔

جن میں تمام کافر و مشرک چوہڑے، چمار بھی داخل ہیں۔ خدا پناہ میں رکھے ایسی سوء اعتقادی سے۔

فتوائے علمائے کرام صوبہ پنجاب عقائد بالا پر

کتاب عروۃ المقلدین بالہام القوی المبین مصنفہ مولانا مولوی غلام دستگیر علیہ الرحمۃ قصوری لاہوری صاحب کتاب تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل مطبوعہ قادری مقام قصور واقع ۱۳۰۰ھ صفحہ نمبر: ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال: -جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ «باری تعالیٰ کا عرش پر مکان ہے اور اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ سب اعضاے جوارح ہیں» نیز یہ عقیدہ ہے کہ «ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے» اور یہ بھی عقیدہ ہے کہ «اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی (علیہ السلام) اور ولی (رحمۃ اللہ علیہ) جن اور فرشتے جبرئیل اور محمد کے برابر پیدا کر ڈالے۔» اور جو لوگ حرف ضاد کو ظا پڑھتے ہیں یعنی «غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ

---

[1] پارہ: ۲٤، الزمر: ۳۹، آیت: ٤١
[2] پارہ: ٦، المائدۃ: ٥، آیت: ٦٧
[3] پارہ: ٦، النساء: ٤، آیت: ١٧٠

عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ» کو «غَيْرِ المَغْظُوْب عَلَيْهِمْ وَلَا الظَّآلِّيْنَ» پڑھتے ہیں۔اور جس کوئیں میں کتا،سور، بلی، چوہا وغیرہ مرکر گل جائے تو اس پانی کو پاک جان کر پیتے اور اس سے وضو اور غسل کر لیتے ہیں۔آیا ایسے عقیدہ والوں اور ایسے کام کرنے والوں کے پیچھے اہل سنت کی نماز روا ہے یا نہیں؟

الجواب والله هو الملهم للصواب

ان تینوں عقیدہ والوں اور دونوں کام کرنے والوں کے پیچھے اہل سنت کی نماز روا نہیں۔

اس کتاب یا فتویٰ پر اٹھارہ ۱۸، کس علمائے کرام پنجاب کے دستخط و مواہیر ثبت ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ

عقیدہ نمبر اول: مولوی اسماعیل دہلوی آپ کے امام الطائفہ کی کتاب تقویۃ الایمان کے صفحہ ۵۵، اور ایضاح الحق کے صفحہ ۲۴، پر درج ہے۔

عقیدہ دوم: مولوی اسماعیل مذکور کی کتاب تقویۃ الایمان کے صفحہ ۱۴، ۱۹ پر درج ہے۔

عقیدہ سوم: اسی مولوی اسماعیل کی کتاب تقویۃ الایمان کے صفحہ ۳۱، پر درج ہے۔

باقی دو کام آپ کے بھائی غیر مقلدوں کی کتابوں میں موجود ہیں۔اور تین عقائد بالا میں آپ سے متفق۔

پس اس فتویٰ سے بھی ثابت ہے کہ وہابیہ دیوبندیہ اور غیر مقلدوں کے پیچھے ہمارے اہل سنت کی نماز جائز نہیں۔ اگر دانستہ پڑھی جائے تو اعادہ کرنا فرض ہے، مسلمان اہل سنت اس مسئلہ کو خوب یاد رکھیں۔

قولہ: حضرت سلطان نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے فوائد الفواد کے صفحہ ۱۰۱ پر لکھا ہے کہ «ایمان کسے تمام نشود تا ہمہ مخلوق نزدیک او ہمہ چناں نمایند کہ پشک شتر»۔بلفظہٖ (صفحہ: ۱۴)

(اور اردو ترجمہ اس کا صفحہ ۱۵/ پر یوں کیا) کہ اس وقت تک کسی کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے نزدیک تمام مخلوق اونٹ کی مینگنی کی مانند نہ ہو۔مولانا کے لفظ چمار اور سلطان جی کے لفظ مینگنی کا مقابلہ کر کے فرمائیے کہ کیا آپ کے نزدیک سلطان جی بھی وہابی اور کفریہ کلمہ لکھنے والے ہیں یا نہیں۔اگر نہیں تو کیوں۔بلفظہٖ (صفحہ: ۱۵، سطر: ۷)

اقول: مولوی صاحب! آپ نے عبارت کتاب بھی غلط لکھ دی جس کے معنی بھی صحیح نہیں بنتے۔معلوم ہوتا ہے کہ کسی رسالہ سے آپ نے غلط در غلط لکھ مارا اور معنی بھی فارسی عبارت کے سمجھ میں نہ آئے۔اصل عبارت صحیح یوں ہے۔

ایمان کسے تمام نمی شود تا ہمہ خلق نزدیک او ہم چنیں نہ نماید کہ پشک شتر۔(بلفظہٖ)

فارسی اور اردو کے سمجھنے کی بھی قابلیت نہیں رکھتے۔حضرت سلطان نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تحریر توکل کے بارہ میں ہے۔آگے پیچھے کی عبارت کو حذف کر کے ایک سطر عبارت لکھ دی۔اور اس کا ترجمہ بھی غلط لکھ دیا۔اس کتاب فوائد الفواد کا اردو ترجمہ اہل سنت و جماعت کے ایک مولوی صاحب نے شائع کیا وہ ترجمہ اس طرح پر ہے۔

اور یہ فرمایا کہ بندہ کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک متاع دنیا اس کو اونٹ کی مینگنی کے برابر نہ معلوم ہونے لگے۔ بلفظہٖ (صفحہ:۱۳۵، سطر:۳)

دیکھیے آپ نے خلق یا مخلوق کے معنی تمام انسانوں کے کیے ہیں۔ حالاں کہ اس کے معنی مال ومتاع دنیا کے ہیں۔ اور آپ کے امام الطائفہ وہابیہ نے ہر مخلوق لکھ کر رفع شبہ کے لیے چھوٹا ہو یا بڑا تمام انسانوں کے لیے لکھ دیا۔ اب آپ سمجھے۔ یہ ہے مطلب حضرت سلطان نظام الدین علیہ الرحمہ کا، جو مال ومتاع دنیا سے مراد ہے۔ اور واقعی وہ حنفی المذہب خالص سنی ہیں۔ اور وہابیوں کے دشمن اور کاملین اولیا میں سے۔ ان کی زبان یا قلم سے کلمۂ کفر یہ وہابیہ کیسے نکل سکتا ہے جو سماع کے بھی سخت شائق تھے۔ جس کو وہابیہ کفر اور شرک وحرام کہتے ہیں۔

باب سوم

عقیدہ وہابیہ دیوبندیہ نمبر ۵

شفاعت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انکار

قولہ: توضیح مطالبہ نمبر ۳، بر عقیدہ نمبر ۵

آپ نے وہابیہ کا عقیدہ نمبر ۵ یہ لکھا ہے کہ تقویت الایمان میں ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا اپنے حکم سے اس کا شفیع بنائے گا۔ حضرت مولانا مرحوم نے شفاعت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس میں انھوں نے کلامِ مجید کی ان آیات کی ترجمانی کی ہے۔

آیت نمبر (۱): «مَنْ ذَالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ»

ترجمہ: کون ہے جو اس کے اذن بغیر اس کی جناب میں کسی کی سفارش کرے۔

آیت نمبر (۲): «یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ صَفًّا. لَّا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ. الخ»

جس دن جبرئیل اور فرشتے اس کے حضور میں صف بستہ کھڑے ہوں گے کسی کے منہ سے بات نہ نکلے گی مگر جس کو خدا رحمٰن اجازت دے گا۔ الخ۔ بلفظہٖ (صفحہ: ۱۵، ۱۶)

اقول: مولوی صاحب! آیت اول: «مَنْ ذَالَّذِیْ» الآیۃ میں سے ایک الف کی آپ نے کمی کر کے «مَنْ ذَالَّذِیْ» لکھا ہے۔ یہ قرآنی تعلیم اور تفہیم آپ کی ہے۔

الحمد للہ آپ نے اس عبارت تقویۃ الایمان کو بعینہٖ بلا چون و چرا مان لیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس عقیدہ کے سامنے لفظ بلفظ لکھا ہوا تھا انکار نہ ہو سکا، ورنہ عبارت ملخصاً کو اپنی فہمید کی وجہ سے انکار ہی کرتے رہے اور انکار کرتے رہیں گے۔ گو آخر کو اسی عبارت کی جس کا میں نے خلاصہ لکھا ہے تاویل کرنے پر زور دیں گے۔

دیکھیے آپ نے اپنے امام کی اس عبارت کو مان کر اس کی تاویل میں آیات کو پیش کیا ہے۔ حالاں کہ انھوں نے ان آیات کا کوئی ذکر اپنی کتاب میں نہیں کیا اور نہ وہ آیات کو اس موقع پر لائے ہیں۔ لیکن آپ نے اپنے امام کی حمایت میں لکھ دیا ہے کہ مولانا نے ان آیات کی ترجمانی کی ہے۔ اور ساتھ ہی اس کے آپ نے جملہ «جس کو خدا اجازت دے گا» بھی لکھ دیا ہے حالاں کہ وہ انھوں نے اس جملہ کو بھی کہیں نہیں لکھا۔ دیکھیے ان کی عبارات یہ ہیں:

(الف) تمام آسمان اور زمین میں کوئی کسی کا سفارشی نہیں۔ بلفظہٖ (تقویۃ الایمان، صفحہ: ۶)

(ب) کوئی کسی کا وکیل اور حمایتی بننے والا نہیں۔ بلفظہٖ (ایضاً، صفحہ: ۹)

(ج) جو کوئی نبی یا ولی کو یا امام اور شہید کو یا کسی فرشتہ کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ اصل مشرک ہے۔ بلفظہٖ (تقویت الایمان، صفحہ:۳۱)

(د) جو کوئی کسی کو اس کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے اور جاہل (صفحہ:۳۲)

(ھ) اللہ کے سوا کہیں اپنا بچاؤ نہ جانے اور کسی کی حمایت پر بھروسہ نہ کرے کیوں کہ وہ خود بڑا غفور الرحیم ہے۔ سب مشکلیں اپنے ہی فضل سے کھول دے گا۔ اور جس کو چاہے گا اپنے حکم سے اس کا شفیع بنائے گا...... غرض کہ جیسا ہر حاجت اپنی اسی کو سونپا چاہیے، اسی طرح یہ حاجت بھی اسی کے اختیار پر چھوڑ دیجیے۔ جس کو وہ چاہے اس کو ہمارا شفیع کردے نہ یہ کہ کسی کی حمایت پر بھروسہ کیجیے۔ (صفحہ:۳۳)

(و) رعیتی لوگ اور امیروں کو مانتے ہیں۔ اور ان کا وسیلہ ڈھونڈ ھتے ہیں...... وہاں کسی کی وکالت کی حاجت نہیں۔ بلفظہٖ (تقویۃ الایمان، صفحہ ۳۴)

(ز) اے فاطمہ بچا تو اپنی جان کو آگ سے، مانگ لے مجھ سے جتنا مال میرا چاہیے، نہ کام آؤں گا میں تیرے اللہ کے یہاں کچھ۔ بلفظہٖ (صفحہ:۳۸، سطر:۱۰۱)

ان عبارات کی مراد اور مطلب یہ ہے کہ وہابیہ کا کوئی شفیع نہیں ہے اگر کسی نبی یا ولی وغیرہ پر شفاعت کرنے کا بھروسہ کرے وہ مشرک ہے اور جاہل ہے۔ جس کو چاہے شفیع بنا دے۔ آں حضرت ﷺ کی اس میں کوئی خصوصیت نہیں ہے اور نہ وہ ماذون شفاعت ہیں۔ اور نہ آپ کی آیات پیش کردہ کا ان عبارات میں کوئی ذکر ہے۔ اور امام الطائفہ وہابیہ نے چالا کی اور دھوکا دہی سے جگہ جگہ میں «اس قسم کا شفیع» کا جملہ لکھ دیا۔

لیکن اہل سنت و جماعت کا مذہب اور اعتقاد یہ ہے کہ ہمارے شفیع دنیا و آخرت میں آں حضرت ﷺ ہیں اور ہم گنہ گاروں کو ان کی ہی شفاعت پر سب سے اول بھروسہ اور تکیہ ہے وہ ضرور بالضرور اپنی امت کے شفیع ہیں۔ حتی کہ تمام انبیا علیہم السلام ان کی طرف رجوع کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم شفاعت ہو چکا ہوا ہے آپ نے جو دو آیات نفی شفاعت میں پیش کی ہیں جن کی ترجمانی آپ کے امام نے یا آپ نے کی ہے اس کا مطلب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ ان آیات میں کوئی نفی نہیں ہے۔

(۱) تفسیر عزیزی حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی دادا مرشد امام الطائفہ وہابیہ، سورہ بقرہ، ص:۱۵۳۔[1]

گوئیم[2] آیات و احادیث بسیار دلالت بر وقوع شفاعت می کنند پس تخصیص ایں آیت لابدست اہل سنت بکافر

---

[1] زیرِ آیت «وَلَا یقبل منها شفاعة» بیانِ شفاعت. ص:۲۲۲، مطبع محمدی، لاہور.

[2] ترجمہ: کہتے ہیں کہ بہت سی آیتیں اور حدیثیں شفاعت پر دلالت کرتی ہیں، تو اس آیت کی تخصیص ضروری ہے۔ اس آیت کو اہلِ سنت کافر کے ساتھ خاص کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ شفاعت اس روز بے حکمِ الٰہی مقبول نہ ہوگی، اس دلیل کے ساتھ کہ بہت سی آیتوں میں شفاعت کی نفی کو اس قید سے مقید کیا ہے، جیسے: ترجمہ آیات۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

تخصیص می کنند و می گویند کہ معنی ایں آیت آنست کہ شفاعت بے حکم الٰہی دراں روز مقبول نخواہد شد۔ بدلیل آں کہ در آیات بسیار نفی شفاعت را مقید بایں قید فرمودہ اند مانند۔ ① ۔يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا. ② ۔مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ. ③ ۔وَمِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ. ④ ۔وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ واحادیث متواترہ بیان کردند کہ غیر از کافر در حق ہمہ اہل معاصی حکم بہ شفاعت خواہد شد۔ پس معلوم شد کہ محروم مطلق از شفاعت کافر است وبس۔ ومناسب مقام ہم نفی ہمیں شفاعت است۔ الخ۔ (بلفظہٖ)

② تفسیر عزیزی سورہ بقرہ، ص: ۱۵۲، سطر: ۱۳۔ زیرِ آیت۔ «وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ.»[1]

دریں[2] دانست کہ معتزلہ بایں آیت در نفی شفاعت تمسک می کنند و می گویند کہ روز قیامت شفاعت نخواہد شد۔ لیکن نمی فہمند کہ دریں آیت نفی شفاعت از طرف کسے است کہ ہرگز شکرِ نعمت الٰہی نہ کردہ باشد و آں نیست مگر کافر، و شفاعت در حق کافر بالاجماع مقبول نیست الخ۔ (بلفظہٖ)

③ تفسیر جامع البیان برحاشیہ جلالین، صفحہ: ۳۷۔

«مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ» بيان عظمته و جلاله نفي لزعم الكفار أن الاصنام شفعاء. بلفظه.

یعنی یہ آیت عظمت وجلالِ الٰہی ظاہر کرتی ہے۔ اور کفار کے حق میں ہے وہ زعم کرتے تھے کہ ہمارے بت ہمارے شفیع ہیں۔

④ تفسیر جلالین سورہ السبا، صفحہ: ۳۵۹۔

« وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ تعالٰى ردا لقولهم أن اٰلهتهم تشفع عنده » یعنی اس آیت شریف میں اللہ تعالیٰ کفار کی تردید فرماتا ہے۔ جو ان کا قول تھا کہ ان کے بت ان کے شفیع ہیں۔

⑤ تفسیر جلالین سورہ طٰہٰ، صفحہ: ۲۶۵۔ زیرِ آیت۔

« يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ (احدا) اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ. »أن يشفع له و رضى له قول لا اله الا الله. بلفظه.

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)[۱] اس دن کسی کی شفاعت کام نہ دے گی، مگر اس کی جسے رحمٰن نے اذن دے دیا ہے اور اس کی بات پسند فرمائی ہے۔ (طٰہٰ، آیت: ۱۰۹)[۲] وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے، بے اس کے حکم کے۔ (بقرہ: آیت: ۲۵۵)[۳] نہ کوئی دوست، نہ کوئی سفارشی، جس کا کہا مانا جائے۔ (مومن: آیت ۸)[۴] اور اس کے پاس شفاعت کام نہیں دیتی مگر جس کے لیے وہ اذن فرمائے۔ (سبا، آیت: ۲۳)

اور احادیثِ متواترہ سے ثابت ہے کہ کافر کے سوا تمام گنہ گاروں کے حق میں شفاعت کا حکم ہوگا تو معلوم ہوا کہ شفاعت سے مطلق محروم صرف کافر ہوگا اور اسی شفاعت کی نفی یہاں مناسب بھی ہے۔

[1] ص: ۲۲۱، بیان دفع عذاب، مطبع محمدی، لاہور.

[2] ترجمہ: واضح رہے کہ معتزلہ اس آیت سے شفاعت کی نفی میں دلیل لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ روز قیامت کسی قسم کی شفاعت قبول نہ ہوگی، لیکن انھیں پتا نہیں کہ اس آیت میں ایسے شخص کی شفاعت کی نفی ہے جس نے کبھی نعمت الٰہی کا شکریہ نہ ادا کیا ہو اور ایسا شخص کافر ہی ہوسکتا ہے اور کافر کے حق میں شفاعت بالاجماع مقبول نہیں۔

یعنی اس روز قیامت کو شفاعت فائدہ نہ دے گی کسی کو مگر جس نے کلمہ طیبہ «لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ الله» پڑھ لیا۔ اور جن کافروں نے کلمہ شریف نہ پڑھا ان کے حق میں شفاعت نہیں۔ یہ آیت کفار کے حق میں ہے۔

اب میں آیات واحادیث سے شفاعت آں حضرت ﷺ کا ثبوت پیش کرتا ہوں

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

«عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا» [۱] (سورہ بنی اسرائیل)

یعنی قریب ہے کہ آپ کو (اے رسول) مقام محمود (شفاعت) میں کھڑا کیا جائے گا۔

(۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

«وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی» [۲]

یعنی قریب ہے کہ (اے رسول ﷺ) تیرا رب تجھ کو (شفاعت) رتبہ فرمائے گا جس سے تو راضی ہو جائے گا۔

(۳) تفسیر قادری جلد اول، صفحہ: ۶۱۰، ۶۱۱۔

«عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ» چاہیے اور البتہ ایسا ہی ہوگا کہ رکھے گا تیرا خدا تجھے «مَقَامًا مَّحْمُوْدًا» مقام پسندیدہ میں یعنی اس مقام پر کہ وہاں کھڑے ہونے والے کی سب تعریف کرنے والوں نے تعریف کی ہوگی اور وہ مقام شفاعت ہے۔

اور زاد المسیر میں لکھا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ حضرت ﷺ کو عرش پر بٹھائے گا۔

اور لباب میں امیر المومنین حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت ﷺ نے خود مقام محمود کی تفسیر میں فرمایا کہ حق تعالیٰ مجھے نزدیک کرے گا اور عرش پر اپنے ساتھ بٹھا لے گا۔ اور حدیث شریف کی عبارت یہ ہے:

يدنيني الله فيقعدني معه على العرش.

امین معانی میں لکھا ہے کہ مقام محمود عرش میں سے ایک مقام ہے کہ آں حضرت ﷺ کی بزرگی سب سے ظاہر کریں گے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ مقام محمود وہاں ہے جہاں حضرت کے دست مبارک میں لوائے حمد دیں گے اور کوئی پیغمبر نہ ہوگا۔ حضرت آدم علیہ السلام ہوں، یا کوئی اور، سب حضرت کے لوا یعنی جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ بیت

نے [۳] ہمیں زیر لوائے دولتش مائیم وبس　　　آدم ومن دونہ تحت لوائے مصطفیٰ است

اے ذات تو در دو کون مقصود وجود　　　نام تو محمد ومقامت محمود

(۴) تفسیر قادری جلد دوم، صفحہ: ۶۳۶۔

---

[۱] پارہ: ۱۵، بنی اسرائیل: ۱۷، آیت: ۷۹　　[۲] پارہ: ۳۰، الضحیٰ: ۹۳، آیت: ۵

[۳] ترجمہ: صرف یہی نہیں کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی حکومت کے جھنڈے کے نیچے ہی ہوں گے بلکہ آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ دیگر لوگ بھی ہوں گے۔

یارسول اللہ ﷺ آپ کی ذات گرامی دونوں جہان کے وجود کا سبب ہے۔ آپ کا نام محمد ہے اور آپ کا مقام محمود ہے۔

«وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰی» اور قریب ہے کہ عطا فرمائے تیرا رب یعنی گنہ گاروں کے باب میں شفاعت کا رتبہ «فَتَرۡضٰی» پس تو راضی ہو جائے۔یعنی اس قدر عطا فرمائے کہ تم کہو بس میں راضی ہوا۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل عراق تم کہتے ہو کہ قرآن کی سب آیتوں میں بڑی امید کی آیت یہ ہے کہ «لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ» اور ہم اہل بیت اس بات پر ہیں کہ آیہ «وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰی» سے اس کی بہ نسبت امید بہت زیادہ ہے اس واسطے کہ جب تک آپ کی امت میں سے ایک شخص بھی دوزخ میں رہے گا ہرگز آپ راضی نہ ہوں گے۔ابیات۔

نماند[1] بدوزخ کسے درگرو ۔۔۔ کہ دارد چنیں سید پیش رو

عطائے شفاعت چنانش دہند ۔۔۔ کہ امت تمامی ز دوزخ رہند (بلفظہٖ)

⑤ تفسیر جلالین، صفحہ:۵۰۳ ،سطر:۱۰۔

«عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَكَ» يقيمك ربك في الآخرة «مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا» يحمدك فيه الأولون والآخرون وهو مقام الشفاعة. بلفظه.

یعنی قریب ہے کہ آپ کو کھڑا کرے گا تیرا رب آخرت میں اور تعریف کریں گے تیری اس میں تمام اولین و آخرین۔اور وہی مقام شفاعت ہے۔

⑥ جامع البیان میں اسی آیت کے نیچے اسی طرح درج ہے جس طرح تفسیر جلالین میں ہے یعنی مقام محمود وہی مقام ہے جہاں حضور سرور عالم ﷺ تمام لوگوں کی شفاعت کریں گے۔

⑦ تفسیر عزیزی شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ محدث دہلوی، پارہ عم، صفحہ:۲۱۸۔زیر آیت «وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰی»

در[2] حدیث شریف است کہ چوں ایں آیت نازل شد آں حضرت ﷺ بیان را خود فرمودند کہ من ہرگز راضی نشوم تا آں کہ یک یک کس را از امت خود بہ بہشت داخل نہ کنم۔بلفظہٖ

⑧ تفسیر عزیزی ایضاً، صفحہ:۲۱۹

و بجانب[3] راست عرش بالائے کرسی ایشاں را (آں حضرت ﷺ) جا دہند و بمقام محمود مشرف سازند و در دست ایشاں لواء الحمد دہند کہ حضرت آدم و تمام ذریت ایشاں زیر آں نشان باشند و ہمہ انبیا بہ امتان خود پس رو ایشاں شوند۔(بلفظہٖ)

---

[1] ترجمہ: کوئی ایسا شخص دوزخ میں نہیں ڈالا جائے گا جو سید ابرار جیسے پیشوا کا پیرو ہو۔ان کی شفاعت کی عطا ایسی ہوگی کہ پوری امت دوزخ سے آزاد ہو جائے گی۔

[2] ترجمہ: حدیث شریف میں ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں راضی نہ ہوں گا جب تک کہ اپنی امت کے ایک ایک فرد کو جنت میں داخل نہ کرلوں۔

[3] ترجمہ: اللہ تعالیٰ، رسول کریم ﷺ کو عرش عظیم کے داہنی طرف کرسی پر بٹھائے گا اور مقام محمود سے مشرف فرمائے گا اور لواء الحمد انھیں عطا فرمائے گا۔حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی تمام ذریت ان کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور تمام انبیا اپنی امت کے ساتھ ان کے پیچھے ہوں گے۔

(۹) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ، صفحہ: ۴۰۹، ۴۹۲۔

ترجمہ حدیثِ طویل: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان لوگ قیامت کے دن محبوس کیے جائیں گے اور وہ بہت تنگ ہوں گے۔ تب ارادہ کریں گے کہ کسی کو اپنا شفیع بناویں تب پہلے وہ آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے کہ آپ سب آدمیوں کے باپ ہیں۔ خدا نے آپ کو اپنے دست قدرت سے بنایا ہے اور بہشت میں رکھا اور فرشتوں سے آپ کو سجدہ کروایا۔ اور تمام اسما آپ کو تعلیم کیے۔ آپ ہمارے لیے خدا کے پاس شفاعت فرمایئے تا کہ ہماری تکلیف رفع ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام عذر کریں گے۔ اور نوح علیہ السلام کے پاس جانے کی ہدایت فرمائیں گے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کے پاس جاویں گے۔ لیکن سب کے سب عذر کریں گے کہ ہم شفاعت نہیں کر سکتے۔ ہاں تم سب سید المرسلین حضرت محمد ﷺ کے حضور میں حاضر ہو۔ آج کے دن سوا ان کے اور کوئی شفاعت کرنے والا نہیں۔ فرمایا آں حضرت ﷺ نے وہ سب میرے پاس آویں گے میں ان کی شفاعت جناب الٰہی میں کروں گا پھر آں حضرت ﷺ نے یہ آیت پڑھی «عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا» وَهٰذا المَقَام الْمَحْمُوْدِي الَّذِيْ وَعَدَه نَبِيَّكُمْ. یہ وہ مقام ہے جس کا وعدہ تمھارے نبی کو دیا گیا ہے۔ ملخصاً۔

(۱۰) مناہج النبوت ترجمہ مدارج النبوت، مصنفہ ایضاً بعینہٖ صفحہ: ۴۲۲ تا ۴۲۴۔

(۱۱) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ایضاً صفحہ: ۴۹۳

ترجمہ حدیث شریف: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا آں حضرت ﷺ نے کہ پانچ چیزیں اللہ تعالیٰ نے مجھے عنایت کی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئیں ان میں یہ ہے:[۱] واعطیت الشفاعۃ دادہ شد مرا مرتبہ شفاعت عظمیٰ۔ الخ۔

(۱۲) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد چہارم، صفحہ: ۵۰۳۔

و عن أبي بن كعب، عن النبي صلي الله عليه وسلم قال: إذا كان يوم القيٰمة ،كنت إمام النبيين، و خطيبهم، و صاحب شفاعتهم.

فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ میں تمام انبیا علیہم السلام کا روز قیامت کو امام اور خطیب ہوں گا۔ اور مالک ان کی شفاعت کا ہوں گا۔

(۱۳) مناہج النبوت شرح مدارج النبوۃ، صفحہ: ۴۲۶۔

انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے ایک روز حضرت پیغمبر خدا ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ قیامت کے روز میری شفاعت فرمایئے۔ حضرت نے فرمایا ان شاء اللہ تعالیٰ میں تیری شفاعت کروں گا۔ الخ۔ بلفظہٖ۔

---

[۱] ترجمہ: مجھے شفاعتِ عظمیٰ کے مرتبے پر فائز کیا گیا۔

(۱۴) سبیل الجنان ترجمہ تکمیل الایمان شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ، صفحہ: ۲۰۔
والشفاعة حق شفاعت سچ ہے۔ جو حضرت رسول کریم ﷺ قیامت کے روز اپنی امت کی فرمائیں گے الخ۔ ملخصاً۔
مولوی صاحب! آپ نے جو آیات نفی شفاعت میں پیش کر کے اپنے امام کی حمایت نامناسب اور بے جا کی تھی اس بحث سے معلوم ہوگیا کہ شفاعت رسول اکرم ﷺ اظہر من الشمس ہے جو چند آیات اور کتب تفاسیر وغیر ہم سے کافی طور پر ثابت کیا گیا ہے۔ تمام کتب اسلامیہ اس سے پُر ہیں منکرین کے لیے انکار مبارک ہو۔
یہ بات نہیں کہ جیسے آپ کے امام نے کہہ دیا کہ زمین و آسمان میں کوئی شفاعت کرنے والا نہیں یا یہ لکھ دیا کہ کوئی کسی کا سفارشی نہیں۔ یا یہ کہ کوئی کسی کا وکیل نہیں۔ یا یہ کہہ دیا کہ اگر کوئی کسی نبی یا ولی کو شفیع سمجھے وہ مشرک ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ اس میں تمام مطالبات آپ کے گاؤخورد ہو گئے اب ایک دو حدیث شریف اور بھی آپ کی تسلی کے لیے درج کی جاتی ہے۔ باقی طوالت کی وجہ سے ترک کی جاتی ہے۔ وھو ھذا:

(۱۵) جامع ترمذی شریف و دارمی شریف۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا رسولِ خدا ﷺ نے:
أنا أولهم خروجا إذا بعثوا، و أنا قائدهم إذ وفدوا، و أنا خطيبهم إذا انصتوا، و أنا مستشفعهم إذا حبسوا، و أنا مبشرهم إذا أيسوا، الكرامة والمفاتيح يومئذ بيدي، و لواء الحمد يومئذ بيدي أنا أكرم ولد اٰدم على ربي، يطوف عليّ الف خادم كأنهم بيض مكنون أو لؤلؤ منثور[1]
یعنی: میں سب سے پہلے اٹھوں گا جب لوگ قبروں سے اٹھیں گے اور میں سب کا پیشوا ہوں گا۔ جب اللہ تعالیٰ کے حضور چلیں گے۔ اور میں ان کا خطیب ہوں گا جب وہ دم بخود ہوں گے اور میں ان کا شفیع ہوں گا جب وہ عرصۂ محشر میں روکے جاویں گے۔ اور میں انھیں بشارت دوں گا جب وہ ناامید ہو جائیں گے۔ عزت اور خزائن رحمت کی کنجیاں اس دن میرے ہاتھ ہوں گی۔ اور لواء الحمد اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔ میں تمام آدمیوں سے زیادہ اپنے رب کے نزدیک اعزاز رکھتا ہوں۔ میرے گرد و پیش ہزار خادم دوڑتے ہوں گے۔ گویا وہ انڈے ہیں حفاظت سے رکھے ہوئے یا موتی ہیں بکھرے ہوئے۔ بلفظہ (تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین، فاضل بریلوی صفحہ: ۵۶، ۵۷)

(۱۶) جامع ترمذی تفسیر سورہ بنی اسرائیل مترجم مولوی بدیع الزماں بھوپالی جلد دوم، صفحہ: ۲۵۴، سطر: ۱۴۔
عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلي الله عليه وسلم في قوله «عَسٰٓى اَنۡ يَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا »، و سئل عنها، قال: هي الشفاعة.

---

[1] سنن دارمی، كتاب المقدمه، باب ما أعطى النبى من الفضل، حديث:٤٩ ● سنن ترمذی، كتاب المناقب، باب فی فضل النبی، حديث:٣٩٦٩

ترجمہ: روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا اس آیت کی تفسیر میں اور کسی نے آپ سے پوچھا کہ «عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا» (کے بارے میں) یعنی قریب ہے کہ اٹھاوے گا تجھے اللہ تعالیٰ مقام محمود میں۔ سو فرمایا آپ نے مراد اس سے شفاعت ہے۔ بلفظہٖ۔

(۱۷) صحیح مسلم صفحہ: ۲۴۵، سطر: ۷، جلد دوم۔

قال أنا سيد ولد اٰدم، و أوّل من ينشق عنه القبر، و أول شافع و مشفع.

میں روز قیامت تمام آدمیوں کا سردار ہوں۔ اور سب سے اول قبر سے تشریف لانے والا ہوں۔ اور پہلا شفیع ہوں۔

اب میں ایک عبارت ترجمہ ترمذی شریف سے لکھ کر اس کو ختم کرتا ہوں جو مولوی بدیع الزماں صاحب نے لکھی ہے۔ وھو ھذا۔

(۱۸) جامع ترمذی مترجم مولوی بدیع الزماں صاحب بھوپالی، جلد دوم، صفحہ: ۱۷۶، سطر: ۱۸۔

اور روایات صحیحہ سے اس قدر ثبوت شفاعت میں وارد ہوئے ہیں کہ تواتر معنوی کو پہنچ گئی ہیں۔ اور اجماع بھی سلف صالحہ کا اس پر ہے اور انکار کیا بعض خوارج اور معتزلہ نے، اس لیے کہ ان کا مذہب ہے کہ مذنبین مخلد فی النار ہیں۔ اور استدلال کیا انھوں نے ان آیتوں سے «مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ» اور آیت «فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِیْنَ» اور جواب دیا ہے اہل سنت نے کہ مراد آیت اول میں ظلم سے شرک ہے اور آیت ثانی کفار کے حق میں ہے۔ بلفظہٖ۔

پس شفاعت آں حضرت ﷺ کا مسئلہ اجماعی اہل اسلام بالخصوص اہل سنت و جماعت کا ہے اور منکر اس کے خوارج اور معتزلہ ہیں۔ منکرین اور ان کے پیروں کو مبارک ہو مذہب خوارج و معتزلہ۔

باب چہارم

عقیدہ نمبر ۶: وہابیہ دیوبندیہ

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات النبی نہیں، مرکر مٹی ہو گئے

قولہ: توضیح مطالبہ نمبر ۴ بر عقیدہ نمبر ۶

آپ نے وہابیہ کا عقیدہ نمبر ۶، یہ لکھا ہے کہ مولوی اسماعیل شہید نے تقویۃ الایمان میں لکھا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات النبی نہیں، مرکر مٹی ہو گئے۔

صاحبان! اگر آپ مولانا مرحوم کا بعینہٖ اس طرح لکھا ہوا دکھلا دیں ہم آپ کے دعویٰ کو ماننے کے لیے تیار ہیں الخ۔ مولانا نے تقویۃ، صفحہ ۸۱، جلد اول میں یہ ضرور لکھا ہے؛ مشکوٰۃ کے باب عشرۃ النساء الخ۔ فائدہ: یعنی میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں الخ۔ (صفحہ ۱۷)

اقول: مفتی صاحب افسوس! پہلے آپ لکھتے ہیں کہ تقویۃ میں یہ بات ہی درج نہیں پھر خود لکھتے ہیں کہ یعنی میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں، تقویۃ کے صفحہ ۸۱ میں ضرور لکھا ہے۔ مانتے بھی ہیں اور مکرتے بھی ہیں۔ کیا میری تحریر کے محاذ بلفظہٖ ومخلصاً لکھا ہوا نہیں ہے۔ یعنی یہ عقیدہ بلفظہٖ بھی ہے اور بطور خلاصہ بھی۔

اچھا فرمائیے جو آپ نے حدیث شریف کا حوالہ دیا ہے اس حدیث کے کون سے الفاظ ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے کہ «میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں» اور یہ عبارت آپ کے امام نے کہاں سے پیدا کی۔ جب کہ حدیث شریف میں ایک حرف تک موجود نہیں، لیکن انھوں نے «ف» فتنہ اور فساد کی لکھ کر اس جملہ عبارت کو لکھ مارا اور آتش فتنہ وفساد کو بھڑکایا، جو مادہ غضب وغیظ وعداوت کا ان کے قلب منقلب میں موجود تھا ظاہر فرمایا۔ کیا ادب اسی کا نام کہ لفظ «مرکر مٹی میں ملنا» حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت لکھا جائے۔ دراں حالے کہ قرآن شریف میں شہدا کی نسبت حکم آیا ہے کہ ان کو مردہ کے لفظ سے مت پکارو؛ بلکہ گمان بھی مت کرو جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادنیٰ خادم ہیں۔ پھر حضور کی نسبت ایسے الفاظ کا استعمال کرنا قرآن شریف کی مخالفت ہے یا نہیں۔ ضرور ہے۔

پھر تادباً بھی ادنیٰ ادنیٰ دنیاداروں کی روز مرہ کی بول چال ہے کہ فلاں بزرگ وصال فرما گئے، ارتحال فرما گئے، انتقال فرما گئے، وفات پا گئے یا گذر گئے، واصل باللہ ہو گئے، اس دنیا سے پوشیدہ ہو گئے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن مرکر مٹی میں مل گئے تو کوئی بھی باادب شخص نہیں کہے گا۔ اور پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت۔ نعوذ باللہ منہا۔

دوسرا یہ جملہ «میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں» حدیث شریف میں داخل کر کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر

عمداً بہتان لگایا گیا ہے اس صورت میں آپ کے امام الطائفہ مخالف حدیث شریف ہوئے۔ اور اس وعید میں داخل ہوئے جو آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ «من كذب علي متعمدًا فليتبوأ مقعده من النار» یعنی جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر کذب یا جھوٹ لگائے جو میں نے نہ فرمایا ہو اس کی نسبت میری طرف رجوع کرے پس اس کی جگہ دوزخ ہے۔ کہیے مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں کے معنی مر کر مٹی ہو گئے ہوئے یا نہیں۔ باوصفے کہ حضور ﷺ اسی جسم مبارک اصلی دنیاوی سے حیات ہیں۔ ایسے ایسے الفاظ حضرت کی شان مبارک میں لکھنا سخت توہین اور گستاخی ہے۔

قولہ: تو فرمایئے کیا نبی علیہ السلام پر موت نہیں آئی اور جناب قبر مبارک میں مدفون نہیں ہوئے جو کہ مٹی میں ہوتی ہے۔ (صفحہ: ۱۸)

اقول: اہل سنت و جماعت کے مسلمانوں کا مذہب اور اعتقاد یہ ہے کہ آں حضرت ﷺ حیات النبی ہیں اور اسی طرح تمام انبیا علیہم السلام بھی۔ ان کو مردہ کہنا یا مر کر مٹی میں مل گئے سخت درجہ کی گستاخی قریب بکفر ہے جو خلاف آیات قرآنی واحادیث حبیب رحمانی ﷺ کے ہے اگرچہ اس باب میں کثرت سے آیات واحادیث وکتب تفاسیر موجود ہیں؛ لیکن مختصراً تحریر کیا جاتا ہے تاکہ آپ کو تسکین ہو۔

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ. بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ.[1] (سورہ بقرہ)

(شہدا کے حق میں) جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے ہیں ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن تم نہیں جانتے۔

دیکھیے اللہ تعالیٰ شہدا کے لیے فرماتا ہے کہ تم ان کو مردہ مت کہو۔ مگر افسوس۔ آپ آں حضرت ﷺ سید الاولین والآخرین کو مردہ کہہ رہے ہو۔ اور مٹی میں ملا رہے ہو۔ العیاذ باللہ۔

(۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا. بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ.[2] (سورہ آلِ عمران)

یعنی مت گمان کرو ان لوگوں کو جو خدا کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں مردہ؛ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اپنے رب کے پاس روزی دیے جاتے ہیں۔

دیکھیے یہاں بھی اللہ تعالیٰ شہدا کے حق میں فرما رہا ہے جو آں حضرت ﷺ کے ادنیٰ درجہ کے خادم ہیں کہ ان کی نسبت دل میں گمان تک بھی نہ کرو کہ وہ مردہ ہیں۔ چہ جائے کہ آں حضرت ﷺ کی شان اعلیٰ اور ارفع پر مردہ ہونے کا اطلاق کیا جاوے۔ العیاذ باللہ۔

(۳) تفسیر قادری، جلد اول، صفحہ: ۳۸۔

[1] پارہ: ۲، البقرۃ: ۲، آیت: ۱۵٤　[2] پارہ: ٤، آل عمران: ۳، آیت: ۱٦۹

«وَلَا تَقُوْلُوْا» نہ کہو «لِمَنْ یُّقْتَلُ» اس آدمی کو کہ قتل کیا جائے «فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ» راہ خدا میں یعنی جہاد میں «اَمْوَاتٌ» کہ وہ مردے ہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم جنگ بدر کے بعد شہیدوں کا ذکر کرتے تھے اور حیرت سے کہتے تھے کہ بے چارے فلاں مسلمان نے جنگ بدر کے دن جان شیریں دی اور زندگی کی نعمت اور دنیا کی نعمتوں کی لذت سے محروم ہوگیا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو مردہ نہ کہو «بَلْ اَحْیَاءٌ» بلکہ وہ زندہ ہیں ہماری جناب میں «وَلٰکِنَّ لَّاتَشْعُرُوْنَ» اور لیکن تم نہیں جانتے ہو اس زندگی کی کیفیت، اس واسطے کہ عقل سے اس زندگی کی کیفیت دریافت کرنا ممکن نہیں۔ بلفظہٖ۔

نکتہ: جملہ آیت شریفہ «وَلٰکِنَّ لَّاتَشْعُرُوْنَ» میں آپ کی ہی جماعت حلقہ زن پائی جاتی ہے۔ جیسے کہ اس جملہ آیت کے اعداد جمل گیارہ سوتریسٹھ (۱۱۶۳) ہیں اور ادھر جملہ فقرہ «جماعت حلقہ زن کفر کدہ وہابیہ دیوبندیہ» کے بھی وہی اعداد جملہ گیارہ سوتریسٹھ (۱۱۶۳) ہیں «جماعت مجردانہ اسمٰعیلیہ وہابیہ» کے بھی وہی اعداد گیارہ سوتریسٹھ (۱۱۶۳) ہیں۔ کیا خوب مطابقت ہوئی ہے۔

(۴) تفسیر قادری، جلد اول، صفحہ: ۱۳۹، ۱۴۰۔

«وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ» اور نہ سمجھ ان لوگوں کو جو صدق نیت سے «قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ» قتل کیے گئے بیچ راہ خدا کے «اَمْوَاتًا» کہ وہ مردے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ تمھارے بھائی مسلمان جو جنگ احد میں شہید ہوئے، حق تعالیٰ نے ان کی جانوں کو سبز رنگ پرندوں میں جگہ دی کہ جنت کی ہوا میں پھریں، اور طوبیٰ کی ٹہنیوں پر آشیانہ کریں اور جنت کی نہروں کا پانی پئیں الخ «بَلْ اَحْیَآءٌ» بلکہ وہ زندہ ہیں «عِنْدَ رَبِّهِمْ» اپنے رب کے پاس کہ ہر سال جہاد کا ثواب انھیں پہنچتا ہے یا زمین انھیں نہیں کھاتی۔ اور مردوں کی طرح غسل نہیں دیے جاتے یا زائروں کے سلام کا جواب دینے میں زندوں کی طرح۔ «یُرْزَقُوْنَ» روزی دیے جاتے ہیں۔ میوہائے جنت سے الخ۔ دیگر تفاسیر میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

(۵) تفسیر عزیزی، شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ محدث دہلوی سورہ بقرہ، صفحہ: ۳۵۵، سطر: ۱۴۔

«وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا» یعنی[1] باشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین

---

[1] ترجمہ: اور رسول تمھارے اوپر گواہ ہوں گے، کیوں کہ وہ نورِ نبوت کے ذریعہ ہر دین دار کے دینی رتبہ سے واقف ہیں کہ وہ میرے دین کے کس رتبے پر فائز ہیں، ان کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور وہ کون سا حجاب ہے جو ان کی ترقی سے مانع ہے۔ وہ تمھارے گناہ، ایمان کے درجات، نیک و بد اعمال اور اخلاص و نفاق کی خبر رکھتے ہیں۔ لہٰذا دنیا میں ان کی گواہی امت کے حق میں بہ حکم شرع مقبول اور واجب العمل ہے۔ رسولِ کریم ﷺ نے اپنے زمانے کے لوگوں، مثلاً: صحابہ، ازواج مطہرات اور اہلِ بیت یا بعد کے لوگوں مثلاً حضرت اویس قرنی، صلہ، مہدی اور مقتولین دجال کے جو فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں، یا اپنے زمانہ اور بعد کے لوگوں کے جو نقص و عیب بیان فرمائے ہیں، ان پر اعتقاد واجب ہے۔

بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ وحقیقت ایمان او چیست وحجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او می شناسد گناہان شمار اودرجات ایمان شمار او اعمال نیک وبد شمار او اخلاص ونفاق شمار او لہٰذا شہادت او در دنیا بحکم شرع درحق امت مقبول و واجب العمل است وآنچہ اورا از فضائل ومناقب حاضران زمانہ خود مثل صحابہ وازواج واہل بیت یا غائبان از زمانِ خود مثل اویس وصلہ ومہدی ومقتول دجال یا از معائب ومثالب حاضران وغائبان می فرماید اعتقاد براں واجب ست۔ بلفظہٖ۔

دیکھیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ابدی کو شاہ صاحب نے کیسے ثابت فرمایا ہے کہ وہ ہر ایک کو دیکھ رہے ہیں سب غائبین کے اعمال ودرجات وگناہان پر مطلع ہو رہے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ سب پر شہید اور گواہ ہوں گے اور یہ ظاہر ہے کہ گواہی اس گواہ کی ہوسکتی ہے جو اپنی آنکھوں سے واقعات کو دیکھے اور دیکھنا اور گواہی دینا آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ثابت ہے، اور یہ سب باتیں حیات النبی ہونے کی دلیل وحجت کو قوی کررہی ہے۔

(۶) ابن ماجہ، صفحہ: ۱۱۹، سطر: ۱۴، حدیث شریف۔

عن أوس رضی الله عنه، قال رسول الله صلي الله عليه وسلم: إن الله حرّم على الأرض أن تاكل أجساد الأنبياء.[۱]

یعنی فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ اجسام انبیا علیہم السلام کو کھائے۔

(۷) ابن ماجہ، صفحہ: ۱۱۹، سطر: ۱۸، حدیث شریف۔

عن أبی الدرداء رضی الله عنه، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله حرم على الأرض أن تاكل أجساد الأنبياء، فنبي الله حي يرزق.[۲]

یعنی فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ خدا نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ ابدان انبیا علیہم السلام کو کھائے پس اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہمیشہ زندہ ہے۔ اس کو روزی کھانا دیا جاتا ہے۔

(۸) ابی داؤد، جلد اول، صفحہ: ۲۲۱، سطر: ۱۲، حدیث شریف اسی طرح ہے۔[۳]

(۹) نسائی، جلد اول، صفحہ: ۹۷، سطر: ۲۱، حدیث شریف اسی طرح ہے۔[۴]

ان حدیثوں میں یہ بھی ذکر ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کے دن زیادہ درود شریف پڑھنے کی تاکید فرمائی۔ تب صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ جب آپ اس دنیا سے تشریف لے جائیں گے اور قبر میں جسم نہ ہوگا تو درود شریف

---

[۱] و [۲] سنن ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ذكر وفاته ودفنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، حديث: ۱۷۰۵، ۱۷۰٦

[۳] سنن ابی داؤد، كتاب الصلوٰة، باب فضل يوم الجمعة و ليلة الجمعة، حديث: ۱۰٤۹

[۴] سنن نسائی، كتاب الجمعة، باب إكثار الصلوٰة على النبي يوم الجمعة، حديث: ۱۳۸۵

کیسے پہنچے گا۔ تب آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم یہ ہرگز گمان مت کرو کہ قبر میں ہمارے اجسام میں کوئی تغیر آ جاتا ہے، ہرگز نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیا علیہم السلام کے جسموں کو کھانے کی سخت ممانعت کر کے حرام کر دیا ہے۔ ان کے جسموں کو قبر کی زمین چھوتی تک نہیں۔ بعینہٖ وہی اجسام جو دنیا میں تھے قائم رہتے ہیں اور انھیں اجسام حسی دنیاوی سے سب جگہ جہاں چاہیں سیر فرماتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں۔ صرف ہماری نظروں سے غائب ہیں۔ اور شہدا اور اولیائے کرام کی بھی کسی قدر کمی کے ساتھ یہی صورت ہے۔

(۱۰) مناہج النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ جلد اول صفحہ: ۲۷۵، سطر: ۱۔

کہ اربابِ قلوب یعنی صاحب دل لوگ دیکھتے ہیں بیداری میں ملائک کے تئیں اور پیغمبروں کے ارواح کے تئیں۔ اور وہ سنتے ہیں ان سے آوازوں کو اور چنتے ہیں ان سے نوروں کو اور استفادہ کرتے ہیں ان سے۔ بلفظہٖ۔

(۱۱) مناہج النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ جلد دوم، صفحہ: ۸۲۴ تا ۸۲۸۔

جان کہ حیات انبیا متفق علیہ ہے درمیان علمائے ملت کے کسی کو خلاف نہیں اس میں کامل تر اور وجود حیات سے شہیدوں کے الخ۔ اور حیات انبیا کی حسی دنیاوی ہے یعنی شہدا وغیرہ کو حیات ہے پر اُس عالم میں ہے اور انبیا اسی عالم میں محسوس اور زندہ ہیں۔ اور احادیث وآثار اس کے درمیان میں واقع ہوئے ہیں۔ جیسے کہ مذکور ہوتے ہیں۔

ایک ان سے یہ حدیث ہے:

قال رسول الله صلي الله عليه وسلم: الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون -الحديث-[۱]

یعنی تمام انبیا علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

دوسری ایک حدیث یہ ہے:

ما[۲] من مسلم يسلم على إلاّ رد الله علىٰ روحي حتىٰ ارد عليه.[۳]

اور عالموں نے اختلاف کیا ہے کہ یہ فضیلت عام ہے واسطے ہر ایک اُس شخص کے جو سید کائنات کی تسلیم کے شرف سے مشرف ہو...... اور سلام کرنا خواہ زائر قبر شریف پر حاضر ہو یا غائب ہو یا غائب اس جناب سے جس مکان میں ہو اور ظاہر عموم ہے اور بر ہر تقدیر مفید مدعا ہے جو حیات ہے، الخ۔

ایک اور حدیث دلالت کرتی ہے اوپر اس بات کے کہ حضرت ﷺ...... سماع کرتے ہیں۔ سلام کی آواز سنتے ہیں۔ اور بہ نفس نفیس اس کے رد سلام کی متکفل ہوتے ہیں۔ بلکہ پیشتر بندے کے سلام سے آپ مبادرت فرماتے ہیں اوپر

---

[۱] مسند ابی یعلی، ثابت البنانی عن انس، حدیث: ۳٤۲۵

[۲] ترجمہ: جب بھی کوئی مسلمان مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح واپس کر دیتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

[۳] المقاصد الحسنة، حرف الميم، حديث: ۹۸٤

سلام کے جس طرح حالت شریف تھی جناب کی حالت حیات کے درمیان الخ۔

حدیث صحیح میں آیا ہے کہ فرمایا بہت کہو جمعے کے روز صلوٰۃ او پر میرے کیوں کہ درود تمھارے معروض ہوتے ہیں مجھ پر۔ عرض کی اصحاب نے کہ یارسول اللہ کس طرح معروض ہوتی ہے درود تمھارے حضور میں اور آپ پوشیدہ ہوں گے قبر کے درمیان فرمایا اللہ تعالیٰ نے حرام گردانا ہے زمین پر جو کھاوے انبیا کے اجساد کے تئیں۔

اس جگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حیات انبیا کی حیات حسی دنیاوی ہے نہ صرف بقاے ارواح الخ۔

ہم اعتقاد رکھتے ہیں انبیا کی حیات پر حضرت پروردگار جل جلالہ کے نزدیک وہ حیات کر کے جو اشرف اور اکمل ہے اس حیات متعارف سے الخ۔

یہ تمام حدیثیں دلالت کرتی ہیں او پر اس بات کے کہ اہل قبور کو ادراک ہے اور سماع حاصل ہے یعنی پہچانتے ہیں اور سنتے ہیں اور شک نہیں کہ سمع شنوائی ان اعراض سے ہے جو مشروط ہیں۔ حیات پر، پس سب حی (زندہ) ہیں لیکن حیات ان کی مرتبے میں کم ہے شہیدوں کی حیات سے اور حیات انبیا کی کامل تر ہے شہیدوں کی حیات سے الخ۔

حق تعالیٰ نے حضرت کے جسد شریف کے تئیں ایسی ایک حالت اور قدرت بخشی ہے کہ جہاں جس مکان میں چاہیں جاویں خواہ بعینہٖ ہوا ہو کہ بامثال خواہ آسمان پر یا زمین پر خواہ قبر شریف میں یا دوسری جگہ الخ۔

(۱۲) شرح مواہب اللدنیہ علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ۔

لا يمنع روية ذاته عليه السلام بجسده و بروحه، و ذٰلك لأنه و سائر الأنبياء صلى الله عليه وسلم ردت إليهم أرواحهم بعد ما قبضوا واذن لهم في الخروج من قبورهم والتصرف فى الملكوت العلوى والسفلى.

یعنی کوئی بات اس امر کو مانع نہیں ہے کہ حضور پرنور ﷺ کی روح مبارک یا مجسم نظر آ جاویں اس لیے کہ آں حضرت ﷺ و نیز دیگر انبیا علیہم السلام کی ارواح طیبات بعد وفات کے ان کے مقدس جسموں میں باذن الٰہی پھر دوبارہ واپس کر دی گئی ہیں اور ان کو رب العزت کی طرف سے تصرف اور عام اجازت عطا کی گئی ہے کہ اپنے مقدس مزارات سے نکل کر عالم بالا اور عالم دنیا میں جس طرح چاہیں تصرف کرتے رہیں۔ بلفظہٖ

(کتاب تحقیق الحق مصنفہ مولانا محمد عسکری صاحب حسینی الترمذی رئیس اودھ، صفحہ: ۶۰، سطر: ۱۲)

(۱۳) فیوض الحرمین حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ محدث دہلوی، صفحہ: ۲۷، ۲۸۔

میں داخل ہوا مدینہ منورہ میں اور زیارت کی روضہ مقدس کی، آپ کی روح مبارک کو دیکھا ظاہر اور عیاں الخ ...... میں نے دیکھا آں حضرت ﷺ کو اکثر امور میں اسی صورت مقدس میں جس میں آپ تھے۔ بلفظہٖ۔

(۱۴) ملفوظات حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں علیہ الرحمہ نقش بندی مجددی، صفحہ: ۹۱، سطر: ۸۔

(عام مزارات کے ذکر میں) بزیارت[1] مزارات متبرکہ باید رفت بوسیلۂ ارواح پاک ایشاں فتوحات ظاہری و باطنی

[1] ترجمہ: مزارات متبرکہ کی زیارت کے لیے جانا چاہیے، ان کی ارواح پاک کے وسیلہ سے ظاہری اور باطنی کامیابیاں حاصل کرنی چاہیے اور ان کی ارواح پر ہر روز فاتحہ پڑھنا چاہیے اس لیے کہ وہ بہت ساری برکتوں اور بے شمار کامیابیوں کا سبب ہے۔

باید طلبید وفاتحہ نیز بارواح ایشاں ہر روز باید خواند کہ موجب برکات بسیار است وفتوحات بے شمار۔ بلفظہٖ۔

(۱۵) منتخب مکتوبات قدوسیہ، مصنفہ حضرت شیخ المشائخ شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۱۲ھ صفحہ: ۲، ۳۔

حضرت[1] زبدۃ الاولیا ربانی شیخ عبد الستار سہارن پوری در ملفوظات حضرت قطب العالم میگویند کہ یوم پنج شنبہ بود و مردم کثیر برائے زیارت بدرگاہ آسمان جاہ حضرت شیخ احمد عبد الحق حاضر بودند قطب عالم شیخ عبد القدوس نیز پائین چبوترۂ مزار اقدس نشستہ بودند کہ بیک ناگاہ مزار اقدس شق شدہ وحضرت مخدوم برحق شیخ احمد عبد الحق قدس اللہ سرہٗ بہمیں جسم ظاہری از مزار شریف بیروں آمدہ بر چبوترہ نشستند وجانب قطب عالم مخاطب شدہ فرمودند، بیت۔

مرا زندہ پندار چوں خویشتن　　من آئم بجاں گر تو آئی بہ تن　　الخ، بلفظہٖ۔

لیجیے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ورنہ تمام کتب دینیہ اہل سنت وجماعت اس مضمون سے پر ہیں۔ طوالت کی وجہ سے ترک کرتا ہوں۔ قرآن شریف واحادیث شریف وتفاسیر وکتب سیر سے ثابت ہوگیا کہ آں حضرت ﷺ اسی جسم مبارک کے ساتھ زندہ ہیں اور ہر جگہ تصرف کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ تمام انبیا علیہم السلام واولیاے کرام ومومنین صالحین وشہداے محبین زندہ ہیں، جو شخص لکھتا یا کہتا یا اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ مرکر مٹی میں ملنے والے ہیں۔ مخالف قرآن وحدیث کا؛ کاذب اور بہتانی ہے۔ پس آپ کے سب مطالبات ملیا میٹ ہوگئے۔

---

[1] ترجمہ: حضرت زبدۃ الاولیا ربانی شیخ عبد الستار سہارن پوری حضرت قطب عالم کے ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ جمعرات کا دن تھا اور لوگوں کا جم غفیر، حضرت شیخ احمد عبد الحق کی بلند رتبہ درگاہ میں زیارت کے لیے حاضر تھا، قطب عالم شیخ عبد القدوس بھی مزار اقدس کے چبوترے کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک مزار اقدس شق ہوگئی اور حضرت مخدوم برحق شیخ احمد عبد الحق قدس اللہ سرہ اسی جسم ظاہری کے ساتھ مزار شریف سے باہر آکر چبوترہ پر بیٹھ گئے اور قطب عالم کی جانب مخاطب ہوکر فرمایا کہ مجھے اپنی طرح زندہ سمجھ، میں جان کے ساتھ آیا ہوں، اگرچہ تو بدن کے ساتھ ہے۔

باب پنجم

عقیدہ نمبر ۷: وہابیہ دیوبندیہ

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کچھ قدرت نہیں اور نہ وہ سنتے ہیں۔ ملخصاً

(صفحات ۶، ۸، ۲۳، ۲۹، تقویۃ الایمان)

قولہ: توضیح مطالبہ نمبر ۵، بر عقیدہ نمبر ۷

عقیدہ نمبر ۷ کی یہ عبارت کہ مولوی صاحب مرحوم نے تقویت میں لکھا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کچھ قدرت نہیں، اور نہ وہ سنتے ہیں۔ اگر آپ یہ عبارت بعینہٖ تقویت میں دکھلا دیں تو آپ کا منہ شکر سے بھر دیا جائے، ورنہ شکر کے بجائے ......(گالی) ہم پیشین گوئی کرتے ہیں کہ آپ یہ عبارت بعینہٖ تقویت میں ہرگز دکھلا نہیں سکیں گے۔ بلفظہٖ (ص:۱۸)

اقول: مفتی صاحب! نہایت افسوس ہے، بار بار میں کہتا ہوں کہ آپ عبارت کے آگے لفظ "ملخصًا" کو نہیں دیکھتے یا نظر نہیں آتا، اور بلفظہٖ عبارت کو تلاش کرتے ہو، ذرا ہوش سے صفحات محولہ[۱] کو دیکھیے۔ آپ کو اس عبارت کا پتہ مل جائے گا۔ مرزا قادیانی کی طرح پیشین گوئیاں کرنا بے سود ہیں اور گالیاں دینا نامسعود اور بے بہود ہیں اور تہذیب کے سامنے مطرود[۲] ہیں۔

میں نے کتاب تقویۃ الایمان کے صفحات ۶، ۸، ۲۳، ۲۹ کا حوالہ دیا ہوا ہے کہ یہ عبارت عقیدۂ وہابیہ کا خلاصہ اِن صفحوں میں ہے۔ باوجود اس کے آپ کو یہ عقیدہ نہیں ملا اور نہ نظر آیا، جو آپ کی قابلیت بینائی کی وجہ سے ہے۔ لیجیے دیکھیے:

(الف) اکثر لوگ پیروں کو، پیغمبروں کو، اماموں کو، شہیدوں کو، فرشتوں کو اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں۔ غرضے کہ جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں ......سو وہ سب کچھ یہ جھوٹے مسلمان اولیا اور انبیا سے، اور اماموں اور شہیدوں سے، اور فرشتوں اور پریوں سے کرگزرتے ہیں الخ۔ اور دعوی مسلمانی کیے جاتے ہیں۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورۂ یوسف میں:

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ.[۳]

ترجمہ: اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں۔

یعنی اکثر لوگ جو دعوی ایمان کا رکھتے ہیں، وہ شرک میں گرفتار ہیں الخ۔ بلفظہٖ (صفحہ ۵، تقویت الایمان)

(ب) جواب دیتے ہیں کہ ہم تو شکر نہیں کرتے بلکہ اپنا عقیدہ انبیا اور اولیا کی جناب میں ظاہر کرتے ہیں، الخ۔

---

[۱] محولہ: حوالے میں پیش کیا گیا۔ [۲] مطرود: دھتکارا ہوا۔ [۳] پارہ: ۱۲، یوسف: ۱۲، آیت: ۱۰۶.

ف ۔یعنی جن کولوگ پکارتے ہیں ان کواللہ نے کچھ قدرت نہیں دی۔(صفحہ ۶،تقویۃ الایمان)

(ج) **ف** ۔یعنی شرک کرنے والے بڑے احمق ہیں کہ اللہ سے قادرعلیم کو چھوڑ کراوروں کو پکارتے ہیں۔اول تو وہ ان کا پکارنا سنتے ہی نہیں، دوسرے کچھ قدرت نہیں رکھتے۔اگر کوئی ان کو قیامت تک پکارے تو وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جولوگ بعضے اگلے بزرگوں کو دور سے پکارتے ہیں اور اتنا بھی کہتے ہیں" یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو"...... یہ سب شرک ہے۔بلفظہٖ (صفحہ: ۲۳،سطر:۱۶)

آیت شریف جس کا حوالہ دیا ہے، وہ یہ ہے:

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗۤ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غَافِلُوْن. [1][2]

ترجمہ:اورفرمایا اللہ نے یعنی سورۂ احقاف میں:اورکون زیادہ گم راہ ہوگا اس شخص سے کہ پکارتا ہے ورے اللہ سے ان لوگوں کو کہ نہ قبول کریں گے اُس کی بات قیامت کے دن تک اور وہ ان کے پکارنے سے غافل ہیں۔بلفظہٖ

(ص:۲۹،تقویۃ الایمان)

(د) جو بعضے عوام الناس کہتے ہیں کہ اولیا، انبیا کو یا امام وشہیدوں کو عالَم میں تصرّف کرنے کی قدرت تو ہے ......سو یہ بات غلط ہے، بلکہ کسی کام میں نہ بالفعل اُن کو دخل ہے اور نہ اُس کی طاقت رکھتے ہیں۔بلفظہٖ

(ص:۲۹،تقویۃ الایمان)

لیجیے مفتی جی! وہ عقیدہ جس کو آپ بعینہٖ غلطی اور نافہمی سے تلاش کرتے ہیں، ان عبارات مندرجہ بالا کا خلاصہ ہے جو تقویۃ الایمان میں ہیں۔کہیے! الفاظ انبیا علیہم السلام اور اگلے بزرگوں اور یا حضرت میں، حضرت رسولِ کریم ﷺ بھی داخل ہیں یا نہیں؟ ضرور داخل ہیں، تو بتایئے وہ کچھ قدرت نہیں رکھتے اور نہیں سنتے۔ہاں ضرور قدرت بھی رکھتے ہیں اور اچھی طرح سے سنتے بھی ہیں۔اور ہم یہاں پنجاب وہندوستان بلکہ تمام دنیا کے مسلمان یارسول اللہ ﷺ پکارتے ہیں، اور درود شریف: الصّلٰوةُ والسَّلَامُ عَلَیكَ یَا رَسُوْ ل الله. بڑے شوق اور ذوق سے پڑھتے ہیں، بلکہ ان کے اولیا، صلحا رحمہم اللہ سے بھی استمداد کرتے ہیں۔اور بموجب تعلیم حضور ﷺ کے "یَا عبادَ الله أعینوني[3]" اے خدا کے بندو میری مدد کرو، زور سے جب کبھی ضرورت ہوتی ہے، پکارتے ہیں۔یا روح یا روح یا روح کا وظیفہ بھی کرتے ہیں اور قادری سلسلہ کے بزرگ یا شیخ عبد القادر جیلاني شیئًا لله کا وظیفہ بھی کرتے ہیں۔وغیرہ وغیرہ۔

ہاں! آپ کے امام الطائفہ کی عادت ہے جو آیات کفار کے حق میں نازل ہوئی ہیں وہ تمام اہلِ سنت کے خلاف

---

[1] غَافِلُوْن بموجب رسم الخط قرآنی غلط ہے، غٰفِلُوْن لکھنا چاہیے تھا۔یہ آپ کے امام کی ناواقفی ہے۔۱۲ منہ

[2] پارہ: ۲٦، احقاف٤٦، آیت:٥.

[3] مجمع الزوائد، کتاب الأذکار، باب ما یقول إذا رأی قریة، ج:۱۰، ص:۱۳۲، دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۹۸۸ء

مسلمانوں کے حق میں لگاتے ہیں۔ یہاں ان عبارتوں میں دو آیات سورۂ یوسف اور سورۂ احقاف کی درج کی ہیں، وہ دونوں کفار اور ان کے بتوں کے حق میں ہیں۔لیکن آپ کے امام الطائفہ نے اُن کو کیسی دلیری اور جرأت سے انبیا علیہم السلام اور مسلمانوں پر چسپاں کیا ہے، اور ترجمہ بھی غلط کیا ہے۔پہلی آیت سورۂ یوسف کی یہ ہے:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ.[1]

ترجمہ آپ کے امام کا۔"اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر شرک کرتے ہیں۔"(صفحہ:۵،تقویۃ الایمان)

ترجمہ فارسی شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ:"وایمان نمی آرند اکثر ایشاں بخدا مگر شریک اومقرر کردہ۔"

ترجمہ شاہ رفیع الدین علیہ الرحمہ: اور نہیں ایمان لاتے اکثر ان کے ساتھ اللہ کے مگر اور وہ شرک لانے والے ہیں۔

ترجمہ شاہ عبد القادر علیہ الرحمہ: اور یقین نہیں لاتے بہت لوگ اللہ پر ساتھ شریک بھی کرتے ہیں۔

دیکھیے مولوی جی! ان مشہور تین ترجموں اور اپنے امام کے ترجمہ پر غور کیجیے، ان ہر سہ ترجموں میں صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ آیت کفار کے حق میں نازل ہوئی تھی کہ وہ ایمان نہیں لاتے یعنی کافر ہیں اور شریک بھی اللہ تعالیٰ کا ٹھہراتے ہیں، لیکن آپ کے امام لفظ"مسلمان" کا بجائے کافر کے اپنی طرف سے لگاتے ہیں، اور قرآن شریف کی تحریفِ معنوی کرتے ہیں۔اس کی تصدیق میں تفاسیر بھی موجود ہیں۔ یہاں صرف ایک تفسیر دکھاتے ہیں:

تفسیر قادری، جلد اول، ص:۵۱۵:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ اور نہیں ایمان لاتے اکثر ان کے بِاللّٰهِ ساتھ اللہ تعالیٰ کے إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ط مگر وہ شریک کرنے والے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس سے عرب کے کافر مراد ہیں کہ انھوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اس کے بعد کہنے لگے کہ ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ یا یہود مراد ہیں کہ خدا کا ایمان لائے اور کہنے لگے: عزیر اللہ کا بیٹا ہے، یا نصاریٰ مراد ہیں، کہ خدا پر ایمان لائے اور یہ بات کہی کہ عیسیٰ مسیح، اللہ کا بیٹا ہے۔

اب معلوم ہوا کہ یہ آیت شریف کفار عرب یا یہود و نصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی اور کیسی بے باکی سے مسلمانوں پر لگا دی اسی طرح دوسری آیت کو دیکھیے جو سورۂ احقاف کی ہے:

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ.[2]

آپ کے امام نے جو لفظ"يَدْعُوا "اور"دعاء" کے معنی پکارنے کے لیے ہیں وہ محض غلط ہیں۔ چناں چہ تفاسیر معتبرات: جلالین، معالم التنزیل، مدارک، نیشاپوری، خازن وغیرہا میں"يَدْعُوا" کے معنی"یعبد" کے لکھے ہیں۔یعنی جو لوگ سوا خدا کے کسی اور کی عبادت کرتے ہیں، یعنی بتوں کی اور"دُعائهم" سے یہی مراد عبادت ہی ہے پکارنا نہیں۔جیسے

---

[1] پارہ:۳۲، یوسف: ۱۲، آیت:۱۰۶. [2] پارہ:۲۶، احقاف:٤٦، آیت:۵.

اسی آیت شریف کا دوسرا حصہ: "وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ." [1] یعنی قیامت کو بت اپنی پرستش کرنے والوں کے دشمن ہو جائیں گے، اور ان کی عبادت کا انکار کریں گے۔ پس صاف ثابت ہے کہ یہ آیت شریف کافروں، بت پرستوں اور بتوں کے حق میں ہے، اور پکارنے کے معنی کر کے تمام مسلمانوں، درود شریف پڑھنے والوں اور یا رسول اللہ کہنے والوں کو کافر بنا دیا اور مشرک لکھ دیا اِس کی مفصّل تحقیق عقیدہ نمبر ۱۰، ۱۱، ۱۲، باب ہفتم و ہشتم میں ہوگی۔ لیکن ایک عبارت تفسیر قادری کی تائید میں لکھ دیتا ہوں۔

تفسیر قادری، جلد دوم، ص: ۴۲۶، سطر: ۳

"وَمَنْ اَضَلُّ" اور کون ہے زیادہ گمراہ "مِمَّنْ يَّدْعُوْا" اُس شخص سے جو پکارے اور پوجے "مِنْ دُوْنِ اللهِ" خدا کے سوا "مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ" اس کو جو نہ جواب دے اور نہ قبول کرے اس کی دعا کو "اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ" قیامت تک۔ یعنی اگر مشرک اپنے معبود باطل کو عمر دنیا کی مدت تک پکاریں تو اجابت کا اثر اُس سے نہ ظاہر ہوگا۔ "وَهُمْ" اور وہ بت "عَنْ دُعَائِهِمْ" بت پرستوں کے پکارنے سے جو اُن بتوں کو پکارتے ہیں "غٰفِلُوْنَ" غافل اور بے خبر ہیں۔ اور جب وہ اِن کا پکارنا سنتے ہی نہیں تو جواب کیوں کر دیں۔ پس بد بخت وہ ہے جو سننے والے اور قبول کرنے والے خداوند کی عبادت سے دست بردار ہوا اور چند بے حس جماد جو نہ دیکھتے ہیں، نہ سنتے ہیں، اُن کی عبادت کی طرف متوجہ ہو۔

[2] بے بہرہ کسے کہ چشمۂ آب حیات
بگزارد ورو نہد بسوے ظلمات

"وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ" اور جب حشر کیے جائیں گے لوگ تو "كَانُوْا لَهُمْ" ہوں گے معبود باطل اپنی پرستش کرنے والوں کے "اَعْدَاءً" دشمن، بخلاف اُس چیز کے جو گمان رکھتے تھے اُن سے شفاعت اور مددگاری کا "وَّكَانُوْا" اور ہوں گے معبود باطل "بِعِبَادَتِهِمْ" اپنے عابدوں کی عبادت کے ساتھ "كٰفِرِيْنَ" کافر اور منکر، یا عبادت کرنے والے اُن کی پرستش سے منکر ہو جائیں گے۔ یعنی بت کہیں گے کہ انھوں نے ہماری پرستش نہیں کی۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے: "يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ" یا بت پرست کہیں گے کہ ہم نے نے بتوں کی پرستش نہیں کی۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے: "رَبَّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ"۔ بلفظہٖ

یہ ہے آپ کے امام الطائفہ کی ایمان داری کہ جو آیات کفار، مشرکین، بت پرستوں کے حق میں نازل شدہ ہیں وہ مسلمانوں کے حق میں لگائی گئی ہیں۔ تمام تقویۃ الایمان میں یہی حال ہے، جس پر آپ کا ایمان ہے۔ یہ دو آیتیں وہی بطور نمونہ تحریر ہیں، جن کو آپ کے امام الطائفہ نے اپنی تقویۃ الایمان میں درج کیا ہے۔

---

[1] پارہ: ۲٦، احقاف: ٤٦، آیت: ٦

[2] ترجمہ: نصیب ہے وہ شخص جو چشمۂ آبِ حیات کو چھوڑ کر تاریکیوں کی طرف رخ کرتا ہے۔

اب میں چند احادیث شریف ودیگر کتب معتبرات سے آں حضرت ﷺ کا تصرف اور قدرت، دیکھنا اور سننا تحریر کرتا ہوں، تاکہ آپ کا اور آپ کے امام کا افکار ناہنجار معلوم ہو جائے۔

صحیح بخاری، جلد اول، صفحہ: ۱۶۹، سطر: ۲۷، مصری، باب الميت يسمع خفق النعال:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَن النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : الْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلّىٰ عنه وَذَهَبَ أَصْحَابُهُ حَتَّى إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ ، أَتَاهُ مَلَكَانِ فَأَقْعَدَاهُ فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُ: أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ فَيُقَالُ: انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنْ النَّارِ أَبْدَلَكَ اللهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنْ الْجَنَّةِ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا. وَأَمَّا الْكَافِرُ أَوِ الْمُنَافِقُ فَيَقُولُ: لَا أَدْرِي، كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ، فَيُقَالُ: لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ، ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ .بلفظه

یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ آں حضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور اُس کے دوست جب اُس سے چلے جاتے ہیں، تو وہ اُن کی جوتیوں کی آہٹ کو سنتا ہے، پھر دو فرشتے اُس کے پاس آتے ہیں، اور اس کو قبر میں بٹھا دیتے ہیں، اور اُس سے کہتے ہیں کیا کہتا ہے تو اس شخص محمد ﷺ کے بارہ میں، تب وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تحقیق یہ بندے خاص اللہ تعالیٰ کے ہیں اور اس کے رسول ہیں، پھر کہتے ہیں فرشتے کہ دیکھ اپنی جگہ دوزخ میں۔ لیکن بدل دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو بہشت سے۔ فرمایا حضرت ﷺ نے: پس دیکھتا ہے وہ اُن دونوں جگہوں کو، اور جب کافر یا منافق سے پوچھا جاتا ہے (آں حضرت ﷺ کے بارہ میں) تو وہ کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا وہی کہا کرتا تھا جو عوام کہتے تھے۔ پس کہا جاتا ہے (اس کافر یا منافق کو) کہ کیا تو نہیں دیکھتا اور عقل رکھتا تھا اور نہ قرآن شریف پڑھتا تھا؟ پھر مارتے ہیں اس کو فرشتے لوہے کے ہتھوڑوں سے اُس کے کانوں پر، تب وہ چلاتا اور چیخیں مارتا ہے۔ اس چلانے کو سب سنتے ہیں جو اُس کے پاس ہیں سوائے انسان وجن زندہ کے۔

(۲) صحیح بخاری، جلد اول، ص: ۱۷۵، سطر: ۱۰۔

حدیث شریف بعینہٖ حدیث بالا کے مطابق ہے۔ صرف ایک دو لفظ کا فرق ہے، اس لیے دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں، مضمون واحد ہے۔

(۳) نسائی جلد اول، ص: ۱۴۴، ۱۴۶، وسطر: ۱۲ و ۱۴۔

وہی حدیثِ بالا بعینہٖ ہے۔

(۴) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ، جلد اول، صفحات ۱۲۴، ۱۲۷، ۱۱۷ میں بھی یہی حدیث شریف بخاری کی درج ہے۔ جس میں الفاظ مختلفہ مثلاً "مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِي هذا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ صلي الله عليه وسلم"[1] اور "ما هذا

[1] اشعة اللمعات، ج:۱، كتاب الايمان، باب اثبات عذاب القبر، فصل:۱، ص:۱۱۵، مطبع تيج كمار، لكهنؤ

الرجلِ الذی بُعِثَ فیکم"[1] اور"ما كنت تقول في هذا الرجل"[2] یعنی کیا کہا کرتا تھا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں، اور کیا ہے اور کون ہے یہ شخص (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو تمھارے میں رسول مبعوث کیا گیا، اور تو کیا کہا کرتا تھا اس شخص کے بارے میں۔

پس ان احادیث سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ عام مسلمان فوت شدہ اور کافر اور منافق مُردے بھی قبروں میں سماع کی طاقت رکھتے ہیں۔ دوسرا خداوند تعالیٰ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا تصرف بخشا اور ایسی قدرت عطا فرمائی۔

(۵) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ، جلد اول، ص: ۱۴۴، سطر: ۶

[3]"و عَن ابي هريرة قال: قال رسول الله صلي الله عليه وسلم: من صلّٰى عليَّ عند قبري سمعته" کسے کہ درود بفرستد بر من نزد قبر من می شنوم من صلاۃ اورا"ومن صلى علي نائيا ابلغته" وکسے کہ درود بفرستد بر من از دور نہ در حضور قبر، رسانیدہ شود صلاۃ او مرا کہ ملائکۂ سیاحین می رسانند و بر ہر تقدیر رد سلام می کنم و جواب سلام وے می گویم۔ ازیں جا می تواں دانست کہ سلام برآں حضرت چہ فضیلت دارد، وسلام گویندہ برآں حضرت را خصوصاً بسیار گویندہ راچہ شرف است، اگر سلام تمام عمر را یک جواب آید سعادت است چہ جائے آں کہ ہر سلام را جواب بشنود- بیت-

بہر سلام مکن رنجہ در جواب آں لب
کہ صد سلام مرا بس یکے جواب از تو[4]

(۶) وظیفہ دلائل الخیرات [فضائل درود شریف]۔

"وقيل لرسول الله صلى الله عليه وسلم: أرأيت صلوٰة المصلين عليك ممن غاب عنك، و من ياتي بعدك، ما حالهما عندك؟ فقال: اسمع صلوٰة أهل محبتي و أعرفهم، و تعرض علي صلوٰة غيرهم عرضا".[5] بلفظہٖ

یعنی اور عرض کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں کہ خبر دیجیے اُن لوگوں کے درود سے جو

---

[1] ایضاً، فصل: ۲، ص: ۱۱۹ [2] ایضاً.

[3] ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی میری قبر کے پاس مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے، میں اسے خود سنتا ہوں، اور جو دور سے مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے۔ یعنی زمین میں سیر کرنے والے فرشتے میرے حضور لاکر پیش کرتے ہیں اور ہر صورت میں میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام بھیجنے کی کیا فضیلت ہے، اور اس ذاتِ گرامی پر درودِ پاک پڑھنے والے خصوصاً بکثرت درود شریف پڑھنے والے کی کیا شان ہے۔ اگر ساری عمر سلام عرض کرنے والے کو صرف ایک بار جواب مل جائے تو سعادت کی بات ہے، چہ جائے کہ ہر بار اس بارگاہِ عالی سے سلام کا جواب سنے۔

ہر سلام کے جواب کے لیے اس لب کو تکلیف نہ دے، کیوں کہ میرے سو سلام کے لیے تیرا ایک جواب کافی ہے۔

[4] اشعة اللمعات، كتاب الصلوٰة، باب الصلاة على النبي و فضلها، فصل: ۳، ص: ۴۱۱، مطبع تیج کمار، لکھنؤ

[5] دلائل الخيرات، فصل فی فضل الصلاة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم. ص: ٦٦، ٧٦، مطبع مصطفىٰ البابی، مصر، ۱۹۷۰ء.

حضور سے غائب اور دور ہیں اور جو آپ کے بعد ہوں گے۔ ان دونوں کے درودوں کے بھیجنے کا کیا حال ہے آپ کے نزدیک؟ پس فرمایا آں حضرت ﷺ نے کہ میں خود سنتا ہوں درود اپنے اہل محبت کا اور ان کو پہچانتا ہوں اور پیش کیے جاتے ہیں میرے پاس درود دوسرے تمام لوگوں کے فرشتوں کے ذریعہ سے۔

دیکھیے! ان حدیثوں سے آں حضرت ﷺ کا خود بخود سننا اور سننے کی قدرت رکھنا خواہ کوئی مشرق کے پرلے سرے پر درود شریف پڑھے، خواہ مغرب کے کنارہ پر پڑھے، غرضے کہ خواہ کتنی ہی دور کیوں نہ ہو۔ پس مردود ہے وہ قول کہ "آں حضرت ﷺ کو کچھ قدرت نہیں اور نہ وہ سنتے ہیں۔" (مندرجہ بالا التقویۃ الایمان)

(۷) مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی، جلد دوم، مکتوب نمبر ۵۸، اردو ترجمہ، ص: ۱۹۰، ۱۹۱۔

جن جو مختلف اشکال بن جاتے ہیں اور مختلف جسدوں میں متجسد ہو جاتے ہیں، اس وقت ان سے اعمالِ عجیبہ جو ان شکلوں اور جسدوں کے مناسب ہیں ظہور میں آتے ہیں، ان میں کوئی تناسخ اور حلول نہیں۔ جب جنوں کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اس قسم کی طاقت حاصل ہے کہ مختلف شکلوں میں ظاہر ہو کر عجیب وغریب کام کریں تو اگر کاملین کی ارواح کو یہ طاقت بخش دیں تو کون سی تعجب کی بات ہے۔ اسی قسم کی ہیں وہ حکایتیں جو بعض اولیاء اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک ساعت میں مختلف مکانوں میں حاضر ہوتے ہیں، اور مختلف کام ان سے وقوع میں آتے ہیں، یہاں بھی ان کے لطائف مختلف جسدوں میں متجسد ہو کر مختلف شکلوں میں متشکل ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح اس عزیز کا حال ہے جو ہندوستان میں وطن رکھتا ہے اور کبھی اپنے ملک سے باہر نہیں نکلا، بعض لوگ جو حضرت مکہ معظّمہ سے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے اس عزیز[1] کو حرمِ کعبہ میں دیکھا، بعض نقل کرتے ہیں کہ ہم نے اس کو روم میں دیکھا، بعض بغداد میں دیکھ کر آئے ہیں۔ یہ سب اس عزیز کے لطائف ہیں جو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوئے ہیں۔ یہ بھی ان بزرگوں کے لطائف کی شکلیں ہیں، کبھی عالمِ شہادت میں ہوتی ہیں، کبھی عالمِ مثال میں، جس طرح رات کو ہزار آدمی رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھتے ہیں، مختلف صورتوں میں، اور استفادہ کرتے ہیں۔ یہ سب رسول اللہ ﷺ کی صفات ولطائف کی مثالی صورتیں ہیں۔ اسی طرح مرید اپنے پیروں کی مثالی صورت سے استفادہ کرتے ہیں اور مشکلات کو حل کرتے ہیں۔

دیکھیے مفتی جی! آں حضرت ﷺ میں کس قدر قدرت ہے اور تمام جہاں میں ان کا تصرف ہے، اور حضرت امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اولیاے کرام کا کیا کیا تصرف فرما رہے ہیں، اور حل مشکلات تحریر فرما رہے ہیں، لیجیے فتوی کفر جو آپ کے بغل میں ہے، دھر گھسیٹیے۔

---

[1] عزیز سے مراد حضرت امام علیہ الرحمہ ہیں۔ ۱۲ منہ

باب ششم

عقیدہ نمبر ۸،۹: وہابیہ دیوبندیہ

عقیدہ نمبر ۸: آں حضرت ﷺ کو علمِ غیب خدا کا دیا ہوا بھی ماننا شرک ہے۔ ملخصاً

عقیدہ نمبر ۹: آں حضرت ﷺ کو ایک بات کا بھی غیب دان جاننا شرک ہے۔ ملخصاً

(صفحات: ۱۰، ۲۶، ۲۷، ۵۸، تقویۃ الایمان)

قولہ : توضیح مطالبہ نمبر ۶، عقیدہ نمبر ۸، ۹۔ آپ نے عقیدہ نمبر ۸ پر لکھا ہے کہ تقویت میں ہے کہ آں حضرت ﷺ کو علمِ غیب خدا کا دیا ہوا ماننا بھی شرک ہے، اور اسی حوالہ پر عقیدہ نمبر ۹ یہ لکھا ہے کہ آں حضرت ﷺ کو ایک بات کا بھی غیب دان جاننا شرک ہے، صاحبان یہ ہر دو عبارات بعینہٖ تقویت میں نہیں ہیں یہ بہتان بندی ہے، وغیرہ وغیرہ الخ

(ص: ۱۸، ۱۹)

اقول : مفتی جی! کیا کیا جائے، آپ کو لفظ "ملخصاً" نظر ہی نہیں آتا، اور عبارت بعینہٖ ڈھونڈتے ہیں۔ میں نے یہ کہاں لکھا ہے کہ یہ عبارات بلفظہٖ ہیں؟ یہ بہتان بندی آپ کی ہے۔ خلاصۂ عبارات جو صفحات ۱۰، ۲۶، ۲۷، ۵۸ میں لکھا ہوا ہے، ان صفحات کو آپ نے دیکھا تک بھی نہیں اور خود اقرار نفی علم غیب آں سرور ﷺ پر دلائل لا طائل شروع کر دیے۔ لیجیے! وہ عبارات جن کا خلاصہ میں نے نقل کیا ہے، آپ کی تقویت الایمان سے نکال کر دکھلاتا ہوں، اور پھر آپ کے دلائل کی طرف توجہ کروں گا۔ دیکھیے!!!

(الف) اللہ کا سارا علم اور کو ثابت کرنا اس عقیدہ سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے، خواہ یہ عقیدہ انبیا و اولیا سے رکھے، خواہ پیر و شہید سے، خواہ امام و امام زادے سے، خواہ بھوت اور پری سے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے، خواہ اللہ کے دینے سے، غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ بلفظہٖ (صفحہ: ۹، ۱۰، تقویۃ الایمان)

(ب) کسی انبیا، اولیا، امام و شہیدوں کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں، بلکہ حضرت پیغمبر ﷺ کی بھی جناب میں یہ عقیدہ نہ رکھے، اور نہ ان کی تعریف میں ایسی بات کہے۔ بلفظہٖ

(صفحہ: ۲۶، تقویۃ الایمان)

(ج) جو کوئی یہ بات کہے کہ پیغمبرِ خدا ﷺ یا کوئی امام یا کوئی بزرگ غیب کی بات جانتے تھے سو وہ جھوٹا ہے،

بلکہ غیب کی بات اللہ کے سوائے کوئی جانتا ہی نہیں۔ بلفظہٖ (ص:۲۷،تقویۃ الایمان)

(د) غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے، رسول کو کیا خبر۔ بلفظہٖ (صفحہ:۵۸،سطر:۳،تقویۃ الایمان)

(ہ) یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو (آں حضرت ﷺ کو) علم غیب تھا، صریح شرک ہے۔ بلفظہٖ

(فتاویٰ رشیدیہ، حصہ دوم، ص:۱۲، سطر:۱)

(و) اور یہ اعتقاد کرے کہ رسول اللہ ﷺ عالم الغیب ہیں، وہ یقیناً کافر ہے۔ بلفظہٖ

(فتاویٰ رشیدیہ، حصہ سوم، ص:۴۲)

(ز) اور یہ جو کہتے ہیں کہ علمِ غیب بجمیع اشیا، آں حضرت کو ذاتی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے، سو محض باطل اور خرافات میں سے ہے۔ بلفظہ (فتاویٰ رشیدیہ، حصہ دوم، ص:۴۲، سطر:۸)

لیجیے مولوی جی! ان ہر سہ عبارات میں بعینہٖ عبارات بھی موجود ہیں، جن سے ہر دو عقیدے وہابیہ دیوبندیہ کے ثابت ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ یہ آپ کی بہتان بندی ہے کہ تقویت میں عبارات موجود نہیں۔ واہ نظر۔

قولہ : صاحبانِ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے سوا غیب داں کوئی نہیں، خواہ وہ نبی ہو یا ولی اور آیات ذیل اس عقیدہ کی تعلیم دیتی ہیں:

(۱) لَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ۔

ترجمہ: نہیں جانتا ہے غیب کی بات کوئی سوائے اللہ کے۔

(۲) وَعِنْدَہٗ مَفَاتِیْحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُہَآ اِلَّا ھُوَ۔

ترجمہ: اس کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں جس کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(۳) وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ۔[۱]

ترجمہ: اگر میں جانا کرتا غیب کی باتیں تو بہت خوبیاں لیتا اور مجھ کو برائی کبھی نہ پہنچتی۔

(۴) قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ۔[۲]

ترجمہ: اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دو کہ جتنی مخلوقات زمین و آسمان میں ہے، ان میں سے غیب کی بات کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ بلفظہٖ (ص:۱۹)

اقول : مفتی صاحب یہ عقیدہ وہابیہ کا ہے، اہلِ سنت و جماعت کا نہیں۔ اہل سنت و جماعت کا مذہب اور عقیدہ یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام اور بالخصوص آں حضرت افضل الانبیا والمرسلین خدا کے فضل سے بے شمار باتیں غیب کی جانتے ہیں، کوئی بات ان سے چھپی نہیں، بلکہ اولیاے کرام ادنیٰ خادمانِ آں حضرت ﷺ بھی خدا کی عنایت سے علمِ غیب سے مشرف ہیں، ہاں وہابیہ اس کے منکر ہیں، بلکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بھی غیب کی بات نہیں جانتا۔

---

[۱] پارہ:۸، اعراف:۷، آیت:۱۸۸ [۲] پارہ:۲۰، نمل:۲۷، آیت:۶۵

دیکھیے! آپ کے امام اپنی تقویۃ الایمان میں کیا دُرفشانی کرتے ہیں۔ و ھو ھذا:

غیب[1] کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجیے، یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے الخ۔ بلفظہ

(ص:۲۰، تقویۃ الایمان)(پوری عبارت حاشیہ پر درج کی گئی ہے۔)

اس سے صاف ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی ہر وقت علم، غیب کا نہیں، جب وہ چاہتا ہے کہ غیب کی بات کو دریافت کروں تو وہ اپنے اختیار سے دریافت کر لیتا ہے، جب کبھی چاہتا ہے اور جب دریافت کرنا نہ چاہے تو نہ سہی۔ لیکن پہلے اس دریافت سے وہ علمِ غیب یا غیب کی باتیں نہیں جانتا اور نہ دریافت کرنے سے پہلے اس کو غیب کی بات معلوم ہوتی ہے۔ دریافت کرنا شرط ہے، مگر یہ پتہ نہیں کہ وہ دریافت کس سے کرتا ہے اور کون اس کو بتلاتا ہے۔ **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِیْمِ**۔ یہاں آپ کے امام نے خداوند کریم کو جہل یا جہالت سے موصوف کیا، یہ اس لیے کہ یہ فعل انسان کا ہے، جب انسان ایسا کرتا ہے تو خدا کیوں نہیں کر سکتا، ورنہ انسانی قدرت ربانی قدرت سے ازید ہو جائے گی۔ یہ صریح کفر ہے، جیسے فتاویٰ عالم گیری کے صفحہ:۲۵۸، جلد دوم میں ہے:

"يكفر إذا وصف الله تعالىٰ بما لا يليق به .... أو نسبه إلى الجهل أو العجز أوالنقص اھ "

یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی ایسی شان بیان کرے جو اس کے لائق نہیں، یا اس کو جہل یا عجز یا کسی عیب کی طرف نسبت کرے وہ کافر ہے۔ اور اسی طرح دیگر کتبِ فقہ میں درج ہے، جن میں سے تین دیگر کتب فقہ کا حوالہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

(۲) بحر الرائق، ج:۵، ص:۱۲۹، مصری:

"فيكفر إذا وصف الله تعالىٰ بمالا يليق به ."[2]

یعنی اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کی شان میں ایسی بات کہی جو اس کے لائق نہیں، تو وہ کافر ہو گیا۔

(۳) فتاویٰ بزازیہ، ج:۳، ص:۳۲۳، مصری:

عبارت مندرجہ بالا درج ہے۔

(۴) جامع الفصولین، ج:۲، ص:۲۹۸، مصری

بعینہٖ عبارت مندرجہ بالا درج ہے۔

---

[1] پوری عبارت یہ ہے......اسی طرح ظاہر کی چیزوں کو دریافت کرنا، لوگوں کے اختیار میں ہے، جب چاہیں کریں، جب چاہیں نہ کریں، سو اسی طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجیے، یہ اللہ صاحب کی ہی شان ہے۔ کسی ولی و نبی کو، جن و فرشتے کو، پیرو شہید کو، امام و امام زادے کو، بھوت و پری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب وہ چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں۔ بلفظہٖ (تقویۃ الایمان، ص:۲۰) ۱۲ منہ

[2] بحر الرائق، کتاب السیر، باب احکام المرتدین.

لیجیے! اب میں آپ کے دلائل کی طرف توجہ کرتا ہوں، میں بار بار کہتا چلا آرہا ہوں کہ مفتی جی! آپ کو علمِ قرآن سے مَس نہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے قرآن شریف کو کسی استاد سے نہیں پڑھا اور نہ کبھی آپ کی تلاوت میں ہے۔

آپ نے علمِ غیب کی نفی میں چار آیات نقل فرمائی ہیں۔ان میں سے سب سے پہلی آیت "لَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ" درج کی ہے، لیکن پتہ نہیں دیا کہ یہ آیتِ شریفہ قرآن شریف کے کون سے پارہ یا سورہ میں ہے۔ میں حیران ہوں کہ آپ آیاتِ قرآنی بتلا کر لکھتے چلے آئے ہیں، جو مسلمانوں کے قرآن شریف میں تو موجود نہیں، ہاں آپ کا کوئی قرآن مولوی اشرف علی صاحب پر اترا ہوا، آپ کے پاس ہو اور اس میں یہ آیت موجود ہو تو ہو، جس کی ہمیں پروا نہیں۔ لیکن آپ ہمارے مسلمانوں کے قرآن شریف سے نکال کر دکھلایئے یا پتہ دیجیے کہ کہاں، کس پارہ یا سورہ میں ہے، تب آپ کی قرآن دانی مانی جا سکتی ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ آپ قرآن شریف سے کورے ہیں، اس میں ایک سخت در سخت قرآن شریف میں برخلاف حکم خداوندی "اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" کے یہ زیادتی کر دی ہے کہ ایک آیت ہی اپنی طرف سے داخل کر دی۔ اس سے بڑھ کر اور کیا بہتان ہو سکتا ہے کہ آں حضرت ﷺ پر تو بہتان پر بہتان اور کذب لگاتے چلے ہی آئے ہیں، یہاں اللہ تعالیٰ کے کلامِ پاک قرآن شریف کی بھی تحریف پورے طور پر کر دی۔ دوسری آیت شریف میں آپ نے ایک یہ غلطی کی ہے کہ لفظ "مَفَاتِح" کو "مَفَاتِیْح" لکھ دیا ہے۔ یہ بھی آپ کی قرآن دانی کی دلیل ہے، اور تحریفِ قرآنی ہے۔ بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے کا الزام لگایا جاتا ہے، اس سے کوئی خوف نہیں تو آیات بنا کر قرآن میں داخل کر دینا کون سی بڑی بات ہے، مگر ہمارے مسلمانانِ اہلِ سنت و جماعت کے مذہب میں بہت بڑا کفر ہے۔

چوتھی آیتِ شریفہ کا بھی آپ نے پتہ نہیں لکھا مگر چوں کہ وہ آیت قرآنی ہے، اس لیے تلاش سے سورۂ نمل میں مل گئی۔ گویا چار آیات کے شمار صرف تین آیات باقی رہیں، سو یاد رہے کہ یہ ہر سہ آیات محولہ آپ کی مکی ہیں، یعنی مکہ معظّمہ میں نازل ہوئی تھیں۔

فصل اول: علمِ غیب کی تعریف میں

اس بات کو پہلے بیان کرنا ضروری ہے کہ "علم غیب" کس کو کہتے ہیں اور اس کی تعریف علمائے کرام نے کیا کی ہے۔ سنیے!

(۱) تفسیر کبیر، جلد اول، مصری، ص: ۱۶۹، سطر: ۲۷۔

"إن الغيب هو الذي يكون غائباً عن الحاسة" یعنی غیب اس کو کہتے ہیں جو حاسہ سے باہر ہو، یعنی حواسِ خمسہ سے الگ ہو (سننے، دیکھنے، سونگھنے، چکھنے، چھونے سے جدا ہو۔)

(۲) منتخب اللغات، ص: ۱۴۰، سطر: ۱۳۔

حوّاس[1]: بہ تشدید سین قوت ہائے دریافت، جمع "حاسہ" وآں سمع است و بصر وشم و ذوق ولمس، بلفظہٖ یعنی حاسہ (کان، آنکھ، شامہ، ذائقہ، لامسہ)

(۳) تفسیر عزیزی، شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ، جلد اول، سورۂ بقرہ، ص: ۵۷، سطر ۲۸۔

غیب[2] نام آں چیز است کہ از ادراکِ حواسِ ظاہرہ و باطنہ خارج باشد۔ بلفظہٖ

(۴) تفسیر عزیزی، جلد دوم، تبارک الذی، ص: ۲۰۵، سطر اول:

غیب[3] نام چیزیست کہ از ادراکِ حواسِ ظاہرہ و باطنہ غائب باشد نہ حاضر۔ بلفظہٖ

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ علم غیب آں حضرت ﷺ کی نسبت اس طرح پر ہے کہ علمِ غیب دو قسم پر ہے۔ اول حقیقی یا استقلالی یا ذاتی۔ دوسرا اضافی یا وہبی یا تعلیمی۔

اول قسم کا علمِ غیب جو بلا کسی وسیلہ یا ذریعہ کے ہے، بالاستقلال ذاتی ہے، وہ خاص اللہ تبارک وتعالیٰ کے واسطے ہے۔ اور دوسرا علمِ غیب جو اضافی وہبی یا تعلیمی ہے، وہ آں حضرت ﷺ و اولیائے کرام کو ثابت ہے، اور ہمارا ایمان ہے کہ تمام علومِ غیب لوحِ محفوظ، جو ہو چکا یا ہو رہا ہے یا آئندہ ہوگا، قیامت تک کے حالات سب اللہ تعالیٰ نے حضور سرورِ عالم ﷺ کو عطا فرما دیے ہیں۔ کوئی بھی علم ان سے پوشیدہ نہیں۔ یہ عقیدہ بطور اجمال کے ہے۔ تفصیل اس کی شروع کی جاتی ہے اور آپ کی آیات پیش کردہ کا جواب سنیے:

(۱) تفسیر روح البیان زیرِ آیت "اِنَّ اللہَ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ السَّاعَۃِ" الآیہ کے، لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: معلوم ہوا کہ علمِ غیب حق تعالیٰ سے خاص ہے، اور جو انبیا اور اولیا اور ملائکہ سے خبریں دینی مروی ہیں وہ خدا کی تعلیم ہیں، یا بطریق وحی یا بطور الہام اور کشف کے۔ پس جس جس علم پر سوا انبیا اور اولیا اور ملائکہ کے کوئی مطلع نہیں ہوتا وہ حق تعالیٰ ہی سے خاص ہوا، جیسا کہ آیت "عٰلِمُ الۡغَیۡبِ فَلَا یُظۡہِرُ عَلٰی غَیۡبِہٖۤ اَحَدًا۔ اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ[4]" (سے ثابت ہے۔)[5]

(۲) تفسیر روح البیان زیرِ آیت "قُلۡ لَّاۤ اَقُوۡلُ لَکُمۡ عِنۡدِیۡ خَزَآئِنُ اللہِ وَلَاۤ اَعۡلَمُ الۡغَیۡبَ[6]" کے لکھا ہے۔

ترجمہ: حق تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ السلام کو فرمایا کہ کافروں سے ان کی عقل کے موافق باتیں کریں (الیٰ قولہ) اور میں خود بخود علمِ غیب نہیں جانتا، کیوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اعلام سے ماضی اور مستقبل کی خبریں دیتے تھے اور شبِ معراج کے واقعہ میں آپ نے واقعی فرمایا ہے کہ میرے حلق میں ایک قطرہ ٹپکا جس سے میں نے معلوم کر لیا جو ہوا اور جو ہونا ہے اور جو ہوگا۔ پس جو کوئی کہے کہ آں حضرت ﷺ علمِ غیب نہیں جانتے ہیں وہ راستہ سے بھولا ہوا ہے[7]

---

[1] ترجمہ: حوّاس: بہ تشدید سین، "حاسہ" کی جمع علم و ادراک کی قوتیں، اور وہ سننے، دیکھنے، سونگھنے، چکھنے اور چھونے کی طاقتیں ہیں۔

[2] ترجمہ: غیب اس چیز کا نام ہے جو حواس ظاہرہ و باطنہ کے ادراک سے خارج ہو۔

[3] ترجمہ: غیب اس چیز کو کہتے ہیں جو حواسِ ظاہرہ و باطنہ کے ادراک سے خارج ہو۔ [4] پارہ: ۲۹، جن ۷۲، آیت ۲۵، ۲۶.

[5] تفسیر روح البیان، ج: ۷، ص: ۱۰۵، مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ

[6] پارہ: ۷، انعام ۶، آیت: ۵۰ [7] ملخصًا تفسیر روح البیان، ج: ۳، ص: ۳۵، مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ

(۳) تفسیر جمل برحاشیہ تفسیر جلالین زیر آیت "**قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ** "الآیۃ ترجمہ یہ ہے، آں حضرت ﷺ نے جو کسی جگہ علمِ غیب کی نفی اپنے نفس شریف سے فرمائی ہے تو یہ حق تعالیٰ سے تواضع ہے اور اپنی عبودیت کا اقرار ہے......اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ میں خود بخود غیب نہیں جانتا، مگر حق تعالیٰ مجھے غیب پر اطلاع دے دیتا ہے۔[1]

(۴) تفسیر کبیر، جلد چہارم، ص:۴۷، سطر:۲۷۔

"**قُلْ لَّآ اَقُوْلُ**......**وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ**" ان المراد منه أن يظهر الرسول من نفسه التواضع لله والخضوع له والاعتراف بعبوديته حتى لا يعتقد فيه مثل اعتقاد النصارىٰ في المسيح عليه السلام.بلفظہٖ

یعنی اللہ تعالیٰ نے آں حضرت ﷺ کو فرمایا کہ آپ کہہ دیں کہ میں نہیں کہتا کہ میرے پاس خزانے ہیں اللہ تعالیٰ کے اور میں غیب نہیں جانتا۔ تحقیق آں حضرت ﷺ کی مراد تواضع اور کسر نفسی کی ہے اور خضوع کی، اور اپنی عبودیت کا اعتراف کرنا ہے، تاکہ لوگ مسلمان، قوم نصاریٰ کی طرح ایسا اعتقاد نہ کریں جیسا کہ انھوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں کیا (کہ وہ خدا ہیں)۔

(۵) تفسیر خازن، جلد دوم، ص:۱۶، زیرِ آیت "**قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ** " الآية. وإنما نفى عن نفسه الشريفة هذه الأشياء تواضعا لله تعالىٰ واعترافا لہ بالعبودية وأن لايقترحوا عليه الآيات العظام. یعنی اس آیت سے مراد تواضع وکسر نفسی اور اعترافِ عبودیت ہے، ورنہ دیگر آیات علمِ غیب پر کیوں آتیں۔

(۶) تفسیر خازن، جلد دوم، ص:۱۷۱، لباب التاویل:

فإن قلت قد أخبر (النبي) صلى الله عليه وسلم عن المغيبات و قد جاءت أحاديث في الصحيح بذٰلك و هو من أعظم معجزاته صلى الله عليه وسلم فكيف الجمع بينه و بين قوله تعالىٰ: **وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ**؟ قلت: يحتمل أن يكون قاله صلى الله عليه وسلم علىٰ سبيل التواضع والأدب. والمعنىٰ: لا أعلم الغيبَ إلا أن يطلعني الله عليه ويقدره لي، أو يحتمل أن يكون قال ذٰلك قبل أن يطلعه الله عز و جلّ على الغيب فلما أطلعه الله عز و جل أخبر به، كما قال تعالىٰ: **فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا. اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ**[2] الآية. بلفظه.

یعنی اگر تو کہے کہ تحقیق آں حضرت ﷺ نے غیب کی خبریں دی ہیں، جو بہت سی صحیح حدیثوں میں آئی ہیں، یہ

---

[1] ملخصًا، ج:۲، ص:۳۲، ابناء مولوی غلام رسول سورتی، ممبئی

[2] زیرِ آیت: "**قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ**" الآیۃ، سورۃ الاعراف، آیت:۱۱۸

آں حضرت ﷺ کے معجزاتِ عظیمہ میں سے ہیں، پھر کیوں کر تطبیق ہوسکتی ہے، ان میں اور قول اللہ تعالیٰ "وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ" الآیۃ میں؟ میں کہتا ہوں اس میں احتمال ہے کہ آں حضرت ﷺ کا فرمانا بسبیل تواضع اور ادب کے ہو، اور معنی اس آیت کے یہ کہ اطلاع کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ مجھ کو اس کی قدرت دے دیتا ہے، اور یہ بھی کہ حضور ﷺ کا ایسا فرمانا قبل اِس کے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو غیب کا علم دیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا. اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ" الآیۃ یعنی عالم الغیب اللہ تعالیٰ اپنے غیب کو ظاہر نہیں فرماتا کسی پر بھی مگر اپنے رسول پر ظاہر فرماتا ہے۔

(۷) شرح نسیم الریاض، علامہ شہاب خفاجی علیہ الرحمہ (زیر آیت مندرجہ بالا):

و هذا لاينا في الآيات الدالة على أنه لا يعلم الغيب إلا الله، و قوله: **وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ** فإن المنفيّ علمه من غير واسطة، و أما اطلاعه عليه بإعلام الله له فأمر متحقق. بقوله تعالىٰ: **فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ** انتهىٰ.[1]

یعنی یہ آیات منافی نہیں ہیں جو دلالت کرتی ہیں اس بات پر کہ خدا کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "لَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ" الآیۃ۔ تحقیق اس میں ان کے علم غیر واسطہ کی نفی ہے۔ لیکن جو خدا تعالیٰ کے اعلام سے ان کو اطلاع ہوتی ہے وہ صحیح ہے اور یہ امر متحقق ہو چکا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اپنے علم غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، مگر اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے (یعنی اپنے علمِ غیب پر جو خاصہ اللہ تعالیٰ کا ہے اُس پر اپنے حبیبِ پاک ﷺ کو مطلع فرما دیا ہے)۔

پس ان تحریرات سے ثابت ہے کہ جن آیات میں نفی علمِ غیب کے لیے کی گئی ہے وہ علم غیب ذاتی و استقلالی ہے اور ان آیات و دیگر آیات جن میں آں حضرت ﷺ کو علم غیب عطا ہو چکا ہے اور کثرت سے احادیث وارد ہیں، تطبیق یوں ہے کہ جن آیات میں نفی ہے وہ علم غیب ذاتی ہے اور باقی تمام علم غیب بالواسطہ عطیہ اللہ تعالیٰ کا ہے وہ علم غیب اضافی ہے، جس کا وہابیہ انکار کرتے ہیں۔

لیجیے! آپ کی آیات پیش کردہ کا جواب تو ہو چکا، اب علمِ غیبِ رسول اکرم ﷺ کے ثبوت کو ملاحظہ کیجیے:

فصل دوم: آیات قرآن شریف سے علمِ غیب کے عطا ہونے کا ثبوت

(۱) عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا. اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ[2] الآیۃ۔
یعنی وہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے، ظاہر نہیں کرتا اپنے علمِ غیب کو کسی پر لیکن اپنے پسندیدہ رسول کو۔

---

[1] نسیم الریاض، ج:۳، ص:۱۵۰، برکات رضا، پور بندر
[2] پارہ:۲۹، سورہ جن:۷۲، آیت ۲۵، ۲۶.

(۲) تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَاۤ اِلَيْكَ۔[1] (سورہ ھود مکیہ)

یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں جو اے رسول (ﷺ) تیری طرف وحی بھیجتے ہیں۔

(۳) عَلَّمَهُ الْبَيَانَ۔[2] (سورۃ الرحمٰن مکیہ)

تعلیم کر دیا اس کو (یعنی محمد ﷺ کو) سب بیان۔

(۴) فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى۔[3] (سورۃ النجم مکیہ)

یعنی پس وحی کی اپنے بندہ (محمد ﷺ) کی طرف جو کچھ وحی کی۔

(۵) وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ۔[4] (سورۃ التکویر مکیہ)

اور نہیں وہ (محمد ﷺ) غیب کی باتیں بتلانے میں بخیل، یعنی علمِ غیب کے بتلانے میں کچھ چھپا نہیں رکھتے۔

(۶) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔[5] (سورہ آل عمران مدنی)

یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے ضروری نہیں کہ غیب کی باتوں پر کسی کو اطلاع دے، لیکن اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے علم غیب کے لیے (سو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ پاک محمد ﷺ کو علم غیب کے لیے چن لیا ہے۔)

(۷) وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔[6] (سورۃ النساء مدنی)

یعنی اور اے رسول (ﷺ) ہم نے تمام علوم تم کو سکھلا دیے، جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم ہے۔

(۸) ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ۔[7] (سورہ آل عمران مدنی)

یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم نے تیری طرف وحی کی ہیں۔

فصل سوم: تفاسیر معتبرات سے علم غیب کا ثبوت

(۱) تفسیر خازن زیر آیت «وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ» يعني من أحكام الشرع وأمور الدين، وقيل: علمك من علم الغيب ما لم تكن تعلم، وقيل: معناه وعلمك من خفيات الأمور واطلعك على ضمائر القلوب وعلمك من أحوال المنافقين وكيدهم ما لم تكن تعلم « وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا»

---

[1] پارہ: ۱۲، ھود ۱۱، آیت: ۴۹ [2] پارہ: ۲۷، الرحمٰن ۵۵، آیت: ۴ [3] پارہ: ۲۷، النجم ۵۳، آیت: ۱۰

[4] پارہ: ۳۰، التکویر، ۸۱، آیت: ۲۴/ وماھو الاية ما محمد صلى الله عليه وسلم على الغيب على ما يخبر من الوحى إليه وغيره من الغيوب الأية تفسير بيضاوي، جلد دوم، ص: ۴۱۶، سطر: ۱۵. ۱۲منہ

[5] پارہ: ۴، آلِ عمران ۳، آیت: ۱۷۹ [6] پارہ: ۵، نساء: ۴، آیت: ۱۱۳

[7] پارہ: ۳، آلِ عمران ۳، آیت: ۴۹/ ذٰلك من انباء الغيب الآية أى ما ذكرنا من القصص من الغيوب. الخ، تفسير بيضاوي، جلد اول، ص: ۱۲۷، سطر: ۲۴. ۱۲ منه

يعني ولم يزل فضل الله عليك يا محمد (صلى الله عليه وسلم) عظيما. انتهیٰ. [1]

یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ وہ سب کچھ تم کو سکھلا دیا، جو آپ نہیں جانتے تھے، یعنی احکام شرع اور امورِ دین۔ اور یہ بھی قول ہے کہ "عَلَّمَكَ" سے علمِ غیب مراد ہے جو آں حضرت ﷺ نہیں جانتے تھے، وہ سب سکھلا دیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنیٰ ہیں کہ تمام خفیہ اور مخفی باتیں سکھلا دیں اور خبردار کر دیا تمام لوگوں کے دلوں کی خفیہ باتوں پر اور تمام منافقین کے حالات اور ان کے مکروں پر آگاہ فرما دیا جو آپ نہیں جانتے تھے، اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے، اور یا محمد ﷺ ہمیشہ سے ہے یہ فضل اللہ تعالیٰ کا عظیم آپ پر یعنی علمِ غیب ہمیشہ کے لیے عطا ہوا۔

(۲) تفسیر روح البیان، جلد ششم، ص: ۲۴

وكذا صار علمه محيطًا لجميع المعلومات الغيبية الملكوتية كما جاء في حديث اختصام الملٰئِكةِ أنه قال: فوضع كفه علىٰ كتفي فوجدت بردها بين ثديي فعلمت علم الأولين والآخرين. و في رواية: علم ماكان وما سيكون. بلفظه

ترجمہ: آپ کا (ﷺ) علم جمیع معلومات غیبیہ ملکوتیہ کو محیط ہو گیا، جیسا کہ حدیث بحث ملائکہ میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنا کف (قدرت) میرے شانوں میں رکھا، پس اس کی خنکی میرے پستانوں میں پہنچی، پس جان لیا میں نے علم اولین و آخرین کا، اور ایک روایت میں ہے علم اُس چیز کا جو ہو چکی اور وہ چیز جو آئندہ ہو گی۔

(۳) تفسیر کبیر مصری، جلد سوم، ص: ۳۱۰، سطر ۳۱۔

«**وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا**» و هذا من أعظم الدلائل على أنّ العلم أشرف الفضائل والمناقب وذلك لأنّ الله تعالى ما أعطى الخلق من العلم إلا القليل ، كما قال «**وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا**» ونصيب الشخص الواحد من علوم جميع الخلق يكون قليلاً ، ثم أنه سمى ذلك القليل عظيماً حيث قال : «**وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا**». وسمى جميع الدنيا قليلا حيث قال: «**قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ**» وذٰلك يدل علىٰ غاية شرف العلم. بلفظه.

یعنی اور یہ بزرگ تر دلائل سے ہے علم کے اشرف فضائل اور مناقب ہونے پر بدیں وجہ کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تھوڑا سا علم دیا۔ جیسا کہ فرمایا: کہ تم تھوڑا سا علم دیے گئے ہو، اور ایک شخص (محمد ﷺ) کو ساری مخلوق کے علموں سے جو حصہ ملا تو وہ بھی تھوڑا ہی ہے، پھر اس تھوڑے کو اللہ تعالیٰ نے بہت فرمایا۔ آیت «وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا» میں۔ اور ساری دنیا کا نام بھی خدا نے تھوڑا رکھا ہے، جو فرمایا: کہہ دے سامانِ دنیا تھوڑا ہے، اور یہ بات علم کی نہایت درجہ کی فضیلت پر دلیل ہے۔

---

[1] تفسير خازن، ج:۱، ص:٤٢٦، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، ١٩٩٥ء

(۴) تفسیر عزیزی سورہ بقرہ، ص: ۱۱۷، سطر: ۱۴۔

ہفت[1] کس را از انبیا بہ ہفت علم صراحۃً تفضیل دادہ۔ حضرت آدم را بہ علمِ لغت کہ «**وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا**» و حضرت خضر را بہ علم فراست «**وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا**» و حضرت یوسف را بہ علم تعبیر کہ «**وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ**» و حضرت داؤد را بہ علم صنعت «**وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ**» و حضرت سلیمان را بہ دانستن زبانِ جانوران کہ «**عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ**» و حضرت عیسیٰ را بہ علم توریت و انجیل کہ «**وَیُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ**» و حضرت محمد ﷺ را علم اسرار کہ «**وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ**»[2] بلفظہٖ۔

(۵) تفسیر جلالین، ص: ۸۷، سطر: ۴۔

«**وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ**» من الأحكام والغيب.

یعنی اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ سکھلا دیا اے رسول تم کو جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے۔ وہ تمام احکام، اوامر و نواہی اور غیب کے علوم ہیں۔

(۶) تفسیر معالم التنزیل زیر آیت «**خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ**» قال ابن كيسان خلق الإنسان، يعني محمدا صلى الله عليه وسلم. علمه البيان يعني بيان ما كان وما يكون اھ.[3]

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پیدا کیا انسان کو اور سکھلایا اس کو بیان۔ ابن کیسان: کہتے ہیں کہ پیدا کیا انسان یعنی محمد ﷺ کو اور سکھلایا ان کو بیان یعنی بیان، اور بیان وہ ہے جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ ہوگا، سب کچھ بتا دیا۔

(۷) تفسیر جامع البیان برحاشیہ تفسیر جلالین ص: ۸۵۔

«**وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ**» قيل: نزول ذٰلك من خفيات الأمور. بلفظه.

یہ آیت شریف مخفی امور کی تعلیم کے متعلق ہے۔

---

[1] ترجمہ: سات انبیائے کرام کو سات علوم میں صراحۃً فضیلت دی گئی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو علمِ لغت میں دلیل: «وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا» اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔ حضرت خضر علیہ السلام کو علمِ فراست میں۔ دلیل: «وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا» اور (ہم نے) اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو علمِ تعبیر میں۔ دلیل: «وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ» اور مجھے کچھ باتوں کا انجام نکالنا سکھایا (خوابوں کی تعبیر کا علم دیا)۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو علم صنعت و کاری گری میں۔ دلیل: «وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ» اور ہم نے اسے تمہارا ایک پہناوا بنانا سکھایا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جانوروں کی زبان سمجھنے میں دلیل: «عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ» ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو علم توریت و انجیل میں دلیل: «وَیُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ» اور اللہ اسے سکھائے گا کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو علم اسرار میں۔ دلیل: «وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ» اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔ (ترجمۂ آیات از کنز الایمان)

[2] تفسیر عزیزی، سورۂ بقرہ، بیان فضیلت علم، ص: ۱۷۲

[3] تفسیر معالم التنزیل، ج: ۷، ص: ٤٣٨، زیرِ آیت: خلق الإنسان

(۸) تفسیر مدارک: «**وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ**» من أمور الدين والشرائع أو من خفيات الأمور و ضمائر القلوب. بلفظه.[1]

یہ آیت شریف کہ اے رسول! سب کچھ تم کو سکھلا دیا، جس کو آپ نہیں جانتے تھے، وہ تمام امورِ دین اور شریعت کے اور تمام غیب کی باتیں اور تمام لوگوں کے دلوں کے بھید اور اندرونی حالات ہیں۔

(۹) تفسیر بیضاوی، جلد اول، ص: ۲۰۱، سطر: ۱۴۔

«**وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ**» من خفيات الأمور أو من أمور الدين والأحكام.

اس آیت شریف میں تمام غیب کی باتیں یا تمام دین اور احکام اوامر و نواہی ہیں، جو آں حضرت ﷺ کو تعلیم فرمائے گئے۔

(۱۰) تفسیر قادری، جلد اول، ص: ۱۹۲۔

«**وَعَلَّمَكَ**» اور تعلیم کر دیا تجھے «**مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ**» جو نہ تھا تو کہ آپ سے جان لیتا چھپی ہوئی باتیں اور دلوں کے بھید۔ اور بہت علما نے کہا ہے کہ وہ علم ہے ربوبیت حق اور اس کے جلال کا، اور پہچاننا عبودیت نفس اور اُس کے حال کا۔ اور بحر الحقائق میں لکھا ہے کہ جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا، یہ اس کا علم ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے شبِ معراج میں آں حضرت ﷺ کو عطا فرمایا، جیسا کہ معراج کی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ میں عرش کے نیچے تھا، ایک قطرہ میرے حلق میں ڈال دیا، پس جان لیا میں نے جو کچھ ہو گیا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے۔ بلفظہٖ

(۱۱) تفسیر قادری، جلد اول، ص: ۴۶۵۔ (سورۂ ہود)

«**تِلْكَ**» یہ قصہ جو مذکور ہوا «**مِنْ أَنْبَآءِ الْغَيْبِ**» غیب کی خبروں میں سے کہ جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ سے «**نُوْحِيْهَا إِلَيْكَ**» وحی کی ہم نے تیری طرف۔ بلفظہٖ

(۱۲) تفسیر قادری، جلد دوم، ص: ۴۹۰۔ (سورۂ رحمٰن)

«**خَلَقَ الْإِنْسَانَ**» پیدا کی خدا نے آدمیوں کی جنس «**عَلَّمَهُ الْبَيَانَ**» تعلیم کر دیا اس کو بیان، یعنی جو کچھ اس کے دل میں ہے، اسے کہہ کر یا لکھ کر ظاہر کرنا۔ یا حضرت آدم (علیہ السلام) کو پیدا کیا اور علم اسما انھیں تعلیم کر دیا، یا محمد ﷺ کو پیدا کیا اور جو کچھ تھا اور ہے اور ہوگا سب ان کو تعلیم کر دیا۔ چناں چہ علمت علم الأولين والآخرين. (حدیث) کا مضمون اس کی خبر دیتا ہے۔ بلفظہٖ

(۱۳) تفسیر قادری، جلد دوم، ص: ۵۵۲۔

«**عٰلِمُ الْغَيْبِ**» وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا «**فَلَا يُظْهِرُ**» تو ظاہر نہیں کرتا اور مطلع نہیں فرماتا «**عَلٰى غَيْبِهٖ**» اس غیب پر جو مخصوص ہے اسی کے علم کے ساتھ «**أَحَدًا**» کسی کو «**إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى**» مگر جسے پسند کر لیتا

[1] تفسیر مدارک، ج: ۱، ص: ۲۵۰، (ابنائے مولوی غلام رسول سورتی)

ہے «مِنْ رَّسُوْلٍ» اپنے رسول میں سے کہ اُسے اُن میں سے بعض پر اطلاع دیتا ہے، تاکہ اس رسول کا معجزہ ہو اور یہاں رسول سے محمد ﷺ مراد ہیں۔ بلفظہٖ

(۱۴) تفسیر جلالین، ص: ۴۹۲۔

« **وَمَا هُوَ** » أي محمد عليه الصلوٰة والسلام « **عَلَى الغيب بِظَنِينٍ** » بمتهم[1] وفي قراءة بالضاد أي ببخيل فينقص شيئاً منه .

یعنی آں حضرت ﷺ علم غیب کے بتلانے میں متہم نہیں۔ اور قراءت ضاد (بضنین) سے معنی یہ ہیں کہ آں حضرت ﷺ غیب کی باتیں بتلانے میں بخیل نہیں اور نہ کسی چیز کی کمی کرتے ہیں۔

(۱۵) تفسیر جامع البیان بر حاشیہ تفسیر جلالین، ص: ۴۹۰۔

« **وَمَا هُوَ** » محمد (صلى الله عليه و آله وسلم) « **عَلَى الغيب** » علٰى كل ما اطلع عليه مما كان غائبًا عنه « **بِظَنِينٍ** » بمتهم ومن قرأه بالضاد فمعناه ليس ببخيل عليه بل يبذله لكل واحد ويعلمه . بلفظه.

یعنی آں حضرت محمد ﷺ غیب کی خبروں کو جو ان کو اطلاع ہوتی ہے، بتلانے میں متہم نہیں۔ اور حرف ضاد کی قراءت میں اس کے معنی ہیں کہ آں حضرت ﷺ غیب کی تمام باتوں کے بتلانے میں بخیل نہیں ہیں بلکہ بخشش کر دیتے ہیں ہر ایک کو، اور سکھلا دیتے ہیں ہر شخص کو۔

(۱۶) تفسیر نیشاپوری، زیرِ آیت:

« **فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى** » والظاهر أنها أسرار و حقائق و معارف لا يعلمها إلا الله و رسوله.

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا فيه دليل ظاهر علىٰ شرف العلم حيث سماه عظيما و سمىٰ متاع الدنيا بأسرها قليلا. بلفظه

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: پس میں نے وحی کی اپنے بندہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو کچھ کہ وحی کی جو کچھ چاہا۔ اس کی تفسیر حضرت نیشاپوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس سے ظاہر ہے کہ وہ تمام اسرار اور بھید مخفی ہیں، اور تمام حقیقتیں اور ماہیّتیں اشیا کی اور ان کے معارف اور شناختیں ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے سوا کوئی اور نہیں جانتا، یعنی ذرہ ذرہ بتلا دیا۔

---

[1] (تفسير بيضاوی جلد دوم، ص: ٤١٦، سطر: ١٥) - "**وما هو**" وما محمد عليه الصلاة والسلام "**على الغيب**" على ما يخبره من الوحي إليه وغيره من الغيوب "**بظنين**" بمتهم من الظنة وهي التهمة. و قرء نافع و عاصم و حمزة و ابن عامر "**بضنين**" من الضن و هو البخل أي لا يبخل بالتبليغ والتعليم. بلفظه. ۱۲منہ

«وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا» میں ظاہر دلیل ہے علم کی شرافت پر کہ خدا نے اس کو بزرگ، عظیم فرمایا اور ساری دنیا کو قلیل یعنی تھوڑا سا۔

(۱۷) تفسیر قادری، جلد اول، ص: ۱۴۲، سطر: ۱۴۔

«مَا كَانَ اللهُ »[1] نہیں ہے اللہ اس بات پر کہ «لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ » چھوڑ دے مسلمانوں کو «عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ» اوپر اس چیز کے کہ تم اے منافقو اس چیز پر ہو۔ یعنی تم جو مسلمانوں پر خفیہ طعن کرتے ہو اور ظاہر میں ان پر ہنستے ہو بلکہ حق تعالیٰ اپنی حکمت سے تمھارا امتحان کرتا ہے «حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ » یہاں تک کہ جدا کر دے ناپاک کو جو نفاق میں آلودہ ہے «مِنَ الطَّيِّبِ» یعنی پاک یعنی مومن مخلص سے۔ اور یہ جدا کرنا یا تو جہاد کے سبب سے ہوتا ہے کہ مخالف لوگ خلاف کر کے اعدائے دین سے لڑائی نہ کریں، جیسا کہ جنگِ اُحد میں ہوا، یا ان کے دلوں میں جو باتیں بھری ہوئی ہیں، وہ وحی سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو جائیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اس سے آگاہ ہو جائیں۔ اور منافقوں کی دلی باتوں میں سے ایک بات یہ تھی کہ جب حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے ان کی ذریت دکھا دی تھی، اُسی طرح میری تمام امت کی صورت و شکل سب مجھے دکھا دی ہے اور مجھے الہامِ الٰہی کی رو سے معلوم ہو گیا ہے کہ اُن میں سے کون شخص اسلام قبول کرے گا اور کون گم راہی میں پھنسا رہے گا۔ منافق آپس میں یہ بات کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم علانیہ یہ دعویٰ کرتے ہیں اور ہمارے دلِ متزلزل کے حال سے غافل ہیں، اگر سچ کہتے ہیں تو کہہ دینا چاہیے کہ ایک ایک کا حال ہم سے بیان کر دیں کہ کون شخص مخلص ہے اور کون منافق۔ تو یہ آیت نازل ہوئی کہ: «وَمَا كَانَ اللهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ.»

(۱۸) تفسیر معالم التنزیل در شان نزول آیت: «وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ» الآيه . قال السدي: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :عرضت عليّ أمتي في صورها في الطين كما عرضت على اٰدم وأُعلمت من يؤمن بي ومن يكفر بي فبلغ ذلك المنافقين فقالوا استهزءًا: زعم محمد (صلى الله عليه وسلم) أنه يعلم من يؤمن به ومن يكفر ممن يخلق بعد، ونحن معه وما يعرفنا، فبلغ ذٰلك رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقام على المنبر فحمد الله و أثنى عليه ثم قال: ما بال أقوام طعنوا في علمي لاتسئلوني عن شيئ فيما بينكم و بين الساعة إلا أنبأتكم، فقام عبد الله بن حذافة السهمي فقال: من أبي يا رسول الله؟ قال: حذافة، فقام عمر فقال: يا رسول الله! رضينا بالله ربا و بالإسلام دينا و بالقران إماما و بك نبيا فاعف عنا عفا الله عنك . فقال النبي صلى الله عليه وسلم: فهل أنتم

[1] ما كان الله الآيه تفسير بيضاوى، جلد اول، ص: ١٦٤، سطر: ١٩. ١٢ منه

منتهون ، ثم نزل عن المنبر فأنزل الله هذا الآية «مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ» بلفظه۔[1]

کہا سدی نے (جو کبار مفسرین تابعین سے ہیں) کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میرے روبرو پیش کی گئی میری امت، اپنی اصلی صورتوں میں جو مٹی میں تھی، جیسے کہ پیش کی گئی تھی حضرت آدم کے روبرو، تب میں نے جان لیا ہر شخص کو جو مجھ پر ایمان لایا، اور جو ایمان نہ لاکر کافر رہے گا۔ پس یہ بات منافقین کو پہنچی تب انھوں نے ہنسی اور تمسخر سے کہا کہ محمد (ﷺ) دعویٰ کرتے ہیں کہ میں جانتا ہوں اس شخص کو جو میرے پر ایمان لاتا ہے اور جو کافر رہتا ہے، اگر چہ وہ اب تک پیدا بھی نہیں ہوا، حالاں کہ ہم ان کے ساتھ رہتے ہیں، وہ ہم کو بھی پہچان نہیں سکتے، اور نہ اب تک ہم کو انھوں نے جانا ہے۔ پس منافقین کی اس گفتگو کی خبر آں حضرت ﷺ کی خدمتِ مبارک میں پہنچی۔ پس آں حضرت ﷺ فوراً منبر شریف پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کر کے فرمایا کہ: وہ کون لوگ ہیں جو میرے علم (غیب) پر طعن کرتے ہیں؟ پوچھیں مجھ سے جو کچھ چاہتے ہیں قیامت تک کے حالات، اور میں ان کو سب بتلاؤں۔ پس کھڑا ہوا عبد اللہ ابن حذافہ (کہ بعض لوگ اس کے باپ کے بارے میں شک کرتے تھے) اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ فرمایا آں حضرت ﷺ نے: تیرا باپ حذافہ ہے۔ اسی وقت حضرت عمر رضی اللہ اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم راضی ہیں اللہ تعالیٰ سے جو ہمارا رب ہے اور اسلام سے جو ہمارا دین ہے اور قرآن سے جو ہمارا امام ہے اور حضور سے کہ ہمارے نبی اور رسول ہیں۔ پس معاف فرمائیے ہمیں، اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کرے۔ تب فرمایا حضور ﷺ نے کہ کیا تم نہیں پوچھتے اور بس کر دی پوچھنے سے تب منبر سے حضور اتر آئے تو اسی وقت یہ آیت شریف «وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ» الآیہ، نازل ہوئی۔

(۱۹) تفسیر فتح العزیز معروف عزیزی شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ محدث دہلوی، سورہ بقرہ ص: ۳۵۵، سطر: ۱۴۔

«وَيَكُوْنَ[2] الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا» یعنی[3] وباشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بہ نور نبوت بر رتبۂ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است، پس

---

[1] تفسیر معالم التنزیل، باب: ۱۷۹، ج: ۲، ص: ۱۴۰

[2] و یکون الرسول الآیہ، تفسیر بیضاوی، جلد اول، ص: ۸۱۔ ۱۲منہ

[3] ترجمہ: یعنی تمھارے رسول تم پر گواہ ہوں گے، کیوں کہ نورِ نبوت سے وہ اپنے دین کے ہر دین دار شخص کو جانتے ہیں کہ میرے دین کے کس درجہ پر فائز ہے، اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے، اور وہ کون سا پردہ ہے، جس سے اس کی ترقی رکی ہوئی ہے۔ لہٰذا وہ تمھارے گناہوں، تمھارے ایمان کے درجات، تمھارے اچھے برے اعمال اور خلوص ونفاق سب پر مطلع ہیں۔ اسی لیے حضور کی شہادت دنیا میں بحکم شرع امت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے اور آپ نے اپنے زمانہ کے حاضرین مثلاً صحابۂ کرام، ازواج مطہرات اور اہل بیت اطہار اور بعد والوں جیسے اویس قرنی، صلہ، امام مہدی اور مقتول دجال کے جو کچھ فضائل ومناقب یا حاضر وغائب کے جو عیوب ونقائص بیان فرمائے ان پر اعتقاد رکھنا واجب وضروری ہے۔ اور اسی قبیل سے ہے جو روایتوں میں آیا ہے کہ ہر نبی کو اس کی امت کے اعمال پر مطلع کیا جاتا ہے کہ فلاں شخص آج یہ کام کر رہا ہے اور فلاں وہ کام کر رہا ہے، تا کہ بروز قیامت ان کے متعلق گواہی دے سکے۔

اومی شناسد گناہان شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا، ولہذا شہادت او در دنیا بہ حکم شرع در حق امت مقبول و واجب العمل ست، و آں چہ او از فضائل و مناقب حاضران زمان خود مثل صحابہ و ازواج و اہل بیت، یا غائبان از زمان خود مثل اویس و صلہ و مہدی و مقتول دجال یا از معائب و مثالب حاضران و غائبان می فرماید اعتقاد بر آں واجب است، و ازیں ست کہ در روایات آمدہ کہ ہر نبی را بر اعمال امتیان خود مطلع می سازند کہ فلانے امروز چنیں می کند و فلانے چناں تا روز قیامت اداے شہادت تواند کرد۔ الخ۔ بلفظہٖ۔[1]

فصل چہارم: آں حضرت ﷺ کے علمِ غیب کا احادیثِ صحیحہ سے ثبوت

(۱) صحیح بخاری جلد دوم، کتاب بدء الخلق، ص: ۱۴۹، سطر: ۲۵، مصری:

عن طارق بن شهاب قال سمعت عمر رضي الله عنه يقول : قام فينا النبي صلى الله عليه و سلم مقاما فأخبرنا عن بدء الخلق حتى دخل أهل الجنة منازلهم وأهل النار منازلهم. حفظ ذلك من حفظه ونسيه من نسيه. بلفظه

یعنی طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے کہ آں حضرت ﷺ ہمارے (صحابہ میں) میں ایک مقام پر کھڑے ہوئے اور ہم کو خبر دے دی، تمام ابتداے دنیا سے لے کر قیامت تک کی یہاں تک کہ بہشتی اپنی جگہوں میں داخل ہوں اور دوزخی اپنی جگہوں میں، یاد رکھا اس بات کو جس نے یاد رکھا اور بھول گیا جو بھول گیا۔

(۲) صحیح بخاری جلد چہارم، کتاب الفتن، ص: ۱۶۱، سطر: ۳۵، مصری:

عن أنس رضي الله عنه قال: سألوا النبي صلى الله عليه و سلم حتى أحفوه بالمسألة فصعد النبي صلى الله عليه و سلم ذات يوم المنبر فقال لا تسألوني عن شئ إلا بَيَّنتُ لكم فجعلت أنظر يمينا وشمالا فإذا كل رجلٍ رأسُه في ثوبه يبكي فأنشأ رجل كان إذا لاحى يُدعىٰ إلى غير أبيه فقال: يا نبي الله! من أبي ؟ فقال: أبوك حذافة. ثم أنشأ عمر فقال: رضينا بالله ربا وبالإسلام دينا وبمحمد رسولا نعوذ بالله من سوء الفتن، فقال النبي صلى الله عليه و سلم: ما رأيت في الخير والشر كاليوم قط إنه صُوِّرت لي الجنةُ والنارُ حتى رأيتُهما دون الحائط.

یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے آں حضرت ﷺ سے (علم غیب کی بابت) پوچھا اور

---

[1] (تفسیر بیضاوی، ج: ۱، ص: ۱۶۴، سطر: ۲۴) وَمَا كَانَ اللهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَآءُ. وما كان الله ليؤتي أحدكم علم الغيب فيطلع على ما في القلوب من كفر و ايمان ولكن الله يجتبي لرسالته من يشاء فيوحي إليه ويخبره ببعض المغيبات أو ينصب له ما يدل عليها. بلفظه. ۱۲ منه

سوال کرنے میں بہت اصرار کیا، تب آں حضرت ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ پوچھو جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو، تاکہ میں بیان کروں، ادھر ادھر داہنے بائیں میں نے نظر کی تو معلوم ہوا کہ ہر ایک شخص اپنے منہ پر کپڑا ڈال کر رو رہا ہے۔ اتنے میں کھڑا ہوا ایک آدمی جس کو جھگڑے کے وقت اس کے باپ کے سوا اور کسی کی طرف نسبت کرتے تھے، اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ فرمایئے میرا باپ کون ہے؟ تب فرمایا آں حضرت ﷺ نے کہ تیرا باپ حذافہ ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوراً کھڑے ہوگئے، انھوں نے عرض کی کہ یارسول اللہ! ہم راضی ہوئے اللہ پر جو ہمارا رب ہے اور اسلام پر جو ہمارا دین ہے اور محمد ﷺ پر جو ہمارا رسول ہے۔ ہم پناہ مانگتے ہیں برے فتنوں سے، پس فرمایا حضور سرورِ عالم ﷺ نے کہ میں نے نہیں دیکھا آج کے دن کا سا خیر اور شر تحقیق وہ متشکل دکھائی دیے بہشت و دوزخ یہاں تک کہ میں نے دونوں کو اس کی دیوار کے ادھر دیکھا۔

(۳) صحیح بخاری جلد چہارم، کتاب الفتن، ص: ۱۶۲، سطر: ۱۴، مصری

عن ابن عمر قال: ذكر النبي صلى الله عليه و سلم اللّٰهُمَّ بارك لنا في شامنا، اللّٰهُمَّ بارك لنا في يمننا. قالوا: يا رسول الله ! وفي نجدنا ؟ قال : اللّٰهُمَّ بارك لنا في شامنا، اللّٰهُمَّ بارك لنا في يمننا. قالوا: يا رسول الله! وفي نجدنا؟ فأظُنُّه قال في الثالثة: هناك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان. بلفظه

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فرمایا رسولِ خدا ﷺ نے کہ یا اللہ برکت دے ہمارے ملک شام میں اور اے اللہ برکت دے ہمارے ملک یمن میں، اور کہا: (نجد والوں نے) کہ ہمارے ملک نجد کے واسطے بھی دعا فرمایئے کہ برکت ہو۔ پھر دوبارہ فرمایا کہ یا اللہ برکت دے ہمارے ملک شام میں اور یا اللہ برکت دے ہمارے ملک یمن میں، پھر نجدی بولے کہ ہمارے نجد میں بھی برکت ہو، پس راوی کا گمان ہے کہ یہ دعا تین دفعہ مانگی گئی اور نجدیوں کے حق میں فرمایا کہ وہاں (نجد میں) زلزلے اور فتنے پیدا ہوں گے اور نیز وہاں ایک شیطان نکلے گا، یا شیطان کا سینگ نکلے گا۔

یہ حدیث شریف پیشین گوئی علمِ غیب میں حضرت ﷺ کی طرف سے ہے جو ۱۲۰۰ھ میں پوری ہوئی، جب کہ شیخ عبدالوہاب شیخِ نجد نے وہاں ظہور کیا۔ تمام محدثین وعلما اس میں متفق ہیں، اور کتاب ردالمحتار شامی کے باب البغات میں اس کا حال درج ہے۔[1]

(۴) صحیح بخاری جلد چہارم، ص: ۱۸۵، سطر: ۱۹، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ:

عن الزهري قال أخبرني أنس بن مالك (رضي الله عنه) : أن النبي صلى الله عليه و سلم خرج حين زاغت الشمس فصلى الظهر فلما سلّم قام على المنبر فذكر الساعة وذكر أن بين يديها أمورا

[1] رد المحتار، باب البغاة، مطلب فی أتباع عبد الوهاب الخوارج فی زماننا، ج:٤، ص:٤٤٩، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت.

عظاما ثم قال: من أحب أن يسأل عن شيئ فليسأل عنه فو الله لا تسألوني عن شيئ إلا أخبرتكم به ما دمت في مقامي هذا . قال أنس: فأكثَرَ الناسُ البكاءَ وأكثر رسول الله صلي الله عليه وسلم أن يقول سلوني . فقال أنس: فقام إليه رجل فقال أين مدخلي يا رسول الله؟ قال: النار ،فقام عبد الله بن حذافة فقال من أبي يا رسول الله؟ قال: أبوك حذافة . قال: ثم أكثر أن يقول سلوني سلوني فبرك عمر على ركبتيه فقال رضينا بالله ربا.[1] الحديث.

ترجمہ: حضرت زہری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کوخبر دی انس ابن مالک رضی اللہ عنہ نے تحقیق حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت سورج ڈھلا اپنے گھر سے باہر تشریف لائے، اور نمازِ ظہر پڑھی اور منبر پر تشریف فرما ہوئے اور قیامت کے آنے کا حال بیان فرمایا اور فرمایا اس سے پہلے بڑے بڑے اہم امور ہونے والے ہیں۔ پھر فرمایا کہ کوئی شخص ہے کہ مجھ سے کسی چیز کا سوال کرے، پس پوچھ لے مجھ سے، قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو کچھ خبر بھی پوچھو گے میں بتلاؤں گا، جب تک میں یہاں کھڑا ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ بہت روئے اور بہت دفعہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سوال کرو مجھ سے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا، اس نے پوچھا کہ میرے داخل ہونے کی جگہ کہاں ہے؟ فرمایا کہ تیری جگہ دوزخ میں ہے، پھر اٹھا عبداللہ بن حذافہ، اس نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے؟ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ تیرا باپ حذافہ ہے۔ پھر فرمایا کہ اور پوچھو اور پوچھو مجھ سے۔ اخیر حدیث تک۔

(۵) صحیح مسلم، جلد دوم، ص: ۳۹۰، سطر: ۴، کتاب الفتن:

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: إِنَّ الله زَوَى لِيَ الأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا وَأُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ الأَحْمَرَ وَالأَبْيَضَ.الحديث.

یعنی حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو میرے لیے بغرضِ ملاحظہ پیش کیا، پس میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا اور قریب ہے کہ میری امت کی سلطنت ان تمام مقامات میں پہنچے اور مجھے دونوں خزانے سرخ وسفید دیے گئے ہیں۔ (چاندی کے اور سونے کے یا ملکِ شام وعراق یا عرب وعجم)

(۶) صحیح مسلم، جلد دوم، ص: ۳۹۰، سطر: ۱۸۔

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: قَامَ فِينَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مقامًامَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُونُ فِي مَقَامِهِ ذَلِكَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إلا حَدَّثَ بِه حَفِظَه مَنْ حَفِظَه وَ نَسِيَه مِنْ نَسِيَه.الحديث.

یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (منبر پر خطبہ کے لیے) تشریف

---

[1] بخاری، کتاب السنة والاعتصام، باب ما يكره من كثرة السوال. حديث: ۷۲۹٤

فرما ہوئے کہ کوئی چیز بیان کرنے سے نہیں چھوڑی قیامت تک یعنی سب کچھ جو ہونے والا تھا قیامت کے لیے بیان فرمایا، یادرکھا جس نے یادرکھا، اور بھلا دیا جس نے بھلا دیا۔

(۷) صحیح مسلم، جلد دوم، ص:۳۹۰، سطر:۲۱۔

عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّهُ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم بِمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى أَنْ تَقُومَ السَّاعَةُ فَمَا مِنْهُ شَيْءٌ إِلاَّ قَدْ سَأَلْتُهُ. الحديث.

یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق آگاہ فرمادیا مجھے رسول اللہ ﷺ نے ابتدا سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے باقی کوئی چیز نہیں رہی۔

(۸) صحیح مسلم، جلد دوم، ص:۳۹۰، سطر:۲۷۔

حَدَّثَنِي أَبُو زَيْدٍ (عَمْرَو بْنُ أَخْطَبَ) قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم الْفَجْرَ وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ فَصَلَّى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلىّ، ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرِ فَخَطَبْنَا حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَأَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ فَأَعْلَمُنَا أَحْفَظُنَا. بلفظه.

یعنی حدیث بیان کی مجھ سے ابوزید (عمرو بن اخطب) رضی اللہ عنہ نے، کہا فجر کی نماز پڑھی ہم نے (صحابہ نے) رسولِ خدا ﷺ کے ساتھ، پھر آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور خطبہ فرمایا ہم سے یہاں تک کہ نمازِ عصر کا وقت ہوگیا، پھر منبر سے نیچے تشریف لائے اور نماز پڑھی عصر کی، اور پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور خطبہ فرمایا ہم سے یہاں تک کہ سورج چھپ گیا، پس خبر دی ہم کو ان تمام امور کی جو پہلے ہو چکے تھے اور جو آئندہ ہونے والے تھے، پس زیادہ علم اس کو ہے جسے زیادہ یادرہا۔

(۹) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ حضرت شیخ عبدالحق علیہ الرحمہ محدث دہلوی، جلد چہارم، ص:۲۹٦، سطر:۱۰

عن[1] حذيفة (رضي الله عنه) قال: روایت است از حذیفہ کہ گفت (قام: فينا رسول الله صلى الله عليه و اٰله وسلم مقاما) ایستاد در ما آں حضرت یعنی خطبہ خواند و وعظ گفت ایستادنی کہ (ما ترك شيئاً يكون) نہ گذاشت چیزے کہ باشد ووقوع یابد (في مقامه ذٰلك إلىٰ قيام الساعة) دراں مقامے کہ ایستادہ بود تا روزِ قیامت یعنی نہ گذاشت دریں مقام چیزے را از وقائع کہ شدنی ست تا روزِ قیامت[2]، الحدیث متفق علیہ۔

(۱۰) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق علیہ الرحمہ محدث دہلوی، جلد چہارم، ص:۴٦۸، سطر:۲۴۔

---

[1] ترجمہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا اور اسی حالت میں قیامت تک ہونے والی تمام چیزوں کو بیان فرما دیا۔

[2] اشعة اللمعات، ج:٤، كتاب الفتن، فصل اول، ص:٢٧٥، مطبع تيج كمار، لكهنؤ.

(عن[1]عمر رضي الله عنه قال : قام فينا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم مقاماً) گفت امیر المومنین عمر (رضی اللہ عنہ) کہ ایستاد درمیان ما از جہت ما وموعظت ما آں حضرت ایستادنی یا درمقام ایستادن یعنی خطبہ خواند (فأخبرنا عن بدء الخلق) پس خبر داد ما را آغاز آفرینش (حتیٰ دخل أهل الجنة منازلهم و أهل النار منازلهم) تا آخر روزِ قیامت کہ درآیند بہشتیاں بہشت را و دوزخیاں دوزخ را یعنی احوال مبدا ومعاد از اول تا آخر ہمہ را بیان کرد[2]۔ بلفظہٖ الحدیث۔

(۱۱) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ حضرت شیخ علیہ الرحمہ محدث دہلوی، جلد اول، ص: ۳۵۵، سطر: ۶۔

(عن[3] عبد الرحمٰن بن عايش قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: رأيت ربي) دیدم پروردگارِ خود را عز وجل ......درشب معراج ......(في أحسن صورة) درنیکوصورتے ......(قال: فيم يختصم الملأ الأعلىٰ) گفت پروردگار تعالیٰ و پرسید از من کہ درچہ چیز خصومت می کنند ملائکہ وملاء جماعت از اکابر واشراف قوم را گویند ......(قلت) می فرماید آں حضرت کہ گفتم من در برابر ایں سوال پروردگار (أنت أعلم) تو داناتری ....(قال) گفت آں حضرت: (فوضع كفه بين كتفي) پس نہاد پروردگار تعالیٰ دست قدرت وانعام خود را میان دوشانۂ من............ (فوجدت بردها بين ثديي) پس یافتم من سردی دست مولیٰ تعالیٰ را درمیان دو پستان خود کنایت است از وصول اثر فیض بقلب شریف وحصول بردیقین ......فرمود: (فعلمت ما في السمٰوات والأرض) پس دانستم ہرچہ درآسمان ہا و

---

[1] ترجمہ: امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے درمیان (ہمیں وعظ ونصیحت کرنے کے لیے) کھڑے ہوئے تو اسی مقام پر ابتداے آفرینش سے لے کر قیامت تک کے تمام حالات حتی کہ جنتیوں کے جنت میں اور جہنمیوں کے جہنم میں داخل ہونے تک کے حالات ہمیں بتادیے۔

[2] اشعة اللمعات، ج: ٤، كتاب الفتن، باب بدء الخلق و ذكر الأنبياء، فصل: ١، ص: ٤٤٥

[3] ترجمہ حضرت عبد الرحمٰن بن عایش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے (شبِ معراج) اپنے پروردگار عز وجل کو اچھی صورت میں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اور مجھ سے پوچھا) کہ بلند رتبہ فرشتوں کی جماعت کس بارے میں جھگڑ رہی ہے؟ (اور ''ملاء'' قوم کے اکابر واشراف کو کہتے ہیں) حضور نے فرمایا: میں نے (پروردگار کے اس سوال کے جواب میں) عرض کیا تو بہتر جانتا ہے۔ حضور نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت وانعام میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا تو میں نے اس کے دستِ پاک کی ٹھنڈک اپنے دونوں پستانوں کے درمیان محسوس کی (یہ قلب شریف تک فیض کا اثر پہنچنے اور یقین کی ٹھنڈک کا احساس ہونے سے کنایہ ہے) آپ نے فرمایا: تو میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (اس سے تمام جزوی وکلی علوم کا حصول اوران کا احاطہ کرنا مراد ہے) اور حضور نے اس حال کے مناسب یہ آیت تلاوت فرمائی "كذلك نري إبراهيم ملكوت السمٰوات والأرض وليكون من الموقنين" اور اسی طرح ہم ابراہیم خلیل علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی ساری بادشاہی دکھاتے ہیں اور اس لیے کہ ابراہیم علیہ السلام (اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور توحید کا) یقین کرنے والوں میں سے ہوجائیں۔

اہلِ تحقیق نے بیان کیا کہ ان دونوں روایتوں میں فرق ہے کہ حضرت خلیل علیہ السلام نے آسمان وزمین کی بادشاہی دیکھی اور حبیبِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آسمان وزمین کی تمام چیزوں اوران کی ذوات وصفات، ظاہر وباطن سب کو دیکھا۔

ہر چہ در زمین بود، عبارت ست از حصول تمامۂ علوم جزوی وکلی و احاطۂ آں (وتلا) وخواند آں حضرت مناسب ایں حال............ایں آیت را(وکذٰلك نري إبراهيم ملكوت السمٰوات والأرض) وہم چنیں نمودیم ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام را ملک عظیم تمامہ آسمان ہا راوز مین را(وليكون من الموقنين) وتا آں کہ گردد ابراہیم (علیہ السلام) از یقین کنندگان بہ وجود ذات وصفات وتوحید۔ واہل تحقیق گفتہ اند کہ تفاوت ست درمیان ایں دو روایت زیر کہ خلیل علیہ السلام ملک آسمان وزمین رادید وحبیب (ﷺ) ہر چہ در آسمان وزمین بود حالے از ذوات وصفات وظواہر وبواطن ہمہ را دید[1]۔ بلفظہ

(۱۲) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شیخ علیہ الرحمہ، جلد اول، ص:۳۶۶، سطر:۱۱۔

ایک طویل حدیث حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہے جو اسی حدیث مندرجہ بالا کے مطابق ہے۔ اس میں حدیث شریف کا خاص جملہ یہ ہے:(فتجلیٰ لي كل شيئ و عرفت)[2] پس ظاہر شد وروشن شد مرا ہر چیز از علوم و شناختم ہمہ را۔[3]

اس حدیث شریف سے واضح طور پر ظاہر ہے کہ آں حضرت ﷺ کو ذرہ ذرہ کا علم حاصل ہے، کوئی بھی چیز ان سے پوشیدہ نہیں اور سب کو پہچانتے ہیں۔ (وہابیہ کے لیے ماتم)

(۱۳) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ایضاً، جلد چہارم، ص:۵۹۹، باب معجزات فصل ثانی (شہادتِ گرگ):

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: قَالَ: جَاءَ ذِئْبٌ إِلَى رَاعِي غَنَمٍ فَأَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاعِي حَتَّى انْتَزَعَهَا مِنْهُ، قَالَ: فَصَعِدَ الذِّئْبُ عَلَى تَلٍّ فَأَقْعَى وَاسْتَثْفَرَ وَقَالَ قَدْ عَمَدْتُ إِلَى رِزْقٍ رَزَقَنِيهِ اللهُ أخذتهُ ثم انْتَزَعْتَهُ مِنِّي، فَقَالَ الرَّجُلُ : تاللهِ إِنْ رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ ذِئْبٌ يَتَكَلَّمُ، فقَالَ الذِّئْبُ، أَعْجَبُ مِنْ هَذَا رَجُلٌ فِي النَّخَلاَتِ بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ[4] يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضَى وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ. قال: فَكَانَ الرَّجُلُ يَهُودِيًّا فَجَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فأخبره و أسلم فَصَدَّقَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بھیڑیا ایک بکریوں کے چرواہے کے پاس آیا اور اس نے ایک بکری کو پکڑ لیا، اور چرواہے نے اس کا پیچھا کیا، یہاں تک کہ بکری کو بھیڑیے سے چھڑا لیا، پس بھیڑیا ایک ٹیلہ پر چڑھ گیا اور بیٹھ گیا، اور اپنی دم کو چوتڑوں میں کر لیا اور بولا کہ میں نے قصد کیا اس روزی کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے مجھے

---

[1] اشعة اللمعات، ج:۱، كتاب الصلوٰة، باب المساجد و مواضع الصلوٰة، فصل:۲، ص:۳۳۳، مطبع تيج كمار، لكهنؤ.
[2] ترجمہ: تمام علوم مجھ پر روشن ہو گئے اور میں نے سب کو جان پہچان لیا۔
[3] اشعة اللمعات، ج:۱، كتاب الصلوٰة، باب المساجد و مواضع الصلوٰة، فصل:۳، ص:۳۴۳، تيج كمار، لكهنؤ.
[4] حرتین: حرۃ کے معنیٰ پتھریلی زمین اور حرتین صیغہ تثنیہ ہے۔ ۱۲ منہ

روزی دی اور میں نے اس کو لے لیا، تو نے (اے چرواہے) وہ روزی مجھ سے چھین لی۔ چرواہے نے بھیڑیے سے یہ بات سن کر نہایت تعجب سے کہا کہ قسم خدا کی کہ نہیں دیکھا میں نے آج تک کسی بھیڑیے کو جو گفتگو کرتا ہو۔ تب بھیڑیے نے کہا کہ اس سے تعجب انگیز وہ بات ہے جو ایک شخص (محمد ﷺ) نخلستان مکہ و مدینہ میں رہتا ہے وہ خبر دیتا ہے جو کچھ گزر چکا ہے اور جو کچھ تمھارے بعد ہونے والا ہے۔ (فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے) وہ چرواہا یہودی تھا، پس آیا وہ نبی ﷺ کے پاس اور اس واقعہ کی خبر عرض کی اور مسلمان ہو گیا اور رسولِ خدا ﷺ نے اس کی تصدیق کی۔ (اس کا ذکر حیات الحیوان میں بھی ہے)۔

(۱۴) مواہب اللدنیہ، جلد دوم، ص: ۱۹۳، سطر: ۱۲، مصری:

جلس النبي صلى الله عليه وسلم على المنبر، فكشف له حتى نظر إلى معركتهم فقال: أخذ الراية زيد بن حارث حتىٰ استشهد، فصلى عليه، ثم قال: استغفروا له، ثم أخذ الراية جعفر بن أبي طالب حتىٰ استشهد، فصلى عليه، ثم قال: استغفروا لأخيكم جعفر، ثم أخذ الراية عبد الله بن رواحة فاستشهد فصلى عليه، ثم قال: استغفروا لأخيكم. فأخبر أصحابه بقتلهم في الساعة التي قتلوا فيها - موتة دون دمشق بأرض البلقاء. بلفظه

ترجمہ: یعنی آں حضرت ﷺ ایک روز منبر پر تشریف فرما ہوئے، تو جنگ کا موقعہ حضور کی آنکھوں کے سامنے ظاہر ہو گیا، فرمایا کہ اب زید بن حارث نے علم اٹھایا ہے، یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے، پس دعاے رحمت فرمائی ان کے لیے۔ پھر فرمایا: دعاے استغفار کرو اس کے لیے۔ پھر فرمایا کہ علم اٹھایا اب جعفر بن ابی طالب نے یہاں تک کہ وہ شہید ہوئے، پھر دعاے رحمت فرمائی ان پر، پھر فرمایا: دعا مانگو اپنے بھائی جعفر کے لیے۔ پھر فرمایا کہ اب علم اٹھایا عبداللہ بن رواحہ نے وہ بھی شہید ہو گیا۔ پس دعاے رحمت فرمائی اس پر اور فرمایا کہ دعا مانگو اپنے بھائی کے لیے۔ پس خبر دی اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اسی گھڑی میں جب کہ وہ شہید ہوئے۔ یہ واقعۂ جنگ وشہادت کا مقام موتہ جو دمشق کے پاس زمین بلقا میں ہوا (جو مدینہ منورہ سے دور فاصلہ پر ہے) اور آں حضرت ﷺ مدینہ منورہ میں ملاحظہ اپنی چشمِ مبارک سے فرما رہے تھے، اور صحابہ سے ان کا حال بیان فرما رہے تھے۔

(۱۵) مواہب اللدنیہ، جلد دوم، ص: ۱۹۳، سطر: ۱۱ مصری:

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله قد رفع لي الدنيا، فأنا أنظر إليها وإلى ما هو كائن فيها إلى يوم القيامة، كأنما أنظر إلى كفي هذه. بلفظه.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسولِ خدا ﷺ نے: تحقیق اٹھائی گئی میرے لیے تمام دنیا کہ میں اس کو دیکھ رہا ہوں اور جو کچھ قیامت تک اس میں ہونے والا ہے اس کو دیکھ رہا ہوں، ایسا جیسے یہ میرے ہاتھ کی ہتھیلی ہے۔

(۱۶) مواہب اللدنیہ، جلد دوم، ص: ۱۹۳، سطر: ۱۱ مصری:

عن حذيفة قال قام فينا: الحديث.

یہ وہی حدیث شریف ہے جو صحیح مسلم کے صفحہ ۳۹۰، سطر ۱۸ میں ہے جو پیچھے درج کی گئی ہے۔

(۱۷) شرح سفر السعادۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ص: ۲۲۷۔

بالجملہ نوبتے استسقامی کرد ابولبابہ بن عبداللہ کہ یکے از مشاہیر صحابہ بوداھ۔ برخاست وگفت یا رسول اللہ! خرما در مربد است اھ۔ در آب باراں خراب خواہد شد برغم ابی لبابہ فرمود: اللّٰهُمَّ اسقنا حتى يقوم أبو لبابة عريانا فيسد ثعلب[1] مربده[2] بإزاره فأمطرت فاجتمعوا إلى أبي لبابة ، فقالوا : إنها لن تقلع حتى تقوم عريانا ، فتسد مربدك بإزارك. كما قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ، ففعل ، فاستهلت السماء.اھ

یعنی اے اللہ! ہم پر پانی برسا یہاں تک کہ ابولبابہ ننگا کھڑا ہو اور اپنے مربد کے راستہ کو اپنے ازار سے بند کرے، پس مینہ برسا۔ لوگ ابولبابہ کے پاس جمع ہوئے اور کہا جب تک تم مطابق فرمانِ حضرت ﷺ کے ننگے کھڑے ہو کر اپنے ازار سے مربد کو بند نہ کرو گے تب تک بارش بند نہ ہوگی۔ ابولبابہ نے ویسا ہی کیا، آسمان صاف ہو گیا۔

(۱۸) مدارج النبوۃ، شیخ عبدالحق علیہ الرحمہ محدث دہلوی، ص: ۱۷۵، جلد اول:

[3] از بعضے صلحا از اہل فضل شنیدہ شدہ کہ بعضے از عرفا کتابے نوشتہ و اثبات کردہ کہ آں حضرت را تمامہ علومِ الٰہی معلوم ساختہ بودند۔ انتہٰی۔

(معلوم ہوتا ہے کہ شیخ علیہ الرحمہ نے جس کتاب کی تصنیف کا ذکر فرمایا، وہ غالباً یہ کتاب ہے جس کا نام "المدلول بالمنقول في بيان شمول علم الرسول" ہے جو حضرت شیخ ابواسحاق شیرازی علیہ الرحمہ کی ہے جس کی عبارت ذیل میں درج کی جاتی ہے جو دوسری کتاب فوائد النفیسہ کے نام سے ہے، اس میں درج ہے۔)

(۱۹) فوائد نفیسہ، حضرت شیخ ابواسحاق علیہ الرحمہ:

و كل واحد من قوله تعالىٰ: «**وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ**» و قوله «**مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ**» فيطلعه على الغيب، والغيب اسم الجنس فهو يفيد العموم، كما تقرر في أصول الفقه و حينئذٍ يكون معناه فيطلعه على جميع الغيوب. و قوله صلى الله عليه وسلم: علمت ما كان وما سيكون. في ما رواه البخاري. و قوله صلى الله عليه وسلم فيما رواه أحمد

---

[1] ثعلب: بارش کے پانی نکلنے کی جگہ۔ منہ [2] مربد: وہ جگہ جہاں اونٹ بٹھائے جاتے ہیں یا خرما خشک کی جاتی ہیں۔ منہ

[3] ترجمہ: بعض نیک سیرت صاحب فضل سے سنا گیا کہ ایک عارف نے ایک کتاب لکھی ہے اور ثابت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو تمام علومِ الٰہی معلوم تھے۔

والترمذي و صححه البخاري.

خلاصہ یہ کہ جہاں کہیں رب العزت جل جلالہ نے «وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ» اور «مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ» الآیہ، فرمایا ہے اس سے تمام جنس مراد ہے، اور غیب اسم جنس ہے وہ عموم کا فائدہ دیتا ہے، جیسا کہ اصول فقہ والوں نے مقرر کیا ہے، تو یہ معنیٰ ہوں گے کہ اللہ پاک آگاہ فرماتا ہے تمام غیبوں پر، اور فرمانا رسول اللہ ﷺ کا کہ "علمت ما كان وما سيكون" کہ جان لیا میں نے جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ ہوگا۔ جیسے کہ بخاری نے روایت کیا ہے۔

اور فرمانا رسول اللہ ﷺ کا جیسا کہ احمد اور ترمذی نے روایت کی ہے اور بخاری نے اس کو صحیح کہا ہے:

إِنِّي قُمْتُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَوَضَّأْتُ وَصَلَّيْتُ مَا شاء الله فَنَعَسْتُ فِي صَلاَتِي حَتَّى فاسْتَثْقَلْتُ فَإِذَا أَنَا بِرَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى فقال: يا محمد فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلأُ الأَعْلَى قُلْتُ: لاَ أَدْرِي. قَالَهَا ثَلاَثًا، قُلتُ: لا أدري، فَرَأَيْتُهُ وَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَ أَنَامِلِهِ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَتَجَلَّى لِي كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ.

خاص من حيث شخص النبي صلى الله عليه وسلم، عام من حيث المعلوم، فإن المعلوم في الآية الأولىٰ جميع المعلومات، و في الآية الثانية جميع الغيوب، و في الحديث الأول جميع الموجودات والمعدومات، و في الحديث الثاني جميع الأشياء. أي جميع المعلومات و كل واحد من هذه المعلومات الأربعة أعم من الغيوب الخمسة وغيرها. ونحن بعون الله و حسن توفيقه و تائيده أثبتنا بسبعة دلائل تعلق علمه صلى الله عليه وسلم بجميع المعلومات فضلا عن هٰذه الغيوب الخمسة في كتابنا، "المدلول بالمنقول والمعقول في بيان شمول علم الرسول" و هو كتاب صنفنا في هذا الشان. انتهٰى.

(آں حضرت ﷺ نے) فرمایا: تحقیق ایک رات کو میں اٹھا اور وضو کیا اور نماز پڑھی، جب تک اللہ پاک نے چاہا، پس اونگھ گیا میں اپنی نماز میں پس بوجھل ہو گیا پس یکا یک گویا میں نے اپنے پروردگار کو دیکھا، پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے، یا محمد! (ﷺ) کس بات میں ملاءِ اعلیٰ کے فرشتے جھگڑا کرتے ہیں؟ میں نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ ایسا اللہ تعالیٰ نے تین بار فرمایا میں نے یہی کہا کہ میں نہیں جانتا، پس دیکھا میں نے کہ رکھا ہاتھ قدرت کا اپنا میرے دونوں مونڈھوں کے درمیان، یہاں تک کہ پایا میں نے ٹھنڈک اس کی انگلیوں کی، درمیان اپنی چھاتی کے، پس روشن ہوئیں میرے لیے کل چیزیں اور جانا میں نے ان کو۔

یہ خاص ہے اس حیثیت سے کہ اس میں خاص کیے گئے ہیں نبی ﷺ اور عام ہے بحیثیت معلومات کے، پس تحقیق معلوم ہوا کہ پہلی آیت جامع ہے معلومات کے لیے اور دوسری آیت غیوبات کے لیے۔ اور پہلی حدیث میں تمام موجودات اور معدومات اور دوسری حدیث میں تمام اشیا یعنی تمام معلومات اور ہر ایک ان چاروں معلومات سے زیادہ عام ہے پانچ غیبوں سے اور ان کے غیر کو۔ اور ہم نے اللہ تعالیٰ کی مدد اور اچھی توفیق و تائید سے ثابت کیا دلیلوں کے ساتھ اپنی

کتاب "المدلول بالمنقول والمعقول في بيان شمول علم الرسول" میں کہ سرورِ عالم ﷺ کی معلومات میں ان پانچ غیبوں سے کوئی علم غیب باقی نہیں رہا، اور تمام غیبوں کو شامل ہے اور وہ کتاب ہم نے اس ہی بحث میں تصنیف کی ہے۔ بلفظہ (کتاب منیر الدین مؤلفہ مولانا محمد بشیر الدین صاحب مطبوعہ مصطفائی اسٹیم پریس نل بازار، بمبئی نمبر ۹، ۱۳۳۴ھ)

(۲۰) عینی شرح صحیح بخاری، جلد رابع، ص: ۲۲۱۔

عن ابن عباس رضي الله عنه: قال: خطب رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة، فقال: اخرج يا فلان، فإنك منافق واخرج يا فلان فإنك منافق فأخرج من المسجد ناساً منهم فضحهم. الحديث.[۱] بلفظه.

یعنی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ آں حضرت ﷺ نے جمعہ کے روز خطبہ میں فرمایا کہ اے فلاں نکل جا یہاں سے تو واقعی منافق ہے۔ اے فلاں نکل جا یہاں سے کہ تو واقعی منافق ہے۔ پس نکال دیے بہت آدمی اور ان کی فضیحت ہوئی یعنی ان کی رسوائی ہوئی۔

(۲۱) شرح شفا حضرت ملا علی قاری، جلد اول، ص: ۲۴۱

قال ابن عباس رضي الله عنه: كان المنافقون من الرجال ثلث مائة و من النساء مائة و سبعين . بلفظه.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے (بموجب ارشاد حضور ﷺ) بتلایا: منافق مرد تین سو تھے اور عورتیں منافقات ایک سو ستر تھیں۔

یہاں یہ بات بھی صاف ہوگئی جیسا کہ منافق کہتے تھے کہ ہم حضرت کے پاس رہتے ہیں لیکن ہم کو نہیں پہچانتے اور غیب کی باتیں بتلاتے ہیں، مگر بموجب حکم اللہ تعالیٰ منافقوں کو مسلمانوں سے جدا کر کے رکھ دیا اور تعداد بھی بتلا دی۔ وہ حکم اللہ تعالیٰ کا «مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الآیہ» میں ہے جو فصل دوم میں لکھا جا چکا ہے۔

(۲۳) مجموعۂ فتاویٰ مولوی عبدالحی مرحوم لکھنوی، جلد دوم، ص: ۹۷، سطر: ۲۔

سوائے اس کے ہزارہا دلائل حضور کے تولد شریف کے باب میں موجود ہیں۔ چناں چہ جواب سوال عباس عم رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، یعنی حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! چاند آپ کے ساتھ کیا معاملہ کرتا تھا اور آپ ان دنوں میں چہل روزہ تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مادرِ مشفقہ نے ہاتھ میرا مضبوط باندھ دیا تھا، اس کی اذیت سے مجھے رونا آتا تھا اور چاند منع کرتا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ ان دنوں میں چہل روزہ تھے، یہ حال کیوں کر معلوم ہوا؟ فرمایا کہ لوحِ محفوظ پر قلم چلتا تھا اور میں سنتا تھا، حالاں کہ شکمِ مادر میں تھا، اور فرشتے عرش کے نیچے پروردگار کی تسبیح کرتے تھے، اور میں ان کی آواز سنتا تھا، حالاں کہ میں شکمِ مادر میں تھا۔ بلفظہ۔

---

[۱] عمدة القاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی عذاب القبر، ج: ٦، ص: ٢٧٤. دار الفكر، بيروت

اس سے ظاہر ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کو ابتداے خلق سے علم غیب حاصل ہے، لوحِ محفوظ ان کے روبرو لکھی گئی، شکمِ مادر میں ہی علمِ غیب حاصل تھا۔

فصل پنجم: کتب سیر وغیرہ سے علمِ غیب کا ثبوت

(۱) مناہج النبوۃ ترجمہ اردو مدارج النبوۃ، شیخ عبدالحق علیہ الرحمہ محدث دہلوی، جلد اول، ص: ۱۲۔

یعنی چھ طرفیں جن کو فوق، تحت، یمین، شمال، قبل، بعد کہتے ہیں، اُن طرفوں کو حضرت کے حضور ایک جہت کے مانند گردانا ہے۔(قطعہ)

اے برگزیدۂ حق! عالی ہے تیرا پایا — خالق نے شش جہت کو تیرے لیے بنایا
تیرا مقامِ والا، ہے شش جہت سے اعلیٰ — سوے نشیب و بالا چاروں طرف کو سایا
پیشِ نظر ہے تجھ کو افضال ایزدی سے — تو ہے محیط سب پر یا اشرف البرایا!

دیکھیے! آں حضرت ﷺ آگے، پیچھے، نیچے، اوپر، دائیں، بائیں چھ اطراف کو یکساں دیکھتے تھے۔ گویا حضور سرور عالم ﷺ خدا کے فضل سے تمام اطراف پر محیط ہیں اور سب کچھ ان کی نظر کے سامنے ہے۔

(۲) مناہج النبوۃ ترجمہ اردو مدارج النبوۃ، جلد اول، ص: ۱۲۔

ایک بار ناقہ، سرورِ عالم کا گم ہوا تھا۔ بعضے منافقوں نے کہا کہ محمد (ﷺ) آسمان کی خبر دیتا ہے اور نہیں پا سکتا ہے ناقہ اس کا کہاں ہے۔ جب یہ بات منافقوں کی حضرت کو پہنچی، فرمایا: میں نہیں جانتا اور نہیں پاتا مگر وہ جو کچھ بتلا دے اور معلوم کرا دے مجھے پروردگار میرا، اور پے در پے یہی فرمایا ہے۔ یعنی اُس وقت کہ بہ تحقیق راہ نمائی کی مجھے میرے پروردگار نے اوپر اس ناقے کے کہ وہ ایک ایسی اور ویسی جگہ میں ہے، اٹکی ہے مہار اس کی ایک درخت میں، پس گئے لوگ وہاں اور پایا اسے اسی طرح جس طرح خبر دی تھی حضرت نے الخ۔ بلفظہ۔

(۳) مناہج النبوۃ ترجمہ اردو مدارج النبوۃ، جلد اول، ص: ۱۷۔

نہ مکتب میں گیا وہ سرو آزاد — معلم کی رہا منت سے آزاد
زہے علم و زہے عقل و زہے فر — تعالیٰ شانہٗ اللہ اکبر
و اُمی عالمِ علمِ لدُنی — بمعنیٰ عالم و ظاہر میں اُمی
ہے علّام الغیوب اُس کا معلّم — وہ آپ عالم کے عالم کا معلم

بلفظہ

(۴) تفسیر حسینی، سورۂ جمعہ، زیر آیت «هُوَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا» الآیہ،[۱] ابیات:

(۱)	فیضِ[۲] ام الکتاب پرورش	لقب امی خدا ازاں کردش
(۲)	لوح تعلیم ناگرفتہ ببر	ہمہ زا سرارِ لوح دادہ خبر
(۳)	برخط اوست انس وجاں راسر	گرنہ خواندہست خط ازاں چہ خطر

بلفظہ

(۵) مناہج النبوۃ ترجمہ اردو مدارج النبوۃ، جلد اول، ص: ۲۷۔

جو[۳] کوئی مطالعہ کرے اُس جناب کے احوال شریف کے تئیں، ابتدا سے انتہا تک اور دیکھے کہ کیسی تعلیم فرمائی ہے حضرتِ حق نے اُس کی، اور کیا اضافہ فرمایا ہے او پر اس سرور کے ما کان اور ما یکون کے علوم اور اسرار کے تئیں۔ یعنی جو علوم اور اسرار کہ کائن اور موجود ہیں، اور جو بعد ہوں گے، تو بضرورت حاصل ہوا سے، یعنی اسی دیکھنے والے کو علم نبوت اس سرور کا بے شک وشبہہ قولہ تعالیٰ «وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيْماً» بلفظہ

(۶) مناہج النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ، جلد اول، ص: ۳۴۲، سطر: ۱۳ (احادیث معراجیہ):

فرمایا حضرت ﷺ نے کہ پوچھا کچھ میرے پروردگار نے مجھ سے، پس میں جواب نہ دے سکا، پس رکھا اپنے دستِ قدرت کے تئیں، میرے دونوں شانوں کے درمیان بدون تکیف اور تحدید کے معنی کسی چیز کی آشکار کرنا، پس پایا میں نے اس کے برد کے تئیں یعنی دستِ قدرت کی خنکی کے تئیں اپنے سینے کے درمیان اور عطا فرمایا مجھے پروردگار نے علم اولین اور آخرین کا اور تعلیم کیا یعنی سکھایا طرح طرح کے علم کے تئیں۔ ایک علم ایسا تھا کہ عہد لیا مجھ سے میرے پروردگار نے اس کے پوشیدہ رکھنے کا کہ کسی سے نہ کہوں اور کوئی اس کے تئیں اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا سوا میرے۔ اور دوسرا ایک علم تھا کہ مختار گردانا اس کے اظہار اور کتمان کے درمیان۔ اور ایک علم ایسا تھا کہ امر کیا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اس کے پہنچانے پر طرف خاص اور عام کے، میری امت کے۔ بلفظہ۔

(۷) ایضًا، جلد اول، ص: ۳۴۳، سطر ۱۸۔

اور اٹھایا گیا میں یہاں تک کہ پہنچا میں عرش کو، پس دیکھا میں نے ایک ایسے امر عظیم کے تئیں، جس کے وصف نہ ادا

---

[۱] تفسیر حسینی، ج: ۲، ص: ۷۴۲، مطبع احمدی، کان پور

[۲] ترجمہ: (۱)- ام الکتاب (قرآن یا لوحِ محفوظ) کے فیض نے آپ کی پرورش کی، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کا لقب امی رکھا۔
(۲)- استاد سے تعلیم حاصل کیے بغیر لوحِ محفوظ کے تمام اسرار کی خبر دی۔
(۳)- انسان اور جن آپ کے حکم کے فرماں بردار ہیں۔ اگر آپ نے کوئی نوشتہ نہ پڑھا تو اس کا کیا غم ہے۔

[۳] تسہیل: جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال شریف کا شروع سے اخیر تک مطالعہ کرے گا اور دیکھے گا کہ پروردگارِ عالم نے آپ کو کتنا علم عطا فرمایا ہے اور آپ پر اس کا کتنا فیضان ہے اور ما کان و ما یکون یعنی گذشتہ و آئندہ کے علوم و اسرار بدیہی طور پر کس طرح آپ کو حاصل ہیں تو یقیناً وہ علمِ نبوت کو جان لے گا۔

کرسکیں زبانیں، پس نزدیک ہوا مجھ سے ایک قطرہ عرش سے اور پڑا میری زبان پر، پس چکھا میں نے ایسی چیز کو کہ نہیں چکھا کسی چکھنے والے نے ہرگز کسی چیز کو شیریں تر اس سے، اور حاصل ہوئی مجھے خبر اولین اور آخرین کی، اور روشن گردانا میرے دل کو، اور ڈھانپا عرش کے نور نے میرے بصر کے تئیں، پس دیکھا میں نے تمام چیزوں کے تئیں اپنے دل سے اور دیکھا میں نے اپنے پیچھے سے جس طرح دیکھتا ہوں اپنے آگے سے۔ بلفظہ۔

(۸) مناہج النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ، جلد اول، ص:۳۴۶، سطر:۵۔

اور فرمایا «فَأَوْحَىٰٓ إِلَىٰ عَبْدِهِۦ مَآ أَوْحَىٰ» یعنی پس وحی کیا پروردگار نے طرف اپنے عبد (بندے) کے جو کچھ وحی کیا بطریق الہام۔ یعنی وحی کیا سو کیا خدا جانتا ہے اسے اور اس کا رسول، دوسرا کیا پا سکتا ہے۔ تمام علوم اور حقائق اور بشارات اور اشارات اور اخبار اور آثار اور کرامات اور کمالات اس ابہام کے احاطے میں داخل ہیں، اور تمام کو یہ شامل ہے۔ اور کثرت اور عظمت سے اس کے ہے جو مبہم لایا اور بیان نہ کیا ان اشارات کے تئیں اوپر اس بات کے کہ سوا علّام الغیوب کے اور رسول محبوب کے کوئی اس پر احاطہ کرنے والا نہیں ہوسکتا۔ الخ بلفظہ۔

(۹) ایضًا، جلد اول، ص:۳۷۷، سطر:۱۲، وصل:

یہ بھی سرورِ عالم ﷺ کے معجزوں سے ہے کہ آپ غیب کا حال جانتے تھے اور وہ چیزیں جو آئندہ ہونے والی ہیں، ان کی خبر دیتے تھے۔ آگاہ ہو کہ علم، غیب کا خاص اللہ تعالیٰ کو ہے اور غیب کی خبریں جو زبانِ مبارک سے رسولِ خدا ﷺ کی اور زبان سے بعضے ولیوں کی ظاہر ہوئیں، سو وحی یا الہام سے۔ چناں چہ آں سرور ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم میں نہیں جانتا ہوں مگر اس چیز کو کہ میرے پروردگار نے مجھ کو سکھایا۔ آگاہ ہو کہ یہ بات یعنی حضرت نے جو غیب کی خبریں دی ہیں مانند دریائے بے انتہا کے ہے۔ بلفظہٖ

(۱۰) نفحات الانس، حضرت مولانا جامی علیہ الرحمہ، ص:۲۴۹

(حضرت[۱] خواجہ بہاء الدین نقش بندی علیہ الرحمہ نقل فرماتے ہیں) می فرمودند کہ حضرت عزیزان علیہ الرحمۃ والرضوان می گفتہ اند کہ زمین درنظر ایں طائفہ چوں سفرہ ایست، و ما می گوئیم چوں روے ناخنے است۔ ہیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست۔[۲] بلفظہٖ (از سیف المسلول، ص:۲۱)

(۱۱) مصباح الہدایۃ ترجمہ عوارف حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ، ص:۱۶۵، فصل سوم در آداب حضرت رسالت (ﷺ):

---

[۱] ترجمہ: حضرت عزیزان علیہ الرحمۃ والرضوان فرمایا کرتے تھے کہ روے زمین اس جماعت (مردانِ خدا) کی نگاہ میں دسترخوان کی طرح ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ سطحِ ناخن کی طرح ہے کہ کوئی بھی چیز ان حضرات کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں۔

[۲] نفحات الانس من حضرات القدس، ص:۳۹۲، مطبوعہ ایران.

پس[1] باید کہ بندہ ہم چناں کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ پیوستہ بر جمیع احوال خود ظاہراً و باطناً واقف و مطلع بیند رسول ﷺ را نیز ظاہر و باطن خود مطلع و حاضر داند، تا مطالعہ صورت تعظیم و وقار او ہموارہ بر محافظت آداب حضرتش دلیل بود، واز مخالفت اوسرًّا و اعلاناً شرم دارد، و ہیچ دقیقہ از دقائق آداب صحبت او فرو نہ گزارد و معظم آداب آنست کہ در خاطر خود مجال نہ دہد، کہ ہیچ آفریدہ را آں کمال منزلت و علو مرتبت کہ او را بود ممکن باشد الخ بلفظہ۔

لیجیے مفتی جی! لائیے اپنا فتویٰ کفر وشرک کا، اور رکھ دیجیے زیرِ پاے بزرگاں۔

(۱۲) قصیدہ بردہ حضرت شرف الدین بن محمد بوصیری علیہ الرحمہ:

فإن من جودك الدنيا و ضرتها و من علومك علم اللوح والقلم

یعنی پس تحقیق دنیا وآخرت آپ کے بحرِ عطا سے ایک قطرہ کے برابر ہے اور لوح وقلم کا علم آپ کے علموں میں سے ایک شمہ ہے۔

توضیح: لوح وہ تختۂ قدرت ہے جس پر ما کان و ما سیکون کا علم سب کچھ لکھا ہوا موجود ہے، وہ حضور سرورِ عالم ﷺ کے علموں کا ایک ذرہ ہے، کیوں کہ لوحِ محفوظ تو ادنیٰ خادمانِ اولیاے کرام آں حضرت ﷺ کے ہر وقت پیشِ نظر رہتی ہے، جیسے مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

لوحِ[2] محفوظ است پیشِ اولیا از چہ محفوظ است محفوظ از خطا

(۱۳) مثنوی شریف، حضرت مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمہ، دفتر اول، ص: ۶۷، بمبئی:

حضرت مولانا نے بوجہل لعین کا قصہ نقل فرمایا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ کی مٹھی بند کر کے اس میں سنگ ریزے لایا اور آں حضرت ﷺ کے روبرو کھڑا ہو کر پوچھنے لگا، کہ بتا اے محمد (ﷺ) میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ آسمانوں کی خبر تو دیتے ہو لیکن بتاؤ میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ اس پر حضور فرماتے ہیں، جس کو مولانا علیہ الرحمہ نے اس طرح لکھا ہے ؎

---

[1] ترجمہ: لہٰذا بندہ کو یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ جس طرح حق سبحانہ تعالیٰ اس کے تمام ظاہری و باطنی حالات سے واقف وخبردار ہے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے ظاہر و باطن کی خبر رکھتے ہیں، تاکہ ان کے وقار و تعظیم کی صورت کا نگاہ میں رکھنا ان کی بارگاہ کے آداب کی نگہ داشت پر رہنما ہو اور وہ ظاہر و باطن میں آپ کی مخالفت سے شرم محسوس کرے اور ان کے آدابِ صحبت سے کوئی دقیقہ ترک نہ ہونے دے۔ اور سب سے بڑا ادب یہ ہے کہ اپنے دل میں ہرگز یہ خیال نہ لائے کہ حضور کو جو کمال، عزت اور رتبہ کی بلندی حاصل ہے کسی اور مخلوق کو بھی مل سکتی ہے۔

[2] ترجمہ: لوحِ محفوظ اولیاے کرام کے پیشِ نظر ہے۔ اس کی ہر چیز خطا سے محفوظ ہے۔

(۱)	سنگ[۱] ہا اندر کفِ بوجہل بود	گفت اے احمد بگوایں چیست زود
(۲)	گر رسولی چیست در دستم نہاں	چوں خبرداریِ رازِ آسماں
(۳)	گفت چوں خواہی بگویم کاں چہاست	یا بگویند آں کہ ماحقیم وراست
(۴)	گفت بوجہل ایں دوئم نادر ترست	گفت آرے حق ازاں قادر ترست
(۵)	گفت شش پارہ حجر در دست تست	بشنو از ہر یک تو تسبیحے درست
(۶)	از میانِ مُشت او ہر پارہ سنگ	در شہادت گفتن آمد بے درنگ
(۷)	لا الٰہ گفت و الا اللہ گفت	گوہرِ احمد رسول اللہ سُفت
(۸)	چوں شنید از سنگ ہا بوجہل ایں	زد زخشم آں سنگ ہارا برزمیں
(۹)	گفت نہ بود مثلِ تو ساحر دگر	ساحراں را سرتوئی و تاج سر
(۱۰)	خاک برفرقش کہ بُد کورِ لعیں	چشمِ او ابلیس آمد خاک بیں
(۱۱)	معجزہ او دید شد بدبخت رفت	سوے کفر وزندقہ سرتیز رفت

دیکھیے! آں حضرت ﷺ نے غیب کی بات کیسے زور سے فرمائی۔ اس سے بھی بڑھ کر آں حضرت ﷺ کے ادنیٰ خادم کیسی غیبی پیشین گوئی فرماتے ہیں، اس کو بھی حضرت مولانا علیہ الرحمہ اس طرح فرماتے ہیں۔

(۱۴) مثنوی شریف، حضرت مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمہ، دفتر چہارم، ص: ۵۲، ۵۳، بمبئی:

اس میں حضرت مولانا علیہ الرحمہ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ کی ایک پیشین گوئی جو حضرت ابوالحسن خرقانی علیہ

---

[۱] ترجمہ (۱)-ابوجہل کے ہاتھ میں چند کنکر تھے، تو اس نے کہا کہ اے احمد! جلدی بتا کہ یہ کیا ہے؟
(۲)-اگر تو نبی اور آسمانی راز سے آگاہ ہے تو بتا کہ میرے ہاتھ میں کیا چھپا ہے؟
(۳)-آپ نے فرمایا، کیا تو یہ چاہتا ہے کہ میں بتاؤں کہ وہ کیا ہے؟ یا وہ خود بتا دیں کہ میں حق اور راہِ راست پر ہوں۔
(۴)-بوجہل نے کہا: دوسری بات ناممکن ہے، آپ نے فرمایا: حق تعالیٰ اس بات پر قادر ہے۔
(۵)-آپ نے فرمایا کہ تیرے ہاتھ میں چھ سنگ ریزے ہیں، اب تو ہر ایک سے صحیح صحیح تسبیح سن!
(۶)-اس کی مٹھی کا ہر ایک کنکر فوراً کلمۂ شہادت پڑھنے لگا۔
(۷)-لا الٰہ الا اللہ پڑھا اور محمد رسول اللہ کے موتی کو اسی لڑی میں پرو دیا۔
(۸) ابوجہل نے جب کنکروں سے یہ کلمہ سنا تو مارے غصہ کے انھیں زمین پر پھینک دیا۔
(۹)-کہا: تجھ سا کوئی دوسرا جادوگر نہیں ہے، یقیناً تو جادوگروں کا سردار اور تاج دار ہے۔
(۱۰)-اس کا سر خاک آلود ہو کہ وہ ملعون اندھا تھا کہ اس کی آنکھ ابلیس کی طرح صرف خاک کا پتلا دیکھ رہی تھی (جس طرح ابلیس حضرت آدم علیہ السلام کو صرف خاک کا پتلا سمجھا اسی طرح ابوجہل نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف بشر سمجھا۔)
(۱۱)-اس بدبخت نے جب یہ معجزہ دیکھا تو کفر و الحاد کی جانب سرپٹ بھاگا۔

الرحمہ کی پیدائش کی نسبت ہے فرماتے ہیں جو علمِ غیب کو کیسے ظاہر کیا ہے ؎

(۱) ایں[1] طبیبانِ بدن دانشورند — بر سقامِ تو زتو واقف ترا ند

(۲) تاز قارورہ ہمی بینند حال — کہ ندانی تو ازاں رو اعتدال

(۳) ہم زنبض و ہم زرنگ و ہم زدم — بو برند از تو بہرگونہ سقم

(۴) پس طبیبانِ الٰہی در جہاں — چوں ندانند از تو بے گفتِ دہاں

(۵) کاملاں از دور نامت بشنوند — تا بہ قعرِ تار و پودت در روند

(۶) حال تو دانند یک یک مو بہ مو — زاں کہ پر ہستند از اسرار ہو

(۷) بلکہ پیش از زادنِ تو سالہا — دیدہ باشندت بچندیں حالہا

(۸) آں شنیدی داستانِ بایزید — کہ زحالِ بوالحسن پیشیں چہ دید

(۹) روزے آں سلطانِ تقویٰ می گذشت — با مریداں جانبِ صحرا و دشت

(۱۰) بوے خوش آمد مراورا ناگہاں — درِ سوادِ رے ز حدِّ خارقاں

(۱۱) ہم دراں جا نالۂ مشتاق کرد — بوے را از باد استنشاق کرد

(۱۲) بوے خوش را عاشقانہ می کشید — جان او از باد بادہ می چشید

(۱۳) چوں در و آثارِ مستی شد پدید — یک مرید اورا در آں دم در رسید

---

[1] ترجمہ: (۱)- یہ جسمانی حکیم ایسے دانش ور ہیں کہ تیری بیماری کو تجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔
(۲)- قارورہ دیکھ کر حالت جان لیتے ہیں جب کہ تو اس طریقے سے (طبیعت کا) اعتدال نہیں سمجھ پاتا۔
(۳)- نبض، رنگ اور خون سے بھی تیری ہر بیماری کا پتہ لگا لیتے ہیں۔
(۴)- تو پھر روحانی طبیب (اللہ والے) دنیا میں بن کہے تیرے اسرار کو کیوں نہیں جان سکتے؟
(۵)- اولیاے کاملین دور سے تیری پکار سن لیتے ہیں، پھر تیرے جسم کی تہ تک پہنچ جاتے ہیں۔
(۶)- وہ تیرے حال سے ہو بہو واقف ہوتے ہیں، کیوں کہ وہ خدائی رازوں سے کامل طور پر آگاہ ہیں۔
(۷)- بلکہ تیری پیدائش سے برسوں پہلے وہ اسی طرح تیرے حال کو دیکھ لیتے ہیں۔
(۸)- کیا تو نے بایزیدِ بسطامی کی وہ داستان نہ سنی کہ انھوں نے ابوالحسن خرقانی کا حال (ان کی پیدائش سے) برسوں پہلے کس طرح دیکھ لیا۔
(۹)- تقویٰ کے وہ شہنشاہ ایک دن مریدوں کے ساتھ دشت وصحرا سے گزر رہے تھے۔
(۱۰)- کہ اچانک ملک ”خارقان“ (خرقان) سے شہر ”رے“ میں انھیں خوشبو محسوس ہوئی۔
(۱۱)- اسی جگہ آپ نے مشتاقوں کی طرح گریہ وزاری شروع کردی (اظہارِ شوق فرمایا) اور ہوا سے محبوب کی خوشبو سونگھی۔
(۱۲)- آپ عاشقوں کی طرح محبوب کی خوشبو سونگھ رہے تھے اور ہوا کے ذریعہ شرابِ جان چکھ رہے تھے۔
(۱۳)- جب آپ کے اندر مستی کے آثار نمایاں ہوئے تو اس وقت آپ کا ایک مرید وہاں آ پہنچا۔

(۱۴)	[1]پس بہ پرسیدش کہ ایں احوال خوش	کہ برونست از حجاب پنج و شش
(۱۵)	گاہ سرخ و گاہ زرد و گہ سپید	می شود رویت چہ حال ست و نوید
(۱۶)	می کشی بوئے و ظاہر نیست گل	بے شک از غیب است از گلزار گل
(۱۷)	قطرۂ بر ریز بر ما زاں سبو	شمۂ زاں گلستاں با ما بگو
(۱۸)	گفت زیں سو بوے یارے می رسد	کاندریں دہ شہر یارے می رسد
(۱۹)	بعد چندیں سال مے زاید شہے	بر زند بر آسماں ہا خر گہے
(۲۰)	رویش از گل زار حق گل گوں بود	از من او اندر مقام افزوں بود
(۲۱)	چیست نامش گفت نامش بوالحسن	حلیہ اش وا گفت ز ابرو و ذقن
(۲۲)	قدِ او و رنگِ او و شکلِ او	یک بیک وا گفت از گیسو و رو
(۲۳)	بر نبشتند آں زماں تاریخ را	از کباب آراستند آں سیخ را
(۲۴)	چوں رسید آں وقت وآں تاریخ راست[2]	زادہ شد آں شاہ ونرد ملک باخت
(۲۵)	از[3] پس آں سالہا آمد پدید	بوالحسن بعدِ وفاتِ بایزید
(۲۶)	جملہ خوہائے از او امساک وجود	آں چناں آمد کہ آں شاہ گفتہ بود
(۲۷)	لوحِ محفوظ است پیشِ اولیا	از چہ محفوظ است محفوظ از خطا

[1] ترجمہ: (۱۴)- پھر پوچھا، اس خوش حالی کا راز کیا ہے؟ اس پردۂ فکر وحال سے کون آشکار ہو گیا؟
(۱۵)-کس خوش خبری سے آپ کا چہرہ کبھی سرخ، کبھی زرد اور کبھی سفید ہو رہا ہے؟
(۱۶)-آپ پھول کے بغیر خوشبو پا رہے ہیں، بے شک یہ خوشبو گلستانِ باطن کے پھول کی ہے۔
(۱۷)-اس جام کا ایک قطرہ ہم پر بھی انڈیلیں، اس گلستانِ باطن کے کچھ حال ہم پر ظاہر کریں۔
(۱۸)-فرمایا: اس طرف سے دوست کی بو آ رہی ہے کہ اس گاؤں میں سلطانِ ولایت کی آمد ہونے والی ہے۔
(۱۹)-اتنے سال بعد ایک شہنشاہِ ولایت پیدا ہوگا، جو آسمانِ ولایت پر خیمہ زن ہوگا۔
(۲۰)-وہ گلزارِ حق سے سرخ رو ہوگا، وہ مرتبے میں مجھ سے بلند تر ہوگا۔
(۲۱)-مرید نے پوچھا، اس کا نام کیا ہے؟ فرمایا: اس کا نام ابوالحسن ہے اور ان کے رخسار وابرو کا حلیہ بیان کر دیا۔
(۲۲)-ان کی قد وقامت، رنگ وشکل، گیسو اور خدوخال سب بتا دیا۔
(۲۳)-لوگوں نے اس وقت کی تاریخ لکھ لی، کباب کو اس سیخ سے آراستہ کیا۔
(۲۴)-جب وہ زمانہ اور تاریخ آ پہنچی تو وہ بادشاہ پیدا ہوا اور ملکِ طریقت کا سلطان بن گیا

[2] مثنوی کے نسخوں میں شعر یوں ہے ؎

چوں رسید آں وقت وآں تاریخ راست	زاں زمیں آں شاہ پیدا گشت خاست
زادہ شد آن شاہ نرد ملک باخت	از عدم پیدا شود مرکب بتافت

[3] ترجمہ: (۲۵)-حضرت بایزید کی وفات کے برسوں (۳۹؍سال) بعد حضرت ابوالحسن خرقانی پیدا ہوئے۔
(۲۶)-ان کے قبض وبسط کی تمام خوبیاں ویسی ہی ثابت ہوئیں جیسے شاہ بایزید نے بتائی تھیں۔ (قبض وبسط صوفیہ کی ایک اصطلاح ہے)
(۲۷)-لوحِ محفوظ اولیا کے پیشِ نظر ہے۔ اس کی ہر چیز خطا سے محفوظ ہے۔

(۲۸) [1]نہ نجوم است نہ رمل است نہ خواب — وحیِ حق واللہ اعلم بالصواب

(۲۹) مو[2]من ینظر بنور اللہ شدے — از خطا وسہو ایمن آمدے

دیکھیے! حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ جو حضور سرورِ عالم ﷺ کے خادمان خادم اور خادمانِ خادم ہیں، کیسی زبردست وہابیہ کش پیشن گوئی حضرت ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمہ کی پیدائش سے پہلے فرماتے ہیں۔ نام، سکونت، پتہ، حلیہ، بال بال، ذرہ ذرہ، قد، شکل، رنگ وغیرہ، سب کچھ فرمادیا، اوراس پیشین گوئی کو اسی وقت لکھ لیا گیا جو حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ کے وصال کے ۳۹؍سال بعد حضرت ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمہ پیدا ہوئے، اور یہ اس لیے فرمایا کہ لوحِ محفوظ جہاں قلمِ قدرت نے سب کچھ ہونے والا لکھا ہے، وہ اولیائے کرام کے پیشِ نظر رہتی ہے، اور بموجب حدیث شریف مشہور: «اتقوا فراسة المومن فإنه ينظر بنور الله» وہ سب کچھ دیکھتے ہیں۔

کتبِ تواریخ وسیر میں اس طرح لکھا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ ۱۳۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵؍شعبان ۲۶۹ھ میں وفات پائی۔ عمر آپ کی ۱۳۳؍سال ہوئی۔ اور حضرت ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمہ ۳۰۸ھ کو پیدا ہوئے یعنی ۳۹؍سال حضرت بایزید علیہ الرحمہ کے انتقال کے بعد ہوئے۔ اور ۴۱۹ھ یا ۴۲۵ھ بقول مختلف عاشورا کے دن وفات پائی۔ اللہ اللہ! بندگانِ خدا مقبولِ بارگاہ خالقِ ارض وسما کیسے کیسے رتبہ وشان کے گزرے ہیں جو علومِ غیب کے دریا تھے، دراں حالے کہ وہ ادنیٰ سے ادنیٰ خادم حضور ﷺ کے تھے اوران کے مقابلہ میں ان کا علم ایک قطرہ کے برابر ہے۔

قولہ: کلامِ مجید سے محقق کہ آپ غیب نہیں جانتے تھے، اگر جانتے ہوتے تو حضرت عائشہ کو جب منافقین نے تہمت لگائی تھی، آپ متردد نہ ہوتے، دراں حالے کہ جس وقت تک حضرت عائشہ کی بریت کے لیے وحی نہ آئی اس وقت (تک) آپ اس میں سخت متردد رہے۔ الخ بلفظہ (ص:۱۹)

اقول: مولوی جی! ہوش میں آئیے۔ قرآن کریم واحادیثِ رسولِ کریم ﷺ ودیگر کتب سیر سے علم غیب رسولِ خدا ﷺ کو سورج کی طرح روشن کرکے دکھلا چکا ہوں۔ اگر آپ کی آنکھیں روشنی حاصل کرنے کے قابل ہوئیں توان شاءاللہ تعالیٰ آپ ظلمت سے نور کی طرف رجوع کریں گے، ورنہ چندھیا ضرور جائیں گے۔ پھر یہ ہوگا ؎

گر نہ بیند بروز شپرۂ چشم — چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ام المومنین پر اس وقت کے منافقین نے بہتان اور افک قائم کیا تھا اُسی افک کو اس وقت کے منافقین بڑے زور سے لگاتے ہیں اور آں حضرت ﷺ اور حضرت ام المومنین

[1] ترجمہ: (۲۸)- نہ وہ نجوم رمل ہے نہ خواب کی باتیں بلکہ وہ الہامِ ربانی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب
(۲۹)- مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور ہر خطا ونسیان سے محفوظ ہے۔

[2] مومن ینظر الخ۔ یہ مضمون حدیث شریف اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله کا ہے۔ یعنی مومن کی فراست، صفائی قلب سے ڈرو، کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے سب کچھ دیکھ لیتا ہے۔ ۱۲منہ

عائشہ صدیقہ مطہرہ کی سخت توہین کرتے ہیں۔ورنہ کسی مسلمان کا یہ حوصلہ اور زہرہ نہیں کہ اپنی زبان سے اپنے قلم سے، اپنے دل سے یہ نکال کر صفحۂ قرطاس پر لائے۔کسی یہودی یا نصرانی یا کسی دشمنِ اہلِ بیت کا ہی کام ہے، میرا تو کلیجہ کانپتا ہے آپ کے ان فقرات کو نقل کرتے ہوئے بھی؛ اس واسطے اس کے لکھنے سے پہلے توبہ واستغفار کرتا ہوا۔نقل الفاظِ کفر کفر نہ باشد۔ بھی لکھ دیتا ہوں، اور خدا علیم بذات الصدور ہے وہ خود جانتا ہے کہ کون توہین کرتا ہے اور کون دفعِ توہین اور ازالۂ مہین کر کے مدح وتوصیف وتعریفِ لطیف کرتا ہے۔ایسے ایسے توہین اور گستاخیوں کے کام شیطان لعین نے جن لوگوں کے حصہ میں کرر کھے ہیں، اُن کو مبارک ہوں۔

ہمارا ایمان ہے کہ اس تہمت و بہتان اور افک کا حال آں حضرت ﷺ کو اچھی طرح سے معلوم تھا کہ منافقین کی طرف سے محض افترا ہے اور ان کو کیوں کر معلوم نہ ہوتا جب کہ خداوند کریم کو آں حضرت ﷺ کی پاکی اور عزت کا ایسا لحاظ تھا کہ نماز کی ہی حالت میں اپنی جوتی کی ناپاکی کو معلوم کر کے اتار ڈالا، تو پھر اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کے نکاح میں ایسی بیوی دیتا کہ قابلِ الزام ہو۔بات یہ ہے کہ لوگوں کے سر پر شیطان سوار ہے اور ان کو خدا کی مار ہے جو ایسے ایسے بے بنیاد اور لغو اہانت آمیز اعتراض کرتے ہیں۔حالاں کہ اہل سنت و جماعت اس پر اور ایسے اظہار کرنے والوں پر تبرا بھیجتے ہیں۔

اول میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے چند مناقب یہاں لکھتا ہوں پھر آپ کے اعتراض کی طرف توجہ کروں گا اور ثابت کروں گا کہ اس افک کا علم حضور کو پہلے ہی سے تھا۔

(۱) مشکوٰۃ شریف، ص:۱۵۸، جامع المناقب

عن أبي سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم:يَا عَائِشُ! هَذَا جِبرَئِيلُ يُقْرِئُكِ السَّلاَمَ، قالت: وَعَلَيْهِ السَّلاَمُ وَرَحْمَةُ اللهِ قالت و هو يرى مَا لاَ أَرَى.

یعنی حضرت ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: اے عائشہ! یہ جبرئیل ہیں، تجھ کو سلام کرتے ہیں۔کہا حضرت عائشہ نے جبرائیل پر سلام اور رحمت اللہ کی ہو۔اور حضور دیکھتے ہیں جو میں نہیں دیکھتی۔بلفظہ

(۲) جامع المناقب، ص:۱۵۸۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ لي رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: أُرِيتُكِ فِى الْمَنَامِ ثلثَ لَيَالٍ يجئي بِكِ الْمَلَكُ فِى سَرَقة مِنْ حَرِيرٍ فقال لي هَذِهِ امْرَأَتُكَ. فَكَشَفْتُ عَنْ وَجْهِكِ الثوب فَإِذَا أَنْتِ هِىَ فقلت: إِنْ يَكُن هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللهِ يُمْضِهِ.

ترجمہ: روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا مجھ سے آں حضرت ﷺ نے کہ مجھ کو تو خواب میں دکھلائی گئی تین رات، تجھ کو فرشتہ میرے پاس لے آتا تھا ریشمی ٹکڑے میں، پس یوں کہتا تھا کہ یہ حضور کی زوجہ ہے، پس

جب میں نے تیرے چہرے سے کپڑے کو ہٹایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ صورت تیری ہے، پس کہا میں نے کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو وہ یوں ہی کرے گا کہ تو میرے نکاح میں آوے گی۔ بلفظہ

حضرت عائشه رضی الله عنها: آپ صاحب زادی ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی، کنیت آپ کی ام عبد اللہ ہے۔ مروی ہے آپ سے کہ عرض کیا میں نے یا رسول اللہ! تمام عورتیں کنیت رکھتی ہیں، میری کنیت کیا ہوگی؟ فرمایا آپ نے: تو اپنی کنیت اپنی بہن کے لڑکے عبد اللہ بن زبیر کے نام سے مقرر کر۔ (یہاں بھی علمِ غیب ثابت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ مبارک سے کوئی بچہ پیدا ہونے والا نہیں تھا؛ اس لیے آپ کی کنیت ہی ان کی بہن کے لڑکے عبد اللہ کے نام سے مقرر کر دی۔) ماں آپ کی ام رومان بنت عمیر بن عامر قبیلہ دہمان سے ہیں، اور بعدِ انتقال حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا چھ برس کی عمر میں رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئیں اور نو برس کی عمر میں زفاف واقع ہوا۔ فرماتی ہیں آپ کہ میرے ولیمہ میں اونٹ بکری وغیرہ کچھ ذبح نہیں ہوا، بلکہ ایک پیالہ دودھ کا سعد بن عبادہ کے یہاں سے آیا تھا، اور آپ بڑی فصیح بلیغ مفتی فقیہ تھیں۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ چہارم حصہ احکامِ شرعیہ آپ سے معلوم ہوئے ہیں۔ عروہ ابن زبیر سے مروی ہے کہ کہا: نہیں دیکھا میں نے کسی کو زیادہ جاننے والا حضرت عائشہ سے معانی قرآن اور فرائض و احکام حلال و حرام اور شعر عرب اور علم نسب میں۔

اور مروی ہے آپ سے کہ مجھ کو تمام ازواجِ مطہرات میں دس چیزوں کے ساتھ فضیلت اور خصوصیت ہے:

اول: باکرہ عورت سوائے میرے آپ کی بیبیوں میں کوئی نہ تھی۔

دوم: کسی بی بی کے باپ اور ماں دونوں نے ہجرت فی سبیل اللہ نہیں کی سوائے میرے۔

سوم: قبل اس کے کہ میں آپ کے نکاح میں آؤں، جبریل علیہ السلام نے پارۂ حریر میں میری صورت آپ کو دکھلائی اور کہا کہ اس عورت سے نکاح کیجیے۔

چهارم: ایک ظرف سے میں نے اور رسول اللہ ﷺ نے غسل کیا۔

پنجم: کسی بی بی کے اوڑھنے بچھونے میں وحی نازل نہیں ہوئی سوا میرے۔

ششم: میری پاکی آسمان سے نازل ہوئی۔

هفتم: آں حضرت ﷺ کا انتقال میری گود میں ہوا۔

هشتم: وفات آپ کی میرے مکان میں میری باری کے دن ہوئی۔

نهم: وقت ارتحال سرورِ عالم میرا لعابِ دہن بسبب اس مسواک کے جو میں نے اپنے دانتوں سے چبا کر آپ کو دی تھی، آپ کے منہ میں رہا۔

دهم: میرے ہی حجرہ میں آں حضرت ﷺ آرام فرما ہوئے۔ بلفظہ (جامع المناقب، ص:۱۵۹)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں تمام امہات المومنین کے مصارف کے واسطے دس ہزار درہم مقرر کیے، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تنہا کے واسطے بارہ ہزار، اور فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق: کہ وہ محبوبۂ رسولِ خدا ہیں۔

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ اکابر تابعین سے ہیں۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کوئی حدیث روایت کرتے تو یوں کہتے:

حدثتني الصديقة بنت الصديق حبيبة رسول الله صلى الله عليه وسلم.

یعنی حدیث بیان کی مجھ سے بڑی سچی بی بی نے جو بڑے سچے کی بیٹی ہے، اور محبوب ہیں حبیبِ خدا ﷺ کی۔ بلفظہ۔ (جامع المناقب، ص:۱۶۰)

آپ فرماتی ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے عائشہ! اگر تو میرے درجہ میں ہونا اور میری نزدیکی چاہتی ہے تو دنیا میں اس طرح بسر کر کہ سامانِ دنیا سے مقدار زادِ راہ ایک مسافر کے تجھ کو کافی ہے، اور کسی کپڑے کو پرانا نہ سمجھ تاوقتے کہ اس میں پیوند نہ لگے، اور پرہیز کر امیروں اور دولت مندوں کی مجلس سے۔ لکھا ہے کہ آں حضرت ﷺ کی نصیحت حضرت صدیقہ کو ایسی مؤثر ہوئی کہ آپ نے کبھی تونگری کو فقر پر پسند نہیں کیا اور ایک حبہ جمع نہ کیا۔ چناں چہ عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھا کہ آپ کے پیراہن میں پیوند لگا ہوا تھا، اور ستّر ہزار درہم فی سبیل اللہ صدقہ کر دیے۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے اپنی حکومت کے زمانہ میں سو ہزار درہم آپ کے واسطے بھیجے آپ نے جلسۂ واحد میں ان سب کو اقارب اور فقرا پر تقسیم کر دیا اور اس روز صائم تھیں اور وقتِ افطار لونڈی سے کھانا طلب کیا، چند خرمے اور تھوڑی سی روٹی وہ لے آئی، اس وقت ایک ضعیفہ موجود تھی، یہ حالت دیکھ کر اس نے عرض کیا، یا ام المومنین: اس قدر درہم آپ نے خیرات کر دیے، اور ایک درہم کا گوشت نہ منگایا؟ کہ جس سے افطار کرتیں۔ فرمایا: اگر تو پہلے سے یاد دلاتی تو ایسا کرتی۔ سبحان اللہ کیا ہمت ہے اور کیا سخاوت۔

آپ کی روایت سے دو ہزار دو سو دس حدیثیں ہیں۔ ایک خلق کثیر نے صحابہ اور تابعین سے روایت کی ہیں۔

آپ کے انتقال کے وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور کہا، بشارت ہو تم کو اے عائشہ! کہ تم زوجۂ رسول تھیں، اور سوائے تمھارے کسی باکرہ سے آپ نے نکاح نہیں کیا، اور پاکی تمھاری آسمان سے نازل ہوئی۔ بعد ان کے عبداللہ بن زبیر آئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ابن عباس نے میری تعریف کی اور میں دوست نہیں رکھتی ہوں کہ کوئی میری تعریف کرے۔ کاش کہ میں ایک درخت ہوتی کہ مجھ کو کاٹتے، کاش میں ایک پتھر ہوتی، کاش میں ایسی ہوتی کہ میرا کوئی ذکر نہ کرتا۔ اچھا ہوتا کہ میں مخلوق نہ ہوتی۔ اور وصیت فرمائی کہ قبر میں مجھ کو ذکوان میرا غلام

اتارے اور قبر کو راست کرے بعد اس کے وہ آزاد ہے۔

منقول ہے کہ بعد انتقال آپ کے گھر سے آواز نالہ وفریاد کی پیدا ہوئی، اس وقت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی لونڈی کو خبر کے واسطے بھیجا۔ اس نے آکر آپ کے انتقال کی خبر دی۔ ام سلمہ گریاں ہوئیں اور کہا رحمت حق تعالیٰ کی عائشہ پر ہو، کہ وہ دوست ترین مردم تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک، بعد اپنے باپ یعنی حضرت ابوبکر صدیق کے۔ یہ واقعہ شبِ سہ شنبہ سترہویں رمضان ۵۸ھ کو بہ عمر چھیاسٹھ سال کے ہوا، اور نمازِ جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔ اور قاسم بن محمد بن ابی بکر وعبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی بکر نے قبر میں اتارا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ بلفظہ۔

(جامع المناقب، ص:۱۶۱)

یہ ہے ایک شمہ حالات ومناقبات حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جو محبوبہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تھیں۔ جن پر منافقین نابکار جہنمیوں نے افک اور بہتان لگایا تھا۔ انھیں کی سنت کے مطابق اس وقت کے منافقین بھی کتابوں میں بطور یادگار اس کا احیا کر رہے ہیں: «لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ العظيم»

اب میں آپ کے اعتراض کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تہمت کی وجہ سے متردد رہے۔ اگر علمِ غیب ہوتا تو سخت متردد کیوں ہوتے، یہ آپ کا اعتراض ہے:

میں کہتا ہوں کہ جو اقوال وہابیہ آپ نے کسی رسالہ سے غلط ولط دیکھ لیے، اُسی پر آپ کا دارومدار ہے، مادۂ تحقیق حاصل نہیں۔ مولوی جی! آپ کو لازم تھا کہ قرآن شریف کو پڑھ کر دیکھتے، پھر احادیث شریف پر نظر کرتے، پھر دیگر سیر کی کتب کو دیکھتے تو ایسا اعتراض نہ کرتے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنج کرنا یا متردد ہونا اس بات سے نہیں تھا کہ حضرت ام المومنین پر منافقین نے افک یا بہتان لگایا تھا، بلکہ اس سبب سے تھا جو وہ لوگ طعن اور استہزا کرتے تھے۔ دیکھیے! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- «وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ»[1] یعنی تحقیق ہم جانتے ہیں کہ آپ ان کی باتوں سے آزردہ دل ہوتے ہو۔

اس کی تحقیق تفسیر کبیر جلد:۶ ص:۳۷۵ سے ہوتی ہے۔ زیر آیت قولہ:

«اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ»[2] الآیۃ۔ والجواب عن الثاني أنه عليه السلام كثيراً ما كان يضيق قلبه من أقوال الكفار مع علمه بفساد تلك الأقوال، قـال(الله) تعالى: «وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ» الآية، الخ.

یعنی جواب دوسرے اعتراض کا کہ اکثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار کی طعنہ زنی اور بدکلامی سے رنجیدہ دل رہتے تھے، باوجود معلوم ہونے کے کہ یہ قول ان کے لغویات سے ہیں، اور فرمانِ خداوندی کہ ہم جانتے ہیں کہ تم رنجیدہ خاطر یا آزردہ دل ہوئے یا رہتے ہو منافقوں یا کافروں کے کہنے سے، یا ان کی باتوں سے جو وہ کہتے ہیں۔

---

[1] پارہ:۱۴، حجر ۱۵، آیت:۹۷　[2] پارہ:۱۸، نور ۲۴، آیت:۱۱

دوسری صورت یہ ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ اس معاملہ میں خاموش اس لیے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی اس کا فیصلہ فرمائے گا، میں خود فیصلہ کرنا نہیں چاہتا، جس میں منافقین کے کہنے کی جگہ باقی رہے۔ اس کی تصدیق اس طرح پر ہوتی ہے:

شرح صحیح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ، فتح الباری، جلد ہشتم، ص: ۳۶۸۔

وفيه أن النبي صلى الله عليه و سلم كان لا يحكم لنفسه إلا بعد نزول الوحي لأنه صلى الله عليه و سلم لم يجزم في القصة بشئ قبل نزول الوحي.[1] الخ بلفظه.

یعنی اس میں یہ بات ہے کہ حضور اپنے نفس کے بارے میں بلا نزولِ وحی حکم نہیں فرماتے تھے، اس واسطے کہ حضور نے قصہ (افک) میں قبل وحی کسی امر کا جزم نہیں کیا، اس لیے ثابت ہوتا ہے کہ آں حضرت ﷺ کو اس کا علم پورا پورا تھا کہ یہ منافقین کی طرف سے محض افک اور بہتان ہے، اور چاہتے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حکم سے اس کا فیصلہ کرے، اور یہ بھی علم تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ احسن طور پر کرے گا۔ اسی عرصۂ انتظار میں جب کفار منافقین کی طرف سے طعنہ زنی اور ایذا بڑھ گئی تو آپ نے خطبہ فرما کر یوں ارشاد فرمایا:

صحیح بخاری، جلد دوم، ص: ۱۷، سطر ۳۲، مصری:

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: مَنْ يَعْذِرُنِي مِنْ رَجُلٍ بَلَغَنِي أَذَاهُ فِي أَهْلِي ، فَوَاللهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلاَّ خَيْرًا ، وَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلاً مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلاَّ خَيْرًا. بلفظه.[2]

یعنی فرمایا رسولِ خدا ﷺ نے: کون ہے یا کوئی ایسا ہے جو اس کا بدلہ لے، اس آدمی سے جس نے میری اہل (بیوی) کی بابت مجھے ایذا دی ہے؟ پس قسم ہے اللہ کی کہ مجھے اپنی بیوی کی بابت علم ہے کہ وہ نیک اور پاک ہے، اور جس مرد (صفوان) کا ذکر کرتے ہیں، وہ بھی پاک ہے۔

مشارق الانوار میں بھی اس حدیث شریف کو اس طرح پر لکھا ہے:

عن عائشة قالت: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم : مَنْ يَعْذِرُنِي مِنْ رَجُلٍ قد بَلَغَنِي أَذَاهُ فِي أَهْل بيتي فَوَاللهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلاَّ خَيْرًا. (متفق عليه.)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ کون شخص ہے بدلہ لینے والا یا میری طرف سے اس عذر کو سننے والا اس شخص سے جو مجھے خبر پہنچی ہے کہ اس شخص نے میرے اہل بیت کی ایذا رسانی کی ہے؟ پس قسم ہے خدا کی کہ میں اپنے اہل کی نسبت بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتا۔

تیسری ایک حدیث شریف صحیحین میں اس طرح پر ہے:

---

[1] فتح الباری، كتاب تفسير القرآن، لولا إذ سمعتموه، حديث: ۱۳۸۱، ج: ۸، ص: ۴۸، دار الفكر، بيروت
[2] صحیح بخاری، كتاب الشهادات، باب تعديل النساء، حديث: ۲۶۶۱

عن عائشة فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ! مَنْ يَعْذِرُنِي مِنْ رَجُلٍ ، قَدْ بَلَغَنِي أَذَاهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي ، فواللهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلاَّ خَيْرًا ، وَلَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلاً ، مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلاَّ خَيْرًا ، وَمَا كَانَ يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِي إِلاَّ مَعِي[1] .

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے مسلمانوں کے گروہ کون ایسا ہے جو میرا عذر دریافت کر کے بدلہ لیوے اس مرد سے جس کی ایذا اور تکلیف میرے اہل بیت کو یعنی میری گھر والی کو پہنچی، سو قسم خدا کی نہیں جانا میں نے اپنی بیوی کو مگر نیک اور پاک، اور البتہ لوگوں نے ذکر کیا ہے ایسے مرد کا جس کو میں جانتا ہوں، اور نہیں جاتا وہ کبھی میرے گھر میں مگر میرے ساتھ۔

فائدہ: یہ حدیث ایک ٹکڑا بڑی طویل حدیث بخاری کا ہے، جس کا مختصر مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کہ ہجرت کے پانچویں سال حضرت ﷺ جنگ بنی مصطلق کو تشریف لے گئے، اور میں آپ کے ساتھ تھی، وقتِ واپسی مدینہ کے قریب قیام تھا، پھر شب کو کوچ کی خبر ہوئی، اس وقت میں رفع حاجت کے واسطے لشکر کے باہر چلی گئی تھی، اور جب واپس آئی تو معلوم ہوا کہ میرا گلے کا ہار وہیں گر پڑا ہے، میں اس کے ڈھونڈنے کو گئی اور یہاں سے لشکر کوچ کر گیا، اور جو شخص میرے کجاوے اٹھانے پر مقرر تھا، اس نے اسے اٹھا کر اونٹ پر کس دیا اور بہ سبب اس کے کہ میں اس وقت پتلی اور دبلی لاغر تھی، کچھ اس کو تمیز نہ ہوئی کہ اس میں کوئی ہے یا نہیں۔ پھر جب میں ہار کو تلاش کر کے آئی تو یہاں کسی کو نہ پایا، ناچار میں اُسی جگہ بیٹھ گئی، بدیں خیال کہ جب میرا حال معلوم ہوگا تو لوگ لینے کو آویں گے۔ پھر صفوان بن معطل جو لشکر کے پیچھے تھکے ماندوں کو لانے کے واسطے رہا کرتے تھے، اُس مقام پر پہنچے اور مجھ کو سوتا دیکھا اور پہچانا؛ بدیں سبب کہ نزولِ آیت حجاب سے قبل انھوں نے مجھ کو دیکھا ہوا تھا، پھر نہایت افسوس اور تعجب سے «اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن» پڑھا، اور کہا کہ یہ پیغمبر کی بی بی ہیں۔ میں جاگ پڑی اور ان کی اور بات میں نے نہیں سنی۔ انھوں نے اپنا اونٹ بٹھلایا اور میں سوار ہوگئی۔ وہ اونٹ کی نکیل پکڑ کے روانہ ہوئے۔ ظہر کے وقت لشکر میں پہنچی تو تہمت کرنے والوں نے مجھ پر تہمت باندھی۔ الخ۔ (بہت لمبی حدیث ہے)

پھر حضرت منبر پر تشریف فرما ہوئے اور یہ حدیث فرمائی، اور فرمایا کہ اے گروہِ مسلمانان! کوئی اس منافق سے، یعنی عبداللہ بن سلول سے میرا بدلہ لیوے کہ ناحق میرے گھر کے لوگوں کو تہمت لگائی۔ اس وقت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جو قومِ اوس کے سردار تھے، انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں آپ کا بدلہ لینے کو تیار ہوں، اگر تہمت کرنے والا میری قوم یعنی اوس سے ہو تو میں اس کی گردن ماروں۔ اور اگر دوسری قوم سے یعنی خزرج سے ہو تو جیسا حکم ہو ویسا میں کروں۔ اس وقت سعد بن عبادہ قومِ خزرج کے سردار نے اپنی قوم کی پچ[2] سے کہا کہ اے ابنِ معاذ! تو زیادہ گوئی کرتا ہے، ہماری قوم

[1] صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب حديث الإفك، حديث: ٤١٤١
[2] پچ: حمایت، تعصب، ضد۔

والوں پر تیرا کچھ مقدور نہیں اور اپنی قوم کی بھی تو حمایت کرے گا، پھر اُسید بن حضیر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چچیرے بھائی نے کہا: اے سعد بن عبادہ! تو زیادہ گوئی کرتا ہے، قسم خدا کی ہم تہمت کرنے والے کو قتل کریں گے۔ کیا تو منافق ہے جو تہمت کرنے والوں کی حمایت کرتا ہے؟ غرض قریب تھا کہ کشت وخون ہوے، حضرت ﷺ نے سب کو چپ کیا۔ الخ

اس کے بعد قرآن شریف میں سورۂ نور کا نزول ہے، جس میں حضرت عائشہ صدیقہ مطہرہ کی بریت کا ذکر ہے اور افک لگانے والوں کو سزاے شرعی دی گئی ہے، لیکن آں حضرت ﷺ کو ان کی پاکی کا علم پہلے ہی سے تھا، اعتراضِ وہابیہ غلط اور جھوٹ ہے۔

اور سنیے! اگر دل میں وسوسہ ہو کہ اس بارہ میں صحابہ کرام سے مشورہ بھی آں حضرت ﷺ نے فرمایا تھا، تو اس سے عدم علمیت غیب رسول ﷺ نمایاں ہوتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ آں حضرت ﷺ نے بموجب حکم خداوندی «شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ»[1] مشورہ صحابۂ کرام سے ضرور فرمایا، جس سے علم غیب رسولِ اکرم ﷺ کی اور بھی تائید ہوتی ہے کہ آں حضرت ﷺ نے جب مشورہ فرمایا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اس امر سے آگاہ کیا کہ منافقین کی طرف سے مجھ کو اور میرے اہلِ بیت کو ایذا پہنچائی گئی ہے، اس شخص سے جس نے یہ افک برپا کیا ہے، بدلہ لینا چاہیے، تب صحابہ میں سخت شورش پیدا ہو گئی، اور پھر یہ مشورہ بھی کیا گیا کہ افک لگانے والے کو کیا سزا ملنی چاہیے اور یہ مشورہ بھی اس قسم کا نہیں تھا کہ خاص طور پر صحابۂ کرام کو بُلایا گیا ہو، بلکہ جیسے جیسے ....حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے، اُن سے بات چیت ہوتی رہی اور اس بات میں بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اولوالعزمی اور طہارت ثابت ہوتی رہی اور علمِ غیب کی تقویت۔ اگر مشورہ نہ ہوتا تو صحابۂ کرام کے خیالات اور آں حضرت ﷺ کی عظمت اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عفت اور عصمت پر معلوم ہوتے۔ سنیے وہ مشورہ جس کا ذکر ہے وہ یوں ہے:

تفسیر روح البیان:

روي أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان في الأيام أكثر أوقاته في البيت، فدخل عليه عمر فاستشاره في تلك الواقعة. الحديث.[2]

(آسانی اور عام فہم ہونے کے لیے صرف ترجمہ [مطلب] لکھا جاتا ہے) یعنی مروی ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ ان دنوں میں اکثر اوقات مکان میں تشریف رکھتے تھے، پس آپ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر آئے، پس اعلم عالم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا اس واقعہ میں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میں یقین کرتا ہوں منافقوں کے جھوٹ پر، اس لیے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسدِ مبارک پر مکھیوں کے بیٹھنے کو روک رکھا

---

[1] پارہ: ٤، آلِ عمران: ٣، آیت: ١٥٩

[2] تفسير روح البيان، سورۂ نور، إنَّ الذين جاؤا بالافك، الآية، ج: ٦، ص: ١٢٣، مكتبه اسلاميه كوئٹه.

ہے، کیوں کہ یہ مکھیاں ناپاکیوں پر بیٹھتی ہیں، اور اس میں لتھڑ جاتی ہیں، پس جب کہ اللہ پاک نے اس قدر معمولی نجاست سے آپ کو محفوظ رکھا ہے تو کیوں کر آپ کو محفوظ نہ رکھے گا، ایسے کی صحبت سے جو کہ اس قسم کی فحش کے ساتھ ملوث ہو۔

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ پاک نے آپ کا سایۂ مبارک زمین پر گرنے نہیں دیا، اس لحاظ سے کہ شاید کوئی شخص اس پر اپنا قدم رکھ دے، یا کہیں زمین ناپاک ہو، پس اللہ نے اتنی بھی قدرت کسی کو نہیں دی کہ جو آپ کے سایۂ مبارک پر اپنا قدم رکھے تو کیوں کر وہ قدرت دے سکتا ہے کسی کو جو آپ کے زوجۂ مطہرہ سے سوے ظن کرے۔

اور حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ہم سب آپ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، پس اچانک آپ نے نماز کے درمیان اپنا جوتا مبارک اتار دیا، پس جب کہ جناب نے نماز تمام کی تو ہم سے جوتا اتار دینے کا سبب دریافت فرمایا۔ ہم نے جواب میں عرض کیا کہ اتباعِ جناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا گیا، یعنی جب آپ نے نعلین مبارک اتارا تو ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابع داری کے لیے اتار دیا۔ یہ سن کر آں جناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو جبرائیل علیہ السلام نے ان کے اتارنے کے لیے کہا کہ ان میں کمالِ نظافت نہیں، قدرے رینٹ لگی ہوئی ہے۔ پس جب اللہ پاک نے اس امر پر آپ کو خبردار کیا کہ آپ کے نعلینِ مبارک پر کچھ رینٹ ہے، ان کے اتارنے کا حکم دیا ان دونوں کی آلودگی کی وجہ سے، تو پھر وہ کس طرح حکم نہ دے گا جب کہ وہ برائی کی مرتکب ہوئی ہوں۔[1]

(۲) مدارج النبوۃ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، جلد دوم، ص:۲۲۱۔

آں[2] چہ مذکور است در صحیح بخاری ہمیں است کہ از علی و اسامہ و بریرہ (رضی اللہ عنہم) پرسید و ایشاں ایں جواب گفتند۔ اما بعض علماے سیر قصۂ عمر بن خطاب و عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما و مشاورت آں حضرت علیہ السلام بہ ایشاں و جواب دادن

---

[1] منير الدين، آٹھواں شبهه قصۂ افك كے مشوره پر، ص:۱۴٦، ۱۴۷، گلزار حسن ممبئی

[2] ترجمہ: صحیح بخاری میں جو مذکور ہے وہ اتنا ہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، اسامہ اور بریرہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا اور ان حضرات نے یہ جواب دیا۔ لیکن بعض علماے سیر نے حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کے ساتھ مشورہ کرنے اور ان کے جواب دینے کا قصہ بھی بیان کیا ہے اور انھوں نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب اس مقام پر اسی طرح نقل کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کے جسمِ اطہر پر مکھی تک نہیں بیٹھتی، کیوں کہ وہ نجاست اور گندگی پر بیٹھتی ہے اور اس سے اس کے پر آلودہ ہو جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے محفوظ رکھتا ہے تو جو اس سے کہیں زیادہ بدتر ہو اس سے آپ کی حفاظت کیوں نہ فرمائے گا۔ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: آپ کا سایۂ پاک زمین پر نہیں پڑتا کہ کہیں زمین پر نجاست پڑی ہو اور جب خداے تعالیٰ اس جیسی چیز سے آپ کے سائے کی حفاظت کرتا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کے حرمِ محترم کو ناشائستہ باتوں سے محفوظ نہ رکھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: حق تعالیٰ کو گوارا نہ ہوا کہ نماز کی حالت میں آپ کے پاے اقدس میں نجاست آلود نعلین ہوں آپ کو اس بات سے آگاہ فرما دیا کہ آپ اپنے پاے مبارک سے وہ جوتے اتار دیں۔ اگر یہ بات سچی ہوتی تو اللہ تعالیٰ ضرور آپ کو اس کی خبر دیتا۔ آپ مطمئن رہیں کہ وہ ضرور حقیقتِ حال سے آپ کو آگاہ فرمائے گا۔ جب حضور نے یہ باتیں سنیں تو مسجد میں تشریف فرما ہوئے، خطبہ دیا اور فرمایا: کون ہے جو میری مدد کرے اور (فلاں سے) بدلہ لے۔

ایشاں ذکر کردہ اند و درآں جا علی رضی اللہ عنہ نیز موافق ایشاں گفتہ۔ اما عمر (رضی اللہ عنہ) گفت یا رسول اللہ! مگس بر اندام تو نمی نشیند، بہ جہت آں کہ مگس بر نجاست ومستقذرات می افتد و پائہاے او آلودہ بہ آں می گردد، وخداے تعالیٰ ترا ازاں نگاہ می دارد، پس چہ گونہ ترا از کسے کہ بہ بدترین چیزہا آلودہ باشد نگاہ نہ دارد۔ وعثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) گفت کہ سایۂ شریف تو بر زمین کہ نمی افتد، کہ مبادا بر زمین نجس افتد وحق تعالیٰ چوں صیانت سایۂ تو بدیں مشابہ می کند، چہ گونہ صیانت حرم محترم تو از ناشائستہ نہ کند۔ وعلی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) گفت کہ حق تعالیٰ روا نداشت کہ نعلین ملوث در نماز در پاے مبارک تو باشد، وخبر کرد ترا تا بکشی آں را از پاے مبارک خود، اگر ایں امر واقع بودے خبر کردے ترا بداں، خاطر جمع دار کہ بہ حقیقت حال ترا خبر خواہند کرد۔ چوں آں حضرت ایں سخناں شنید بہ مسجد رفت وخطبہ خواند وگفت کیست کہ نصرت دہد مرا وانتقام کشد[1] الخ۔ بلفظہ۔

(منیر الدین، ص:۱۷۶)

یہ ہے مشورہ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی گفتگو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آں حضرت ﷺ کو سب حال معلوم تھا۔ لیکن چاہتے تھے کہ خداوند کریم خود اس کا فیصلہ احسن وجوہ پر فرمائے گا، اور اس پر ان کو یقین کامل تھا۔ اسی واسطے آپ نے خود حکم نہیں دیا، اور حکمِ سزا بھی ایسے افک لگانے والوں کے لیے نازل ہونے والا تھا، جس کے مطابق منافقوں اور ہاں میں ہاں ملانے والوں کے لیے سزا دی جاتی۔ لیکن مسلمانوں میں اس وقت منافق لوگ موجود ہیں، اگر وہ اپنے تئیں مسلمان سمجھتے ہیں تو ان کو لازم تھا اس بات کو زبان پر نہ لاتے اور اعتراض اور توہین کرنے والوں کو جو نصرانی خاصیت رکھتے ہیں اس طرح جواب دیتے جیسے ایک مسلمان خالص نے ایک نصرانی معترض کو دیا تھا، جس کا ذکر اس طرح پر ہے، سنیے!

(۳) ارشاد الساری، جلد چہارم، ص: ۳۸۴۔

امام قسطلانی تحریر فرماتے ہیں: ترجمہ: صفدری علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن خلکان کی تحریر میں دیکھا ایک مسلمان نے ایک نصرانی سے مناظرہ شروع کیا، پس نصرانی نے اثنائے گفتگو میں بوجہ کالا دل ہونے کے اور بغض وکینہ کی آگ بھڑکی ہوئی ہونے کے، طنزاً اور طعناً یہ کہا کہ اے مسلم! کیا صورت تھی تمھارے نبی کی زوجہ عائشہ (علیہ وعلیہا السلام) کی ان کی سواری کے پیچھے رہ جانے میں تمہارے نبی کے نزدیک، جس حال میں کہ وہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) اپنے ہار کے گم کرنے کا عذر پیش کرتی تھیں، پس کہا اس نصرانی سے مسلم نے: اے نصرانی! اس کی صورت مریم بنت عمران (رضی اللہ عنہا) کی صورت کے مانند تھی، جب کہ وہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ کو اٹھائے ہوئے لائیں بغیر خاوند کے۔ پس جب کہ اعتقاد رکھتا ہے تو اپنے دین میں براءت مریم کا، تو ہم بھی مثل اس کے اعتقاد رکھتے ہیں اپنے دین میں براءت عائشہ رضی اللہ عنہا کا زوجہ نبی اپنے سے۔ پس خاموش ہو گیا نصرانی اور کچھ جواب اس سے نہ بن پڑا۔[2] ختم ہوا ترجمہ۔ (منیر الدین، ص:۱۷۷)

لیجیے! اب ایک عام فہم اردو زبان کی ایک تحریر دکھلاتا ہوں جس سے آپ کی سمجھ میں بخوبی آجائے گا کہ آں حضرت ﷺ

---

[1] منیر الدین، آٹھواں شبہہ قصہ افک کے مشورہ پر، ص:۱۴۷، ۱۴۸، گلزار حسنی، بمبئی [2] ایضاً، ص:۱۴۸

کوحضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بریت از بہتان کا حال پہلے ہی معلوم تھا۔ وھو ھذا.

(۴) وسیلہ جلیلہ مصنفہ حضرت مولانا وکیل احمد صاحب، ص:۱۶۶، چوتھا شبہہ:

جب آں حضرت ﷺ کو علم غیب بالعرض ما کان و ما یکون کا تسلیم کیا گیا تو پھر حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معاملے میں آپ کو کیوں تردد رہا؟ جب وحی نازل ہوئی آپ کو اطمینان ہوا۔ ہم کہتے ہیں کہ اس بحث میں یہ بڑا شبہہ خیال کیا جاتا ہے، شاید مشرکینِ مکہ بھی اس سے بڑھ کر حجت پیش نہ کر سکے۔ مولوی خرم علی (وہابی) نے یہ شبہہ پیش کیا ہے۔ نصیحت المسلمین میں ہے: اور کافروں نے حضرت عائشہ پر تہمت باندھی تھی، حضرت کو نہایت رنج ہوا، جب بہت روزوں کے بعد خدا نے قرآن میں فرمایا کہ عائشہ پاک ہے، کافر جھوٹے ہیں، تب حضرت کو خبر ہوئی، اگر آگے سے معلوم ہوا ہوتا تو غم کیوں ہوتا؟ فقط۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ شبہہ اصل واقعہ کی جہالت یا چشم پوشی سے ناشی ہوا۔ آں حضرت ﷺ کو اصل واقعہ میں سرمو تردد نہیں تھا۔ منافقین کی شہرت سے البتہ آپ کو رنج تھا۔ اس امر میں وحی کے قبل جو کچھ آپ نے تفتیش فرمائی، اس میں محض تشریح منظور تھی۔ وحی سے آپ براءت چاہتے تھے تاکہ منافقین کی زبان بند ہو۔

ایسی صورت میں کہ کفار طرح طرح سے اپنے دل کے پھپھولے توڑتے ہوں، اور ہرزہ سرائی میں مشغول ہوں، بدوں تمسکِ وحی کے مقتضائے مصلحت نہ تھا کہ آپ بطور خود اپنے علم کی بنا پر براءت فرماتے۔ چوں کہ وحی میں توقف ہوا اور منافقین کی زبان بڑھتی چلی، آپ کو زیادہ تردد ہوا۔ اگر آپ کو نفس معاملہ میں اطمینان نہ ہوتا اور صرف منافقین کی یاوہ گوئی سے ملال نہ ہوتا تو منبر پر رونق افروز ہو کر یہ نہ فرماتے:

يا معشر المسلمين! من يعذرني من رجل قد بلغني أذاه في أهلي، واللهِ ما علمت علٰى أهلي إلا خيرا.

یعنی اے گروہ مسلمانان کے! کون شخص مجھ سے معذرت کرے گا، ایسے شخص کی جس نے ہمارے اہل کو اذیت پہنچائی؟ خدا کی قسم ہم کو اپنے اہل پر بجز خیر کے کسی قسم کی بدگمانی نہیں۔ یہاں علم بمعنیٰ اذعان ہے، تو اس سے معلوم ہو گیا کہ آپ کو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں اطمینانِ کلی تھا، صرف منافقین کے بہتان سے تردد تھا۔ انتہٰی بلفظہ

اسی طرح اہل سنت و جماعت کے مسلمانوں کا عقیدہ اور کتب میں بھی درج ہے، زیادہ لکھنا طوالت ہے اور خلاصہ یہ ہے:

سب سے زیادہ قول قاطع یہ ہے کہ محال ہے کہ کسی نبی کے جسم، یا ثوب، یا اہل، یا عیال کسی متعلق میں ایسی بات ہو جو اس نبی سے موجبِ نفرت ہو اور عوام کے نزدیک معاذ اللہ باعثِ ذلت ہو، تو تمام انبیا علیہم السلام کا ایسی باتوں سے منزہ ہونا واجب ہے، اور ہر نبی قبل ازظہور نبوت بھی بالیقین اُن تمام باتوں کو جانتا ہے جو اللہ عز و جل یا انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے واجب یا جائز یا ممتنع ہو۔ نبی کا ان باتوں میں سے کسی بات کا جہل محال ہے۔ سو یقیناً قطعاً حضور اقدس ﷺ حضرت ام المومنین صدیقہ و تمام ازواج مطہرات، و بنات مکرمات کی براءت وطہارت یقیناً جانتے تھے۔ اور اس میں

شک وشبہہ سے مبرااورمنزہ تھے۔

قولہ: حنفیوں کے نزدیک وہ کافر ہے جو نبی علیہ السلام کوغیب داں اعتقاد کرے۔فتاویٰ بزازیہ میں ہے: «لو تزوج بلا شهود و قال خدا و رسول وفرشتگان را گواه کردم یکفر لأنه اعتقد أن الرسول والملك يعلمان الغيب» خدااوررسول اورفرشتوں کی شہادت پرنکاح کرنے والا کافر ہے، کیوں کہ اس نے نبی علیہ السلام اورفرشتوں کوغیب داں جانااور بحرالرائق میں ہے،الخ۔(ص:۲۰)

اقول: مفتی جی! آپ نے فتاویٰ بزازیہ اور بحرالرائق کی عبارت کسی وہابیہ رسالے سے نقل کی ہے،مگر اصل کتابوں کا ملاحظہ نہیں کیا۔دراصل یہ عبارت فتاویٰ قاضی خاں علیہ الرحمہ کی ہے جوقطع وبرید کر کے لکھی گئی ہے، کیوں کہ حضرت قاضی خاں علیہ الرحمہ چھٹی صدی میں ہوئے اورفتویٰ بزازیہ والے صاحب محمد بن محمد بن شہاب علیہ الرحمہ نویں صدی میں تین سوسال کے بعد گزرے ہیں۔فتاویٰ بزازیہ میں فتاویٰ قاضی خان سے لکھا گیا،جس کی اصل عبارت دوجگہ پراس طرح ہے:

اول: فتاویٰ قاضی خان،جلداول،ص:۱۵۵،فصل فی شرائط النکاح:

رجل تزوج امرأة بشهادة الله و رسوله كان باطلا؛ لقوله صلى الله عليه وسلم: لا نكاح إلا بشهود وكل نكاح يكون بشهادة الله، و بعضهم جعلوا ذٰلك كفراً لأنه يعتقد أن الرسول صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب و هو كفر.انتهٰى بلفظه.

یعنی ایک آدمی نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا اللہ اوراس کے رسول کی گواہی پر، یہ باطل ہے، بموجب ارشاد آں حضرت ﷺ کے نکاح بغیر شہادت گواہان کے نہیں ہوتا،اور ہرایک نکاح میں گواہان ہونے چاہئیں،اوربعض کا قول ہے کہ یہ کفر ہے(لیکن اکثراس کوکفرنہیں جانتے)اس لیے کہ اس بات کا اعتقاد کیا کہ رسولِ خدا ﷺ خودبخودعلمِ غیب جانتے تھے۔

دیکھیے!اس عبارت میں بعض علما کا قول نقل کیا گیا ہے کہ یہ اعتقاد کفر ہے۔لیکن اکثر علمااس کے خلاف ہیں کہ یہ اعتقاد کفرنہیں، گونکاح باطل ہوا،اورآپ نے سب حنفیوں کا عقیدہ لکھ دیا۔

دوم: فتاویٰ قاضی خان،جلد چہارم،ص:۴۶۷،کتاب السیر باب ما یکون کفراًومالا یکون:

رجل تزوج امرأة بغير شهود، فقال الرجل والمرأة. خداے راو پیغامبر مرارا گواہ کردیم قالوا: يكون كفراً لأنه اعتقد أن رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب و هو ما كان يعلم الغيب.الخ. بلفظه.

یعنی ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ بلا گواہوں کے نکاح کیا اورعورت اورمرد دونوں نے کہا کہ ہم خدااور رسول ﷺ کوگواہ کرتے ہیں۔کہا بعض فقہانے کہ ایسا کہنا کفر ہے، کیوں کہ انھوں نے رسولِ خدا ﷺ کوعلمِ غیب کا اعتقاد

کیا۔

دیکھیے! اپنی دیانت کو کہ آپ نے دونوں عبارات کو پورا پورا نقل نہیں کیا، بلکہ لفظ «بعضھم» کو پہلی عبارت سے اور لفظ «قالوا» کو اس دوسری عبارت سے نکال ڈالا جو آپ کے خلاف تھا اور لفظ «فرشتگان» اپنی طرف سے زیادہ کر دیا۔ ایمان داری اور فتویٰ نگاری ہو تو ایسی ہی ہو۔ جزاک اللہ۔

اب میں لفظ «قالوا» کو جس کو آپ نے کسی استاذ کے مشورہ سے عبارت میں سے نکال ڈالا ہے، بتلاتا ہوں، اس کا سبب معلوم کیجیے، اور یہ بھی کہ خدا اور رسول کے گواہ کرنے میں آدمی کافر نہیں ہوتا اور اہل سنت و جماعت کا یہ مذہب نہیں ہے، اس کا ثبوت بھی ملاحظہ کیجیے۔

(۱) ردالمحتار حاشیہ درمختار جلد پنجم، ص: ۵۴۴، مقبولہ و مسلمہ عرب و عجم (معروف بہ شامی):

(الف) لفظة «قالوا» تذكر فيما فيه خلاف كما صرحوا به. اھ

یعنی لفظ «قالوا» کا ذکر اس میں کیا جاتا ہے جس میں علما کا باہمی اختلاف ہوتا ہے، جس کی تصریح کی گئی ہے۔

(۲) عقود الدریہ بہ تنقیح الحامدیہ، جلد دوم، ص: ۳۶۷، مصنفہ حضرت محمد امین مشہور با بن عابدین شامی علیہ الرحمہ:

(ب) فائدہ- لفظ «قالوا» يستعمل فيما فيه اختلاف المشايخ كذا فى النهاية ، في كتاب الغصب، أن في لفظ «قالوا» إشارة إلى ضعف ما قالوا.اھ

یعنی فائدہ کر کے لکھا ہے کہ لفظ «قالو» کا استعمال اس وقت کیا جاتا ہے جب کہ مشائخ میں کسی مسئلہ کا اختلاف ہوتا ہے۔ اسی طرح نہایہ کی کتاب الغصب میں ہے۔ تحقیق لفظ «قالوا» میں اشارہ اس بات کا ہے کہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس میں ضعف ہے، یعنی روایت ضعیف ہے۔

(۳) فوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ، ص: ۱۰۱:

فائده- لفظ «قالوا» يستعمل فيما فيه اختلاف المشايخ كذا فى النهاية في كتاب الغصب، و كذا ذكره صاحب العناية والبناية في باب ما ''يفسد الصلوٰة''. و ذكر (ابن الهمام) في فتح القدير في «باب ما يوجب القضاء والكفارة من كتاب الصوم» كذا ذكر سعد الدين التفتازاني في حواشي الكشاف: ان في لفظ «قالوا» إشارة إلى ضعف ما قالوا.اھ

یعنی لفظ «قالوا» کا استعمال کیا جاتا ہے اس مضمون میں جس میں کہ مشائخ کا اختلاف ہوتا ہے۔ اسی طرح نہایہ کی کتاب الغصب میں ہے اور عنایہ و البنایہ کے باب مایفسد الصلوٰۃ میں ہے۔ اور ذکر کیا ہے ابن ہمام نے فتح قدیر کے باب ما یوجب القضاء و الکفارۃ مِنْ کتاب الصوم میں............ اور اسی طرح ذکر کیا ہے سعد الدین تفتازانی نے حواشیِ کشاف میں کہ تحقیق لفظ «قالوا» میں اشارہ ضعف کا ہے، یعنی یہ قولِ ضعیف ہے۔

(۴) غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، :ص:۴۰۲، (آخر بحث قنوت) میں حضرت قاضی خاں علیہ الرحمہ کی عبارت اس طرح درج ہے:

و كلام قاضي خان يشير إلىٰ عدم اختياره له حيث قال: وإذا صلى على النبي صلى الله عليه وسلم في القنوت، قالوا: لا يصلي عليه في القعدة الأخيرة، ففي قوله «قالوا» إشارة إلى عدم استحسانه له و إلى أنه غير مروي عن الأيمة.[1] إلخ بلفظه.

یعنی کلامِ قاضی خاں میں اشارہ ہے، اُس کے عدم اختیار کرنے کی طرف جیسے کہا ہے اور جس وقت حضرت ﷺ کو درود وسلام پڑھا جائے، قنوت میں کہا انھوں نے (یعنی فقہا نے) کہ آں حضرت ﷺ پر قعدۂ اخیر میں درود وسلام نہ پڑھا جائے، پس اس کے قول میں لفظ «قالوا» عدم استحسان کی طرف اشارہ ہے اور یہ کہ یہ بات ائمہ سے مروی نہیں ہے۔

پس ان تمام روایاتِ کتبِ معتبرات سے ثابت ہو گیا کہ قاضی خاں علیہ الرحمہ کی تحریر میں لفظ «قالوا» درج ہے جو ضعف پر دلالت کرتا ہے، اور اس پر کوئی فتویٰ نہیں ہوسکتا، کیوں کہ یہ قول ضعیف اور مرجوح ہے، جس کی بابت درِ مختار میں لکھا ہے:

ان الحكم والفتيا بالقول المرجوح جهل و خرق للإجماع.[2]

یعنی حکم اور فتویٰ قولِ مرجوح پر دینا جہل اور اجماع کا توڑنا ہے، یعنی خلافِ اجماع ہے۔ ردّ ہو گیا یہ آپ کا کہنا کہ تمام حنفیہ کے نزدیک وہ شخص کافر ہے، جس نے خدا اور رسول کی شہادت پر نکاح کیا۔

اچھا کہیے اور ذرا سوچ کر! کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ «وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا[3]» کہ رسولِ خدا ﷺ تم پر اے لوگو گواہ ہیں۔ تفسیر عزیزی کی مفصل عبارت پیچھے درج کر چکا ہوں کہ آں حضرت ﷺ نورِ نبوت سے سب حالاتِ نیک و بد اور تمھارے سارے اعمالِ روزمرہ دیکھ رہے ہیں، جس پر وہ گواہ ہیں اور گواہی دیں گے، اور وہ گواہی مقبول ہے تو کیا اس مرد عورت کے نکاح کی شہادت یا گواہی نہیں دیں گے؟ جب وہ ان کے نکاح کی خبر رکھتے ہیں، اور ان کے سامنے یہ نکاح ہوا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ ضرور اور بالضرور شہادت دیں گے، اور اس میں کوئی شبہہ نہیں ہے کہ بلا دیکھے وہ گواہی نہیں دیں گے۔ نتیجہ یہ کہ آں حضرت ﷺ سب کچھ دیکھ رہے ہیں، اس لیے ضرور ہے کہ گواہی دیں گے، البتہ اس سے انکار کرنے والا ضرور کافر ہے، اس لیے کہ وہ نص کا منکر ہے۔

اب اور لیجیے، اسی نکاح کی بابت کتب فقہ معتبرات کو دیکھیے:

(۵) درِمختار کتاب النکاح:

[1] غنية المستملي معروف به حلبي كبير، آخر بحث قنوت، ص:۴۲۲، عارف آفندی، سندھ
[2] در مختار، ج:۱، ص:۱۷۶، ۱۷۷، (دار الكتب العلميه) [3] پاره:۲، سوره بقره ۲، آيت:۱۴۳

تزوج بشهادة الله و رسوله (صلى الله عليه وسلم) لم يجز. بل قيل: يكفر.

یعنی اگر نکاح کیا کسی نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی شہادت پر تو جائز نہیں۔ اور قولِ ضعیف یہ ہے کہ وہ کافر ہو جاتا ہے۔

اب اس کا حاشیہ شامی دیکھیے:

(۶) ردالمحتار شامی، حاشیہ درمختار، جلد دوم، ص:۲۷۶، سطر:۲۱، مطبوعہ مجتبائی، دھلی:

(قَوْلُهُ : قِيلَ يَكْفُر) لِأَنَّهُ اعْتَقَدَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَالِمُ الْغَيْبِ. قَالَ فِي التَّتَارْخَانِيَّة : وَفِي الْحُجَّةِ ذَكَرَ فِي الْمُلْتَقَطِ: أَنَّهُ لَا يُكَفَّرُ لِأَنَّ الْأَشْيَاءَ تُعْرَضُ عَلَى رُوْحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَّ الرُّسُلَ يَعْرِفُونَ بَعْضَ الْغَيْبِ. قَالَ تَعَالَى: «عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنْ ارْتَضٰى مِنْ رَسُولٍ» قُلْت : بَلْ ذَكَرُوا فِي كُتُبِ الْعَقَائِدِ: أَنَّ مِنْ جُمْلَةِ كَرَامَاتِ الْأَوْلِيَاءِ، الِاطِّلَاعَ عَلَى بَعْضِ الْمُغَيَّبَاتِ وَرَدُّوا عَلَى الْمُعْتَزِلَةِ الْمُسْتَدِلِّينَ.بهذه الآيةعلى نفيها.الخ بلفظه.

یعنی یہ قولِ ضعیف (قِيلَ يَكْفُر) اس واسطے کہ اس نے اعتقاد کیا کہ رسولِ اکرم ﷺ علمِ غیب خود بخود جانتے ہیں، کہا فتاویٰ تاتارخانیہ اور حجۃ میں اور ذکر کیا کتاب ملتقط میں کہ تحقیق وہ شخص کافر نہیں ہوتا، کیوں کہ تمام اشیا آں حضرت ﷺ کے روبرو پیش کی جاتی ہیں۔ اور تحقیق پیغمبران علیہم السلام بعض غیب جانتے ہیں، جیسے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ عالم الغیب ہے وہ اللہ تعالیٰ نہیں ظاہر کرتا اپنے غیب کو کسی شخص پر لیکن جس کسی نبی یا رسول کو پسند فرماتا ہے، اُس کو علم غیب عطا فرماتا ہے (حضرت شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں) کہ میں کہتا ہوں: بلکہ کتب عقائد میں لکھا ہے کہ اولیاے کرام کی کرامات میں سے ہے، بعض غیب پر اطلاع پانا اور یہ امر معتزلہ فرقہ کا رد ہے۔

(۷) معدن الحقائق شرح کنزالدقائق، کتاب النکاح:

والصحيح أنه لا يكفر لأن الأنبياء عليهم الصلوٰة والسلام يعلمون الغيب ويعرض عليهم الأشياء. اھ

یعنی صحیح یہی ہے کہ (خدا اور رسول کی شہادت پر نکاح کرنے والا) وہ کافر نہیں ہوتا، کیوں کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب کی باتیں جانتے ہیں اور تمام اشیا ان کے روبرو پیش کی جاتی ہیں۔

(۸) خزانۃ الروایات، باب النکاح:

و في المضمرات: والصحيح أنه لا يكفر لأن الأنبياء عليهم الصلوٰة والسلام يعلمون الغيب و يعرض عليهم الأشياء فلا يكون كفراً. اھ

یعنی مضمرات میں ہے کہ صحیح یہی ہے کہ وہ نکاح کرنے والا کافر نہیں ہوتا، کیوں کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام علم غیب جانتے ہیں اور تمام چیزیں ان کے روبرو پیش کی جاتی ہیں۔

(۹) مجموعہ خانی، جلد ثانی، ص: ٦۔

در[1] فتاویٰ حجۃ می گوید: صحیح آنست کہ آں مرد کافر نمی شود وزیرا کہ اعمال بندگان بر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم عرض می کنند، پس غیب نباشد۔ بلفظہ

لیجیے! مفتی جی! ان تمام عبارات کتب معتبرات سے آفتاب کی طرح روشن اور صاف ہو گیا کہ جو شخص خدا اور اس کے رسول ﷺ کی گواہی پر نکاح کرے وہ ہرگز ہرگز کافر نہیں ہوتا اور یہی صحیح ہے۔ اور جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ بالکل غلط ہے اور یہی اعتقاد مذہب اہل سنت و جماعت احناف کا ہے۔ اور جن علما یعنی قاضی خاں و بزازی علیہما الرحمہ نے کفر کا لفظ تحریر کیا ہے، وہ خود اس کو ضعیف اور مرجوح فرما رہے ہیں۔ اور وجہ اس کی ظاہر اور صاف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور آں حضرت ﷺ کا حکم تاکیدی یہ ہے کہ نکاح کے وقت دو آدمی گواہ ہونے چاہئیں، جو شخص اس کے خلاف کرے گا، یا اس سے انکار کرے گا وہ واقعی کافر ہو جائے گا، لیکن یہ وجہ نہیں کہ کسی شخص نے رسولِ اکرم ﷺ کو عالم الغیب سمجھا۔ دیکھیے، اس کی تصدیق یوں ہے:

(۱۰) طحطاوی حاشیہ درمختار میں اسی مسئلہ کو اس طرح پر لکھا ہے:

قوله: يكفر، لعل وجهه أنه حلل ما حرّم الله تعالىٰ لأن الله تعالىٰ لم يحل النكاح إلا بشهود من الجنس فإذا اعتقد الحل بغير ذٰلك فقد خالف۔ اھ

یعنی یہ قول کہ (نکاح کرنے والا) کافر ہو جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس نے حلال اعتقاد کیا اس چیز کو، کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ نکاح جائز نہیں ہوتا جب تک کہ دو گواہ آدمی اس کی جنس کے موجود اور حاضر نہ ہوں، پس جب کہ اس نے اعتقاد کیا اس بات کا کہ نکاح بغیر شہادت دو گواہان جنس خود کے حلال ہے، پس اس نے مخالفت کی حکم خداوندی کی اس لیے وہ کافر ہو گیا۔

ایک بات اور بھی آپ نے تحریر فرمائی ہے کہ جو فرشتوں علیہم السلام کو عالم الغیب کہے وہ بھی کافر ہے- یہ بھی غلط ہے۔ آپ کو اس بات کا علم نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا کہ میں دنیا میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں تو فوراً فرشتوں نے یوں کہا:

---

[1] ترجمہ: فتاویٰ حجۃ میں ہے: صحیح یہ ہے کہ وہ شخص کافر نہ ہوگا اس لیے کہ فرشتے بندوں کے اعمال رسولِ پاک ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں، تو یہ غیب نہ ہوگا۔

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ۔[1]

یعنی فرشتوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو کہا کہ کیا تو ایسے شخص کو پیدا کرنا چاہتا ہے جو زمین میں فساد اور خوں ریزی کرے گا۔

فرمایئے! یہ غیب کی بات فرشتوں نے کیسے کہہ دی، اور کہاں سے کہہ دی، یہ خبر ان کو کس نے بتلائی۔ اور خداوند تعالیٰ نے بھی اُن سے پوچھا نہیں کہ تم یہ غیب کی بات کیسے کہتے ہو۔ میرے سوا تو کوئی غیب کی بات نہیں جانتا، تم تو کافر ہو گئے تم نے غیب کی بات کہہ دی، اور نہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے غیب کی بات کا انکار کیا فرمایا، صرف اتنا فرمایا کہ جو جو اسرار آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے اور خلیفہ بنانے کے میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے یعنی جو بات تم کہتے ہو، وہ بھی صحیح ہے۔ لیکن آدم علیہ السلام کا پیدا کرنا اور آخر دنیا پر آں حضرت ﷺ رحمۃ للعالمین کا ظہور کرنا میری مشیت میں ہے۔ کیا کہیے، مولوی جی! یہ فرشتے بھی سب کے سب آپ کے فتویٰ کفر کے نیچے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

اگر آپ یہ کہیں کہ کسی مرد وعورت کے نکاح کے خبر فرشتوں کو کس طرح ہوئی، اور وہ حاضر کیسے ہوئے؟ میں کہتا ہوں کہ آپ کو یہ بھی علم نہیں کہ ہر انسان کے ساتھ کم سے کم دو فرشتے تو ضرور ہر وقت ہر لحظہ، ہر لمحہ حاضر رہتے ہیں، یا یہ کہ آپ کا اس پر بھی ایمان نہیں۔ اور قرآن شریف کی آیات:

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ. كِرَامًا كَاتِبِيْنَ. يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ.[2] (یعنی تمھارے پر محافظ مقرر ہیں سردار لکھنے والے وہ سب کچھ جانتے ہیں، جو تم کرتے ہو۔) پر بھی ایمان وایقان نہیں۔

یہاں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ فرشتوں کے غیب کو فرما رہا ہے کہ وہ فرشتے جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب کچھ جانتے ہیں، پس اس صورت میں نکاح کرنے والے مرد اور عورت کے ساتھ دو دو فرشتے ہر وقت حاضر وناظر رہتے ہیں اور حاضر تھے بجائے دو گواہان کے چار گواہ موجود ہوئے، تو پھر کیوں کر اُن کا نکاح نہ ہوا۔ آپ کا اعتقاد یہ ہے کہ خدا اور رسول ﷺ کی شہادت پر نکاح نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ وہ نکاح کے وقت حاضر نہ تھے، یا یہ کہ رسول ﷺ غیب نہیں جانتے جو نکاح کے وقت حاضر ہوں مگر میں پوچھتا ہوں کہ کیا خداوند تعالیٰ بھی آپ کے اعتقاد میں نکاح کے وقت حاضر نہیں ہوتا یا وہ علم غیب نہیں جانتا کہ نکاح کے وقت حاضر ہو سکے۔ لیکن ہمارا اہل سنت و جماعت کا اعتقاد ہے کہ نکاح کے وقت اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ حاضر ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی حاضری میں یا فرشتوں کی حاضری میں نکاح نہ ہونے یا ناجائز ہونے کی وجہ اُن کی حاضری یا غیر حاضری یا علمِ غیب کا ہونا یا نہ ہونا نہیں ہے، بلکہ اس کی وجہ وہی ہے جو میں گزشتہ صفحہ نمبر ۱۰۱ر پر عبارت طحطاوی حاشیہ درمختار کی نقل کر چکا ہوں، یعنی دو گواہان کا جنس انسان سے وقت نکاح بموجب حکم خدا تعالیٰ اور رسول ﷺ کے حاضر ہونا ضروری ہے، تا کہ اگر کوئی صورت ایسی پیدا ہو جائے کہ مرد وعورت میں ناچاقی وشکر رنجی کی صورت پیدا ہوا اور اُن میں سے کوئی ایک نکاح سے انکار کرے یا مہر مقررہ سے منکر ہو یا خدانخواستہ کچہری حکام میں مقدمہ دائر ہو جائے تو

[1] پارہ: ۱، بقرہ: ۲، آیت: ۳۰

[2] پارہ: ۳۰، انفطار: ۸۲، آیت: ۱۰ - ۱۲

اُس جگہ یہ دونوں گواہ حاضر ہوسکیں اور شہادت ادا کریں، کیوں کہ خداوند تعالیٰ اور حضرت رسول اکرم ﷺ یا فرشتگان کو کچہری یا غیر کچہری میں کسی فرد بشر یا حاکم کو طلب کرنے کی مجال اور طاقت اور قدرت نہیں۔

پس ثابت ہوا کہ دو گواہان کا نکاح کے وقت موجود اور حاضر ہونا ضروری ہے، ورنہ نکاح ہی نہ ہوگا، یہ شریعت کا حکم ہے۔ مگر افسوس آپ نے اس بات پر غور ہی نہیں کیا، اور نہ تمام کتب دینیہ کو مطالعہ کیا۔ ایک دو عبارتیں بے سمجھی سے لکھ دیں۔ خیر اب بھی امید نہیں کہ اپنے عقیدہ کو صاف کریں۔ غالباً ویسے کے ویسے ہی رہیں۔ بقول شخصے ؎

بازؔ[1] گر دیدن ندارد سود جاہل را ز جہل

قلب ناداں گرکنی صد بار ناداں میشود

اب ایک اور امر کا اظہار ضروری ہے، جس کا تعلق علم غیب کے ساتھ ہے۔ وہ یہ ہے کہ میں نے اپنی کتاب "کلمۂ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی" مرزا قادیانی کی کتاب "انجام آتھم" کے رد میں لکھی تو میں نے اس کی کتاب "ازالہ اوہام" کے صفحات ۶۸۹، ۶۹۱ کے حوالہ سے لکھا کہ مرزا قادیانی کا اعتقاد ہے کہ آں حضرت ﷺ کی وحی غلط نکلی۔ ملخصاً۔

تب آپ کے بھائیوں دیوبندیوں نے ایک حدیث شریف کچہری میں نکال کر مرزائیوں کو دی، اور انھوں نے کچہری میں پیش کی۔ وہ حدیث یہ ہے:

وعَنْ أَبِي مُوسٰى عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ : رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أُهَاجِرُ مِنْ مَكَّةَ إِلَى أَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ ، فَذَهَبَ وَهَلِي إِلَى أَنَّهَا الْيَمَامَةُ أَوْ الْهَجَرُ فَإِذَا هِيَ الْمَدِينَةُ يَثْرِبُ.الحديث[2]

بات یہ تھی کہ مسلمانوں نے جب قادیانی پر اعتراضات کیے کہ تمام الہام تمھارے غلط اور جھوٹ ہیں، تب مرزا قادیانی نے جواب دیا کہ آں حضرت ﷺ کی وحی بھی غلط نکلی تھی۔ اور اس کی تائید میں "ازالہ اوہام" کے صفحہ ۶۲۹ر میں لکھا کہ "چار سو نبیوں نے بھی جھوٹ بولا تھا، کہ ایک بادشاہ کی فتح کی انھوں نے پیشین گوئی کی تھی، جو جھوٹی نکلی تھی، اور بادشاہ مذکور اُسی میدان میں مارا گیا، اور قصہ حدیبیہ میں بھی آں حضرت ﷺ نے غلطی کھائی"۔ ایسی ایسی عبارتیں دھوکا دینے کی غرض سے اُس نے لکھی تھیں۔ مرزا قادیانی کی تائید اور تصدیق میں آپ کے بھائیوں نے بڑے زور سے اس حدیث شریف کو کچہری میں پیش کروایا۔

ترجمہ حدیث شریف کا کیا جاتا ہے، جو کچہری میں نہیں کیا گیا۔ صرف یہ کہا گیا کہ خواب میں آں حضرت ﷺ نے ہجرت کا مقام وہ جانا کہ جہاں کھجوروں کے درخت ہیں وہ یمامہ یا ہجر ہے، مگر دراصل وہ مدینہ تھا، وہ ان کی اجتہادی غلطی تھی۔

اس پر میں نے کہا کہ اس حدیث کا یہ مطلب اور معنی نہیں ہیں۔ میں اس کے معنی اور مطلب بتاتا ہوں، لیکن مجوز نے

---

[1] ترجمہ: نصیحت نادان کو نادانی سے باز نہیں رکھ سکتی، اگر نادان کو سو بار نصیحت کرے گا تو بھی نادان رہے گا۔

[2] صحيح البخاري، ج:٢، الجزء:١٢، ص:٥١١، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الاسلام، مجلس بركات، اشرفيه

فرمایا کہ جس قدر ملزمان چاہتے ہیں اتنا ہی لکھا جائے گا۔ جس وقت تمھاری باری آئے گی، اس وقت تم اس کا مطلب بیان کرنا۔ آخر یہ ہوا کہ مہربان منصف نے جب میری باری جواب دینے اور سوالات کے صاف کرنے کا وقت آیا تو لکھنے سے انکار کر دیا۔ جیسے کہ مثل کچہری مقدمہ اور فیصلہ مجوز سے ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ منتقم حقیقی بدلہ لے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

چوں کہ اس کا جواب بھی اسی باب علم کے غیب کے متعلق ہے جو ہو جانا ضروری ہے، تا کہ آپ اور آپ کے وہابی بھائی اور مرزائی دونوں بھائی بھائی آپس میں سمجھ لیں جن کا اعتقاد ہے کہ آں حضرت ﷺ سے اجتہادی غلطی ہوتی رہی ہے۔

ترجمہ حدیث شریف بالا کا یہ ہے:

یعنی ابی موسیٰ (رضی اللہ عنہ) آں حضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضرت رسول خدا ﷺ نے کہ میں نے خواب میں دیکھا، کہ میں ہجرت کر رہا ہوں مکہ شریف سے ایک ایسی جگہ کی طرف جہاں کھجور کے درخت ہیں۔ میرا خیال ہوا کہ وہ یمامہ ہے یا ہجر۔ پس ناگہاں وہ مدینہ یثرب ہے۔ ترجمہ ختم ہوا۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ یہ سارا واقعہ خواب ہی کا ہے۔ اس حدیث شریف میں دو الفاظ قابل غور ہیں۔ ایک «وھلی» دوسرا «فاذا» لفظ «وھل» کے معنی دل کا کسی جگہ جانا، جو مراد اُس کی نہ ہو، یا دل میں کسی چیز کا بے قصد آنا (دیکھو منتخب اللغات صفحہ ۶، ۴) اور لفظ «فإذا» یا «إذا» کے معنی ناگہاں، فوراً اور اسی وقت کے ہیں۔ جیسے قرآن شریف میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کے جادو چلانے کے وقت اپنے عصا شریف کو بحکم خدا تعالیٰ پھینکا، تب «فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ»[1] پس فوراً ناگہاں اسی وقت وہ عصا شریف سانپ یا اژدہا بن گیا۔ یا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کو معجزہ کے طور پر باہر نکالا تو «فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنّٰظِرِيْنَ»[2] پس فوراً اُسی وقت وہ ہاتھ نورانی سفید ہو گیا۔ اور یہی الفاظ حدیث شریف کے «فَإِذَا هِيَ» یعنی اسی وقت خواب ہی میں مدینہ شریف معلوم ہو گیا یہ دھوکا نہیں جو مرزا قادیانی نے دیا، اور مطلب نکالا ہے، کہ یمامہ اور ہجر مقامات کو آں حضرت ﷺ نے سمجھا، اور پھر کئی روز بعد آپ کو پتہ لگا کہ وہ مدینہ یثرب ہے۔ قرآن شریف میں «فَإِذَا» و «إِذَا» کثرت سے آیات میں موجود ہے۔ جس کے معنیٰ فوراً ناگہاں، اُسی وقت کے ہیں۔ اور لفظ «وھل» کے معنی صاف بتلا رہے ہیں، کہ یمامہ اور ہجر کا خیال جو دل میں آیا وہ اصل مقصد نہیں تھا، بلکہ مدینہ شریف جو عین خواب ہی میں معلوم ہو گیا تھا وہی تھا۔

غرضے کہ یہ حدیث شریف کلہم خواب ہی کے حالات فرما رہی ہے اس میں بیداری کا مطلق ذکر نہیں، بدمذہبیوں کا دھوکا ہے۔

اب باقی بات یہ ہے کہ مرزائیوں اور وہابیوں کا اعتقاد ہے، آں حضرت ﷺ سے اجتہادی غلطی ہوتی رہی ہے۔ سو......

جواب اس کا یہ ہے کہ یہ ان کا کہنا سراسر بہتان اور دھوکا اور کسر شان رسول اکرم ﷺ کی ہے جس کا کوئی بھی

---

[1] پارہ: ۹، اعراف: ۷، آیت: ۱۰۷
[2] پارہ: ۱۹، شعراء: ۲۶، آیت: ۳۳

مسلمان قائل نہیں، بوجوہاتِ ذیل:

اول: اگر پیغمبران علیہم السلام کی نسبت یہ اعتقاد رکھا جائے کہ ان سے اجتہادی غلطی ہوتی رہی ہے تو تمام سلسلۂ نبوت اور شریعت، ہدایت واخبار کا درہم برہم ہوجائے گا، جب کوئی بات ہوئی، یہ کہہ دیا کہ یہ ان کی اجتہادی غلطی ہوگی اوران کے صدق کلام میں سخت رخنہ ہوگا۔ دیکھو میرے بیان کی تصدیق ذیل میں ہے:

دوم: انبیا علیہم السلام کی خواب وحی میں داخل ہے، اور اولیاے کرام کی خواب الہام میں داخل ہے۔

سوم: انبیا علیہم السلام کا اجتہاد وحی کے ساتھ مشتمل یقینی ہے اور اولیاے کرام کا اجتہاد ظنی ہے۔

چہارم: مکتوبات امام ربانی حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، جلد ثانی، نمبر ۳۶، ص:۹۰، سطر:۸، حصہ ششم، مطبوعہ امرت سر۔

احکامِ[1] اجتہادیہ در ثانی الحال احکام مُنزّ لہ سماوی گشتہ است زیرا کہ بر خطا مقرر داشتن انبیا را جائز نیست۔ علی نبینا و علیھم الصلوات والتسلیمات. پس در احکامِ اجتہادیہ بعد از ثبوت اجتہاد مستنبطان واختلاف آراے ایشاں حکمے از نزد حق جل وعلا نازل می گردد کہ صواب را از خطا جدا سازد وامتیاز مُحق از مُبطل نماید۔ پس احکام اجتہادیہ نیز در زمان آں سرور علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام بعد از نزول وحی کہ تمیز صواب از خطا نمود قطعی الثبوت بودند، و احتمال خطا نداشتند۔ الخ بلفظہ[2]۔

پنجم: حجۃ اللہ البالغۃ ترجمہ اردو حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ محدث دہلوی، صفحہ:۱۹۹، سطر ۳۔

اِن علوم میں بعض وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوتے ہیں، اور بعض آں حضرت ﷺ کے اجتہاد سے، لیکن آں حضرت ﷺ کا اجتہاد بھی وحی کے درجہ میں ہے خدا تعالیٰ نے آپ کو اس سے محفوظ رکھا ہے کہ آپ کی راے خطا پر جم سکے۔ الخ بلفظہ۔

ششم: تفسیر عزیزی، سورۂ بقرہ، شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ محدث دہلوی، صفحہ:۷، سطر ۱۲۔

تاثیر[3] نور القدس در قوت نظریہ او بوجہے واقع می شود کہ غلط واشتباہ در معلومات او راہا نمی یابد۔ بلفظہ۔

ھفتم: مناہج النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ شیخ عبد الحق علیہ الرحمۃ محدث دہلوی، جلد دوم، صفحہ:۶۹، سطر:۸۔

---

[1] ترجمہ: کچھ زمانہ گزرنے کے بعد اجتہادی احکام کی حیثیت آسمان سے نازل شدہ احکام کی ہو جاتی تھی، کیوں کہ انبیاے کرام علی نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات کو خطا پر برقرار رکھنا جائز نہیں۔ لہٰذا احکامِ اجتہادیہ میں مجتہدین کے اجتہاد اور رایوں کے اختلاف کے بعد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ایک حکم نازل ہوتا ہے، جو صواب کو خطا سے جدا کرتا ہے اور حق کو باطل سے ممتاز کرتا ہے۔ لہٰذا سرورِ عالم علیہ وعلیٰ آلہ الصلاۃ والسلام کے زمانے میں وحی نازل ہونے کے بعد جس سے صحیح اور غلط کے درمیان تمیز ہوتی ہے، احکامِ اجتہادیہ بھی قطعی الثبوت ہوتے تھے اور خطا کا احتمال نہیں رکھتے تھے۔

[2] مکتوبات امام ربانی، ج:۲، دفتر دوم، حصہ ششم، مکتوب نمبر ۳۶، ص:۹۲، مکتبہ ایشیق، استنبول، ترکی.

[3] ترجمہ: نورِ قدس کی تاثیر حضور کی قوتِ نظری میں اس طرح واقع ہوتی ہے کہ آپ کی معلومات میں غلطی وشبہہ کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

وصل: جان اس بات کو کہ عالموں نے وحی کے مراتب عدید ذکر کیے ہیں۔یعنی کئی وجہ سے: اول: رویا صالحہ ہے۔ چناں چہ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی حدیث میں آیا ہے:

أول ما بدئ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الرؤياء الصّالحة.

یعنی اول جس چیز سے کہ ابتدا (وحی) کیا گیا رسول خدا ﷺ کے ساتھ وہ رویا صالحہ ہے۔

و في رواية ايضًا وكان لا يرى رويا إلا جاءت مثل فلق الصبح[1].

«فلق» بمعنیٰ شگاف ہونا۔اور «فلق» یعنی پو پھٹنا صبح کا اور مراد اس سے نور صبح ہے یعنی وحی کے مراتب سے ایک رویا صالحہ ہے۔لفظ صالحہ کے واسطے کہ خواب میں اکثر چیزیں نظر پڑتی ہیں کہ محمول ہوتی ہیں وے اوپر اہمال کے اور فساد کے، لیکن انبیا کو یہ نہیں بلکہ وہی رویا ہے انبیا کا بمنزلہ وحی ہو۔اسی واسطے کہا "رویائے صالحہ" اور بعض روایت میں آیا ہے "رویا صادقہ" پس نہیں دیکھتا رویا کے تئیں مگر آتا ہے رویا مثل «فلق صبح» یعنی نور صبح۔بعضے کتابوں میں واقع ہوا ہے رویا چھ مہینے تک تھا، اور ثبوت میں اس مدت کے کلام ہے۔واللہ اعلم۔بلفظہ۔

هشتم: مناہج النبوۃ درترجمہ مدارج النبوۃ ایضاً صفحہ ۸۶/، سطر ۶/جلد دوم:

«وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی. اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی»[2] ....صاحب مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی سے مراد پیغمبر (ﷺ) کی زبان ہے یعنی جو کلام کرتا ہے پیغمبر، نہیں ہے وہ کلام مگر وحی، اپنی طرف سے نہیں۔الخ بلفظہ۔

پس ثابت ہوگیا کہ آں حضرت ﷺ کا اجتہاد بھی وحی الٰہی ہے اس میں کسی قسم کی غلطی کو راہ نہیں۔اور مردود ہے کلام قادیانی کا اور ساتھ ہی وہابیہ دیوبندیہ کا۔

اب میں قصہ حدیبیہ کا بھی مختصر حال لکھ دیتا ہوں۔جس پر قادیانیوں اور وہابیوں کو غلطی کا گمان ہے۔

مناہج النبوۃ درترجمہ مدارج النبوۃ، جلد دوم، ص:۴۳۶۔

روایت کرتے ہیں کہ حدیبیہ کی صلح کے روز اصحاب رضی اللہ عنہم نہایت اندوہناک اور محزون ہوئے۔ایک تو اس جہت سے کہ اُن کے تصور میں یہ بات آئی تھی، کہ اِسی سال میں اُس جناب کی خواب کا نتیجہ ظاہر ہوگا، اور مکے کی فتح میسر ہوگی، اور اہل اسلام مسجد الحرام میں داخل ہوں گے۔

نقل ہے عمر ابن الخطاب سے کہ ایک روز میرے دل میں ایک امر عظیم آیا، اور مراجعت کی میں نے حضرت (ﷺ) کے ساتھ کہ ہرگز اس کے مانند نہیں کی تھی، اور کہا میں نے: آیا تو پیغمبر برحق نہیں ہے؟ فرمایا: ہوں! پھر کہا میں نے کہ ہم برحق نہیں ہیں؟ اور مخالف باطل پر؟ فرمایا: ہاں! کہا میں نے: پس کس واسطے یہ مذلت اور حقارت کھینچیں ہم، اور اس طور

[1] مدارج النبوۃ، جلد دوم، قسم دوم، باب سوم، ص: ۳۵، برکات رضا پور بندر، گجرات.
[2] پارہ: ۲۷، نجم ۵۳، آیت: ۳، ٤

سے صلح کر کے پھریں ہم؟ حضرت ﷺ نے فرمایا: اے بیٹے خطاب کے! تحقیق کہ میں فرستادۂ خدا ہوں، اور بے فرمانی اُس کی نہیں کرتا میں، اور وہ میرا ناصر اور معین ہے، وہ مجھے ضائع نہ چھوڑے گا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ یہ صلح وحی سے واقع ہوئی، نہ رائے اور اجتہاد سے۔

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، یارسول اللہ ﷺ! آپ نے ہم سے وعدہ نہیں کیا کہ جلد ہو کہ مکے میں جاویں ہم، اور بیت اللہ کا طواف بجالاویں ہم؟ فرمایا: ہاں! وعدہ کیا میں نے لیکن یہ نہیں کہا کہ اس برس۔ اے عمر! غم مت کھا کہ تو کعبے کی زیارت کو پہنچے گا۔ پس ویسا ہی، اندوہ گیں پیغمبر ﷺ کے آگے سے اٹھا میں، اور ابوبکر صدیق کے نزدیک گیا میں، اور وہی حکایت جو حضرت سے میں نے عرض کی تھی، اُس سے بھی کہی میں نے، اور وہی جواب جو میں نے حضرت سے سنا تھا صدیق سے بھی سنا میں نے ......اور ایک روایت میں ہے کہ صدیق رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے مرد جا اور ہاتھ اُس کی رکاب میں مارا، اور کچھ اعتراض مت کر، کہ وہ فرستادۂ خدا ہے، جو کرتا ہے وحی سے یعنی پیغام خدا سے کرتا ہے، اور مصلحت اس میں ہے اور خدا ناصر ہے اُس کا۔

اور یہ قول عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بر سبیل استکشاف اور استفسار تھا، نہ بر سبیل شک و انکار، اور ساتھ اُس کے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ ایک عمر گذری ہے کہ شیطان کے وسواس سے اور کیدِ نفس سے جو اُس روز میری خاطر میں گذرا تھا استغفار کرتا ہوں، اور اعمال صالحہ سے صوم و صلوٰۃ اور اعتاق و تصدقات سے توسل ڈھونڈتا ہوں میں، تاکہ میری اس جرأت کی کفالت ہو۔

نقل ہے کہ حدیبیہ کی صلح کی مدت میں مشرکین اتنے مسلمان ہوئے کہ برابری کرتے تھے ابتداے بعثت سے حین مصالحت تک۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کوئی فتح اہل اسلام میں حدیبیہ کی صلح کے برابر نہ تھی، لیکن ادراک عقل اس معنی پر نہیں پہنچتا، وہ ایک سرّ تھا درمیان اس جناب ﷺ کے اور اُس کے پروردگار کے، لیکن بندے تعجیل کرتے تھے، اور خداوند عزوعلا عجلت یعنی جلدی کرنے سے مبرّا اور منزہ ہے یعنی پاک ہے۔

اور جب واقع ہوئی حدیبیہ کی صلح تب مختلط ہوئے کفار مسلمانوں سے اور آکے مدینے میں مطلع ہوئے احوال شریف پر اُس جناب ﷺ کے، اور اصحاب رضی اللہ عنہم کے، کہ پڑھتے تھے قرآن کو کفار کے سامنے بے تحاشے، اور مباحثہ و مناظرہ کرتے تھے بے ملاحظہ، اور گئے اہل اسلام مکے میں، اور خلوت اور جلوت کی انھوں نے اپنے اہل و عیال سے، اور اپنے یاروں سے، اور دوستوں سے، اور نصیحت کی انھوں کے تئیں، اور سنا اہل نے احوال شریف اس جناب ﷺ کا، اور معجزات ظاہرہ اور آثار بینہ، یعنی روشن اس جناب ﷺ کا، اور اعلام نبوت اور حسنِ سیرت یعنی ظاہر کرنا نبوت کا، اور نیکی خصلت کی، اور جمال طریقت پیغمبر ﷺ کا۔ پس پیدا ہوئی اُن کے دلوں میں محبت رسول خدا ﷺ کی، اور مائل ہوئے بواطن (جمع باطن) کی طرف ایمان کے اور اُس کے احکام کے، اور یہ وہی لوگ تھے کہ اس سے آگے نہیں سنتے تھے

سوا اہل کفر کے افتراؤں کے (افترا بمعنی بہتان) اور طغیان اور مخترعات نفس کے، اور شیطان کے۔ مخترعات "اختراع" سے آیا ہے۔ بمعنی نو پیدا کرنا کسی بات کا خیر ہو یا شر۔ پس ایمان لائے حدیبیہ کی صلح کے بعد میں، اور مکے کی فتح میں بہت سے لوگ، اور حاصل کی میل یعنی رغبت طرف اسلام کے اور اہل اسلام کے، یہاں تک کہ طلوع ہوا نور مکے کی فتح کا، یعنی مکے کی فتح ہوئی۔ اور ساطع ہوا برہان دین، یعنی روشن ہوئی حجت دین کی۔ الخ بلفظہ۔

میں کہتا ہوں کہ مدارج النبوۃ میں بہت مفصل حالات قصہ حدیبیہ کے درج ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ یہ سفر حدیبیہ بموجب وحی الٰہی تھا، ورنہ اللہ تعالیٰ کے فرمان «وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى. اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى»[1] سے نافرمان ہونا پڑے گا ان لوگوں کو جو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر غلطی کرنے کا الزام لگاتے ہیں اور کسر شان اور توہین کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

اب میں پھر اصل مطلب پر آتا ہوں اور یہ بتلانا ضروری سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا علم کتنا ہے، اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب کس قدر ہے، اور اولیاے کرام کو علم غیب کہاں تک ہے، تاکہ ان لوگوں کے شک اور وہم کا ازالہ ہوجائے جو کہتے ہیں کہ سنیوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کے برابر کردیا ہے۔

اول: علم اللہ تبارک وتعالیٰ

(۱) شرح عقائد علامہ تفتازانی علیہ الرحمہ، :۲۷۔

معلومات الله تعالىٰ أكثر من مقدوراته مع لاتناهيهما. اه

یعنی اللہ تعالیٰ کی معلومات مقدورات سے بہت زیادہ ہیں، باوجود اس کے کہ دونوں کی کوئی انتہا نہیں۔ (یعنی معلومات اور مقدورات کی)

(۲) شرح مواقف، موقف ثانی، علامہ جرجانی علیہ الرحمہ:

و أعلم أن معلومات الله تعالىٰ أكثر من مقدوراته مع أن كل واحد منهما غير متناهيه. اه

یعنی جان تو! تحقیق اللہ تعالیٰ کے معلومات بہت زیادہ ہیں، اس کی تقدیر کیے ہوئے سے، باوجود اس کے کہ ہر ایک ان دونوں میں سے غیر منتہی ہیں۔

(۳) صحيح بخاری، جلد دوم، ص:٧٦، سطر:٤، مصري. (قصہ حضرت موسیٰ وحضرت خضر علیہما السلام:)

فَلَمَّا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ جَاءَ عُصْفُورٌ ، فَوَقَعَ عَلَى حَرْفِ السَّفِينَةِ ، فَنَقَرَ فِي الْبَحْرِ نَقْرَةً أَوْ نَقْرَتَيْنِ، قَالَ لَهُ الْخَضِرُ: يَا مُوسَىٰ ! مَا نَقَصَ عِلْمِي وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللهِ إِلاَّ مِثْلَ مَا نَقَصَ هَذَا الْعُصْفُورُ بِمِنْقَارِهِ مِنَ الْبَحْرِ . الحديث بلفظه.

---

[1] پارہ:۲۷، نجم ۵۳، آیت:۳، ٤

یعنی ایک چڑیا کشتی کے کنارہ پرآ کر بیٹھی، اور اس نے اپنی چونچ کو سمندر میں ڈبو دیا، پس حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلاۃ والسلام سے فرمایا کہ تمھارا علم اور میرا علم سارے جہانوں کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں اتنا ہے جتنا چڑیا نے اپنی چونچ میں لیا۔

(۴) علامہ خفاجی علیہ الرحمہ حاشیہ بیضاوی میں ہے:

ان معلومات الله تعالیٰ لا نهاية لها وغيب السمٰوات والأرض وما يبدونه وما يكتمونه قطرة منها. اهـ

یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ کے معلومات کی انتہا نہیں ہے اور غیب آسمانوں اور زمینوں، اور جو کہ ظاہر کرتے ہیں اس کو اور جو کہ چھپاتے ہیں اس کو ایک قطرہ ہے اس سے۔

(۵) کیمیاے سعادت، امام غزالی علیہ الرحمہ:

و ہیچ[۱] سلیم دل نبود کہ ایں مقدار نداند کہ علم فرشتگان و آدمیان در جنب علم حق تعالیٰ ناچیز است و ہمہ را گفتہ است «وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا»۔[۲]

دوم: علمِ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و اولیاے کرام علیہم الرحمہ

(۱) تفسیر روح البیان (لیلۃ الاسراء):

وقد قال عليه السلام: ليلة المعراج : قُطرت في حلقي قطرة علمت ما كان وما سيكون. اهـ[۳]

یعنی تحقیق فرمایا آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ معراج کی رات کو میرے حلق میں قطرہ ٹپکایا گیا، تب جانا میں نے جو کچھ ہو چکا تھا، اور جو کچھ آئندہ ہوگا۔

(۲) تفسیر حسینی، باب معراج۔

در[۴] احادیث معراجیہ آمدہ است کہ در زیر عرش بودم، قطرہ در حلق من ریختند «فَعُلِّمْتُ بِها مَاكَانَ وَمَا سَيَكُوْنُ»۔[۵] اھ بلفظہ

(۳) تفسیر روح البیان، ص: ۳۷۵۔

قال شيخنا العلامة أبقاه الله بالسلامة في "الرسالة الرحمانية في بيان الكلمة العرفانية:" علم

---

[۱] ترجمہ: اور کوئی سلیم دل انسان ایسا نہ ہوگا جسے اتنا بھی نہ معلوم ہو کہ تمام فرشتوں اور آدمیوں کا علم اللہ تعالیٰ کے علم سامنے کچھ بھی نہیں۔ خدا کا فرمان ہے تمھیں تھوڑا علم دیا گیا۔

[۲] ملخصاً کیمیاے سعادت، رکن چہارم، ص: ۴۰۰، مطبع کریمی پریس، بمبئی

[۳] تفسير روح البيان، ج:۳، ص:۳۵، مكتبه اسلاميه، كوئٹه.

[۴] ترجمہ معراج کی احادیث میں مذکور ہے کہ عرش کے نیچے میرے حلق میں قطرہ ٹپکا دیا گیا تو میں نے جان لیا جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے۔

[۵] تفسير حسيني ز ير آيت: "وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ" ج:۱، ص: ۱۱۵، مطبع احمدی، كان پور

الأولياء من علم الأنبياء بمنزلة قطرة من سبعة أبحر، وعلم الأنبياء من علم نبينا محمد عليه الصلوٰة والسلام بهذه المنزلة، وعلم نبينا من علم الحق سبحانه بهذه المنزلة انتهى . وفي القصيدة البردية ؎

وكلهم من رسول الله ملتمس غرفا من البحر أو رشفا من الديم

وواقفون لديه عند حدهم من نقطة العلم أو من شكلة الحكم

حاصله أن علوم الكائنات وإن كثرت بالنسبة إلى علم الله عزوجل بمنزلة نقطة أو شكلة ومشربها بحر روحانية محمد صلى الله عليه وسلم فكل رسول ونبي و ولي اٰخذون بقدر القابلية والاستعداد مما لديه وليس لأحد أن يحذوه أو يتقدم عليه. انتهى[1].

یعنی کہا ہمارے شیخ علامہ نے باقی رکھے اللہ تعالیٰ اُس کو ساتھ سلامتی کے، اپنے "رسالہ رحمانیہ فی بیان کلمۃ العرفانیہ" میں علم اولیا کا انبیا علیہم السلام کے علم کے مقابلہ میں سات سمندروں میں سے ایک قطرہ ہے۔ اور علم تمام انبیا علیہم السلام کا مقابلہ میں علم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ایسا ہی ہے، اور علم سرور عالم ﷺ کا علم الٰہی سبحانہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ایسا ہی ہے۔

اور قصیدہ بردہ میں ہے (اور تمام انبیاے کرام سرکارِ دوعالم ﷺ سے امید رکھنے والے ہیں کہ چلّو دریائے فضل سے یا ایک قطرہ بارش جود سے ملے، اور کھڑے ہوئے ہیں دربار مختار دوعالم ﷺ میں اپنے اپنے مرتبہ کے موافق تا کہ مل جاوے ایک نقطہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام سے، یا ایک شکل شکلوں سے حکمت کے۔)

حاصل ان تمام کا یہ ہے کہ تحقیق علوم کل کائنات اگر چہ بہت ہیں، مگر علم الٰہی کی طرف نسبت کرتے ہوئے قائم مقام ایک نقطہ یا ایک شکل کے ہے۔ اور اس علم حاصل کرنے کی جگہ سمندر ہے، روحانیت محمد رسول ﷺ کا۔ پس ہر رسول و نبی و ولی اس دریا سے اپنی اپنی قابلیت اور استعداد کے موافق پاتے ہیں۔ کسی کی طاقت نہیں کہ اُس کی برابری کرے یا اُس سے بڑھ جائے۔ کما فی الابریز، ص: ۲۶۲۔

لو عاش جبريل مائة ألف عام إلىٰ مائة ألف عام إلىٰ مالا نهاية له ما أدرك رُبعًا من معرفة النبي صلى الله عليه وسلم ولا من علمه بربه تعالىٰ، وكيف يمكن أن يكون سيّدنا جبرئيل أعلم و هو إنما خلق من نورالنبى صلى الله عليه وسلم؟الخ. وقد[2] كان الحبيب صلى الله عليه وسلم مع حبيبه عزّ و جل حيث لا جبريل ولا غيره ،واستمد صلى الله عليه وسلم من ربه تعالىٰ اذ ذاك ما

---

[1] روح البيان: زیر آیت الکرسی. تفسیر "وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ"الخ، ج:۱، ص:۴۰۳، مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ.

[2] ترجمہ:-حبیب پاک ﷺ اپنے رب عز وجل کے وہاں ایسے مقام پر فائز ہوئے جہاں حضرت جبریل اور کسی کی رسائی تک نہیں۔ رسولِ پاک ﷺ نے وہاں اللہ کریم کی عطا اور اس کی عظمت جلال کے شایانِ شان فیضِ خاص پایا۔

يليق بعطية الكريم وجلاله و عظمته مع حبيبه صلى الله عليه وسلم إلى اٰخر ما أفادو أجاد فلينظر ثمه من أراد.

یعنی پس کہا تحقیق اگر زندہ رہیں، جبرئیل علیہ السلام ایک لاکھ برس سے دوسرے لاکھ برس تک، یا اس قدر زندہ رہیں کہ جس کی حد و عد نہیں، تو بھی معرفت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، اور نہ ان کے علم سے جو اُن کو اُن کے رب جل مجدہ نے عطا فرمایا ہے چوتھا حصہ بھی نہیں پائیں گے۔ اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سیدنا جبرئیل علیہ السلام زیادہ علم والے ہوں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، حالاں کہ جبرائیل علیہ السلام انھیں کے نور مبارک سے بنائے گئے ہیں۔ (منیر الدین)

(۴) درر الغواص عن فتاویٰ علی الخواص حضرت امام شعرانی علیہ الرحمۃ، ص:۸۰۔

قال: ولما لقن رسول الله صلى الله عليه وسلم علي ابن أبي طالب رضى الله عنه و خلع عليه ذٰلك صار يقول: عندي من العلم الذي أسرّه إليّ رسول الله صلى الله عليه وسلم ما ليس عند جبرئيل ولا ميكائيل، فقال له ابن عباس: كيف ذٰلک يا امير المؤمنين! فقال: إن جبرئيل عليه السلام تخلف عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة الإسراء وقال: ما منا إلا له مقام معلوم فلايدري ما وقع بعد ذٰلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم. اھ

یعنی کہا: اور جب تعلیم کیا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو حضرت علی پر اس تلقین کو پیش کیا تو حضرت علی کہنے لگے کہ میرے پاس اس علم میں سے جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کیا، وہ علم بھی ہے جو جبرائیل و میکائیل جیسے فرشتوں کے پاس بھی نہیں ہے۔ اس بات پر ابن عباس نے آپ سے سوال کیا، کس طرح ہے یہ؟ یعنی اس کا کیا مطلب ہے یا امیر المومنین! پس جواب دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے۔ تحقیق جبرائیل علیہ السلام پیچھے رہ گئے، جدا ہو گئے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شبِ معراج میں، اور کہا جبرائیل نے: ہم میں کوئی ایسا فرشتہ نہیں ہے، جس کے لیے ایک خاص حد نہ ہو، بلکہ ہر ایک کے لیے ایک مقرر مقام ہے کہ وہ اس سے تجاوز نہیں کرسکتا، پس نہیں جانتے جبرائیل علیہ السلام جو کچھ واقعہ ہوا بعد اس کے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔

(۵) تفسیر نیشاپوری، زیرِ آیت:

«فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ» والظاهر أنها أسرار وحقائق ومعارف لا يعلمها إلا الله ورسوله[۱]. بلفظه

یعنی آیت شریف "پس وحی کی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو کچھ وحی کی" اس سے ظاہر ہے کہ وہ تمام چھپے بھید اور حقائق اور معارف ہیں، کوئی چیز بھی چھپی نہیں رہی۔ (سب کچھ بتلا دیا)

(۶) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[۱] التفسير النيسافوری، جز:۷، ص:۷٦.

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِیْنَ.[۱]

اور اتاری ہم نے تم پر کتاب، جس میں ہر چیز کا روشن طور بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے رحمت اور ہدایت کی خوش خبری ہے۔

(۷) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِیْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَیْءٍ.[۲]

یعنی قرآن شریف ایسی بات نہیں جو افترا بنایا جائے، بلکہ یہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور اس میں ہر شے کا مفصل بیان ہے۔

(۸) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ.[۳]

ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز لکھنے سے نہیں چھوڑی، یعنی سب کچھ لکھ دیا ہے۔

(۹) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ.[۴]

کوئی دانہ نہیں ہے زمین کے اندھیروں میں، اور نہ کوئی تر، اور نہ کوئی خشک، مگر یہ کہ وہ روشن کتاب میں لکھا ہوا موجود ہے۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ.[۵]

یعنی ہر چیز کو ہم نے روشن پیشوا میں جمع کر دیا ہے، یعنی قرآن شریف میں ہر شے کا ذکر فرما دیا ہے۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ.[۶]

یعنی ہر چھوٹی بڑی چیز کو (لوح محفوظ میں) لکھ دیا ہے۔ یعنی لوح محفوظ میں سب کچھ جو ہونے والا ہے، درج کر دیا ہے۔

دیکھیے! قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ صاف صاف "کل" کے لفظ سے فرما رہا ہے کہ رسول خدا ﷺ کو قرآن مجید میں ہر شے کا علم دیا گیا ہے، کوئی چیز باقی نہیں رہی، اور لوحِ محفوظ میں جو کچھ درج ہے ان سب کا علم آں حضرت ﷺ کو حاصل لوحِ محفوظ کا علم تو آں حضرت ﷺ کے علموں میں سے ایک شمہ ہے جیسے کہ اس بحث میں ثابت کر چکا ہوں۔ بلکہ لوح محفوظ تو ادنیٰ خادمانِ آں حضرت ﷺ یعنی اولیاے کرام کے بھی ہر وقت پیش نظر ہے جیسے مولانا روم علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے ؎

---

[۱] پارہ:۱۴، نحل: ۱۶، آیت:۸۹ [۲] پارہ:۱۲، یوسف ۱۲، آیت:۱۱۱ [۳] پارہ:۷، انعام:۶، آیت:۳۸

[۴] پارہ:۷، انعام ۶، آیت:۵۹ [۵] پارہ:۲۳، یس:۳۶، آیت:۱۲ [۶] پارہ:۲۷، قمر:۵۴، آیت:۵۳

لوح[1] محفوظ است پیش اولیا　　از چہ محفوظ ست محفوظ از خطا

منکرین علم غیب رسول اکرم ﷺ کے، منکر قرآن شریف اور احادیث شریف کے ہیں۔ اور مسلمانوں کو کافر کہنے والے خود کافر بلکہ اکفر ہیں، نتیجہ کامل اخیر بحث پر درج ہوگا۔

اب میں چند عقائد آپ کے امام الطائفہ کے اُن کی ”صراط مستقیم“ سے دکھلاتا ہوں تا کہ اُن کی نسبت بھی فتویٰ کفر عائد ہو۔ (دیکھو صراط مستقیم مولوی اسماعیل دہلوی)

(الف) و[2] ہم چنیں اصحاب ایں مراتب عالیہ و ارباب ایں مناصب رفیعہ ماذون **مطلق** در تصرف عالم مثال و شہادت می باشند۔ ابن کبار اولی الایدی والابصار رامی رسد کہ تمامی کلیات رابسوئے خود نسبت نمایند۔ مثلاً ایشاں رامی رسد کہ بگویند کہ از عرش تا فرش سلطنت ما است۔ الخ بلفظہ۔ (صفحہ ۱۰۱، سطر: ۲)

(ب) افادہ[3]:۱- برائے انکشاف حالات سماوات و ملاقاتِ ارواح و ملائکہ و جنت و نار و اطلاع بر حقائق آں مقام و دریافت امکنہ آں جا و انکشاف امرے لوح محفوظ ذکر یا حی یا قیوم است۔ الخ بلفظہ۔ (صفحہ: ۱۱۳، سطر: ۷)

(ج) افادہ[4]:۱- برائے کشف ارواح و ملائکہ و مقاماتو آنہا و سیر امکنہ زمین و آسمان و جنت و نار و اطلاع بر لوح محفوظ شغل دورہ کند و طریقش در فصل اوّل مفصلاً مذکور شد۔ الخ بلفظہ۔ (صراط مستقیم، صفحہ: ۱۱۷، سطر: ۸)

لیجیے اپنے امام الطائفہ کی تحریری دستاویز کو ملاحظہ کیجیے کہ اولیاے کرام علیہم الرحمۃ کے کیسے مراتب لکھ رہے ہیں، اور تمام آسمانوں زمینوں کے حالات اور دوزخ و بہشت کے سیر اور لوحِ محفوظ پر اطلاع پانا اُن کا ثابت کرتے ہیں، اور یہ بھی استحقاق لکھتے ہیں کہ ان کو جائز ہے، کہ وہ یہ بات بھی صاف کہہ دیں کہ عرش سے لے کر فرش تک ہماری بادشاہی اور سلطنت ہے، اور وظیفہ بھی یا حی یا قیوم کا بتلا رہے ہیں۔

دیکھو! جب اولیاے کرام کا تمام جہانوں پر تصرف اور علم غیب لوحِ محفوظ پر اطلاع ہے جو حضور ﷺ کے علم کے مقابلہ میں ایک قطرہ کا بھی مقدار نہیں ہے، تو پھر ان کے تصرف اور علم کا اندازہ سواے خدا کے کون کر سکتا ہے۔ اللہ غنی۔

---

[1] ترجمہ: لوح محفوظ اولیاے کرام کے پیش نظر ہے، اس کی ہر چیز خطا سے محفوظ ہے۔

[2] ترجمہ: -سی طرح ان مراتب عالیہ اور مناصبِ رفیعہ کے صاحبان، عالم مثال اور عالمِ شہادت میں تصرف کرنے کے مطلق ماذون و مجاز ہوتے ہیں اور ان بزرگواروں کو پہنچتا ہے کہ تمام کلیات کو اپنی طرف نسبت کریں۔ مثلاً ان کو جائز ہے کہ کہیں عرش سے فرش تک ہماری سلطنت ہے۔ صراطِ مستقیم اردو ترجمہ، خاتمہ متفرق فائدوں کے بیان میں، دوسرا افادہ ص: ۱۱۴، کتب خانہ رحیمیہ، دیو بند.

[3] ترجمہ: آسمانوں کے حالات کے انکشاف اور ملاقاتِ ارواح اور ملائکہ اور بہشت و دوزخ کی سیر اور اس کے مقام کے حقائق پر اطلاع اور اس جگہ کے مکانوں کے دریافت اور لوحِ محفوظ سے کسی امر کے انکشاف کے لیے یا حی یا قیوم کا ذکر کیا جاتا ہے۔ (صراط مستقیم مترجم، تیسرا باب، راہ سلوک کے طریقہ کے بیان میں، فصل: ۲، ص: ۱۲۸)

[4] ترجمہ: کشف ارواح اور ملائکہ اور ان کے مقامات اور زمین و آسمان اور جنت و نار کی سیر اور لوحِ محفوظ پر مطلع ہونے کے لیے دورے کا شغل کرے اور اس کا طریقہ پہلی فصل میں مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ (ایضاً، فصل: ۳، ص: ۱۳۳)

اب میں ایک فتویٰ علماے کرام ہندوستان کا علمِ غیب پر لکھ دیتا ہوں اس کو بغور پڑھیے از کتاب "انباء المصطفیٰ بحال سر و اخفیٰ" (فاضل بریلوی)

استفتا

مسئلہ از دہلی چاندنی چوک موتی بازار۔ مرسلہ بعض علماے اہل سنت۔ ۲۱ ربیع الاول ۱۳۱۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرات علماے کرام اہل سنت اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ زید[1] دعویٰ کرتا ہے کہ رسولِ خدا ﷺ کو حق تعالیٰ نے علم غیب عطا فرمایا ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہوا اور ہوگا حتیٰ کہ بدء الخلق سے لے کر دوزخ و جنت میں داخل ہونے تک کا تمام حال اور اپنی امت کا خیر و شر بالتفصیل جانتے ہیں، اور جمیع اولین و آخرین کو اس طرح ملاحظہ فرماتے ہیں جس طرح اپنی کف دست مبارک کو۔ اور اس دعویٰ کے ثبوت میں آیات و احادیث و اقوال علما پیش کرتا ہے۔ بکر اس عقیدے کو شرک اور کفر کہتا ہے اور بہ کمال درشتی دعویٰ کرتا ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ کچھ نہیں جانتے، حتیٰ کہ آپ کو اپنے خاتمہ کا بھی حال معلوم نہ تھا، اور اپنے اس دعوے کے اثبات میں تقویۃ الایمان کی عبارتیں پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نسبت یہ عقیدہ کہ آپ کو علم ذاتی تھا، خواہ یہ کہ خدا نے عطا فرمایا تھا، دونوں طرح شرک ہے۔

اب علماے ربانی کی جناب میں التماس ہے، کہ اِن دونوں میں کون برسر حق موافق عقیدہ سلف صالحین، اور کون بدمذہب جہنمی ہے۔ عمرو کا دعویٰ ہے کہ شیطان کا علم (معاذ اللہ) حضور سرور عالم ﷺ کے علم سے زیادہ ہے۔ اُس کے گنگوہی مرشد نے اپنی کتاب "براہین قاطعہ" کے صفحہ: ۷۴ پر اس کا بیان یوں لکھا ہے۔ "کہ شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی تو فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے" اس شخص کی نسبت کیا حکم ہے؟

الجواب

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اللھمَّ لك الحمد سرمدًا صلِّ و سلِّم وبارِك علیٰ منْ علمته الغیب ونزهته من کل عیب و علیٰ آله و صحبه أبدًا، رب إني أعوذبك من همزات الشیطٰن و أعوذبك رب أن یحضرون.

زید کا قول حق و صحیح، اور بکر کا زعم مردود و قبیح ہے۔ بے شک حضرت عزت عظمتہ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو تمامی اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا، شرق تا غرب، عرش تا فرش سب انھیں دکھایا «ملکوت السّمٰوٰتِ وَالْاَرض» کا شاہد بنایا۔ روزِ اول سے آخر تک سب «مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنَ» انھیں بتایا، اشیاے مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا، علم

[1] زید سے مراد مولوی ہدایت الرسول صاحب لکھنوی ہیں، المصحح عفی عنہ، منیر الدین، ص: ۲۶۱، مطبوعہ ۱۳۳۴ھ بار ثانی۔

عظیم حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم اُن سب کو محیط ہوا۔ نہ صرف اجمالاً بلکہ ہر صغیر و کبیر ہر رطب و یابس جو پتا گرتا ہے زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے، سب کو جدا جدا تفصیلاً جان لیا۔ الحمدللہ حمدًا کثیراً۔ بلکہ جو کچھ بیان ہوا، ہرگز ہرگز محمد رسول اللہ ﷺ کا پورا علم نہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔ بلکہ علم حضور سے ایک چھوٹا حصہ ہے۔ ہنوز احاطہ علم محمدی میں وہ ہزار در ہزار بے حدو بے کنار سمندر لہرا رہے ہیں جن کی حقیقت وہ جانیں، یا اُن کا عطا کرنے والا اُن کا مالک و مولیٰ جل وعلا، والحمدلله العلي الاعلى، کتب حدیث وتصانیف علماے قدیم وحدیث میں اس کے دلائل کا بسط شافی و بیان وافی ہے۔ اور اگر کچھ نہ ہو تو بحمد اللہ قرآن عظیم خود شاہد عدل وحکم فصل ہے۔

وقال الله تعالىٰ: وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ.[1]

اُتاری ہم نے کتاب تم پر ہر چیز کا روشن بیان ہے، اور مسلمانوں کے لیے ہدایت و رحمت و بشارت۔

وقال الله تعالىٰ: مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ.[2]

قرآن وہ بات نہیں جو بنائی جائے، بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے، اور ہر شے کا صاف جدا جدا بیان۔

وقال الله تعالىٰ: مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ.[3]

ہم نے کتاب میں کوئی چیز اُٹھا نہ رکھی۔ الخ بلفظہ۔

(کتاب منیر الدین مصنفہ مولانا بشیر الدین صفحہ:۲۶۱)

اس کے آگے اس فتویٰ میں قرآن شریف واحادیث شریف وتفاسیر وکتب سیر واقوال علما درج کر کے زید کے دعویٰ کو کامل واکمل طور سے ثابت کیا ہے، اور دعویٰ بکر و عمر کو مردود ظاہر کیا ہے۔

تعداد علما جن کی اِس فتوے پر تقاریظ ومواہیر ودستخط ہیں

نمبر	علما	تعداد	نمبر	علما	تعداد
۱-	علماے کرام بریلی شریف	۵	۲-	علمائے کرام بدایوں شریف	۳
۳-	علماے کرام سورت	۴	۴-	علماے کرام حیدر آباد دکن	۱۷
۵-	علماے کرام مدراس	۳	۶-	علماے کرام احمد آباد گجرات	۴
۷-	علماے کرام ممبئ	۹	۸-	علماے کرام بنگلور	۷
۹-	علماے کرام دہلی	۱	۱۰-	علماے کرام علی گڑھ	۱
۱۱-	علماے کرام کان پور	۱		(میزان کل)	۵۵،علما

دوسرا فتویٰ علماے حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً وتعظیماً

[1] پارہ:۱۴، نحل: ۱۶، آیت:۸۹ [2] پارہ:۱۲، یوسف ۱۲، آیت:۱۱۱ [3] پارہ:۷، انعام:۶، آیت:۳۸

جن کے دستخط کتاب "تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل" مصنفہ حضرت مولانا مولوی غلام دستگیر علیہ الرحمۃ پر ہیں جو ۱۳۰۷ھ میں مولانا نے خود کروائے۔

(۱) محمد صالح کمال صاحب مفتی الحنفیہ۔ (۲) محمد سعید بابصیل صاحب مفتی شافعیہ۔

(۳) محمد عابد بن حسین صاحب مفتی مالکیہ۔ (۴) خلف ابن ابراہیم صاحب مفتی حنابلہ۔

(۵) شیخ الدلائل محمد عبدالحق صاحب الہ آبادی مہاجر مکی۔

(۶) عبداللہ سندھی صاحب مدرس مدرسہ صولتیہ۔

(۷) امام الدین احمد صاحب مدرس مدرسہ صولتیہ۔

(۸) محمد سعید صاحب مہتمم مدرسہ صولتیہ۔ (۹) سید اعظم حسین صاحب۔

(۱۰) عظمت علی صاحب۔ (۱۱) محمد رحمت اللہ صاحب پایہ حرمین شریفین مہاجر مکی۔

(۱۲) حضرت نور صاحب۔ (۱۳) عبدالسبحان صاحب۔

نام علماے مدینہ منورہ

(۱) عثمان بن عبدالسلام داغستانی مفتی حنفیہ

(۲) سید محمد علی بن طاہر، مدرس اعلیٰ۔

لیجیے مولوی جی! علم غیب رسول اکرم ﷺ کو آیات واحادیث وتفاسیر وکتب سیر واحوال واقوال علمائے متقدمین و متاخرین سے کامل طور پر ثابت کر دیا گیا، اور آپ کے اعتراضات کا جو غلط فہمی یا دھوکا دہی سے کیے گئے تھے، ان کا بھی دنداں شکن جواب ہو چکا۔ اب ماننا نہ ماننا آپ لوگوں کے اختیار میں جب تک خداوند تعالیٰ کی مہربانی نہ ہو، تب تک کچھ نہیں بنتا، مگر ہم دعا کرتے ہیں کہ خداوند کریم صراطِ مستقیم عطا کرے۔ اب علم غیب کو مختصراً آخری نتیجہ پر ختم کرتا ہوں، وہ نتیجہ قرآن شریف سے اس طرح پر ہے۔

نتیجۂ اخیر علم غیب کا یہ ہے کہ جو کوئی شخص علم غیب آں حضرت ﷺ کا مطلقاً انکار کرے وہ بہ موجب حکم خداوندی منافق، کافر، مرتد ہے۔ اس طرح پر:

اگرچہ اصولاً بالعموم کوئی شخص قرآن شریف اور احادیث شریف کا استہزا کرے، یا انکار کرے، وہ شخص بالاتفاق کافر ہے۔ لیکن یہاں پر بالخصوص جو شخص علم غیب رسول اکرم ﷺ کا مطلقاً یا استہزاءً انکار کرے وہ بہ موجب حکم خداوند تعالیٰ منافق، کافر، مرتد ہے۔ اس طرح پر:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ[1]

ترجمہ: اگر تم ان سے (منافقین سے) پوچھو، تو وہ (منافقین) ضرور کہیں گے، ہم تو یوں ہی ہنسی کھیل میں تھے (اے میرے حبیب) آپ فرما دیجیے کہ کیا تم اللہ اور اُس کی آیتوں اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ٹھٹھا کرتے تھے، پس بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے (یعنی مرتد)

(۱) تفسیر امام ابن جریر علیہ الرحمۃ مطبوعہ مصر جلد دہم، صفحہ: ۱۰۵۔

(۲) تفسیر درمنثور امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ جلد سوم، ص: ۲۵۴[2]

حضرت ابن شیبہ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابوالشیخ امام مجاہد تلمیذ خاص حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے اور شانِ نزول اس آیت شریف کا یوں فرماتے ہیں:

انه قال في قوله تعالىٰ «وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ» الآيه، قال: قال رجل من المنافقين: يحدثنا محمد: أن ناقة فلان بوادي كذاو كذا في يوم كذا وكذا وما يدريه بالغيب.

کہا امام مجاہد رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں: "اور اگر تم اُن سے (منافقین سے) پوچھو تو وہ (منافقین کہیں گے) کہ ہم تو یوں ہی ہنسی اور کھیل کرتے جاتے تھے (اخیر آیت تک) (وہ منافقین استہزاءً یہ کہتے جاتے تھے) جب کہ ایک شخص کی اونٹنی گم ہو گئی تھی، اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں شخص کی اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ پر ہے۔ اس پر ایک منافق بولا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں فلاں جگہ میں ہے وہ غیب کی بات کیا جانیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت شریف اتاری کہ تم اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ٹھٹھا کرتے ہو، بہانے مت بناؤ، تم مسلمان کہلا کر اس لفظ (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب کی بات کو کیا جانیں) کے کہنے سے کافر ہو گئے۔

دیکھیے! اس وقت کے منافقین کی مطابقت اس وقت کے منافقین کے ساتھ کیسی ہے وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب کی بات کیا جانیں اور اس وقت بھی منافقین کا یہی قول ہے کہ "غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر" بلفظہ۔

(تقویۃ الایمان صفحہ: ۵۸، سطر: ۳)

فرق اس قدر ہے کہ اس وقت کے منافقین اس عقیدۂ علم غیب کو کفر نہیں کہتے تھے، یا اس عقیدہ والے مسلمان کو کافر نہیں کہتے تھے۔ لیکن اس وقت اور اس زمانہ کے ان کے سگے بھائی مسلمانوں کو جو قرآن شریف کے مطابق عقیدہ رکھتے

---

[1] پارہ: ۱۰، توبہ: ۹، آیت: ٦٥، ٦٦

[2] تفسیر بیضاوی، جلد اول، سورۂ توبہ، ص: ۳۳۹، سطر: ۲۸، اور تفسیر قادری ترجمہ تفسیر حسینی، جلد اول، ص: ۳۹۹، سطر: ۱۲، ۱۳. ۱۲ منه

ہیں بڑے زور سے علی الاعلان کافر کہتے اور اپنی کتابوں اور رسالوں میں کافر لکھتے ہیں۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ گویا یہ اُن سے بھی اعلیٰ درجہ کے عالی مرتبت کافر ہیں۔ جزاک اللہ تعالیٰ۔

نکتہ: منکرین علم غیب رسول اکرم ﷺ کے دو دلائل سے منافق اور کافر ہیں۔ ایک تو یہی آیت شریف ظاہرہ «قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ»[1] ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے «قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ»: ....یعنی رسولِ اکرم ﷺ کے علم غیب کے منکروں کو فرمایا کہ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے۔ صریح طور پر یوں ہے کہ اس آیت شریف کے اعداد جمل ایک ہزار بیاسی (۱۰۸۲) ہیں۔ اور ادھر جملہ یا فقرہ برآمدہ یعنی "فرقہ زنادقہ نجدیہ اسماعیلیہ وہابیہ دیوبندیہ" کے بھی وہی اعداد جمل ایک ہزار بیاسی (۱۰۸۲) ہیں۔ گویا خداوند کریم نے پہلے ہی سے اس آیت میں اس فرقہ زنادقہ کو داخل کر دیا۔ علاوہ اس کے اگرچہ اعداد جمل الفاظ بلغمی اور اغلامی کے بھی وہی اعداد (۱۰۸۲) ہیں لیکن مجھے ان کے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

لیجیے مولوی جی! علم غیب کی بحث مختصراً لیکن مسکتاً ختم ہوئی، زیادہ لکھنا طوالت میں ہے۔

[1] پارہ: ۱۰، توبہ: ۹، آیت: ٦٦

باب ہفتم

عقیدہ نمبر ۱۰: آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مطہرہ کی فقط زیارت کو سفر کرنا شرک ہے۔ ملخصاً

(تقویۃ الایمان، صفحہ: ۱۰، ۴۰)

عقیدہ نمبر ۱۱: آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مطہرہ کے سامنے تعظیم کے لیے کھڑا ہونا شرک ہے۔ ملخصاً

(تقویۃ الایمان، صفحہ: ۴۰، ۴۱، ۴۳)

قولہ: توضیح مطالبہ نمبر ۷ بر عقیدہ نمبر ۱۰، ۱۱۔

آپ نے تقویت کے حوالہ پر عقیدہ نمبر ۱۰ یہ لکھا ہے کہ « آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ مطہرہ کی فقط زیارت کو سفر کرنا شرک ہے » اور عقیدہ نمبر ۱۱ یہ لکھا ہے کہ « آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مطہرہ کے سامنے تعظیم کے لیے کھڑا ہونا شرک ہے »

ساری تقویت کے تلاش کرنے کے بعد یہی واضح ہوا کہ ان ہر دو عقیدوں کی عبارات بھی سوائے بہتان اور افترا ہونے کے کوئی اصلیت نہیں رکھتیں۔ بلفظہٖ (صفحہ: ۲۰)

اقول: مفتی جی! معلوم ہو گیا ہے کہ آپ کو اردو عبارات کے پڑھنے کی بھی لیاقت نہیں، میری عبارت میں کہیں بھی یہ بات درج نہیں کہ یہ عبارات بلفظہ ہی ہیں، بلکہ لفظ ملخصاً لکھ کر تقویت کے صفحات ۱۰، ۴۰، ۴۱، ۴۳ کا حوالہ دیا ہوا ہے، آپ ان صفحات کو پڑھتے نہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ساری تقویت میں یہ مضمون ہی نہیں، اور بہتان و افترا کا الزام لگاتے ہیں، اور اسی طرح کرتے چلے آتے ہیں، اور اس پر ہنسی اور حیرانی کی بات یہ ہے کہ جو کچھ میں لکھتا ہوں اس کا جواب بھی لکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ بندۂ خدا! اگر وہ عبارت یا مضمون تقویت میں نہیں ہے تو پھر اس کی حمایت میں جواب کس بات کا لکھتے ہیں اور کیوں؟ صرف یہ لکھنا کافی تھا کہ یہ مضمون ہی تقویت میں نہیں ہے، اس لیے اس کا جواب بھی نہیں ہے۔ واہ عجب! لیجیے میں ان عبارات کو پورے طور پر لکھتا ہوں، جو آپ کو نظر نہیں آتیں، جن کا خلاصہ میں نے لکھا ہے۔ وھو ھذا.

(الف) تیسری بات یہ ہے کہ بعضے کام اللہ نے اپنے لیے خاص کیے ہیں کہ ان کو عبادت کہتے ہیں جیسے سجدہ اور رکوع اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا اور اس کے گھر کی طرف دور دور سے قصد کر کے سفر کرنا الخ۔ بلفظہٖ (صفحہ: ۱۰، تقویۃ الایمان)

(ب) پھر جو کوئی پیر و پیغمبر کو یا بھوت و پری کو یا کسی کی سچی قبر کو یا جھوٹی قبر کو یا کسی کے تھان کو یا کسی کے چلہ کو یا کسی کے مکان کو یا کسی تبرک کو یا نشان کو یا تابوت کو سجدہ کرے یا رکوع کرے یا اس کے نام کا روزہ رکھے یا ہاتھ باندھ کر

کھڑا ہووے یا جانور چھڑاوے یا ایسے مکانوں میں دور دور سے قصد کر کے جاوے یا وہاں روشنی کرے، غلاف ڈالے، چادر چڑھائے، ان کے نام کی چھڑی کھڑی کر کے رخصت ہوتے الٹے پاؤں چلے، یا ان کی قبر کو بوسہ دے، مورچھل جھلے، اوراس پر شامیانہ کھڑا کرے، ہاتھ باندھ کر التجا کرے، دعا مانگے، مجاور بن کر بیٹھ رہے، وہاں کے گرد و پیش جنگل کا ادب کرے ایسی قسم کی باتیں کرے سو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔ بلفظہٖ (تقویۃ الایمان، ص:۱۰)

(ج) اس آیت سے معلوم ہوا کہ ادب سے کھڑا ہونا اوراس کو پکارنا اوراس کا نام جپنا انھیں کاموں میں سے ہے کہ اللہ صاحب نے خاص اپنی تعظیم کے لیے ٹھہرائے ہیں، اور کسی سے یہ معاملہ کرنا شرک ہے۔ بلفظہٖ (تقویۃ الایمان، صفحہ:۴۰)

(د) اور کسی کی قبر پر یا چلہ پر یا کسی کے تھان پر دور دور سے قصد کرنا اور سفر کر کے رنج اور تکلیف اٹھا کر وہاں پہنچنا یہ سب شرک کی باتیں ہیں۔ بلفظہٖ (صفحہ:۴۱)

(ہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کی محض تعظیم کے واسطے اس کے روبروے ادب سے کھڑا رہنا انھیں کاموں میں سے ہے کہ اللہ نے اپنی تعظیم کے لیے ٹھیرائے ہیں سو اور کسی کے لیے نہ کیا جاوے۔ بلفظہٖ (تقویۃ الایمان، صفحہ:۴۳)

دیکھیے مفتی جی! یہ عبارات مندرجہ بالا تقویۃ الایمان میں موجود ہیں جن کا خلاصہ میرے اشتہار میں ہے جو آپ کو نظر نہیں آئیں۔ کیا مسلمان لوگ دور دور سے قصد کر کے روضہ مطہرہ کی زیارت کے لیے نہیں جاتے؟ اور حاضر ہو کر ہاتھ باندھ کر حضور میں کھڑے نہیں ہوتے؟ اور «الصَّلوٰۃ والسَّلام علیك یا رسول اللہ» نہیں پکارتے؟ اور اپنے گناہوں کی مغفرت بموجب حکم خداوند تعالیٰ «وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ »[1] الآیۃ نہیں مانگتے؟ ضرور ضرور مسلمان لوگ ایسا ہی کرتے ہیں اور کریں گے اور تا قیامت کرتے رہیں گے اس لیے کہ ایسا کرنا خداوند کریم اور حضرت رسول کریم ﷺ کا حکم ہے لیکن وہابیوں کے گھر میں یہ سب شرک ہے۔ العیاذ باللہ.

قوله: البتہ تقویت میں یہ عبارت ضرور ہے: بعضے کام اللہ نے تعظیم کے اپنے لیے خاص کیے ہیں ان کو عبادت کہتے ہیں جیسے سجدہ کرنا، رکوع اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا وغیرہ وغیرہ الخ۔ بلفظہٖ (صفحہ ۲۱، سطر:۲۱)

اقول: مفتی جی! شاباش اور آفریں! یا تو ایسی سختی سے انکار تھا کہ "ساری تقویت میں دیکھا یہ عبارات ہی نہیں نرا افترا اور بہتان ہے" یا یہ کہ اسی وقت اعلیٰ حیا سے فوراً اقرار بھی کر لیا اور البتہ کر کے یوں لکھ دیا: «البتہ تقویت میں یہ عبارت ضرور ہے» سبحان اللہ بحمدہ! جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے۔

اچھا فرمایئے! یہ کام جو آپ کے امام الطائفہ نے خاص خدا کے لیے مقرر کیے ہیں صحیح ہیں؟ اور ان کی صحت پر کیا دلائل ہیں؟ وہ کام یہ ہیں:

---

[1] پارہ:٥، سورۃ النساء:٤، آیت:٦٤

وہ کام جو مولوی اسماعیل دہلوی نے خاص خدا کے لیے مقرر کیے ہیں۔	ان کا جواب میری طرف سے بموجب مذہب اہل سنت
(۱) ہاتھ باندھ کر کسی کے سامنے کھڑا ہونا۔	(۱) یہ خاص اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہیں ہے، آں حضرت ﷺ کے روضہ مطہرہ کے سامنے دست بستہ جیسے نماز میں کھڑے ہوتے ہیں، ایسے ہی وہاں تعظیم کے لیے کھڑا ہونا کتب دینیہ اور تعامل صحابہ و مسلمین سے ثابت ہے۔
(۲) کسی کی قبر کی طرف دور دور سے قصد کر کے سفر کرنا۔	(۲) یہ کام بھی خاص خدا کے لیے نہیں۔ کیا نعوذ باللہ خدا کی بھی کوئی قبر ہے جس کے لیے دور دور سے قصد کر کے سفر کرنا چاہیے؟ ہاں! حضرت رسول اکرم ﷺ کا روضہ منورہ ہے جس کی زیارت کے لیے دور دور سے قصداً لوگ بموجب ارشاد لازم الانقیاد حضور ﷺ کے جاتے ہیں اور احادیث شریفہ میں درج ہے کہ جس نے حج بیت اللہ کا کیا اور میری زیارت کو نہ آیا اس نے میرے پر ظلم کیا، جس نے زیارت کی میری قبر کی اس کی شفاعت میرے پر واجب ہوگئی۔ کیا آں حضرت ﷺ نے یہ تعلیم شرک کی فرمائی؟ العیاذ باللہ۔
(۳) اُس پر غلاف ڈالنا۔	(۳) کیا کوئی غلاف خدا پر ڈالا جاتا ہے؟ یا کوئی نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ کی قبر ہے جس پر غلاف ڈالا جاتا ہے؟ یہ کام کیوں کر اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہوا؟ ہاں روضہ مطہرہ ﷺ پر نہایت قیمتی زری دار غلاف موجود ہے جو جائز ہے۔
(۴) اس کی چوکھٹ کے آگے کھڑے ہو کر پکارنا یا دعا مانگنا۔	(۴) کیا خدا کی بھی کوئی چوکھٹ ہے جہاں کھڑے ہو کر پکارنا چاہیے؟ یہ کام خدا کے لیے کیوں کر ہوا؟ ہاں! آں حضرت ﷺ کے روضہ مبارکہ کی چوکھٹ کے سامنے کھڑے ہو کر «الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ» ضرور پکارا جاتا ہے اور دعاے مغفرت بھی مانگی جاتی ہے، جو حضور کے لیے خاص ہے۔
(۵) اس کے گرد روشنی کرنی۔	(۵) کیا خداوند تعالیٰ کے گرد بھی کہیں روشنی کی جاتی ہے؟ یہ کام خدا کے لیے کیسے خاص ہوا؟ ہاں روضہ مطہرہ آں حضرت ﷺ کے گرد نہایت عمدہ خوشبودار روشنی وہابیہ سوز کی جاتی ہے، جس سے وہابیہ کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اس لیے وہاں جاتے ہی نہیں۔ خدا نصیب نہ کرے۔

(۶) فرش بچھانا۔	(۶) کیا کوئی فرش بھی "نعوذ باللہ منہا" خدا کے بیٹھنے کے لیے بچھایا جاتا ہے؟ یہ کام خدا کے لیے کیسے ہوا؟ ہاں روضۂ مطہرہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہایت عمدہ عمدہ قیمتی قالینیں بچھی ہوئی ہیں کافی زینت بغرض تعظیم حضور انور کے ہے «قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللهِ الآية[1]» حکم خداوندی کے مطابق ہے۔ وہابیہ ! جلو، بھنو مگر کسی کی مت سنو۔
(۷) پانی پلانا۔	(۷) یہ بھی خوب کہی۔ پانی پلانا بھی خدا کو ہی چاہیے ورنہ شرک ہے، اگر اور کسی کو پلا دیا یہ بھی خاصۂ خدا ہے۔ العیاذ باللہ۔
(۸) وضو اور غسل کا لوگوں کے لیے سامان کرنا۔	(۸) کیا یہ کام بھی خاص خدا کے لیے ہے؟ خدا کو بھی غسل اور وضو کی ضرورت ہے؟ شاباش! یا آپ کے امام الطائفہ یہ چاہتے ہیں، سب لوگ بے غسل اور بے وضو نماز پڑھیں؟ یا یہ کہ جس شخص نے نمازیوں کے لیے یہ سامان کیا وہ مشرک ہے؟ العیاذ باللہ۔
(۹) اور اس کے کنویں کا پانی تبرک سمجھ کر پینا اور بانٹنا اور غائبوں کے لیے لے جانا۔	(۹) یہ کام بھی خاص خدا کو کیوں کر ہے؟ کیا کوئی کنواں بھی خداوند تعالیٰ کا ہے؟ آب زمزم مکہ شریف میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا، اور آب کوثر مدینہ شریف میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاہ مبارک کا پینا اور بانٹنا اور غائبوں کے لیے لے جانا شرک ہوا اور اس پانی کو لے جانے والا مشرک ہوا۔ العیاذ باللہ۔
(۱۰) رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلنا اور اس کے گردو پیش جنگل کا ادب کرنا۔	(۱۰) یہ کام بھی خاص خدا کے لیے کیوں کر ہوا؟ خدا سے بھی کوئی رخصت ہو کر سیدھے پاؤں چلتا یا خدا کے جنگل کا بھی ادب کیا جاتا ہے؟ کیا وہابیوں کے نزدیک آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات النبی کی طرف پشت کر کے چلنا چاہیے حالاں کہ روضۂ مطہرہ کی طرف منہ کر کے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کا حکم ہے اور کعبہ کی طرف پشت کرنے کا حکم ہے اور مدینہ طیبہ بھی کعبہ کی طرح حرم ہے، ان سب کا اثبات آگے ہوگا۔
(۱۱) ان کی قبر کو بوسہ دے۔	(۱۱) یہ کام بھی اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کیوں کر ہوا؟ کیا اللہ تعالیٰ کی بھی کوئی، نعوذ باللہ، قبر ہے جس کے بوسہ دینے کا حکم ہے؟ عام لوگوں کی قبر کو بوسہ دینا جائز ہے تو اگر کسی نے نہایت محبت کے ساتھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ مطہرہ کو بوسہ دیا تو وہ مشرک کیسے ہو گیا؟ وہابیوں کے دادا پیر حضرت شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ محدث دہلوی اپنے والدین کی قبر کو بوسہ دیا کرتے تھے، تو کیا وہ مشرک ہیں؟ العیاذ باللہ منہا۔

[1] پارہ: ۸، الاعراف: ۷، الآیۃ: ۳۲.

(۱۲) مورچھل جھلے۔	(۱۲) یہ کام بھی اللہ تعالیٰ کو کیوں کر خاص ہے؟ کیا کوئی مورچھل اللہ تعالیٰ کو بھی جھلا جاتا ہے؟ گویا خدا کو مورچھل جھلنا چاہیے۔
(۱۳) اُس پر شامیانہ کھڑا کرے۔	(۱۳) یہ شامیانہ بھی نعوذ باللہ خدا کی قبر پر کھڑا کرنا چاہیے، ورنہ شرک ہے۔
(۱۴) مجاور بن کر بیٹھ رہے۔	(۱۴) چوں کہ یہ کام بھی خاص خدا کے لیے ہے تو خدا کی قبر "نعوذ باللہ" پر مجاور بن کر بیٹھے، اور بقول ان کے آں حضرت ﷺ کے روضۂ مطہرہ کے سب مجاور مشرک ہیں۔ العیاذ باللہ۔

لیجیے مفتی جی! یہ چودہ کام جو آپ نے اپنے امام الطائفہ کی کتاب « تقویۃ الایمان » سے اپنے رسالہ کے صفحہ: ۲۱، ۲۲ میں سے نقل کیے ہیں پیش کر کے ساتھ ہی مختصر سا جواب بھی دے دیا ہے۔ اب آپ فرمائیے اور اپنے اماموں سے پوچھ کر جواب دیجیے کہ یہ کن کن آیات و احادیث کا ترجمہ ہیں؟ ان کو پیش کیجیے ورنہ سخت متعصب وہابی ہونا قبول کیجیے جس کی آپ کو بظاہر بڑی چڑ ہے، اور میں ان شاء اللہ تعالیٰ وہابیوں کی تعریف جداگانہ باب میں لکھوں گا، انتظار کریں۔

فصل اول

اب میں چند آیات واحادیث ودیگر کتب معتبرات کی عبارات مختصراً آپ کے اطمینان کے لیے نقل کرتا ہوں، جن سے ثابت ہوگا کہ حضور سرور عالم ﷺ کے روضہ مطہرہ کی زیارت کے لیے دور دور سے قصد کر کے سفر کرنا قریب واجب ہے، نیز مدینہ منورہ بھی مکہ معظّمہ کی طرح حرم ہے اسی واسطے مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ دونوں کو حرمین شریفین" زادھما اللہ شرفاً و تعظیماً" بولا اور لکھا جاتا ہے۔ اور قبر کو بوسہ دینا، غلاف چڑھانا، شامیانہ کھڑا کرنا وغیرہ وغیرہ سب درست ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔[1]

یعنی جب وہ اپنی جانوں پر ظلم یعنی گناہ کریں تیرے (اے ﷺ) پاس آویں اور اللہ سے معافی مانگیں، اور معافی مانگے ان کے واسطے رسول (ﷺ) تو البتہ وہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحیم پاویں گے یعنی گناہ بخشے جاویں گے۔

(۲) مواہب[2] اللدنیہ جلد ثانی، مصری، صفحہ: ۳۸۳، سطر: ۲۸۔ (الفصل فی زیارۃ قبرہ الشریف ومسجدہ المنیف)

عن انس بن مالك قال: قال رسول الله: «صلى الله عليه وسلم» من زارني محتسبًا إلى المدينة كان في جواري يوم القيٰمة. (رواه البيهقي)

ايضًا قال العلامة زين الدين بن الحسين المراغي: و ينبغي لكل مسلم اعتقادُ كون زيارته صلى

---

[2] مواهب اللدنيه ٥٧٢/ ٤. بركات رضا پور بندر

الله عليه وسلم قربة للأحاديث الواردة في ذلك ولقوله تعالى: **وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوٓا أَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ**[1]. الآية بلفظه

یعنی فرمایا رسول کریم ﷺ نے کہ جو کوئی شخص (مسلمان) دلی قصد سے مدینہ شریف میں میری زیارت کے لیے آیا وہ قیامت کے دن میری پناہ اور پڑوس میں ہوگا۔

اور علامہ زین الدین بن حسین مراغی نے فرمایا ہے کہ ہر ایک مسلمان کو لازم ہے کہ آں حضرت ﷺ کی زیارت کو باعث قربت الٰہیہ کا اعتقاد رکھے، کیوں کہ اس میں بہت احادیث وارد ہیں، اور بموجب قول اللہ تعالیٰ کے، کہ "اور اگر وہ لوگ جو گناہ کریں اور تیرے پاس آویں اور استغفار کریں اللہ سے اور رسول خدا (ﷺ) ان کے لیے بخشش مانگیں" (تو اللہ ان کو بخش دے گا) «لأن تعظيمه صلى الله عليه وسلم لا ينقطع بموته» یہ اس لیے ہے کہ آں حضرت ﷺ کی تعظیم ہے، وہ ان کے وصال سے قطع نہیں ہوتی۔ الخ، حیات و ممات برابر ہیں۔

(۳) مرغوب القلوب ترجمہ جذب القلوب شیخ عبدالحق محدث دہلوی، صفحہ: ۲۱۳، سطر: ۱۸۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زیارت قبر شریف رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے جس پر سب کا اجماع ہے اور وہ فضیلت ہے جس میں سب کی رغبت ہے، اور بعض علما اس کو واجب کہتے ہیں، اور دوسرے اس قول کی تاویل سنن واجبہ کی کرتے ہیں اور گویا کہ مراد سنن واجبہ سے سنت مؤکدہ نہایت تاکید کر ہے۔ بلفظہٖ

(۴) ایضاً: حضرت ﷺ کی زیارت حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک سارے مندوبات سے افضل ہے، اور سارے مستحبات سے مؤکدہ قریب بدرجہ واجبات ہے۔ بلفظہٖ (صفحہ: ۲۱۴)

(۵) ایضاً: بعضے کہتے ہیں: اگر مدینہ منورہ حج کی راہ میں پڑے تو اولیٰ یہ ہے کہ پہلے مدینہ منورہ کی زیارت کرے، اور بعضے سلف باوجود اس بات کے کہ راہ حج مدینہ منورہ کی طرف سے نہ ہو تو بھی اس پر زیارت مدینہ منورہ کو مقدم رکھتے۔ بلفظہٖ (ص: ۲۱۴)

(۶) ایضاً: اور تاج الدین سبکی نے حضرت ﷺ کی زیارت کی فضیلت کو باصول اربعہ بیان کیا ہے۔ چناں چہ کتاب اللہ پس حق تعالیٰ کے اس قول سے "**وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوٓا أَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ**" الآیۃ " اور کہا ہے کہ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے درگاہ رسالت پناہ میں حاضر ہونے کی ترغیب پر اور اس بات کی ترغیب کہ اس آستانہ شریف پر حاضر ہو کر سوال مغفرت کریں، اور حضرت ﷺ سے استغفار مانگیں اور یہ ایک رتبۂ عظیمہ ہے کہ منقطع ہونے والا نہیں، اس واسطے کہ حضرت ﷺ کی حالت حیات و ممات برابر ہے۔ بلفظہٖ (صفحہ: ۲۱۴)

(۷) ایضاً سارے علما نے حضرت ﷺ کی حالت حیات و ممات کا برابر ہونا اس آیت مجیدہ سے سمجھ کر آداب زیارت

---

[1] پارہ: ۵، النساء: ٤، آیت: ٦٤

میں حکم دیا۔ بلفظہ (صفحہ: ۲۱۴)

(۸) ایضاً ائمۂ اعلام نے باسانید معتبرہ صحیحہ روایت کی ہے کہ محمد بن حرب ہلالی کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ میں حاضر ہوکر زیارت قبر شریف سے شرف حاصل کیا ایک روز مواجہ شریفہ میں حاضر تھا کہ ایک اعرابی نے آکر زیارت قبر مطہرہ کی کی، اورعرض کیا کہ یا خیر الرسل! حق سبحانہ تعالیٰ نے ایک سچی کتاب آپ پر اتاری ہے اوراس میں فرمایا ہے: "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ" اور میں آپ کے حضور میں حاضر ہوا ہوں، اپنے گناہوں سے استغفار مانگتا ہوں، اور آپ کی جناب سے طلب شفاعت کرتا ہوں۔

پھر اعرابی نے روکر بیت پڑھے، پھر وہ اعرابی چلا گیا بعد اس کے جانے کے میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ تو اس اعرابی کے پاس جا اور اس کو بشارت دے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے میری شفاعت سے اس کی مغفرت کی، اوراس کے گناہوں کو بخش دیا۔ بلفظہٖ (صفحہ: ۲۱۵)

(۹) ایضاً، حافظ ابوعبداللہ "مصباح الظلام" میں حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ "بعد تین دن کے حضرت ﷺ کے دفن سے ایک اعرابی نے آکر اپنے تئیں اپنے آپ کو قبر شریف پر گرادیا اور خاک میں لوٹنے لگا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ! جو کچھ آپ نے خدا سے سنا ہے وہ ہم نے آپ سے سنا ہے اور جو کچھ آپ نے خدائے تعالیٰ سے سیکھ کر یاد کیا ہے، ہم نے آپ سے سیکھ کر یاد کیا ہے۔ اور از جملہ اس کے کہ آپ پر اترا ہے یہ آیت ہے "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا" میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور آپ کی جناب میں آیا ہوں کہ آپ میرے واسطے استغفار کیجیے، قبر میں سے آواز آئی «قد غفرلک» (تحقیق تیرے گناہ بخشے گئے)۔ بلفظہٖ (صفحہ: ۲۱۵)

فصل دوم: احادیث در زیارت روضۂ مطہرہ

(۱) حدیث شریف:

من زار قبري و جبت له شفاعتي.

یعنی فرمایا حضرت ﷺ نے: جس شخص نے زیارت کی میری قبر کی، اس کے واسطے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(ترجمہ جذب القلوب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، صفحہ: ۱۹۶، سطر: ۳)

(۲) حدیث شریف:

من زار قبري حلت له شفاعتي.

یعنی فرمایا حضرت ﷺ نے: جس کسی مسلمان نے زیارت کی میری قبر کی، اس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگئی۔

(ترجمہ جذب القلوب شیخ عبدالحق محدث دہلوی، صفحہ:۱۹۶، سطر:۱۴)

(۳) حدیث شریف:

من حج فزار قبري بعد وفاتي كان كمن زارني في حياتي. بلفظه.

یعنی فرمایا آں حضرت ﷺ نے: جس کسی نے حج کیا، اور پھر میرے انتقال کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو گویا اس نے میری زیارت میری زندگی میں کی۔ (ترجمہ جذب القلوب، صفحہ:۱۹۶، سطر:۱۹)

(۴) حدیث شریف:

من حج البيت ولم يزرني فقد جفاني. بلفظه.

یعنی فرمایا حضرت ﷺ نے: جس کسی نے حج بیت اللہ شریف کا کیا اور اس نے میری زیارت نہ کی پس تحقیق اس نے میرے پر ظلم کیا۔ (جذب القلوب کا ترجمہ اردو، صفحہ:۱۹۷، سطر:۶)

(۵) حدیث شریف:

من زار قبري كنت له شفيعًا و شهيدا. بلفظه

فرمایا رسول اکرم ﷺ نے: جس نے زیارت کی میری قبر کی تو میں اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا۔

(ترجمہ جذب القلوب، صفحہ:۱۹۷، سطر:۱۰)

(۶) حدیث: حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

من زار قبري بعد موتي فكأنما زارني في حياتي ومن لم يزر قبري فقد جفاني.

یعنی فرمایا رسول کریم ﷺ نے: جس نے میرے انتقال دنیا کے بعد میری قبر کی زیارت کی پس گویا اس نے میری زیارت میری زندگی میں کی، اور جس شخص نے میری قبر کی زیارت نہ کی پس تحقیق اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

(ترجمہ جذب القلوب، صفحہ:۱۹۸، سطر:۳)

دیکھیے! یہ چھ احادیث ایسی ہیں جن میں حضور سرورِ عالم ﷺ نے اپنی قبر کی زیارت کے لیے فرمایا ہے اگرچہ اور بھی احادیث موجود ہیں لیکن قبول کرنے والے کے لیے یہی کافی سے زیادہ ہیں، اور نہ ماننے والے کے لیے قرآن شریف بھی ناکافی ہے۔ ان میں یہ بھی وعید موجود ہے کہ اگر کوئی مسلمان میری قبر کی زیارت نہ کرے گا تو اس نے فی الواقعہ مجھ پر ظلم کیا۔ پس یہ شخص جو منکر ہے یا مانع ہے، ظالم ہے۔ ظالم بھی ایسا ظالم جو آں حضرت ﷺ پر ظلم کرنے والا، اس ظالم کے برابر دنیا و آخرت میں بڑھ کر کون ہوسکتا ہے۔ العیاذ باللہ۔ جس کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ.[1] یادرکھو اللہ کی لعنت ظالموں پر ہے۔

اور دوسری جگہ فرماتا ہے:

وَالْکٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ.[2] یعنی جو لوگ کافر ہیں وہی ظالم ہیں۔

پس کیا حال ہے ان اشد ظالموں کا، کہ جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ مطہرہ کی زیارت کرنے کو علی الاعلان شرک کا فتویٰ دے رہے ہیں، اور زیارت کرنے والے مسلمانوں پر شرک کے فتوؤں کی بوچھاڑ کر رہے ہیں جو تمام دنیا پر ہیں۔ «لاحول ولا قوّة الا باللّٰه العلی العظیم»

فصل سوم: آداب زیارت روضۂ مطہرۂ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں

(کتب سیر وفقہ)

(۱) غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار جلد اول صفحہ: ۶۲۳، سطر: ۴۔ (کتاب الحج)

(الف) فصل ثانی: قبر شریف کے آداب زیارت میں:

سنن ابوداؤد میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "کوئی ایسا نہیں جو سلام کرے مجھ کو مگر حق تعالیٰ میری روح کو پھیر دیتا ہے تا ایں کہ میں اس کو سلام کا جواب دیتا ہوں۔" روح پھیرنے سے مراد یہ ہے کہ بمجرد سلام کرنے کے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عالم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں سلام کے جواب دینے کے واسطے۔

اور ابوبکر بن ابی شیبہ وغیرہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو درود پڑھے گا میری قبر کے پاس میں اس کو سنتا ہوں، اور جو درود پڑھتا ہے دور تو مجھ کو پہنچتا ہے۔ یعنی فرشتے پہنچاتے ہیں۔

دارقطنی اور ابوبکر بزاز نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ « جو شخص میری قبر کی زیارت کرے گا میری شفاعت اس کے واسطے واجب ہوگئی۔» یعنی بالضرور ثابت ہوگئی مخبر صادق کے وعدۂ صادقہ سے۔

اور دارقطنی نے «امالی» میں اور ابوبکر مقری نے اپنے «معجم» میں اور طبرانی نے «معجم کبیر» اور «اوسط» میں بہ سند معتمد عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ «جو میری زیارت کرنے کو آوے گا اس طرح کہ اس کا کچھ مطلب اور حاجت نہ ہو سوا میری زیارت کے تو مجھ پر یہ لازم ہے کہ میں اس کا شفیع ہوں گا قیامت کے دن۔»

م: حضرت کی زیارت عام ہے حیات میں یا بعد ممات کے چناں چہ اگلی حدیث میں مصرح ہے۔

دارقطنی اور طبرانی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حج کیا

[1] پارہ: ۱۲، ھود: ۱۱، آیت: ۱۸ [2] پارہ: ۳، البقرۃ: ۲، آیت: ۲۵۴

اور میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے بعد تو گویا اس نے میری زیارت کی میری حیات میں۔

اور دارقطنی اور ابن عدی نے روایت کی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اس نے مجھ پر ستم کیا۔

اور حافظ ابن عساکر نے یہ مضمون انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اس کا کچھ عذر نہیں جس کو وسعت اور مقدور ہو میری امت سے اور میری زیارت نہ کرے۔ كذا في المنح و تاريخ المدينة للسيد السمهودى.

اور حافظ منذری نے روایت کیا کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ علم میرا بعد وفات کے ایسا ہے جیسا علم میرا حیات میں ہے۔

اور ابن عدی اور ابویعلی نے روایت کیا ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انبیا زندہ ہیں اپنی قبور میں نماز پڑھتے ہیں۔ بلفظہٖ (صفحہ: ۶۲۳)

(ب) جب قبہ شریف نظر آوے تو اس کی عظمت اور فضیلت کو دھیان کرے کہ یہ وہ مکان ہے جس کو حق تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کے واسطے پسند فرمایا سو کمال شوق اور تعظیم سے درود پڑھے، پھر جب مدینہ شریف میں داخل ہو تو یوں کہے: «بسم الله رب ادخلني مدخل صدق واخرجني مخرج صدق الخ» بلفظہٖ (صفحہ: ۶۲۴، سطر: ۵)

(ج) اور لازم ہے کہ کمال فروتنی اور عاجزی سے اس شہر معظم کو دھیان کرتے ہوئے درود پڑھتا داخل ہو اور یہ تصور کرے کہ اس شہر کو کس ذات پاک کے رہنے سے شرف وجلالت حاصل ہے۔ الخ۔ بلفظہٖ (صفحہ: ۶۲۴، سطر: ۸)

(د) پھر قبر شریف کی طرف کمال عجز وانکساری سے آنکھیں جھکائے متوجہ ہو۔ بلفظہٖ (صفحہ: ۶۲۴، سطر: ۱۸)

(ہ) بالجملہ قبر شریف کے سامنے قبلہ کو پشت دے کر زیارت کے واسطے کھڑا ہو............ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی مسند میں ابن عمر سے روایت کی ہے کہ سنت یہ ہے کہ حضرت ﷺ کی قبر کی طرف قبلہ کی سمت سے آوے اور پشت اپنی قبلہ کی طرف کرے اور حضرت ﷺ کی قبر کی طرف منہ کرے پھر کہے: «السلام عليک ايها النبى ورحمة الله وبركاته» انتهى كلامه.

اور یہی مذہب ہے ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم کا الخ۔ اصل زیارت کے وقت مؤدب بطور نماز کھڑے ہو کر صورت مقدسہ رسول کریم ﷺ کا تصور کرے گویا حضرت ﷺ لحد مبارک میں آرام فرماتے ہیں، اور میرے حاضر ہونے کو جانتے ہیں اور میرا کلام سنتے ہیں اسی واسطے کہ حضرت کی حیات اور سماعت حدیث میں منصوص ہے، پھر کمال حیا اور ادب سے یوں عرض کرے: «السلام عليک أيها النبى ورحمة الله وبركاته» تین بار «السلام عليک يا رسول رب العلمين، السلام عليک يا خير الخلائق اجمعين، السلام عليک يا سيد المرسلين و خاتم النبيين. الخ» بلفظہٖ (صفحہ: ۶۲۴، سطر: ۲۱)

(۲) «مرغوب القلوب» ترجمہ «جذب القلوب الی دیار المحبوب» شیخ عبد الحق علیہ الرحمہ محدث دہلوی، صفحہ: ۲۴۱، ۲۴۲۔

اور جس قدر ممکن ہو سکے ظاہر و باطن میں خضوع وخشوع عجز وانکسار سے ایک ذرہ فرو گذاشت نہ کرے............ اور سلام کے وقت داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوا کرتے ہیں چناں چہ کرمانی نے اس بات کی تصریح کی ہے، اور قبلہ کی طرف پیٹھ کر لے۔ بلفظہٖ

بہر حال جالی شریف کے قریب کھڑا ہو یا دور، ادب کو ہاتھ سے نہ دے، اور یقین رکھے اس بات کا کہ آں حضرت ﷺ اس کے کھڑے ہونے اور حاضر رہنے پر مطلع ہیں، اور آواز معتدل سے کہ نہ بہت اونچی ہو اور نہ بہت پست، بہ صفت حیا و وقار سلام عرض کرے: «السلام علیک یٰأیها النبی ورحمة الله وبرکاته» پھر تین بار کہے «السلام علیک یا رسول الله، السلام علیک یا نبی الله، السلام علیک یا سید المرسلین، السلام علیک یا خاتم النبیین.» الخ آخر عبارت تک جو زیارت کے رسالوں میں لکھی ہے۔ بلفظہٖ (صفحہ: ۲۴۱ سے ۲۴۲ تک)

(۳) کتاب حاشیہ مناسک خطیب شربینی، باب زیارت روضۂ مطہرہ:

«فالأولیٰ له وضع یمینه علیٰ یساره کالصلاة »الخ، بلفظه.

یعنی زیارت روضۂ مطہرہ آں حضرت ﷺ کے وقت بہتر یہ ہے کہ اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھے جیسے نماز میں رکھے جاتے ہیں۔

(۴) فتاویٰ عالم گیری، باب زیارت قبر شریف:

و یقف کما یقف فی الصلاة.

یعنی زیارت کرنے والا ایسا کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔

(۵) مواہب[1] اللدنیہ جلد دوم، صفحہ: ۳۸۳، سطر: ۱۰، مطبوعہ مصر:

اعلم أن زیارة قبره الشریف من أعظم الآیات وأرجی الطاعات والسبیل إلی أعلیٰ الدرجات ومن اعتقد غیر هٰذا فقد انخلع من ربقة الاسلام وخالف الله و رسوله و جماعة العلماء الأعلام. بلفظه.

یعنی جان لے کہ زیارت قبر مطہرۂ حضرت ﷺ نہایت عظیم آیات سے ہے اور تمام طاعتوں سے ثواب زیادہ دلانے والی اور اعلیٰ درجات کی طرف راستہ ہے، اور جو کوئی اس کے خلاف عقیدہ رکھے (یعنی زیارت کرنے کا مانع ہو) اس نے اپنی گردن پر سے اسلام کا قِلادہ[2] اتار ڈالا۔ (یعنی اسلام سے نکل گیا) اور اس نے مخالفت کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اور ایک جماعت علماے اعلام کی۔ (العیاذ باللہ)

---

[1] مواهب اللدنیه، ۵۷۰/ ٤، برکات رضا پور بندر. [2] قِلادَہ: ہار، مالا، پٹّا۔

(۶) مواہب[1] اللدنیہ جلد دوم، صفحہ: ۳۸۷، سطر: ۶، مصری

«وينبغي أن يقف عند محاذاة اربعة أذرع ويلازم الأدب والخشوع والتواضع غاض البصر في مقام الهيبة كما كان يفعل بين يديه في حياته ويستحضر علمه بوقوفه بين يديه و سماعه للسَّلام كما هو في حال حياته إذلا فرق بين موته و حياته في مشاهدته لأمته و معرفته بأحوالهم ونياتهم و عزائمهم وخواطرهم و ذلك عنده جلي لاخفاءبه» بلفظه.

یعنی (زیارت کرنے والے کو) لازم ہے کہ حضور ﷺ کے روضہ مطہرہ کے سامنے چار گز کے فاصلہ پر کھڑا ہو، اور لازم کر لے ادب اور عاجزی کو آنکھیں نیچے کیے ہوئے ہیبت زدہ جیسے کہ ان کی حیات میں کرتا اور یقین جانے اپنے دل میں یہ بات کہ حضرت ﷺ میرے کھڑے ہونے کو اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں، اور میرے سلام کو سنتے ہیں جیسے کہ زندگی کی حالت میں، کیوں کہ حضور ﷺ کی وفات اور حیات میں بالکل فرق نہیں، اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور سب کو پہچانتے ہیں، ان کے حالات اور ان کے دلوں کی نیتیں اور ان کے مقاصد و مرادات اور ان کے دلوں کے بھید سب کچھ ان کے سامنے روشن ہیں، ان سے کچھ بھی چھپا نہیں۔

(۷) مواہب[2] اللدنیہ جلد دوم، صفحہ: ۳۸۷، سطر: ۱۸، مصری:

ثم يقول الزائر بحضور قلب و غض طرف و صوت و سكون جوارح و اطراق: «السلام عليك يا رسول الله، السلام عليك يا نبي الله» الخ. بلفظه.

یعنی زیارت کرنے والا (روضۂ مطہرہ آں حضرت ﷺ کا) اپنے دل کو حاضر کرے اور اپنی آنکھوں کو نیچے کرے۔ اور آواز کو نرم کرے اور تمام اعضا کو ساکن کرے اور سر کو جھکا کر یوں کہے: اے اللہ تعالیٰ کے رسول آپ پر سلام، اے اللہ تعالیٰ کے نبی آپ پر سلام، اسی طرح آخر تک۔

لیجیے مفتی جی! اسی قدر کافی ہے اور تمام اہل سنت و جماعت کا یہی عقیدہ ہے اس سے ظاہر و باہر ہے کہ آں حضرت ﷺ کی قبر شریف اور روضۂ مطہرہ کی زیارت کے لیے دور دور سے سفر کر کے جانا واجبات سے ہے مسلمانوں کے لیے، اور آں حضرت ﷺ کے سامنے ہاتھ باندھ کر جیسے نماز میں خدا کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں نہایت عجز و انکساری، خشوع اور خضوع سے کھڑا ہونا چاہیے اور ان کو اپنے سامنے حاضر و ناظر سمجھنا چاہیے اور «ایھا النبي» اور «یا رسول الله، یا نبی الله» پکارنا چاہیے، ایسا کرنے والا عین مسلمان اور پکا دین دار، دوست خدا و رسول ﷺ کا ہے، اس کو مشرک کہنے والا خود ڈبل مشرک ہے۔ مبارک ہو۔

[1] مواهب اللدنيه، ٤/ ٥٧٠، بركات رضا پور بندر.　　[2] ايضاً.

فصل چہارم: مدینہ منورہ بھی مکہ معظّمہ کی طرح حرم ہے

پہلے صحیح بخاری سے دوایک احادیث نقل کی جاتی ہیں جس کو وہابیہ بعض مسائل میں قرآن شریف سے بھی مرجح سمجھتے ہیں، یا کم سے کم قرآن شریف کے بعد یہی کتاب ان کے نزدیک بھی صحیح اور قابل عمل اور دوسری صحیح مسلم:

(۱) صحیح بخاری[۱] جلد اول، صفحہ: ۲۳۵، سطر: ۱۸، مصری۔ (باب حرم المدينة)

عن انس رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: المدينة حرم من كذا الى كذا لا يقطع شجرها ولا يحدث فيها حدث، من أحدث فيها حدثا فعليه لعنة الله والملٰئِكة والنّاس اجمعين.

یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا آں حضرت ﷺ نے کہ مدینہ منورہ حرم ہے اس جگہ سے لے کر اس جگہ تک اس میں سے کوئی درخت نہ کاٹا جائے، اور نہ اس میں کسی قسم کی نئی بات خلاف شرع پیدا کی جاوے اور جو کوئی شخص ایسا کرے اس پر اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتوں اور انسانوں کی لعنت ہے۔

(۲) صحیح بخاری[۲] جلد اول، صفحہ: ۲۳۵، سطر: ۲۸، مصری

عن علي رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم المدينة حرم مابين عائر الى كذا من أحدث فيها حدثا أو اوى محدثا فعليه لعنة الله والملٰئكة والناس اجمعين.(الحديث)

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا (رسولِ خدا ﷺ نے) کہ مدینہ منورہ حرم ہے درمیان عائر (پہاڑ جگہ ہے) کے اس جگہ تک، جو کوئی شخص اس میں نئی بات خلاف شرع کرے یا اس میں ایسے پلید شخص کو پناہ دے تو اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں و تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

(۳) صحیح بخاری[۳] جلد اول، مطبوعہ مطبع احمدی، صفحہ: ۱۹۸۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: رسول خدا ﷺ نے جناب الٰہی میں دعا کی:

اللّٰهُمَّ إني احرم ما بين جبلَيْها مثل ما حرم به ابراهيمُ عليه الصلوٰة والسلام مكةَ.

یعنی الٰہی میں دونوں پہاڑوں کے درمیان مدینہ منورہ کو حرم کرتا ہوں مانند حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جیسے انھوں نے مکہ کو حرم بنایا تھا۔

(۴) صحیح مسلم[۴] جلد اول، صفحہ: ۴۴۱، سطر: ۶، مطابق حدیث بالا صحیح بخاری ہے۔

(۵) صحیح مسلم[۵] جلد اول، صفحہ: ۴۴۰، سطر: ۱۲۔

عن جابر رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم : إن ابراهيم حَرَّمَ مكة و إنّي حرمتُ

---

[۱] صحيح بخاری، كتاب فضائل المدينة، باب حرم المدينة، حديث: ۱۸۶۷ [۲] ایضاً. [۳] ایضاً

[۴] و [۵] مسلم: حديث: ۳۳۱۷، كتاب الحج، باب فضل المدينة.

المدينةَ ما بين لابتَيها لايقطع عِضاهها ولا يصاد صيدها. بلفظه.

یعنی فرمایا حضرت ﷺ نے کہ تحقیق ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا اور میں نے بھی اسی طرح مدینہ کو حرم بنایا ہے اس کے درخت نہ کاٹے جائیں اور نہ اس میں شکار کیا جائے۔

دیکھیے مفتی جی! مدینہ منورہ بھی مکہ معظّمہ کی طرح حرم ہے، کیسی سخت تاکیدی احادیث ہیں، آپ کے امام الطائفہ کا یہ قول کہ «اس کے گرد و پیش جنگل کا ادب کرنا بھی شرک ہے۔»

آپ کے عقیدہ نمبر ۱۰، ۱۱ کا رڈ پورے طور سے کافی ہو چکا ہے یعنی دور دور سے قصد کر کے روضہ مطہرہ آں حضرت ﷺ کی زیارت کے لیے جانا، اور روضۂ منورہ کے آگے کھڑے ہونا، اور نہایت تعظیم اور خشوع اور خضوع اور انکساری اور عجز سے دست بستہ دونوں ہاتھ باندھ کر جیسے نماز پڑھنے کے وقت باندھے جاتے ہیں کھڑے ہونا، اور رسول اکرم ﷺ کو حاضر و ناظر جان کر «ایها النبي ورحمة الله وبركاته، السلام عليك يا رسول الله» کہہ کر پکارنا، ان سے نجات مانگنا، استغفار کرنا، دعا مانگنا اور مدینہ منورہ کو حرم جان کر اس کے گرد و پیش جنگل کا ادب کرنا، درختوں کو نہ کاٹنا، شکار نہ کرنا، آیات و احادیث سے ثابت کر دیا گیا۔ اب آپ کو سوا قبول کرنے کے چارہ نہیں اور باقی آپ کے امام الطائفہ کے اقوال جن پر آپ کا بھی ایمان ہے مثلاً غلاف ڈالنا، اس کے گرد روشنی کرنا، فرش بچھانا، پانی پلانا، وضو و غسل کا لوگوں کے لیے سامان کرنا، کوئیں کے پانی کو تبرک جان کر پینا، یا غائبوں کے لیے لے جانا، قبر کو بوسہ دینا، شامیانہ کھڑا کرنا، مجاور بن کر بیٹھنا وغیرہ یہ سب افعال اہل سنت و جماعت کے نزدیک حلال و جائز ہیں۔ وہابیہ کے پاس کوئی دلیل آیت اور حدیث سے ان کے خلاف نہیں ہے، یہ باتیں میری بحث سے خارج ہیں اس لیے ان کا جواب دینا ترک کیا گیا، یہ سب عقائد وہابیہ کے ہیں جو اہل سنت و جماعت سے خارج ہیں اور بس۔

لیجیے! آپ کے سب کے سب مطالبے جو اس بحث کے نیچے تھے گاؤ خورد ہو گئے۔ اب ایک مطالبہ باقی ہے جو میری بحث سے خارج ہے اور آپ کا نیا سوال ہے جس کا جواب دینا میرے لیے ضروری نہیں مگر چوں کہ آپ سائل ہیں اس لیے جواب دیا جانا مناسب ہے اس خیال سے بھی کہ شرک مسئولہ آپ کے گھروں میں بہت ارزاں ہے جس کو وہابیہ نے سمجھا ہی نہیں کہ شرک کیا چیز ہے لیجیے میں بتاتا ہوں، پہلے آپ کا سوال لکھ لوں، وہ یہ ہے:

قوله: مطالبہ نمبر ۷ شرک کسے کہتے ہیں؟ بلفظہ (صفحہ: ۲۳، سطر: ۳)

اقول: شرک کے لغوی معنی شریک کرنا اور اصطلاح شریعت میں خدا کے ساتھ کسی کو مخلوق میں سے شریک کرنا، ساجھی، برابر بنانا ہے عبارت ایک کتاب معتبر لغت کی درج کی جاتی ہے۔

منتخب اللغات، صفحہ: ۲۴۹:

شرک: بالکسر انباز شدن و اعتقاد انباز بخدائے بے انباز۔ نعوذ باللہ۔ و شریک با کسے۔ بلفظہ

یعنی لفظ شرک شین کی زیر سے: شرک کرنا، ہمتا، برابر کا ساتھی اور اعتقاد خدا کے ساتھ شریک کرنا۔ خدا پناہ

دے۔اور کسی کے ساتھ شریک یا ساجھی کرنا۔

علم عقائد کی کتاب شرح عقائد نسفی میں اس طرح لکھا ہے جس کا ترجمہ یوں ہے: (شرک کے معنی) شرک اس کو کہتے ہیں کہ کسی کو خدائی میں شریک کرنا یعنی جیسے اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے ایسا ہی کسی دوسرے کو مستقل بالذات واجب الوجود سمجھنا، یا جس طرح خدا تعالیٰ کو مستحق عبادت جانتے ہیں کسی دوسرے کو بھی مستحق عبادت جاننا، انتھی (ترجمہ ختم ہوا)

یہ شرک ہے یاد رکھیے لیکن آپ اور آپ کے امام الطائفہ یا جماعت وہابیہ نے شرک کو یوں سمجھ کر سستا کر دیا ہے۔

(۱) اگر کسی نے مولود شریف کیا وہ مشرک ہوگیا۔
(۲) اگر کسی نے مولود شریف میں تعظیم کی، ذکر ولادت پر اس نے قیام کر دیا تو مشرک ہوگیا۔
(۳) اگر کسی نے فاتحہ خوانی کی کسی بزرگ یا فوت شدگان اقربا کی تو وہ مشرک ہوگیا۔
(۴) اگر کسی نے طعام و آب و شرینی سامنے رکھ کر قرآن شریف میں سے کوئی سورۃ پڑھی مشرک ہوگیا۔
(۵) اگر کسی نے بعد دفن میت قبر پر اذان بہ نیت تلقین مسنونہ کہی تو وہ بھی مشرک ہوگیا۔
(۶) اگر کسی بزرگ سلسلہ قادریہ نے وظیفہ مقررہ «یاشیخ عبد القادر جیلاني شیئًا للہ» پڑھا وہ مشرک ہوگیا۔
(۷) اگر کسی نے یارسول اللہ ﷺ کہا وہ مشرک ہوگیا۔
(۸) اگر کسی نے درود شریف «الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ» پڑھا وہ بھی مشرک ہوگیا۔
(۹) اگر کسی نے درود تاج پڑھا وہ بھی مشرک ہوگیا۔
(۱۰) اگر کسی نے کہا کہ حضور سرور عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم غیب تھا مشرک ہوگیا۔
(۱۱) اگر کسی نے آں حضرت ﷺ کو اپنا شفیع جانا تو وہ بھی مشرک ہوگیا۔
(۱۲) اگر کسی نے آں حضرت ﷺ کو حیات النبی کہا تو مشرک ہوگیا۔
(۱۳) اگر کسی نے کہا کہ آں حضرت ﷺ ہمارا درود شریف پڑھنا سنتے ہیں مشرک ہوگیا۔
(۱۴) اگر کسی امتی نے کہا کہ آں حضرت ﷺ ہمارے اعمال دیکھتے ہیں تو مشرک ہوگیا۔
(۱۵) اگر کسی نے کہا کہ آں حضرت ﷺ کی نظیر یا مثل پیدا نہیں ہوسکتا تو مشرک ہوگیا۔
(۱۶) اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کو مکان و جہت سے منزہ سمجھا تو وہ بدعتی ہوگیا بلکہ حقیقی بدعتی۔
(۱۷) اگر کسی نے کہا کہ آں حضرت ﷺ کو بڑا بھائی کہنا توہین ہے تو وہ خلاف نص کہہ کے مشرک ہوگیا۔
(۱۸) اگر کسی نے کہا کہ مولود شریف کی تشبیہ کنھیا کے جنم کے ساتھ دینا توہین ہے تو وہ مشرک ہوگیا۔
(۱۹) اگر کسی نے کہا کہ آں حضرت ﷺ کو شیطان سے کم علم کہنا توہین ہے تو خلاف نص کہہ کر مشرک ہوگیا۔
(۲۰) اگر کسی نے کہا کہ اللہ اپنے وعدہ میں سچا ہے کذب کا بہتان لگانا کفر ہے تو وہ مشرک ہوگیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

لیجیے! آپ کے شرک کی تعریف پوری ہوگئی، مسلمانوں کے نزدیک کا شرک اور وہابیہ کا شرک جدا جدا معلوم ہوا۔

عقیدہ وہابیہ دیوبندیہ

عقیدہ نمبر ۱۲: آں حضرت ﷺ کو «یا محمد» یا «یا رسول اللہ» کہنا شرک ہے۔ ملخصاً

(تقویۃ الایمان، صفحہ: ۲۳)

قولہ: توضیح مطالبہ نمبر ۸، برعقیدہ نمبر ۱۲۔

آپ نے تقویت کے حوالہ پر عقیدہ نمبر ۱۲، یہ لکھا ہے کہ کتاب مذکور میں آں حضرت ﷺ کو «یا محمد، یا رسول کہنا شرک ہے» یہ عبارت بعینہٖ تقویت میں کہیں نہیں لیکن یہ عرض کیے دیتا ہوں کہ اہل سنت اللہ کی ذات کے سوا کسی اور کو حاضر ناظر اعتقاد رکھنا شرک جانتے ہیں فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

من قال أرواح المشائخ حاضرون يعلمون يكفر.

جو کہے بزرگوں کی روحیں حاضر و ناظر ہیں اور ہمارے حالات جانتے ہیں ہر وقت، کافر ہوجاتا ہے۔ بلفظہ

(صفحہ: ۲۳، سطر: ۸)

اقول: مفتی جی کی عادت میں داخل ہے کہ میری عبارت "ملخصاً" لکھی ہوئی کا ضرور انکار کریں گے صفحہ محولہ پر نظر نہیں کرتے، یا کرتے ہیں تب اس کی فوراً تاویل کر کے جواب لکھنے لگ جاتے ہیں، کیا میں نے یہ بات کہیں لکھی ہے کہ یہ عبارت آپ کی تقویت میں بعینہٖ لکھی ہوئی ہے؟ جب یہ بات نہیں ہے تو پھر آپ عبارت بعینہٖ کیوں تلاش کرتے ہیں؟ اور جب صریحاً لفظ «ملخصاً» لکھا ہوا موجود ہے تو پھر یہ اغماض کیوں ہے؟ لیکن ساتھ ہی میرے اعتراض کا جواب بھی عبارت کو قبول کر کے لکھنا شروع کر دیا جاتا ہے، عجب حالت ہے انکار بھی ہے اور ساتھ ہی اقرار بھی ہے۔

آپ لکھتے ہیں کہ:

«اہل سنت اللہ کی ذات کے سوا کسی اور کو حاضر و ناظر اعتقاد رکھنا شرک جانتے ہیں»

یہ عبارت آپ کی کس آیت یا حدیث کا ترجمہ ہے؟ کیا کراماً کاتبین فرشتگان ہر وقت ہر انسان کے پاس حاضر و ناظر نہیں، یا شیطان لعین سب جگہ موجود نہیں، یا چاند اور سورج ہر وقت حاضر و ناظر نہیں، اگر آپ کا ایمان اس بات پر ہے کہ یہ ضرور حاضر و ناظر ہیں تو آپ پکے مشرک ہیں کیوں کہ خدا کی ذات کے سوا اوروں کو حاضر و ناظر سمجھا اور اگر آپ کا ایمان یہ نہیں کہ ہر وقت، ہر آن، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، چلتے پھرتے کسی وقت بھی کراماً کاتبین ہمارے پاس حاضر و

ناظر ہیں تو آپ قرآن شریف کا انکار اور احادیث سے روگردانی کر کے کافر ہوتے ہیں اب تو آپ کے لیے کوئی راستہ نہیں نہ راہ رفتن نہ جاے ماندن۔ یہ آپ کا تفقہ فی الدین ہے۔

آپ نے یہ عبارت فتاویٰ بزازیہ کو کسی وہابیہ کے رسالہ سے غلط نقل کر دیا، اور اس کے معنوں میں بھی آپ نے تحریف کی ہے۔ یعنی الفاظ «ناظر ہمارے حالات، ہر وقت» فتاویٰ بزازیہ کے کون سے الفاظ کا ترجمہ ہے جو آپ نے لکھ دیے ہیں؟ دیکھیے اصل عبارت فتاویٰ بزازیہ کی اس طرح پر ہے:

«من قال إن أرواح المشائخ حاضرة تعلم يكفر» بلفظه.

یعنی جو شخص یہ بات کہے کہ تحقیق ارواح مشائخ حاضر ہیں، جانتے ہیں وہ کافر ہو جاتا ہے۔

مراد اس عبارت کی یہ ہے کہ جس کا اعتقاد یہ ہو کہ مشائخ کی ارواح بلا حکم وقدرت اللہ تعالیٰ کے خود بخود استقلالاً حاضر ہیں جو خاصہ اللہ تعالیٰ کا ہے، تو ضرور کافر ہو جاتا ہے۔ اور جس کسی کا یہ اعتقاد نہیں وہ کافر نہیں ہو سکتا کیوں کہ ارواح انبیا علیہم السلام واولیا علیہم الرحمۃ کا خدا کے حکم سے ہر جگہ حاضر وناظر ہونا جائز ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔[1]

یعنی تم سب پر رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) گواہ اور حاضر ہیں۔

اس آیت شریف سے ثابت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر وناظر ہیں۔ اس آیت شریف کی تفسیر حضرت شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ محدث دہلوی نے جو تمام وہابیہ دیوبندیہ .... کے دادا پیر ہیں، اپنی تفسیر «فتح العزیز» میں مفصل فرمائی ہے، جس کو میں علمِ غیب کی بحث باب ششم کے فصل دوم کے نمبر ۱۷، پر درج کر چکا ہوں۔

فصل اول: «یا محمد» اور «یا رسول اللہ» کے کہنے کے جواز کے اثبات میں اور ان کا حاضر وناظر ہونا

(۱) حدیث شریف، مواہب اللدنیہ جلد دوم، ص: ۱۹۲، سطر: ۴ (مطبوعہ مصر)

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله قد رفع لى الدّنيا فأنا أنظر إليها و إلى ما هو كائن فيها إلىٰ يوم القيٰمة كأنما أنظر إلى كفي هذه. بلفظه.

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تحقیق اٹھائی گئی تمام دنیا میرے ملاحظہ کے واسطے، پس میں دیکھتا ہوں اس کی طرف اور تمام ان چیزوں کی طرف جو قیامت تک ہونے والی ہیں، میں ان کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

---

[1] پارہ: ۲، البقرۃ: ۲، آیت: ۱۴۳

اس سے ثابت ہے کہ آں حضرت ﷺ بحکم خدا حاضر و ناظر ہیں۔

(۲) شفا حضرت قاضی عیاض و شرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما، ص: ۱۱۷، جلد ثانی

إن لم يكن في البيت أحد فقل السلام على النبي و رحمة الله و بركاته لأن روحه عليه السلام حاضر في بيوت أهل الإسلام.

یعنی (اگر کسی مسلمان کی ملاقات کو جاؤ) وہ گھر میں موجود نہ ہو تو کہو کہ میرا اسلام و رحمت و برکت آں حضرت ﷺ پر ہے، یہ اس واسطے کہ آں حضرت ﷺ کی روحِ مبارک ہر اہلِ اسلام کے گھر میں حاضر رہتی ہے۔

اس سے بھی آں حضرت ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہے۔

(۳) شفا قاضی عیاض علیہ الرحمہ:

ان عبد الله بن عمر خدرت رجله فقيل له: اذكر أحب الناس إليك يزل عنك فصاح يا محمداه. اه بلفظه[۱]

شرح ملا علی قاری:

أي فنادىٰ بأعلىٰ صوته و كأنه رضي الله تعالىٰ عنه قصد به اظهار المحبة في ضمن الاستغاثة.[۲]

یعنی تحقیق عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں سو[۳] گیا، اُن کو کہا گیا کہ یاد کرو آدمیوں میں سے اُس شخص کو جو سب سے زیادہ پیارا ہے آپ کو، تب انھوں نے زور سے پکارا یا محمد (ﷺ) اس کے شارح حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اظہارِ محبت کا قصد کر کے استغاثہ یا فریاد کے ضمن سے پکارا تھا۔

(۴) مناہج النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ جلد اول، ص: ۴۴۳، سطر: ۱۴۔

روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کا پاؤں سُن ہو گیا تھا، لوگوں نے اُن کو کہا یاد کرو اُسے جو تیرے پاس سب سے زیادہ محبوب ہے تا کہ یہ آفت جاتی رہے تب انھوں نے یا محمد (ﷺ) کر کے پکارا، پاؤں ان کا اچھا ہو گیا۔ بلفظہ

(۵) ظفر جلیل ترجمہ حصن حصین مطبوعہ نامی لکھنؤ ۱۳۰۱ھ ص: ۱۰۱، سطر: ۲۸۔

وإذا خدرت رجله فليذكر أحبّ الناس إليه.

اور جب سو جائے پاؤں کسی کا پس چاہیے کہ یاد کرے بہت پیارے کو آدمیوں میں سے طرف اپنے۔ نقل کی یہ حدیث موقوفاً ابن سنی نے۔

فائدہ: یاد کرے محبوب کو تا کہ حاصل ہو خوشی نزدیک اس کے پس محمد ﷺ سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ بلفظہ (یہ

---

[۱] الشفا، فصل فيما روى عن السلف والأئمة (من محبتهم للنبي ﷺ وشوقهم له) ج:۲، ص:۲۳.

[۲] شرح الشفا، فصل فيما روى عن السلف والأئمة (من محبتهم للنبي ﷺ وشوقهم له) ج:۳، ص:۳۵۵، بركات رضا، پور بندر، گجرات.

[۳] سو گیا: بے حس و حرکت ہو گیا۔ ۱۲

حدیث شریف بہت مشہور ہے، اور اکثر کتب معتبرات میں مسطور ہے)

(۶) ایضاً: عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس طرح روایت ہے:

إن الإنسان إذا خدرت رجله فلينادِ، يا محمد! فان الخدر يذ هب عنه. بلفظه.

یعنی جب کسی آدمی کا پاؤں سو جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ پکارے یا محمد (ﷺ) تو اس کے پاؤں کا سو جانا جاتا رہے گا۔ بلفظہ (ص:۱۰۱)

اسی طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ہمیشہ عمل رہا اور بالخصوص غزوات میں یا رسول اللہ! یا نبی اللہ! پکارتے تھے اور حضور سرورِ عالم ﷺ ان کی سخت مشکلات میں اعانت اور امداد فرماتے تھے خصوصاً حاجت روائی اور مشکل کشائی مصیبت اور آفتوں کے وقت خاص نام نامی حضور سید ولد آدم رحمۃ للعالمین ﷺ کا لے کر ندا کرتے تھے، اسی طرح تابعین و تبع تابعین و دیگر بزرگان دین آج تک کرتے چلے آئے ہیں اور کرتے چلے جائیں گے، جو وہابیوں، نجدیوں، دیوبندیوں کے نزدیک سب مشرک ہیں۔ العياذ بالله من هذه الخرافات والخز عبيلات.

(۷) تاریخ ابن جریر طبری میں حضرت ابن اثیر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

إنّ[1] الصحابة بعد موتِ رسولِ الله صلى الله عليه وسلم كان شِعارهم في الحروب يا محمد!

اسی طرح غزوۂ یرموک میں جب دھاوا ہوا ہزارہا صحابی رضی اللہ عنہم یا محمد امت امت (وقت ظہور، وقت ظہور) کا آوازہ کرتے اور نعرہ مارتے تھے۔

(۸) ظفر جلیل ترجمہ حصن حصین منزل یک شنبہ ص:۵۷، سطر:۲۹۔

"وإذا انفلتت دابة فليناد أعينوني عباد الله رحمكم الله" مو،مص.

جب بھاگ جائے جانور کسی کا پس چاہیے کہ پکارے مدد کرو میری اے بندو خدا کے، نقل کی بزاز نے ابن عباس سے۔

فائدہ: مراد بندوں سے رجال الغیب ہیں یعنی ابدال یا ملائکہ یا مسلمان جنّات۔

ابن مسعود نے آں حضرت ﷺ سے روایت کی ہے کہ جب بھاگ جاوے جانور کسی کا جنگل میں چاہیے کہ کہے:

يا عباد الله ! احبسوا، يا عباد الله! احبسوا! يا عباد الله! احبسوا.

یعنی اے بندگانِ خدا! اس کو روکو، پس اللہ کے بندے زمین میں ہیں کہ روکتے ہیں اُس کو، پس ایک بزرگ سے منقول ہے کہ جانور اس کا بھاگ گیا اور وہ یہ حدیث جانتے تھے، انھوں نے یہ کلمے کہے فی الحال اللہ تعالیٰ جانور اس کا پھیر لایا۔ بلفظہ

(۹) ایضاً: ص:۵۷، سطر:۳۳۔

وإن أراد عوناً فليقل يا عباد الله! أعينوني، يا عباد الله! أعينوني، يا عباد الله! أعينوني.

جو چاہے مدد یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی امر میں پس چاہیے کہ کہے، اے بندو خدا کے! مدد کرو میری اے بندو

---

[1] ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جنگوں میں صحابۂ کرام عام طور سے "یا محمد" (ﷺ) کہتے تھے۔

خدا کے! مدد کرو میری۔ اے بندو خدا کے! مدد کرو میری۔ نقل کیا یہ طبرانی نے۔ «وقد جُرّب ذٰلك» –ط– یہ امر آزمایا گیا ہے۔ نقل کی طبرانی نے۔ بلفظہ

مفتی جی! ذرا سمجھ کر فتویٰ اپنا آں حضرت ﷺ پر دینا، نعوذ باللہ منھا۔

دیکھیے! رسول خدا (ﷺ) نے وہابیت کی کیسی قطع الوتین[1] کی ہے۔ یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ اور رسولِ اکرم ﷺ کو بھی چھوڑ دیا اور آں حضرت ﷺ نے کیسی تعلیم فرمائی: «يا عباد الله! أعينوني» تین بار کہہ کر فرمایا کہ اے خدا کے بندو! میری مدد کرو۔ کیا یہ تعلیم نہیں ہو سکتی تھی کہ اے اللہ! میری مدد کر؟ پس اس سے صاف ثابت ہے کہ خدا کے بندوں سے امداد مانگنا اور ان کو «یا» کے لفظ ندائیہ سے حاضر و ناظر جان کر پکارنا عین سنتِ رسولِ اکرم ﷺ ہے، اور تمام مسلمانانِ اہلِ سنت و جماعت اس حکم کے عامل ہیں یہاں تک کہ آپ کے مسلمہ علما نواب قطب الدین خاں صاحب اور شاہ عبد العزیز وشاہ ولی اللہ علیہم الرحمۃ خاندانِ محدثین دہلوی اس کے عامل ہیں۔

سلسلہ اجازت اس طرح ہے:

یعنی مولف کتاب حصن حصین حضرت ابو الخیر محمد بن محمد بن محمد الجزری الشافعی علیہ الرحمہ ۷۵۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۳۳ھ میں فوت ہوئے، ان سے اس کتاب حصن حصین کے پڑھنے کی اجازت خاندانِ محدثین دہلی کو ہوئی۔

(دیکھو ظفر جلیل ترجمہ حصن حصین کا دیباچہ، ص:۳)

پس آپ کے اعتقاد میں آں حضرت ﷺ سے لے کر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین و تبع تابعین اور تمام بزرگانِ دین معہ حضرت مولف کتاب اور تمام خاندان بزرگان دہلی اور آج تک تمام مسلمانانِ اہلِ سنت و جماعت سب کے سب نعوذ باللہ مشرک ہوئے، تو موحد کون؟ یہ اس وقت کے چند وہابی دیوبندی، آفرین ہے مفتی جی! شاید آپ کو وہ حدیث یاد نہیں کہ «جو شخص کسی ایک مسلمان کو کافر یا مشرک کہتا ہے، وہ کفر اور شرک اسی کے گلے کا ہار ہوتا ہے» اور جو شخص تمام مسلمانان کو ابتدا سے اخیر تک حتیٰ کہ آں حضرت ﷺ کو بھی نہ چھوڑے اس کا کیا حال، اسکے گلے میں کتنے کفر کے ہار پڑنے چاہئیں۔ اچھا اس کو خدا کے سپرد کیا جاتا ہے۔ ظاہرہ[2] شریعت یا علمائے کرام ابقاہم اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نسبت جو فتویٰ صادر فرمائیں گے وہ آخر (آپ) پر ظاہر ہو جائے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

ہاں! ایک بات یاد آ گئی وہ یہ کہ حصن حصین کے اس ترجمہ ظفر جلیل کے وقت اس حدیث مندرجہ بالا کے لکھتے ہوئے ایک آپ جیسے وہابی بہت سٹپٹائے اور وہابیت کے رنگ میں آئے اور یہ بات جھوٹ اپنے منہ پر الحاقا لائے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (دیکھو ظفر جلیل ترجمہ حصن حصین، مولفہ نواب قطب الدین صاحب دہلوی، کا صفحہ: ۵۷) مگر افسوس انھوں نے اسی کتاب کا دیباچہ نہیں دیکھا ورنہ اس الحاق کرنے کا موقع نہ ملتا اور ندامت اٹھانی نہ پڑتی کیوں کہ حضرت

---

[1] قطع الوتین: شہ رگ کاٹنا۔ [2] ظاہرہ شریعت: شریعتِ ظاہرہ۔

مولف حصن حصین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ «جو احادیث اس کتاب میں جمع کی گئی ہیں وہ سب صحیح احادیث کا مجموعہ ہے، اس میں کوئی حدیث ضعیف نہیں ہے» اور یہ الحاقی وہابی کہتے ہیں کہ «یہ حدیث ضعیف ہے»۔

دیکھیے! حضرت مولف علیہ الرحمہ شروع میں اس طرح (لکھتے) ہیں:

واخرجته من الأحاديث الصحيحة وأبرزته غدّة عند كلّ شدّة و جرّدته جنة تقي من شرّ الناس والجنّة.

یعنی اور نکالا میں نے اس کتاب کو صحیح حدیثوں سے، ظاہر کیا میں نے اس کو در حالے کہ سامان ہے نزدیک ہر سختی کے، اور خالص کیا میں نے اس کو در حالے کہ سپر (ڈھال) ہے کہ بچاتی ہے برائی آدمیوں اور جنوں کی سے۔ بلفظہ

دیکھیے! مولف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب میں سب احادیث صحیح درج کی ہیں، کوئی ضعیف حدیث اس میں نہیں ہے۔ لیکن وہابی صاحب ترجمہ میں یہ الحاق کرتے ہیں کہ یہ حدیث استمدادی «يا عباد الله! أعينوني» ضعیف ہے، اس شخص نے نہ تو مولف علامہ اور بزرگ فہامہ کے کلام کو دیکھا، اور نہ مترجم کے وظیفہ کو دیکھا اور نہ ان کے اساتذہ کی اجازت پر خیال کیا اور ضعیف لکھ دیا۔ «لا حول ولا قوة الا بالله» چلیے اسی کتاب سے ایک اور سیف المسلول کو دیکھیے۔

(۱۰) ظفر جلیل ترجمہ حصن حصین، منزل دوشنبہ، ص: ۹۰، سطر: ۳۔

ومن كانت له ضرورةٌ فليتوضأ فيُحْسنُ وضوءه «ت، س، ق، مس» و يُصلي ركعتين «س» ثم يدعو، اللّٰهم اِني أسئلك وأتوجه إليك بنبيك محمد نبي الرحمة يا محمد! إني أتوجه بك إلىٰ ربي في حاجتي هٰذهِ لتقضٰى لي، اللهم فشفعه في «ت، س، ق، مس»

اور جس کو ہووے کوئی ضرورت یعنی حاجت (اللہ تعالیٰ کی طرف) یا آدمی کی طرف پس وضو کرے اور اچھا کرے وضو اپنا، «نقل کی یہ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، حاکم نے» اور پڑھے دو رکعتیں نفل کی «یہ فقط نسائی کی روایت میں ہے» اور باقی سب متفق ہیں، پھر دعا کرے یہ، اللہ! تحقیق مانگتا ہوں تجھ سے حاجت اپنی، اور متوجہ ہوتا ہوں میں تیری طرف ساتھ وسیلے نبی تیرے کے کہ حضرت محمد ﷺ نبیِ رحمت ہیں۔ اے حضرت محمد (ﷺ)! تحقیق میں متوجہ ہوتا ہوں ساتھ وسیلے تیرے کے، طرف پروردگار اپنے کے، بیچ اس حاجت اپنی کے، کہ روا کی جاوے حاجت واسطے میرے یا اللہ! پس شفاعت قبول کر میرے حق میں۔ «نقل کی یہ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، حاکم نے»۔

فائدہ: حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک اندھے نے آں حضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! دعا کرو اللہ تعالیٰ سے کہ مجھ کو عافیت دے اس مرض سے، حضرت ﷺ نے فرمایا کہ «اگر چاہے تو، تو دعا کروں میں اور چاہے تو صبر کر یہ بہتر ہے تیرے لیے» اس نے عرض کیا کہ دعا ہی کیجیے۔ پس اس کو وضو کے لیے حکم فرمایا اور فرمایا کہ یہ دعا پڑھے۔ پس اس نے پڑھی، اور سمکھا[1] ہوا۔ بلفظہ (کذا فی المشکوٰۃ)

[1] سمکھا: ہندی لفظ ہے، یعنی وہ نابینا، بینا ہو گیا۔ ۱۲ منہ

فرمایئے! تسلی ہوئی یانہیں؟ یا آپ کا فتویٰ جاری ہے، اور لیجیے:

(۱۱) فتوح شام، ص: ۲۹۸۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے قِنّسرین سے کعب بن ضمرہ کو بہ ارادہ حرب روانہ کیا ایک ہزار سوار دے کر اور کعب بن ضمرہ کی لڑائی یوقنا سے پڑی، اس کے پانچ ہزار سپاہی تھے، اور یہ لڑائی ہو رہی تھی کہ پانچ ہزار سپاہ یوقنا کی اور دوسری طرف سے مسلمانوں پر آپڑی، غرضے کہ دس ہزار کا مقابلہ ٹھہر گیا، مسلمان جاں بازیاں کر رہے تھے، اور کعب بن ضمرہ نہایت بے آرام اور بے چین گردوا[1] دیتے تھے اور پکارتے تھے: «يا محمد! يا محمد! يا نصر الله ! انزل» اور مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر کہتے تھے: «يا معاشر المسلمين! اثبتوا لهم فإنما هي ساعة وأنتم الأعلون»۔ بلفظہٖ

یعنی اے محمد ﷺ! اے محمد ﷺ! اے اللہ تعالیٰ کی مدد! آ، نزول فرما۔ اے مسلمانوں کے گروہ! ثابت قدمی دکھلاؤ، پس جان لو یہی گھڑی ہے اور تم غالب ہونے والے ہو۔

(۱۲) حضرت شیخ مصلح الدین معروف سعدی شیرازی علیہ الرحمہ متوفیٰ ۶۹۰ھ ولیِ کامل جن کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی، کتاب بوستان میں فرماتے ہیں ؎

چہ[2] کم گردد اے صدر فرخندہ پے | زقدرِ رفیعت بدرگاہِ حے
کہ باشند مشتے گدایانِ خیل | بہ مہمان دار السلامت طفیل
چہ وصفت کند سعدیِ ناتمام | علیک الصلوٰۃ اے نبی والسلام

(۱۳) حضرت شمس التبریز علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

یا[3] رسول اللہ! حبیبِ خالقِ یکتا توئی | برگزیدہ ذوالجلالِ پاک بے ہمتا توئی
نازنینِ حضرتِ حق صدر و بدرِ کائنات | نورِ چشمِ انبیا چشم و چراغِ ما توئی
درشبِ معراج بودت جبرئیل اندر رکاب | پا نہادہ بر سرِ گنبدِ خضرا توئی

---

[1] گردواوا: چکر لگانا، پھرنا۔

[2] ترجمہ: اے نیک عادت والے سردار! اللہ رب العزت کی بارگاہ میں آپ کی قدر و منزلت میں کیا کمی ہوسکتی ہے۔
کہ آپ کے صدقہ وطفیل فقیروں کی تھوڑی سی جماعت جنت میں مہمان ہو جائے۔
ناچیز سعدی آپ کی کیا تعریف کرسکتا ہے۔ اے نبی! آپ پر درود و سلام ہو۔

[3] ترجمہ: (۱) اے اللہ کے رسول! آپ خالقِ یکتا کے حبیب اور اللہ عزوجل کے بے مثل مقرب بندے ہیں۔
(۲) آپ اللہ کے محبوب، کائنات کے سردار، ماہِ کامل، انبیائے کرام کے نورِ نظر اور ہمارے لیے سرمایۂ بینائی ہیں۔
(۳) معراج کی رات جبرئیل علیہ السلام آپ کے ہم رکاب تھے اس شان سے آپ آسمان پر جلوہ گر ہوئے
(۴) اے اللہ کے رسول! آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے امتی پریشان حال ہیں اور آپ بے کسوں کے رہ نما اور تمام مخلوق کی جائے پناہ ہیں۔
(۵) شمس تبریزی کی کیا مجال کہ آپ کی بلند و بالا نعت لکھے، آپ مصطفیٰ، مجتبیٰ اور عظیم المرتبت سردار ہیں۔

یارسول اللہ تو دانی امتانت عاجز ند   عاجز اں رارہ نما و جملہ را ماویٰ توئی
شمس تبریزی چہ دم در نعت والایت زند   مصطفیٰ و مجتبیٰ و سیدِ اعلیٰ توئی

(۱۴) حضرت مولانا تھانیسری علیہ الرحمہ جو سلطان امیر تیمور کے زمانہ میں فاضل اور بزرگ گزرے ہیں، اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں ؎

[۱] يا حيوتي و يا روحي و يا جسدي   و يا فوادي و يا ظهري و ياعضدي
ما لي إليك بقطع البيداء من قبل   وليس لي باصطبار عنك من مددي

(۱۵) حضرت مولانا عبدالرحمٰن بن احمد جامی علیہ الرحمہ متوفی ۸۹۸ھ صاحبِ شرح کافیہ و شرح فصوص الحکم و شرح عقاید و شرح لمعات وغیرہ کتب، اس طرح لکھتے ہیں ؎

زمہجوری[۲] برآمد جانِ عالم   ترحم یا نبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمۃ للعالمینی   زمہجوراں چرا فارغ نشینی
شب اندوہ ما را روز گرداں   زرویت روزِ ما فیروز گرداں
تو ابرِ رحمتی آں بہ کہ گاہے   کنی برحالِ لبِ خشکاں نگاہے

(۱۶) شیخ محمد عبدالحق علیہ الرحمہ محدث دہلوی، صوفی کامل، محدث، فقیہ، حنفی جن کی ایک سو بیس کتابیں عربی فارسی کی تصنیف ہیں، تاریخ ولادت آپ کی «شیخ اولیا ۹۵۸ھ» اور تاریخ وفات «فخر عالم ۱۰۵۲ھ» ہے، اپنی کتاب «اخبار الاخیار» میں یوں قصیدہ لکھتے ہیں ؎

بہر[۳] صورت کہ باشد یارسول اللہ کرم فرما   بلطفِ خود سر و سامان جمع بے سر و پا کن
محب آل و اصحابِ توام کارِ من حیراں   بلطفِ خویش ہم امروز ہم در روزِ فردا کن

---

[۱] ترجمہ: اے میری زندگی، میری جان، میرے جسم، میرے دل، میرے پشت پناہ اور میرے بازو!
میرے اندر آپ کی بارگاہ تک پہنچنے کے لیے صحرا کو طے کرنے کی طاقت نہیں ہے، اور نہ آپ کی جدائی پر صبر کرنے میں میرا کوئی معاون ہے۔

[۲] ترجمہ: (۱) آپ کی فرقت میں دنیا کی جان نکلی جا رہی ہے، اے اللہ کے نبی رحم فرمائیں، رحم فرمائیں۔
(۲) یقیناً آپ رحمۃ للعالمین ہیں تو فراق زدوں سے بے فکر کیوں کر ہو سکتے ہیں۔
(۳) یارسول اللہ! اپنے دیدار سے ہمارے رنج و غم کی تاریکی کو روشن کر دیجیے اور ہمارا نصیبہ چمکا دیجیے
(۴) آپ بہترین ابر رحمت ہیں، کبھی تو خشک لبوں کے حالِ زار پر نگاہِ کرم فرمائیں۔

[۳] ترجمہ: (۱) اے اللہ کے رسول! آپ جیسے چاہیں مدد فرمائیں اور اپنے لطف و کرم سے پریشاں حال کے اطمینان کا سامان کریں۔
(۲) میں آپ کے آل و اصحاب کا چاہنے والا ہوں، میرا کام بگڑا ہوا ہے۔ یارسول اللہ! مجھ ناتواں پر آج بھی رحم فرمائیں اور کل بھی۔

(۱۷) حضرت شاہ ابوالمعالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

گر[1] نبودے یا رسول اللہ ذاتِ پاک تو
ہیچ پیغمبر نبردے دولتِ پیغمبری

(۱۸) حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ محدث دہلوی اپنے قصیدہ عربی «اطیب النغم» میں لکھتے ہیں ؎

وصلی علیك الله یا خیر خلقه ۔۔۔ ویا خیر مامول ویا خیر واهب
ویا من یرجی لکشف رزیة ۔۔۔ ومن جوده قد فاق جود السحائب

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت کرے، اے سب خلقت سے اچھے! اور اچھے امیدگاہ اور اچھے بخشش کرنے والے اور اچھے امید کیے گئے واسطے کشف مصیبت اور بخشش آپ کی فائق ہے بارشوں والے ابر کی بخشش سے۔

(۱۹) حضرت مولانا نظامی گنجوی علیہ الرحمہ متوفی ۵۹۲ھ اس طرح خطاب کرتے ہیں ؎

من[2] از کم ترین امتاں خاک تو ۔۔۔ بدیں لاغری صید فتراک تو
نظامی کہ در گنجہ شد پائے بند ۔۔۔ مبادا از سلام تو نا بہرہ مند

(۲۰) حضرت عارف باللہ حاجی حافظ شاہ محمد امداد اللہ علیہ الرحمہ تمام دیوبندیوں کے پیر و مرشد اپنی نظم نعتیہ میں کیا اچھی غزل وہابیہ سوز رقم فرماتے ہیں ؎

ذرا چہرہ سے پردہ کو اٹھاؤ یا رسول اللہ ۔۔۔ مجھے دیدار تم اپنا دکھاؤ یا رسول اللہ
کرو روئے منور سے مری آنکھوں کو نورانی ۔۔۔ مجھے فرقت کی ظلمت سے بچاؤ یا رسول اللہ
اگرچہ نیک ہوں یا بد تمہارا ہو چکا ہوں میں ۔۔۔ بس اب چاہو ہنساؤ، یا رلاؤ یا رسول اللہ
پھنسا ہوں بے طرح گردابِ غم میں ناخدا ہو کر ۔۔۔ مری کشتی کنارہ پر لگاؤ یا رسول اللہ
اگرچہ ہوں ناقابل واں کے پر امید ہے تم سے ۔۔۔ کہ پھر مجھ کو مدینہ میں بلاؤ یا رسول اللہ
پھنسا کر اپنے دامِ عشق میں امدادؔ عاجز کو ۔۔۔ بس اب قیدِ دوعالم سے چھڑاؤ یا رسول اللہ

(۲۱) مناہج النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ حضرت شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی، ص: ۱۲، جلد اول:

اہل سنت و جماعت کا اعتقاد ہے کہ خداوند تعالیٰ نے رسولِ اکرم ﷺ کو ایسی قدرت اور طاقت بخشی ہے کہ شش جہت داہنے، بائیں، آگے، پیچھے، نیچے، اوپر ان کے سامنے ایک ہی جہت ہے اور وہ اپنے سامنے ہر ایک چیز کو برابر دیکھ رہے ہیں اور

---

[1] ترجمہ:- اے اللہ کے رسول! اگر آپ کی مبارک ذات نہ ہوتی تو کسی نبی کو نبوت کی دولت نہ ملتی۔
[2] ترجمہ: (۱) میں آپ کا ایک حقیر امتی ہوں۔ اس کم زوری میں آپ کے شکار بند کا شکار ہوں۔
(۲) نظامی مقامِ "گنجہ" میں مقید ہے، کہیں آپ کے سلام سے محروم نہ رہ جائے۔ (گنجہ ایران کے ایک شہر کا نام ہے۔)

سب پر محیط ہیں، وھو ھذا.

یعنی نیک اور پسندیدہ یہ بات ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس سرور کے دلِ مبارک کو ایک احاطہ اور کشائش دریافت میں اور جاننے میں معقولات کے ارزانی رکھا اسی طرح اس جناب کے حواس لطیف کے تئیں حکم میں ایک جہت کے گردانا، واللہ اعلم.

یعنی چھ طرفیں جن کو فوق، تحت، یمین، شمال، قبل، بعد کہتے ہیں ان طرفوں کو حضرت کے حضور ایک جہت کی مانند گردانا۔ قطعہ

اے برگزیدۂ حق عالی ہے تیرا پایا — خالق نے شش جہت کو تیرے لیے بنایا

تیرا مقام بالا ہے شش جہت سے اعلیٰ — سوئے نشیب و بالا چاروں طرف کو سایہ

پیشِ نظر ہے تجھ کو افضال ایزدی سے — تو ہے محیط سب پر یا اشرف البرایا

(۲۲) درِ مختار مقبولہ عرب وعجم کے باب اذان میں لکھا ہے:

مسئلہ فقہی: نماز پڑھنا سونے سے بہتر ہے تو سامعین کو چاہیے کہ اس کا جواب اس طرح دیں «صَدَقْتَ وبَرَرتَ» یعنی تو نے سچ کہا اور اچھی بات کہی۔ اس پر علامہ شامی علیہ الرحمہ حاشیہ درمختار میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث میں آیا ہے۔

دیکھیے! موذن مسجد میں اذان کہہ رہا ہے اور اذان سننے والا اذان کا جواب اپنے گھر میں بطور ندا حاضر کے دیتا ہے اور ایسا جواب دینے کا حکم حدیث شریف میں ہے، جیسے صاحبِ درمختار اور ردالمحتار فرما رہے ہیں، اگر آپ ان کو نہیں مانتے تو لیجیے آپ کے بزرگ اور آپ کے قطب الاقطاب مولوی رشید احمد صاحب اپنے فتاویٰ رشیدیہ میں لکھ چکے ہیں، اس پر ہی ایمان لائیے، اب تو کچھ عذر نہیں ہونا چاہیے، وہ یوں لکھتے ہیں:

«**سوال سترہواں** صبح کی اذان میں «الصَّلٰوۃ خَیر من النوم» کے جواب میں «صَدَقْتَ و بَرَرتَ» کہنا کسی حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ کہنا چاہیے، ثابت ہے۔ بلفظہٖ (فتاویٰ رشیدیہ، حصہ اول، ص:۸، سطر:۸)

یہاں پر اور زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں، آں حضرت ﷺ کے حاضر و ناظر جاننے کی زیادہ تحقیق ان شاء اللہ تعالیٰ عقیدہ ۲۰ میں لکھی جائے گی، انتظار کیجیے۔

ایک آدمی جو سکھوں کا پیشوا تھا ان کے کلام سے رسالت کا بھی اقرار ثابت ہوتا ہے جیسے وہ کہتے ہیں کہ:

«پا جھ محمد بھگت جائیں» یعنی بغیر تابع داری حضرت محمد ﷺ کے عبادت کرنا ضائع اور بے سود ہے، اگرچہ بہ ظاہر ان کا اسلام لانا ثابت نہیں، کون ہیں وہ؟ گورو نانک صاحب ہیں جو ملک پنجاب ضلع گورداس پور میں ساڑھے چار سو سال کے قریب عرصہ ہوا پیدا ہوئے تھے، جو راقم حروف کا وطن اور ضلع ہے، وہ آں حضرت ﷺ کو اپنے الہام سے (اپنے حسن

عقیدت سے) ہر ایک چیز میں موجود ہونا ثابت کرتے ہیں، یعنی ہر ایک چیز میں نام محمد (ﷺ) کا ہونا ثابت کرتے ہیں، ان کا کلام ایک رباعی میں ان کی زبان[1] میں درج ہے، وہ یوں ہے۔

رباعی گورونانک صاحب بانی مذہب سکھی ؎

عدد گنو ناؤں انچھر کے کرو چوگنے تا دس ملاؤ پنج گن کیجو کاٹو بیس بنا

باقی بچے سونو گن کیجو دو اس میں اور ملا نانک ہر کے بچن سے محمد نام بنا

ترجمہ: عدد گنو، ناؤن، نام۔ انچھر، حروف۔ یعنی کسی نام کے حروف کے اعدادِ جمل نکالو، چوگنے، اس کو چار میں ضرب دو، حاصل ضرب میں دس عدد ملاؤ، پھر ان سب کو پانچ میں ضرب دو، اس حاصل ضرب کو بیس پر تقسیم کرو، تقسیم کرنے پر جو باقی بچ جائے اس کو نو سے ضرب دو اور حاصل ضرب میں دو عدد اور ملا دو۔ تب گورونانک صاحب کہتے ہیں کہ خدا کے حکم سے حضرت محمد (ﷺ) کا نامِ مبارک بن جائے گا۔

طریقہ[2] تمثیلاً

نام «لوح» کو لو، یہ وہ چیز ہے جس میں بہ حکم خداوند کریم ابتدا سے اخیر تک جو کچھ ہونے والا ہے سب کچھ درج ہے۔ اس نام «لوح» کے اعدادِ جمل چوالیس (۴۴) ہیں، ان کو چار میں ضرب دیا تو ایک سو چھہتر (۱۷۶) ہوئے، اس میں دس ملائے تو ایک سو چھیاسی (۱۸۶) ہوئے، انکو پانچ میں ضرب دیا تو نو سو تیس (۹۳۰) ہوئے، ان کو بیس (۲۰) پر تقسیم کیا تو دس (۱۰) باقی بچے۔ پھر ان دس عدد کو نو سے ضرب دیا تو نوے (۹۰) ہوئے، اس میں دو (۲) عدد اور ملائے تو بانوے (۹۲) ہوئے۔ پس بانوے (۹۲) عدد نامِ محمد ﷺ کے ہیں، اسی طرح جس چیز کے عدد نکالو گے اس میں نامِ محمد ﷺ برآمد ہوگا۔

آپ کے اعتقاد کے مطابق تمام دنیا کے چورانوے کروڑ مسلمان ہر پانچ وقت روزمرہ کافر اور مشرک ہوتے ہیں، کیوں کہ وہ ہر نماز میں تشہد کے وقت «التَّحيَّات لله» میں «اَيُّها النَّبِيُّ ورحمة الله وبركاته» پڑھتے ہیں، اور پڑھنے کے وقت آں حضرت ﷺ کو حاضر و ناظر جانتے ہیں، اگر ایسا نہ جانیں تو نماز ہی نہیں ہوتی، پس اب وہابیوں کو نماز ہی سے دست بردار ہونا چاہیے، اس کی زیادہ تحقیق اور تشریح آپ کے عقیدہ نمبر ۲۰ میں ہوگی۔ وہاں دیکھیں۔ اس تمام تحقیق میں آپ کے لیے کوئی راہ نہیں۔

قولہ: توشیح میں ہے:

---

[1] ان کی زبان یعنی پنجابی بھاشا۔ ۱۲ منہ

[2] طریقہ تمثیلاً الخ۔ اس طریقہ پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اس طریقہ سے اور نام بھی پیدا ہو سکتے ہیں، مگر اس میں گورونانک صاحب نے اپنے حسنِ عقیدت سے حضرت محمد ﷺ کا ہی اسمِ مبارک پیش کیا۔ الأعمال بالنيات حدیث صحیح ہے۔ ۱۲ منہ۔

الذین یدعون الأنبیاء والأولیاء عند الحوائج ذٰلك شِرك قبیح و جھل صریح.

ترجمہ: وہ لوگ جو پکارتے ہیں انبیا اور اولیا کو اپنی حاجتوں کے وقت، یہ شرک ہے برا، اور جہل ہے کھلم کھلا۔ بلفظہ (ص: ۳۴۳، سطر: ۱۴)

اقول: آپ نے عبارت توشیح کی اور اس کا غلط ترجمہ دھوکا دہی کے لیے لکھ دیا ہے، اس میں آپ نے لفظ «یدعون» کا ترجمہ «پکارتے» کا کیا ہے جو غلط ہے۔ «یدعون» کے معنیٰ عبادت کرنے کے ہیں یعنی جو لوگ اپنی حاجتوں کے وقت انبیا اور اولیا کی عبادت کرتے ہیں اور ان کو پوجتے ہیں وہ شرک ہے، اور ضرور شرک ہے، لیکن محض پکارنا جیسے کہ میں اوپر کافی سے زیادہ ثبوت دے چکا ہوں اس میں داخل نہیں۔ تمام مسلمانوں کا قول اور فعل « یا محمد! یا محمد! یا عباد الله ! اعینونی» بہ تعلیم خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہے، اس کے اثبات میں قرآن شریف کی اکثر آیات ہیں، جن میں «یدعو» یا «یدعون» کے معنی «یعبد» کے آئے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ.[1]

یعنی اور گالیاں مت دو ان کو جنھیں وہ پوجتے یا عبادت کرتے ہیں خدا کے سوا۔

اسی طرح اللہ فرماتا ہے:

وَمَنْ[2] اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ[3].

یعنی کسی مخلوق کی عبادت کرنا بہت گم راہی ہے، یا ایسا کرنے والا بہت گم راہ ہے۔

چناں چہ تفاسیر جلالین، خازن، معالم التنزیل، مدارک، نیشاپوری وغیرہا میں «یدعوا» کے معنی «یعبد» کے لکھے ہیں۔ عبارت کا لکھنا بہ وجہِ اطناب ترک کیا گیا، خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحیح حدیث میں فرماتے ہیں «الدعاء ھو العبادة» دعا بمعنی عبادت ہے، پکارنا کے معنی کرنا سوائے اہل سنت و جماعت کے وہابیہ کا ہی علم اور کام ہے۔ جو دیونجد اور دیوبند جن کے اعدادِ جمل بھی نسبتاً ایک کی کمی اور زیادتی سے درجۃً برابر ہیں۔ یعنی دیونجد کے ۷۷، دیوبند کے ۷۶ ہیں قدرتی ارتباط و اتحاد ہے، مبارک ہو۔

---

[1] پارہ: ۷، الانعام: ٦، آیت: ۱۰۸
[2] ومن اضل الآیۃ اس کا مفصل حال باب پنجم میں لکھا جا چکا ہے۔ منہ
[3] پارہ: ٢٦، الاحقاف: ٤٦، آیت: ٥

باب نہم

عقیدہ نمبر ۱۳: وہابیہ دیوبندیہ

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر اور بھی پیدا ہونا ممکن ہے۔ ملخصاً

(تقویۃ الایمان، صفحہ:۳۱)

قولہ: توضیح مطالبہ نمبر ۸، بر عقیدہ نمبر ۱۳۔

آپ نے تقویت کے حوالہ پر عقیدہ نمبر ۱۳ یہ لکھا ہے کہ اس میں لکھا ہوا ہے کہ ’’آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر اور بھی پیدا ہونا ممکن ہے‘‘ بعینہ یہ عبار تقویت میں نہیں، غالباً آپ نے عبارت ذیل کو تحریف کر کے لکھا ہے ’’اُس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکمِ کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتے جبرائیل اور محمد صلعم کے برابر پیدا کر ڈالے، اور ایک دم میں سارا عالم عرش سے فرش تک اُلٹ پلٹ کر ڈالے اور ایک اور ہی عالم اس کی جگہ قائم کر دے، اس کے تو محض ارادہ ہی سے ہر چیز ہو جاتی ہے‘‘ بلفظہٖ (صفحہ:۲۴، سطر اول)

اقول: آپ کی عادتِ مستمرہ یہ ہے کہ پہلے میرے اشتہار کی عبارت یا مضمون کا انکار کرنا، اور پھر خود ہی اقرار کر کے اس عبارت یا مضمون کو پیش کر دینا، اور پھر اپنے امام الطائفہ کی (اور پوری) جماعت کی حمایت کر کے جواب بے جوڑ بھی لکھ دینا، جواب کیا دیا، وہ یہ کہ ’’کیا خدا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیدا کرنے پر یا ان کی نظیر پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ یا اب اس کی قدرت سلب ہو گئی ہے؟‘‘ حضرت شرف الدین یحییٰ منیری اور حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہما کی عبارات بے ربط جن میں لفظ ’’اگر خواہد‘‘ کا بھی درج ہے لکھ دیں، جن کا جواب باب اول عقیدہ نمبر اول میں پورے طور پر ہو چکا ہے۔

اول تو میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ مفتی جی لکھا کرتے ہیں کہ مولانا (اسماعیل دہلوی) نے قرآن کی آیات کی ترجمانی کی ہے، فرمایئے! یہ عبارت جو تقویۃ الایمان کے صفحہ:۳۱ پر ہے جس کی آپ نے نقل کی ہے، کس آیتِ قرآنی کی ترجمانی ہے یا یہ مضمون کس حدیث شریف رسول رحمانی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے؟ ذرا اس کا پتہ تو دیجیے کہ آپ کی علمیت کا اندازہ ہو جائے، بات یہ ہے کہ گستاخی بھری طبیعت ہے جو چاہا، جو دل میں آیا لکھ مارا خوف خدا تعالیٰ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل میں ہو تو ایسا کب ہو سکتا ہے، یوں تو علما و شہید و مرحوم و رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ وغیرہ سارے القاب مریدوں کی طرف سے عنایت و عطا شدہ ہیں، مگر جب اللہ تعالیٰ کے فرمان ’’اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا[1]‘‘ کی بو تک بھی نہیں، تو یہ درجے اور رتبے اور القاب کیسے؟

فائدہ: اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ کتاب تقویت الایمان میں ایسے ہی اناپ شناپ باتیں فتنہ اور فساد کی لکھ کر

[1] پارہ:۲۲، فاطر:۳۵، آیت:۲۸

بھری پڑی ہیں، توہین انبیا علیہم السلام اور اولیاے کرام رحمۃ اللہ علیہم سے یہ کتاب مملو ہے۔ اسی وجہ سے تمام عرب اور عجم کے فتاویٰ کفر کتاب اور مولف کتاب پر ہو چکے ہوئے موجود ہیں، لیکن وہابیہ، نجدیہ و دیوبندیہ اس کو صحیفۂ آسمانی اور اپنے ایمان کی نشانی جانتے ہیں، اس کا حال بھی ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

آپ کے اور آپ کے امام الطائفہ وتمام جماعت وہابیہ، دیوبندیہ کے عقائد میں ہے کہ آں حضرت ﷺ کی طرح اور بھی کروڑوں ہو سکتے ہیں، اس لیے کہ ایسا کرنے پر اللہ تعالیٰ قادر ہے، اور اپنے حکم اور وعدہ اور خبر کے برخلاف گو کیوں نہ ہو، اور اب اس پر عمل بھی شروع ہو گیا ہے اور ہونا چاہیے۔ جب گروہِ وہابیہ نے اپنا عقیدہ ظاہر کر دیا کہ آں حضرت ﷺ کی نظیر بھی خاتم اور نبی ہو سکتے ہیں، تب مرزا قادیانی نے فوراً اپنے آپ کو نبی بنا کر بلکہ حضرت محمد (ﷺ) بنا کر پیش کر دیا تب آپ کی آنکھیں کھلیں کہ ہم تو ابھی تجاویز سوچ ہی رہے تھے کہ مرزا غلام احمد قادیانی بازی لے گیا۔ اس پر مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنے مرید کی خوابِ شیطانی اور اضغاث[1] احلام کے ذریعہ رسالت کا دعویٰ کر کے بجاے کلمہ طیبہ یعنی «لا الٰه الا الله محمد رسول الله» کے اپنا کلمہ «لا اِلٰه الا الله اشرفعلي رسول الله» نعوذ بالله منها گڑھ لیا، اور ساتھ ہی درود شریف بھی اپنا جڑ لیا، لا حول ولا قوة الا بالله. جس کو رسالہ «الامداد» ماہ صفر ۱۳۳۶ھ میں درج کر کے شائع بھی کر دیا۔ انا لله وإنا إليه راجعون.

فصل اول: در بیان عدم نظیر آں حضرت ﷺ کا آیاتِ قرآنی سے اثبات

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ. الآية[2]

یعنی نہیں ہیں محمد (ﷺ) باپ کسی مرد کے تم میں سے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور ختم کرنے والے تمام پیغمبروں کے ہیں۔

تمام اہلِ اسلام کا اجماع و اتفاق ہے اس بات پر کہ آں حضرت ﷺ ختم کرنے والے ہیں تمام انبیا علیہم السلام کے، ان کے بعد قیامت تک کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا، اور یہی اللہ تعالیٰ کا کامل و مکمل واٹل حکم ہے، اپنے اس حکم کے خلاف ہر گز نہیں کرے گا، پھر نظیر کیسے ہو سکتا ہے؟ ہمارا خدا وہابیوں کا خدا نہیں ہے جو جھوٹ بولے، یا وعدہ خلافی کرے اس کی بحث باب اول میں کامل ہو چکی ہے، زیادہ ضرورت نہیں۔

(۲) آیت شریف:

---

[1] اضغاث احلام: پریشان خواب جن کی کوئی تعبیر نہ ہو۔

[2] پارہ: ۲۲، الاحزاب: ۳۳، آیت: ۴۰

قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا.[1]

آں حضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمام جہاں کے لوگوں کو کہہ دیجیے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور تم سب کی طرف قیامت تک کے واسطے بھیجا گیا ہوں۔

کیا خداوند کریم کسی اور کو بھی کبھی ایسا رسولِ کریم ﷺ کی طرح پیدا کرے گا؟ ہرگز نہیں! اگر پیدا کرے تو رسولِ کریم ﷺ تمام آدمیوں کی طرف رسول کب ہوئے، اور اگر حضورِ اقدس ﷺ اس نئے نبی کی طرف بھی رسول ہوں اور وہ حضور کا امتی ہو تو وہ حضور کا نظیر کب ہوا، امتی حضور کا نظیر کب ہوسکتا ہے، اگر یہ کہو کہ حضور تمام آدمیوں کی طرف رسول ہیں کہ ان میں فرض کردہ نبی بھی داخل ہے، اور وہ فرض کردہ نبی بھی تمام آدمیوں کی طرف رسول ہے جن میں حضور بھی داخل ہیں، تو وہ حضور کا امتی ہوا، اور حضور معاذ اللہ اس کے امتی ہوئے، اور یہ قطعاً محال ہے لہٰذا حضور کا نظیر ہونا محال ہے۔

(۳) آیت شریف:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا.[2]

یعنی اور نہیں رسول بنا کر بھیجا ہم نے آپ کو لیکن تمام جہاں کے لوگوں کے لیے قیامت تک بشارت دینے والا بہشت کی اور ڈرانے والا عذاب دوزخ سے۔

(۴) آیت شریف:

وَاَرْسَلْنٰکَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا.[3]

یعنی ہم نے آپ کو تمام جہاں کے لوگوں کی طرف قیامت تک رسول بنا کر بھیجا ہے۔

(۵) آیت شریف:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ.[4]

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آج کامل کر دیا ہم نے تمہارے لیے دین تمہارا (کبھی منسوخ نہ ہوگا) اور تمام کر دی میں نے اوپر تمہارے اپنی نعمت۔

کیا خداوند تعالیٰ اس اپنے حکم کے برخلاف اس دین کو ناقص کرے گا؟ اور اپنی نعمت کو پھر ناتمام کرے گا؟ ہرگز نہیں! اگر کہو کہ مانا اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرے گا مگر قادر تو ہے اور «اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ» قرآن میں موجود ہے، اس کا جواب عقیدہ نمبر اول میں کافی وافی ہو چکا ہے۔

---

[1] پارہ:۹، اعراف:۷، آیت:۴۰ [2] پارہ:۲۲، سبا:۳۴، آیت:۲۸

[3] پارہ:۵، نساء:۴، آیت:۷۹ [4] پارہ:۶، مائدہ:۵، آیت:۳

فصل دوم: عدم نظیر آں حضرت ﷺ کا اثبات احادیث سے

(۱) حدیث شریف صحیح بخاری، جلد دوم، ص: ۱۹۲، سطر: ۲۳ مصری۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ كَرَجُلٍ بَنٰى دَارًا فَأَكْمَلَهَا وَأَحْسَنَهَا إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَدْخُلُونَهَا وَيَتَعَجَّبُونَ وَيَقُولُونَ لَوْلَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ .بلفظه.

یعنی فرمایا رسولِ خدا ﷺ نے کہ میری مثل اور انبیا کی مثل ایسی ہے جیسے ایک آدمی نے ایک گھر بنایا اور اس کو اچھی طرح مکمل کیا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، پھر اس میں آدمی داخل ہوئے، انھوں نے تعجب سے کہا کہ یہ ایک اینٹ کی جگہ کیوں چھوڑ دی یعنی یہ اینٹ کی جگہ میں ہوں جس نے گھر کو مکمل کر دیا۔

کیا خداوند تعالیٰ اب اس گھر میں ایک فالتو اینٹ یا کئی اینٹیں یوں ہی ڈال دے گا؟ ہرگز نہیں!

(۲) حدیث شریف صحیح بخاری، جلد دوم، ص: ۱۹۲، سطر: ۲۷ مصری۔ (باب ختم النبیین ﷺ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِه وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى بَيْتًا فَأَحْسَنَهٗ وَأَجْمَلَهٗ إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ وَيَعْجَبُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ هَلَّا وُضِعَتْ هَذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ: فَأَنَا اللَّبِنَةُ، وَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ.بلفظه

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق فرمایا رسولِ خدا ﷺ نے کہ میری مثال اور انبیا کی مثال جو مجھ سے پہلے گزرے ہیں ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک گھر بنایا اور اس کو اچھی طرح خوب سجایا مگر ایک کونہ میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس کے گرد پھرتے اور تعجب کرتے تھے کہ یہ ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی، پھر فرمایا آں حضرت ﷺ نے: پس وہ اینٹ میں ہوں اور میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں، میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

(۳) حدیث شریف صحیح بخاری جلد چہارم، ص: ۱۴۹، سطر: ۲۸، مصری۔

عن أبي هريرة قال: سمعتُ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم يقول: لم يبق من النبوة الا المبشرات، قالوا: وما المبشرات؟ قال: الرويا الصَّالحة. بلفظه

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آں حضرت ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے: نبوت ختم ہوگئی اس میں کچھ باقی نہیں رہا مگر صرف مبشرات۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا: نیک خواب۔

(۴) صحیح مسلم جلد دوم، ص: ۲۴۸، سطر: ۱۱ تا ۲۰ مطابق صحیح بخاری کے ہے دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

(۵) جامع ترمذی جلد دوم، ترجمہ: اردو، صفحہ: ۴۸۱۔

روایت ہے ابی بن کعب سے کہ فرمایا رسولِ خدا ﷺ نے: میری مثال پیغمبروں میں ایسی ہے کہ جیسے کسی نے ایک محل بہت خوب صورت اور اچھا اور پورا بنایا اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی اور لوگ اس میں پھرتے تھے اور تعجب کرتے تھے

اس کی خوبی کو دیکھ کر اور کہتے تھے: کاش کہ یہ جگہ ایک اینٹ کی بھی پوری ہو جاتی، پس (میں) پیغمبروں میں ایسا ہوں۔

اور اسی اسناد میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا میں امام ہوں گا پیغمبروں کا، اور خطیب ہوں گا ان کا، اور صاحبِ شفاعت ہوں گا ان کا۔ الخ۔ بلفظہ

ان تمام احادیث صحیحین و جامع ترمذی سے آں حضرت ﷺ کا خاتم النبیین اور خطیب الانبیا اور صاحب شفاعت الانبیا علیہم السلام بہ موجب آیات قرآنی کے ثابت ہے، علاوہ ان کے کثرت سے احادیث صحیحہ وارد ہیں، جن پر تمام اہلِ اسلام کا اجماع قائم ہے کہ آں حضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں، کوئی نبی ان کے بعد قیامت تک پیدا نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ اصدق الصادقین کا حکم اور اس پر سید المرسلین کا ارشاد اس بات کی دلیل قوی بلکہ اقویٰ ہے کہ کوئی بھی نظیر یا مانند یا مثل ان کا نہیں ہو سکتا اور نہ ہوگا، اور اگر یہ قول وہابیہ اور مرزائیہ ایسا ہو تو اللہ تعالیٰ اور اس کا حبیب پاک ﷺ دونوں «نعوذ باللہ» کاذب ٹھہرتے ہیں اور یہ بات ان کی شان کے سخت خلاف ہے اور محال ہے، اور کہنے والا دجال ہے۔

فصل سوم: اقوال علماے اعلام سے ثبوت اور وہابیہ کی تردید

(۱) معتمد فی المعتقد حضرت علامۃ العلما تورپشتی علیہ الرحمہ، ص: ۹۷۔ مطبوعہ مدراس یہ کتاب ساتویں صدی ہجری میں لکھی گئی تھی لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص قائل ہو مثل یا نظیر حضرت ﷺ کا وہ کافر ہے۔

تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل، ص: ۶۶ اور کتاب بوارق لامعہ، ص: ۵۸ اصل عبارت علامہ علیہ الرحمہ کی یہ ہے:

کہ وے[1] ﷺ باز پسیں ہمہ پیغمبران است، درزمان وے تا قیامت بعد از وے ہیچ نبی نہ باشد و ہر کہ دریں بشک باشد دراں نیز بشک باشد، وآں کس کہ گوید بعد ازیں نبی دیگر بود یا ہست یا خواہد بود، وآں کس کہ گوید کہ امکان دارد کہ باشد کافر است۔ اینست شرط درستی ایمان بخاتم انبیا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وذریاتہ وسلم۔ انتہی۔

ولنعم ما قال واصل ؎

ربنا اللّٰهُ لا عديل له　　حبه كيف لا مثيل له　　بلفظه

(۲) تفسیر روح البیان، بوارق لامعہ، ص: ۵۸۔

---

[1] ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاے کرام علیہم السلام کے بعد تشریف لائے، آپ کے زمانے میں اور آپ کے زمانے کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہ ہوگا، جسے اس میں شک ہوگا، اُس میں بھی شک ہوگا، جو شخص یہ کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد دوسرا کوئی نبی ہوا، یا ہے، یا ہوگا، اور وہ شخص جو کہتا ہے کہ آپ کے بعد نبی ہونا ممکن ہے کافر ہے۔ خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان کی درستی کی یہی شرط ہے۔

واصل نے کیا ہی بہتر کہا ہے: اللہ ہمارا رب ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں، اس کی محبت ایسا کیف جس کی کوئی مثال نہیں۔

مسئلہ: حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے وقت میں ایک شخص نے دعویٰ نبوت کیا، اس نے لوگوں سے کہا کہ مجھ کو مہلت دو کہ میں علامت نبوت کی تم کو دکھلاؤں، حضرت امام صاحب نے حکم فرمایا: جو شخص اس سے نشانِ نبوت اور معجزہ طلب کرے گا وہ اسی وقت کافر ہو جائے گا، اس لیے کہ جو شخص اس سے معجزہ طلب کرے گا، یہ بات ثابت ہوگی کہ وہ دوسرے نبی کا ہونا بعد آپ کے (ﷺ) ممکن الوقوع سمجھتا ہے، حالاں کہ آپ (ﷺ) فرما چکے ہیں: «لا نبي بعدي»۔ بلفظہ

(۳) «تمہید» یہ کتاب پرانی عقائد کی ہے جس کو حضرت نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ نے بھی پڑھا ہے، قدما میں درسی کتاب تھی، «بوارق لامعہ» ص:۵۸۔

من ادعى النبوة في زماننا يصير كافراً و من طلب منه المعجزة فانه يصير كافراً لأنه شك في النصّ.

یعنی جو کوئی دعویٰ نبوت کا کرے ہمارے زمانہ میں کافر ہو جائے گا، اور جو کوئی اس سے معجزہ طلب کرے وہ بھی کافر ہو جائے گا کیوں کہ اس نے نص (آیت وحدیث) میں شک کیا۔

(۴) مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر، ص:۶۳۰، مصری۔

وأما الإيمان بسيدنا محمد عليه الصلوٰة والسّلام فيجب بأنه رسولنا في ما قال، و خاتم الأنبياء والرّسل فإذا اٰمن بأنه رسول ولم يومن بأنه خاتم الأنبياء لا يكون مؤمنا. بلفظه

یعنی اور ایمان لانا ہمارے سردار محمد ﷺ پر یوں واجب ہے کہ تحقیق وہ اب بھی ہمارے رسول ہیں اور یہ کہ وہ انبیا علیہم السلام کے خاتم ہیں، جو یہ ایمان لائے کہ وہ ہمارے رسول ہیں لیکن اس بات پر ایمان نہ لایا کہ وہ خاتم الانبیا ہیں تو وہ مسلمان نہیں۔

دیکھیے! اگر کوئی شخص اس بات پر ایمان لاتا ہے کہ آں حضرت ﷺ ہمارے رسول تو ہیں مگر خاتم الانبیا اور رسل نہیں تو وہ کافر ہے یہی ایمان وہابیہ اور مرزائیہ کا ہے۔

فیصلہ شدہ کہ دونوں گروہ کافر ہیں کیوں کہ ان دونوں کا یہی عقیدہ ہے۔

(۵) شمول الوہابیہ فی سلک النجدیہ، مطبوعہ لاہور، ص:۵۹، حاشیہ۔

أنت موج أوّل الأمواج في بحر القديم

ليس مثلك ممكناً في الكائنات يا رسول

یعنی اے رسولِ خدا ﷺ آپ سب سے پہلے بحر القدیم کی موج ہیں آپ کا مثل یا نظیر کائنات میں ہونا ممکن ہی نہیں۔

(۶) "مظہر الحق" و "بہار جنت" عقائد میں دونوں کتابیں، جو ۱۲۸۴ھ میں تالیف ہوئیں:

نبی بعدِ حضرت نہ ہوگا کوئی　　سمجھ خاتم الانبیا ہیں وہی
نہیں شرع میں مصطفیٰ کے سوا　　کسی کا لقب خاتم الانبیا
نبی ایسا بھیجا بشیر و نذیر　　ہوا ہے نہ ہو جس کا ہرگز نظیر

(۷) وسیلۃ المعاد فی اثبات میلاد خیر العباد، مولفہ مولانا مولوی محمد عبد اللہ ڈھاکوی، مطبوعہ نامی، لکھنؤ، ۱۳۰۳ھ، ص:۸۴ نعت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ظہورِ نورِ احمد سے ہوا کون و مکاں پیدا　　ملک پیدا، فلک پیدا، زمیں پیدا، زماں پیدا
کہاں عالم میں احمد سا ہوا عالی مکاں پیدا　　ہوئے ہیں جس کے باعث سے زمین و آسماں پیدا
ہوئی ظلمت نہاں یکسر فروغِ نورِ احمد سے　　ہوئے انجم عیاں سارے ہوئے سب آسماں پیدا
بنایا عرش خالق نے انھیں کے نورِ انور سے　　کیا لوح و قلم ظاہر ہوئے کرّ و بیاں پیدا
رسولِ پاک کے باعث، شہِ لولاک کے باعث　　ہوئے دونوں جہاں پیدا، ہوئے سب انس و جاں پیدا
نہ کوئی عرش سے تا فرش تجھ سا ہے نہ ہوئے گا　　نہ نوری میں وہاں پیدا، نہ خاکی میں یہاں پیدا

پس ہمارا اہلِ سنت و جماعت کا ایمان ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر یا مانند یا مثل نہ کبھی ہوا ہے اور نہ ہوگا جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی شانِ الوہیت میں واحد و بے نظیر ہے اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی شانِ نبوت و رسالت و عبودیت میں واحد اور بے نظیر ہیں اور جو شخص یہ کہتا ہے خواہ وہ وہابی ہو یا مرزائی کہ ان کی طرح ان کی نظیر یا مانند اور بھی کروڑوں ہوسکتے ہیں وہ قرآن شریف واحادیث واقوال علماے اعلام کا منکر بلکہ مکذب ہے اور بس۔

قولہ: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کیمیاے سعادت کے ص:۵۳۶ پر لکھتے ہیں:

کہ آسمان[1] وزمین وہرچہ درمیان آنست..................وہفت آسمان وزمین درقبضہ قدرت ویست الخ۔

شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب کے ص:۵۷ پر ہے:

اگرخواہد[2] درلحظہ ہزار ہزار آدم وعالم بیافریند الخ۔

اور ص:۹۶ پر ہے: اگرخواہد[3] درلحظہ صد ہزار الخ۔ بلفظہ (ص:۲۴)

اقول: مفتی جی! ان عبارات سے آپ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح اور بھی کروڑوں پیدا ہوسکتے ہیں، اور یہ بات خدا کی قدرت میں داخل ہے۔ آپ سے میں پوچھتا ہوں کہ ان عبارات کا ماخذ کہیں قرآن

---

[1] ترجمہ: آسمان وزمین اور جو کچھ اس میں ہے اور ساتوں آسمان اور زمین اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔
[2] ترجمہ: اگر چاہے ایک آن میں ہزار ہا ہزار آدمی اور دنیا پیدا فرمادے۔
[3] ترجمہ: اگر چاہے ایک آن میں سو ہزار (بے شمار) عالم پیدا فرمادے۔

شریف واحادیث شریف سے بھی دکھلا سکتے ہیں؟ یا کہیں ان کی سند نص صریح سے بتلا سکتے ہیں؟ کیوں کہ آپ کو تو قرآن اور حدیث سے سند لانا چاہیے جو وہابیہ کا بہ ظاہر بڑا اصول ہے، یا بزرگانِ دین اور صوفیاے کرام کے مؤل کلام کو ہی پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں خواہ وہ بہ ظاہر نص کے خلاف ہی ہوں، ان تحریراتِ عبارت کا جو مطلب آپ سمجھے بیٹھے ہیں وہ غلط اور محض غلط ہے حالاں کہ وہ بزرگان لفظ «اگر خواہد» کا ساتھ ہی فرما رہے ہیں جس کا جواب پہلے ہو چکا۔

قولہ : مطالبہ نمبر ۹ کیا آپ کے نزدیک خداوند کریم سے وہ قدرت جو اس میں نبی علیہ السلام کے پیدا کرنے کے وقت تھی اب سلب ہو گئی؟ اگر نہیں ہوئی تو آپ کو مولانا کی تحریر پر کیا اعتراض ہے؟ الخ۔ بلفظہ (ص: ۲۴)

اقول : مفتی جی! یہ عجیب آپ کی منطق ہے جس کا صغریٰ اور کبریٰ آپ کے ذہنِ ماؤف میں ہے۔ یہ کس نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سلب ہو گئی، ایسی ایسی گستاخیاں اللہ تعالیٰ کی شان میں کرنا آپ لوگوں کو ہی شایاں ہے، جو ہر پیچ و پیچ سے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا الزام قائم کرنا چاہتے ہیں، کیا اللہ تبارک وتعالیٰ اگر بموجب اپنے حکم اور وعدہ کے آں حضرت ﷺ کو دوبارہ پیدا نہ کرے یا آں حضرت ﷺ کے بعد کسی نبی یا رسول کو پیدا نہ کرے تو اس سے اس کی قدرت سلب شدہ تصور ہوگی جو آپ فرماتے کہ «وہ قدرت جو اس میں نبی علیہ السلام کے پیدا کرنے کے وقت تھی اب سلب ہو گئی»

واہ! سبحان اللہ!! آپ کی دلیل۔ کہیے آپ کے نزدیک آں حضرت ﷺ خاتم النبیین کے پیدا کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ نے یہ بھی اقرار کر لیا تھا کہ میں نے آپ کو خاتم النبیین بنایا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا لیکن میں اپنے حکم اور وعدہ کے خلاف کروڑوں نبی پیدا کروں گا، یا کم سے کم سید احمد بریلوی یا مرزا قادیانی یا مولوی اشرف علی تھانوی کو تو ضرور نبی بناؤں گا تا کہ وہابیہ فرقہ یا مرزائیہ کو یہ گمان نہ گزرے کہ میری قدرت سلب ہو گئی ہے۔ اگر ایسا وعدہ یا حکم کہیں آپ کے قرآن شریف میں ہے تو دکھلایئے، ورنہ ایسے ایسے بے ہودہ دلائل کو علما کے روبہ رو پیش کرنے کی جرأت نہ کیجیے۔

اچھا کہیے! اللہ تبارک وتعالیٰ کو کبھی اپنی اولاد کے پیدا کرنے کی بھی قدرت تھی، اگر تھی تو کتنے لڑکے لڑکیاں۔ نعوذ باللہ۔ پیدا کیے؟ اگر نہ تھی تو کیوں؟ اور اب بھی یہ قدرت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس قدرت کو ظاہر کیوں نہیں کرتا؟ یا آپ کے خیال اور عقیدہ کے مطابق وہ قدرت اب سلب ہو گئی ہے؟ آپ اپنے مولانا کی روح سے دریافت کر کے اس کا جواب دیجیے بہ شرطے کہ وہ روح مدد دینے کے قابل ہو ورنہ اپنے مولانا کی تحریر کو غت[1] ربود سمجھیے، اور باقی مطالبات کو اسی ذیل میں رکھیے۔

---

[1] غت ربود: خراب، گڑبڑ، برباد۔

باب دہم

عقیدہ نمبر ۱۴: وہابیہ، دیوبندیہ

آں حضرت ﷺ جملہ بنی آدم کے برابر ہیں۔ بلفظہ

(براہین قاطعہ، صفحہ: ۳، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی)

قولہ: توضیح مطالبہ نمبر ۱۰ بر عقیدہ نمبر ۱۴۔

آپ نے براہین قاطعہ کے حوالہ پر وہابیہ کا عقیدہ نمبر ۱۴ یہ لکھا ہے کہ «آں حضرت ﷺ جملہ بنی آدم کے برابر ہیں» صاحبان! کیا آپ نبی علیہ السلام کو خدا کے برابر اعتقاد رکھتے ہیں؟ بلفظہ (صفحہ: ۲۵، سطر: ۱۵)

اقول: مفتی جی! الحمد للہ آپ نے عبارت محررہ براہین قاطعہ کا حسب عادت خود انکار نہیں کیا اور آں حضرت ﷺ کو نبی علیہ السلام بار بار لکھنا آپ کی دینی معلومات کا نمونہ ہے جو قرآن شریف کی آیت شریف «یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا» کے برخلاف ہے، جو درود شریف کو چھوڑ کر صرف سلام ہی پر اکتفا کرتے ہیں اور یوں مفتی ہیں۔

ہم نے کہاں کہا یا لکھا ہے کہ آں حضرت ﷺ خدا کے برابر ہیں؟ یا حسب عادت بہتان لگاتے ہیں ہاں! ہم یہ ضرور کہتے ہیں اور کہیں گے کہ: ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کہیے! اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اور بھی کوئی آں حضرت ﷺ کے برابر ہے؟ ہرگز نہیں، اگر کوئی ہے تو اس کا پتہ دیجیے اور نام بتلائیے۔ ہاں! آپ کے اعتقاد میں بڑے بھائی کے برابر یا جملہ بنی آدم کے برابر ہیں۔ العیاذ باللہ۔ یا تو یہ قول آپ کے امام الطائفہ کے آں حضرت (ﷺ) کو بڑے بھائی کے برابر سمجھا جاتا تھا یا یہ تفریط، اس سے بھی بڑھ گئے کہ جملہ بنی آدم کے برابر کر دیا اس میں مسلم، کافر، مشرک، منافق، چوہڑے اور چمار کی بھی کوئی تمیز نہ رہی ایسی صورت میں اگر ہم کہیں کہ مولوی اسماعیل ایک چوہڑے کے برابر ہیں یا مولوی رشید احمد ایک چمار کے برابر ہیں، یا یہ کہیں کہ مولوی خلیل احمد ایک کنجر[1] کے برابر ہیں، یا مولوی اشرف علی ایک ڈوم[2] کے برابر ہیں تو کیا آپ اس پر بہت خوش ہوں گے اور توہین ان کی نہیں سمجھیں گے؟ جب کہ آپ کے اعتقاد میں آں حضرت ﷺ جملہ بنی آدم کے برابر ہیں تو آپ کے بزرگوں کو ایسی مماثلت سے کیا عذر ہو گا خواہ لفظ بشریت بھی ان میں شامل کر لیں۔

ہمارا ایمان ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[1] کنجر: یہ ایک قوم جرائم پیشہ ہے جو دہلی پہاڑ گنج میں رہتے ہیں۔ ۱۲ منہ [2] ڈوم: ایک قوم جس کا پیشہ گانا بجانا ہے۔

"قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ" أي في الألوهية.

اسی طرح ہم کہتے ہیں:

قل هو محمد أحدٌ صلى الله عليه و آله وسلم أي في العبودية و المحبوبية.

یعنی جیسے اللہ تعالیٰ اپنی الوہیت میں احد اکیلا ہے اسی طرح حضرت محمد ﷺ عبودیت ونبوت ورسالت ومحبوبیت میں احد یکتا ہیں کوئی ان کا شریک نہیں، بس۔

قولہ: نصوص قرآنیہ آں حضرت ﷺ کونفس بشریت میں بنی آدم کے برابر بتلاتی ہیں جو کہ «قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ» ترجمہ: اے پیغمبر ﷺ لوگوں سے کہہ دو کہ میں بھی تو تم ہی جیسا ایک بشر ہوں۔ بلفظہ (صفحہ: ۲۵، سطر: ۱۷)

اقول: مفتی جی! آپ حضور سرور عالم ﷺ کو جملہ بنی آدم کے برابر بنانے میں ایسے منہمک ہیں کہ آیت قرآنی سے لفظ «يُوْحٰۤى اِلَيَّ» کو بھی چھوڑ گئے، اور تحریف قرآنی کا بھی خوف نہ کیا، مراد اس سے یہ کہ آں حضرت ﷺ کی کسی طرح بھی کوئی فضیلت ظاہر نہ ہو۔ نعوذ باللہ منھا۔ کسی مسلمان کی زبان یا قلم سے یہ لفظ نہ نکلے گا کہ آں حضرت ﷺ ہماری طرح، ہماری مثل یا مانند بشر تھے البتہ کفار نابکار کا قول تھا کہ رسول خدا ﷺ یا دیگر پیغمبران علیہم السلام ہماری طرح آدمی اور بشر تھے جیسے اللہ تعالیٰ اس کی خبر قرآن شریف میں دیتا ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا.[1]

یعنی پس کہا رئیس لوگوں نے جو کافر تھے قوم (حضرت نوح علیہ السلام) میں سے کہ نہیں دیکھتے ہم تجھے مگر اپنی طرح ایک آدمی۔

(۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ. يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ.[2]

پھر کہا ان بڑے آدمیوں نے جو کافر ہوئے تھے اُس کی قوم (حضرت نوح) سے نہیں ہے شخص مگر ہماری طرح ایک آدمی چاہتا ہے تمہارے پر اپنی بڑائی۔

(۳) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ. وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ.[3]

یعنی اور کہا ایک گروہ رئیسوں نے اس (رسول) کی قوم میں سے جو ایمان نہیں لائے (یعنی کافروں نے) اور جھوٹ سمجھا انھوں نے روزِ قیامت کو اور نعمت دی تھی ہم نے ان کو زندگی دنیا میں (کہنے لگے) نہیں ہے یہ رسول مگر آدمی مثل تمہارے، کھاتا ہے اس میں سے جس میں سے تم کھاتے ہو اور پیتا ہے اس میں سے جس میں سے تم پیتے ہو، اور اگر تم

---

[1] پارہ: ۱۲، هود: ۱۱، آیت: ۲۷ [2] پارہ: ۱۸، المومنون: ۲۳، آیت: ۲٤ [3] پارہ: ۱۲، المومنون: ۱۸، آیت: ۳۳، ۳٤

فرماں برداری کروگے ایک آدمی کی جو تمہارے مانند ہے بے شک تم اسی وقت ٹوٹا یا نقصان پانے والے ہو۔

(۴) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا.[۱]

یعنی کہا کافروں نے رسولوں سے کہ تم ہمارے ہی جیسے آدمی ہو۔

(۵) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ.[۲]

یعنی ظالموں، کافروں نے کہا کہ یہ محمد (ﷺ) تمہاری ہی طرح ایک آدمی ہیں۔

(۶) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا.[۳]

کہا (کافروں نے) نہیں ہے تو (حضرت صالح علیہ السلام) مگر ایک آدمی ہماری مانند۔

(۷) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا.[۴]

یعنی کہا کافروں نے: (رسولوں سے) نہیں ہو تم مگر ہماری مانند آدمی۔

(۸) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا.[۵]

کہا انھوں نے: آیا آدمی ہدایت کریں گے، پس وہ کافر ہوئے۔

علاوہ ان کے اور بہت آیات قرآن شریف میں موجود ہیں، کافر لوگ پیغمبران علیہم السلام کو کہا کرتے تھے کہ تم ہماری مانند یا مثل آدمی ہی ہو اور دلیل میں یہ بھی کہا کرتے تھے کہ جیسے ہم کھاتے پیتے ہیں ویسے ہی تم بھی کھاتے پیتے ہو۔

یہی حال وہابیہ کا ہے، ذرہ بھر بھی زبان کو نہیں روکتے اور نہ اس کو گستاخی یا بے ادبی تصور کرتے ہیں بلکہ بڑے زور اور تعلی[۶] سے کہتے ہیں کہ ہم نص کے مطابق کہتے ہیں، اور جو نص «**قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ**» تم قرآن شریف سے پیش کرتے ہو، وہ تواضع اور کسر نفسی پر محمول ہے، اور تم کو اس طرف سے ذہول ہے، اور ذہن ان کا مجبول اور مجہول ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کا حکم آں حضرت ﷺ کو ہے کہ آپ تواضعاً کہہ دیجیے کہ میں بھی بشر ہوں، یعنی خدا نہیں خدا کی طرف سے میری عزت اور توقیر یہ ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے جو کسی بشر کے پاس تمہارے میں نہیں آتی، اس کی تصدیق میں صرف دو معتبر کتابوں سے نقل کرتا ہوں تا کہ آپ کا اطمینان ہو۔

(۱) تفسیر کبیر جلد خامس، ص:۵۱۱، سطر:۵ مصری۔

---

[۱] پارہ:۱۳، ابراھیم:۱۴، آیت:۱۰ [۲] پارہ:۱۷، انبیاء:۲۱، آیت:۳ [۳] پارہ:۱۹، الشعراء:۲۶، آیت:۱۵٤
[۴] پارہ:۲۲، یٰس:۳۶، آیت:۱۵ [۵] پارہ:۲۸، تغابن:٦٤، آیت:٦۔ [۶] تعلّی: شیخی، ڈینگ، لاف گزاف۔

واعلم أنه تعالىٰ لما بين كمال كلام الله امر محمداً صلى الله عليه وسلم بأن يسلك طريقة التواضع فقال: **قُلْ اِنَّمَا انابشر مثلكم**. بلفظه.

یعنی اور جان لے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کمال کلام الٰہی کا بیان کیا تو حکم دیا حضرت **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ طریقہ تواضع اور کسر نفسی کا اختیار کریں پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اے رسول میرے (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجیے کہ میں بھی تمہاری طرح آدمی ہوں۔

(۲) **مجمع بحار الانوار جلد اول، ص: ۲۰، سطر: ۱۶، نعت و شرح احادیث شریف:**

اعبدوا الله ربكم و اكرموا اخاكم. أراد نفسه صلى الله عليه وسلم هضماً لنفسه اي اكرموا من هو بشر مثلكم لما اكرم الله تعالىٰ بالوحي. بلفظه.

یعنی اس حدیث شریف میں ہے کہ بندگی کرو اللہ تعالیٰ اپنے رب کی، اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی یعنی اس کہنے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ اور منشا کسر نفسی ہے، یعنی تعظیم اور عزت کرو اس کی جو تمہاری طرح آدمی ہے، جب کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیج کر معزز فرمایا ہے۔

دیکھیے حدیث شریف کا اور آیت شریف کا مطلب کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا فرمانا محض کسر نفسی اور تواضع کا منشا اور مطلب ہے، نہ واقعی وہ کسی آدمی کے بھائی ہیں جیسے وہابیہ سمجھ رہے ہیں۔

قولہ: «لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ»[1]

ترجمہ: اللہ نے مسلمانوں پر بڑا ہی فضل کیا کہ ان میں ان ہی میں کا ایک رسول بھیجا۔ بلفظہ (ص: ۲۵، سطر: ۵)

اقول: مطلب آپ کا اس حصۂ آیت شریف کے لکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم سنی لوگ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا سمجھے ہوئے ہیں «لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ العلى الْعَظِيْم» کیا اس آیت شریف سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہماری مانند آدمی ہیں؟ یا آپ کو بھی یہ حق پیدا ہو گیا کہ ان کو بھائی یا جملہ بنی آدم کے برابر سمجھیں باوجودے کہ اس آیت میں لفظ رسول موجود ہے اور دوسرے لوگوں سے آپ کو جدا کر رہا ہے تو کیا جملہ بنی آدم مع آپ کے بزرگوں کے سب رسول ہی ہیں؟ **نعوذ باللہ منہا**۔

اچھا اگر آپ کے امام الطائفہ یا کوئی بزرگ جملہ بنی آدم میں داخل ہیں اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسے ہی ہیں تو (جس طرح) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لفظ یا جملہ آیت شریف «لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ» قرآن شریف میں آیا ہے، تو کسی اور کے لیے بھی ایسا جملہ قرآن شریف میں آیا ہے، اگر ایسا ہے تو دکھلائیے؟ تو پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جملہ بنی آدم میں داخل کیجیے ورنہ ایسی گستاخی سے باز آئیے، کیوں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیا علیہم السلام اور اولیاے کرام

---

[1] پارہ: ٤، آلِ عمران: ٣، آیت: ١٥٤.

علیہم الرحمہ کو جملہ بنی آدم کے برابر سمجھنا اور لکھنا سخت توہین اور خلافِ قرآن شریف واحادیث شریف واجماعِ امت ہے، دیکھیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوٗنَ.[۱]

یعنی کیا مومن اور فاسق برابر ہو سکتے ہیں۔

(۲) قُلْ لَّا يَسْتَوِی الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ.[۲]

یعنی اے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! کہہ دیجیے کہ پاک اور ناپاک برابر نہیں۔

(۳) لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ.[۳]

یعنی دوزخی اور بہشتی لوگ برابر نہیں۔

(۴) وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ.[۴]

یعنی اندھا اور سماکھا[۵] برابر نہیں۔ (سنی اور وہابی برابر نہیں)

(۵) قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ.[۶]

یعنی عالم اور جاہل برابر نہیں، آپ فرما دیجیے۔

(۶) اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ.[۷]

کیا ہم مسلمانوں کو کافروں کی طرح بناتے ہیں۔ (یعنی نہیں بناتے)

دیکھیے اور ہوش سے سوچیے کہ کیا جملہ بنی آدم برابر ہیں اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی؟ کیوں کفر کی دلدل میں پھنسے ہو؟

فصل اول میں تفاسیر قرآنی سے ثبوتِ کافی کہ جملہ بنی آدم برابر نہیں اور نہیں ہیں

(۱) تفسیر کبیر جلد ثانی، ص:۴۴۰، سطر:۲۲ مصری۔ زیرِ آیت: «اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ الآیۃ»

و اعلم أن تمام الكلام في هٰذا الباب أن النفس القدسية النبوية مخالفة بماهيتها لسائر النفوس[۸]. اھ بلفظه

یعنی نفس قدسیہ نبویہ کی ماہیت باقی تمام نفوس کی ماہیت سے مخالف ہے۔

---

[۱] پارہ:۲۱، سجدہ:۳۲، آیت:۱۸ [۲] پارہ:۷، مائدہ:۵، آیت:۱۰۰ [۳] پارہ:۲۸، حشر:۵۹، آیت:۲۰

[۴] پارہ:۲۲، فاطر:۳۵، آیت:۱۹ [۵] سماکھا: آنکھ والا، بینا۔ [۶] پارہ:۲۳، زمر:۳۹، آیت:۹

[۷] پارہ:۲۹، قلم:۶۸، آیت:۳۵.

[۸] ۲/ ۲۰، زیر آیت اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى آدَمَ دار الكتب العلمية، بيروت. ۱۴۲۱ھ

(۲) تفسیر کبیر جلد پنجم، ص:۴۹۶، سطر:۱۳، مصری۔ زیرِ آیت سورہ کہف: «وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا»

فنقول[1] جواهر النفس الناطقة مختلفة بالماهية. بلفظه

یعنی جواہر نفوس مختلف الماہیت ہیں۔

پس آں حضرت ﷺ کے نفس مطہرہ کی ماہیت تمام انسانوں کی ماہیت سے جداگانہ ہے، اس لیے نفس بشریت میں مساوات یا مماثلت کسی انسان سے نہیں۔

«تصحیح الایمان» میں «فتاویٰ سراجیہ» سے نقل کیا ہے:

جس شخص نے عیب لگایا حضور سرورِ کائنات ﷺ کو کہ بال آپ کے چھوٹے تھے، یا چادر آپ کی میلی تھی، یا آپ بھی ایک آدمیوں میں سے تھے، یا پیغمبر کسی کو کیا بخشوائیں ہم اپنی عبادت میں بخشے جائیں گے، یہ سب توہین میں داخل ہے، خواہ عمداً ہو یا سہواً، توبہ اس کی قبول نہیں اور ہمیشہ دوزخ ہے اس کو، اور وہ کافر ہے، واجب ہے قتل اُس کا اور جو راضی نہ ہو قتل پر اس کے وہ بھی اس کفر میں داخل ہے۔

(۳) تفسیر کبیر جلد دوم، ص:۴۳۹، ۴۴۰، سطر:۳۵، مصری۔ «اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ[2]»

وذكر الحليمي في كتاب المنهاج: أن الأنبياء عليهم الصلوٰة والسّلام لابد وأن يكونوا مخالفين لغيرهم في القوى الجسمانية، والقوى الروحانية، وقوله صلى الله عليه وسلم: "زويت لي الأرض فأريت مشارقها و مغاربها" و قوله صلى الله عليه وسلم: "اقيموا صفوفكم و تراصوا فإني أراكم من وراء ظهري." بلفظه.

یعنی وہ بہتر جاننے والا ہے کہ رسالت کہاں رکھی جاتی ہے، اور حلیمی نے کتاب "منہاج" میں ذکر کیا ہے کہ تحقیق انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسرے لوگوں سے قویٰ بدنی اور قویٰ روحانی میں جدا ہوں اور فرمایا آں حضرت ﷺ نے کہ میرے لیے زمین کو سمیٹا گیا، پس میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا۔ اور فرمایا آں حضرت ﷺ نے کہ قائم اور سیدھی کرو نماز میں اپنی صفوں کو (اور) مل کر کھڑے ہو، پس تحقیق میں دیکھتا ہوں تم کو اپنی پشت کی طرف سے بھی۔

(۴) تفسیر فتح العزیز[3] معروف تفسیر عزیزی شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ، پارہ عم، ص:۲۱۸، سطر:۱۰، آں حضرت ﷺ کی خصوصیات:

---

[1] زیر آیت اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ الآیۃ ملخصًا. ۲/ ۱۹، دارالكتب العلمية بيروت. ۱۴۲۱

[2] ۲۱/ ۱۲۸، دارالكتب العلمية بيروت ۱۴۲۱ھ. [3] المطبع المحمدی سن اشاعت، ۱۳۰۹ھ

از خصوصیا[1] تے کہ آں حضرت ﷺ را در بدن مبارکش دادہ بود۔

(۱)-آں حضرت ﷺ از پس پشت خود می دیدند چناں چہ از پیش روے خود می دیدند۔

(۲)-ودرشب ودرتاریکی چناں میدیدند کہ بروز درروشنی۔

(۳)-وآبِ دہن ایشاں آب ہاے شور را شیریں می کرد۔

(۴)-و باطفال شیر خوارہ یک قطرہ از لعاب دہن می چشانیدند وآں اطفال تمام روز شکم سیر می ماندند، وطلب شیر نمی کردند، چناں چہ درروز عاشورا بہ اطفال اہل بیت تجربہ شدہ۔

(۵)-وبغل آں حضرت ﷺ سفید رنگ براق بود و اصلا موے نداشت۔

(۶)-وآواز ایشاں جاے میرسد کہ آواز دیگران بعشر عشیر آں نہ رسد واز دورے می شنیدند کہ دیگر از اں مسافت نمی تواند شنید۔

(۷)-ودرخواب چشم ایشاں خواب آلودہ می شد ودل خبر دار می ماند۔

(۸)-وفازہ دہن ہرگز ایشاں را در تمام عمر اتفاق نیفتادہ۔

(۹)-واحتلام ہرگز واقع نہ شدہ۔

(۱۰)-وعرق مبارک ایشاں خوش بوتر از مشک بود بحدیکہ اگر در کوچہ می گزشتند مردم بسبب بوے خوش عرق ایشاں کہ درہوا سرایت کردہ می ماند پے می بردند کہ ازیں کوچہ آں حضرت ﷺ گزشتہ اند۔

---

[1] ترجمہ:-ان بعض خصوصیتوں کا بیان جو رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ میں تھیں۔

(۱)-رسول اللہ ﷺ جس طرح اپنے آگے دیکھتے تھے اسی طرح اپنے پیچھے بھی دیکھتے تھے۔

(۲)-آپ جس طرح دن کی روشنی میں دیکھتے تھے اسی طرح رات کی تاریکی میں دیکھتے تھے۔

(۳)-آپ کا لعابِ دہن کھارے پانی کو شیریں کر دیتا تھا۔

(۴)-لوگ شیر خوار بچوں کو آپ کے لعابِ دہن کا ایک قطرہ چکھاتے تھے تو وہ بچے پورے دن آسودہ رہتے تھے اور دودھ طلب نہ کرتے تھے، جیسا کہ عاشورا کے دن اہلِ بیتِ کرام کے بچوں کے ساتھ اس بات کا تجربہ ہو چکا ہے۔

(۵)-آپ ﷺ کی بغلیں سفید اور صاف وشفاف تھیں، ان میں بال کا نام ونشان نہ تھا۔

(۶)-آپ کی آواز اتنی دور تک پہنچتی کہ دوسروں کی آواز اس کے دسویں حصے تک نہ پہنچتی تھی اور آپ اتنی دور سے سن لیتے کہ کوئی دوسرا اس قدر فاصلے سے نہیں سن سکتا۔ مجدد اعظم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

دور ونزدیک کے سننے والے وہ کان کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

(۷)-آپ کی آنکھیں سوجاتی تھیں اور دل بیدار رہتا تھا۔

(۸)-ساری عمر آپ کو جماہی نہ آئی۔

(۹)-آپ کو کبھی بھی بدخوابی نہ ہوئی۔ (احتلام نہ ہوا)

(۱۰)-آپ کا مبارک پسینہ مشک وعنبر سے زیادہ خوش بودار تھا حتی کہ اگر کسی راستہ سے آپ گزر جاتے تو لوگ ہوا میں پھیلی ہوئی آپ کے مبارک پسینہ کی خوش بو سے معلوم کر لیتے تھے کہ آپ اسی راستے سے گزرے ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

کیا مہکتے ہیں مہکنے والے بو پہ چلتے ہیں بھٹکنے والے

(۱۱)-ہیچ کس[1] اثر فضلۂ ایشاں را بر روے زمین ندیدہ زمین می شگافت وفرومی برد واز آں مکان بوے مشک می شمیدند۔

(۱۲)-ودر وقت تولد مختون پیدا شدند۔

(۱۳)-وناف بریدہ وپاک وصاف ہرگز لوث نجاست بر بدن ایشاں نبود۔

(۱۴)-وچوں برزمین افتادند سجدہ کناں وانگشت خود را سوے آسمان برداشتہ۔

(۱۵)-ودر وقت تولد ایشاں نورے متشعشع شد کہ بہ سبب آں شہر ہاے شام مادر ایشاں را نمودار شد۔

(۱۶)-ومہد ایشاں ملائکہ می جنبانیدند۔

(۱۷)-وماہ تاب بہ ایشاں در حالت طفولیت کہ در گہوارہ بودند حرف میزد۔

(۱۸)-وہرگاہ اشارہ بوے می فرمودند بسوئے ایشاں مایل می شد

(۱۹)-وبارہا در حالت گہوارہ تکلم فرمودہ اند۔

(۲۰)-وہمیشہ ابر در وقت تمازت گرما بر ایشاں سایہ میداشت۔

(۲۱)-واگر زیر درختے می آمدند سایہ درخت بسمت ایشاں متوجہ می شد۔

(۲۲)-وسایہ ایشاں برزمین نمی افتاد۔

(۲۳)-وبر جامہائے ایشاں مگس نمی نشست۔

---

[1] ترجمہ: (۱۱)-کسی شخص نے روئے زمین پر آپ کے بول وبراز کو نہ دیکھا، زمین پھٹ جاتی اور اسے نگل لیتی تھی اور اس جگہ سے مشک و عنبر سی خوشبو اٹھتی تھی۔
(۱۲)-آپ ختنہ شدہ پیدا ہوئے تھے۔
(۱۳)-ناف کٹے ہوئے پیدا ہوئے تھے کسی قسم کی کوئی آلودگی آپ کے مبارک بدن پر نہ تھی۔
(۱۴)-زمین پر سجدہ کرتے ہوئے اور اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف بلند کیے ہوئے دنیا میں تشریف لائے۔
(۱۵)-پیدائش کے وقت ایسی روشنی پھوٹی کہ اس کے سبب آپ کی والدہ ماجدہ کو شام کے شہر نظر آئے۔
(۱۶)-فرشتے آپ کو جھولا جھلاتے تھے۔
(۱۷)-بچپن کے زمانہ میں جب آپ گھوارے میں ہوتے تو چاند آپ سے باتیں کرتا تھا۔
(۱۸)-جب آپ اس کی طرف اشارہ کرتے تو وہ آپ کی طرف جھک جاتا۔
(۱۹)-اور بارہا گہوارے میں آپ نے (چاند سے) باتیں کی ہیں۔
(۲۰)-گرمی کے موسم میں بادل ہمیشہ آپ پر سایہ فگن رہتا۔
(۲۱)-اگر آپ کسی درخت کے نیچے تشریف لے جاتے تو اس کا سایہ آپ کی جانب متوجہ ہوجاتا تھا۔
(۲۲)-زمین پر آپ کا سایہ نہ پڑتا تھا۔
(۲۳)-آپ کے لباس پر مکھی نہ بیٹھتی تھی۔

(۲۴)-وسپش[1] ایشاں راایذانمی داد۔

(۲۵)-واگر بر جانورے سواری شدند آں جانور تامدت سواری ایشاں بول وبراز نمی کرد۔

(۲۶)-ودر عالم ارواح اول کسے کہ پیدا شد ایشاں بودند۔

(۲۷)-اول کسے کہ در جواب «الست بر بکم» بلی گفت نیز ایشاں بودند۔

(۲۸)-وسیر معراج مخصوص بایشاں است۔

(۲۹)-وسواری براق نیز مخصوص بایشاں۔

(۳۰)-وبالائے آسمان رفتن وبحد قاب قوسین رسیدن وبہ دیدار الٰہی مشرف شدن۔

(۳۱)-وملائکہ را فوج وحشم ایشاں ساختن تا ہمراہ ایشاں مانند لشکریاں جنگ وقتال کردند نیز خاصہ ایشاں است۔

(۳۲)-وشق قمر ودیگر معجزات عجیبہ وغریبہ نیز مخصوص بایشاں است۔

(۳۳)-وروز قیامت آں چہ ایشاں رادہند ہیچ کس رانہ دہند۔

(۳۴)-اول کسے کہ از قبر سر برآرد ایشاں باشند۔

(۳۵)-واول کسے کہ از بے ہوشی افاقہ کند ایشاں باشند۔

(۳۶)-وایشاں را بر براق حشر نمایند۔

---

[1] ترجمہ: (۲۴)-آپ کو تکلیف نہیں پہنچاتی تھیں۔
(۲۵)-اگر آپ کسی جانور پر سوار ہوتے تو جب تک سوار رہتے وہ جانور لید اور پیشاب نہ کرتا۔
(۲۶)-عالمِ ارواح میں سب سے پہلے آپ پیدا ہوئے تھے۔
(۲۷)- «الست بربکم» (کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟) کے جواب میں سب سے پہلے جس نے «بلی» (کیوں نہیں) کہا، آپ ہی تھے۔
(۲۸)-سفر معراج آپ کے ساتھ خاص ہے۔
(۲۹)-اور براق کی سواری بھی آپ ہی کے ساتھ خاص ہے۔
(۳۰)-آسمان سے اوپر جانا «قاب قوسین» تک پہنچنا اور دیدار الٰہی سے مشرف ہونا، آپ ہی کے خصائص سے ہے۔
(۳۱)-فرشتوں کو آپ کی فوج وسپاہ بنانا کہ لشکر کی طرح ان کے ہم راہ ہو کر لڑیں، یہ بھی آپ ہی کا خاصہ ہے۔
(۳۲)-چاند کا دو ٹکڑے کرنا اور دوسرے عجیب وغریب معجزات بھی آپ کے ساتھ مخصوص ہیں۔
(۳۳)-قیامت کے دن جتنا آپ کو دیا جائے گا، اتنا کسی اور کو نہ دیا جائے گا۔
(۳۴)-قبر سے سب سے پہلے آپ باہر تشریف لائیں گے۔
(۳۵)-بے ہوشی کے بعد جسے سب سے پہلے ہوش آئے گا، آپ ہی ہیں۔
(۳۶)-حشر کے دن آپ براق پر سوار ہوں گے۔

(۳۷)-و ہفتاد[1] ہزار فرشتہ گرداگرد ایشاں جلوہ دار باشند۔

(۳۸)-و بجانب راست عرش بالائے کرسی ایشاں را جادہند۔

(۳۹)-و بہ مقامِ محمود مشرف سازند۔

(۴۰)-و دست ایشاں لواء الحمد دہند کہ حضرت آدم وتمام ذریت ایشاں زیر آں نشان باشند۔

(۴۱)-و ہمہ انبیا بہ امتیانِ خود پس روے ایشاں باشند۔

(۴۲)-و در دیدار خدا اول با ایشاں شروع نمائند۔

(۴۳)-و بہ شفاعت عظمٰی ایشاں را مخصوص سازند۔

(۴۴)-و اول کسے کہ بر پل صراط بگزرد ایشاں باشند، وتمام خلائق حشر را حکم شود کہ چشم ہائے خود را فرو بندید تا دختر ایشاں فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بر پل صراط بگزرد۔

(۴۵)-اول کسے کہ دروازۂ جنت را بکشاید ایشاں باشند۔

(۴۶)-و روزِ قیامت ایشاں را بمرتبہ "وسیلہ" مشرف سازند وآں مرتبہ ایست نہایت بلند کہ کسے را از مخلوقات میسر نشدہ۔

(۴۷)-وحقیقت آں آنست کہ ایشاں درآں روز از جناب خداوندی بمنزلۂ وزیر از بادشاہ باشند۔

وآں چہ در شرائع بآں مخصوص اند چیز ہائے بسیار است کہ تعدادِ آں موجبِ تطویل است۔ الخ۔ بلفظہ

---

[1] ترجمہ: (۳۷)-ستر ہزار فرشتے آپ کے جلو میں ہوں گے۔

(۳۸)-عرشِ عظیم کے داہنی جانب آپ کرسی نشین ہوں گے۔

(۳۹)-آپ کو مقامِ محمود سے مشرف کیا جائے گا۔

(۴۰)-آپ کے دستِ مبارک میں «لواء الحمد» (حمد کا جھنڈا) دیا جائے گا، حضرت آدم علیہ السلام اور آپ کی تمام اولاد اسی جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

(۴۱)-تمام انبیاے کرام اپنے امتیوں کے ساتھ آپ کے پیچھے ہوں گے۔

(۴۲)-دیدارِ الٰہی سے سب سے پہلے آپ مشرف ہوں گے۔

(۴۳)-شفاعتِ عظمٰی سے آپ ہی کو سرفراز کیا جائے گا۔

(۴۴)-پل صراط پر سب سے پہلے آپ گزریں گے اور محشر کے تمام لوگوں کو حکم ہوگا کہ اپنی آنکھیں جھکا لیں، تاکہ شہزادی مصطفٰی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پل صراط سے گزر جائیں۔

(۴۵)-جنت کا دروازہ سب سے پہلے آپ کھلوائیں گے۔

(۴۶)-قیامت کے دن آپ کو "وسیلہ" کے مرتبہ سے سرفراز کیا جائے گا اور یہ اتنا بلند مرتبہ ہے کہ مخلوقات میں سے کسی کو میسر نہ ہوا۔

(۴۷)-اس کی حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ اس دن بارگاہِ خداوندی میں قرب ومنزلت میں ایسے ہوں گے جیسے وزیر بادشاہ سے ہوتا ہے۔ اور جن چیزوں سے سب شریعتوں میں آپ مخصوص ہیں، وہ بہت زیادہ ہیں، ان کے شمار کرنے سے گفتگو طویل ہوجائے گی۔

دیکھیے! ان خصائل وفضائل وخصائص کا کوئی فرد بشر، حتیٰ کہ انبیا علیہم السلام میں بھی کوئی نہیں ہے۔ نہ تو پیدا ہوا اور نہ ہوگا لعنت خدا اس شخص پر ہو جس کا یہ قول ہو "کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑے بھائی کے برابر ہیں یا وہ جملہ بنی آدم کے برابر ہیں" اور لعنت خدا اور تمام فرشتوں اور انسانوں کی اس قائل پر ہو جس کا قول یہ ہو کہ «وہ چوہڑے اور چمار سے بھی ذلیل ہیں»۔

(۵) تفسیر قادری، جلد اول، ص: ۴۶۰، سطر: ۱۰، سورہ ہود:

«فَقَالَ الْمَلَأُ» پس کہا اشراف اور رئیس لوگوں نے «الَّذِيْنَ كَفَرُوْا» وہ لوگ کہ کافر تھے «مِنْ قَوْمِهٖ» قومِ نوح علیہ السلام میں سے کہ «مَا نَرٰىكَ» نہیں دیکھتے ہیں تجھے «اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا» مگر بشر مثل اپنے۔

یعنی تجھ میں وہ فضیلت ہم نہیں پاتے جس کے سبب سے نبوت کے ساتھ تیری تخصیص ہو، اور ہم پر تیری اطاعت واجب ہو انھوں نے بشر کی صورت دیکھی اور حقائق انسانی کے ادراک سے غافل رہے۔ بلفظہ

(۶) مثنوی مولانا روم علیہ الرحمہ، دفتر اول، ص: ۱۱، مطبوعہ بمبئی

حکایت مرد بقال

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر — گرچہ آید در نوشتن شیر شیر
شیر آں باشد کہ مردم را درد — شیر آں باشد کہ مردم می خورد
جملہ عالم زیں سبب گم راہ شد — کم کسے زابدالِ حق آگاہ شد
کافراں را دیدۂ بینا نبود — نیک و بد در دیدہ شاں کساں نمود
ہم سری با انبیا برداشتند — اولیا را ہم چو خود پنداشتند
گفت اینک ما بشر ایشاں بشر — ما وایشاں بستۂ خوابیم و خور
ایں نہ دانستند ایشاں از عمیٰ — ہست فرقے درمیاں بے منتہیٰ
ہر دو گوں زنبور خورد از یک محل — از یکے سرگیں شد از دیگر عسل
ہر دو گوں آہو گیاہ خوردند و آب — از یکے سرگیں شد وزاں مشک ناف
آں دو نے خوردند از یک آبِ خور — آں یکے خالی و دیگر پر شکر
صد ہزاراں ایں چنیں اشباہ بین — فرق شاں ہفتاد سالہ راہ بیں

دیکھیے! مولانا روم علیہ الرحمہ مطابق قرآن شریف وتفاسیر کے کیا حسب ذیل فرماتے ہیں کہ یہ قول کفار نابکار کا تھا کہ پیغمبران علیہم السلام ہماری مانند ہیں، اور ان کے ساتھ دعویٰ ہم سری کرتے تھے اور اولیاء اللہ کو بھی اپنے جیسا سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم بھی آدمی یا بشر ہیں ایسے ہی پیغمبران علیہم السلام ہیں، جس طرح ہم کھاتے پیتے ہیں اسی

طرح وہ بھی کھاتے پیتے ہیں مگر یہ ان کی نابینائی چشم تھی ورنہ ہم میں اور ان میں زمین وآسمان کا فرق ہے، پھر اس کی مثالیں لکھتے ہیں کہ دیکھو دو قسم کے زنبور ہیں ان کی خوراک ایک ہی چیز ہے مگر ایک میں زہر دار نیش[1] ہے، اور دوسری سے شہد پیدا ہوتا ہے جس کی تعریف قرآن شریف میں ہے پھر دو ہرن ایک ہی جنگل میں چرتے ہیں مگر ایک مینگنی کرتا ہے اور دوسرے سے مشک نافہ پیدا ہوتا ہے، اسی طرح دو نے (نرسل) ایک ہی پانی سے پرورش پاتے ہیں، لیکن ایک ویسا ہی پھیکا ہوتا ہے اور دوسرا ایسا میٹھا کہ اس سے شکر اور مصری پیدا ہوتی ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ ایسی لاکھوں مثالیں، نظیریں، صورتیں موجود ہیں کہ جن میں بہت فرق اور تفاوت ہے جس کا اندازہ نہیں اور یہاں آپ جملہ بنی آدم کے برابر کہہ رہے ہیں۔ «لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ»۔

(۷) تفسیر قادری، جلد دوم، ص: ۴۹۰، سطر: ۱، سورہ قمر:

«عند مليك» ایسے بادشاہ کے پاس جو «مقتدر» قادر ہے سب چیزوں پر۔

صاحب بحر الرائق نے فرمایا ہے کہ «مقعد صدق» وحدت قربت کا مقام ہے کہ عندیت کے مرتبہ میں متحقق ہوتا ہے۔

اور کشف الاسرار میں لکھا ہے کہ «عند» کا کلمہ تقریب اور تخصیص کی علامت رکھتا ہے یعنی اہل قرب کل اس گھر میں اس مرتبہ کے ساتھ اختصاص رکھیں گے اور حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی عالم میں اس مرتبہ کے ساتھ مخصوص تھے کہ «ابيت عند ربي يطعمني ويسقيني» اور جب وہ مرتبہ جس کے سبب سے خاص لوگ کل کو ناز کریں گے، آج آپ کا ادنیٰ رتبہ تھا تو کل قیامت میں جو مرتبہ اعلیٰ آپ کو حاصل ہوگا اس کا نشان کون دے سکتا ہے۔

اے[2] محرمِ سرِّ لایزالی	مرأت جمال ذوالجلالی
مہمان ابیت عند ربی	صاحب دل لاینام قلبی
از قربتِ حضرتِ الٰہی	ہستی بمثابہ کہ خواہی
قربے کہ عبارتش نہ سنجد	در حوصلۂ خرد نہ گنجد
گم گشتہ بود عبارت آنجا	بلکہ نہ رسد اشارت آنجا

بلفظہ

(۸) تفسیر عزیزی شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ، پارہ عم، ص: ۲۳۳، سطر: ۷۔

---

[1] نیش: ڈنک

[2] ترجمہ: اے اللہ عزوجل کے بھید کے راز داں، آئینۂ جمالِ الٰہی۔
آپ ایسے مہمان ہیں جن کا فرمان ہے "ابیت عند ربی" (میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں) اور ایسے صاحبِ دل جن کا ارشاد ہے "لاینام قلبی" (میرا دل نہیں سوتا)۔
آپ قربِ الٰہی کے ایسے مرتبے پر فائز ہوئے جو آپ چاہتے تھے۔
ایسا قرب جسے کوئی عبارت تعبیر نہیں کر سکتی اور نہ وہ رتبۂ بلند کسی کی عقل میں سما سکتا ہے۔
ان کے مقامِ بلند کے بیان سے عبارت عاجز رہ گئی، بلکہ اس کی طرف اشارہ بھی نہ ہوسکا۔

«وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ» یعنی[1] بلند کردیم برائے تو ذکر ترا، بایں مرتبہ جامعیت کمالات ترا میسر شد کہ ظل مرتبہ الوھیت گشتی وبایں جامعیت منفرد وطاق برآمدی حالا ترا ہم راہ خدا یاد کنند مثلاً گویند اللہ ورسول دانا تر است، واللہ ورسول چنین فرمودہ کہ واجب الاطاعت است وعلیٰ ہذا القیاس۔

ودر حدیث شریف وارد است کہ آں حضرت ﷺ از حضرت جبرئیل علیہ السلام پرسیدند کہ رفع ذکر من چگونہ فرمودہ اند؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام گفت کہ ذکر تو قرین ذکر خود گردانیدہ اند در بانگ نماز والتحیات واقامت وخطبہ ودر کلمۂ طیبہ ودر کلمہ شہادت ودر امر بہ اطاعت کہ «**اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول**» ودر حرمت معصیت کہ «**من یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم خٰلدین فیہا ابدا**» پس ہر جا کہ ذکر خدا آمدہ ذکر رسول نیز ہم راہ آنست۔ الخ۔ بلفظہ

فصل دوم: احادیث سے ثبوت کہ آں حضرت ﷺ کسی کی مانند نہیں ہیں

(۱) حدیث شریف صحیح بخاری[2]، جلد اول، ص: ۲۴۶، سطر: ۳۵، مصری (باب الوصال)

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُوَاصِلُوا قَالُوا اِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى أَوْ إِنِّي أَبِيتُ أُطعَمُ وَأُسْقَى. بلفظه.

یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ آں حضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسولِ خدا ﷺ نے کہ وصل نہ کرو، یعنی روزۂ وصل نہ رکھو، عرض کیا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہ آپ جو وصل کرتے ہیں اس لیے ہم بھی روزہ وصل رکھیں گے، اس پر فرمایا ﷺ نے کہ میں تمہارے کسی آدمی کی مانند نہیں ہوں کہ مجھ کو کھانا پینا دیا جاتا ہے، یا یہ کہ مجھ کو رات کو کھانا دیا جاتا ہے اور پانی دیا جاتا ہے۔

(۲) صحیح بخاری[3] جلد اول، صفحہ: ۲۴۶، سطر: ۳۷، مصری۔

عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن

---

[1] ترجمہ:- ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کر دیا، یعنی آپ ایسے جامع کمالات مراتب سے سرفراز ہوئے کہ مرتبہ الوہیت کا ظل اور سایہ ٹھہرے، اور ان خوبیوں میں یکتا اور طاق ہو کر تشریف لائے تو اب لوگ آپ کا ذکر اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ «اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے» اور "اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم ہے اس کی بجا آوری ضروری ہے» وغیرہ۔

حدیث شریف میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے میرا ذکر کس طرح بلند کیا ہے؟

حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کی: اللہ تعالیٰ نے اذان، تشہد، اقامت، خطبہ، کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت میں آپ کے ذکر کو اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے۔ «**اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول**» میں اپنی اطاعت کے ساتھ آپ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور «**من یعص اللہ و رسولہ فان لہ نار جہنم خٰلدین فیہا ابدا**» میں اپنی نافرمانی کے حرام ہونے کے ساتھ آپ کی نافرمانی کے حرام ہونے کا بیان فرمایا ہے۔

معلوم ہوا کہ جس جگہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اس جگہ رسول اللہ کا بھی ذکر ہے۔

[2] حدیث: ۱۹۶۱ [3] حدیث ۱۹۶۲

الوصال قالوا: إنک تواصل قال: إنی لستُ مثلکم انی اطعم واسقی.

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ منع فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال سے (یعنی روزہ وصال سے) صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ آپ جو وصال کرتے ہیں فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ «تحقیق میں تمہاری مثل یا مانند نہیں ہوں مجھے کھانا پینا دیا جاتا ہے۔»

(۳) صحیح بخاری[1] اول، صفحہ: ۲۴۷، سطر: ۲ مصری۔

عن أبي سعيد رضي الله عنه أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا تواصلوا فأيكم أراد أن يواصل فليواصل حتى السحر، قالوا: فإنك تواصل يا رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: لستُ كهيئتكم إني ابيت لي مطعم يطعمني وساق يسقين.

یعنی حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق میں نے سنا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: مت وصل کرو، اور اگر وصل کرنے کا ارادہ کرو تو سحری تک وصل کرو عرض کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہ تحقیق آپ وصل فرماتے ہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ «میں تمہاری صورت وشکل و ہیئت کی مانند نہیں ہوں کیوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کھلانے والا کھلاتا ہے، اور پلانے والا پلاتا ہے۔»

(۴) صحیح بخاری[2] جلد اول، صفحہ: ۲۴۶، سطر: ۵ مصری۔

عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الوصال رحمة لهم فقالوا: إنك تواصل قال: إني لستُ كهيئتكم إني يطعمني ربّي و يسقين. بلفظه.

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمایا: منع فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطریق رحمت ان کے لیے، پس صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ جوخود وصل فرماتے ہیں، تب فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ «میں تمہاری شکل وصورت اور خو وخصلت کی مانند نہیں ہوں، مجھ کو تو میرا رب کھلاتا پلاتا ہے۔»

(۵) صحیح بخاری[3] جلد اول، صفحہ: ۲۴۶، سطر: ۹ مصری۔

ان أبا هريرة رضي الله عنه قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الوصال في الصوم فقال له رجل من المسلمين: إنك تواصل يا رسول الله! قال: وأيكم مثلي اني ابيت يطعمني ربي ويسقين «الحديث» بلفظه.

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا: منع فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ میں وصل کرنے سے پس کہا ایک صحابی نے کہ حضور جوخود وصال کرتے ہیں، تب فرمایا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ « کون ہے تمہارے میں

[1] حدیث: ۱۹۶۷ [2] حدیث: ۱۹۶۴ [3] حدیث: ۱۹۶۵

میرے مانند یعنی تمہارے میں میرے مانند کوئی نہیں ہے۔» تحقیق مجھے میرا رب رات کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ «الحدیث»

اسی قسم کی دو اور احادیث اسی صحیح بخاری میں موجود ہیں بوجہ اطناب ترک کی گئی ہیں ایمان والے کے لیے پانچ احادیث کم نہیں بلکہ ایک ہی حدیث کافی ہے اور نہ ایمان لانے والے کے لیے قرآن شریف بھی کافی نہیں۔

(۶) صحیح مسلم جلد اول، صفحہ: ۳۵۱، ۳۵۲ میں سات احادیث کسی قدر خفیف الفاظ کے فرق سے موجود ہیں ان میں آں حضرت ﷺ کی طرف سے ان کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

(الف) لستُ كأحدٍ منكم[1]. میں تمہارے میں سے کسی ایک کی مانند نہیں ہوں۔

(ب) إني لستُ مثلكم[2]. تحقیق میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔

(ج) إني لستُ كهيئتكم[3]. تحقیق میں تمہاری خو وخصلت وشکل ومثل وصورت کا نہیں ہوں۔

(د) وأيّكم مثلي[4]. اور کون ہے تمہارے میں میری مثل؟ (یعنی کوئی بھی میری مثل نہیں ہے)

دیکھیے حضور سرور عالم ﷺ کیا ارشادات فرما رہے ہیں اور تعجب اور افسوس ہے جماعت وہابیہ پر کہ وہ علی الاعلان منہ پھاڑ پھاڑ کر یہ کہہ رہے ہیں کہ رسول خدا ﷺ ہماری مثل ہیں اس پر بھی بس نہیں بلکہ یہ کہہ کر کتابوں میں شائع کر رہے ہیں کہ وہ جملہ بنی آدم کے برابر ہیں۔ «العیاذ باللہ»

ہم کہتے ہیں کہ جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی ذات الوہیت میں بے مثل ہے اسی طرح آں حضرت ﷺ اپنی ذات وصفات عبودیت ونبوت ورسالت میں بے مثل ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کا ثانی محال ہے اسی طرح آں حضرت ﷺ کا ثانی محال ہے اور جن لوگوں کا عقیدہ اس کے خلاف ہے ان پر خدا کی طرف سے نکال[5] ووبال ہے۔

(۷) شفا قاضی عیاض وشرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہما میں ان احادیث بالا کی شرح یوں ہے:

قال: أي فيما رواه الشيخان عن ابن عمر و أبي هريرة و انس و عائشة (رضي الله عنهم) جوابًا لقولهم انك تواصل فكيف تنهانا؟ قال: «إني لستُ كهيئتكم» أي: علىٰ صفتكم وما هيتكم اني يطعمني ربي ويسقيني. بلفظه.

یعنی آں حضرت ﷺ کا فرمانا کہ تم میں کون ہے میری مثل؟ جسے روایت کیا حضرت شیخین (امام بخاری وامام مسلم علیہما الرحمۃ) نے ابن عمر اور ابی ہریرہ اور انس اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے ان کے جواب میں کہ آپ (ﷺ) تو روزہ وصل رکھتے ہیں پھر ہمیں کیوں منع فرماتے ہیں؟ اس پر فرمایا حضرت ﷺ نے تحقیق میں تمہاری ہیئت کا نہیں ہوں یعنی تمہاری صفت اور ماہیت خو، خصلت، شکل اور مثل کا نہیں ہوں، تحقیق مجھ کو میرا رب کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔

---

[1] حدیث: ۱۷٤۹ [2] حدیث: ۲٥٦٤، ۲٥۷۱ [3] حدیث: ۲٥٦۳، ۲٥۷۲ [4] حدیث: ۲٥٦٦

[5] نکال: عقوبت، سزا۔

(۸) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ[۱]، جلد ثانی، شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ محدث دہلوی، صفحہ: ۸۶، سطر: ۶۔

عن أبي هريرة قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الوصال في الصوم «نہی کردہ است آں حضرت از وصال یعنی روزہ داشتن دو روز یا زیادہ بے اکل وشرب درمیان آں «فقال له رجل» پس گفت مرآں حضرت را مردے از اصحاب «انك تواصل» بدرستی کہ تو وصال میکنی «یا رسُول الله» پس مرا چرا منع کنی از اں وحالاں کہ تو میخوانی مارا دائم باتباع خود «قال» گفت آں حضرت «وايكم مثلي» وکدام یکے از شما مانند من است «اني ابيت يطعمني ربي ويسقيني» بدرستی کہ من شب میکنم درحالے کہ طعام میدہد و مرا آں کہ پرورندہ وتربیت کنندۂ من است و آب میدہدوے مرا۔ «متفق علیہ»

بداں کہ علما را دریں طعام وشراب چند قول است یکے آں کہ طعام وشراب محسوس بود کہ برائے آں حضرت ہر شب از نزد پروردگار می آید و می خورد و می نوشید، و ایں کرامتے بود از خدا تعالیٰ مخصوص بوے صلی اللہ علیہ وسلم و ایں منافی وصال و موجب بطلان صوم نبود اگرچہ خود روز آنہ نیز فرض کنند۔ چناں کہ در روایت دیگر آمدہ است «اظل عند ربي يطعمني و يسقيني» روز می کنم نزد پروردگار خود طعام وشراب میدہد مرا چہ آں چہ موجب افطار است شرعاً طعام وشراب معتاد است۔ اما آں چہ بطریق خرق عادت از بہشت و از پیش پروردگار آمدہ باشد مبطل صوم بنود۔ الخ۔ بلفظہ

(۹) مناہج النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ جلد اول، صفحہ: ۶۳۳، ۶۳۴، سطر: ۶:

وصل: آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بعضے راتوں میں وصال فرماتے تھے یعنی برابر روزہ رکھتے تھے نہ کچھ کھاتے اور نہ پیتے تھے اور نہ افطار فرماتے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بوجہ رحمت اور شفقت اور دور اندیشی کے اس سے ممانعت فرماتے تھے چناں چہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روزہ رکھنے کو منع فرمایا، انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ جو روزۂ وصال رکھتے ہیں ہم کو کیوں اس کی ممانعت فرماتے ہیں باوجود اس بات کے کہ ہمیشہ اپنی متابعت کے لیے فرماتے ہیں۔

«لستُ كأحدٍ منكم.» یعنی میں تم سے کسی کی مانند نہیں ہوں، اور ایک روایت میں فرمایا ہے: «وأيّكم مثلي» یعنی کون تم میں سے میری مثل ہے۔ «إني ابيت عند ربي» بے شک میں اپنے پروردگار کے پاس جو میرا پالنے والا ہے تربیت دینے والا ہے، رات کو رہتا ہوں۔ «يطعمني ويسقيني» وہ مجھ کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ میرا ایک کھلانے والا پلانے والا ہے مجھ کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔

اور عالموں کے اس کھانے اور پینے میں بہت سے قول ہیں بعضے کہتے ہیں اس سے مراد طعام وشراب محسوس ہے یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہر شب کو طعام وشراب بہشت سے آتے تھے، آپ کھاتے تھے اور پیتے تھے، یہ آں حضرت

---

[۱] اشعة اللمعات ۲/ ۸۱، باب درسحور و مقاصد مختلفه از صوم، مطبع شیخ کمہار واقع لکھنؤ. سن اشاعت ندارد.

ﷺ کے ساتھ خدا تعالیٰ جل شانہ کی ایک کرامت مخصوص تھی اور خلاف وصال کے اور روزہ کے جاتے رہنے کا سبب نہ تھا کیوں کہ جو چیز شرعاً افطار کا سبب ہوتی ہے وہ کھانا معمول دنیا کا ہے لیکن جو بطریق معجزے کے پروردگار کی طرف سے بہشت سے آئے وہ روزے کے افطار کا اور جاتے رہنے کا باعث نہ ہوگا۔

عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آں حضرت ﷺ گیارہ روزہ تک طے کا روزہ رکھتے تھے اور ابرام تیمی سے «جو تابعین میں سے ہیں» منقول ہے کہ آں حضرت ﷺ چالیس دن میں ایک انگور یا کئی دانے انگور کے نوش فرماتے تھے، اور نقل کیا ہے بعضوں نے اپنی قوت اور توانائی سے طے کا روزہ چالیس دن کا رکھا ہے۔ الخ۔ بلفظہ

(۱۰) مواہب اللدنیہ للشیخ قسطلانی علیہ الرحمۃ، جلد اول، صفحہ: ۲۴۸، مقصد ثالث، سطر: ۲۳۔

اعلم أن من تمام الایمان به صلی الله علیه وسلم الایمان بالله تعالیٰ بأنه جعل خلق بدنه الشریف علیٰ وجه لم یظهر قبله ولا بعده خلق اٰدمي مثله الخ. بلفظه.

یعنی خوب جان لے کہ آں حضرت ﷺ کے ساتھ کمال ایمان یہ ہے کہ ایمان لاوے اللہ تعالیٰ پر کہ اس نے پیدا کیا آں حضرت ﷺ کے بدن شریف کو ایسی صورت پر کہ ان کے برابر نہ کوئی پہلے پیدا ہوا ہے اور نہ ان کے بعد پیدا ہوگا، یعنی ان کی مثل یا نظیر کوئی نہیں ہوگا۔

(۱۱) مکتوبات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ، جلد سوم، مکتوب نمبر: ۱۰۰، ترجمہ اردو۔

جاننا چاہیے کہ پیدائش محمدی تمام افراد انسان کی پیدائش کی طرح نہیں بلکہ افراد عالم میں سے کسی فرد کی پیدائش کے ساتھ نسبت نہیں رکھتی کیوں کہ آں حضرت ﷺ باوجود عنصری پیدائش کے حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا ہے «خُلِقْتُ من نور الله» میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوا ہوں، دوسروں کو یہ دولت میسر نہیں ہوئی۔ اس دقیقہ کا بیان یہ ہے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت واجب الوجود جل شانہٗ کے صفات ثمانیہ حقیقیہ اگرچہ دائرہ وجوب میں داخل ہیں لیکن اس احتیاج کے باعث جو ان کو حضرت ذات تعالیٰ کے ساتھ ہے ان میں امکان کی بو پائی جاتی ہے، اور جب صفات حقیقیہ قدیمیہ میں امکان کی بو پائی جاتی ہے تو حضرت واجب الوجود جل شانہٗ کے صفات اضافیہ میں بطریق اولیٰ امکان ثابت ہوگا، اور ان کا قدیم نہ ہونا ان کے امکان پر پہلی دلیل ہوگا۔

کشف صریح سے معلوم ہوا ہے کہ آں حضرت ﷺ کی پیدائش اس امکان سے پیدا ہوئی ہے جو صفات اضافیہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے نہ کہ اس امکان سے جو تمام ممکنات عالم میں ثابت ہے، ممکنات عالم کے صحیفہ کو خواہ کتنا باریک نظر سے مطالعہ کیا جائے لیکن آں حضرت کا وجود مشہود نہیں ہوتا بلکہ ان کی خلقت کو امکان کا منشا عالم ممکنات میں ہے ہی نہیں، کیوں کہ اس عالم سے برتر ہے یہی وجہ ہے کہ ان کا سایہ نہ تھا، نیز عالم شہادت میں ہر ایک شخص کا سایہ اس کے وجود کی

نسبت زیادہ لطیف ہوتا ہے جب جہاں میں ان سے زیادہ لطیف کوئی نہیں تو پھر ان کا سایہ کیسے متصور ہوسکتا ہے۔ بلفظہ

(۱۲) شمول الوہابیہ فی سلک النجدیہ، مطبوعہ لاہور، مطبع فخر الدین، صفحہ:۵۹، نظم وہابیہ کش۔

السلامُ علیك منّي والصّلوٰة یا رسول | لیس لي حسن العمل کیف النجاۃ یا رسول
ما اقول کیف حالي حیث لا یخفٰی علیك | انت تعلم ما مضی او ما سیئاتي یا رسول
انت موج اول الامواج فی البحر القدیم | لیس مثلك ممكنًا فی الکائنات یا رسول
انت خیر الخلق خیر الانبیا خیر الرسل | مصدر الخیرات محمود الصفات یا رسول
انت جواد کریم نحن قوم سائلون | من نصاب الفضل شیئًا فی الزکوٰۃ یارسول
ان في هجرك عذابا فی عذاب لا یطاق | ان في وصلك حیاتاً فی حیاۃ یا رسول
کنت کنزاً مخفیا في کنت کنزا مخفیاً | اختفاء النخل في عین النواۃ یا رسول
سلم اللہ علیٰ روحك و صلّی دائما | کل ساعات النهار والبیات یا رسول

یہ نظم قطع الوتین وہابیہ ہے، عربی آسان ہے، اس لیے ترجمہ نہیں کیا گیا آپ کسی مولوی سے پوچھ لیں۔

---

[۱] ترجمہ: (۱)-اے خدا کے رسول! میری طرف سے آپ پر درود وسلام ہو، میرے پاس اچھے اعمال نہیں، میری نجات کی سبیل کیا ہوگی۔
(۲)-اے خدا کے رسول! میں اپنی حالت کیا بیان کروں، آپ سے تو کچھ پوشیدہ نہیں اور آپ تمام گزری ہوئی اور واقع ہونے والی چیزوں سے واقف ہیں۔
(۳)-اے خدا کے رسول! آپ بحرِ قدیم کی سب سے پہلی موج ہیں، دنیا میں آپ جیسا ممکن ہی نہیں ہے۔
(۴)-اے خدا کے رسول! آپ تمام مخلوق، تمام انبیا اور تمام رسولوں میں سب سے افضل، تمام بھلائیوں کے سرچشمہ اور عمدہ صفات والے ہیں۔
(۵)-اے خدا کے رسول! آپ بہت بڑے داتا ہیں، اور ہم بھکاری، آپ کے فضل وکرم کے امیدوار ہیں۔
(۶)-اے خدا کے رسول! آپ سے جدا ہونے پر عذاب درعذاب ہے جس کی طاقت نہیں اور آپ سے تعلق خاطر رکھنے میں حیاتِ جاودانی ہے۔
(۷)-اے خدا کے رسول! آپ «کنت کنزا مخفیا» کے سربستہ خزانہ تھے، جس طرح گٹھلی کے اندر درخت چھپا ہوتا ہے۔
(۸)-اے خدا کے رسول! اللہ تعالیٰ شب وروز ہر ہر لحظہ آپ کی روحِ مبارک پر صلاۃ وسلام کی بارش فرمائے۔

باب یازدہم

عقیدہ نمبر ١٥: وہابیہ دیوبندیہ

کہ آں حضرت ﷺ سے شیطان کو علم زیادہ ہے۔ ملخصًا

(براہین قاطعہ، صفحہ: ٥١)

قولہ: توضیح مطالبہ نمبر ١١ بر عقیدہ نمبر ١٥

آپ نے وہابیہ کا عقیدہ نمبر ١٥ یہ لکھا ہے کہ براہین کے صفحہ: ٥١ پر ہے کہ «آں حضرت ﷺ سے شیطان کو علم زیادہ ہے» مشتہرہ ومصدق صاحبان! اگر آپ یہ عبارت بعینہٖ کتاب مذکور میں دکھلا دیں تو آپ کو پھولوں کا ہار دوں ورنہ گلا...... کے لیے تیار رکھیے۔ بلفظہ (صفحہ: ٢٦، سطر: ١٠)

اقول: مفتی جی! حسب عادت مستمرہ آپ نے عبارت براہین سے قطعی انکار کر دیا، کیا میں نے اشتہار میں بلفظہ یا بعینہٖ کا لفظ لکھا ہے یا ملخصاً کا لفظ اس میں موجود ہے؟ آپ نے صفحہ ٥١ کو بھی دیکھا ہے یا یوں ہی لکھ دیا ہے مگر افسوس کہ اپنے بزرگوں کی اردو عبارت کا بھی مطلب نہیں سمجھا اس پر زیادہ کیا آپ کی فہمید اور علمیت کا اندازہ کیا جائے یہی وجہ ہے کہ آپ بلا سمجھے بوجھے جواب دیتے ہیں لیجیے میں اصل عبارت براہین قاطعہ کے صفحہ ٥١ کی ذیل میں لکھتا ہوں تا کہ آپ کو پھولوں کے ہار یا گلا تیار رکھنا یاد آ جائے، اور اردو عبارت سمجھنے کا بھی ملکہ حاصل ہو۔ وھو ھذا.

«الحاصل غور کرنا چاہیے شیطان اور ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے؟ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت علم نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔» بلفظہ (صفحہ: ٥١، براہین)

دیکھیے یہ عبارت براہین کی ہے جس کا خلاصہ میرے اشتہار میں ہے اور آپ کو صفحہ ٥١ پر نظر نہ آیا؟ آپ کو معلوم نہیں کہ مولوی محمد عبدالسمیع مرحوم نے اپنی کتاب انوار ساطعہ میں کیا لکھا تھا، وہ مضمون یہ ہے:

جب ملک الموت ہر جگہ موجود ہے وہ تو مقربین ملائک میں سے ہے شیطان لعین کو دیکھو کہ وہ بھی ہر جگہ موجود ہے پھر شرک کیسے ہوا، اور اگر رسول اکرم ﷺ کو جو تمام مخلوق ملائک وغیرہ سے افضل ہیں تو ان کے ہر جگہ فیض رساں ہونے میں کیوں کر شرک ہوگا۔ الخ۔

اس پر مولوی خلیل احمد آپ کے بزرگ یہ درفشانی فرماتے ہیں:

« کہ شیطان وملک الموت کو یہ وسعت علم کی نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔»

مطلب اس کا یہ ہوا کہ شیطان اور ملک الموت کی وسعت یا زیادتی علم پر نص موجود ہے اور آں حضرت ﷺ کی وسعت علم پر کوئی نص نہیں، اس لیے شیطان لعین کو آں حضرت ﷺ سے علم زیادہ ہے، اگر کوئی حضور سرور عالم ﷺ کے علم کو شیطان کے علم سے زیادہ بلکہ برابر بتائے گا تو مشرک ہوگا۔ اب سمجھے یا نہیں، اگر نہیں سمجھے تو آپ کو خدا سمجھے۔

علم کی بحث جو آں حضرت ﷺ کو خدا نے عطا فرمایا ہے ہو چکی ہے، اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضور کے علم کی تھاہ یا حد نہیں حتی کہ لوح محفوظ کا تمام علم ان کے علموں میں سے ایک شمہ[1] ہے۔ مخلوق الٰہی میں سے کوئی فرشتہ یا جن وانس میں سے کوئی بھی حضور کے علم سے زیادہ یا برابر جاننے والا ہو ہی نہیں سکتا، یہ سخت کفر کی گستاخی ہے۔

قوله: مطالبہ نمبر ۱۱۔

ہم نے کتاب مذکور میں عبارت عقیدہ نمبر ۱۰ تلاش کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ اس میں عبارت نہیں ہے، جب یہ عبارت اس میں نہیں، تو کیوں یہ عقیدہ آپ کا نہ سمجھا جائے۔ بقول حضرت عمر: «کلام الفواد یدل علی اللسان» اور کیوں اس کذب نویسی کے باعث آپ کو آیت «عَلَى الْكَاذِبِيْنَ» کا مصداق نہ قرار دیا جائے (کسی کو خواہ مخواہ وہابی کہنے کی سزا ہے) بلفظہ (صفحہ: ۲۶، سطر: ۱۴)

اقول: مفتی جی! آپ نے عبارت کی تلاش آنکھ بند کر کے کی اگر آنکھیں کھول اور دماغ کو پھول کر ڈھونڈتے تو ضرور یہ عبارت جو دکھلا چکا ہوں مل جاتی اور ایسی ندامت اٹھانی نہ پڑتی اب بھی آنکھ آپ کی نہیں کھلی، اس سہ سطرہ عبارت میں تین غلطیاں کیں۔ اول: عقیدہ نمبر ۱۵ کو عقیدہ نمبر ۱۰ لکھ دیا۔ دوم: آیت شریف «عَلَى الْكٰذِبِيْنَ» کو رسم الخط کے خلاف لکھا۔ سوم: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ کلمہ تعظیمی نہیں لکھا اب بھی اپنی آنکھیں کھولیں ورنہ بہتر ہے کہ نہ بولیں اور جو آپ جملہ آیت شریف «عَلَى الْكٰذِبِيْنَ» کا مجھے مصداق لکھتے ہیں یہ بالکل جھوٹ اور غلط ہے اس کے مصداق آپ ہی موزون ہیں جن کا خدا بھی اس میں مطعون ہے، تصدیق اس کی یوں ہے کہ اس آیت شریف کے جملہ «عَلَى الْكٰذِبِيْنَ» کے اعداد جمل نوسو تئیس (۹۲۳) ہیں اور اسی طرح (مفتی مصنوعی مع حزب) اور (مفتی نفسانی عبد اللہ) اور (نالائق ابد مفتی عبد اللہ وحزب وہابیہ) کے بھی وہی اعداد نوسو تئیس (۹۲۳) ہی ہیں۔

یہ اس لیے کہ آپ خالص سنی حنفی مسلمانوں کو خواہ وہ حرمین شریفین «زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً» کے ہی ہوں بدعتی، کافر، مشرک کہتے ہیں یہ اس کی سزا ہے مگر اس کی آپ کو کیا پرواہ ہے جب کہ آپ خود بدولت بڑے گھر میں تشریف فرما رہ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے۔

---

[1] شمہ: قلیل مقدار، تھوڑی سی چیز۔

باب دوازدہم

عقیدہ نمبر ۱۶

یہ کہ آں حضرت ﷺ کی علم غیب کی کیا خصوصیت ہے، ایسا علم تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔ بلفظہ

(حفظ الایمان، اشرف علی، صفحہ: ۷)

قولہ: توضیح مطالبہ نمبر ۱۲ بر عقیدہ نمبر ۱۶۔

آپ نے وہابیہ کا عقیدہ نمبر ۱۶ یہ لکھا ہے کہ «حفظ الایمان» میں ہے کہ «آں حضرت ﷺ کے علم غیب کی کیا خصوصیت ہے ایسا علم زید و بکر و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔»

آپ نے اس عبارت کے نقل کرنے میں چالاکی سے کام لیا ہے، عبارت کا اول و آخر چھوڑ کر مخلوق کو آپ نے خوب مغالطہ میں ڈالا ہے یہ کام اسی سے ہوسکتا ہے جسے ایمان کی خواہش اور عاقبت کا خوف نہ ہو، پوری عبارت اتمام حجت کی غرض سے یہاں نقل کی جاتی ہے:

«آپ کی (نبی علیہ السلام) ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا، اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل علم اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید و عمر بلکہ ہر صبی مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیوں کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے، جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔» بلفظہ (صفحہ: ۲۶، سطر: ۱۸)

اقول: مفتی جی! شکر ہے کہ اس عبارت کے موجود ہونے کا آپ نے اقرار کرلیا ہے مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی لکھ دیا کہ عبارت کے نقل کرنے میں چالاکی سے کام لیا، عبارت کا اول و آخر چھوڑ کر مخلوق کو خوب مغالطہ میں ڈالا، مگر افسوس یار عیار پر کہ اس چالاکی یا مغالطہ کو تحریر نہیں کیا کہ جو عبارت میں نے نقل کی اس میں کیا چالاکی تھی اور مخلوق کو کیا مغالطہ ہوا، اور آپ نے اس کی عبارت اتمام حجت کے لیے جو نقل کی اس نے کیا صفائی کی، اور کس چالاکی اور مغالطہ کا دفعیہ کیا، یا بس یوں ہی عبارت لکھ دی اور اپنی زبان سے بکواس کر دیا اور اس عبارت کے نقل کرنے میں بھی چند غلطیاں کیں۔ مثلاً میری عبارت میں صرف زید و عمر لکھا ہے اور آپ نے زید و بکر و عمر لکھ دیا گو یا بکر کا لفظ اپنے پاس سے ڈال دیا، اصل عبارت میں «حضور کی کیا تخصیص ہے» لیکن آپ نے «حضور ہی کی کیا تخصیص ہے» میں لفظ «ہی» کو اپنی طرف سے لکھ دیا، اور اصل عبارت میں «ہر صبی و مجنون» درج ہے، لیکن آپ نے «ہر صبی مجنون» لکھ دیا ہے، خوب چالاکی اس کو کہتے ہیں جو

صریح غلطیاں کی ہیں۔ میں نے عبارت کو مختصراً نقل کیا تھا لیکن آپ نے پوری عبارت نقل کر کے میرے مضمون کو اور بھی واضح کر دیا اور اس پر اور واضح کیا جاتا ہے دیکھو رسالہ «حفظ الایمان» میں تین سوالات ہیں اور ان کے جوابات ہیں۔ تیسرا سوال وہ ہے جس کا جواب مولوی اشرف علی صاحب نے مندرجہ بالا دیا جس کو آپ نے بھی پورا نقل کر دیا ہے اصل سوال یہ ہے:

اور زید کہتا ہے کہ «علم غیب کی دو قسمیں ہیں، بالذات اس کے معنیٰ کہ عالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا اور بواسطہ اس معنی کہ رسول اللہ ﷺ عالم الغیب تھے زید کا یہ استدلال اور عقیدہ کیسا ہے؟ بینوا و توجروا۔» بلفظہ

(صفحہ: اول......حفظ الایمان، سطر: ٦)

میں کہتا ہوں کہ «اس سوال میں صاف لکھا ہے علم الغیب دو قسم پر منقسم ہے ایک بالذات جو خاصہ خدا ہے، دوسرا اس میں شریک نہیں جب تک خداوند تعالیٰ خود مطلع نہ کرے، اور دوسری قسم کا علم غیب بالواسطہ ہے۔ یعنی جو خداوند تعالیٰ نے حضور سرور عالم ﷺ کو «ماکان ومایکون» کا عطا فرما دیا، اس کا جواب مولوی اشرف علی صاحب یوں دیتے ہیں:

> اور جو علم بواسطہ ہو اس پر غیب کا اطلاق محتاج قرینہ ہے تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع اور ناجائز ہوگا اس لیے حضور سرور عالم ﷺ پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا۔ الخ۔ بلفظہ (صفحہ: ۷)

اس پر بھی زیادہ غصہ جب مولوی صاحب کو آیا تو غصہ وغیظ وغضب میں اس طرح پر رسالہ «حفظ الایمان» برائے نام میں نکل گیا۔

«پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض ہے یا............کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید وعمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔ کیوں کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔» بلفظہ (صفحہ ۷، ۸، «حفظ الایمان» مولوی اشرف علی)

دیکھیے اس تمام عبارت سے بالکل اظہر من الشّمس ہو گیا کہ حضور سرور عالم ﷺ پر نعوذ باللہ کوئی خصوصیت علم غیب کی نہیں ایسا علم غیب زید وعمر بلکہ ہر لڑکے اور پاگل اور جانوروں چار پایوں اور ڈنگروں کو بھی حاصل ہے جیسا آں حضرت ﷺ کو علم غیب ہے نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات و الخز عبیلات۔ یہ ہے آپ کے امام یا بزرگ مولوی اشرف علی اور آپ کا عقیدہ، یہی وجہ ہے کہ عرب وعجم کے فتاویٰ کفر لگے ہوئے ہیں۔

قوله: مطالبہ نمبر ۱۲۔

آپ کے اشتہار کی عبارت عقیدہ نمبر ۱٦ سے واضح ہے کہ آپ نبی علیہ السلام کو غیب دان جانتے ہیں۔ بتلائیے کل

غیب کے جاننے والے جانتے ہیں یا بعض کے، اگر کل کے جانتے ہیں تو آیت « لَا یَعْلَمُ الْغَیبَ اِلَّا اللّٰہُ وَعِنْدَہٗ مَفَاتِیحُ الْغَیْبِ » وغیرہا کا آپ کے پاس کیا جواب ہے، اور اگر بعض غیب کا جانتے ہیں تو کیا بہت سی باتیں پوشیدہ ایسی نہیں جو دوسروں کو معلوم ہوں اور آپ کو معلوم نہ ہوں یا اس کے برعکس تو اس میں آں حضرت ﷺ کی کوئی خصوصیت ثابت فرمایئے۔ بلفظہ (صفحہ:۲۷، سطر:۳)

اقول: مفتی جی! ہمارا اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ آں حضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام علوم ما کان و ما سیکون کے عطا فرمادیے ہیں اور یہ علوم غیب کل اور بعض سب بخش دیے ہوئے ہیں حتی کہ ایک ذرہ بھی حضور سے پوشیدہ نہیں۔

مفصل بحث اور اثبات علم غیب باب ششم عقیدہ نمبر ۸، ۹ میں گزر چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

لیکن یہ بتلایئے کہ مولوی اشرف علی آپ کے پیغمبر نے جو عبارت اور اپنا عقیدہ لکھا ہے کہ «ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے » کس آیت اور حدیث کا ترجمہ ہے؟ یا کس کتاب سلف و خلف میں ایسا لکھا ہے؟ میں یقین دلاتا ہوں کہ یہ بات نہ آیت میں ہے، نہ حدیث میں، نہ کسی بزرگ دین کی کتاب میں ہاں مولوی اشرف علی کے قرآن میں ہو تو اس سے نکال کر پیش کیجیے۔ یہ سب افترا اور توہین ان کے اپنے ناپاک دل اور قلم سے نکلے ہوئے خبیث کلمات ہیں جن کا تمغہ ان کو مل چکا ہے۔

الْعَیَاذُ بِاللّٰہِ الرَّحِیْمِ الْکَرِیْمِ

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیم.

باب سیزدہم

عقیدہ نمبر ۱۷، ۱۸

عقیدہ نمبر ۱۷: خدا سے ہم کو کام ہے، آں حضرت ﷺ سے نہیں۔ ع
با خدا داریم کار و با خلائق کار نیست۔ بلفظہ (بسط البنان، صفحہ: ۷)
عقیدہ نمبر ۱۸: حق سبحانہ تعالیٰ کو جہت و مکان سے منزہ سمجھنا بدعت و گمراہی ہے۔ ملخصاً
(ایضاح الحق مولوی اسماعیل امام الطائفہ وہابیہ نجدیہ و دیوبندیہ، صفحہ: ۳۵، ۳۶)

قولہ: عقیدہ نمبر ۱۷، ۱۸

آپ نے «بسط البنان» و «ایضاح الحق» کے حوالہ لکھے ہیں چوں کہ یہ کتابیں میرے پاس نہیں ہیں، ان عقائد کے متعلق جو کہ سراسر افترا معلوم ہوتے ہیں کتابوں کے ملنے پر لکھا جائے گا۔ بلفظہ (صفحہ: ۲۷، سطر: ۸)

اقول: مفتی جی! نہایت افسوس ہے آپ کی عقل و دانش پر دراں حالے کہ وہ کتابیں آپ نے دیکھی بھی نہیں اور نہ آپ کے پاس موجود ہیں اور نہ آپ نے دیوبند یا سہارن پور سے منگوا کر دیکھیں، بلا دیکھے افترا لکھ دیا اور لفظ سراسر بھی قلم بند فرما دیا، آں حضرت ﷺ کے علم غیب پر ہزاروں نکتہ چینیاں ہوں اور برے برے لفظ استعمال کیے جاتے ہیں اور شرک و کفر لگایا جاتا ہے مگر خود غیب کی خبریں اور باتیں کہہ رہے ہیں کہ «سراسر افترا معلوم ہوتے ہیں» کہیے کیوں کر معلوم ہوا کہ "جو میں نے کتابوں کی عبارتیں اور ان کے صفحے لکھے ہیں اور وہ آپ نے دیکھے بھی نہیں ہیں" وہ سراسر افترا ہیں، کیا یہ غیب کی باتیں اور غیب کی خبریں نہیں؟ حالاں کہ برابر عبارات لکھتا ہوا چلا آرہا ہوں مگر بے شرمی کا کیا علاج جو کسی حکیم کے پاس بھی نہیں۔

کتاب رسالہ «بسط البنان» کی عبارت تو بلفظہ، صفحہ: ۷ سے اپنے اشتہار میں درج کر چکا ہوں جس کا خلاصہ نمبر ۱۷ ہے مگر اس کو بھی آپ نے نہیں دیکھا وہ یوں ہے: ع

با خدا داریم کار و با خلائق کار نیست

یہ مصرعہ فارسی زبان کا ہے شاید آپ نے سمجھا نہ ہو اس کے معنی یہ ہیں:
کہ ہم کو خدا سے کام ہے اور کسی شخص سے جو مخلوق میں ہے اس سے کام نہیں چوں کہ حضور ﷺ بھی خلائق میں سے

ہیں اس لیے ان سے بھی کام نہیں پس خلاصہ میرے مضمون عقیدہ وہابیہ کا یہ ہوا کہ خدا سے ہم کو کام ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں۔

یہ مضمون یا خلاصہ یا عبارت جو «بسط البنان» میں ہے وہ تقویۃ الایمان سے لیا گیا ہے، وہ یوں ہے۔

اصل عبارات تقویۃ الایمان

(الف) تمام آسمان اور زمین میں کوئی کسی کا ایسا سفارشی نہیں ہے۔ بلفظہ (صفحہ:۶، سطر:۲۲)

(ب) سوجان رکھو کہ بے شک بات یوں ہے کہ نہیں کوئی حاکم سوائے میرے اور کوئی مالک سوائے میرے۔ بلفظہ (صفحہ:۱۶، سطر:۶)

(ج) (خدا نے قول وقرار لیا) میرے سوائے کسی کو حاکم و مالک نہ جانیو اور کسی کو میرے سوائے نہ مانیو۔ بلفظہ (صفحہ:۱۷، سطر:۱)

(د) اللہ کے سوائے اور کسی کو نہ مان (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی نہ مان)۔ بلفظہ (صفحہ:۱۸، سطر:۲)

اب میں اس عقیدہ نمبر ۱۷ کی تردید قرآن شریف اور احادیث سے کرتا ہوں۔

فصل اول: آیات قرآن شریف سے تردید

① اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ۔[1]

یعنی مت کھاؤ آپس میں مال ناحق یا فریب سے اور نہ لے جاؤ حاکموں کے پاس۔

کہیے یہ خدا کے سوائے کون حاکم ہیں؟

② قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ. الآية۔[2]

یعنی کہہ دے (اے رسول من) کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت چاہتے ہو تو میری پیروی کرو، اور میرا حکم مانو، تب اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

کہیے یہاں اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے ماننے کو فرماتا ہے۔

③ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ۔[3]

یعنی جب تم حکم کرو لوگوں میں تو انصاف اور عدل سے حکم کرو۔

کہیے خدا کے سوا کون حاکم ہیں جن کو عدل کرنے کا حکم ہو رہا ہے؟

---

[1] پارہ:۲، البقرۃ:۲، آیت:۱۸۸ [2] پارہ:۳، آلِ عمران:۳، آیت:۳۱ [3] پارہ:۵، نساء:۴، آیت:۵۸

(۴) اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔[1] الآیۃ

یعنی اے لوگو حکم مانو اللہ تعالیٰ کا اور حکم مانو رسول اکرم ﷺ کا اور حکم مانو بادشاہان اسلام یا مجتہدین کا جو تم میں سے ہیں۔

کہیے خدا کے رسول اور اس کے تابع داران مجتہدین اور بادشاہان اسلام کے حکم ماننے کا حکم ہو رہا ہے ابھی ماں باپ، استاد، مرشد باقی ہیں اور مولوی اسماعیل کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ مان، وہابیہ کا عمل درآمد یہاں قرآنی آیت پر نہیں بلکہ «تقویت الایمان» پر ہے۔

(۵) مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔[2]

جس نے رسول خدا ﷺ کی اطاعت کی یا حکم مانا اس نے تحقیق اللہ کی اطاعت کی اور حکم مانا۔

دیکھیے یہاں اللہ تعالیٰ نے خود رسول کا اپنے ساتھ ذکر فرمایا، یعنی جیسا کہ حکم اللہ تعالیٰ کا ہے ویسا ہی حکم رسول خدا ﷺ کا ہے۔

(۶) فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ۔[3] الآیۃ

یعنی پس قسم ہے پروردگار تیرے کی کہ نہیں ایمان لاویں گے جب تک کہ حاکم نہ بنا دیں تجھ کو بیچ اس چیز کے کہ جھگڑا پڑے درمیان ان کے۔

دیکھیے یہاں پر اللہ تعالیٰ قسم کے ساتھ فرماتا ہے کہ جب تک لوگ تم کو اے رسول ﷺ اپنا حاکم اور منصف نہ بنا لیں گے وہ مسلمان ہی نہیں اور آپ کے امام الطائفہ یہ کہہ رہے ہیں کہ خدا کے سوائے کسی کو مانو ہی مت اور نہ کسی کو حاکم جانو، فرمائیے یہ کن آیات کا ترجمہ ہے؟ یہ سب خانہ ساز باتیں ہیں۔

فصل دوم: چند احادیث سے تردید

(۱) حدیث شریف:

لا يؤمن أحدكم حتى اكون أحبَّ إليه من والده وولده والناس أجمعين۔[4]

یعنی فرمایا رسولِ خدا ﷺ نے تمہارے میں کوئی بھی مسلمان مومن نہ ہوگا جب تک کہ وہ شخص اپنے باپ اور بیٹے اور تمام لوگوں سے مجھے زیادہ محبت نہ کرے۔ متفق علیہ۔

(۲) حدیث شریف، فرمایا رسول اکرم ﷺ نے:

[1] پارہ:۵، النساء:٤، آیت:۵۹ [2] پارہ:۵، النساء:٤، آیت:۸ [3] پارہ:۵، نساء:٤، آیت:٦۵

[4] صحيح البخاري، ، كتاب الايمان، باب حب الرسول من الايمان، حديث:١۵ • صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب وجوب محبة رسول الله صلى الله عليه وسلم، حديث:١٧٨.

من أطاعني دخل الجنة ومن عصاني فقد أبي.[1]

یعنی جس نے میرا حکم مانا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میرا حکم نہ مانا اس نے میرا انکار کیا (وہ دوزخ میں داخل ہوگا) صحیح بخاری۔

(۳) حدیث شریف طویل، فرمایا آں حضرت ﷺ نے:

فمن أطاع محمدًا صلى الله عليه وسلم فقد أطاع الله ومن عصى محمدًا صلى الله عليه وسلم فقد عصى الله.[2]

یعنی پس جس کسی نے حکم مانا محمد ﷺ کا پس تحقیق حکم مانا اس نے اللہ تعالیٰ کا اور جس نے نافرمانی کی محمد ﷺ کی اس نے نافرمانی کی اللہ تعالیٰ کی۔

دیکھیے! یہ احادیث بھی مثل آیات کے ہیں، سبحان اللہ وبحمدہ! یہ بات سب سچ ہے کہ جب تک آں حضرت ﷺ کے حکم کو کوئی نہ مانے خدا تعالیٰ کا حکم مان سکتا ہی نہیں کیوں کہ وہی خدا نما ہیں، اور کثرت سے احادیث اسی قسم کی موجود ہیں بوجہ اطناب ترک کی گئی ہیں۔

فصل سوم: عقیدہ نمبر ۱۸ کی اصل عبارت

عقیدہ نمبر ۱۸ کی عبارت «ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح»

مترجم مطبع فاروقی دہلی جو آپ کو نہیں ملی اس طرح پر ہے:

فائدہ اولیٰ در بیان آنچہ در بدعت حقیقۃ داخل است: وآں مشتمل بر چند مسائل است۔

مسئلہ اولیٰ

باید دانست کہ مسئلہ در وحدت وجود وشہود ومبحث تنزلات خمسہ وصادر اول وتجدد امثال وکمون وبروز وامثال آں از مباحث تصوف، وہم چنیں مسئلہ تجرد واجب وبساطت او تعالیٰ بحسب ذہن یعنی تنزیہ او تعالیٰ از زمان ومکان وجہت وماہیت وترکیب عقلی ومبحث عینیہ وزیادصفات وتاویل متشابہات واثبات رویت بلا جہت ومحاذات واثبات جوہر فرد وابطال ہیولیٰ وصورت ونفوس وعقول یا بالعکس، وکلام در مسئلہ تقدیر وکلام وقول بصدور عالم بر سبیل ایجاب، واثبات قدم عالم وامثال آں از مباحث وفن کلام والٰہیات فلاسفہ ہم از قبیل بدعات حقیقیہ است اگر صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس عقاید دینیہ می شمارد والا دریں جز وزمان در بدعات حکمیہ البتہ مندرج است، چہ سعی در ادراک حقیقۃ آں واہتمام بتنقیح آں و

---

[1] و [2] صحيح البخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله صلى الله عليه وسلم، حديث: ۷۲۸۰/ ۷۲۸۱

معدود شدن صاحب آں در زمرہ علمائے دین وحکمائے ربانیین وتمدح بآں در مقام ذکر کمالات دینیہ در عرف عوام بلکہ در کلام خواص ہم دائر وسائر است۔ بلفظہ (صفحہ: ۳۵،۳۶)

خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ فائدہ اولیٰ اس بیان میں ہے جو باتیں بدعت حقیقۃ میں داخل ہیں اس میں کئی مسئلے ہیں:

پہلا مسئلہ ہے کہ مسئلہ وحدت وجود اور شہود اور بروز اور کمون، تصوف کی باتیں، خدا تعالیٰ کا مجرد یا بسیط (واحد) ہونا یا اللہ تعالیٰ کے تجرد اور بساطت پر اعتقاد رکھنا، یعنی اللہ تعالیٰ کو زمان اور مکان اور طرف اور ماہیت اور ترکیب عقلی سے پاک کہنا وغیرہ وغیرہ سب «بدعات حقیقۃ» کی قسم سے ہیں اگر اعتقادات دینیہ سے گنے جاویں ورنہ اس زمانہ میں «بدعات حکمیہ» کی قسم میں داخل ہیں۔ الخ۔

اس تمام عبارت کا میرا خلاصہ مضمون صرف یہ ہے کہ «حق تعالیٰ کو جہت و مکان سے منزہ سمجھنا بدعت و گمراہی ہے» اگر اب بھی آپ کو میری طرف سے افترا ہی نظر آتا ہے تو بس معلوم ہوگیا کہ آپ کی نظر ہی نہیں اور آپ کورے ہیں۔

دیکھیے آپ کے امام الطائفہ نے خداوند تعالیٰ کو مجرد اور بسیط اعتقاد کرنا بھی «بدعات حقیقیہ» میں داخل کر دیا ہے اور زمان و مکان اور جہت یا طرف و ماہیت وترکیب سے پاک ومنزہ اعتقاد کرنا بھی «بدعات حقیقیہ» میں شمار کیا ہے، اور گمراہی لکھا ہے۔ ان کی سنت یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک زمانہ میں ہونا، ایک خاص مکان میں رہنا اور ایک طرف خاص مشرق یا مغرب یا شمال یا جنوب یا فوق یا تحت میں ہونا اور اس کی صورت وشکل خاص کا ہونا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی اور بچوں کا ہونا اعتقاد کیا جاوے۔ العیاذ باللہ اس عقیدہ کی تردید میں اہل سنت کا مذہب یوں ہے۔

فصل چہارم: تردید عقیدہ نمبر ۱۸ کتب معتبرات سے

(۱) تحفہ اثنا عشریہ حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ محدث دہلوی صفحہ: ۲۱۹، سطر: ۱۱۔

عقیدہ[۱] سیز دہم آں کہ حق تعالیٰ را مکان نیست و او را جہتے از فوق وتحت متصور نیست وہمیں است مذہب اہل سنت و جماعت۔ بلفظہ

(۲) مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ دفتر اول، حصہ چہارم، صفحہ: ۱۱۰، سطر: ۱۵۔ امرتسری مکتوب نمبر ۲۶۶۔

(اللہ تعالیٰ) جسم[۲] وجسمانی نیست ومکانی وزمانی نہ۔ بلفظہ

(۳) عقائد شمسی ترجمہ عقائد نسفی، صفحہ: ۳۲، سطر: ۱۷۔

نہ وہ (خداوند تعالیٰ) متمکن کسی مکان میں ہے۔ بلفظہ

[۱] ترجمہ: تیرہواں عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان سے منزہ ہے، فوق، تحت وغیرہ کوئی جہت اس کے لیے متصور نہیں، یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔ [۲] ترجمہ: اللہ تعالیٰ جسم وجسمانیات اور مکان وزمان سے پاک ہے۔

خداوند عالم پر زمانہ جاری نہیں ہوتا یعنی وہ ذات زمانی نہیں ہے۔ بلفظہ (صفحہ: ۳۳، سطر: ۹)

(۴) سبیل الجنان ترجمہ تکمیل الایمان حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ، صفحہ: ۶، سطر: ۱۹۔

ولا في جهة ولا في مكان ولا في زمان. پروردگار عالم نہ کسی طرف ہے نہ کسی مکان میں ہے نہ کسی وقت میں۔ بلفظہ

(۵) مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر مصری، صفحہ: ۶۲۹، سطر: ۱۰۔

وبإثبات المكان لله تعالىٰ فإن قال: الله في السماء، فإن قصد به حكاية ما جاء في ظاهر الأخبار لا يكفرو إذا أراد به المكان كفر، وان لم تكن له نية يكفر، عند أكثرهم و عليه الفتوىٰ كما في البحر. بلفظه

یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے مکان ثابت کرنا (کفر ہے) پس اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے اگر اس کا قصد بطور حکایت کے ہو جیسا کہ ظاہر احادیث میں آیا ہے تو کافر نہیں ہوتا اور جب ارادہ کرے اور قصداً کہے کہ وہ کسی مکان خاص میں ہے تو وہ ضرور کافر ہو جائے گا۔ خواہ اس کی نیت نہ ہو، اکثر کے نزدیک کافر ہو جاتا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ بحر میں ہے۔

(۶) فتاویٰ عالم گیری ترجمہ اردو جلد دوم صفحہ: ۶۸۳، ۷۸۳۔

اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کے لیے جہت و مکان ثابت کیا وہ کافر ہے۔ بلفظہ

اسی طرح تمام کتب اہل سنت و جماعت میں درج ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے مکان و زمان و جہت ثابت کر کے اس پر اعتقاد رکھے وہ کافر ہے مگر آپ کے امام الطائفہ اس پر بڑے شد و مد اور سختی سے اعتقاد رکھتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا خاص مکان بھی ہے وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ جو شخص ایسا اعتقاد نہ رکھے وہ بڑا بھاری حقیقی اور حکمی بدعتی ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ.

اب میں اس مسئلہ پر ایک فتویٰ خود علمائے دیوبند کا لکھتا ہوں۔

(۷) دیوبندی مولویوں کا ایمان مشتہرہ محمد عبد الغنی رام پوری مورخہ ۱۸ر صفر المظفر ۱۳۲۹ھ مطبوعہ اہل سنت و جماعت بریلی۔

علمائے دیوبند کا فتویٰ کفر اپنے امام الطائفہ مولوی اسماعیل دہلوی پر

سوال: کیا ارشاد ہے علمائے دین کا اس شخص کے بارہ میں جو یہ کہے کہ جناب باری تعالیٰ عز اسمہ کو زمان و مکان اور ترکیب عقلی سے پاک کہنا اور اس کا دیدار بے جہت و بے محاذات حق جاننا بدعت ہے۔ یہ قول کیسا ہے۔ بینوا و توجروا.

الجواب(۱): یہ شخص عقائد اہل سنت و جماعت سے جاہل اور بے بہرہ ہے اور یہ اعتقاد اور مقولہ جو درج سوال ہے کفر ہے۔ نعوذ باللہ منہ، حضرات سلف صالحین اور ائمہ دین کا یہی مذہب ہے اور یہی احادیث صحیحہ و کلام اللہ شریف کی آیات صریحہ سے ثابت ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ زمان اور مکان اور جہت سے پاک ہے اور دیدار اس کا بہشت میں مسلمانوں کو نصیب ہوگا چناں چہ کتب عقائد اس سے مشحون ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔ مہر: رشید احمد ۱۳۰۱ھ گنگوہی

الجواب(۲): الجواب صحیح۔ اشرف علی عفی عنہ۔

الجواب(۳): اگر حق تعالیٰ کو زمان و مکان سے اور ترکیب سے پاک نہ مانا جائے گا تو حق تعالیٰ کا محتاج ہونا اور صفات حادث کے ساتھ متصف ہونا لازم آوے گا حالاں کہ حق تبارک و تعالیٰ احتیاج سے منزہ صمدیت ازلیہ کے ساتھ متصف ہے لم یزل اور لا یزال اس کی صفت ہے، زمان و مکان حادث و مخلوق ہیں «کان الله ولم یکن معه شيئ قال تعالیٰ: كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ، و قال تعالیٰ: لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ» الغرض حق تعالیٰ کو زمان و مکان سے اور ترکیب عقلی سے منزہ جاننا عقیدہ اہل ایمان کا ہے اس کا انکار الحاد اور زندقہ ہے اور دیدارِ حق تعالیٰ جو آخرت کو ہوگا مومنین کو وہ بے کیف اور بے جہت ہوگا۔ مخالف اس عقیدہ کا بد دین اور ملحد ہے۔

کتبہ عزیز الرحمٰن مفتی مدرسہ دیو بند | وتوکل علی العزیز الرحمن |

الجواب(۴): الجواب صحیح۔ بندہ محمود عفی عنہ مدرس اول مدرسہ دیو بند۔

الجواب(۵): الجواب صحیح۔ محمود حسن عفی عنہ۔

الجواب(۶): الجواب صحیح۔ غلام رسول عفی عنہ۔

الجواب(۷): زمان و مکان اور ترکیب یہ سب علامات حدوث و خواص امکان ہیں، واجب تعالیٰ سبحانہٗ ان سب سے بری ہے چناں چہ شرح عقائد نسفی میں جو ایک متداول کتاب ہے لکھا ہے۔ الخ۔ حررہ المسکین محمد عبد الحق عفی عنہ

الجواب(۸): الجواب صواب۔ محمود حسن مدرس دوم مدرسہ شاہی مراد آباد۔

الجواب(۹): ایسے عقیدہ کو بدعت کہنے والا دین سے ناواقف ہے۔ ابو الوفا ثناء اللہ

مہر: ثناء الله المحمود ۱۳۱۵ھ بلفظہ۔ فتویٰ ختم ہوا۔

اس فتویٰ سے ظاہر ہے کہ ایسا عقیدہ رکھنے والا جیسا کہ مولوی اسماعیل کا ہے جاہل، بے بہرہ، کافر، زندیق، ملحد، بد دین، سلفِ صالحین کا مخالف ہے۔ لیجیے۔ ع

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

عجیب ہوشیاری و زیرکی مستفتی کی

اس فتویٰ کے حاصل کرنے میں سائل مستفتی نے کمال عقل مندی اور ہوشیاری کی، جو قابل تعریف و داد ہے کہ اس استفتا میں انھوں نے مولوی اسماعیل دہلوی کا عقیدہ ظاہر کر کے پیش نہیں کیا جس سے علماے دیوبند کو پتہ بھی نہیں لگا کہ ہمارے امام کا ہی عقیدہ ہے اگر علماے دیوبند کو پتہ لگ جاتا تو ایسا فتویٰ کفر کا کبھی بھی نہ دیتے بلکہ بہ تاویلات رکیکہ اپنے امام کی حمایت میں مدد کرتے اور مرنے مارنے پر ہو جاتے۔ اللہ! اللہ!! ایمان!!!

دیکھو! مولوی اسماعیل دہلوی کو شہید، مرحوم، رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ وغیرہ خطابات دیتے دیتے ملحد، زندیق، بددین، کافر، جاہل، بے بہرہ خود ہی ثابت کر دیا۔
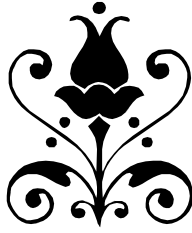
باب چہاردہم

عقیدہ نمبر ۱۹: وہابیہ دیوبندیہ

کہ آں حضرت ﷺ کا مولود شریف کرنا اور قیامِ تعظیمی کے لیے کھڑا ہونا بدعت وشرک ہے اور مثل کنھیا کے جنم کے۔ ملخصًا

(فتویٰ رشید احمد، ص: ۱۳، براہین قاطعہ، ص: ۲۲۸)

قولہ : توضیح مطالبہ نمبر ۱۳، بر عقیدہ نمبر ۱۹:

آپ کے عقیدہ نمبر ۱۹۔ مولوی رشید احمد صاحب مرحوم کے فتاویٰ کے حوالے پر یہ لکھا ہے کہ « آں حضرت ﷺ کا مولود شریف کرنا، قیامِ تعظیمی کے لیے کھڑا ہونا بدعت اور شرک ہے اور نقل کنھیا کے جنم کے۔» (ص: ۱۳)

مولانا مرحوم کے فتاویٰ کا صفحہ ۱۳ / دیکھا گیا، اس میں اس عبارت کا کہیں نشان نہیں، لیکن فتاویٰ کے دوسرے صفحات میں مولانا مرحوم نے ضرور مولود مروجہ کی مجالس کو بوجہ قبیحات شرعیہ کے مملو ہونے کے بدعتِ مذمومہ لکھا ہے اور قیام کو بھی۔ بلفظہ (ص: ۲۷، سطر: ۱)[1]

اقول : مفتی جی! اپنی عادت ضرور پوری کرلیا کرتے ہیں، یعنی پہلے عباراتِ محولہ کا انکار کرنا اور بعد میں اقرار کر لینا۔ بندۂ خدا! اگر عبارت ص: ۱۳ میں نہ ہوئی، ص: ۱۴ میں ہوئی تو اس میں فرق کیا ہوا، ممکن ہے فتاووں کے طبع ہونے کی جداگانہ تاریخیں یا مطبع ہوں، خیر شکر ہوا کہ آپ نے عبارت محولہ کو قبول کرلیا۔ ایک غلطی آپ نے کی، وہ یہ ہے کہ میں نے لفظ « مثل کنھیا کے جنم کی » لکھا تھا اور آپ نے اس کی جگہ « نقل کنھیا کے جنم کی » لکھ دیا۔ لیکن مولوی رشید احمد کے لیے جو آپ نے لکھا ہے، کہ انھوں نے اس مجلس مولود شریف کو بہ وجہ قبیحات شرعیہ بدعت مذمومہ لکھا ہے اور قیام کو بھی، یعنی مولود شریف اور قیام دونوں کو بدعتِ مذمومہ لکھا ہے۔ مگر یہ غلط، ان کے فتاویٰ میں قیامِ تعظیمی کو شرک لکھا ہوا ہے، وہی میں نے لکھا۔ مگر آپ اس کو ہضم کر گئے اور جو « مثل کنھیا کے جنم کی » میری عبارت میں لکھا ہوا ہے، جو میں نے ان کے فتاویٰ سے نقل کیا ہے، اس کا ذکر تک بھی نہیں۔

---

[1] مولوی اسماعیل دہلوی کی گستاخانہ تشبیہ یہ ہے کہ اگر کوئی حضرت عیسیٰ کے تولد کے بڑے دن کی محفل کرے تو مطعون ہو اور مولود شریف کی محفلیں کرتے ہیں، اور برا نہیں سمجھتے، سبب یہی ہے کہ اس کا رواج نہیں، اس کی رسم پڑ گئی ہے۔ اور حقیقت میں دونوں ایک ہیں۔ بلفظہ (تذکیر الاخوان بقیہ تقویۃ الایمان، ص: ۱۴۹، سطر: ۱۰، ۱۱. مطبوعہ فاروقی، دھلی، نول کشور، مطبع نامی.) ۱۲ منہ

آپ کے مولانا کے فتویٰ میں کیا کوئی آیت شریف یا کوئی حدیث شریف پیش کی گئی ہے جو فتویٰ کی سند میں ہو، یا جس سے معلوم ہو کہ فلاں آیت یا حدیث شریف سے مجلس مولود شریف بدعتِ مذمومہ ہے، یا فلاں آیت اور حدیث شریف کی رو سے قیامِ تعظیمی شرک ہے، یا فلاں آیت وحدیث کے مطابق یہ مولود شریف جس میں قرآن شریف واحادیث پڑھی جاتی ہیں، اور کثرت سے درود شریف پڑھا جاتا ہے، مثل کنھیا کے جنم کے ہے۔ یا آپ کے مولانا نے اس مجلس مولود شریف کی ممانعت میں کوئی نص ثبت فرمائی ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ سب کچھ اپنے دل کی شقاوت وبغض وعداوت کا نتیجہ ہے اور کچھ نہیں۔

اب میں پہلے شروع کرنے تردید منکرین واثبات مولود شریف کے، اس بات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ بتلاؤں کہ مولود شریف، جو ابتدا سے ہوتا چلا آیا ہے اور اس وقت تمام دنیا میں (سوائے وہابیہ دیوبندیہ کے) بہ ہیئت کذائیہ ہوتا ہے۔ اس میں کیا کیا امور ہیں، جن پر گروہِ وہابیہ ہمیشہ جلے بھنے رہتے ہیں، اور بدعت وشرک اور کفر کے فتوے لکھتے رہتے ہیں، تا کہ خاص وعام ان کے فتاووں کا اندازہ کرلیں۔

فصل اول۔ محفل میلاد شریف بہ ہیئت کذائیہ کی حقیقت

واضح ہو کہ مولود شریف یا میلاد شریف یا مولد مبارک کی عبارت سے مراد یہ ہے کہ آں حضور موفور السرور، نور، سرور عالم، سید ولدِ آدم، خیر الخلق وخیر الانبیا والرسل حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ خاتم النبیین والمرسلین ﷺ کی پیدائش کا حال و اثبات نبوت ورسالت وفضائل وخصائل ومعجزات کا بیان نہایت صحیح صحیح کیا جائے اور آں حضرت ﷺ کی محبت دل میں پیدا کی جائے۔ اس لیے جب شخص مسلمان بندۂ خدا مولود شریف کرنا یا کرانا چاہتا ہے تو بہ روز یک شنبہ یا شب دوشنبہ یا جمعہ کو خالصاً للہ نیت کر کے ریا اور نمود کو دخل نہیں دیتے، اس پر حلال کمائی کا روپیہ پیسہ ہوتا ہے۔ خرچ کر کے اشیا ضروری کھانا، عمدہ شیرینی، خوش بو، عطر، پھول، اگر، لوبان، پانی سرد، برف خرید کر کے مہیا کرتا ہے، پھر فرش، فروش، چاندنی، لیمپ، لالٹین، چراغ، فانوس، جھاڑ وغیرہ حسب استعداد جمع کرتا ہے اور ایک مکان نہایت مصفیٰ اس محفلِ پاک کے لیے تیار کرتا ہے، اس مکان کو حسب مقدور خود خوب سجاتا ہے، پھر دن مقرر کر کے علما وقرا وحفاظ ونعت خوانان کو اس مکان میں طلب کرتا ہے اور قاریِ مولود شریف کے لیے ایک تخت یا چوکی بچھاتا ہے، اس پر قالین اور عمدہ سفید کپڑا بچھا دیتا ہے اور پھولوں کے خوب گل دستہ اس تخت پر قاری مولد شریف کے سامنے رکھتا ہے اور لوگ پیر وجوان ونابالغ بچے نہایت خوشی اور مسرت سے حاضر ہوتے ہیں، بانی محفل کی خوشی دوبالا ہو جاتی ہے۔ تب قاری مولد اور حفاظ قرآن شریف کے چند رکوعات پڑھتے ہیں، پھر درود شریف کثرت سے پڑھا جاتا ہے۔ بانی محفل تمام حاضرین کو خوش بو کی دعوت کرتا ہے اور قاری مولد شریف حضرت رسولِ اکرم ﷺ کا ذکر حضرت ﷺ کے نور سے پیدا ہونے سے شروع کرتا ہے، چند روایات پڑھنے کے

بعد وقفہ کرتا ہے، اسی وقفہ میں نعت خوانان، مدح حضور سرورِ عالم ﷺ کے ابیات، جو محبین اور عاشقین رسول اللہ ﷺ کے مصنفہ ہیں، خوش الحانی سے پڑھتے ہیں، کبھی اکیلا کبھی دو دو مدّاح۔ ایک آدمی بلند آواز سے درود شریف پڑھتا ہے، یا سب حاضرین ایک ہی درود شریف کو پڑھتے ہیں، اسی طرح پڑھتے پڑھتے جب قاری مولد شریف ذکرِ ولادت پر پہنچتا ہے تو یوں کہتا ہے ؎

اٹھ کھڑے ہو مومنو تعظیم کو — اور جھکا دو اپنا سر تسلیم کو

ندا از حاملانِ عرش آمد — کہ برخیز از پئے تعظیم احمد -یا-

اٹھو ذکرِ میلادِ حضرت ہے اب -یا-

چاہیے آداب سے کرنا قیام -یا-

ندا یہ غیب سے آئی برابر — کہ تعظیمِ محمد کیجے اٹھ کر

پڑھتا ہے اور تعظیم کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے، تب تمام حاضرین بھی کھڑے ہو جاتے ہیں، یعنی دست بستہ جیسے نماز میں کھڑے ہوتے ہیں، اور کھڑے ہو کر درود و سلام آں حضرت ﷺ پر نہایت شوق اور ذوق سے پڑھتے ہیں اور یہ تشبیہ اور تمثیل ان فرشتوں کی ہے جو حضور سرورِ عالم باعثِ ایجادِ کائنات ﷺ کے ظہور کے وقت کھڑے ہوئے درود شریف پڑھتے تھے۔ درود و سلام کے بعد سب مسلمان لوگ بیٹھتے ہیں، پھر معجزاتِ وقت ظہور و دیگر معجزاتِ معراج شریف وغیرہ جہاں تک ہو سکے پڑھتے ہیں۔ پھر بانی محفل اور تمام حاضرین و غائبین کے دین اور دنیا کے فائدے کے لیے اور خاتمہ بالخیر کی دعا مانگی جاتی ہے، اور پھر شیرینی پر ختم فاتحہ ہاتھ اٹھا کر پڑھی جاتی ہے، اور شیرینی تقسیم کی جاتی ہے، اور جب کبھی کوئی شخص ضیافت کی دعوت کرتا ہے، تو کھانا کھلانے کے بعد مولود شریف شروع کیا جاتا ہے اور بعد تقسیم شیرینی سب لوگ ملاقات کر کے اور السلام علیکم کے بعد اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔

یہ سب کچھ محض بہ غرضِ حصولِ محبت اور خوش نودیِ خداوند کریم اور حضرت رسول کریم ﷺ کے لیے کیا جاتا ہے، جو عین شریعت کے مطابق ہے۔ اسی طرح تمام ممالک اسلامیہ وغیر اسلامیہ مثلاً حرمین شریفین زاد ھما اللہ شرفاً و تعظیماً، مکہ معظّمہ، مدینہ طیبہ، جدہ حدیدہ، ملک عرب، مصر، اندلس، مغرب، شام، روم، پنجاب، ہند و سندھ وغیرہا میں بڑے زور شور سے ہوتا ہے۔ اور تمام علماے کاملین اور فضلاے صالحین عرب و عجم کا اسی ہیئت کذائیہ پر اتفاق اور اجماع ہو چکا ہے، کہ جس کا ماننا اربعہ ادلہ میں فرض ہے۔ مولود شریف عین اظہارِ محبت رسول اکرم ﷺ ہے، جو عین فرض ہے۔ لیکن وہابیہ کی طرف سے نکتہ چینیاں اور درفشانیاں یوں ہوتی ہیں کہ مولد شریف کرنے والے اور وہاں حاضر ہونے والے سب کے سب حمقا، فاسق، فاجر، بدعتی، مشرک و کافر ہیں۔ گو یا تمام دنیا کے مسلمان اہل سنت و جماعت سات سو سال سے لے کر آج تک مشرک اور کافر ہیں اور یہ چند اشخاص دیونجدی یا دیو بندی مسلمان۔ العیاذ باللہ.

اب میں مختصراً آداب مولود شریف کے بھی لکھ دیتا ہوں، تا کہ آپ کو پتہ لگ جائے کہ ہم مسلمان کس طرح سے مشرک ہوجاتے ہیں۔

فصل دوم - آدابِ محفل میلاد شریف

مولود شریف کرنے یا کرانے والا خالصاً للہ نیت کرے کہ میں حضور انور ﷺ کی محبت میں مولود شریف کرتا ہوں۔ کوئی نمود یار یا کو اس میں دخل نہیں۔ جو کچھ اس میں خرچ ہو، حلال ہو، حلال کی کمائی ہو، مکان نہایت صاف ہو، خوش بو سے معطر ہو، رات کا وقت ہو تو خوب عمدہ روشنی ہو، علما، حفاظ، نعت خوانان اچھے دین دار ہوں، اور مساکین بھی شامل ہوں، ان کی اچھی خدمت کی جائے، فرش فروش سب پاکیزہ ہو، کوئی بات خلاف شرع، قوالی، مزامیر، حقہ نوشی، گفتگو فضول نہ ہو۔ محفل میں دوزانو، یا چارزانو بیٹھے، ٹانگ پسار کر یا تکیہ لگا کر نہ بیٹھے۔ قاری مولد شریف کے لیے بیٹھنے کو جگہ اونچی ہو، جیسے چوکی، تخت، چبوترہ، منبر وغیرہ ہو اور قاری مولد شریف صاحب اگر غسل کر کے بیٹھے تو مستحسن ہے۔ اور باقی لوگ اگر ممکن ہو تو باوضو بیٹھیں، بلند آواز سے کوئی نہ بولے۔ بلکہ تعظیم و ادب سے خاموش بیٹھیں اور سب حاضرین قدرے بلند آواز سے دس دس بار درود شریف پڑھیں، اور پڑھنے کے وقت کسی کی تعظیم کے لیے کھڑا نہ ہو۔ اور ہر ایک شخص اپنی توجہ حضرت رسولِ کریم ﷺ کی طرف رکھے۔ اور ان کی محبت اور عظمت اپنے دل میں جمائے اور تمام آداب کو ملحوظ رکھے اور وقتِ ذکرِ ولادت شریف سب لوگ دست بستہ تعظیماً کھڑے ہوجائیں اور درود شریف اور سلام آں حضرت ﷺ پڑھیں۔ اور بعد اس کے بیٹھ جائیں۔ اور قاری مولد شریف، معجزات، جو وقتِ پیدائش ظہور میں آئے تھے، بیان کرے۔ اور وقت میں گنجائش ہو تو بانی محفل یا دیگر شائقین کے شوق کے اظہار پر دیگر معجزات اور بیان معراج شریف کا بھی کرے اور حلیہ شریف حضور سرورِ عالم ﷺ کا سنائے۔ اور ختم کر کے شیرینی وغیرہ پر کلامِ الٰہی حسب دستور پڑھ کر ثواب اس عمل مولود شریف کا اور اشیاے خوردنی و نوشیدنی و شمیدنی کا آں حضرت ﷺ کی روح پرفتوح و دیگر انبیا علیہم السلام و صدیقین و شہدا و صلحا و صحابۂ کرام و ازواجِ مطہرات اور اولیا و جمیع المسلمین والمسلمات کی روح کو پہنچائے اور تمام حاضرین اور بانی محفل کے واسطے دعا خیر و خاتمہ بالخیر کی مانگے۔ پھر سب کو اجازت اور رخصت ہے۔

ایک ضروری ادب مولود شریف میں یہ بھی ہے کہ حالات ارتحال و وصال آں حضرت ﷺ کے، اس مجلس میں ہرگز ذکر نہ کیے جائیں، کیوں کہ یہ مجلس مولود شریف کے لیے مخصوص ہے۔ اور آں حضرت ﷺ کی حیات حسّی دنیاوی منصوص ہے۔ اس لیے لفظ وفات یا ارتحال و وصال بھی زبان پر نہ لایا جائے، کیوں کہ مولود شریف میں محض اظہار سرور موفور آں حضور نورٌ علیٰ نور ﷺ کا کیا جاتا ہے۔ اس لیے ایسی محفل میں ذکر حزن و محن کا کیا جانا نہایت غیر موزوں ہے۔ اور یہی حکم برابر جاری ہے، جب سے یہ عملِ خیر و برکت شروع ہوا ہے۔

ان آداب کو دیکھ کر وہابیہ جلے بھنے دیکھیے کیا فتویٰ لگاتے ہیں، اب کیا فتویٰ لگائیں گے، ان کے بزرگ جو کچھ لگا چکے ہیں، وہی کافی ہے۔ شریعت سے واسطہ نہیں، ان کو تو حضور سرور عالم ﷺ کی عداوت نے مجبور کر رکھا ہے، اُن کو حضور کی تعظیم سے ہی چڑ ہے، اور یہی اُن کی سڑ ہے۔ خدا ہدایت دے۔ آمین۔

قوله : اس کے لکھنے میں انھوں نے سلف صالحین کی پیروی کی ہے جو کہ ایک عالم اہل سنت حنفی کے لیے ضروری اور لازمی ہے۔ عبارات ذیل کے دیکھنے سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ سلف علما نے کس شد و مد سے مولود مروجہ و قیام کو بدعت مذمومات سے لکھا ہے۔

ابن حجر کی "مدخل" میں ہے۔ (ترجمہ) اُن عبادتوں میں سے جو عبادت اور شعارِ اسلام جان کر نکالی گئی ہیں، بدعت مجلس میلاد کی بھی ہے، جو ربیع الاول میں کی جاتی ہے، جس میں بہت سی بدعات اور حرام فعل کیے جاتے ہیں۔ کتاب مذکور میں ہے: (ترجمہ) مجلس میلاد کا پیدا کرنا دین میں زیادتی پیدا کرتا ہے، کیوں کہ صحابہ و تابعین و ائمہ نے اسے نہیں کیا۔ بلفظہ۔

(ص: ۲۷، سطر: ۱۵)

امام فاکہانی اپنے رسالہ "ردّ عمل المولد" میں لکھتے ہیں، ترجمہ:

میلاد کا اصل قرآن و حدیث سے کچھ بھی ثابت نہیں، اور نہ امامانِ دین سے۔ سوائے اس کے نہیں کہ یہ ایک بدعت ہے، اور اسے گم راہوں نے نکالا۔ بلفظہ (ص: ۲۷، سطر: ۲۵۔ اخیر)

علاوہ اس کے معتمد، مغربی کا فتویٰ، شرح وافی، طریقۃ السنۃ، شرح البعث والنشور، خیر السالکین کا حوالہ ہے۔ جن میں اس مجلس کو بدعت یا بری بدعت درج ہے۔ (ملخصًا، ص: ۲۸)

اقول : آپ لکھتے ہیں کہ مولوی رشید احمد صاحب نے جو مولود شریف کو بدعت مذمومہ اور شرک لکھا ہے وہ انھوں نے سلفِ صالحین کی پیروی کی ہے۔ اور جن علما کے نام آپ نے اپنی سند میں بیان کیے ہیں مولوی رشید احمد نے ان کو سند میں پیش نہیں کیا ہے، گویا «جاے استاد خالی» کی مثال ہے۔ مگر ان علماے مویدین نے بھی یہ بات نہیں لکھی کہ مولود شریف بہ مثل کنھیا کے جنم کے ہے۔ اس لیے مولوی رشید احمد صاحب آپ کے مولانا ان سے بھی بڑھ گئے۔ اور یہ بات ان کو بھی نہ سوجھی، کہ یہ انھیں کا حصہ تھا، مگر اس کی سند میں کوئی نص نہ بیان کی۔

جن کتابوں کے نام آپ نے لکھے ہیں وہ بالکل غیر معروف ہیں، نہ ان کے مصنفوں کا پتہ ہے کہ وہ کس مذہب کے تھے، یا کس زمانے میں پیدا ہو کر کب فوت ہوئے، اور نہ ان کے صفحوں کا حوالہ ہے، معلوم ہوتا ہے کہ کسی وہابیہ رسالہ سے دیکھ کر لکھ دیے ہیں، اور کچھ پتہ نہیں۔ اب میں بتلاؤں گا کہ مولوی رشید احمد نے سلف صالحین کی پیروی نہیں کی بلکہ گستاخ خلف صالحین کی پیروی کی ہے۔ یہاں تک کہ اپنے بزرگوں اور حضرت مرشد کی بھی سخت مخالفت کی ہے۔

آپ نے حضرت ابن حجر علیہ الرحمہ کی کتاب «مدخل» کے حوالے سے مولود شریف کو بدعت اور شعارِ بدعت لکھا

ہے، اور یہ بھی کہ اس میں حرام فعل کیے جاتے ہیں، اور یہ دین میں زیادتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔ حضرت ابن حجر مکی الہیتمی کی کوئی کتاب «مدخل» نہیں ہے۔ اور دوسرے حضرت ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ ہیں، ان کی بھی کوئی کتاب «مدخل» نہیں ہے۔ یہ نرا افترا اور بہتان ہے۔ معلوم ہوتا ہے آپ نے کسی غلط ولط رسالۂ وہابیہ سے نام درج کر دیا اور نہ آپ نے مدخل کو دیکھا، نہ ابن حجر سے واسطہ۔

یہ دونوں بزرگ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہما کے نام سے موسوم مولود شریف کے موید ہیں، جو نویں دسویں صدی ہجری میں ہوئے ہیں۔ چناں چہ حضرت نورالدین حلبی شافعی علیہ الرحمہ مصنف سیرت حلبی میں تحریر فرماتے ہیں: ص: ۱۱۴۔

وقد قال ابن حجر الهيتمي: الحاصل أنَّ البدعةَ الحسنةَ متفقٌ على نُدبها، و عملُ المولود و اجتماعُ النّاس له كذالك، اي: بدعة حسنة.اه

یعنی بدعتِ حسنہ کے مندوب پر سب کا اتفاق ہے، اور مولود شریف اور اس میں لوگوں کا جمع ہونا اسی طرح بدعتِ حسنہ ہے۔

اور دوسری جگہ ہے:

وهي (أي: مولد شريف) بدعةٌ حسنةٌ.

یعنی محفل مولود شریف کی بدعتِ حسنہ ہے، نیک عمل ہے۔

اسی طرح حضرت ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ بھی حدیث شریف سے مولود شریف کی تائید کرتے ہیں۔ یعنی سیرت شامی میں حافظ ابن حجر عسقلانی سے اس طرح نقل کیا ہے:

قال: قد ظهر لي تخريجه على أصل ثابت، و هو ما ثبت في الصحيحين من أنَّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قَدِمَ المدينةَ فوجد اليهودَ يصومون يَومَ عاشورا فسألهم، فقالوا: هٰذا يوم أغرق الله فيه فرعون و نجا موسىٰ عليه السلام، فنحن نصومه شكراً، فقال: أنا أحقُّ بموسىٰ منكم، فصامه و أمر بصيامه. فاستفاد منه فعلُ ذٰلك، شكراً لله تعالىٰ علىٰ ما منَّ في يوم معين من ابداء نعمة الله او رفع نقمة، أفاد ذٰلك في نظير ذٰلك اليوم من كل سنةٍ، والشكر لله تعالىٰ يحصل بأنواع العبادات والسجود والصيام والصدقة والتلاوة، و أيُّ نعمة أعظم من بروز هٰذا النبي الكريم نبي الرحمة في ذٰلك اليوم.[1]

ترجمہ: حضرت ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مجھے اصل صحیح مولود شریف کا استنباط ظاہر ہوا، جو

[1] ایضاً • مواهب اللدنيه، ج:۱، ص:۱۴۸، برکات رضا • حسن المقصد فی عمل المولد، مشموله الحاوی للفتاویٰ، ج:۲، ص:۲۲۹، دار الکتب العلمية، بيروت.

آں حضرت ﷺ نے فرمایا ہے (جو صحیحین میں موجود ہے)۔ یعنی جب آں حضرت ﷺ مدینہ شریف میں تشریف فرما ہوئے تو یہودیوں کو روزہ رکھا ہوا پایا، پس پوچھا آں حضرت ﷺ نے ان سے، یہ کیسا روزہ ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ یہ وہ دن ہے جس میں خداوند تعالیٰ نے فرعون کو دریا میں غرق کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی اس کے شر سے، پس ہم روزہ رکھتے ہیں خدا کی شکرگزاری کا۔ پس فرمایا آں حضرت ﷺ نے کہ ہم زیادہ حق دار ہیں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ۔ اوراس دن روزہ رکھا آں حضرت ﷺ نے اور حکم فرمایا روزہ رکھنے کا۔ پس معلوم ہو گیا کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری کے واسطے عمل میں آیا، جو اس دن معین میں شر کو دفع کیا اور نعمت کو بھیجا۔ جب دَور کر کے پھر وہی دن آجائے تو اس کو نظیر کے طور پر یادگاری کا شکر ہر سال بجالانا چاہیے۔ اور اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری اور انواع عبادت، سجدہ اور روزہ اور صدقہ خیرات و تلاوت سے حاصل اور ادا کی جاتی ہے۔ اب کون سی نعمت اور رحمت زیادہ اور بڑی عظیم ہے، آں حضرت ﷺ کے تشریف لانے سے اس دنیا میں، جو نبی کریم اور نبی رحمۃ للعالمین ہیں آج کے دن، یعنی وہ دن جس میں آں حضرت ﷺ اس دنیا میں رونق افروز ہوئے، یعنی اس سے بڑھ کر کوئی بھی نعمت اور رحمت نہیں جتنی خوشی اور شکرگزاری ہو سکے کی جائے۔

دیکھیے! مولود شریف کی اصل حدیث شریف سے ثابت کر رہے ہیں اور حدیث بھی متفق علیہ۔ دونوں حضرات ابن حجر موید ین مولود شریف میں سے ہیں۔ «مدخل» ان کی کوئی کتاب تصنیف شدہ نہیں۔

ہاں! میں آپ کو بتلاتا ہوں کہ «مدخل» کس شخص کی ہے، وہ فاکہانی کی طرح منکرین میں سے ہے، یا شاید یہ دونوں استاد شاگرد ہیں۔ اس کا نام ابن حاج بیان کیا جاتا ہے، اس کی تصدیق اس پر ہے:

ماثبت بالسنۃ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ، ص:۷۹ میں ہے:

ولقد أطنبَ ابنُ الحاج في المدخَلِ في الانكار الخ. بلفظہ

یعنی ابن حاج نے اپنی مدخل میں مولود شریف کا بہت انکار کیا ہے۔[1]

اب معلوم ہو گیا کہ "مدخل" کس کی تصنیف ہے؟ اور حضرت ابن حجر علیہ الرحمہ پر تہمت لگا دی بلا سوچے سمجھے۔ ایسے ہی آپ کے فتوے ہیں۔ وہ اپنی کتاب «مدخل» جلد اول، ص: ۲۱۵، سطر: ۷، مطبوعہ مصر، میں فرماتے ہیں:

مَنْ تَوَسَّلَ به صلَّى اللهُ تعالىٰ عليه وسلم أو استغاثَ به أو طلبَ حوائجَه منه فلا يُرَدُّ وَلَا يُخَيَّبُ لما شهدتْ به المعاينةُ والآثار، و يحتاجُ الى الأدب كله في زيارته عليه الصَّلوٰة والسَّلام، وقد قال علماءنا رحمة الله عليهم: أنَّ الزائر يشعرُ نفسه بأنه واقف بين يديه عليه الصلوٰة والسلام كما هو في حياته. إذلا فرق بين موته و حياته، اعني في مشاهدته لأمته و معرفته بأحوالهم ونيا تهم

---

[1] کتاب مدخل ابن حاج مالکی کی تصنیف ہے، نہ کہ ابن حجر کی، مجموعہ فتاویٰ عبدالحی صاحب میں یہی لکھا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے کتاب المدخل لابن حاج مالکی میں ہے۔، جلد اول، ص: ۳۳۵، سطر: ٦۔ ۱۲ منہ

وعزائمهم و خواطرهم، و ذٰلك عنده جلي لاخفاء فيه. بلفظه

ترجمہ: جو شخص رسول اللہ ﷺ سے توسل کرے یا حضور کی دُہائی دے، یا حضور سے اپنی حاجتیں مانگے وہ نہ رد کیا جائے گا اور نہ نا امید رہے گا، اس لیے کہ مشاہدہ اور روایات اس پر گواہ ہیں۔ اور حضور کی زیارت میں پورے ادب کی حاجت ہے، بے شک ہمارے علما رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ زیارت کے لیے حاضر ہونے والا اپنے دل کو آگاہ کرے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا ہے، جیسا کہ حضور کی حیاتِ ظاہری میں۔ اس لیے کہ حضور کی حیات اور وفات میں اس کا کچھ فرق نہیں کہ حضور اپنی تمام امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کے تمام احوال کو پہچانتے ہیں اور ان کی نیتوں اور ارداوں اور دل کے خطروں کو جانتے ہیں، اور یہ سب ان پر ایسا روشن ہے، جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں۔

دیکھیے! حضور کی دہائی دینا، حضور سے اپنی حاجتیں مانگنا، حضور کا اپنی تمام امت پر ناظر ہونا اور ان کے تمام احوال سے کہ دل کے خطروں پر مطلع ہونا، تقویت الایمانی دھرم پر چاروں کتنے بھاری شرک ہیں۔ ایک ایک کوسن کر دہلوی جی کی قبر پر سوسو برس لرزے، پھر کس منہ سے ان کی سند لاتے ہیں۔ شرم!!!

اور لیجیے! طرفہ یہ کہ یہ ابن حاج مالکی وہابیہ کے نزدیک مسلمان بھی نہیں ہو سکتے، اُن کا مستند ہونا درکنار۔

اسی طرح آپ کا امام فاکہانی منکر مولود شریف ہے، اس کے «ردعمل المولود» کا ردّ حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے ایسا دندان شکن کیا جس کا جواب نہ ہوسکا اور نہ کسی وہابی ان کے حمایتی نے جواب دیا۔ اور یہ یاد رہے کہ جس وقت تمام علمائے اسلام نے اس شخص فاکہانی کی مخالفت کی تو اس وقت علما کا اتفاق اور اجماع مولود شریف کے کرنے پر ہو چکا تھا، جس کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گا۔

مفتی جی! آپ نے چند کتب غیر معروف کا حوالہ دیا ہے، جن سے مولود شریف کا بدعت ہونا ثابت کیا گیا ہے بہ زعمِ خود، مگر معلوم ہوتا ہے کہ آپ مفتی تو دھینگا دھانگی بن گئے، مگر آداب معلوم؟ کبھی غیر معروف کتب شاذہ پر فتویٰ نہیں دیا جاتا ہے، اور نہ وہ فتویٰ قبولیت کی عزت رکھتا ہے، کتبِ فقہ، درمختار اور فتاوائے عالم گیری بھی کسی سے سن لیتے تب بھی آپ کو پتہ لگ جاتا۔ اس زمانے میں کوئی شخص بھی مفتی نہیں، جیسے آپ نے اپنے رسالہ پر خود بہ خود مفتی لکھا ہے۔ اگر ان بڑی کتابوں کے دیکھنے کی دست رس نہ ہوتو اپنے جد فاسد مولوی محمد صاحب کی کتاب فتاویٰ قادریہ کو ہی دیکھ لیجیے، دیکھی تو ہوگی مگر حافظہ سے اتر گیا، دیکھیے، وہ لکھتے ہیں:

اور تیسرا امر یہ ہے کہ اس زمانہ کے علما فی الحقیقت مفتی نہیں ہیں، صرف مفتیانِ ماسبق کا فتویٰ نقل کر دینے کا رتبہ رکھتے ہیں اور ان پر لازم ہے کہ ایسی کتاب مشہور سے نقل کریں جس کو علمائے امت نے قدیم سے اپنا دستور العمل بنایا ہوا ہے۔ الخ بلفظہ (ص:۱۵۰، سطر:۸)

(یہ عبارت، مولوی رشید احمد! آپ کے مولانا کی تردید میں ہے)

اس حکم شرعی کے مطابق آپ کی غیر مشہور کتابیں، سب نا قابل سند اور عمل ہیں اور وہابیوں کی مصنفہ۔

قوله : امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کی جلد اول کے مکتوب نمبر ۲۷۳ میں ہے۔

«مبالغہ در منع سماع متضمن منع مولد کہ عبارت از قصائد نعت و اشعار غیر نعت خواندان است۔»

اسی میں ہے:

«بہ نظر انصاف بہ منند کہ اگر حضرت ایشاں فرضاً در دنیا زندہ می بودند ایں مجلس (یعنی مولد) و اجتماع منعقد می باشد آیا بایں راضی می شدند و ایں اجتماع را می پسندند یانہ، یقین فقیر آں است کہ ہرگز ایں معنی را تجویز نمی فرمودند بلکہ انکار می نمودند۔» بلفظہ (ص:۲۸، سطر:۲۱)

اقول : مفتی جی! آپ نے تمام مکتوبات کو نہیں پڑھا، اور اگر پڑھا ہے تو سمجھا نہیں، اور اگر سمجھا ہے تو تجاہلِ عارفانہ ہے، یا بصورت دیگر کید اور دھوکا ہے۔ دراصل یہ مکتوب شریف سماع کے بارے میں ہے اور اس سے مقصود انکار شرعی کا بیان نہیں، بلکہ اپنے طریقہ سے جدائی کا ہے۔

«مبالغۂ[1] فقیر در منع بواسطۂ مخالفتِ طریقت خود است، مخالفتِ طریقت خواہ بسماع و رقص بود، خواہ بمولود و شعر خوانی[2]۔» بلفظہ

حضرت مجدد نہ تو اس کو بدعت فرماتے ہیں اور نہ شرک اور نہ ہی کنھیا کا جنم۔

اس مکتوب سے مولود شریف کی ممانعت اِسی صورت میں نکل سکتی ہے کہ جب اس میں مزامیر کا داخلہ ہو، ورنہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ ایسی محفلِ پاک کو، جس میں عین ذکر اور محبت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو، کس طرح منع فرما سکتے ہیں، جب کہ وہ خود اس پر حضرت خواجہ بہاء الدین نقش بند رحمۃ اللہ علیہ کا قول اسی مکتوب میں، جو سماع کے متعلق ہے، نقل فرماتے ہیں:

حضرت[3] خواجہ نقش بند قدس سرہ فرمودہ اند «ما نہ ایں کار می کنیم و نہ انکار می کنیم، یعنی ایں کار منافی خاص طریق ما است پس نکنیم، و چوں مشائخ دیگر کردہ اند براں انکار ہم نمائیم۔»[4] بلفظہ

دیکھیے! حضرت مجدد علیہ الرحمہ کیسا صاف فیصلہ فرماتے ہیں، جس سے عیاں ہے کہ ذکر کلیۃً سماع کا ہے۔ کہ حضرت خواجہ نقش بند علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ نہ تو ہم اس سماع سے انکار کرتے ہیں اور نہ ہم یہ کام (سماع کا سننا) کرتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ سماع و رقص ہمارے سلسلہ اور طریقت کے خلاف ہے یا ہمارے سلسلہ میں نہیں۔ اور نہ ہم اس سے انکار کر سکتے

---

[1] ترجمہ: منع کرنے میں فقیر کا مبالغہ اپنی طریقت کی مخالفت کی وجہ سے ہے، طریقت کی مخالفت سماع و رقص سے ہو خواہ مولود و شعر خوانی سے۔

[2] مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، ص: ۵۱۷، مکتوب نمبر ۲۷۳

[3] ترجمہ: حضرت خواجہ نقش بند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ: ہم نہ یہ کام کرتے ہیں اور نہ ہی انکار کرتے ہیں۔ یعنی یہ کام ہمارے خاص طریقے کے خلاف ہے تو ہم نہیں کرتے۔ اور چوں کہ دوسرے مشائخ نے کیا ہے، اس لیے اس کا انکار بھی نہیں کرتے۔

[4] مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، ص: ۵۱۸، مکتوب نمبر ۲۷۳

ہیں، کیوں کہ دیگر مشائخ طریقت علیہم الرحمۃ اس کو سنتے آئے ہیں۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مولود شریف میں بھی اگر یہ سامانِ قوالی ورقص، جو سماع میں ہوتا ہے، موجود ہوں تو اس کے لیے بھی انکار نہیں کر سکتے، گو خود نہ کریں۔ جب اس سے انکار نہیں ہے تو پھر اقرار رہوا، جیسے کوئی مسلمان کسی حلال جانور کا گوشت نہیں کھاتا، اس کی عادت نہیں ہے، لیکن وہ مسلمان اس کے کھانے سے انکار نہیں کرسکتا اور نہ اس کو حرام کہہ سکتا ہے اور نہ کسی دوسرے مسلمان کو اس کے کھانے سے منع کرسکتا ہے۔ پس یہی صورت اس امر میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی بھی ہے۔ اس کی تصدیق حضرت مظہر جانِ جاناں علیہ الرحمہ مرید وخلیفہ خاندانِ خاص وحضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی تحریر سے ہوتی ہے کہ واقعی یہ مکتوب سماع کے بارے میں ہے، جو سماع کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اُن کے ملفوظات کی عبارت اختصاراً اس طرح پر ہے۔ و هو هذا:

[1] فقیر را در بابِ سماع دلیلے قوی بہم رسیدہ است کہ ارباب آں خبر ندارند۔ چناں چہ السماع یورث الرّقة، والرّقة تجلب الرّحمة، والنتیجة: السماع یجلب الرحمة مواجید حضرات چشتیہ خوب می دانم، لہٰذا جرأت بر انکارِ احوالِ ایشاں نمی کنم، پس طریق اسلم دریں باب آنست کہ نہ انکارِ آں دارد نہ ارتکاب۔ وقول حضرت خواجہ بزرگ ہم مدا ایں معنی است کہ نہ انکار می کنم و نہ ایں کار۔ بلفظہ (کتاب کلمات طیبات، ص: ۹۴، مطبوعہ مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ)

دیکھیے! جو الفاظ حضرت خواجہ بزرگ بہاء الدین نقش بند رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب ۲۷۳/۲ میں ہیں۔ «ما نہ ایں کار می کنیم و نہ انکار می کنیم» وہی الفاظ حضرت مرزا جانِ جاناں اپنے ملفوظ میں فرما رہے ہیں۔ اور اس عبارت کو اپنی دیانت سے آپ نے برخلاف جان کر بالکل چھوڑ دیا اور «لَاتَقرَبُوا الصلوٰة» کو پورے طور پر ثابت کر دیا۔

اس تحریر سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوگیا کہ یہ مکتوب ۲۷۳/۲ خاص سماع کے بارے میں ہے، جس کو آپ نے بڑے زور سے پیش کیا تھا۔ ایسا ہی آپ کے بھائی، اس مکتوب کو غلط فہمی سے پیش کیا کرتے ہیں، مگر ناواقفوں، جاہلوں کے رو بہ رو۔

اور سنیے! اسی مکتوب میں ہے (جیسے کہ میں لکھ چکا ہوں کہ ان کے وقت مولود شریف میں بھی سماع کا ڈھنگ ہوگیا ہوگا۔ اور ان کے مخدوم زادگان نے کچھ زیادتی کی ہوگی، جس کی وجہ سے حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے منع فرمایا ہوگا) و هو هذا:

---

[1] ترجمہ: فقیر کو سماع کے بارے میں ایک قوی دلیل ملی ہے جو سماع والے نہیں جانتے، وہ یہ ہے کہ سماع دل کی نرمی پیدا کرتا ہے، اور دل کی نرمی رحمت لاتی ہے، نتیجہ یہ ہوگا کہ سماع رحمت لاتی ہے۔ میں حضرات چشتیہ کے ذوق وشوق کی حالت خوب جانتا ہوں، اس لیے ان لوگوں کے احوال کے انکار کی جرأت نہیں کرتا ہوں۔ سب سے محفوظ طریقہ اس باب میں یہ ہے کہ نہ اس کا ارتکاب کرے نہ انکار کرے۔ اور حضرت خواجہ بزرگ کا قول "کہ نہ انکار کرتا ہوں اور نہ یہ کام کرتا ہوں" بھی اسی معنیٰ کی تائید کرتا ہے۔

[1] فیروز آباد کہ ملجا و ملاذ ما فقرا است وقدوہ پیرانِ ما، ہر گاہ در وے امرے حادث شود کہ مخالفِ ایں طریقۂ علیّہ بود جاے اضطراب ما فقرا است۔ مخدوم زادہ ہا اَحَق اند بہ محافظتِ طریقِ والدِ بزرگ وار خود۔ فرزندانِ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ بعد از تغیر طریق والد بزرگ وار ایشاں طریق اصل را ایشاں محافظت نمودند، و با تغیر کنندگان مجادلہ فرمودند...... آرے در اوائل حال در بعض امور رعایت مذہب ملامتیہ نمودہ مُساہلہ می فرمودند و ملامت را ترجیح دادہ بہ ترک عزیمت در بعض اشیاء ارتکاب می نمودند۔ اما در اواخر از یں امور ہم اجتناب داشتند و یاد ملامت و ملامتیہ نمی کردند۔ بلفظہٖ[2]

لیجیے! اس تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ مخدوم زادگان نے برخلاف اپنے والد بزرگوار کے ایک نیا امر پیدا کیا۔ اور ان کے عمل اواخر کے خلاف تھا۔ جملہ «امرے حادث» سے بالکل صاف ظاہر ہے کہ مولود شریف میں انھوں نے ایک نئی بات پیدا کی جو بہ صورت قوالی یا مزامیر کے ہو، جو بہ حالت ملامتیہ کے ان سے وقوع میں کبھی آئی ہوگی، اور آخر کو اس سے اجتناب کر دیا تھا۔ ورنہ مولود شریف میں «امرے حادث» نہیں ہو سکتا۔ جب کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ سے چار سو سال پیش تر اسی ہیئت کذائیہ سے چلا آ رہا تھا اور حضرت کے وقت میں بھی ہوتا تھا۔ یہ انکار حضرت مخدوم زادگان کے امر حادث پر، جو بہ صورت سماع و رقص تھا، مبنی تھا۔

نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ احرار علیہ الرحمہ والد بزرگوار مخدوم زادگان، اوائل میں فرقہ ملامتیہ کو جو فقرا میں ہے پسند فرمایا کرتے تھے، اور اسی کو ترجیح دیتے تھے۔ ممکن ہے کہ اس وقت انھوں نے کبھی ایسا مولود شریف بھی کیا ہو اور پھر ترک کر دیا۔ اور ملامتیہ فرقہ کا نام بھی نہ لیا۔ اور مخدوم زادگان نے اپنے والد بزرگوار کے پہلے عمل کے مطابق عمل درآمد کیا ہو یا کرنے لگ گئے ہوں، یہی موجب انکار ہوا صرف فیروز آباد کے لیے۔ ورنہ تمام بلادِ اسلامیہ وغیر اسلامیہ و ہندوستان میں مولود شریف ہوا کرتا تھا اس کا کوئی انکار نہیں فرمایا۔ اور اگر نفس میلاد شریف پر ہی انکار فرماتے تو یوں فرماتے کہ «محفل[3] مولود شریف کہ در تمام بلادِ عرب و عجم منعقد می شود، خلافِ طریقت ما است، نباید کرد» یا یوں فرماتے کہ «ایں[4] محفل مولود شریف بدعتِ سیئہ و شرک و مشابہ جنم کنھیا است۔ ہر کہ ایں محفل منعقد کند کافر و مشرک است» مگر افسوس

---

[1] ترجمہ: فیروز آباد جو ہم فقیروں اور ہمارے پیروں کے پیشوا کا جاے پناہ ہے، جب اس میں کوئی نیا امر رونما ہو جائے جو بلند و بالا طریقہ کے خلاف ہو تو یہ ہماری بے چینی کا باعث ہے۔ حضرت مخدوم زادے اپنے والد بزرگوار کے طریقہ کو محفوظ رکھنے کے زیادہ حق دار ہیں۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کے فرزندوں نے اپنے والد بزرگ وار کے طریقے کے تغیر کے بعد، ان کے اصل طریقہ کی حفاظت کی اور تغیر کرنے والوں کے ساتھ مباحثہ بھی فرمایا...... ہاں ابتدائی حالات میں بعض امور میں مذہب ملامتیہ کی رعایت کر کے سستی کرتے تھے اور بعض چیزوں میں تو ملامت کو ترجیح دے کر عزیمت کو چھوڑ دیتے تھے، لیکن آخر میں ان چیزوں سے بھی پرہیز کیا اور پھر ملامت و ملامتیہ کو کبھی یاد نہیں کیا۔

[2] ملخصاً، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، ص: ۵۱۸، مکتوب نمبر ۲۷۳.

[3] ترجمہ: تمام ملک عرب و عجم میں میلاد شریف کی جو محفل منعقد ہوتی ہے، وہ ہمارے طریقہ کے خلاف ہے، نہیں کرنا چاہیے۔

[4] ترجمہ: میلاد شریف کی یہ محفل بدعتِ سیئہ، شرک اور کنھیا کے جنم کے مشابہ ہے، جو یہ محفل منعقد کرے وہ کافر و مشرک ہے۔

ایسے الفاظ کہاں لائیں۔ الحاق کا موقع بھی نہ ملا۔

غور کیجیے! اپنی نافہمی مکتوب سے لوگوں کو دھوکا نہ دیجیے۔ اور کارِ خیر و برکت کے منع کرنے سے «[1] منّاع للخیر» نہ ہوجیئے؟ اور مکتوب موصوف کی یہ عبارت «یقین[2] فقیر آنست کہ ہرگز ایں معنی را تجویز نمی فرمودند بلکہ انکار می فرمودند» صاف ظاہر کررہی ہے کہ «ایں معنیٰ را تجویز» یعنی یہ بات جو مولودشریف میں اب کی گئی ہے اس کو جائز نہ فرماتے، وہ بھی صورتِ سماع تھی۔ اس کے آگے اخیر پر مکتوب شریف کے یوں فرماتے ہیں۔ وھو ھذا:

"مقصودِ[3] فقیر اعلام بود قبول کنید یا نکنید ہیچ مضائقہ نیست و گنجائش مشاجرہ نہ، اگر مخدوم زادہائے و یارانِ آن جائے بر ہمان وضع مستقیم باشند ما فقیراں راازصحبت ایشاں غیر از حرماں چارہ نیست۔" بلفظہ۔

دیکھیے! حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا اس مکتوب کی تحریر سے مقصود صرف یہ ہے، جو فرماتے ہیں کہ: مخدوم زادگان کو صرف اعلام[4] یا معلوم کروانا مقصود ہے، خواہ وہ مانیں یا نہ مانیں۔ زیادہ تکرار کی ضرورت نہیں۔ اور اگر مخدوم زادگان اور یاران فیروز آباد کے اسی طریق (سماع) پر مستقیم رہے تو ہم ان کی صحبت سے کنارہ کرلیں گے۔ سوائے اس کے اور کوئی علاج نہیں۔

اس میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے مولودشریف کے کرنے یا سماع کی مجلس میں بیٹھنے سے کسی قسم کا گناہ یا جرم یا بدعت یا شرک یا خلاف قرآن یا حدیث نہیں فرمایا اور نہ کوئی وعید شرعی فرمائی۔ آپ ہیں یا آپ کے بزرگ ہیں کہ مولود شریف کرنے والے مسلمانوں کو بدعتی اور مشرک اور کافر کہہ رہے ہیں۔ خدا کا خوف دل میں ذرہ بھر بھی نہیں جو ایمان کی نشانی ہے۔

ایک اور شہادت پیش کرتا ہوں کہ واقعی یہ مکتوب ۲۷۳ سماع کے بارے میں ہے۔

مقامات سعیدیہ تصنیف حضرت مولانا محمد مظہر علیہ الرحمہ نقش بندی مجددی اپنے والد قدس سرہ کے حالات میں اس طرح پر لکھتے ہیں:

[5] خواندن مولودشریف وقیام نزدیک ذکر ولادت باسعادت مستحب است و دریں باب رسالہ خاص دارند و درآں تحقیق فرمودہ اند کہ منع حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ از مولودخوانی محمول بر سماع و غنا است لاغیر انتہت بحر وفھا

---

[1] ترجمہ: بھلائی سے بڑا روکنے والا (کنزالایمان) پارہ: ۲۹، القلم: ۶۸، آیت: ۱۲.

[2] ترجمہ: فقیر کا یقین یہ ہے کہ ہرگز اس معنیٰ کو آپ جائز نہ فرماتے تھے، بلکہ اس سے انکار کرتے تھے۔

[3] مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، ص: ۵۱۸، مکتوب نمبر ۲۷۳.

[4] اعلام: بتادینا

[5] ترجمہ: حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے ذکر کے وقت مولودشریف پڑھنا اور قیام کرنا مستحب ہے، اس باب میں ان کا ایک خاص رسالہ ہے، جس میں یہ تحقیق فرمائی ہے کہ مولود پڑھنے سے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا منع کرنا، سماع اور گانے بجانے پر محمول ہے، نہ کہ اس کے علاوہ-- یعنی اگر مولودشریف کی محفل میں گانا بجانا ہو تو منع ہے ورنہ نہیں۔

بلفظه. الدر المنظم في حكم مولد النبي الاعظم تصنیف حضرت شیخ المشائخ شیخ الدلائل محمد عبدالحق علیہ الرحمہ مہاجر مکی۔(صفحہ:۱۳۱،سطر:۱۷)

پس پورے طور پر ثابت ہوگیا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ مکتوب نمبر:۲۷۳ر میں ممانعت فرمائی ہے اسی مولود شریف کی نسبت ہے، جس میں سماع وغنا داخل ہو۔ ورنہ اصل مولود شریف، جو خوش الحانی سے پڑھا جاتا ہے، وہ قرآن وحدیث واجماع سے ثابت ہے، اس کو کیوں کر منع کیا کر سکتے تھے۔ اب ان کی اجازت کو ملاحظہ کیجیے۔ وہ اپنے مکتوبات کی جلد سوم کے مکتوب نمبر:۷۲ر میں، جو خاص مولود شریف کے بارہ میں سوال کیا گیا تھا، فرماتے ہیں، ذرا غور سے پڑھیں۔ وھو ھذا:

[1] درنفس قرآن خواندن بہ صوت حسن ودر قصائد نعت ومنقبت خواندن چہ مضائقہ است۔ ممنوع تحریف وتغیر حروفِ قرآن است والتزام رعایت مقامات نغمہ وتردید صوت بآں بہ طریق الحان باتصفیق مناسب آں کہ در شعر نیز غیر مباح ست۔ اگر بر نہجے خوانند کہ تحریفے در کلمات قرآن واقع نشود۔ ودر قصائد خواندن شرائط مذکورہ متحقق نگردد وآں راہم بہ غرض صحیح تجویز نمایند چہ مانع است۔ بلفظہ (مکتوب نمبر ۷۲، جلد سوم)

دیکھیے! حضرت مجدد علیہ الرحمہ کیسی صاف اور صریح اجازت، مولود شریف کی فرمارہے ہیں اور اس بات کی ممانعت فرماتے ہیں کہ مولود شریف کے پڑھنے میں حروف قرآنی کی تغیر وتبدیل واقع نہ ہو، اور نہ سُر نکالیں، اور نہ تالیاں بجائیں۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ دونوں مکتوب مرزا احسام الدین احمد کے نام پر ہیں۔

آپ لوگوں کا یہ بڑا زعم تھا کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ مولود شریف کے کرنے کو منع فرماتے ہیں، اور جہاں کو خوش کیا کرتے تھے، مگر «لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ» کی مثال کے مطابق وہ ساری خوشی خاک میں مل گئی۔

اور ایک بات وہابیہ سوز سن لیجیے کہ حضرت مجدد الف ثانی سماع اور رقصِ صوفیا کرام ومشائخ عظام کو جائز فرمارہے ہیں۔ صرف جائز ہی نہیں، بلکہ نافع وعروج منازل کے لیے مد فرماتے ہیں۔ پھر بتلایئے وہ مولود شریف آں حضرت ﷺ کو جو عین ایمان ہے، منع فرما سکتے ہیں؟ یہ سب وہابیہ کی طرف سے ان پر بہتان ہے۔ وھو ھذا:

مکتوب دویست وہشتادو پنجم (جلد اول)

[1] ترجمہ: اچھی آواز سے محض قرآن شریف پڑھنے اور نعت ومنقبت کے قصیدے پڑھنے میں کیا حرج ہے؟ منع تو قرآن کریم کے حرف کو بدل دینا اور تحریف کرنا ہے۔ اسی طرح مقاماتِ نغمہ کی رعایت کا التزام کرنا، الحان کے طریقہ سے حلق میں آواز گھمانا پھرانا اور اس کے مناسب تالیاں بجانا، کہ شعر میں بھی مباح نہیں۔ اگر مولود شریف اس طرح پڑھیں کہ قرآن شریف کے کلمات میں کوئی تحریف نہ ہو اور قصیدے پڑھنے میں ممانعت کی شرطیں نہ پائی جائیں اور اس کو صحیح غرض سے تجویز کریں تو کیا مانع ہے؟

[1] بہ میر سیّد محب اللہ مانک پوری صدور یافتہ در بیان احکامِ سماع و رقص...... بداں کہ سماع و وجد جماعہ را نافع است............ آرے! قسمے از منہتیا اند کہ سماع با وجود استمرار وقت ایشاں را نیز نافع است...... دریں صورت سماع ایشاں را سودمند است وحرارت بخش، ہر زمان بہ مدد سماع ایشاں را عروجے بہ منازل قرب میسر می شود...... مبتدی را سماع و وجد مضرست ومنافی عروج...... بالجملہ سماع متوسطان را نافع است وقسمے از منتہیان را نیز، چناں کہ بالا گزشت...... سماع ووجد دریں صورت ایں جماعہ را ممد ومعاون ست۔ بلفظہ (ملتقطاً، مکتوب: ۲۸۵ رجلد اول)

دیکھیے! اس مکتوب میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کیا فرماتے ہیں؟ اس مکتوب شریف کو سامنے رکھ کر پیشانی پر ہاتھ جما کر بیٹھ جایئے اوران کے فرمانے پر غور کیجیے، وہ فرماتے ہیں کہ سماع ووجد ورقص نہایت نافع، سودمند اور ممد ومعاون، عروج منازل کا ذریعہ اور تقرب الی اللہ کا حصول ہے۔ اس پر امید ہے کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ بھی آپ کے فتویٰ سے نہیں بچیں گے۔

ایک بات حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے بہت ہی سخت وہابیہ کش اس میں لکھ دی ہے کہ وہ یہ کہ « بہ[2] مدد سماع ایشاں را عروجے بہ منازل قرب میسر می شود » دوسری یہ کہ « سماع و وجد ایں جماعہ را ممد ومعاون ست » یعنی سماع ان کی مدد کرتا ہے۔ اور سماع کی مدد سے ان کو عروج وقرب کے منازل حاصل ہوتے ہیں۔ اور سماع و وجد ان کا معاون اور مددگار رہے۔ یعنی خدا کی مدد یا خدا معاون ومددگار نہیں فرمایا، بلکہ سماع کی مدد اور سماع اور وجد کو صوفیا کرام کے مددگار اور معاون فرمایا۔ اس صورت میں وہابیہ کی قطع الوتین[3] ہوگئی۔ اب تو ضرور ہی آپ کا فتویٰ جاری ہوگا۔ مگر جب کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ، صحابہ کرام، تابعین و تبع التابعین رضی اللہ عنہم نہیں بچے، کہ جن پر آپ لوگوں کا فتویٰ نہ چلا ہو تو حضرت مجدد علیہ الرحمہ کب بچ سکتے ہیں؟

آپ لوگوں کے فتاویٰ کیا ہیں؟ یہ کہ مولود شریف، ذکر ولادت ومعجزات آں حضرت ﷺ بدعت وشرک وکفر ہے۔ صدقات وخیرات، ایصال ثواب، سوم، چہلم، برسی وغیرہ بدعت، اس کا کھانا حرام۔ گیارہویں کی نیاز، بارہویں کی نیاز، بارہویں کے تبرکات کا طعام حرام۔ اسقاط، دعا بدعت مذمومہ۔ قبر پر بعد دفن میت اذان تلقینی بدعت وحرام۔ شب براءت، شب قدر، جمعرات کی خیرات بدعت اور کھانا حرام۔ عاشورہ کے روز کا کھانا حرام۔ قبروں کی زیارت ناجائز۔ دور دور سے جانا حرام اور شرک۔ آں حضرت ﷺ کی زیارت روضہ مطہرہ کے لیے جانا اور زیارت کے وقت دست بستہ کھڑا

---

[1] ترجمہ: میر سید محب اللہ مانک پوری کی طرف صادر فرمایا، سماع اور رقص کے احکام کے بیان میں۔ جان لو کہ سماع اور وجد جماعت کے لیے نفع بخش ہے، ہاں منتہی لوگوں کی ایک قسم ایسی ہے کہ استمرارِ وقت کے باوجود، سماع ان کے لیے بھی مفید ہے۔ اس صورت میں سماع ان کے لیے مفید اور حرارت بخش ہوتا ہے، ان حضرات کو ہر زمانہ میں سماع کی مدد سے منازلِ قرب تک عروج میسر ہوتا ہے۔ مبتدی کے لیے سماع اور وجد نقصان دہ اور عروج کے منافی ہے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ سماع متوسط لوگوں اور منتہی حضرات کے ایک طبقہ کے لیے نفع مند ہے۔ سماع اور وجد اس صورت میں ان لوگوں کے لیے مددگار اور معاون ہے۔

[2] ترجمہ: سماع کی مدد سے ان لوگوں کو قرب کے منازل کی طرف عروج میسر ہوتا ہے۔ سماع اور وجد اس جماعت کے لیے مددگار ومعاون ہے۔

[3] وتین: دل کی وہ رگ جس سے تمام رگوں میں خون جاتا ہے۔ قطع الوتین یعنی دل کی وہ رگ ہی کٹ گئی جس سے تمام رگوں میں خون جاری رہتا ہے۔

ہونا شرک۔ غرض یہ کہ تمام نیک کاموں پر اور خیرات وصدقات پر آپ لوگوں کی طرف سے ممانعت وحرمت کے فتاویٰ موجود ہیں۔ گویا پورے پورے «مناعٍ للخیر» ہیں ؎

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

مگر اس زمانہ کے علما کے فتاوے تعریف کے قابل ہیں۔ جب کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ اپنے زمانہ کے علمائے سوء کا حال بیان فرماتے ہیں جس کو تین سو سینتیس سال (۳۳۷) کا عرصہ گزر گیا۔ اب تو اور بھی برا حال ہے «كل يوم ابتر»

دیکھیے! حضرت مجدد علیہ الرحمہ یوں فرماتے ہیں: مکتوب نمبر سی وسوم: (جلد اول)

عزیزے شیطان لعین را دید کہ فارغ نشستہ است و از تضلیل و اغوا خاطر جمع ساختہ۔ آں عزیز سرّ آں را پرسید لعین گفت کہ علمائے سوء ایں وقت در ایں با من خود مدد عظیم کردہ اند و مرا ازیں مہم فارغ ساختہ اند[1]۔ بلفظہ (مکتوبات: صفحہ: ۹۶)

اسی طرح مکتوب نمبر: ۳۱۲ر جلد اول میں بھی ہے جس کا ترجمہ اردو جلد اول کے صفحہ: ۳۵۷ پر اسی طرح ہے۔

کسی شخص نے ابلیس لعین کو دیکھا کہ آسودہ اور فارغ بیٹھا ہے، اور گمراہ کرنے اور بہکانے سے ہاتھ کوتاہ کیا ہوا ہے۔ اس نے اس کا سبب پوچھا، لعین نے کہا کہ اس وقت کے برے علما میرا کام کر رہے ہیں، گمراہ کرنے اور بہکانے کے ذمہ دار ہوئے ہیں۔ بلفظہ (مکتوب نمبر ۲۱۳، صفحہ: ۳۵۷)

قولہ: واضح ہو کہ میلاد مروجہ کی مجلس اس طریق سے، کہ جس طریق پر آج کل ہوتی ہیں، قرون ثلثہ مشہود لہا بالخیر میں نہیں ہوئیں، بلکہ یہ ۶۰۴ھ میں ایجاد ہوئی۔ تاریخ ابن خلقان میں تبدیل ترجمہ عمر بن حسن کے ہے «قَدِمَ أَرْبَلْ في سنة أربعة و ست مائة، وهو متوجه الى خراسان، فرأى صاحبُها الملك المعظم مظفر الدين ابن زين الدين محبا يعمل مولد النبي عليه السلام عظيم الاحتفال» ترجمہ: آیا وہ ۶۰۴ھ میں اربل میں جب کہ وہ خراسان کو جا رہا تھا، پس دیکھا اس نے صاحب اس کے بادشاہ معظم مظفر الدین بن زین الدین محب کو، کہ کرتا تھا میلاد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بڑے اہتمام سے۔

اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ میلاد مروجہ کی مجلس کا موجد مظفر الدین ہے اور اس نے اسے ۶۰۴ھ میں ایجاد کیا۔ مظفر الدین کے فسق کو امام فاکہانی نے "رد عمل المولد" میں ان الفاظ سے قلم بند کیا ہے۔ «قد صرح أهل التاريخ بانه يجتمع أصحاب الملاهي والمزامير في هٰذا العمل و يسمع الغنا وأصوات آلات اللّهو ويرقص بنفسه ومن هو كذالك فلا شك في فسقه و ضلالته» ترجمہ: مورخین نے لکھا ہے مظفر الدین اربل کا بادشاہ

[1] ترجمہ: ایک بزرگ نے شیطان لعین کو دیکھا کہ خالی بیٹھا ہوا ہے اور گم راہ کرنے اور بہکانے سے بے فکر ہے۔ اس بزرگ نے اس کا راز دریافت کیا تو شیطان نے جواب دیا کہ علمائے سُو (برے علما) اس وقت میرے اس کام میں زبردست مدد کر رہے ہیں اور انھوں نے مجھے اس مہم سے فارغ کر دیا ہے۔

باجے گاجے والوں کو میلاد کی مجلس میں جمع کرتا تھا اور ناچتا تھا اس مجلس میں خود۔ پس جو اس قسم کا فعل کرتا ہو اس کے فاسق اور گمراہ ہونے میں کچھ شبہہ نہیں۔ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ مظفر الدین ایک فاسق شخص تھا۔ اب اس امر کا خود فیصلہ کر لیں کہ فاسق کی ایجاد کو کس کا طریقہ لکھنا چاہیے؟ بلفظہ (صفحہ:۲۹، سطر:۴)

اقول: مفتی جی! آپ نے اس عبارت کے لکھنے میں چند غلطیاں صریح کی ہیں۔ اول: ابن خلکان کو ابن خلقان لکھا۔ دوم: «تبدیل ترجمہ عمر بن حسن کے ہے» کے جملہ کو مہمل اور بے معنی لکھا، جس کا کچھ مطلب ظاہر نہیں۔ سوم: محبا کے ترجمہ کو محب لکھا جس کے معنی محبت کے طور پر ہیں۔ چہارم: "مورخین نے لکھا ہے"، غلط۔ کس مورخ نے لکھا ہے؟ ابن خلکان مورخ کی عبارت صاف ہے، اس نے نہیں لکھا۔ پنجم: یہ ترجمہ بھی بالکل غلط ہے۔

آپ کی اس عبارت سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں، جو آپ کے امام فاکہانی کے قول سے پیدا ہوتی ہیں:

اول: یہ کہ یہ مجلس مولود شریف کی، قرون ثلاثہ مشہود لہا میں نہیں ہوئی۔ اس لیے بدعت ہے، اس پر عمل نہیں ہونا چاہیے۔

دوم: یہ کہ اربل کے بادشاہ مظفر الدین کے زمانہ ۶۰۴ھ میں عمر بن حسن نے اس مجلس کو دیکھا تھا۔

سوم: یہ بادشاہ مظفر الدین فاسق تھا، گانے بجانے والے لوگوں کو مجلس مولود شریف میں جمع کرتا اور خود ناچتا تھا۔

چہارم: یہ کہ فاسق بادشاہ کی ایجاد پر عمل کرنا کس کا طریقہ ہے یعنی فاسقوں کا۔

جوابات نمبروار سنیے

اول: یہ کہنا کہ مجلس مولود شریف و ذکر ولادت آں حضرت ﷺ خیر القرون، قرون ثلاثہ میں نہیں تھی، بالکل غلط ہے۔ بلکہ آیات و احادیث سے اس کی اصل ثابت ہے۔ جس کو آگے بیان کیا جائے گا۔ انتظار کریں۔

ہاں! اس ہیئت کذائیہ موقتہ سے اس مجلس مولود شریف کا خیر القرون میں نہ ہونا کچھ منافی و مضر نہیں ہے، اور نہ ہر امر خیر القرون کا قابل عمل ہے، اور نہ ہر عمل جو خیر القرون کے بعد ہوا قابل ترک ہے۔ پہلے آپ کو لازم تھا کہ بتلاتے کہ خیر القرون کا زمانہ کس کو کہتے ہیں۔ اور کتنے سال کا ہوتا ہے اور سب قرن کتنے ہیں اور کل قرنوں کے کتنے سال ہوئے؟ خیر القرون مشہود لہا لکھ دیا اور بس۔

میں کہتا ہوں کہ خیر القرون کے معنوں اور میعاد میں بہت اختلاف ہے۔ چناں چہ۔

(الف) لغت قاموس میں قرون کے معنی سید القوم[1] ہیں۔ اور۔

(ب) دوسری کتب لغت میں سینگ، گیسو، زمانہ ہے۔[2]

(ج) شرح مسلم میں ہے:

---

[1] القاموس المحیط، فصل القاف، ج:۳، ص:۳۵۵.

[2] مختار الصحاح، باب القاف، ج:۱، ص:۲۵۲ • تاج العروس، فصل القاف، ج:۱، ص:۸۱۳۶

قال الحسن: وخير القرون عشر سنين، و قتادة: سبعون، والنخعي: أربعون، و زرارة ابن ابي أوفى: مائة و عشرون، و عبد الملك بن عمير: مائة، و قال ابن الاعرابي: هو الوقت.

یعنی قرن دس سال کا ہے حضرت حسن بصری کا قول ہے۔ اور قتادہ ستر سال کا کہتے ہیں، اور نخعی چالیس سال، زرارہ بن ابی اوفی ایک سوبیس اور عبدالملک بن عمیر ایک سوسال، اور ابن اعرابی کہتے ہیں کہ اس کے معنی وقت کے ہیں۔

(د) بعض نے کہا ہے کہ لفظ قرن جو حدیث میں آیا ہے اس سے مراد صحابہ کرام اور ان کی اولاد در اولاد رضی اللہ عنہم ہیں۔

(ھ) اور بعض نے کہا کہ اول قرن سے مراد صحابہ رضی اللہ عنہم اور دوسرے قرن سے تابعین اور تیسرے قرن سے تبع تابعین۔ یہ سب اقوال شرح صحیح مسلم میں ہیں[1]۔

(و) مولوی عبدالجبار و مولوی امداد علی صاحبان، عینی شرح بخاری کے حوالہ سے اپنے رسائل میں لکھتے ہیں۔ قرون ثلاثہ نوے سال کے بعد ختم ہو گئے۔[2]

(ز) ازالۃ الخفا حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ محدث دہلوی، صفحہ: ۷۵ مطبوعہ بریلی۔

[3] قرن اول از زمان ہجرت آں حضرت است ﷺ تا زمان وفات وے ﷺ۔ وقرن ثانی از ابتدا خلافت صدیق رضی اللہ عنہ تا وفات حضرت فاروق رضی اللہ عنہ۔ وقرن ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ وہر قرنے قریب بہ دوازدہ سال بودہ است۔ بلفظہ (اس حساب سے خیر القرون کا زمانہ چھتیس سال تک ختم ہو گیا۔)

(ح) مجمع البحار کا اخیر تکملہ صفحہ: ۱۴۴ر میں: خیر القرون دوسو بیس سال تک۔

ان تمام تحریرات پر غور کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مجتہدین اربعہ کے فتاویٰ جو نوے سال کے بعد ہوئے وہ سب بدعت ہوئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد تمام صحابہ بالخصوص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے آثار اور احکامِ قضایا وغیرہ سب بدعت ہوئے۔ اور جو فرق اکثر مذاہب مبتدعین مثل روافض، خوارج، قدریہ، جبریہ، معتزلہ وغیرہا جو دوسو بیس سال کے اندر اندر پیدا ہوئے یہ سب کے سب اچھے خاصے سنت ہوئے۔ اور یزید پلید کے سب افعال و اقوال بھی سنت میں داخل ہوئے۔ ان سب کو جانے دیجیے۔ اپنے گھر کی طرف توجہ کیجیے۔ تمام مدارس بالخصوص مدرسہ دیوبند بدعت میں داخل ہے، اور وہاں کی دستار بندی بدعت سیئہ ہے۔ اور قرآن شریف اور کتب دینیہ کے پڑھانے کی اجرت جو لی جاتی ہے وہ حرام ہے۔ احادیث کا جمع ہونا بدعت سیئہ، قرآن شریف موجودہ مطبوعہ سنہری چھوٹی چھوٹی حمائل شریف وغیرہا سب

---

[1] شرح النووی علی مسلم، ج: ١٦، ص: ٨٥، باب فضل الصحابة ثم الذين يلونهم.

[2] عمدة القاری شرح صحيح البخاری، كتاب فضائل المدينة، باب الايمان يأرز إلى المدينة، حديث نمبر: ٦٧٨١

[3] ترجمہ: قرن اول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے زمانے سے وفات تک ہے۔ اور قرن ثانی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ابتدائے خلافت سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات تک۔ اور قرن ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دور ہے، اور ہر قرن تقریباً بارہ سال کا ہے۔

کی سب بدعت سیئہ۔ علم صرف ونحو ومنطق بدعت۔ وظائف واوراد، دلائل الخیرات، حزب اعظم، حزب البحر وغیرہا سب بدعت۔ اور تقلید شرعی بدعتِ سیئہ اور شرک۔ اور تمام مساجد پختہ، سنگ مرمر، سنگ سرخ، گلکاری شدہ اور برجیاں اور گنبد سب بدعت اور ان میں نماز پڑھنا بدعت سیئہ اور آپ کے جد فاسد مولوی محمد مرحوم کی دو منزلی مسجد واقع لدھیانہ سب سے زیادہ بدعتِ سیئہ ہے۔ اس میں نماز پڑھنے والا تو ضرور کافر ہی ہونا چاہیے۔ اور آپ کا اور تمام دیو بندیوں کا جسم کا جسم ہی بدعتِ سیئہ، آپ کا تیجے، دسویں، چالیسویں، برسی میں پلاؤ، قورمہ، یا شادیوں میں مٹھائی، فرنی، چاے، پان وغیرہ کا کھانا سب بدعت وحرام ہوا۔ کیوں کہ قرون ثلثہ مشہود لہا میں ان سب باتوں کا وجود بھی نہیں ملتا۔ اگر آپ میں کچھ حمیتِ مفتیت ہے تو پہلے مدرسہ دیو بند کی دستار بندی پر فتویٰ دیجیے اور لدھیانہ والی مسجد دو منزلی کے انہدام کا فتویٰ دیجیے، ورنہ «لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ» میں داخل ہو جائیے اور آئندہ خیر القرون کے لفظ کو سمجھ کر، سوچ کر استعمال کیجیے۔ لیکن یاد رہے کہ ہمارے اہلِ سنت کے مذہب میں یہ تمام امور جائز ہیں۔

بدعت کی بحث کتب اہل سنت و جماعت میں بہت طول طویل ہے، جن کی صرف ایک ہی مثال دیکھ لیجیے:

غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار، جلد اول، ص:۱۸۱، سطر:۲۱، باب الاذان۔

رسولِ خدا ﷺ پر سلام کہنا (اذان کے بعد) نیا پیدا ہوا ربیع الآخر ۷۸۱ھ میں عشا کی نماز میں دوشنبہ کی رات، پھر جمعہ کے دن پھر دس برس کے بعد پیدا ہوا۔ سب نمازوں میں سوا مغرب کے، پھر مغرب میں بھی دو بار سلام کہنا رائج ہو گیا، اور یہ امر بدعت حسنہ ہے۔ یہ فائدہ شارح نے جلال الدین سیوطی شافعی کے «حسن المحاضرہ» سے نقل کیا۔ اور سخاوی کے قولِ بدیع میں ہے کہ اس کی ابتدا حدوث سلطان صلاح الدین بن مظفر بن ایوب کے حکم سے ہوئی ۷۹۱ھ میں۔ طحطاوی نے کہ مغرب کا سلام ہمارے وقت میں رائج نہیں۔ الخ۔

بدعتِ حسنہ وہ نیک بات ہے جو قواعد شرعیہ کے مخالف نہ ہو۔ بلفظہ (ص:۱۸۱، سطر:۲۲)

دیکھیے! آٹھویں صدی کی ایجاد «اذان کے بعد آں حضرت ﷺ پر سلام پڑھنا» بدعتِ حسنہ ہے، جو صلاح الدین بادشاہ کے وقت اُن کے حکم سے رائج ہوا۔ اس کا عمل درآمد مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ و دیگر ممالک میں جاری ہے، خواہ وہابی لوگ اس کے بھی منکر ہوں۔ پس یہی صورت مولود شریف کی اس ہیئت کذائیہ پر ہے، جو وہ بھی بموجب حکم شاہ اربل مظفر الدین جاری ہوا اور حسنِ اتفاق سے سلام کہنے کے جواز میں بھی بادشاہ مظفر الدین کا نام ہے، یعنی دونوں بادشاہ رحمۃ اللہ علیہما ہم نام ہیں۔

پس ثابت ہے کہ امورات نیک خیر و برکت کے پیدا ہونے، اور ان کے اجرا کے لیے خیر القرون پر حصر نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لیے خاص حدیث شریف ہے، جو صحیح مسلم میں ہے: «مَنْ[1] سَنَّ في الاسلام سنةً حسنةً فله اجرها الحديث»[2] جس میں کسی زمانے کا حصر نہیں۔

---

[1] ترجمہ: جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا، اس کے لیے اس کا اجر ہے۔

[2] صحیح مسلم، حدیث: ٦٩٧٥، كتاب العلم، باب من سن سنة حسنة.

دیکھیے! آپ کے امام الطائفہ اپنی صراطِ مستقیم میں لکھتے ہیں، ص:۸، ملاحظہ ہو:

[۱]مصلحت وقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب براے بیان اشغال جدید کہ مناسب ایں وقت ست، تعین کردہ شود۔ بلفظہ

اس کے آگے آپ نے ایک باب ہی جداگانہ ۱۲۳۳ھ تیرہویں صدی میں تیار کیا ہے، جس میں سلاسل اربعہ صوفیاے کرام علیہم الرحمہ کے اشغال واذکار تیار کر کے لکھ دیا ہے، جس میں ذکر یک ضربی، دوضربی، سہ ضربی، چہار ضربی، مراقبہ کے اقسام، نفی اثبات، کشف قبور، لطائف شش گانہ، سلطان الذکر وغیرہ ہیں۔ مفتی جی! خیر القرون اور قرون ثلثہ کو لائیے، جس کے مطابق آپ کے امام الطائفہ نے یہ باب مبوب کیا ہے، یا بڑے زور سے فتویٰ کفر و بدعت وشرک کا دھر دبایئے، تاکہ آپ کے امام الطائفہ کی روح بھی خوش ہوجائے، خوش کیا جو کچھ ہے وہ ہے۔

دوم وسوم: آپ لکھتے ہیں کہ بادشاہ مظفر الدین نے اس مولودشریف کو ۶۰۴ھ میں ایجاد کیا، اور عمر بن حسن نے اس محفل کو دیکھا، یہ صحیح نہیں، کیوں کہ تذکرۂ میلادِ مبارک تو پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا اور پھر رسولِ کریم ﷺ نے بھی فرمایا، پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین وتبع تابعین بھی کرتے رہے۔ لیکن اس ہیئت کذائیہ کے ساتھ جوفی زماننا موجود ہے، اس کو سب سے پہلے حضرت شیخ وشیخ المشائخ عمر بن محمد موصلی جونہایت متقی، دین دار وصلحاے روزگار وائمہ کبار سے تھے- علیہ الرحمۃ نے شہر موصل علاقہ عراق میں ایجاد فرمایا۔ اور جو آپ نے عمر بن حسن لکھا ہے وہ بالکل غلط ہے۔ اس کی تصدیق میں اس کتاب معتبرہ اور معتمدہ سے دکھلاتا ہوں جس کے مصنف کا نام حضرت شیخ الاسلام شہاب الدین ابی محمد عبدالرحمٰن بن اسماعیل بن ابراہیم معروف بہ ابی شامہ ہیں اور آپ امام نووی شارح صحیح مسلم کے استاد وشیخ ہیں۔ اس کتاب کا نام مبارک «الباعث علیٰ انکار البدع والحوادث» ہے۔ اس میں یوں لکھا ہے:

(۱) ومن أحسن ما ابتدع في زماننا من هٰذا القبيل ما كان يفعل بمدينة أربَل جبرها الله كل عام في اليوم الموافق ليوم مولد النبي صلَّى اللّٰهُ عليه وسلم من الصَّدقاتِ والمعروف و اظهار الزيّنة والسّرور، فان ذالك مع مافيه من الاحسان الى الفقراء مشعر بمحبّة النبي صلى الله عليه وسلم و تعظيمه و جلالته في قلب فاعله، و شكر الله تعالىٰ علىٰ ما مَنَّ به ايجاد رسوله الذي أرسله رحمة للعٰلمين صلى الله عليه وسلم و علىٰ جميع المرسلين، وكان أوَّلُ من فعل ذالك بالموصل الشيخ عمر بن محمد الملاء احدُ الصّالحين المشهورين، و به اقتدىٰ فى ذالک صاحب اربل و غیرہ رحمهم الله تعالىٰ. بلفظ

(صفحہ:۱۱، سطر:۳)

---

[۱] ترجمہ: مصلحتِ وقت نے تقاضا کیا کہ اس کتاب کا ایک باب نئے اعمال کے بیان کے واسطے متعین کردیا جائے جو اس وقت کے عین مناسب ہے۔

ترجمہ: -نہایت نیک کاموں میں سے ایک بات یہ ہے جو ہمارے زمانہ میں پیدا ہوئی ہے، جو خاص طور پر شہر اربل میں کی جاتی ہے۔ نیک کرے اللہ تعالیٰ اس کو، جو ہر سال آج کے دن جو موافق اُس دن سے ہے جو آں حضرت ﷺ کی پیدائش کا دن ہے۔صدقات سے، نیکی اور خدا کی فرماں برداری اور زینت اور خوشی سے، اور اس میں فقرا پر تقسیم طعام وغیرہ انعام سے کیا جاتا ہے، یعنی احسان کیا جاتا ہے بغرض حصول محبت نبی ﷺ کے۔ اور ان کی تعظیم اور عظمت وجلالت مولود شریف کے کرنے والے کے دل میں پیدا ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر کیا جاتا ہے، اس بات پر کہ اس نے پیدا کیا ہمارے اس رسولِ پاک ﷺ کو جو رحمۃ للعالمین ہیں اور رحمت ہیں تمام مرسلین علیہم السلام پر اور سب سے پہلے یہ کام (مولود شریف کا) شہر موصل میں شیخ عمر بن محمد علیہ الرحمۃ نے کیا۔ جو ایک سردار تھے، صالحین اور دین دار مشہورین میں سے، اور پھر ان کی اقتدا کیا بادشاہ اربل (مظفر الدین) وغیرہ سلاطین نے، اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت نازل کرے۔ختم ہوا ترجمہ۔

پس اصل اور صحیح بات یہ ہے کہ اس مولد شریف کو اس ہیئت کذائیہ ملتزمہ موقتہ کو سب سے پہلے حضرت شیخ المشائخ عمر بن محمد علیہ الرحمۃ نے شہر موصل میں ایجاد فرمایا۔ جن کی پیروی کا فخر سلاطین اسلام میں سے سب سے اول سلطان مظفر الدین شاہ اربل کو حاصل ہوا أَطَابَ اللّٰهُ ثَرَاهُ وَ جَعَلَ الْجَنَّةَ مَثْوَاه یہ بادشاہ نہایت بزرگ، متقی، کریم النفس اور متبع شریعت تھا۔ اور اس میں شبہہ کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں۔ اور جن کے قلب میں تعصب اور عداوت ہو وہ تو رسولِ اکرم ﷺ اور خداوند کریم کی بھی توہین کرنے اور گالیاں دینے میں نہیں چوکتے، اگر کسی بادشاہ دین دار کو گالیاں دیں تو کون سی بڑی بات ہے؟ اسی بزرگ کی کتاب کو دیکھیے کہ وہ اس بادشاہ کو رحمۃ اللہ علیہ لکھ رہے ہیں۔ گو یا اس بادشاہ کو سلطنت دنیاوی کے ساتھ بادشاہت دینی اور ولایت باطنی بھی حاصل تھی۔ جزاه الله خير الجزاء الیٰ يوم القيٰمة.

اس بادشاہ نے اپنے شہر اربل میں ماہ ربیع الاول کے تمام مہینے میں مولود شریف کی محفل کو شروع کر کے قائم رکھا۔ اور تین لاکھ اشرفی اس محفل مبارک میں خرچ کرتا تھا۔ اور ہر سال ایسا کرتا۔ اس کے زمانہ میں، جو نہایت خیر و برکت کا زمانہ تھا اور اس وقت ایک عالم دین دار حضرت ابوالخطاب بن دحیہ نام علیہ الرحمہ، جو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ صحابی کی اولاد سے موجود تھے، جن کی بابت شارح علامہ زرقانی تاریخ عربی میں لکھتے ہیں کہ وہ علم حدیث میں بڑا مبصر، علم صرف ونحو اور لغت اور تاریخ عرب میں کامل تھا، بہت سے ملکوں میں سفر کر کے اس نے علم حاصل کیا تھا، اکثر ممالک اندلس ومراکش، افریقہ، دیارِ مصر وشام و دیار مشرقیہ ومغربیہ وعراق وخراسان و ماژندران وغیرہا میں علم حاصل کرتا اور لوگوں کو فائدہ پہنچاتا پھرا۔ انجام کار ۶۰۴ھ میں شہر اربل میں آیا، یہاں سلطان ابوسعید مظفر کے لیے مولد شریف کیا، اس کا نام «كتاب التنوير في مولد السراج المنير» رکھا۔ اور خاص بادشاہ کے روبہ رو پڑھا۔ بادشاہ علیہ الرحمہ نہایت خوش ہوئے اور ایک ہزار اشرفی انعام

فرمائی[1] بلفظہ (انوار ساطعہ والبوارق اللامعہ)

(۲) علامہ زرقانی شارح مواہب اللدنیہ، علامہ ابن کثیر کی تاریخ سے لکھتے ہیں:

كان (أي أبو سعيد مظفّر) شهماً شجاعًا بطلاً عادلاً محمودَ السيرة.[2]

یعنی یہ بادشاہ (سلطان ابوسعید مظفر) بڑا بزرگ، بہادر، دلیر، عادل تعریف کیا گیا، نیک خصلت تھا۔

(۳) سبط ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وكانَ يحضُر عنده في مولدٍ اعيانُ العلماءِ والصُّوفية.[3]

یعنی حاضر ہوتے تھے اس بادشاہ (سلطان ابوسعید مظفر) کے پاس مولود شریف میں بڑے بڑے بزرگ عالم اور صوفیا کرام۔

(۴) حضرت جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب «حسن المقصد» میں فرماتے ہیں:

احدثه ملكٌ عادلٌ و عالمٌ وَقَصَدَ به التقرُّبَ الى اللهِ عَزَّوَجلَّ، وحَضَرَ عَندَه فيه العلماءُ والصالحونَ من غير نَكير.[4]

یعنی جاری کیا اس عمل (مولد شریف) کو ایک بادشاہ (ابوسعید مظفر) عادل اور عالم نے، اور ارادہ کیا اس نے اس میں اللہ تعالیٰ کے تقرب کا، اور حاضر ہوئے اس کے پاس اس مولود شریف میں بہت علما اور صالح لوگ بغیر کسی انکار کے۔

(۵) تحقیق الحق تصنیف مولانا محمد عسکری حسینی الترمذی رئیس اودھ، صفحہ:۱۵، سطر:۱۶، مطبوعہ کان پور۔ بحوالہ تاریخ ابن خلکان وابن کثیر:

یہ بادشاہ ابوسعید سلطان مظفر اربل اول درجہ فاضل، عادل، متقی، پرہیزگار تھا۔ ۶۰۴ھ میں اپنے قلم رو کے تمام سربرآوردہ علما و مشائخ و فقہا و محدثین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کو مدعو کیا اور ان کے مشورہ سے اس عمل خیر کو نہایت تزک و احتشام سے رواج دیا۔ چناں چہ میلاد النبی کے متعلق سب سے پہلے جو کتاب تصنیف ہوئی اس کا نام «كتاب التنوير في مولد السراج المنير» ہے۔ یہ مقدس کتاب شیخ المشائخ علامہ ابوالخطاب بن دحیہ کی تصنیف ہے۔ سلطان نے اس کے صلہ میں شیخ کی خدمت میں ایک ہزار دینار بطور نذر پیش کیا تھا۔ بلفظہ۔

---

[1] انوار ساطعه در بیان مولود و فاتحه، ص:۲۰۹، ناشر: طلبۂ درجۂ فضیلت، الجامعة الاشرفیه، مبارك پور. ۲۰۰۷ء

[2] شرح الزرقاني على المواهب اللدنية، ج:۱، ص:۲٦۲، الكلام على المولد، بركات رضا، پور بندر، ۱٤۲٥ھ/ ۲۰۰٤ء

[3] مرآة الزمان به حواله حسن المقصد فی عمل المولد، مشموله الحاوی للفتاویٰ، ج:۲، ص:۲۲۲، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

[4] حسن المقصد فی عمل المولد، مشموله الحاوی للفتاویٰ، ج:۲، ص:۲۲٥. دار الكتب العلمية، بيروت

پس اس سے ثابت ہوا کہ اس بادشاہ سلطان مظفرالدین کے وقت تمام علما وصلحاے زمانہ بلا انکار مولود شریف میں حاضر ہوتے تھے اور سب کا اتفاق ہوکر اجماع ہوگیا۔ اس اجماع کے پچاس سال بعد آپ کا امام فاکہانی پیدا ہوا۔ کیوں کہ ولادت اس کی ۶۵۴ھ میں ہوئی[1]۔ اور یہ محفل ۶۰۴ھ میں بکلی طور پر قائم ہوگئی، اس پر حکم بادشاہ صادر ہوکر تمام علما کا اتفاق ہوگیا۔ اور حضرت سلطان ابوسعید مظفر کا انتقال ۶۳۶ھ میں ہوا۔ گویا بتیس تینتیس سال تک یہ عمل مولد شریف بلانکیر اجماعاً ہوتا رہا، اس کے بعد آپ کے امام فاکہانی نے خلاف جمہور علما وحکم بادشاہ اولی الامر کے، اپنی کتاب "رد عمل المولد" تصنیف کی، جس کو تمام علما وفقہا ومحدثین نے رد کیا۔ اور بدستور یہ مولد شریف ہوتا رہا۔ اور تمام بلاد اسلامیہ میں شرقاً غرباً وشمالاً جنوباً رائج ہوگیا اور یہ موجب حکم خداوندی « "اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ" الآية »[2] کے اس کا کرنا تمام مسلمانوں پر واجب ہوگیا۔ اور یہ موجب حدیث[3] « ما رآهُ المسلمونَ حسنًا فهو عند الله حسنٌ[4] » خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منظوری میں مسلمان پر اس کا اہتمام واحتشام واجب ہوگیا۔ جس کی تعمیل ہورہی ہے اور ہمیشہ ہوتی رہے گی۔ وہابیہ جلیں بھنیں ان کی قسمت۔

(۶) حضرت ملا علی قاری وعلامہ حلبی وقسطلانی علیہم الرحمۃ لکھتے ہیں:

ثم لا زال أهلُ الاسلام في سائر الاقطار والمدن والكبار يَحتَفِلونَ في شهر مولده ويعتنون بقرابة مولده الكريم، ويظهر عليهم من بركاته كل فضل عميم.[5]

یعنی پھر ہمیشہ کرتے رہے اہل اسلام تمام اطراف واقطار میں اور بڑے بڑے شہروں میں محفلیں ماہ مولد ربیع الاول میں، اور بڑا اہتمام کرتے اور دل لگا کر پڑھتے مولد شریف کو، اور ظاہر ہوتیں ان لوگوں پر برکتیں مولود شریف کی جس سے ہر طرح کا فضل عمیم ہے۔

(۷) حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ اپنی کتاب «مورد الروي في مولد النبي» میں لکھتے ہیں: (ترجمہ عبارت عربی)

یہ بات کہ حرمین شریفین زادهما الله شرفاً و تعظیماً اور ملک مصر ملک اور اندلس اور ممالک مغربی اور ملک روم اور ملک عجم اور ملک ہندوستان وغیرہ میں کمال اہتمام واحتشام سے ہوتی ہیں مولد شریف کی محفلیں، «ومن تعظيم

---

[1] الإعلام خير الدين الزركلي، ج:۵، ص:۵٦

[2] ترجمہ: حکم مانو اللہ کا، اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ (پ:٤، النساء:٤، آیت:۵۹)

[3] ترجمہ: مسلمان جسے اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

[4] مسند امام احمد بن حنبل، حدیث نمبر: ۳٦۰۰، مسند عبد الله بن مسعود رضی الله عنه.

[5] ملخصاً، المولد الروى فى مولد النبى، ص: ٤، ۵ ، مكتبة القرآن، قاهره، مصر ● السيرة الحلبية، ج:۱، ص:۱۳۷ ● المواهب اللدنية، ج:۱، ص:۱٤۸، الاحتفال بالمولد من المقصد الأول، بركات رضا، پوربندر، ۱٤۲۱ھ/ ۲۰۰۱ء

مشائخهم وعلماءهم هٰذا المولد المعظم والمجلس المكرم أنه لاياباه احد في حضوره، رجاء ادراك نوره» *یعنی اس مجلس اور محفل (مولود شریف) کی تعظیم ان سب ملکوں کے مشائخ طریقت وعلمائے شریعت اس قدر کرتے ہیں کہ کوئی ان میں سے حاضر ہونے سے انکار نہیں کرتا اس امید پر کہ اس کے نور سے مشرف ہوں۔ بلفظہٖ*[1] (انوار ساطعہ)

⑧ امام سخاوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ثم لا زال أهل الاسلام في سائر الاقطار والمدن الكبار يعملون المولد.[2]

پھر ہمیشہ سے کرتے آئے ہیں اہل اسلام تمام اطراف میں اور بڑے بڑے شہروں میں مولود شریف کو (یعنی یہ عمل درآمد ہمیشہ سے چلا آیا ہے۔)

⑨ *سیرت حلبی میں اور ابن جزری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:*

ولا زال أهل الاسلام يحتفلون بشهر مولده عليه الصلوٰة والسلام.

یعنی حضور سرور عالم ﷺ کی پیدائش کے مہینے میں اہل اسلام ہمیشہ سے مولود شریف کی محفلیں کرتے رہے ہیں۔

⑩ *مولانا ملا علی قاری علیہ الرحمۃ اپنی کتاب* «مورد الروي في مولد النبي» ﷺ *میں فرماتے ہیں:*

وقال: اصلُ عمل المولد الشريف لم ينقل عن أحد من السلف الصالح في القرون الثلاثة الفاضلة، و إنما حدث بعدها بالمقاصد الحسنة والنيّة التي للاخلاص شاملة، ثم لا زال أهل الاسلام في سائر الأقطار والمدن العظام يحتفلون في شهر مولده صلى الله عليه وسلم.

وقال الإمام شمس الدين ابن الجزرى المقرى: والمجرب من خواصه أنه أمان تام في ذالك العام وبشرى وتعجيل بنيل ما ينبغي ويرام، قال: وأكثرهم بذالک عنايةً أهل مصر و الشام وسلطان مصر في تلك الليلة من العام أعظم مقام.

قال: ولقد حضرتُ في سنة خمس وثمانين و سبع مائة ليلة المولد عند الملك ظاهر برقوق رحمه الله بقلعة الجبل العلية، فرأيت ما هالني وسَرَّني وما ساءني، و حرّرتُ ما انفق في تلك الليلة على القراء والحاضرين من الوعاظ والمنشدين وغيرهم من الأتباع والغلمان والخدام المترددين بنحو عشرة الآف مثقال من الذهب ما بين خلع ومطعوم ومشروب و شموم و مشموع وغيرها ما يستقيم

---

[1] المورد الروى فی مولد النبي، ص: ٦، مكتبة القرآن، قاهره، مصر ● انوار ساطعه، ص: ٢١١، ناشر: طلبۂ درجۂ فضیلت، الجامعة الاشرفيه، مبارکپور، ٢٠٠٧ء

[2] المورد الروى فی مولد النبي، ص: ١٢، ١٣، مكتبة القرآن، قاهره، مصر ● سبل الهدىٰ والرشاد، يوسف صالحی، ج: ١، ص: ٣٦٢.

به الضلوع.

و قال السخاوي، قلت: ولم يزل ملوك مصر خدام الحرمين الشريفين مَنْ وفَّقهُم الله لهدم كثير من المناكر والشين و نظروا في أمر الرّعية كالوالد لولده، وشهروا أنفسهم بالعدل فاسعفهم الله بجنده و مدده. وأما ملوك الأندلس والغرب فلهم فيه ليلة تسيربها الركبان، يجتمع فيها أئمة العلماء الأعلام فمن يليهم من كل مكان، وتعلوا ما بين أهل الكفر كلمة الإيمان، وأظن أهل الرّوم لايتخلفون من ذلك، اقتفاءً بغيرهم من الملوك فيما هناك ، وبلاد الهند تزيد علىٰ غيرها بكثير، كما أعلمنيه بعض اولي النقد والتحرير.

وقلت: العجم فمن حيث دخل هٰذا الشهر المعظم والزمان المكرم لأهلها مجالِس فخام من أنواع الطعام للقراء الكرام والعلماء العظام والفقراء من الخاص والعام، وقراءات الختمات والتلاوات المتواليات ولإنشادات المتعاليات واجناس المبرات والخيرات و انواع السرور وأصناف الحبور حتٰى بعض العجائز- من غزلهن ونسجهن- يجمعن مايقمن بجمعه الأكابر والأعيان وبضيافتهن ما يقدرن عليه في ذالك الزمان. ومن تعظيم مشايخهم وعلماءهم هٰذا المولد المعظم والمجلس المكرم أنه لاياباه أحد في حضوره رجاء ادراك نوره وسروره.

وقال السخاوي: أما أهل مكة معدن الخير والبركة فيتوجهون الى المكان المتواتر بين الناس أنه محل مولده رجاءَ بلوغ كل منهم بذالك المقصد ويزيد اهتمامهم به على يوم العيد حتى قَلَّ أن يتخلف عنه أحد من صالح و طالح ومقل و سعيد ،سيما الشريف صاحب اللواء والحجاز. ولأهل المدينة كثّر هُمُ الله تعالىٰ الله به احتفال و على فعله اقبال. بلفظه.

(من البوارق اللامعة، صفحه:۱۱۵، سطر:اخیر)

خلاصہ ترجمہ۔یعنی یہ عمل مولودشریف (اس ہیئت کذائیہ ملتزمہ موقتہ سے) قرون ثلاثہ سے منقول نہیں، لیکن اس کے بعد یہ مولودشریف جاری ہوا، اوراس میں مقصد نیک اورنیت خالص للہ ہے۔پھر ہمیشہ سے یہ عمل تمام اہل اسلام کے ممالک و بلادواطراف اور بڑے بڑے شہروں میں جاری ہوگیا۔اور مولودشریف کی محفلیں ماہ مولدربیع الاول ﷺ میں ہوتی رہیں۔

امام شمس الدین ابن جزری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ مولودشریف کی محفل ایسی ہے جس میں تجربہ کیا گیا ہے کہ جس مکان میں کی جاتی ہے اس میں ایک سال تک امن وامان اور برکت رہتی ہے۔اسی طرح سے یہ محفل مولودشریف اس رات میں بڑے عظیم نشانوں کے ساتھ اہل مصراور شام اور بادشاہ مصر کرتے رہے ہیں اور کرتے ہیں۔

امام شمس الدین ابن جزری فرماتے ہیں کہ میں حاضر ہوا بادشاہ ظاہر برقوق رحمۃ اللہ علیہ کے پاس شب مولودشریف

ﷺ کو، واقع ۷۸۵ھ کوایک بلند قلعہ میں یعنی قلعہ کے اندر۔ میں نے وہاں وہ سامان دیکھے جن سے مجھے حیرت اور کمال خوشی ہوئی۔ میں نے اس کے خرچ کا جو اندازہ کیا اس رات حاضرین وقاریوں اور واعظوں اور مداحوں، نعت خوانوں وغیرہم اوران کے پیروں اور لڑکوں اور خدمت گاروں کے لیے خلعتوں اور طعاموں، شربتوں اور خوشبوؤں اور روشنی وغیرہ کے دینے میں قریب دس ہزار مثقال زر کے تقسیم کیا گیا۔

حضرت امام سخاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بادشاہانِ مصر، کہ خدام حرمین شریفین ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے بہت ناجائز باتوں اور عیبوں کے زائل کرنے کی توفیق بخشی ہے،اورانھوں نے رعیت پر وہ شفقت کی جو باپ اولاد پر کرے، اور انھوں نے عدل وانصاف میں ناموری حاصل کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے لشکر اور مدد سے قوت دی۔ اوراسی طرح بادشاہان اندلس اور مغرب کے لیے مولد شریف کی ایک ایسی رات ہے جس کا چرچا دور دور مسافر اپنے شہروں میں لے جاتے ہیں اور اس میں بڑے بڑے امام اور علماے اعیان اطراف سے آتے ہیں، اور کافروں میں اسلام کا بول بالا ہوتا ہے۔ اور اہل روم وغیرہ کوئی بھی اس کی مخالفت نہیں کرتا۔ اورانھیں میں سے ہیں بادشاہان ہندوستان، جواور بھی زیادہ کرتے ہیں۔

اور عجم کے بادشاہان میں جب یہ ماہ مبارک (ربیع الاول) چڑھتا ہے، مجالس مولد شریف کی شروع ہوجاتی ہیں اور انواع واقسام کے طعام اور کھانے قاریان کرام اور علماے عظام کو تقسیم کیے جاتے ہیں۔ اور قرأت اور ختمات اور تلاوت قرآنی پے در پے اور خوب زور سے نعت خوانی کی جاتی ہے۔ اور قسم قسم کی چیزیں پاک اور کثرت سے خیرات کی جاتی ہیں۔ اور رنگارنگ کی خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ اور اکابر علماوفضلا اور صوفیا کی ضیافتیں کی جاتی ہیں۔ اور مشائخ اور علما کی نہایت خاطر اور تعظیم کی جاتی ہے جو مولود شریف کی محفل میں حاضر ہوتے ہیں۔ اوراس حاضری میں کوئی بھی انکار نہیں کرتا۔ اوراس کے نور اور سرور کی امید رکھتے ہیں۔

یہ بھی حضرت سخاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اہل مکہ جو معدن خیر ہیں، اس مجلس مولد شریف کو آں حضرت ﷺ کے مکان مولد مبارک میں نہایت اہتمام سے یوم العید کی طرح کرتے ہیں، حتیٰ کہ ایک فرد بشر کا بھی اس سے رہ نہیں جاتا۔ خواہ صالح، نیک، دین دار ہو، خواہ طالع، گنہ گار ہو۔ خصوصاً شریف مکہ معظّمہ صاحب نشان اور والی حجاز اور مدینہ منورہ زادھما اللہ شرفاً و تعظیماً ہر دوجگہ یہ مولود شریف کی محفلیں ہوتی ہیں۔ ختم خلاصہ ترجمہ۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت سلطان ابوسعید مظفر الدین شاہِ اربل بہت بڑا بزرگ، بہادر، دلیر، عالم، عادل، محمود السیرۃ اور محب رسول اکرم ﷺ تھا۔ جس کے حکم سے مولود شریف جاری ہوئی۔ اور تمام بادشاہان مصر، اندلس، روم، شام، عرب وعجم نے اس کی اس نیک کام میں اچھی طرح پیروی کی اور تمام بڑے بڑے علما، صالحین اور مشائخ متصوفین نے بلاانکار، نہایت خوشی سے اس میں حصہ لیا۔ اوراب تک ایسا کرتے چلے آئے ہیں، اور قیامت تک خدا کے فضل اور آں حضرت ﷺ کے کرم سے کرتے جائیں گے۔ مگر افسوس! دشمنان دین متین حضرت شفیع المذنبین ﷺ اس بادشاہ پر

جھوٹے بہتان لگا کر کہتے ہیں کہ وہ فاسق وفاجر تھا۔ لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ.

چہارم: مفتی جی! جو آپ نے نتیجہ نکالا تھا اور نکالنے کی کوشش کی تھی اس میں اب بالکل ناکام اور نامراد ہیں۔ یاد رکھو «اُولِی الْاَمْرِ» کا حکم مسلمانوں کے لیے خدا اور رسول ﷺ کے حکم سے واجب الامتثال ہے، جس کا آپ انکار کرتے ہیں۔

دیکھو! بادشاہ حجاج بن یوسف ثقفی جو سخت درجہ کا ظالم تھا، اس کے حکم سے قرآن شریف میں اعراب لگائے گئے تھے۔ یہ ایک صریح بدعت ہے۔ لیکن تمام علمائے زمانہ نے اس کو بحال رکھ کر تسلیم کیا، کوئی انکار نہیں ہوا۔ اور عرب وعجم اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ قرآن شریف کی تلاوت میں نہایت آسانی ہوئی، اور صحت الفاظ قرآنی محفوظ ہوئی۔ یہ بھی «اُولِی الْاَمْرِ» کا کام تھا جس سے انکار نہیں، مگر وہابیہ کو لازم ہے کہ ان قرآن شریفوں کی تلاوت نہ کریں۔ اپنے قرآن جداگانہ بلا اعراب پتوں، ہڈیوں، ٹھیکریوں پر لکھوا کر پڑھیں۔ تاکہ بدعتی اور مشرک نہ بنیں۔

قوله: اب رہا قیام فی المولد سو اسے بھی متقدمین علما نے بدعت و بے اصل لکھا ہے۔ شرعۃ الٰہیہ میں ہے:

منها: القيام عند ذكر وضع خير الانام صلعم فانّه بدعة لا أصل له في الشرع، و دلت الاحاديث والآثار علىٰ كون القيام لتعظيم القادم مكروها فما بال هٰذا القيام الذي احدث عند حكاية القدوم في هٰذا العمل.

ترجمہ: بدعت میلاد میں سے ایک بدعت قیام کا کرنا ہے وقت ذکر ولادت نبی علیہ السلام کے، بدعت ہے، نہیں ہے اس کی کچھ اصل شرع میں، اور کیوں کر ہو سکتی ہے اس کی اصل شرع میں جب کہ احادیث و آثار دلالت کرتی ہیں کسی قادم کے لیے قیام تعظیمی کے مکروہ ہونے پر۔

سیرت شامی میں ہے:

جرت عادة كثيرة من المحبين إذا سمعوا بذكر وضعه صلى الله عليه وسلم ان يقوموا تعظيما له صلى الله عليه وسلم، وهذا القيام بدعة لااصل له.

ترجمہ: بہت سے اہل محبت کی عادت ہے کہ نبی علیہ السلام کا ذکر ولادت سن کر کھڑے ہوتے ہیں، تعظیماً۔ پس یہ قیام بدعت ہے نہیں اس کی کچھ بھی اصل۔ بلفظہ (صفحہ:۲۹، سطر:۱۸)

اقول: مفتی جی! آپ نے دو کتابوں کی عبارت قیام تعظیمی کے لا اصل ہونے پر لکھی ہیں۔ شرعۃ الٰہیہ کوئی غیر معروف کتاب وہابیہ کی معلوم ہوتی ہے، آپ نے اس کے مصنف کا نام، یا مذہب یا زمانہ تصنیف نہیں لکھا، جس سے اصلیت معلوم ہو جاتی۔ ہاں! دوسری کتاب سیرت شامی البتہ مشہور کتاب ہے۔ لیکن اس کو آپ نے سیرت شافی لکھ دیا ہے۔ شاید سہو قلم ہے، میں اس کو سیرت شامی ہی سمجھتا ہوں، گو آپ نے کسی غلط رسالہ سے شامی کو شافی لکھ دیا ہو۔ دوسری غلطی آپ نے یہ کی ہے کہ لفظ "كثير" کو "كثيرة" لکھ دیا۔ تیسری غلطی یہ ہے کہ «اصل لها» کو «اصل له»

لکھا۔ یہ باتیں نافہمی عبارت کے بہ موجب ہیں۔خیر۔

اب میں اصل اعتراض کی طرف توجہ کرتا ہوں۔آپ نے ان عبارات کو ملاکر اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مولودشریف میں قیام کرنے کی کوئی اصل نہیں، اوراحادیث وآثار ہرقسم کے قیام کو،خواہ کسی قادم کے لیے ہو،مکروہ کہہ رہے ہیں۔

مفتی جی!لا اصل لھا کے لفظ سے مراد یہ ہے کہ قیام وقت ذکرِ ولادت کی اصل حدیث سے معلوم نہیں ہوتی۔ یعنی ایسی کوئی حدیث اس میں نہیں پائی جاتی کہ جس میں حضورسرورعالم ﷺ نے فرمایا ہو کہ مولودشریف میں وقت ذکر ولادت قیام کیا جایا کرے۔اور بلفظ بدعت سے بدعت حسنہ مراد ہے جیسے آگے معلوم ہوگا۔مگر یادرہے کہ آپ کسی حدیث شریف سے قیام ذکرولادت کی ممانعت بھی دکھلانہیں سکتے۔بلکہ علماے اہل سنت وجماعت نے آیات واحادیث سے تمام اقسام کی قیام تعظیمی کواپنی اپنی تصانیف میں ثابت کیا ہے،اوراجماعِ امت بھی درج ہے۔

میں آپ کی تسکین کے لیے لفظ یاجملہ «لا اصل لھا» کے معنی اورمراد چند کتابوں سے دکھلاتا ہوں جن کوآپ بھی معتبر سمجھتے ہیں،اورنہایت مشہورامام ہیں،وہ یہ ہیں:

(۱) مجمع البحار جلد ثالث،خاتمہ صفحہ:۵۱۲،مطبوعہ نول کشور۔

صاحب مجمع البحار نے اپنے شیخ سے مسئلہ پوچھا کہ پھول یا خوشبو سونگھنے کے وقت درود شریف کا پڑھنا کیسا ہے؟توانھوں نے اس کا جواب اس طرح فرمایا:أما الصلوٰۃُ علی النبي صلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم عندَ ذالک و نحوہ فلا أصل لھا، ومعَ ذالك فلا کراھة في ذالك عندنا. الخ.یعنی درودشریف پڑھنا آں حضرت ﷺ پراس وقت میں یااس کی مثل میں،اس کی اصل نہیں ہے۔باوجوداس کے ہمارے نزدیک (اہل سنت وجماعت) اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

دیکھیے!اس میں جملہ «لا اصل لھا» کی بابت کیا بیان فرمایا،کہ باوجود «لا اصل لھا» ہونے کے،کوئی کراہت اس میں نہیں ہے۔

(۲) مسائل اربعین مصنفہ مولوی محمداسحاق صاحب بزرگ دیوبندیہ،مسئلہ چہاردہم میں اس سوال کے جواب میں، کہ نوشہ کوبطریق سلامی کچھ دینااوردلہن کومنہ دکھائی میں کچھ دینا کیسا ہے؟ جواب: درشریعت محمدی اصل ایں چیزہا یافتہ نمی شود،مگرظاہرحال ایں چیزہا کہ دادن سلامی دررونمائی است مباح باشد۔بلفظہ[1]

دیکھو!بےاصل کہہ کرپھرمباح لکھا۔مطلب یہ کہ اس میں کوئی حدیث واردنہیں۔

ترجمہ عبارت مذکورکتاب «رفاہ المسلمین ترجمہ اردواربعین» جوستائیسویں سوال کے جواب میں ہے،یوں ہے۔

---

[1] مسائل اربعین، ص:۷۷، مطبوعہ رائے بھوانی پرشاد، دھلی.

جواب: شریعت محمدی میں ان باتوں کی کچھ اصل پائی نہیں جاتی لیکن بہ حسب ظاہر مباح معلوم ہوتا ہے۔
دیکھیے! باوجود شریعت میں اصل نہ ہونے یا «لا اصل لها» ہونے کا کوئی حرج نہیں، تاہم مباح ہے۔
(۳) الدر المنظم فی حکم مولد النبی الاعظم مصنفہ حضرت شیخ المشائخ شیخ الدلائل محمد عبد الحق علیہ الرحمۃ مہاجر مکی، صفحہ: ۱۳۸، مراد ازیں قول: وَهٰذا القيام بدعة لا أصل لها بدعت حسنہ است، چناں چہ صاحب سیرۃ حلبی بہ تصریح آں پرداخت۔ ومعنی «لا اصل لها» لا نظير لها، أي: في القرون الثلثة» باشد الخ بلفظہ۔
یعنی اس قول «و هٰذا القيام بدعة لا اصل لها» سے مراد بدعت حسنہ ہے، جیسے کہ صاحب سیرۃ حلبی نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ اور معنیٰ اس «لا اصل لها» کے یہ ہیں کہ اس کی کوئی نظیر نہیں یعنی قرون ثلاثہ میں۔
لیجیے! یہ اصل حقیقت ہے آپ کے «لا اصل لها» کی۔ سارا کارخانہ آپ کا بے اصل ثابت ہو گیا۔ سارا کھیت اجڑ گیا۔
اب میں وہ دلائل پیش کرتا ہوں کہ جو عبارت آپ نے سیرت شامی کی «جرت عادة كثيرة» الخ لکھی ہے۔ اور اس عبارت میں بھی آپ نے «لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ» کی مثل کو ظاہر کیا ہے، سنیے:
پہلی دلیل: جملہ «جرت عادة» سے ایک قسم کا مستند ہونا اس عمل کی دلیل ہے جس پر یہ کلمہ وارد ہوا ہے۔ جیسے صاحب ہدایہ باب الاحرام میں فرماتے ہیں: وبذالك جرت العادة الفاشية، وهي من إحدى الحجج[۱]» یعنی اس کے ساتھ عادت جاری ہوئی ظاہرہ، اور وہ ایک دلیل ہے شرعیہ دلیلوں سے۔ یعنی اگر یہ عادت فاشیہ یعنی ظاہرہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہو تو کمال درجہ کی قوی حجت ہے، اور اگر مابعد کی عادت ہو تو بھی سند ہے۔ جیسے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن. یعنی جس بات یا چیز کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔ پس تمام مسلمانان وعلمائے کرام وصوفیائے عظام ممالک اسلامیہ وحرمین شریفین زادهما الله شرفًا و تعظيمًا اس قیام تعظیمی کو اچھا جانتے ہیں اور نیک واچھا جان کر عمل کرتے ہیں۔ اگر چند شخص دیونجدیہ یا دیوبندیہ انکار کریں تو کریں۔
دوسری دلیل: شامی علیہ الرحمہ نے جو عادت کثیر اہل اسلام کی اس عمل پر فرمائی ہے، وہ بھی ایک دلیل ہے اس عمل قیام کے سند ہونے پر۔ جیسے شامی علیہ الرحمہ محشی وشارح درمختار فرماتے ہیں: والا عتماد على ما عليه الجَمُّ الكثير[۲] یعنی یقین یا بھروسہ اس پر ہوتا ہے جس پر جماعت کثیر ہوتی ہے۔ اسی کے مطابق یہ حدیث شریف ہے: اتبعوا السّواد الاعظم. الحديث.[۳] یعنی بڑی جماعت مسلمانوں کی پیروی کرو۔ پس سواد اعظم اور جماعت کثیر اس قیام تعظیمی

---

[۱] هدايه، ج:۱، ص:۱۷٤، كتاب الحج، باب الاحرام، فصل فى جزاء الصيد، مجلس البركات، مبارك پور، ۱٤۲۲ھ
[۲] رد المحتار، ج:۲، ص:٤۰۳، مطلب فى مقدار الفطرة، بالمد الشامي دار الفكر، بيروت، لبنان.
[۳] المقاصد الحسنة، ج:۱، ص:۲۸۳، دار الكتاب العربى، بيروت، لبنان ● كنز العمال، فصل فى صفات المنافقين، الباب الثانى فى الاعتصام بالكتاب والسنة، حديث: ۱۰۳۰

مولود شریف پر متفقاً عامل ہے۔

تیسری دلیل: وہ کثیر جماعت (جس کا عمل قیام تعظیم وقت ذکر ولادت آں حضرت ﷺ پر ہے) محب حضرت سید المرسلین ﷺ ہے، جن کی یہ عادت جاری ہوگئی ہے کہ جب مولود شریف میں ذکر ولادت شریف آں حضرت ﷺ سنتے ہیں فوراً نہایت ذوق وشوق ومحبت مافوق سے تعظیم کے لیے قیام کرتے ہیں۔ اور احادیث شریفہ صحیحہ قطعیہ سے ظاہر ہے کہ اہل ایمان اور کامل الایمان وہ محبین لوگ ہیں جن کو حضرت رسول کریم حبیب رب العالمین ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہے۔ جیسے فرمایا سرور عالم ﷺ نے «لا يؤمن أحَدُكم حتى اكونَ أحبَّ إليه مِن والدِهِ ووَلده والنَّاسِ اجمعين»[1] متفق علیہ۔ یعنی کوئی بھی شخص مومن نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اپنے ماں باپ اور بیٹے اور تمام جہاں کے لوگوں سے زیادہ محبت آں حضرت ﷺ سے نہ کرے گا۔ ایک دوسری حدیث میں «من نفسه وماله»[2] کا لفظ بھی آیا۔ جب تک اپنی جان سے بھی زیادہ آں حضرت ﷺ کو محبوب نہ بنالے گا تب تک مومن اور مسلمان ہی نہیں۔ پس یہ عمل قیام مولد شریف محبین کثیر جماعت کی کامل دلیل اور حجت ہے۔

چوتھی دلیل: یہ ہے کہ شامی علیہ الرحمہ نے اس قیام کی وجہ صرف خاص تعظیم حضرت رسول کریم ﷺ علیہ وآلہ وسلم کی لکھی ہے، جو سب مسلمانوں کو شرع میں مطلوب اور محبوب اور ضروری ہے۔ جس کی بابت خود اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم ناطق ہے «وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ»[3] اس سے قیام تعظیمی کی اصل بھی ثابت ہوگئی۔ نیز یہ ثابت ہوگیا کہ شامی علیہ الرحمہ کے «لا اصل لها» کہنے سے یہ مراد نہیں کہ اس قیام کے مستحسن ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ اس پر جمہور علما اور صلحاے امت کا اجماع ہے جو خاص حجت اور دلیل شرعی ہے۔

پانچویں دلیل: یہ ہے کہ دراصل جو عبارت سیرت شامی کی نقل کی جاتی ہے وہ امام علی بن برہان الدین حلبی کی کتاب «انسان العيون في سيرة الأمين المامون» کے صفحہ ۹۰ میں درج ہے۔ اس میں لفظ «لا اصل لها» کی شرح اس طرح پر کردی گئی ہے «جرت عادة كثير من الناس إذا سمعو بذكروضعه صلى الله عليه وسلم ان يقوموا تعظيما له صلى الله عليه وسلم وهٰذا القيام بدعة، لا أصل لها، أي: لكن هي بدعة حسنة؛ لأنه ليس كل بدعة مذمومة، و قد قال سيدنا عمر رضي الله عنه في اجتماع الناس لصلوٰة التراويح: نعمت البدعة هٰذه. الخ» بلفظه. (الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم صفحہ:۱۳۶)

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الايمان، باب حب الرسول صلى الله عليه وسلم، حديث: ١٥

[2] مسند احمد بن حنبل، حديث جد زهره بن معبد، حديث: ١٩٤٧٥ • سنن النسائى، كتاب الايمان و شرائعه، باب علامة الايمان، حديث: ٥٠٣١

[3] ترجمہ: اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔ (کنز الایمان) پارہ:٢٦، الفتح:٤٨، آیت:٨

اکثر لوگوں کی یہ عادت ہے کہ جس وقت آں حضرت ﷺ کے پیدا ہونے کا ذکر (مولد شریف میں) سنتے ہیں تو حضور ﷺ کی تعظیم کے لیے قیام کرتے ہیں۔ اور یہ قیام بدعت ہے، اس کے واسطے اصل نہیں، یعنی لیکن یہ بدعت حسنہ ہے، کیوں کہ ہر بدعت مذموم نہیں ہوتی، کیوں کہ فرمایا ہمارے سردار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز تراویح کے لیے لوگوں کے جمع ہونے کو، کہ یہ کیا اچھی بدعت ہے۔

لیجیے! آپ کے اعتراضات کلمہ «لا أصل لها» کے جوابات، کافی سے زیادہ ہوگئے ہیں۔ باقی اثبات مولود شریف اور قیام تعظیمی کا قرآن شریف واحادیث سے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین وتبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے لے کر اس وقت تک (۱۳۳۷ھ) لکھا جائے گا (جب کہ آپ کے باقی اعتراضات کا جواب ختم ہوگا) انتظار کریں۔

قوله: فتاویٰ تحفۃ القضاۃ میں ہے:

يقومون عند ذكر مولده صلى الله عليه وسلم ويزعمون ان روحه صلعم يجئ و حاضر، فزعمهم باطل،بل هذا الاعتقاد شرك، و قد منع الأئمة عن مثل هذا.

ترجمہ: نبی علیہ السلام کی ولادت کے تذکرہ کے وقت کھڑے ہوتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ روح آپ کی آتی ہے اور حاضر ہے، یہ زعم ان کا باطل ہے، بلکہ یہ اعتقاد شرک ہے۔ اور منع کیا ہے اماموں نے ایسا فعل کرنے اور اعتقاد رکھنے سے۔ بلفظہٖ (صفحہ: ۳۰، سطر: ۴)

اقول: مفتی جی! آپ نے حضور سرور عالم ﷺ کے نام کے بعد لفظ صلعم اختصار درود شریف کیا، جو سخت خلاف شریعت اور بدبختی کی علامت ہے۔ دوسرا: آں حضرت ﷺ کے بجائے نبی علیہ السلام لکھتے ہیں۔ افسوس! آپ کو آں حضرت ﷺ کی کچھ بھی قدر اور وقعت نہیں۔ پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ آپ قرآن شریف اور حدیث شریف کی پرواہ نہیں کرتے۔ خیر۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى.[1]

پہلے میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ "تحفۃ القضاۃ" کس بزرگ عالم کی تصنیف ہے؟ اور وہ کس زمانہ میں ہوئے؟ کس مذہب کے تھے؟ میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ ایسی غیر معروف کتابوں کو پیش کرنا قابل سند نہیں۔ جیسے کہ آپ کے جد فاسد کی تحریر سے ایسی کتابوں کا نامعتبر ہونا دکھلا چکا ہوں۔ ممکن ہے کہ کسی نے فرضی عبارت لکھ کر اپنے رسالہ میں اس کتاب کا حوالہ دیا جو نہ وہ کتاب ہو اور نہ ملے۔ اچھا اتنا فرمائیے کہ کس مطبع میں طبع ہوئی ہے یا قلمی نسخہ آپ کے پاس ہے؟ اگر قلمی ہے تو اس کے مصنف کا نام درج ہوگا۔ کیوں آپ نے اس کو نہیں لکھا۔ یہ کہیے کہ روح مبارک آں حضرت ﷺ کسی محفل میں تشریف فرما ہو تو شرک کس طرح ہو جائے گا، اور تشریف آوری کے لیے کون سے امور موانع ہیں؟ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کتاب وہابی المذہب ہے، اسی سبب سے اس کا نام نہیں لکھا۔ اور جو اس میں یہ لکھا ہے کہ اماموں نے منع کیا ہے وہ کون سے

[1] ترجمہ: اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ (کنز الایمان) پارہ: ۱۵، الاسراء: ۱۷، آیت: ۱۵

امام ہیں؟ یا وہابیوں کی مسجدوں کے امام ہیں؟ منہ سے کہہ دینا یا رسالہ میں لکھ دینا اور بات ہے، اور ثابت کرنا اور بات۔

ہم لوگ آں حضرت ﷺ کو حیات النبی سمجھتے ہیں، اور جہاں وہ چاہتے ہیں تشریف فرما ہوتے ہیں، بلکہ جہاں جہاں ذکرِ مبارک ہوتا ہے، چاہیں تو تشریف فرمایا کرتے ہیں، بالخصوص مولود شریف میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔ مسلمانانِ اہلِ سنت و جماعت کا یہی عقیدہ ہے۔ البتہ آپ لوگ اس عقیدہ کو شرک جانتے ہیں۔ زہے نصیب ان لوگوں کے، جو محافلِ موالید قائم کرتے ہیں۔ اب سنیے! حضور سرورِ کائنات ﷺ کا مولود شریف میں تشریف فرما ہونا اس طرح پر ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ.[۱] (التوبۃ)

یعنی شتاب ہے کہ تمہارے اعمال کو دیکھے گا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول۔ یعنی تمام لوگوں کے اعمال جیسے اللہ تعالیٰ دیکھے گا، ایسے ہی رسولِ خدا ﷺ بھی دیکھیں گے۔

(۲) انباہ الأذكياء في حيات الأنبياء شیخ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ، ص: ۷:

النظر في أعمال أمته والاستغفارلهم من السّيئات والدعابكشف البلاء عنهم والتردد في أقطار الأرض بحلول البركة فيها و حضور جنازة من مات من صالحي أمته، فانَّ هذه الأمور من اشغاله، كما وردت بذٰلك الاحاديث والآثار.بلفظه

یعنی یہ بات احادیث اور آثار سے ثابت ہے کہ آپ نظر فرماتے ہیں اعمالِ امت میں، ان کے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور دفعِ بلا کے لیے دعا فرماتے ہیں اور حدودِ زمین میں پھرتے ہیں، برکت دیتے ہیں اور جب امت کا کوئی نیک آدمی مرجاتا ہے تو اس کے جنازہ پر تشریف لاتے ہیں۔ اور آپ کے اشغال ہیں عالمِ برزخ میں، اسی طرح احادیث و آثار میں وارد ہے۔

(۳) تفسیر روح البیان میں سورہ تبارک الذی کے آخر پر ہے:

قال الإمام الغزالي رحمه الله تعالیٰ: والرَّسولُ عليه الصلوٰةُ والسَّلامُ له الخيار في طوافِ العوالم مع أرواح الصحابة رضي الله عنهم، لقدراٰه كثير من الأولياء.[۲]

یعنی رسولِ خدا ﷺ کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ تمام عالم زمین و آسمانوں میں مع ارواحِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور اولیا علیہم الرحمۃ سیر کرتے پھرتے ہیں، بہت سے اولیاے کرام نے حضور کو بیداری میں دیکھا ہے۔

(۴) درثمین حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی حدیث سترہویں:

---

[۱] ترجمہ: اور اب اللہ اور رسول تمھارے کام دیکھیں گے۔ (کنز الایمان) پارہ: ۱۰، التوبۃ: ۹، آیت: ۹٤

[۲] تفسیر روح البیان، ج: ۱۰، ص: ۷٦

ترجمہ: یعنی خبر دی مجھ کو میرے والد سردار نے اور کہا انھوں نے، خبر دی مجھ کو میرے پیر سید عبداللہ قاری نے، کہ کہا سید عبداللہ نے کہ میں نے قرآن حفظ کیا ایک قاری زاہد سے، جو جنگل میں رہتے تھے۔ ایک بار ہم قرآن پڑھ رہے تھے، اتنے میں عرب کے آدمی آئے، ان کا سردار آگے تھا، اس نے قاری کا پڑھنا سن کر کہا، اللہ تعالیٰ برکت کرے، تو نے قرآن کا حق ادا کیا۔ پھر وہ چلے گئے، اور ایک آدمی دوسرا انھیں عرب والوں کی وضع کا آیا، اور کہنے لگا کہ کل رات کو حضرت نبی ﷺ نے خبر دی تھی کہ ہم فلاں جنگل میں وہاں کے قاری کا قرآن سننے جائیں گے۔ جب اس آدمی نے یہ بات سنائی ہم نے جان لیا کہ وہ سردار جو آئے تھے، وہ نبی ﷺ تھے، اور میں نے اپنی آنکھوں سے آپ کو دیکھا۔[1]

(۵) فیوض الحرمین، حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ محدث دہلوی کا ترجمہ:

فرماتے ہیں: دیکھا میں نے حضرت ﷺ کو اکثر کاموں میں سامنے اپنے، یعنی آپ کی اصل صورت سامنے میرے ہوئی بار بار، تو جان لیا میں نے کہ آپ کی روح کو طاقت ہے بہ شکل بدن مبارک کے بن جاتی ہے۔ اور یہ وہی بات ہے کہ جس کی طرف حضرت نے اشارہ فرمایا ہے، یعنی حدیث میں کہ پیغمبر نہیں مرتے ہیں، بے شک وہ نماز پڑھتے ہیں قبروں میں اور حج کرتے ہیں اور وہ بے شک زندہ ہیں، فقط۔

(۶) مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، مکتوب ہشتادودوم ودویست، جلد اول:

[2] امروز در حلقۂ بامدادی بینم کہ حضرت الیاس و حضرت خضر علیٰ نبینا و علیهم الصلوٰة والسلام بہ صورت روحانیاں حاضر شدند، و بہ تلقی روحانی حضرت خضر فرمودند کہ ما از عالمِ ارواحیم، حضرت سبحانہ تعالیٰ ارواح ما را قدرت کاملہ عطا فرمودہ است کہ بہ صورت اجسام متمثل شدہ، کارہائے کہ از اجسام بوقوع می آید، از اں ارواح ما صدور می یابد۔ بلفظہ

(۷) ایضاً، مکتوب نمبر دوصد و بست، جلد اول:

[3] دریں اثنا عنایت خداوندی جلّ شانہٗ در رسید، و حقیقت معاملہ را کما ینبغی وانمود، و روحانیت حضرت رسالت خاتمیت علیه و علیٰ آله الصلوٰة والسلام کہ رحمت عالمیان ست دریں وقت حضور ارزانی فرمود و تسلی خاطر حزیں نمود۔ بلفظہ

(۸) مواہب اللدنیہ، ص: ۳۶۵، مقصد عاشر کا ترجمہ عبارت عربی کا:

---

[1] در ثمین في مبشرات النبي الأمين، ص: ۳۷، حدیث: ۱۷، کتب خانه علو یه رضو یه، لائل پور، ۱۳۸۶ھ

[2] ترجمہ: آج صبح کے حلقہ میں میں دیکھتا ہوں کہ حضرت الیاس و حضرت خضر علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام روحانیوں کی صورت میں حاضر ہوئے، اور روحانی ملاقات سے حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم عالمِ ارواح سے ہیں، اللہ جل شانہ نے ہماری روحوں کو ایسی قدرتِ کاملہ عطا فرمائی ہے کہ اجسام کی صورت کے مثل ہو کر، جو کام کہ جسموں سے واقع ہوں، وہ ہماری روحوں سے صادر ہوتے ہیں۔

[3] ترجمہ: اسی اثنا میں خداے تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوئی اور معاملہ کی حقیقت کما حقہ ظاہر فرمادی، اور حضرت خاتم المرسلین علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام، جو سارے عالم کے لیے رحمت ہیں، کی روح مبارک نے اس وقت حضور فرمایا اور غم ناک دل کی تسلی فرمائی۔

اور کچھ شک نہیں ہے اس میں کہ حال حضرت ﷺ کا عالمِ برزخ میں فرشتوں سے بڑھ کر ہے۔ یہ حضرت ملک الموت علیہ السلام قبض کرتے ہیں لاکھ روحیں یا زیادہ ایک ہی وقت میں، اور نہیں روکتا ان کو ایک روح کا قبض کرنا دوسری روح کے قبض کرنے سے، اور وہ باوجود اس مشغولی کے متوجہ ہیں عبادتِ الٰہی میں، تسبیح اور تقدیس کر رہے ہیں، پس ہمارے نبی ﷺ زندہ ہیں، قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں اپنے پروردگار کی، اور سامنے ہیں اس کے، ہمیشہ رہتے ہیں قربت میں، مزہ لیتے ہیں سننے خطاب الٰہی کا۔[1]

اور یہی حال تھا آپ کا دنیا میں، ڈالتے تھے امت پر روشنیاں وحیِ الٰہی کی جو کچھ ڈالتا تھا اللہ تعالیٰ اُن پر اور نہیں روکتی تھی ان کو امت کی فیض بخشی اور خبر گیری اللہ تعالیٰ کی مشغولی ہے۔[2]

(۹) انباہ الأذکیاء فی حیات الأنبیاء حضرت جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ، ص: ۳۔

ترجمہ: ہمارے نبی ﷺ زندہ ہیں اور خوش ہوتے ہیں امت کی عبادات سے اور غمگین ہوتے ہیں نافرمانیوں سے۔ انبیا کا مرجانا صرف اتنا ہے کہ ہماری نظر سے چھپ گئے۔ اور واقع میں زندہ ہیں اور موجود ہیں مثل فرشتوں کے، کہ وہ موجود ہیں اور نظر نہیں آتے، مگر جس ولی اللہ کو بطور کرامت خداوند کریم دکھلا دے وہ دیکھ لیتے ہیں۔ اھ

(۱۰) دلائل الخیرات فضائل درود شریف میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آں حضرت ﷺ سے سوال کیا کہ جو لوگ حضور سے دور اور نظر سے غائب ہیں، یا آپ کے زمانہ کے بعد پیدا ہوں گے، ان کے درود شریف کا کیا حال ہے، وہ کس طرح آپ کو معلوم ہوگا؟ آں حضرت ﷺ نے فرمایا:

اسمعُ صلوٰۃ أھل محبتی و أعرفُھم، وتُعرَضُ عليّ صلوٰۃُ غیرِھم عَرضاً۔[3]

یعنی میں سنتا ہوں درود اپنے اہل محبت کا اور پہچانتا ہوں ان کو، اور پیش کیے جاتے ہیں درود دوسرے لوگوں کے فرشتوں کے ذریعہ سے۔

یہ ظاہر اور صاف ہے کہ مولود شریف اور قیام کی حالت میں کثرت سے درود شریف پڑھا جاتا ہے، اور یہ بھی کہ مولود شریف میں حاضر ہونے والے اکثر اہل محبت ہی ہوتے ہیں، ان کے درود شریف کو حضور سرورِ عالم ﷺ خود سنتے ہیں، اور نام بنام ان کو پہچانتے ہیں، اور یہ بھی کہ فلاں موقع یا موضع یا قصبہ یا شہر یا مسجد یا گھر میں مولود شریف ہو رہا ہے۔ اب یہاں پر تشریف فرما ہونا اُن کا، آپ کی نظر میں مشکل معلوم ہو رہا ہے، اور یہ ضرور ہے کہ منکرین کو ہی روحِ مبارک یا

---

[1] المواھب اللدنیة، ج:٤، ص:٥٨٦، مقصد عاشر، فصل ثانی (بیان ردہ صلی اللہ علیہ وسلم السلام)۔ برکات رضا، پور بندر، ۲۰۰۱ء/ ١٤٢١ھ

[2] شرح الزرقانی علی المواھب، ج:١٢، ص:٢٠٦، مقصد عاشر، فصل ثانی، برکات رضا، پوربندر، ١٤٢٥ھ/ ٢٠٠٤ء

[3] دلائل الخیرات، فصل فی فضل الصلوٰۃ، ص:٢٥، مطبع نظامی، کان پور، ١٢٩٠ھ

جسم اطہر نظر نہیں آتا اور آنا بھی نہیں چاہیے۔ لیکن جو لوگ اہلِ محبت اور اہلِ کشف ہیں وہ برابر زیارت کرتے ہیں۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ ہر انسان کی نظر بھی یکساں نہیں ہوتی، اور خاص کر آں حضرت ﷺ کو اِن آنکھوں سے دیکھنا، جو فرشتوں کے جسم سے بھی الطف ہے، محال اور واقعی محال ہے۔ لیکن جن بزرگوں کی آنکھیں دیکھنے کے قابل ہیں، وہ بخوبی زیارت کرتے ہیں، وہ خوش نصیب ہیں، جب دیکھتے ہیں ان میں تاب ہی نہیں رہتی کہ وہ دیکھ کر بیٹھے رہیں، فوراً تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں، اگرچہ ایسے بزرگ دنیا میں موجود ہیں جن کو یہ رتبہ حاصل ہے، لیکن اس جگہ ایک تذکرہ حضرت پیرانِ پیر، دستگیر شیخ وسید محی الدین عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کا درج کرتا ہوں، تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ دیکھنے والے اس پاک ذات ﷺ کو کس طرح دیکھتے ہیں۔ بہت کتابوں میں اس تذکرہ کو لکھا ہے۔ لیکن صرف دو کتب معتبرات سے یہاں درج کرتا ہوں، و هو هذا:

(۱۱) مناہج النبوت ترجمہ اردو مدارج النبوت، حضرت شیخ عبدالحق علیہ الرحمہ، جلد اول، ص: ۲۷۵۰، سطر: ۱۱۔

بہجۃ الاسرار میں، جو تصنیف ابوالحسن علی بن یوسف شافعی کی ہے، کہ درمیان اس کے اور حضرت غوث الاعظم کے دو واسطے ہیں۔ شیخ ابوالعباس احمد بن شیخ عبداللہ ازہری حسینی سے لاتے ہیں، کہ کہا یعنی شیخ ابوالعباس نے، کہ حاضر ہوا میں مجلس میں شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کی، اور تھے مجلس میں مانند دس ہزار مرد کے، اور بیٹھا ہوا تھا علی بن ہیتی، پس پکڑا اسے نیند کی پینک نے، پس کہا لوگوں کو خاموش ہو، پس چپ ہوئے یہاں تک کہ سنی نہیں جاتی تھی ان سے مگر سانس ان کی۔ پس نیچے اترے حضرت شیخ کرسی سے اور کھڑے ہوئے شیخ علی ہیتی کے دونوں ہاتھوں کے سامنے اور گھور کر نظر کرنے لگے اس میں، بعد اس کے جاگا شیخ علی اور کہا حضرت شیخ نے: کیا تو نے رسولِ خدا کو دیکھا خواب میں؟ کہا: ہاں دیکھا۔ کہا اسی واسطے ادب کیا میں نے، اور فرمایا کس چیز پر وصیت کی تجھے حضرت رسول نے؟ کہا وصیت کی اوپر تمہاری ملازمت کے۔ کہا شیخ علی نے لوگوں سے، کہ جو کچھ دیکھا میں نے خواب میں اُسے شیخ نے بیداری میں دیکھا، اور روایت کی گئی ہے کہ اُس روز سات کس اہلِ مجلس فوت ہوئے۔ بلفظہ

(۱۲) تحفہ قادریہ حضرت شیخ شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۱۰۲۴ھ، ص: ۸۴، ۸۵ سطر: ۱۱۔

[۱] ایضاً نقل است از شیخ ابوسعید قیلولی رحمۃ اللہ علیہ، گفت در مجلس حضرت شیخ محی الدین ابومحمد عبدالقادر رضی اللہ عنہ بارہا پیغمبر ﷺ و پیغمبرانِ دیگر را بمشاہدہ می دیدم۔ الخ۔ بلفظہ (ص: ۸۴، سطر: ۵)

دیکھیے! حضرت پیرانِ پیر علیہ الرحمہ نے آں حضرت ﷺ کو اپنی بیداری میں دیکھا، ظاہری آنکھوں سے مجلس میں تشریف فرما، مدینہ منورہ سے بغداد شریف میں زیارت کی اور دیکھتے ہی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔

اس سے آں حضرت ﷺ کا تشریف فرما ہونا اور تعظیم کے لیے کھڑے ہو جانا بھی ثابت ہو گیا۔ ہم لوگ ان اہلِ

---

[۱] ترجمہ: حضرت شیخ ابوسعید قیلولی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، انھوں نے کہا کہ بارہا میں حضرت غوث اعظم شیخ محی الدین ابومحمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے پیغمبروں کو دیکھتا تھا۔

کشف کی پیروی کرتے ہیں، گوہمیں حضور ﷺ نظر نہ آویں۔

(۱۳) الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم، شیخ محمد عبدالحق علیہ الرحمہ، مہاجر مکی، ص: ۱۴۰، سطر: ۱۸۔

و كتب مولينا محمد بن يحيىٰ مفتي حنابله في مكة المشرفة: نعم! يجبُ القيامُ عندَ ذكرِ ولادتهِ صلى اللهُ عليه وسلَّمَ لِـمَا اسْتَحْسنه العلماءُ الأعلامُ و قُدوةُ الدينِ والاسلام، فذكرُوا عندَ ذكرِ ولادته صلى الله عليه وسلم يحضُرُ روحانيته صلى الله عليه وسلم، فعند ذٰلك يجب التعظيم والقيام. والله سبحانه و تعالىٰ اعلم. بلفظه

یعنی البتہ ہاں! قیام کرنا وقت ذکرِ ولادت ﷺ کے واجب ہے۔ کیوں کہ علماے اعلام وقدوۃ الدین والاسلام نے اس کو مستحسن کہا ہے، اورانھوں نے ذکر کیا ہے کہ آپ کی ولادت کے ذکر کے وقت (مولودشریف میں) آپ کی مقدس روح حاضر ہوتی ہے، تو اس وقت تعظیم کے لیے قیام کرنا واجب ہے۔

دیکھیے! یہاں قیامِ تعظیمی واجب ہے، اور مولودشریف میں حاضر ہونا آں حضرت ﷺ کا صاف صاف ثابت ہے، یہی عمل اہلِ سنت و جماعت کا ہے۔

(۱۴) شرح شفا جلد ثانی حضرت ملاعلی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری:

(فصل في المواطن التي يستحب فيها الصلوٰة والسلام على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم) (قال) أي ابن دينار: و هو من كبار التابعين المكيين و فقهائهم: (إن لم يكن في البيت احد فقُل: السّلام على النبي و رحمة الله و بركاته) أي: لانَّ روحَه عليه السلام حاضر في بيوت أهل الاسلام. الخ.[1] (الدر المنظم، ص:۱٤۱، سطر:۱)

یعنی کتاب شرح شفا میں، جو علامہ ملاعلی قاری کی شرح ہے، کہا ابن دینار نے جو کبار تابعین مکہ اور فقہا میں سے تھے، کہ اگر (کوئی شخص کسی کو ملنے کے واسطے جائے اور اس) گھر میں کوئی موجود نہ ہو تو یوں کہنا چاہیے: السّلام على النبي و رحمة الله و بركاته۔ کیوں کہ آں حضرت ﷺ کی روحِ پاک ہر اہلِ اسلام کے گھر میں حاضر اور موجود ہوتی ہے۔

لیجیے! یہ دلائل آں حضرت ﷺ کی تشریف آوری اور قیامِ تعظیمی کے لیے کافی ہیں، لیکن ایک دو اور بھی لکھ دیتا ہوں۔

(۱۵) مدارج النبوت، جلد دوم، حیات الانبیا:

[2] بعد از اثبات حیات حقیقی حسی دنیاوی، اگر بعد ازاں گویند کہ حق تعالیٰ جسد شریف را حالتے وقدرتے بخشیدہ

---

[1] شرح الشفا لملا علی القاری، ج:۲، ص:۱۱٦، ۱۱۷، دائرۃ المعارف العثمانية، حيدر آباد، ۱۳۱٦ھ

[2] ترجمہ: حسی، حقیقی اور دنیاوی زندگی ثابت کر کے، اس کے بعد یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے جسم شریف کو یہ حالت وقوت بخشی ہے کہ جس مکان میں تشریف لے جانا چاہیں، لے جاسکتے ہیں، خواہ بعینہٖ ہو یا صورتِ مثالی سے، آسمان پر ہو یا زمین پر، قبر میں ہو یا کہیں اور بھی، قبر سے خاص نسبت ثابت ہونے کے باوجود، آپ کی ذات تمام حال میں ایک صورت رکھتی ہے۔

است کہ در ہر مکانیکہ خواہد تشریف بخشد، خواہ بعینہ یا بہ مثال، خواہ بر آسمان یا بر زمین، خواہ در قبر شریف یا غیر وے نیز صورتے دارد با وجود ثبوت نسبت خاص بہ قبر در ہمہ حال[1] ۔اھ بلفظہ۔

(۱۶) شرح الصدور، امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ:

وأما مشاهدةُ حضوره صلی اللہ علیه وسلم فقد أخبرني الثّقَاتُ من أهلِ الصَّلاح أنّهم شاهدوهُ صلَّى اللّٰهُ عليهِ وسلَّم مِراراً قراءةَ المولد الشريف و عند ختم القرآن. بلفظه

یعنی حضرت ﷺ کی حضوری یا حاضری کا مشاہدہ، پس بے شک خبر دی مجھے ثقہ صلاح لوگوں نے، کہ مولود شریف کے پڑھنے اور ختم قرآن شریف کے وقت بار ہا حضرت ﷺ کو دیکھا ہے اور زیارت کی ہے۔ (منکرین کو خدا ہدایت کرے)۔

اب ایک خلجان باقی رہ گیا ہے جو منکرین کو پیدا ہوا کرتا ہے، وہ یہ کہ آں حضرت ﷺ کو ایسے مواقعات کی خبر کس طرح ہوتی ہوگی؟ جب کہ وہ ایک ہیں، اور ایک روح ان کی، ہزاروں لاکھوں جگہ دنیا میں جہاں جہاں محافل موالید ہوتی ہیں، سب جگہ کس طرح حاضر ہوتی ہے؟ اس کے پہلے اگر چہ آچکا ہے کہ آسمان و زمین میں جہاں چاہیں، تشریف لے جائیں۔ اور حضرت ملک الموت کی قدرت و طاقت سے بھی ان کی طاقت و قدرت زیادہ ہے۔ تمام مخلوق ان کے سامنے ہے۔ یہ بات تو ادنیٰ ادنیٰ خادمانِ حضور ﷺ کو بھی حاصل ہے کہ وہ ایک آن میں ہزاروں لاکھوں جگہ پر حاضر ہو سکتے ہیں، اور ہوتے ہیں، کیوں کہ نفس ناطقہ کا ابدان مثالیہ میں چند مکانات میں ظاہر ہونا، اور لطائف کا متجسد ہو کر ظاہر ہونا مسلم الثبوت ہے۔ دیکھیے! حضرت عارف ربانی امام و مجدد الف ثانی، آپ کے امام الطائفہ کے پیرانِ پیر، اپنے مکتوبات میں اس طرح فرماتے ہیں: رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۷) مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، جلد ثانی، مکتوب نمبر: پنجاہ و ہشتم (۵۸)

[2] ہر گاہ جنیان را بہ تقدیر اللہ سبحانہ ایں قدرت بود کہ متشکل بأشکال گشتہ اعمال غریبہ بوقوع آرند، ارواح کُمَّل را اگر ایں قدرت عطا فرمایند چہ محل تعجب است، و چہ احتیاج بدنِ دیگر۔ ازیں قبیل است آں چہ از بعضے اولیاء اللہ نقل می کنند کہ در یک آن در امکنہ متعددہ حاضر می گردند و افعال متبائنہ بوقوع می آرند۔ ایں جا نیز لطائف ایشاں متجسد باجساد

---

[1] مدارج النبوۃ، ج:۲، ص: ۴۵۰، قسم چھارم، باب سوم، وصل در بیان حیات انبیا صلوات اللہ علیہم اجمعین، برکات رضا، پور بندر، گجرات

[2] ترجمہ: جب جنوں کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ طاقت دی ہے کہ وہ مختلف شکلیں اختیار کر کے عجیب و غریب اعمال کا ارتکاب کرتے ہیں، تو اگر کاملین کی ارواح کو بھی اللہ تعالیٰ یہ طاقت عطا فرما دے تو تعجب کا کیا مقام ہے؟ اور دوسرے بدن کی کیا حاجت ہے؟ اسی قسم کے وہ واقعات ہیں جو بعض اولیاء اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک ہی وقت میں وہ متعدد مقامات پر حاضر ہوتے ہیں اور ان سے مختلف افعال واقع ہوتے ہیں، اس جگہ بھی ان کے لطائف مختلف اجسام اور مختلف اشکال اختیار کرتے ہیں۔ اور یہ شکل اختیار کرنا کبھی عالَمِ شہادت میں ہوتا ہے اور کبھی عالَمِ مثال میں۔ چناں چہ ایک ہی رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہزاروں لوگ مختلف صورتوں میں خواب میں دیکھتے ہیں اور ان سے استفادہ کرتے ہیں، یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات و لطائف کی مختلف مثالی صورتوں کی شکل اختیار کرنا ہے۔ اسی طرح مریدین اپنے پیروں کی مثالی صورتوں سے استفادہ کرتے ہیں اور اپنی مشکلات حل کرتے ہیں۔

مختلفہ اند ومتشکل بہ اشکال متبائنہ می شوند............واین تشکل گاہ در عالم شہادت بود وگاہ در عالم مثال، چناں چہ در یک شب ہزار کس آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام را بصور مختلفہ در خواب می بینند واستفادہا می نمایند، ایں ہمہ تشکل صفات و لطائف اوست علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام بصورت ہائے مثالی۔ وہم چنیں مریدان از صور مثالی پیران استفادہا می نمایند وحل مشکلات می فرمایند۔ بلفظہ

(۱۸) مکتوبات ایضاً، مکتوب نمبر دوصد وشانزدہم (۲۱۶)، جلد اول:

[1] اولیائے کہ صاحب علم وکشف اند جائز ہست کہ بربعضے از خوارق خود اطلاع پیدا نہ کنند، بلکہ صور مثالیہ ایشاں را در امکنہ متعددہ ظاہر سازند ودر مسافات بعیدہ کارہائے عجیبہ وغریبہ ازاں صور بہ ظہور آرند کہ صاحبِ آں صوررا از انہا اصلاً اطلاعے نیست۔ الخ۔ بلفظہ

دیکھیے! ان مکتوبات میں حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کیا فرما رہے ہیں، پیر صاحبان کی روحیں اپنے مریدوں کے پاس تشریف لاتی ہیں، اور اپنے مریدوں کی حل مشکلات فرماتی ہیں۔ اور آپ کے نزدیک آں حضرت ﷺ کا تشریف فرما ہونا اور حل مشکلات اپنی امت کا کرنا محال ہے۔ افسوس ایسی سمجھ اور وہابیت پر۔

اب میں زیادہ طوالت دینا نہیں چاہتا، اگر تمام بزرگ اولیائے کرام علیہم الرحمۃ کے اقوال وافعال درج کروں، ایک دوسری کتاب بھی کفایت نہ کرے۔ لیکن صرف ایک بات کی دستاویز آپ کے امام الطائفہ مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب صراطِ مستقیم سے دکھلاتا ہوں، تاکہ آپ کو کیفیت پوری حاضری بزرگان کی معلوم ہوجائے، وہ لکھتے ہیں کہ ہمارے مرشد ارشد سید احمد صاحب علیہ الرحمہ کو مرید بنانے اور اپنے حلقہ طریقت میں داخل کرنے کی آرزو میں حضرت پیرانِ پیر شیخ محی الدین جیلانی رضی اللہ عنہ بغداد شریف سے اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقش بند علیہ الرحمہ بخارا شریف سے دہلی میں ان کے پاس تشریف لائے۔ دونوں صاحبوں کا آپس میں تنازعہ ہوا۔ ہر ایک بزرگ فرماتا تھا کہ میں اپنا مرید کروں گا۔ ایک ماہ تک برابر آپس میں تنازعہ ہوتا رہا، آخر کو اس بات پر مصالحت ہوئی کہ ہم دونوں ان کو ایک ساتھ توجہ دے کر مرید بنالیں۔ ایک پہر برابر دونوں صاحبوں علیہم الرحمہ نے توجہ دے کر نسبت ہر دو طریقہ قادریہ ونقش بندیہ کی عطا فرمائی۔ اصل عبارت صراط مستقیم کے ص: ۱۶۶، مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۰۸ھ کی یہ ہے:

القصہ حضرت ایشاں را طریق ثلثہ یعنی قادریہ وچشتیہ ونقش بندیہ قبل از مبادی حاصل شدہ۔ اما نسبت قادریہ ونقش بندیہ پس بیانش آں کہ بسبب برکت بیعت ویمن توجہات آں جناب ہدایت مآب، روح مقدس جناب حضرت غوث

---

[1] ترجمہ: وہ اولیا جو صاحبِ علم وکشف ہیں، ان کے لیے ممکن ہے کہ اپنے بعض کرامات پر اطلاع نہ دیں، بلکہ ان کی مثالی صورتوں کو متعدد مکانوں میں ظاہر کریں اور دور دراز جگہوں میں ان صورتوں سے ایسے عجیب وغریب کام ظہور میں لائیں، جن کی اطلاع ان صورتوں والے کو بالکل نہیں ہے۔

الثقلین و جناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقش بند متوجہ حال ایشاں گردیدہ، وتا قریب یک ماہ فی الجملہ تنازعے درمیان روحین مقدسین درحق حضرت ایشاں ماندہ، زیرا کہ ہر واحد ہر دو امام تقاضاے جذب حضرت ایشاں بتامہ سوے خودمی فرمود، تا ایں کہ بعد انقراض زمانہ تنازع وقوع مصالحت برشرکت روزے ہر دو روح مقدس برحضرۃ ایشاں جلوہ گر شدند، وتا قریب یک پاس حصول نسبت ہر دو طریقہ نصیبہ حضرۃ ایشاں گردید۔ الخ بلفظہ

دیکھیے! حضرت غوث الثقلین شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ کو بغداد شریف میں اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقش بند رحمۃ اللہ علیہ کو بخارا شریف میں کس طرح خبر ہوگئی؟ کیا چٹھی بھیجی گئی ڈاک میں، یا کوئی تار بھیجی گئی؟ مگر یہ دونوں چیزیں اس وقت نہ تھیں۔ یا مولوی اسماعیل دونوں جگہ کوئی خط لے کر گئے تھے؟ یہ بھی نہیں۔ پھر کیوں کر ان کو معلوم ہوا کہ سید احمد صاحب دہلی میں کوئی بزرگ رہتے ہیں چلو ان کو مرید بناؤ، اور پھر وہ بات کیا تھی کہ دونوں بزرگ ان کے مرید بنانے میں ایک ماہ تک دہلی میں ہی بیٹھے رہے اور تنازعہ ہی رہا۔ اتنی کیا سخت ضرورت محسوس ہوئی کہ دو بزرگ کامل واکمل غوث الثقلین آپس میں بے موجب تنازعہ کریں اور پھر آخر مصالحت ہونے پر ایک پہر تک نسبت عطا فرماتے رہیں۔

خیر اگر آپ اپنے امام الطائفہ پر ایمان رکھتے ہیں تو اس بات پر بھی ایمان لائیے کہ آں حضرت ﷺ کو بے حد و بے عدد درجہ طاقت وقدرت ہے کہ وہ سب حالات جانتے ہیں، اور تمام دنیا کے موالید کی محافل ان کے سامنے ہتھیلی کی طرح ہیں۔ اس میں شک لانے والے اپنے ایمان سے خارج ہیں۔

دوسری بات آپ کے امام مولوی اسماعیل نے اس میں یہ کی کہ ”حضرت پیرانِ پیر غوث الثقلین“ لکھ دیا، جو غوث کے معنیٰ «فریادرس» کے ہیں اور ثقلین کے معنیٰ ”دونوں گروہ جنوں اور انسانوں“ کے ہیں، تو حضرت پیرانِ پیر دونوں گروہوں، جنوں، انسانوں کے فریادرس ہیں۔ بس انھوں نے غضب کر دیا کہ خدا کو چھوڑ کر ان کو فریادرس قرار دیا۔ اب تو آپ کے فتوے کے مطابق کافر ہوئے، لکھیے فتویٰ!

قولہ: بہجۃ العشاق میں ہے:

ما يفعل العوام من القيام عند ذكر وضع خير الانام عليه السلام ليس بشيء بل هو مكروه.

ترجمہ: نبی علیہ السلا کے تذکرۂ ولادت کے وقت جو عوام قیام کرتے ہیں، ایک بے ہودہ فعل ہے جو کہ مکروہ ہے۔

طریقۃ السلف میں ہے:

وقد أحدث بعض الجهال المشائخ أموراً كثيرة لا نجدلها أثرا ولا اسما في كتب ولا في سنة، منها: القيام عند ذكر ولادة سيد الانام عليه السلام.

ترجمہ: جاہل صوفیوں نے بہت سے ایسے نئے امر دین میں ایجاد کیے ہیں جن کا کچھ بھی نام ونشان قرآن وحدیث میں نہیں۔ ایک ان میں کا قیام ہے نبی علیہ السلام کی ولادت کے وقت۔ بلفظہ (ص: ۳۰، سطر: ۹)

اقول: مفتی جی! ان دو عبارتوں کی بعض غلطیوں پر توجہ نہ کر کے میں کہتا ہوں کہ یہ دونوں عبارتیں، کسی جون پوری اور گجراتی وہابیوں کی کتابوں سے آپ نے نقل کی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان مصنفوں اور آپ کے نزدیک مولود شریف میں قیام کرنا جاہل صوفیوں نے ایجاد کیا ہے۔ کیا حضرت امام تاج الدین سبکی، حضرت پیرانِ پیر قدس سرہ، حضرت امام جلال الدین سیوطی، حضرت ملا علی قاری، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شیخ عبدالعزیز، شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی و دیگر علمائے کرام و مفتیانِ حرمین شریفین زاد هما الله شرفاً و تعظیماً اربعہ مذاہب و سلاسل اربعہ طریقت مشرب، بادشاہانِ امصار مصر، روم، شام، عرب، اندلس، جدہ، حدیدہ، بغداد، بصرہ، ہندوستان رحمۃ اللہ علیہم سب کے سب جاہل صوفی تھے، یا اب ہیں؟ ایسی شوخ چشمی اور دریدہ دہنی آفتاب نیم روز پر خاک ڈالنا آپ لوگوں کا ہی کام ہے۔ اچھا! یہ بتلایئے کہ تمام دیوبندیوں کے پیر و مرشد حضرت شاہ امداد اللہ علیہ الرحمہ مہاجر مکی بھی جاہل صوفی تھے، جن کی نسبت آپ کے علمائے دیوبند نے ان مندرجہ ذیل خطابات سے مخاطب کیا ہے:

(الف) کتاب «ارشاد مرشد» مصنفہ حضرت شاہ امداد اللہ علیہ الرحمہ کے ٹائٹل پیج پر لکھا ہے: از تصانیف قطب زماں، غوثِ دوراں، سالک مسالک شریعت، واقف معارف طریقت، حقیقت آگاہ، معرفت دست گاہ، حافظ کتاب اللہ، حضرت مولانا حاجی امداد اللہ تھانوی چشتی قادری نقش بندی سہروردی دامت فیوضہم۔ بلفظہ

(ب) رسالہ «فیصلہ ہفت مسئلہ» مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی کی پیشانی پر اس طرح لکھا ہے: از افادتِ منبع الفیوض والبرکات، امام العارفین فی زمانہ، مقدام المحققین فی اوانہ، سیدنا ومولانا الحافظ الحاج الشاہ محمد امداد اللہ صاحب مدظلہ العالی علینا۔ بلفظہ

(ج) مولوی خلیل احمد صاحب نے اپنی کتاب «براہین قاطعہ» کے ص:۱۷۲ سطر:۵ / پر اس طرح لکھا ہے:

حضرت حجۃ الاصفیا، تاج الاولیا، زبدۃ المقربین، عمدۃ الواصلین، شمس الحقیقۃ والعرفان، مدد الطریقۃ والاحسان، حجۃ اللہ تعالیٰ البالغہ، برہان الملۃ المستقیمۃ، مرجع العالم، منبع الفیض الاتم، بحر الحقائق والاسرار، مصدر العلوم والانوار، صاحب المقامات العلیہ والافضال والدرجۃ الرفیعۃ، الصدیق الاعظم والقلب الافخم مولانا وسیدنا الحاج شاہ امداد اللہ الفاروقی الچشتی المہاجر فی المکۃ المعظمۃ لازالت شموس فیضہ وبدور مکارمہ طالعۃ۔ بلفظہ

کہیے! آپ ایسے اوصاف وخصائص وخصائل تاج الاولیا، حجۃ الاصفیا و حجۃ اللہ البالغہ بمکارم و مراتب کو آپ کے علما خطابات لکھ رہے ہیں۔ یہ بزرگ بھی جاہل صوفیوں میں شمار ہیں؟ جو پرلے درجے کے شائق اور محب مولود شریف اور قیام تعظیمی کے دلدادہ ہیں، اور باقی مولوی دیوبندی جون پوری اور گجراتی بھی ان کو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ یا بالخصوص مولوی خلیل احمد صاحب و دیگر مولوی صاحبان جو اپنے پیر و مرشد کی ایسی تعریف کر رہے ہیں، اور قطب اور غوثِ دوراں الفاظ کلمات شرکیہ (بزعمِ وہابیاں) لکھ رہے ہیں، اور ادھر ان کی قلمیں ٹوٹ جائیں، ہاتھ جھڑ جائیں، اور آنکھیں پھوٹ

جائیں، جگر کھسوٹ جائیں جو کبھی بھی ایسی تعریف آں حضرت ﷺ کی لکھ سکیں۔ بلکہ نقل کفر کفر نباشد، یہ برملا کہیں کہ وہ ہمارے بڑے بھائی کے برابر ہیں۔ مولود شریف میں ان کا قیام تعظیمی کرنا کنھیا کے جنم کے برابر، ان کا علم غیب حیوانوں، چار پایوں، لڑکوں، پاگلوں کے برابر ہے۔ ان کا نماز پڑھتے ہوئے خیال آجانا بیل اور گدھے سے بدتر۔ ان کو علم اردو علماے دیوبند کے ملنے جلنے، ان سے بات چیت کرنے سے آگیا (شاگردوں کے برابر) وہ جملہ بنی آدم کے برابر وغیرہ وغیرہ العیاذ باللہ۔

میں کہتا ہوں کہ اگر آپ بقول جونپوری یا گجراتی کے، جن کی کتابوں کی عبارتیں آپ نے لکھی ہیں، حضرت شاہ امداد اللہ علیہ الرحمہ کو بھی عوام جہال صوفیوں میں شمار کرتے ہیں، تو یہ مندرجہ بالا تعریفیں لکھنے والے کاذب اور بطال ہیں۔ اور اگر یہ سچے ہیں تو آپ اور آپ کے «بہجۃ العشاق» اور «طریقۃ السلف» کے مصنف (بشرطے کہ کوئی کتابیں ہوں) جون پوری اور گجراتی کاذب اور بطال ہیں، کہیے آپ کس طرف ہوتے ہیں، نہ راہ رفتن نہ روے ماندن۔ جان عذاب میں ہے ؎

دوگونہ رنج وعذاب است جانِ مجنوں را بلاے صحبتِ لیلیٰ و فرقتِ لیلیٰ

مگر میرا یقین اس پر ہے کہ حضرت حاجی حافظ شاہ امداد اللہ علیہ الرحمہ واقعی ویسے ہی تھے جیسے کہ ان کی تعریفیں لکھی گئی ہیں۔ اب باقی فیصلہ آپ کرلیں، ان میں کون کاذب اور بطال ہے؟

اب میں اس جگہ صرف ایک تحریر نہایت مختصر شاہ امداد اللہ علیہ الرحمہ کی مولود شریف اور قیام تعظیمی کی بابت لکھتا ہوں اور باقی دوسرے موقعوں پر ہوں گی۔ دیکھیے وہ کیا فرماتے ہیں۔ وھو ھذا:

میں خود مولود شریف پڑھوا تا ہوں اور قیام کرتا ہوں۔ ایک روز میرا یہ حال ہوا کہ بعد قیام سب بیٹھ گئے، مگر میں بے خبر کھڑا رہ گیا۔ بعد دیر کے مجھے ہوش آیا، تب بیٹھا۔

(مرقومہ ۱۳؍ ربیع الآخر ۱۳۰۴ھ، انوار سلطانیہ، ص: ۳۲۷، سطر: ۱۷)

دیکھیے! اور آنکھ کھول کر ملاحظہ کیجیے حضرت حجۃ الاصفیا، تاج الاولیا علیہ الرحمہ کی عبادت کی جسارت، اور زبدۃ المقربین وعمدۃ الواصلین کا ارشاد لازم الانقیاد، اور حجۃ اللہ البالغہ کا فرمانا، حضرت بحر الحقائق والاسرار کا سمجھانا، اور مصدر العلوم والانوار کی تحریر بے نظیر، اور الصدیق الاعظم والقلب الافخم کی تقریر صحیح پرتاثیر، اور قطب زماں اور غوثِ دوراں کے فرمان واجب الاذعان کو اور شرم کیجیے۔ وہ شرم نہیں جو آپ کے بازار میں شرک کے نرخ پر ٹکے سیر بکتی ہے، بلکہ وہ شرم جو «الحیاء من الایمان»[1] کی دوکان پر ملتی ہے۔ اور اپنے دونوں مصنفوں کو بھی سمجھایئے جو مولود شریف کرنے والوں اور قیام تعظیمی کے آداب بجالانے والوں کو، جو اعلیٰ درجہ کے عالم وفاضل اور صوفی کامل تھے اور ہیں،

[1] صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب الحیاء من الایمان. حدیث: ۱۵.

سب کوصوفی جاہل بنا دیا۔اور بڑے بڑے بادشاہوں، اولی الامروں، اماموں، عالموں، بزرگوں، متقیوں، مفتیانِ عرب وعجم اوراپنے پیرومرشد کلہم کو بے ہودہ فعل کرنے والے عوام اور جاہل صوفی لکھدیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔خدا ہدایت کرے۔

اب رہا آپ کا مطالبہ نمبر ۱۳ رص: ۳۰۰۔سواس کا جواب اس میں پورے طور پرآچکا ہے۔ابن حجر کی مدخل بھی غلط ثابت ہوئی،اورآپ کے امام فاکہانی، جواول المنکرین میں سے ہیں، یا امام المنکرین ہیں،ان کا جھوٹا ہونا بھی ثابت ہوگیا، جواس نے حضرت مظفرالدین سلطان اربل علیہ الرحمہ پرالزام فاسق وفاجر ہونے کےلگائے تھے۔پورا پورا حال ظاہر ہوگیا۔اور حضرت امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کےمکتوبات سے جوعبارات نافہمی سے درج کی تھیں،ان کا بھی پورا جواب ہوکر انھیں کےمکتوبات سے مولودشریف جائز ہونا ثابت ہوگیا۔ بلکہ سماع بھی۔اور سیرت شامی کی عبارت کا خلاصہ مطلب بھی پورے طور پرآ گیا۔اور"تحفۃ القضاۃ"اور"بہجۃ العشاق"و"طریقۃ السلف" کا خاکہ بھی خوب کھنچ گیا۔

اس میں ایک بہت ضروری بات جوآپ نے دانستہً عمداً اغماض کرکے چھوڑ دی ہے، وہ یہ ہے کہ مولوی رشید احمد نے آں حضرت ﷺ کے مولودشریف اور قیام تعظیمی کوکنھیا کا جنم لکھا ہے۔اس کی دلیل ادلہ اربعہ قرآن، حدیث، اجماعِ امت، قیاسِ مجتہد میں سے کون سی دلیل ہے؟ یہ تشبیہ کس دلیل سے ثابت ہے؟ اور پہلے بھی کسی شخص نے ایسی تشبیہ قبیح دی ہے؟ اس تشبیہ سفیہ سے تمام مسلمانان سات سوسال سے لےکراس وقت تک کوکافراور مشرک بنا دیا۔مولوی رشید احمد کی اصل عبارت یہ ہے:

پس یہ ہرروز کااعادہ ولادت تومثل ہنود کے ہے کہ سانگ کنھیا کی ولادت کاہرسال کرتے ہیں، یامثل روافض کے ہے کہ نقل شہادت اہل بیت ہرسال بناتے ہیں،معاذ اللہ سانگ آپ کی ولادت کاٹھیرا، یہ خودحرکتِ قبیحہ،قابل لوم وحرام و فسق ہے بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کرہوئے،وہ تاریخ معینہ پرکرتے ہیں،ان کے یہاں کوئی قیدنہیں۔جب چاہیں یہ خرافات فرضی بناتے ہیں۔بلفظہ (فتویٰ رشیداحمد،مطبوعہ لکھنؤ، ذی قعدہ ۱۳۳۲ھ)

اس کا کوئی جواب آپ نےنہیں دیا کہ کس آیت یا حدیث سے یہ تشبیہ ناپاک حضرت ﷺ کے مولودشریف کے ساتھ دی ہے؟ اگر مولوی رشید احمد سے یہ کمی رہ گئی بھی توآپ نے پوری کی ہوتی، جیسے آپ ترجمانی کرتے آئے ہیں۔مگر افسوس! آپ کے بزرگ ایسے ہی ہیں جورسولِ اکرم ﷺ کوسب وشتم کریں،ان کی توہین اوراہانت میں اپنا نامہ سیاہ کریں، پھربھی ان کی بزرگی میں کوئی کمی واقع نہ ہو، بلکہ زیادتی ہو،اورعلامۂ زمان، یکتاے دوراں، شیخ اجل کے بڑے بڑے القابوں میں زمین وآسمان کے قلابے ملائے جائیں ان الفاظ ناپاک"یہ ولادت مثل ہنود کے ہے، سانگ کنھیا کےجنم کا، یامثل روافض حرکت قبیحہ،قابل لوم،حرام،فسق،خرافات، ہندوؤں سے بڑھ کر"پرغور کیجیے۔

اچھا کہیے! یہ مولودشریف مثل ہنود کے کس طرح ہوئی؟ اور پھرسانگ کنھیا کے جنم کاکس طرح ہوا؟ ذرا تشریح

کیجیے! اور مثل کو بیان کیجیے۔ کسی ہندو پنڈت یا سمجھ دار کو پوچھا ہوتا کہ کنھیا جی کا جنم کس طرح کیا کرتے ہیں، یا یہ کہ گھر ہی میں بیٹھ کر ایسی ایسی مثلیں اور تشبیہیں بنالیں۔ دیکھو میں بتاتا ہوں کہ کنھیا کا جنم ہندو لوگ اس طرح کرتے ہیں کہ جنم اشٹمی کے روز رات کو ایک پھل خیار (کھیرا) لے کر اس کو درمیان میں سے چیر کر کرشن یا کنھیا کے بت کو اس میں رکھ دیتے ہیں، اور صبح کو اس خیار کے پیٹ میں سے نکال لیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ کنھیا نے جنم لیا، یا کنھیا کا جنم ہو گیا، یعنی کنھیا پیدا ہو گیا، یہ ہے کنھیا کا جنم، جس کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اب بتاؤ کون سا مسلمان آپ کے گنگوہ یا دیوبند اور انبیٹھہ یا تھانہ بھون میں ایسا کرتا ہے جس کی تشبیہ دی گئی ہے کہ مولود شریف میں ایسا کیا جاتا ہے۔ هٰذا بهتانٌ عظیم، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ العَلِي العظيم.

ایسے ہی مثل روافض کی تشبیہ میں بھی بے ہودہ اور لغو ہے۔ بتلاؤ، مولود شریف میں کون سا تعزیہ بنایا جاتا ہے، اور کون سے ڈھول اور تاشے بجائے جاتے ہیں؟ تشبیہات کے دینے میں بھی مولوی رشید احمد کمال رکھتے تھے اور ان کے چیلے ایسی تشبیہات غیر منطبقہ پر قربان ہوتے رہتے ہیں۔

دوسرا یہ بتلاؤ کہ مولود شریف سب سے پہلے اس ہیئت کذائیہ سے بہ حکم بادشاہ دین دار اولی الامر کے رائج ہوا، بڑے بڑے مشاہیر مشائخ و علما فضلا و صلحا و سلاطین نے اس کو عمل خیر و برکت جان کر اس پر مداومت کی، جہاں کنھیا کے حال کو کوئی جانتا بھی نہیں، اور تعزیہ روافض کا ذکر وہاں کوئی جانتا بھی نہیں، پھر کنھیا کا جنم کس طرح تشبیہ قبیحہ میں ہوا؟ اور کیا سمجھ کر یہ تشبیہ ناپاک دی گئی۔ یہ محض کمال و وبال ان کا خانہ زاد ہے۔ اور یہ بھی فرمادیا کہ یہ حرکت قبیحہ قابل لوم، حرام، فسق، خرافات ہے۔ آفرین ہے مولوی صاحب کی درفشانی پر۔ خدا ایسی تحریر ناپاک کا ثواب ان کی روح پر جہاں کہیں ہو وارد کرتا رہے، اور مریدوں اور معتقدوں کے اعمال ناموں میں درج ہوتا رہے۔ اور پھر مولوی صاحب نے یہ بھی «حسن کلامی» فرمائی کہ یہ لوگ اس قوم (ہنود) سے بھی بڑھ کر ہوئے، یعنی صرف کافر اور مشرک کہنے سے بھی سیری نہ ہوئی، تو فرمادیا کہ یہ لوگ کافروں سے بڑھ کر ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو لوگ مولود شریف کرتے ہیں، اور اس میں حاضر ہوتے ہیں، اور قیامِ تعظیمی کرتے ہیں، خواہ وہ عرب کے ہوں یا عجم کے، خواہ حرمین شریفین و شہر بصرہ کے ہوں یا بغداد کے، یا شام و روم کے ہوں یا بیت المقدس کے، خواہ ان کے پیر و مرشد ہی کیوں نہ ہوں، سب کے سب کافروں سے بھی بڑھ کر ہوئے۔ العیاذ باللہ۔ کیا خوب تمام دنیا کے مسلمان کافروں سے بھی بڑھ کر اور یہ مولوی صاحب اکیلے اور یہ شرذمہ قلیلہ مٹھی بھر وہابی مسلمان!! اللہ اللہ!!

اب میں اس تشبیہ ناپاک کے متعلق کچھ علما کے اقوال دکھلاتا ہوں کہ ایسی تشبیہ دینے والے کی نسبت کیا حکم ہے:

(۱) اشباع الکلام، مصنفہ حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ رحمہ اللہ، بہ جواب مولوی اولاد حسین قنوجی وہابی کے، اس تشبیہ قبیح کے بارے میں لکھا گیا۔ وھو هٰذا:

[1] پس بعضے از بے ادبان ناحق شناس، کہ اعادہ مجلس میلاد شریف در ماہ ربیع الاول تشبیہ بجنم کنھیا دادہ، روے بیاض راہم چونامہ اعمال خودشاں سیاہ ساختہ اند بکمال اسات ادب پرداختہ اند۔ ازیں بے باکان دریدہ دہن دور نیست کہ تقبیل حجر اسود وطوافِ کعبہ را پوجا ہنومان ونہاور مہادیو گویند نعوذ باللہ من تلك الھفوات والکفریات وتشبیہ بجنم کنھیا دادن بے تکلف باب جہنم برروے خود کشادن است۔ الخ، بلفظہ

(از: کتاب تحقیق الحق، مطبوعہ کان پور، ص: ۲۶، سطر: ۴)

(۲) زبدة المرام فی اثبات المولد والقیام الملقب تحفة الأحمدیة فی میلاد المحمدیة مولفہ مولانا مولوی اظہر حسین شاہ آبادی، مطبوعہ ۱۲۹۵ھ، ص: ۳۲، ۳۳۔

(الف) جو شخص بوجہ تعصب وعناد کے مشابہ کرتا ہے اس مجلس خیر بنیاد کو ساتھ جنم کنھیا کے، سراسر اس کی عداوت بشان صاحب رسالت ﷺ پائی جاتی ہے، کیوں کہ کہاں یہ مولود پاک، کہاں وہ جنم ناپاک۔ بیت

چہ نسبت خاک را با عالم پاک کجا مہدی کجا دجال ناپاک

کیفیت ان بے ادبوں کی [ان فتاوی کے مفہوم عبارات سے] خوب ظاہر ہوگی:

إذا عاب الرجلُ النبيَّ صلى الله عليه و آله وسلم في شيئ كان كافراً. قال بعض العلماء: لو قال لشعر النبيَّ صلى الله عليه وسلم شُعير فقد كفر. و عن ابي حفص الكبير: من عاب النبيَّ صلى الله عليه وسلم بشعر من شعراته فقد كفر. و ذكر في الاصل أنَّ شَتْمَ النَّبي صلى الله عليه و آله وسلم كفرٌ. (قاضي خان)[2]

جب عیب کرے کوئی شخص نبی ﷺ کی کسی شے میں، تحقیق کافر ہوا۔ کہا بعض علما نے، اگر بال مبارک نبی ﷺ کو بتصغیر صغیر مو کہا، تحقیق کافر ہوا۔ اور روایت ہے ابی حفص کبیر رحمۃ اللہ علیہ سے جس نے عیب لگایا نبی ﷺ کو ایک بال بالوں سے آپ کے، پس تحقیق کافر ہوا۔ اور ذکر کیا گیا اصل میں کہ تحقیق دشنام نبی ﷺ کی کفر ہے۔ یہ عبارت قاضی خاں کی ہے۔ بلفظہ

(ب) والكافر بسبّ نبيّ من الأنبياء فإنه يقتل حداً ولا يقبل توبته مطلقاً. ولو سبَّ الله

---

[1] ترجمہ: ربیع الاول شریف کے مہینہ میں ہونے والی مجلس میلاد کو، بعض حق سے ناآشنا بے ادبوں نے کنھیا کے جنم سے تشبیہ دے کر سفید چہرے کو اپنے نامۂ اعمال کی طرح سیاہ کرلیا ہے اور انتہائی بے ادبی کی ہے۔ ان بے باکوں اور منہ پھٹ لوگوں سے کوئی بعید نہیں کہ حجر اسود کے چومنے اور کعبہ معظّمہ کے طواف کو ہنومان ونہاور ومہادیو کا پوجا کہہ دیں۔ ان بے ہودہ اور کفری باتوں سے اللہ کی پناہ۔ محفلِ میلاد کو کنھیا کے جنم سے تشبیہ دینا، بلاتکلف اپنے اوپر جہنم کا دروازہ کھولنا ہے۔

[2] فتاویٰ قاضی خان بر حاشیہ فتاویٰ عالم گیری، ج:۳، ص:۵۷٤، کتاب السیر، باب ما یکون کفراً من المسلم وما لا یکون. نورانی کتب خانہ، پشاور

تعالیٰ قبلت؟ لأنه حق الله تعالیٰ والأول حقُّ العبد لايزول بالتوبة. (درمختار)[1]

اور جو شخص کافر ہوا بوجہ گالی دینے کسی نبی کے انبیا میں سے، تحقیق قتل کیا جائے گا بنا برحد کے۔ اور نہیں قبول کی جائے گی توبہ اس کی کسی طرح بھی۔ اور اگر گالی دی اللہ تعالیٰ کو، قبول کی جائے گی توبہ اس کی، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کو گالی دینا حق اللہ تعالیٰ کا ہے، اور پہلا یعنی گالی دینا انبیا کو حق العباد ہے، نہیں ہوگا زائل بوجہ توبہ کرنے کے۔ بلفظہ (ص: ۳۴، ۳۵)

(ج) ہر آئینہ عبارات فتاویٰ قاضی خان اور الاشباہ والنظائر اور حموی اور درمختار کی بہ کیفیت منکرین تشبیہ دہندگان مولود پاک آں صاحبِ لولاک ﷺ کی، ساتھ جنم کنھیا کے معلوم ہوا، کہ گھٹایا مرتبہ صاحبِ رسالت ﷺ کو، بایں طور کہ گالی دی آں حضرت ﷺ کو صریحاً، کیوں کہ نسبت مولود پاک ساتھ جنم کنھیا کے عین دشنام ہے۔ اور بدیں عنوان بغض رکھا آں حضرت ﷺ سے، اس لیے کہ اگر محبین سے ہوتا، ہرگز مرتکب ایسی مشابہت کا نہ ہوتا، پس بموجب مفہوم عبارات مندرجہ صدر واجب القتل ہوا۔ سلطانِ اسلام اسے قتل کرتا، بہ صورت نہ تائب ہونے کے۔ بلفظہ (ص: ۳۵)

(۳) سیف النبی علی ساب النبی، مطبوعہ حمیدہ پریس، لاہور، ص: ۳۔

قال في الخلاصة: و في المحيط: من شتم النبيَّ صلى الله عليه وسلم أو أهانه أوعابه في أمور دينه أو في شخصه أو في وصفٍ من أوصاف ذاته، سواء كان الشاتم من أمّته أو غيرها و سواء كان من أهل الكتاب أو غيره ذمياً كان أو حربيا سواء كان الشتم أو الإهانة أو العيب صادراً عنه عمداً أو سهواً أو غفلتا أو جداً أو هزلاً فقد كَفَر خلوداً، بحيث إن تاب لم يقبل توبته أبداً لا عند الله ولا عند الناس، و حكمه في الشريعة المطهّرة عند المتاخرين المجتهدين اجماعاًو عند اكثر المتقدمين القتل قطعاً. الخ بلفظه(ص:۳)

یعنی خلاصہ اور محیط (معتبرات) میں ہے کہ جو کوئی گالی دے حضرت نبی ﷺ کو، یا اہانت کرے، یا کوئی عیب لگائے دینی امور میں، یا ان کے جسم مبارک پر، یا ان کی کسی صفت پر جو ان کی ذاتی صفات ہیں، برابر ہے کہ گالی دینے والا امتی ہو یا کوئی اور، برابر ہے کہ وہ اہل کتاب ہو یا ذمی یا حربی، اور برابر ہے یا یکساں ہے گالی دینا یا اہانت کرنا یا عیب لگانا خواہ عمداً ہو یا سہواً، یا غفلت سے یا کوشش سے یا تمسخر سے، پس ایسا شخص ہمیشہ کے لیے کافر ہو گیا، یہاں تک کہ اس کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے گی، نہ خدا کے نزدیک نہ لوگوں کے نزدیک، اور حکم اس کے لیے شریعت میں اکثر متقدمین و متاخرین مجتہدین کے نزدیک اجماعاً مطلقاً قتل کا ہے۔

(۴) ایضاً، ص: ۴، سطر: ۶۔

قال في ذخيرة العقبیٰ و في المبسوط: عن عثمان بن كنانة، من شتم النبي صلى الله عليه وسلم

[1] در مختار فوق رد المحتار، ج:٦، ص:٣٧٠، كتاب الجهاد، باب المرتد، دار الكتب العلمية بيروت، ٢٠٠٣ء/ ١٤٢٤ھ

قتل ولم يستتب. انتهىٰ. و حكمه ان يقتل ولا يقبل توبته، و هٰذا كله اجماع من العلماء و أئمة الفتوىٰ من لدن الصحابة الىٰ هَلُمَّ جرًا. اه بلفظه

یعنی ذخیرہ میں اور مبسوط میں عثمان بن کنانہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ جو کوئی حضرت نبی ﷺ کو گالی دے وہ قتل کیا جائے، اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے۔ اور حکم اس کے لیے یہ ہے کہ وہ قتل کیا جائے اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے اور اس پر تمام علما کا اور ائمۂ فتویٰ کا اجماع ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر اب تک۔

⑤ ایضاً، ص: ۴، سطر: ۹۔

قال في در الاحكام: إذا سبَّه اوواحداً من الأنبياء صلوٰة الله و سلامه عليهم أجمعين مسلمٌ فانه يُقتلُ حداً ، ولا توبة له أصلاً، سواء بعد القدرة عليه والشهادة او جاء تائباً من قبل نفسه كالزنديق؛ لأنه حد وجب فلا يسقط بالتوبة، ولا يتصور فيه خلاف لأحدٍ؛ لأنه حد تعلق به حق العبد فلايسقط بالتوبة كسائر حقوق الآدميين، وكحد القذف لا يزول بالتوبة. بخلاف ارتداد فانه معنىً ينفرد به المرتد . و هذا مذهب أبي بكر الصديق و الامام الاعظم والثوري و اهل الكوفة. بلفظه

یعنی درالاحکام میں ہے کہ جب کوئی گالی دے آں حضرت ﷺ کو یا کسی ایک نبی کو انبیا علیہم السلام میں سے مسلمان شخص، تو وہ حداً قتل کیا جائے، اس کی توبہ ہرگز قبول نہیں، برابر ہے کہ اس پر شہادت گزر جائے یا وہ خود توبہ کر کے آئے مثل زندیق ملحد کے، اس لیے کہ اس پر حد واجب ہے، وہ توبہ کرنے سے دور نہیں ہوتی، اور اس میں کسی کا بھی خلاف نہیں، کیوں کہ حد تعلق رکھتی ہے بندہ کے حق کے ساتھ، وہ توبہ کرنے سے نہیں ٹوٹتی، جیسے کہ آدمیوں کے۔ اور حق حد قذف کہ توبہ کرنے سے زائل نہیں ہوتی، بخلاف ارتداد کے، کہ وہ ایسی بات ہے جسے مرتد کی ذات سے تعلق ہے۔ یہی مذہب ہے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہما کا اور ثوری اور اہل کوفہ کا رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

نقل فتویٰ اس شخص کی نسبت جو آں حضرت ﷺ کے مولود کو کنھیا کے جنم کے ساتھ تشبیہ قبیح دے، جس میں سب سے اول مفتی دیوبندی مولوی ہے۔

اب میں ایک فتویٰ علمائے کرام کا نقل کرتا ہوں، جو کنھیا کے جنم کی تشبیہ دینے والے کے حق میں ہے جو مولود شریف کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے، جس میں سب سے اول مجیب دیوبندیوں کے حکیم الوہابیہ اور ولایت اور رسالت میں معزز اور مفخر ہیں۔ ولایت تو ان کی مہر سے واضح ہے، یعنی «از گروہِ اولیا اشرف علی» ہے۔ اور نبوت و رسالت میں ان کی تصدیق نعوذ باللہ کلمہ «لَا اِلٰه اِلَّا الله اشرف علي رسول الله» سے ہوتی ہے، جو ان کے مرید پڑھتے ہیں۔ آں حضرت ﷺ کا کلمہ طیبہ ان کی زبان ہی پر نہیں چڑھتا۔ جب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی ۱۳۰۹ھ میں مدرسہ جامع العلوم کان پور میں اول مدرس تھے، یہ فتویٰ وہاں مرتب ہوا تھا۔ وہ یوں ہے:

استفتا

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم.

کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص منکرِ میلاد شریف ہو، اور اس محفلِ مبارک کی تشبیہ جنم کنھیا سے دیتا ہو، ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا یا اس سے بیعت شرعاً درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا.

الجواب

(۱) چوں کہ اس قسم کی باتیں موہم تحقیر شان والا حضرت سرور عالم ﷺ کی ہیں، اس لیے ایسا شخص قابلِ امامت و بیعت نہیں، واللہ اعلم۔

کتبہ: محمد اشرف علی عفی عنہ | اشرف علی از گروہِ اولیا | مہر

(۲) ھو العلیم. ذکر ولادت باسعادت جناب رسولِ مقبول ﷺ کو، جنم کنھیا کے ساتھ تشبیہ دینا موجب تخفیف و تحقیر شان نبوی ہے، مرتکب وقائل اس قول کو توبہ واستغفار کرنا واجب ہے، اور اگر وہ اصرار کرے تو خوف کفر ہے، ترکِ صحبت و بیعت اس سے چاہیے۔ حررہ العبد الراجی مغفرۃ اللہ القوی محمد عبد الغفار لکھنوی عفی عنہ

(۳) جو کلمات کہ موجب، بلکہ موہم توہین و تحقیر شانِ نبوی ﷺ ہوں، ان سے خوف کفر، بلکہ صورتِ اولیٰ میں صریح کفر ہیں۔ ایسے شخص سے احتراز لازم اور واجب ہے، چہ جائے کہ بیعت۔ واللہ اعلم۔

کتبہ: احمد حسن عفی عنہ، مدرس اعلیٰ مدرسہ فیض عام کان پور

| دل مرتضیٰ جان احمد حسن ۱۲۹۸ھ | مہر

(۴) الحق استخفاف و توہین شان جناب رسالت مآب ﷺ قولاً و فعلاً و اعتقاداً مستلزم کفر ہے۔ عیاذاً باللہ سبحانہ، اور منعقد کرنا مجلس میلاد شریف کا بلاشبہہ موجب حصول برکات و سعادت دارین کا ہے۔

حررہ العبد الخامل محمد عادل عاملہ اللہ تعالیٰ بفضلہٖ الشامل واصلح

| محمد عادل حاکم محاسہ شرع ۱۲۹۸ھ | مہر

(۵) جناب رسالت میں کلمات موہمہ توہین سے بالضرور خوف کفر ہے، لہٰذا شخص مذکورہ کو توبہ و استغفار لازم ہے۔ والّا اس کی امامت و بیعت سے مسلمانوں کو احتراز چاہیے۔ واللہ اعلم کتبہ: محمد عبد الغنی عفی اللہ عنہ

(۶) اصاب من اجاب محمد لطف اللہ عفی عنہ (مفتی سلطنت آصفیہ دکن)۔

(۷) الجواب صحیح۔ محمد علی عفی عنہ۔

(۸) للہ در من اجاب۔ محمد صدیق عفی عنہ، مدرس مدرسہ فیض عام، کان پور۔

(۹) للہ در المجیب، فانہ فی کل ما قال مصیب. کتبہ: العبد الضعیف محمد فضل حق غفرلہ بہ المطلق

(۱۰) جواب صحیح، ابوالخیر محمد عبدالوہاب البہاری عفی عنہ الباری، مدرس اعلیٰ مدرسہ دارالعلوم کان پور۔ بلفظہ

(از کتاب تحقیق الحق، ص:۲۶-۲۸)

لیجیے! اپنے بزرگ اجل (مولوی رشید احمد صاحب) کو مسلمان بنایئے، مگر اب کیا ہوتا ہے، جب چڑیاں چُگ گئیں۔

آپ کے اعتراضات جو مولود شریف اور قیامِ تعظیمی پر تھے وہ ختم ہوئے، اور کافی سے زیادہ جوابات مسکت ہو چکے۔ اب میں مولود شریف کے اثبات قرآن شریف و توریت و زبور و انجیل و تفاسیر قرآنی و احادیث و اقوال بزرگان و علماے اعیان و صوفیاے کرام دکھلاتا ہوں، تاکہ پوری آپ کی تسلی ہو جائے۔

فصل اول: مولود شریف کا ثبوت آیات قرآن شریف سے

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ.[1] (البقرة، آل عمران، مائدہ)

یعنی یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو جو تمھیں عطا کی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریفہ میں، جو منعمِ حقیقی ہے، اپنی نعمتوں کے یاد کرنے، یا ذکر کرنے، یا یادگاری کا حکم دیا ہے۔ سو اس میں شک نہیں کہ پیدا ہونا اور مبعوث ہونا یا تشریف فرما دنیا میں ہونا حضرت ﷺ کا، خداوند تعالیٰ کی نعمتوں میں ایک اعلیٰ نعمت ہے، جس کے برابر کوئی اور نعمت نہیں، پس اس نعمت کا ذکر پورے طور پر میلاد شریف میں ادا ہوتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا.[2] (سورہ ابراهیم)

یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمت یا نعمتوں کو اگر شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکو گے۔

حضرت سہیل ابن عبداللہ تستری علیہ الرحمہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ وہ نعمت جس کا شمار نہیں ہو سکتا، وہ نعمت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، جن کا ذکر خاص طور سے مولود شریف میں ادا کیا جاتا ہے۔ دلائل الخیرات وغیرہ میں آں حضرت ﷺ کا خاص نام ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[1] پارہ:۲، البقرة:۲، آیت:۲۳۱ • پارہ:۳، آلِ عمران:۳، آیت:۱۰۳ • پارہ:۶، المائدة:۵، آیت:۷

[2] پارہ:۱۴، النحل:۱۶، آیت:۱۸ • پارہ:۱۳، ابراهیم:۱۴، آیت:۳۴

يَعْرِفُوْنَ نِعْمَةَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا.[1] (سورہ نحل)

یعنی: اللہ تعالیٰ کی نعمت کو جانتے اور پہچانتے ہیں، اس کے بعد اس کا انکار کرتے ہیں۔

زجاج اور سدی علیہما الرحمہ اس آیت شریف کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: نعمت اللہ حضرت محمد ﷺ ہیں[2]، یعنی کفار حضور کو نبی جانتے ہیں اور معجزاتِ ظاہرہ کو دیکھ کر انکار کرتے ہیں، سو یہی حال مولود شریف میں ہے کہ مسلمان لوگ اس نعمت کا ذکر کرتے ہیں اور منکرین انکار کرتے ہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا. الآية.[3] (سورہ ابراهيم)

کیا نہیں دیکھا ہے آپ نے (یعنی دیکھا ہے) ان لوگوں کو جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدل دیا کفر یا ناشکری سے۔ (آں حضرت ﷺ ان لوگوں کو جانتے تھے اور جانتے ہیں اور دیکھتے ہیں)۔

اس آیت شریف کی تفسیر میں حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے:

قال: هم والله كفار قريش، و محمد (صلى الله عليه و آله وسلم) نعمت الله تعالىٰ.

یعنی اللہ تعالیٰ کی قسم کہ وہ لوگ (نعمت اللہ کو بدلنے والے، کفر اور ناشکری کرنے والے) کفار قریش ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی نعمت محمد ﷺ ہیں۔ (زرقانی، شرح مواہب اللدنیہ، ص: ۲۲۱)

اس میں مسلمان لوگ نعمت اللہ کی یاد اور تعریف، مولود شریف میں کرتے ہیں۔ اور منکرین اس نعمت کو توہین کے ساتھ بدلنے والے ہیں۔

(۵) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ.[4] (سورہ نحل)

یعنی شکر کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا، اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔ یا اس کو معبود جان کر اس کے عبد بنتے ہو۔

شکر گزاری نعمت اللہ کی واجب ہے، جیسے آں حضرت ﷺ نے فرمایا ہے:

التحدث بنعمة الله شكر و تركه كفر.[5] الحديث.

یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمت کا ذکر بیان کرنا شکر ہے اور نہ کرنا کفر ہے۔ یہ ظاہر و باہر ہے کہ نعمت اللہ حضرت محمد ﷺ ہیں۔

---

[1] پارہ: ۱٤، النحل: ۱٦، آیت: ۸۳

[2] البحر المحيط، ج: ٥، ص: ٥٠٨، سورة النحل • زاد المسير لابن الجوزی، ج: ٤، ص: ٥٧٨، سورة النحل.

[3] پ: ۱۳، ابراهيم: ۱٤، آیت: ۲۸

[4] پارہ: ۱٤، النحل: ۱٦، آیت: ۱۱٤

[5] مسند احمد بن حنبل، حديث نعمان بن بشير حديث نمبر: ۱۸٤٤۹ • شعب الايمان، فصل فى المكافاة بالصنائع، حديث: ٤۱۰٥ • معالم التنزيل، ج: ۸، ص: ٤٥۸.

تفسیر معالم التنزیل میں اس حدیث شریف مندرجۂ صدر کو زیر آیت شریفہ: «وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ»[1] کے درج کیا ہے۔ پس اس نعمت وجود باوجود حضرت ﷺ کا بیان و ذکر کرنا، شکرگزاری انعام خداوندی ہے۔ اور اس کا ترک کرنا یا چھوڑ دینا یا اس کا مانع ہونا، کفر یا کفرانِ نعمت ہے۔ طریقہ شکرگزاری کا سب سے بہتر اور افضل عمل مولود شریف ہے۔ منکرین خاسرین ہیں۔

(۶) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللهِ.[2] (سورہ ابراھیم)

یعنی (اے رسولِ خدا ﷺ) ان کو یاد دلا دن اللہ تعالیٰ کے۔

امام فخرالدین رازی علیہ الرحمہ اس آیت شریف کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ دنوں سے مراد واقعاتِ عظیمہ ہیں جو ان دنوں میں واقع ہوئے۔[3] اب اہلِ ایمان کو دیکھنا چاہیے کہ آں حضرت ﷺ کے ظہور سے بڑھ کر کون سا واقعۂ عظیمہ ہے، ایوانِ کسریٰ کا شق ہونا، بتوں کا سر کے بل گر جانا، آتش خانۂ فارس کا بجھ جانا، رود سماوہ کا جاری ہونا، آسمانوں سے تاروں کا جھک آنا، کعبۃ اللہ شریف کا جھک کر شکرِ الٰہی بجالانا، ایسے ایسے واقعاتِ عظیمہ ہیں پس یاد دلانا ایام میلاد شریف کا، سب ایام کے یاد دلانے سے اہلِ ایمان کے نزدیک بڑھ کر ہے۔

تفسیر روح البیان میں بعض مفسرین کی طرف سے یہ بھی منقول ہے:

ذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللهِ ، أي: ذَكِّرْهُمْ نَعْمَائِي لِيُؤْمِنُوا بِي.[4]

یعنی یاد دلا ان کو میری نعمت تاکہ وہ مجھ پر ایمان لاویں۔ اھ۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آں حضرت ﷺ ہی نعمت اللہ ہیں، اور یہ یاد دلانا نعمت اللہ کا اور تذکرہ مولود شریف ہی موزون ہے، جو موجب ازدیادِ رونقِ ایمان ہے اور منکرین اس نعمت سے محروم ہیں۔

(۷) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ.[5]

یعنی اللہ تعالیٰ حضرت رسولِ کریم کو فرماتا ہے کہ ہم نے آپ کا ذکر بلند کیا۔

یعنی نبی اور رسول بنایا، زمین و آسمان میں مشہور کیا اور پھیلا دیا تمہارا ذکر زمین اور آسمان میں دنیا کے انتہا کناروں تک، اور تمہارا ذکر دلوں میں محبوب و مطلوب کردیا۔

امام رازی علیہ الرحمہ نے یہ باتیں مذکورہ بالا لکھ کر اس کے بعد یوں لکھا ہے:

---

[1] ترجمہ: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب خوب چرچا کرو۔ (پارہ: ۳۰، الضحیٰ: ۹۳، آیت: ۱۱)

[2] پارہ: ۱۲، ابراھیم: ۱٤، آیت: ۵

[3] تفسیر کبیر، ج: ۱، ص: ۲٦۱۹، تفسیر آیت مذکورہ، دار احیاء التراث العربی، بیروت.

[4] تفسیر روح البیان، ج: ٤، ص: ۲٦۳

[5] پارہ: ۳۰، الانشراح: ۹٤، آیت: ٤

كأن الله تعالىٰ يقول: املأ العالم من اَتباعِك، كلُّهم يثنون عليك و يُصلُّون عليك[1]

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم بھر دیں گے عالم کو تمہارے فرماں برداروں سے، اور وہ سب تمہاری تعریف کیا کریں گے اور درود پڑھا کریں گے۔ (تفسیر کبیر)

یہ آیت شریف اور اس کی تفسیر محفلِ میلاد شریف پر پورے طور پر صادق آتی ہے، کیوں کہ مولود شریف کی محفل میں کثرت سے درود شریف پڑھا جاتا ہے، اور آں حضرت ﷺ کی تعریف خوب کی جاتی ہے۔ اور کسی جگہ ایسا نہیں ہوتا۔ حضرت کے نور کا بیان، اور پھر ظہور نورٌ علیٰ نور کا تذکرہ، اور معجزات وخرق عادات جو وقتِ ظہور، ظہور میں آئے اور حلیہ شریف کا بیان، یہ تمام حضور کی تعریف وثنا میں بیان کیا جاتا ہے۔ يثنون عليك و يصلون عليك ہر دو پر خوب صادق آتا ہے اور آوازِ بلند سے بیان کیا جاتا ہے، اور مقام بلند مثل منبر، چوکی، تخت پر بیان ہوتا ہے، اور آپ کی رفعت اور شان بموجب حکم خداوندی «وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ» کی ظاہر ہوتی ہے، لیکن منکرین کو سوا جلنے بھننے کے اور کوئلے ہونے کے اور کچھ نہیں۔

تفسیر فتح العزیز شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ محدث دہلوی میں ہے۔ زیر آیت بالا:

[2] یعنی بلند کردیم برائے تو ذکر ترا۔ بایں مرتبہ جامعیت کمالات ترا میسر شد کہ ظلِ مرتبہ الوہیت گشتی وبایں جامعیت متفرد وطاق برآمدی حالا ترا ہم راہ خدا یاد کنند، مثلاً گویند اللہ ورسول دانا تر است واللہ ورسول چنیں فرمودہ کہ واجب الاطاعت ست وعلیٰ ہذا القیاس۔

ودر حدیث شریف وارد است کہ آں حضرت ﷺ از حضرت جبرئیل علیہ السلام پرسیدند کہ رفع ذکر من چگونہ فرمودہ اند۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام گفت کہ ذکر تو قرین ذکر خود گردانیدہ اند در بانگ نماز واقامت والتحیات وخطبہ ودر کلمہ طیبہ ودر کلمہ شہادت ودر امر بالطاعت کہ «أَطِيْعُوا اللهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ» ودر حرمت معصیت کہ «وَمَنْ يَّعْصِ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ فَإِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ أَبَدًا» پس ہر جا کہ ذکر خدا آمدہ ذکر رسول ہم راہ آنست۔ الخ بلفظہ (پارہ عم، ص: ۲۳۳)

---

[1] تفسير كبير، ج:١، ص:٤٧٨، تفسير سورة الانشراح، دار احياء التراث العربي.

[2] ترجمہ: ہم نے تمھارے واسطے تمھارے ذکر کو بلند کیا۔ کمالات وخوبیوں کی جامعیت اس حد تک آپ کو میسر ہوئی کہ آپ مرتبۂ الوہیت کے پرتو ہو گئے اور اس جامعیت سے منفرد اور یکتا کیا کہ اب لوگ آپ کو خدا کے ساتھ یاد کرتے ہیں، مثلاً کہتے ہیں اللہ ورسول زیادہ جاننے والا ہے، اللہ ورسول نے ایسا فرمایا، کہ جس کی اطاعت وپیروی واجب ہے۔ علی ھذا القیاس۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ میرے ذکر کی بلندی کس طرح ہوئی؟ حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ ملالیا، اذان، اقامت، التحیات، خطبہ، کلمۂ طیبہ، اور کلمۂ شہادت میں، اور پیروی کے وجوب میں کہ ارشاد ہے: اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو۔ اور نافرمانی کے حرام ہونے میں کہ ارشاد ہے: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو بے شک ان کے لیے جہنم کی آگ ہے۔ جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ جس جگہ خدا کا ذکر آیا اس کے ساتھ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بھی ذکر ہے۔

کتاب الشفا میں آیت «وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ» کے تحت میں ابن عطا سے روایت ہے:

جعلتك ذكرا من ذكري فمن ذكرك ذكرني.[1]

یعنی کیا میں نے تجھ کو اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ذکر اپنا، پس جس نے کیا ذکر آپ کا اس نے میرا ذکر کیا، یعنی دونوں ذکر واحد ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر واحد ہے، جو ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور یہ مولود شریف جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہوتا ہے، فرد فرض ہے، منکرین فرض کے منکر ہیں۔

(۸) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ.[2] (سورہ توبہ)

یعنی بے شک آیا ہے تمہارے پاس رسول تمھیں میں سے، بھاری ہے اس پر جو تم تکلیف اٹھاؤ، حرص رکھتا ہے (تمہاری ہدایت پر) مسلمانوں پر شفقت رکھنے والا مہربان (رؤف ورحیم)۔

اس آیت شریف میں اللہ تعالیٰ صاف صاف حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دنیا میں تشریف لانا فرماتا ہے، اور پھر ان کی صفات فرما رہا ہے۔ مولود شریف میں بعینہ یہی بیان ہوتا ہے کہ آپ پیدا ہوئے، یعنی عالمِ غیب وبطون سے عالمِ شہادت وظہور میں رونق افروز ہوئے، نظماً، نثراً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات ومعجزات کا تذکرہ خوش الحانی اور ذوق وشوق سے کیا جاتا ہے اور خداوند تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کیا جاتا ہے اور نعمت اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خاص ان کا نام ہے۔

(۹) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا. الآية.[3] (سورہ آل عمران)

یعنی بے شک احسان کیا ہے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں مومنوں پر، جو بھیج دیا ان میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

صحیح مسلم میں ہے کہ ایک روز رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حلقۂ صحابہ میں تشریف لائے۔ پوچھا تم کیوں بیٹھے ہو؟ انھوں نے عرض کی کہ ہم اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں اور اس کا شکر بجالاتے ہیں على ما هدانا الله للاسلام ومنَّ به علينا یعنی اس بات کا شکر کرتے ہیں کہ خدا نے ہم کو ہدایت دی اسلام پر اور احسان کیا ہم پر کہ راہِ راست پر لگا دیا۔ تب فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے: تم کو قسم اللہ تعالیٰ کی، کہ تم محض شکر یہ کے لیے بیٹھے ہو۔ انھوں نے عرض کی: قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ ہم اسی لیے بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تم کو اس لیے قسم نہیں دی کہ تم پر یہ گمان ہو کہ تم جھوٹ بولتے ہو، بلکہ میرے پاس جبرائیل آیا اور اس نے یہ خبر دی کہ إنَّ الله عزّ و جَلَّ يباهي بِكُمُ الملٰئكة یعنی اللہ تعالیٰ فرشتوں میں تمہارا فخر ظاہر کرتا ہے (کہ میری نعمت کا شکر کرتے ہیں)۔[4]

---

[1] كتاب الشفا، ج: ۱، ص: ۲۰، الفصل الأول في ما جاء من ذٰلك مجئ المدح.

[2] پارہ: ۱۱، التوبۃ: ۹، آیت: ۱۲۸ [3] پارہ: ٤، آلِ عمران: ۳، آیت: ١٦٤

[4] صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن. حديث: ۷۰۳۲

دیکھیے! صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نعمت و ہدایت اسلام پر، جو محض حضور سرورِ عالم ﷺ کے وسیلہ سے عطا ہوئی، شکریہ ادا کر کے کتنا بڑا درجہ پایا، جو اللہ تعالیٰ اُن کا فخر فرشتوں میں ظاہر فرماتا ہے۔ اس مولود شریف میں بھی بعینہ وہی شکر، اللہ کی نعمت کا، جو آں حضرت ﷺ ہیں، کہ دینِ اسلام کے اصل مبدا ہیں، ادا کیا جاتا ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ یثنون و یصلون کے ساتھ۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بطفیل اپنے حبیب پاک ﷺ کے، بانیان محفل اور حاضرین مجلس میلاد شریف کا فخر بھی ملائکہ میں ظاہر فرماتا ہوگا۔ یا فرماتا ہے، جیسے کہ صحابۂ کرام کے لیے عطا فرمایا۔ اس میں بھی وہی شکر نعمت اللہ کا ہے۔ آیات نمبر ۱/ ۲/ ۳/ ۴/ ۵/ میں اس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ منکرین کے لیے ظاہر ہوتا ہے کہ شیاطین میں ان کا فخر ہوتا ہوگا۔ مبارک ہو ان کو۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ۔[۱] (سورہ مائدہ)

تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور، یعنی حضور ﷺ۔

نور بھی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کا نام مبارک ہے، جن کے نور کا ذکر مولود شریف میں کیا جاتا ہے۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔[۲] (سورہ انبیاء)

یعنی اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو (اے محمد ﷺ) مگر رحمت تمام عالموں کے واسطے۔

حضور سرورِ عالم ﷺ کا دنیا میں تشریف لانا رحمت ہی رحمت ہے۔ پس اس رحمت کی تشریف آوری پر، جو نہایت عظمت و جلالت سے ظہور میں آئی، اس ظہور کے ذکر کے وقت مولود شریف میں تعظیم کے لیے نہایت ادب سے دست بستہ کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھنا ثابت الاصل ہے، اور فرحت اور سرور کا ہر ایک طرح کا سامان خورمی اس محفل مبارک میں کرنا ثابت ہے، جیسے دیگر آیات شریفہ میں ابھی آتا ہے۔ لیکن منکرین و مانعین اس رحمت سے محروم اور زحمتِ مذموم میں مسموم ہیں۔

(۱۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔[۳] (سورہ یونس)

یعنی: (اے محمد ﷺ) کہو مسلمان لوگ خدا کے فضل اور اس کی رحمت کے ساتھ خوشی کیا کریں۔

سو آں حضرت ﷺ کے ظہور کے برابر کوئی خوشی مسلمان کے لیے دنیا میں نہیں ہے۔ اس لیے مولود شریف میں تمام

---

[۱] پارہ: ٦، المائدۃ: ٥، آیت: ١٥ [۲] پارہ: ١٧، انبیاء: ٢١، آیت: ١٠٧

[۳] پارہ: ١١، یونس: ١٠، آیت: ٥٨

احباب کو جمع کرنا اور عمدہ عمدہ کھانے کھلانا، خوش بولگانا، مکانِ محفل کو خوب فرش وفروش اور روشنی سے سجانا، شیرینی تقسیم کرنا، وغیرہ وغیرہ تمام سامان سرور حبور خوشی وخورمی کے بجالانا زیر آیت کریمہ داخل ہے۔

(۱۳) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا. لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ. وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا.[1]

یعنی (اے محمد ﷺ) ہم نے تجھ کو بھیجا رسول بنا کر، احوال دیکھنے اور بتلانے والا، اور گواہ، اور خوشی اور ڈر سنانے والا، تاکہ تم لوگ ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول (محمد ﷺ) پر اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو اور توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی اور تسبیح کرو۔

اس آیت شریف کی تفسیر میں سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال ابن عباس في تفسير «تُعَزِّرُوْهُ» أي: تجلوه، و قال المبرد فيه، أي: تبالغوا في تعظيمه و قرئ تعززوه من العز كذا في الشفا، و قال الله تعالىٰ: مَنْ يُعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ.[2]

یعنی فرمایا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے «تُعَزِّرُوْهُ» کی تفسیر میں، یعنی اجلال یا بزرگی کرو ان کی۔ اور کہا مبرد نے کہ مبالغہ کرو اس کی تعظیم میں۔ اور بعض قاریوں نے «تُعَزِّرُوْهُ» کی راے مہملہ کو زاے معجمہ سے پڑھا ہے «تُعَزِّزُوْهُ»، یعنی جو عزت کے لفظ سے ہے، یعنی «تُعَزِّزُوْهُ» عزت کرو اس کی۔ یہ سب کتاب الشفا میں ہے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: جو شخص تعظیم کرے نشانیوں اللہ تعالیٰ کی، پس یہ دلوں کی پرہیزگاری ہے۔

پس آں حضرت ﷺ سے زیادہ بڑھ کر کوئی شعائر اللہ یا نشانیوں اللہ تعالیٰ سے نہیں ہے۔ اور ان کی تعظیم دلوں کی پرہیزگاری ہے، جو محفلِ مولود شریف میں اس حکم کی تعمیل کی جاتی ہے۔ اور یہ تعمیل انھیں کے نصیب میں ہے، جن کے دلوں میں محبتِ رسولِ اکرم ﷺ اور پرہیزگاری ہے۔ منکرین اس سے محروم ہیں۔

(۱۴) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا.[3] (سورہ احزاب)

یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ اور فرشتے حضور سرورِ عالم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! مسلمانو! تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجا کرو۔

تمام عبادتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم فرمایا کہ میری بندگی کیا کرو، لیکن یہاں خود کو اولاً شامل فرمایا۔

حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ ہماری وفات کے بعد تم میں

---

[1] پارہ: ۲٦، فتح: ٤٨، آیت: ٨

[2] کتاب الشفا، ج: ۲، ص: ۳۵، الباب الثالث فی تعظیم أمرہ ووجوب توقیرہ.

[3] پ: ۲۲، سورۂ احزاب: ۳۳، آیت: ٥٦

سے جو کوئی مجھ پر سلام بھیجے گا تو جبرائیل (علیہ السلام) آ کر کہیں گے، یا محمد ﷺ! یہ فلاں بن فلاں آپ پر سلام بھیجتا ہے، میں کہوں گا: عَلَیهِ و عَلیكَ السّلامُ و رَحمةُ اللهَ وبركاته.

دیکھو! یہ کتنا بڑا اعالی درجہ آں حضرت ﷺ کا، کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان پر درود و رحمت بھیجتا رہتا ہے، اور ساتھ ہی تمام فرشتے بھی۔ اور پھر تمام مسلمانوں کو بھی تاکیدی حکم درود و سلام کے بھیجنے کا دیا۔ اب غور کرو کہ مولود شریف میں کثرت سے درود و سلام ہوتا ہے۔ زہے نصیب ان محبین رسولِ اکرم ﷺ کے، کہ ان کا درود و سلام نام بنام ولدیت حضور کے پیش ہوتا ہے، اور ان پر نام بہ نام حضور کی طرف سے رحمت و سلام بھیجی جاتی ہے۔ منکرین کے لیے خسر الدنیا و الآخرة.

حکایت: ایک عالم نے ایک درویش بزرگ سے پوچھا کہ حضرت بتاؤ! اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کیا کام کر رہا ہے؟ اس بزرگ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ آں حضرت ﷺ پر درود شریف بھیج رہا ہے۔ وہ عالم سائیں صاحب کا جواب سن کر خاموش ہو گیا۔

اس حکایت سے یہ نتیجہ نکلا کہ خداوند تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس آیت شریف کے مطابق آں حضرت ﷺ پر ہر وقت درود شریف پڑھتے یا بھیجتے رہتے ہیں۔ گویا ہر وقت حضور کا ذکر ہوتا رہتا ہے۔ یہاں اگر مسلمان لوگ محفلِ میلاد شریف منعقد کر کے آں حضرت ﷺ پر درود و سلام پڑھتے یا ان کا ذکر خیر و برکت کا کرتے ہیں تو وہابیہ کے نزدیک بدعتی، مشرک، فاجر، فاسق بتائے جاتے ہیں۔ خدا ان لوگوں کو ہدایت دے۔ اگر اس کی مشیت میں ہے۔

(۱۵) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ.[1] (سورہ جمعہ)

یعنی وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے پیدا کیا ان پڑھوں میں ایک رسول انھیں میں کا، پڑھتا ہے ان کی پاس اس کی آیتیں، اور ان کو سنوارتا ہے، اور سکھاتا ہے کتاب اور عقل مندی، اس سے پہلے صریح بھلاوے میں تھے یا بھولے ہوئے تھے۔ اور لوگ بھی ان میں سے ہیں جو ابھی نہیں ملے ان سے، اور وہی ہے زبردست حکمت والا۔

رسولِ خدا ﷺ جو ہماری نجات کے موجب اور شفیع، اور خدا تک پہنچانے کے باعث ہیں، خداوند کریم خود ان کے پیدا اور مبعوث ہونے کا ذکر فرماتا ہے، جو ہماری ہدایت اور رہ بری کے لیے ہے۔ اس لیے ہم کو ضروری ہے کہ ہم ان کا تذکرہ نہایت شوق اور ذوق سے کریں اور ان کی تعظیم و توقیر و عزت کریں، تاکہ ہم میں محبت کا نشان پیدا ہو۔ سو یہ مولود شریف کی مجلس میں حاصل ہوتا ہے۔ اس پر کسی منکر کے کہنے کی پرواہ نہیں چاہیے۔

(۱۶) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ. الآیه.[2] (سورہ النساء)

---

[1] پارہ: ۲۸، جمعہ: ۶۲، آیت: ۲

[2] پارہ: ۵، نساء، آیت: ۵۹

یعنی تابع داری کرو اللہ تعالیٰ کی اور تابع داری کرو رسولِ خدا ﷺ کی اور جو تم میں صاحبِ امر یا حکم ہیں، ان کی بھی تابع داری کرو۔

یعنی دین میں، خاص کر سلاطین، و ائمۂ مجتہدین، اولیاے کرام و علماے عظام، جو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم بتلاتے ہیں، اور ثواب و عذاب، حلال و حرام کے احکام سمجھاتے ہیں، ان کی تابع داری فرض و واجب ہے۔ اسی طرح ماں باپ، استاد، مرشد کی تابع داری بھی واجب ہے۔

اس آیت شریف سے ثابت ہے کہ بادشاہانِ اسلام نے اس مولود شریف کو اس ہیئت کذائیہ سے جاری فرمایا اور خود عمل کیا، اور اس کا تمام ملکوں میں رواج دیا اور تمام علماے کرام و مشائخ عظام نے اس عمل کے کرنے کا بالاتفاق فتویٰ دیا۔ اور صوفیاے کرام نے اس کے کرنے میں ذوق و شوق کا اظہار فرمایا اور تعظیمِ رسولِ کریم ﷺ میں محبت کا از دیاد اور مزہ عظیم پایا، اور پھر ہمارے والدین نے بھی اس کے کرنے کا حکم فرمایا، اور استادوں اور مرشدوں علیہم الرحمہ نے اس کارِ خیر عظیم البرکت کا ارشاد فرمایا۔ پس اب بھی کوئی شخص اس عمل کا منکر ہو تو قرآن شریف کے حکم کا منکر، رسولِ خدا ﷺ کے حکم کا منکر، اولی الامر کے حکم کا منکر، علماے کرام و صوفیاے عظام کے حکم کا منکر، استادوں، مرشدوں کے حکم کا منکر، ماں باپ کے فرمانے کا منکر، بتلایئے! ایسے بڑے منکر کا کیا حال۔ خدا ہدایت دے۔

(۱۷) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ.[۱] (سورہ آلِ عمران)

یعنی کہہ دو (اے رسول ﷺ) لوگوں کو اگر تم اللہ کی محبت چاہتے ہو تو میری تابع داری کرو، تب خدا تعالیٰ تم کو دوست بنالے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

دیکھو! مولود شریف کے کرنے سے محبت پیدا ہوتی ہے، اور ان کی عزت اور تعظیم کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے، جب تک آں حضرت ﷺ کی محبت نہ ہوگی ایمان ہی ندارد ہے۔ اور یہ بات صحیح ہے کہ جس سے محبت ہوگی اس کا ذکر بھی محبوب اور مرغوب ہوگا، اور اس کا ذکر زیادہ کرے گا، جیسے حدیث شریف میں ہے: «من أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ مِنْ ذِكرِه »[۲] اور یہ بھی کہ جس کے ساتھ محبت ہوگی وہ اس کے ساتھ ہوگا، جیسے دوسری حدیث شریف میں ہے: «المرءُ مَعَ من أَحَبَّ»[۳]

---

[۱] پارہ: ۳، آل عمران: ۳، آیت: ۳۱.

[۲] ترجمہ: جو کسی چیز سے محبت کرتا ہے تو اس کا ذکر بھی زیادہ کرتا ہے۔ (جامع الاحاديث للسيوطي، حرف الميم، حديث: ٤٥٣١٥)

[۳] ترجمہ: آدمی اسی کے ساتھ ہوگا، جس سے اُسے محبت ہوگی۔ (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب علامة حب الله عزّ و جل، حديث: ٦١٦٨)

اس آیت شریف اور احادیث سے ظاہر ہے کہ منکرین کو حضور سرورِ عالم حبیبِ خدا ﷺ سے مطلق محبت نہیں، اس لیے ان کا ذکر کرنا چاہتے ہی نہیں۔ بلکہ سخت ترہیب کے وعظ کر کے فتاویٰ شرک اور کفر کے جاری کرتے ہیں، تا کہ کوئی بھی مسلمان دنیا میں اس ذکر پاک کا نام تک نہ لے۔

دیکھیے! کیسی کیسی عداوت اور بغض آں حضرت ﷺ سے ہے، جو سیدھا جہنم کا راستہ ہے۔ العیاذ باللہ۔

(۱۸) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ[1] (سورہ آلِ عمران)

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے اقرار لیا کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور حکمت سے، پھر جب آوے تمہارے پاس رسول تصدیق کرتا جو تمہارے پاس ہے، تو اس پر ایمان لاؤ گے، اور اس کی مدد کرو گے۔ فرمایا: تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر میرا ذمہ لیا؟ بولے ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا: تو اب شاہد رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ شاہد ہوں، اور جو کوئی پھر جائے اس کے بعد تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

یہ آیت شریف بھی آں حضرت ﷺ کے تذکرہ مولود شریف کے لیے ضروری ہے، تا کہ آں حضرت ﷺ کی عالی شان معلوم ہو۔ تمام قرآن شریف ہی گویا میلاد شریف ہے، جیسے کہ:

(۱۹) تمام اہلِ کتاب آں حضرت ﷺ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے تھے، اور اس کا ذکر۔ (اعراف)
(۲۰) آں حضرت ﷺ کے نبی اور رسول امی ہونے کا ذکر۔ (اعراف، جمعہ، شوریٰ، عنکبوت)
(۲۱) آں حضرت ﷺ کا تمام دنیا کے لیے قیامت تک نبی اور رسول ہونے کا ذکر۔ (اعراف، سبا)
(۲۲) آں حضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا ذکر۔ (سورہ احزاب)
(۲۳) آں حضرت ﷺ کے تمام عالموں کے لیے رحمت ہونے کا ذکر۔ (سورہ انبیا)
(۲۴) آں حضرت ﷺ کے خلق عظیم پر مخلوق ہونے کا ذکر۔ (سورہ قلم)
(۲۵) آں حضرت ﷺ کے تمام جن وانس کے لیے رسول مبعوث ہونے کا ذکر۔ (احقاف، جن)
(۲۶) آں حضرت ﷺ کے تمام دنیا کے لیے بشیر ونذیر ہونے کا ذکر۔ (بقرہ، ہود، فرقان وغیرہا)
(۲۷) آں حضرت ﷺ کو نبوت ورسالت ہونے کا ذکر۔ (علق، مدثر)
(۲۸) آں حضرت ﷺ کے تبلیغ فرمانے کا ذکر۔ (بقرۃ، آل عمران، نسا، مائدہ، اعراف وغیرہا)

---

[1] پارہ: ۳، آل عمران: ۳، آیت: ۸۱

(۲۹) آں حضرت ﷺ کے شرح صدر ہونے کا ذکر۔(سورہ انشراح)
(۳۰) آں حضرت ﷺ کا منکروں، کافروں سے علاحدہ ہوجانے کا ذکر۔(سورہ کافرون)
(۳۱) آں حضرت ﷺ کا مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمانے کا ذکر۔(سورہ بنی اسرائیل)
(۳۲) آں حضرت ﷺ کے ہجرت فرمانے کا سبب اور اس کا ذکر۔(سورہ انفال)
(۳۳) آں حضرت ﷺ کا غارِ ثور میں تشریف لے جانے کا ذکر۔(سورہ توبہ)
(۳۴) آں حضرت ﷺ کے جنگ بدر اور نزول فرشتوں کا ذکر۔(سورہ عمران، انفال)
(۳۵) آں حضرت ﷺ کے صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان کا ذکر۔(سورہ فتح)
(۳۶) آں حضرت ﷺ کے فتح مکہ وخیبر وغیرہ کی بشارت کا ذکر۔(فتح)
(۳۷) آں حضرت ﷺ کے معجزہ فصاحت قرآن شریف کے قیامت تک رہنے کا ذکر۔
(بقرہ، بنی اسرائیل، یونس وغیرہا)
(۳۸) آں حضرت ﷺ کے معجزہ شق القمر کا ذکر۔(سورہ قمر)
(۳۹) آں حضرت ﷺ کے معجزہ معراج شریف میں اسی جسم عنصری کے ساتھ مکہ معظّمہ سے فوق السماوات[1] تک تشریف لے جانے کا ذکر۔(بنی اسرائیل، نجم)
(۴۰) آں حضرت ﷺ کے عام معجزات دکھلانے کا ذکر۔(عمران، قمر)
(۴۱) آں حضرت ﷺ کا قوم نصاریٰ نجران کے ساتھ مباہلہ کرنے کا ذکر۔(آلِ عمران)
(۴۲) آں حضرت ﷺ کا یہود کے ساتھ مباہلہ اور معجزہ کا ذکر۔(بقرہ، جمعہ)
(۴۳) آں حضرت ﷺ کا قتل سے بچنے کی پیشن گوئی کا ذکر۔(سورہ مائدہ)
(۴۴) آں حضرت ﷺ کی پیشن گوئی کہ ”قرآن شریف کی مثل قیامت تک کوئی نہ لا سکے گا“ کا ذکر۔(سورہ بقرہ)
(۴۶) آں حضرت ﷺ کی، دین اسلام کی تمام ادیان پر غالب آنے کی پیشن گوئی کا ذکر۔(فتح، توبہ)
(۴۷) آں حضرت ﷺ کا مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ میں تشریف لانے کا ذکر۔(فتح)
(۴۸) آں حضرت ﷺ کی پیشن گوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خلافت ملنے کا ذکر۔(نور)
(۴۹) آں حضرت ﷺ کی ملک کنعان کی پیشن گوئی کا ذکر۔(انبیاء)
(۵۰) آں حضرت ﷺ کی تمام جہاں پر غالب آنے کی پیشن گوئی کا ذکر۔(سورہ مائدہ اور تمام قرآن شریف)

---
[1] فوق السماوات: یعنی آسمانوں کے اوپر۔ ۱۲ منہ

فصل دوم: وہ آیات جن میں دیگر انبیا علیہم السلام کے ذکر یا یاد کرنے کا حکم ہے

اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے، آں حضرت ﷺ کے مولود شریف میں جو حالات بیان کرنے کی تصدیق قرآن شریف میں فرمائی ہے، بعض دیگر انبیا علیہم السلام کے ذکر مولد کرنے کے واسطے بھی حکم فرمایا ہے-- اس طرح پر:

(۱) وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ.[۱] (۲) وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ.[۲]
(۳) وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى.[۳] (۴) وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ.[۴]
(۵) وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ.[۵] (۶) وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ.[۶]
(۷) وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ.[۷] (۸) وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ.[۸]
(۹) يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى / وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا.[۹]
(۱۰) قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا / قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۗ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا.[۱۰]
(۱۱) وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ / وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ.[۱۱]

یہ سب آیات، مولود شریف انبیا علیہم السلام میں ہیں۔ اور خاص کر آیات نمبر ۱۰/۱۱/۱۲ میں تو حضرت یحییٰ، عیسیٰ، موسیٰ علیہم السلام کی پیدائش کا ذکر ہے۔ گویا اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ حکم مولود شریف کرنے کے لیے دلیل ہے۔

---

[۱] ترجمہ: اور کتاب میں مریم کو یاد کرو۔ (کنز الایمان). پارہ:۱۶، مریم:۱۹، آیت:۱۶
[۲] ترجمہ: اور کتاب میں ادریس کو یاد کرو۔ (کنز الایمان) پارہ:۱۶، مریم:۱۹، آیت:۵۶
[۳] ترجمہ: اور کتاب میں موسیٰ کو یاد کرو۔ (کنز الایمان) پارہ:۱۶، مریم:۱۹، آیت:۵۱
[۴] ترجمہ: اور کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو۔ (کنز الایمان) پارہ:۱۶، مریم:۱۹، آیت:۵۴
[۵] ترجمہ: اور ہمارے بندے داؤد نعمتوں والے کو یاد کرو۔ (کنز الایمان) پارہ:۲۳، ص:۳۸، آیت:۱۷
[۶] ترجمہ: اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو۔ (کنز الایمان) پارہ:۲۳، ص:۳۸، آیت:۴۵
[۷] ترجمہ: اور یاد کرو اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل کو۔ (کنز الایمان) پارہ:۲۳، ص:۳۸، آیت:۴۸
[۸] ترجمہ: اور یاد کرو عاد کے ہم قوم کو۔ (کنز الایمان) پارہ:۲۶، احقاف:۴۶، آیت:۲۱
[۹] اے زکریا ہم تجھے خوشی سناتے ہیں ایک لڑکے کی جس کا نام یحییٰ ہے/ اور سلامتی ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن زندہ اٹھایا جائے گا۔ (کنز الایمان) پارہ:۱۶، مریم:۱۹، آیت:۱۵/ ۷
[۱۰] بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں/ بچہ نے فرمایا میں ہوں اللہ کا بندہ اس نے مجھے کتاب دی، اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا۔ (کنز الایمان) پارہ:۱۶، مریم:۱۹، آیت:۱۹/ ۳۰
[۱۱] اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام فرمایا کہ اسے دودھ پلا، پھر جب تجھے اس سے اندیشہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور ہم اسے رسول بنائیں گے۔ (کنز الایمان) پارہ:۲۰، القصص:۲۸، آیت:۷

فصل سوم: توریت، زبور، انجیل سے مولود شریف کا ثبوت مختصراً

قرآن شریف کی آیات کے بعد کتب آسمانی یہود و نصاریٰ سے بھی آں حضرت ﷺ کا ذکر بہ غرض تصدیق مختصراً درج کیا جاتا ہے۔ کیوں ہمارا ایمان ہے کہ کوئی آسمانی کتاب ایسی نہیں کہ جس میں حضور سرور عالم ﷺ کا اور ان کے معجزات کا تذکرہ اس میں نہ ہو۔ یہ دوسری بات ہے کہ تحریفی کارروائی میں بہت سا تغیر واقع ہوگیا۔ تاہم خدا کی قدرت سے بہت جگہ ان کا ذکر پایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اہل ہنود کے وید میں بھی مولود شریف موجود ہے۔ جیسے کہ ذیل کی چند عبارات سے پایا جاتا ہے۔

توریت مروّجہ سے ثبوت جو پرانے عہد نامہ سے موسوم ہے

(۱) کتاب پیدائش: باب: ۱۷، درس: ۲۰۔

اور اسماعیل کے حق میں، میں نے تیری سنی۔ دیکھ! میں اسے برکت دوں گا، اور اسے بردمند کروں گا، اور اسے بڑھاؤں گا۔

(۲) ایضاً۔ باب ۲۱، درس ۱۷۔

تب خدا نے اس لڑکے (حضرت اسماعیل علیہ السلام) کی آواز سنی، خدا کے فرشتے نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اس سے کہا، کہ اے ہاجرہ! تجھ کو کیا ہوا؟ مت ڈر، اس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے خدا نے سنی۔ (۱۸) اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اپنے ہاتھ سے سنبھال کہ میں اسے ایک بڑی قوم بناؤں گا۔

(۳) کتاب استثناء، باب ۱۸، درس: ۱۵۔

(اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے فرماتا ہے) (۱۵) خداوند! خدا تیرے لیے، تیرے ہی درمیان سے، تیرے ہی بھائیوں میں، تیری مانند ایک نبی برپا کرے گا، تم اس کی طرف کان دھریو۔ (۱۶) اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ انھوں نے جو کچھ کہا سو اچھا کہا۔ (۱۷) اور میں ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا، اور اپنا کلام اس کے منھ میں ڈالوں گا، اور جو کچھ اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا۔ (۱۸) اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو - جنھیں وہ میرا نام لے کر کہے گا - نہ سنے گا، میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔ (۱۹) لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔

توضیح: اس بشارت کو نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت بیان کرتے ہیں، اور یہود حضرت یوشع علیہ السلام پر ثبت کرتے ہیں۔ مگر دراصل یہ پیشن گوئی خاص حضرت محمد ﷺ کی نسبت ہے، بہ وجوہات ذیل:

وجہ اوّل: تمام اہل کتاب کو حضرت ﷺ کی تشریف آوری کا یقیناً اور بلاشبہ انتظار تھا۔ جیسے کہ یوحنا کی انجیل باب اول میں درس ۱۹؍سے ۲۵؍تک اس طرح پر لکھا ہے۔

(۱۹) اور یوحنا کی گواہی کیا تھی جب کہ یہود نے یروشلم سے کاہنوں اور لاویوں کو بھیجا کہ اس سے پوچھو تو کون ہے؟ (۲۰) اور اس نے اقرار کیا۔ اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں۔ (۲۱) تب انھوں نے اس سے پوچھا، تو اور کون ہے، کیا تو الیاس ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں پس آیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ (۲۲) تب انھوں نے اس سے کہا کہ تو کون ہے؟ تا کہ ہم انھیں، جنھوں نے ہم کو بھیجا، کوئی جواب دیں۔ تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے۔ (۲۳) اس نے کہا کہ میں جیسا کہ یسعیاہ نبی نے کہا ہے بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کے راہ کو درست کرو۔ (۲۴) مگر یہ فریسی ئیوں کی طرف سے بھیجے گئے۔ (۲۵) اور انھوں نے اس سے سوال کیا اور کہا کہ اگر تو نہ تو مسیح ہے نہ الیاس ہے اور نہ وہ نبی ہے پس کیوں بپتمسہ دیتا ہے۔

اسی انجیل میں درس ۲۱؍ میں جہاں لفظ "وہ نبی" لکھا ہے، حاشیہ پر کتاب استثنا کے باب ۱۸ / ۱۵؍ کا حوالہ دیا ہے۔ جس میں موسیٰ علیہ السلام کو خدا فرماتا ہے کہ تیرے ہی درمیان سے، تیرے ہی بھائیوں میں، تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا الخ۔ پس اس سے ثابت ہے کہ جس نبی کا انتظار تھا وہ نبی آں حضرت ﷺ تھے۔

وجہ دوم: اس بشارت میں اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کو فرماتا ہے: تیری مانند نبی برپا کروں گا۔ یہ ظاہر و باہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی مانند نہ تو یوشع علیہ السلام ہیں، اور نہ عیسیٰ علیہ السلام۔ کیوں یہ دونوں بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ اور کتاب توریت کی، کتاب استثنا کے باب درس ۱۰؍ میں لکھا ہے کہ «اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰ کی مانند کوئی نبی نہیں اٹھا» حضرت موسیٰ علیہ السلام وحضرت عیسیٰ علیہ السلام میں حسب ذیل مطابقت نہیں۔

۱- حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہ قول نصاریٰ تثلیث کے قائل تھے۔ اور موسیٰ علیہ السلام تثلیث کے قائل نہ تھے
۲- حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہ قول نصاریٰ خدا کے بیٹے تھے اور خدا بھی تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے نہ تھے۔
۳- حضرت عیسیٰ علیہ السلام بے باپ پیدا ہوئے تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے باپ عمران تھے۔
۴- حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت تھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کوئی جدید شریعت نہیں ملی تھی۔ (بہ زعم نصاریٰ)
۵- حضرت موسیٰ علیہ السلام احکامِ شریعت جاری کرنے پر قادر تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ قدرت نہ تھی۔
۶- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شادی و نکاح کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایسا نہیں کیا۔
۷- حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر بہ حکم خدا اٹھائے گئے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام انتقال فرما گئے۔
۸- حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت کو آسمان پر سے نزول فرما کر دجال کو قتل کریں گے اور نکاح کریں گے اور آخر کو وصال فرما کر آں حضرت ﷺ کے روضہ مطہرہ مدینہ منورہ میں مدفون ہوں گے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں آئیں گے۔

۹- حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریوں کے راعی تھے اور بکریاں آپ نے چرائی ہیں۔لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہیں۔
۱۰- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے مخالفین کفار پر جہاد کیا۔لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسا نہیں کر سکے۔

پس یہ تمام مماثلتیں آں حضرت ﷺ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے من کل الوجوہ ثابت ہیں۔یعنی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں حلال وحرام کے احکام ہیں، ویسے ہی حضرت محمد ﷺ کی شریعت میں۔جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرعون کی ذلت سے نکال کر عزت دی اور راہ راست دکھلائی، اسی طرح آں حضرت ﷺ نے عرب کے لوگوں کو فارس اور روم کی قید سے نکال کر موحد بنا دیا اور مہذب اور شائستہ کر دیا۔جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شادی کی، اسی طرح آں حضرت ﷺ نے بھی کی۔جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماں باپ تھے، ایسے آں حضرت ﷺ کے بھی تھے۔جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبل از نبوت بکریاں چرائی تھیں، اسی طرح آں حضرت ﷺ نے بھی بکریاں چرائی تھیں۔جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے کفار کے ساتھ جہاد کیے، اسی طرح آں حضرت ﷺ نے بھی کیے۔ علی ھذا القیاس ہر امر میں پوری پوری مماثلت دونوں اولوالعزم پیغمبران علیہما السلام میں پائی جاتی ہے اور کسی نبی علیہ السلام میں پائی نہیں جاتی۔اس لیے اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں یوں فرماتا ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا. شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا.[1]

یعنی ہم نے تمہاری طرف ایسا رسول جو شاہد ہے تم پر بھیجا، جیسے کہ فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔یعنی تمہاری طرف اے مسلمانو! محمد ﷺ کو بھیجا ہے۔اور ایسا ہی فرعون کی طرف موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا تھا۔

نکتہ: ایک سِر اس میں مطابقت کا یہ بھی ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نام کا حرف اول میم ہے اسی طرح حضرت محمد ﷺ کے نام کا اول حرف بھی میم ہی ہے۔جس کے اعداد جمل چالیس ہیں۔یہی چالیس روز حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر رہے تھے۔اسی طرح آں حضرت ﷺ بھی کوہِ حرا میں تشریف فرما رہے۔اور مولود شریف کا حرف اول بھی میم ہی ہے۔

وجہ سوم: اس بشارت میں یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے تجھ سا نبی برپا کروں گا۔اور یہ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد ہیں۔اور ان کے بھائی حضرت اسماعیل ہیں، جن کی اولاد سے آں حضرت ﷺ ہیں۔اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے برکت کا دیا جانا تورات کی کتاب پیدائش سے نقل ہو چکا ہے۔

وجہ چہارم: اس بشارت میں یہ بھی فرمایا گیا کہ میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔یعنی توریت وانجیل و زبور کتب کی طرح لکھی ہوئی کتاب نازل نہ ہوگی بلکہ فرشتہ ان کے روبرو کلام پڑھ کر ان کے منہ میں ڈالے گا، اور نبی امی

[1] پارہ:۲۹، المزمل:۷۳، آیت:۱۵

ﷺ وہ کلام الٰہی سن کر یاد کرلے گا، اور لوگوں کو اپنے منہ سے پڑھ کر سنائے گا۔ پس یہ بات بھی اور کسی نبی میں پائی نہیں گئی۔

وجہ پنجم: اس نبی کے لیے اعزاز و اکرام کی بھی سختی سے بشارت دی گئی ہے کہ جو شخص اس نبی کی بات کو نہ مانے گا میں اسے سزا دوں گا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ سزا خاص عذاب آخرت ہی سے مراد نہیں، کیوں کہ اس میں کسی نبی کی خصوصیت نہیں۔ بلکہ ہر نبی کے نافرمان کو عذاب اخروی ہوگا۔ بلکہ اس سزا سے سزا دینا مراد ہے، کہ اس نبی کے منکروں اور نافرمان کو جہاد اور قتال سے زیر کروں گا، اور ذلیل بنا دوں گا۔ سو یہ بات نہ تو یوشع علیہ السلام، اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں، پس یہ بشارت خاص آں حضرت ﷺ کے لیے تھی۔ جو پوری ہوئی۔

وجہ ششم: اس بشارت میں یہ بھی تصریح ہے کہ یہ نبی اگر کوئی بات اپنی طرف سے کہے گا تو قتل کیا جائے گا، اور یہ ظاہر ہے کہ ایسا حادثہ حضور کی ذات پاک پر واقع نہیں ہوا۔ بلکہ روز افزوں شان وشوکت زیادہ ہوتی گئی، مگر ہاں! ہمارا اعتقاد نہیں۔ لیکن نصاریٰ کا اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کیے گئے۔ یہ بات ان کو جھوٹا ثابت کرتی ہے۔ نعوذ باللہ منہا.

پس یہ بشارت پورے طور پر آں حضرت ﷺ کے لیے واضح طور پر ثابت ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

(۴) تورات، کتاب استثنا، باب: ۳۳، درس: ۲۔

اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا۔ اور ساعیر سے ان پر طلوع ہوا، اور فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ، اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لیے تھی۔ (بلفظہ)

توضیح: پہاڑ سینا وہ پہاڑ ہے جس کو کوہِ طور کہتے ہیں۔ خدا کا آنا اس پہاڑ پر یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس جگہ پر کتاب تورات عطا ہوئی۔ اور کوہ ساعیر وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل عطا ہوئی۔ اور فاران پہاڑ مکہ معظّمہ کا پہاڑ ہے۔ یا کوہِ حرا جہاں حضور سرور عالم ﷺ تنہائی میں عبادت کیا کرتے تھے، اور اسی جگہ قرآن شریف کا نزول شروع ہوا۔ پس کوہ فاران سے جلوہ گر ہونے سے مراد قرآنی نزول آں حضرت ﷺ پر ہے۔ ہزاروں قدوسیوں یعنی صحابہ کرام ان کے ساتھ تھے۔ اور آتشی شریعت احکام سزا سخت مشرکوں، منافقوں، رہزنوں، حرام کاروں، شراب خوروں وغیرہم کے لیے اور تلوار ان کے پاس تھی۔

اگر کوئی شخص شبہہ کرے کہ فاران مکہ معظّمہ میں پہاڑ نہیں ہے۔ تو ازالہ شبہہ کے لیے تورات کی عبارت لکھ دی جاتی ہے:

تورات کتاب پیدایش: باب: ۲۱، درس: ۲۰، ۲۱۔

(۲۰) خدا اس لڑکے (حضرت اسماعیل علیہ السلام) کے ساتھ تھا۔ اور وہ بڑھا اور بیابان میں رہا کیا۔ اور تیر انداز ہو گیا۔

(۲۱) اور وہ فاران کے بیابان میں رہا۔ بلفظہ

اس سے ثابت ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام مکہ معظّمہ کے پہاڑ میں ظاہر ہوئے اور اسی جگہ رہتے تھے، اور یہی فاران پہاڑ ہے۔ جہاں وہ تیر اندازی کرتے تھے، وہی تیر اندازی آں حضرت ﷺ نے کی۔

کتاب زبور سے مولود شریف کا ثبوت

زبور ۴۵ / حضرت داؤد علیہ السلام کی زبان مبارک سے اس طرح پر ہے:

میرے دل میں اچھا مضمون جوش مارتا ہے۔ میں ان چیزوں کو، جو میں نے بادشاہ کے حق میں بتائی ہے، بیان کرتا ہوں۔ میری زبان ماہر لکھنے والے کا قلم ہے۔ (۲) تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے۔ تیرے ہونٹوں میں لطف بٹھایا گیا ہے۔ اسی لیے خدا نے تجھ کو ابد تک مبارک کیا۔ (۳) اے پہلوان! اپنی تلوار کو، جو تیری حشمت اور بزرگواری ہے حمائل کر کے اپنی ران پر لٹکا۔ (۴) اور اپنی بزرگواری سے سوار ہو، اور سچائی اور ملائمت اور صداقت کے واسطے اقبال مندی سے آگے بڑھ، اور تیرا داہنا ہاتھ تجھ کو مہیب کام سکھائے گا۔ (۵) تیرے تیر تیز ہیں۔ لوگ تیرے نیچے گرے پڑتے ہیں۔ وہ بادشاہ کے دشمنوں کے دل میں لگ جاتے ہیں۔ (۶) تیرا تخت اے خدا ابدالاباد ہے۔ تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے۔ (۷) تو صداقت کا دوست اور شرارت کا دشمن ہے۔ اس سبب خدا تیرے خدا نے تجھ کو خوشی کے تیل سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ مسح کیا۔ (۸) تیرے سارے لباس سے مر اور عود اور تج کی خوشبو آتی ہے، کہ جن سے ہاتھی دانت کے دو محلوں کے درمیان انھوں نے تجھ کو خوش کیا ہے۔ (۹) بادشاہ کی بیٹیاں تیری عزت والیوں میں ہیں۔ بلکہ اوفیر کے سونے سے آراستہ ہو کے تیرے داہنے ہاتھ کھڑی ہیں۔ (۱۶) تیرے بیٹے تیرے باپ دادوں کے قائم مقام ہوں گے تو انھیں تمام زمین کے سردار مقرر کرے گا۔ (۱۷) میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤں گا۔ پس سارے لوگ تیری ستائش کریں گے۔ بلفظہ

توضیح: تمام اہل کتاب کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک ایسے نبی کی بشارت دیتے ہیں جو ان کے بعد ان صفات سے موصوف ہو کر ظاہر ہوگا۔ پس یہود کے نزدیک تو اب تک کوئی نبی حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد ان صفات سے ظاہر نہیں ہوا۔ اور نصاریٰ کے نزدیک اس بشارت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں۔ اور اہل اسلام کے نزدیک حضرت محمد ﷺ ہیں اور حق اور صحیح یہی ہے کہ یہ بشارت واقعی حضرت محمد ﷺ کے حق میں ہے۔ کیوں کہ جو اوصاف اس بشارت میں درج ہیں، وہ سب کے سب ان میں پائے جاتے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں ہرگز پائے نہیں جاتے۔ وہ اوصاف یہ ہیں:

[۱] اس نبی کا حسین ہونا [۲] قوی ہونا یا پہلوان ہونا [۳] افضل البشر ہونا [۴] فصیح ہونا [۵] شمشیر بند ہونا [۶] مبارک زمانہ ہونا [۷] تیرانداز ہونا [۸] خلق کا آپ کے تابع ہونا [۹] ان کے کپڑوں سے خوشبو کا آنا [۱۰] بادشاہوں کی بیٹیوں کا ان کے گھرانے میں آنا [۱۱] اس کی اولاد کا بجائے اپنے باپ کے رئیس یا حاکم ہونا.................. [۱۲] ہر جگہ اس کی ستائش کا ذکر ہونا [۱۳] ساری پشتوں یعنی تمام لوگوں کو اس کا نام یاد دلانا [۱۴] ابدالآباد اس کا ذکر جاری رہنا۔

ان تمام اوصاف کی تطبیق اس طرح پر ہے کہ یہ تمام امور مولود شریف میں موجود ہیں۔ اور یوں ہے:

(۱) حسین ہونا آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے چہرہ مبارک آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی چیز خوب صورت نہیں دیکھی، گویا آفتاب آپ کے چہرہ مبارک میں پھرتا ہے۔ اور جب ہنستے تھے تو دیوار تک آپ کے دانتوں سے روشن ہو جاتی تھی۔ اور سب صحابہ رضی اللہ عنہم سے اسی طرح منقول ہے۔[1]

(۲) اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قوی ہونے اور قوت کا یہ حال تھا کہ رکانہ نام پہلوان طاقت میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ ایک روز آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگل میں ملا، اور کہنے لگا کہ اگر تم مجھ کو کشتی میں مغلوب کر دو تو میں جان لوں گا کہ تم نبی ہو۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو دو دفعہ پچھاڑا۔[2]

(۳) افضل البشر ہونے پر آپ کی نبوت عامہ کا قیامت تک ہونا دلیل ہے۔

(۴) فصاحت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اظہر من الشّمس و ابین من الامس[3] ہے۔

(۵) تلوار باندھنا اور جہاد کرنا مسلم الثبوت ہے۔

(۶) مبارک ہونا بھی حضور کا ظاہر ہے، کہ مشرق مغرب میں کروڑوں مسلمان نماز پنج وقتہ وتہجد وغیرہ نوافل میں درود شریف «اللّٰهُمَّ بَارِكْ علىٰ محمدٍ صلى الله عليه و آله وسلم» کثرت سے پڑھتے ہیں۔

(۷) تیر اندازی توکل بنی اسماعیل کا شیوہ ہے، بالخصوص آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہر جنگ میں تیر وکمان موجود رہتے تھے اور استعمال کرتے تھے۔

(۸) خلق بھی کثرت سے حضور کے تابع ہوگئی تھی۔ چناں چہ گروہ کے گروہ آ کر اسلام قبول کرتے تھے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ. وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا »[4] لوگ کثرت سے فوج فوج اسلام میں داخل ہوئے۔

(۹) حضور کے کپڑوں اور بدن سے خوشبو کا آنا بھی ثابت ہے۔ چناں چہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب کبھی حضور کو مسجد یا گھر نہ پاتے تو آپ کے کپڑوں کی خوشبو سے پتہ لگا کر حضور کی خدمت میں پہنچ جاتے۔ اور ایک عورت نے حضور کا پسینہ مبارک جمع کر کے ایک دلہن کے بدن پر ملا تھا۔ کئی پشت تک اس کی اولاد کے بدن سے خوشبو آتی رہی۔ یہ سب کچھ کتبِ اسلامیہ میں درج ہے۔

---

[1] جامع الترمذي، كتاب المناقب، باب في صفة النبي صلى الله عليه وسلم، حديث : ٤٠٠٩ .

[2] دلائل النبوة للبيهقي، كتاب جماع ابواب غزوة تبوك، باب جماع ابواب دعوات نبينا صلى الله عليه وسلم، المستجابة من الأطعمة، حديث : ٢٥١٥ • الخصائص الكبرىٰ، ج:١، ص:٢١٣، باب اختصاصه برو ية جبرئيل في صورته التي خلق عليها، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

[3] اظہر من الشّمس: یعنی سورج سے زیادہ ظاہر، ابین من الامس یعنی گزشتہ کل سے بھی زیادہ روشن۔

[4] ترجمہ: جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں۔ (پ:٣٠ ،النصر:١١٠، آیت:١، ٢)

(۱۰) قرن اول میں بادشاہوں کی بیٹیوں نے بھی آپ کی ذریات کی خدمت کی ہے۔ چناں چہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے گھر میں یزدجرد کسرائے فارس کی بیٹی حضرت شہر بانو رضی اللہ عنہا تھی۔[1]

(۱۱) اور حضور کے بعد اولاد میں سے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد ہوئے۔ اور بعد ان کے، ایران ویمن و ہندوستان وغیرہ میں اب تک حضرت کی ذریت میں سے حاکم اور فرماں روا رہے ہیں، اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ چناں چہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ، جو ان کی اولاد سے ہوں گے، تمام روئے زمین کے، قرب قیامت کو بادشاہ ہوں گے۔

(۱۲) ہر جگہ حضور سرور عالم ﷺ کا ذکر تمام ہوتا ہے۔ پنج وقتہ نمازوں کی اذانوں میں، کلمہ طیبہ میں، کلمہ شہادت میں، درود شریف میں، اقامت میں، التحیات میں، خطبہ میں، غرض کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ ان کا ذکر بھی برابر ہے۔

(۱۳) ابدالاباد سے آں حضرت ﷺ کا ذکر جاری ہے، اور جاری رہے گا۔ اور محافل موالید شریف تمام دنیا میں قائم ہیں اور قیامت تک قائم رہیں گی اور یہ ذکر خیر وبرکت بڑے اہتمام واحتشام سے ہوتا رہے گا۔ اور داؤد علیہ السلام کی پیش گوئی پوری ہوتی رہے گی۔ اور منکرین جلتے سلگتے بھنتے رہیں گے۔ پس یہ پیش گوئی کتاب زبور میں من کل الوجوہ آں حضرت ﷺ کے حق میں پوری ہوئی۔ الحمد للہ.

انجیل مروجہ موجودہ سے مولود شریف کا ثبوت

انجیل متی باب: ۳/درس (۱): ان میں یوحنا بپتسمہ دینے والا یہود کے بیابان میں ظاہر ہو کر منادی کرنے لگا۔
(۲): اور یہ کہنے لگا کہ توبہ کرو، کیوں کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک ہے۔

ایضاً باب: ۴/درس (۱۲) جب یسوع نے سنا کہ یوحنا گرفتار ہوا، تب جلیل کو چلا گیا۔ **(۱۷)** اسی وقت یسوع نے منادی کردی اور یہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آئی۔ **(۳۲)** اور یسوع تمام جلیل میں پھرتا ہوا ان کے عبادت خانوں میں تعلیم دیتا اور بادشاہت کی خوش خبری کی منادی کرتا رہا۔

ایضاً باب ۱۰/درس (۶) بلکہ پہلے بنی اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جاؤ **(۷)** اور چلتے ہوئے منادی کرو اور کہو کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آئی۔

ایضا باب: ۲۱/درس (۴۲) یسوع نے انہیں کہا تم نے نوشتوں کو کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو اجگیروں نے ناپسند کیا وہی کونے کا سرا ہوا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہے اور ہماری نظروں میں عجیب **(۴۳)** اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی۔ اور ایک قوم کو جو اس کے میوے لائے، دی جائے گی۔ **(۴۴)** جو اس پتھر پر گرے گا، چور ہو جائے گی۔ پر جس پر وہ گرے گا، اسے پیس ڈالے گا۔

---

[1] لباب الأنساب والألقاب والأعقاب للبيهقي، ج:۱، ص:۲۲

انجیل مرقس، باب: اول، درس:(۴۱) پھر یوحنا گرفتاری کے بعد یسوع نے جلیل میں آ کر خدا کی بادشاہت کی خوش خبری کی منادی کی (۵۱) اور کہا کہ وقت پورا ہوا۔ خدا کی بادشاہت نزدیک آئی۔

توضیح: ان تمام حوالہ جات اناجیل سے آں حضرت ﷺ کی آسمانی بادشاہت کی بشارت ہے۔ کیوں کہ جب ایک بادشاہ کی بادشاہت ختم ہو جاتی ہے، تو دوسرے بادشاہ کی بادشاہت آتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسمانی بادشاہت نبوت کے بعد، حضرت ﷺ کی آسمانی بادشاہت نبوت ورسالت ہے، جس کی منادی یوحنا پیغمبر اور مسیح علیہ السلام نے فرمائی۔ اور یہ آسمانی بادشاہت وسلطنت آں حضرت ﷺ سے تعلق رکھتی ہے، جو ان کے عہد سے شروع ہو کر خلفاے راشدین مہدیین وصحابہ وتابعین وتبع التابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور سے زمانہ حال تک خوب آسمانی احکام جاری ہیں۔ خدا کے دشمنوں کو خوب سزائیں دی گئیں، ان کو غلام بنایا گیا، ان کے مال واسباب کو ضبط کیا گیا، خدائی خزانہ کو بیت المال میں جمع کیا گیا، خدائی فوجیں دشمنوں کے مقابل ہوئیں، پھر ان کے توبہ کرنے سے حسب قانون آسمانی معافی دی گئی، قزاقوں کو سزائیں ملیں، ہاتھ کاٹے گئے، گردنیں ماری گئیں۔ زناکاروں کو رجم کیا گیا۔ اور خزانہ الٰہی بیت المال سے خدا کے مسکینوں، بے کسوں، یتیموں اور عاجزوں کی دستگیری کی گئی۔ یہ ہے آسمانی بادشاہت، جو میوہ لانے والی قوم کو دی گئی، جو قوم عرب ہے۔ اور ناپسندیدہ پتھر کی مثال، دنیا اور آخر کو کونے کا سرا ہونا، اور لوگوں کی نظروں میں عجیب ہونا، اور یہ وصف کہ جس پر گرتے اسے چور چور کر ڈالے، یہ خاص اشارہ آں حضرت ﷺ کی طرف ہے۔ کیوں کہ قوم عرب تمام قوموں کے نزدیک ذلیل اور خوار تھی، علوم وفنون کا ان میں نام ونشان نہ تھا، یہود ونصاریٰ بہ سبب اپنے علم وہنر اور بھی اہل عرب کو ذلیل وحقیر جانتے تھے۔ اور عرب میں ابتدا آں حضرت ﷺ لوگوں کے نزدیک ناپسند تھے۔ کیوں کہ نہ ان کے پاس مال واسباب دینوی موجود تھا، اور نہ کبھی ان کا باپ دادا بادشاہ ہوا تھا، اور نہ ہی آں حضرت ﷺ کے والدین باحیات تھے، گویا وہ ناپسند پتھر کی مانند تھے۔ اور لوگوں کے نزدیک آپ کا تمام جہاں کے لیے رسول ہونا عجیب تھا۔ (یہ لفظ توریت کی کتاب یسعیاہ نبی کے باب: ۹/درس: ۶/میں اس طرح آیا ہے «یسعیاہ نبی» باب ۹/درس ۶/ «ہمارے لیے ایک لڑکا تولد ہوا، اور ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا اور سلطنت اس کے کاندھے پر ہوگی۔ وہ اس نام سے کہلاتا ہے عجیب شیر خداے قادر» بلفظہ۔

ہاں! پھر آپ کو کونے کا سرا بنایا گیا، یعنی خاتم النبیین۔ یہ اس حدیث شریف کی طرف اشارہ ہے جس میں آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ پہلے انبیا علیہم السلام کے ساتھ میری ایک محل کی مثال ہے، کہ تمام محل خوب بنایا گیا، مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی۔ وہ اینٹ میں ہوں اور مجھ پر نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔

پھر جو کوئی آپ پر گرا، وہ چور ہو گیا۔ بدر کے جنگ کے دن قریش مکہ آپ پر گرے سب کو آں حضرت ﷺ نے چورا چورا کر دیا۔ علیٰ ھذا القیاس۔ جس پر آپ گرے اس کو بھی چورا کر ڈالا، فتح مکہ میں اہل مکہ کو، اور اس سے پہلے اہل خیبر

وغیرہ کو، اور آپ کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایران وروم وغیرہ بڑے بڑے ملکوں پر گرے سب کو انھوں نے چورا کر دیا۔

پس یہ بشارت تھی۔ خاص آں حضرت ﷺ کے حق میں صحیح ہوئی۔ اور کسی کے لیے نہیں۔

انجیل، یوحنا، باب: اول، درس: (۶) «ایک شخص خدا کی طرف سے بھیجا گیا تھا جس کا نام یوحنا تھا (۷) یہ گواہی کے لیے آیا، کہ نور پر گواہی دے، تاکہ سب اس کے باعث سے ایمان لائیں۔ (۸) وہ نور نہ تھا، پر نور پر گواہی دینے آیا تھا۔ حقیقی نور وہ جو دنیا میں آ کے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے۔ (۱۹) یوحنا کی گواہی یہ تھی، جب کہ یہود نے یروشلم سے کاہنوں اور لاویوں کو بھیجا کہ اس سے پوچھیں کہ تو کون ہے۔ (۲۰) اور اس نے اقرار کیا۔ اور انکار نہ کیا، بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ (۲۱) تب انھوں نے اس سے پوچھا تو اور کون کیا تو الیاس ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں، پس آیا تو وہ نبی ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں (۲۲) تب انھوں نے اس سے کہا کہ تو کون ہے؟ تا کہ ہم انھیں جنھوں نے ہم کو بھیجا ہے کوئی جواب دیں۔ (۲۵) اور انھوں نے اس سے سوال کیا اور کہا اگر تو نہ مسیح ہے، نہ الیاس اور نہ وہ نبی، پس کیوں بپتسمہ دیتا ہے»

ایضاً، باب: ۲/درس: (۲۸) «تم خود میرے گواہ ہو، کہ میں نے کہا کہ میں مسیح نہیں»

ایضا، باب: ۷، (۳۳) «اس وقت یسوع نے انھیں کہا۔ ابھی تھوڑی دیر تک میں تمہارے ساتھ ہوں اور اس کے پاس جس نے مجھے بھیجا، جاتا ہوں۔ (۳۴) تم مجھے ڈھونڈو گے اور نہ پاؤ گے۔ اور جہاں میں ہوں تم نہ اس کو آسکو گے۔»[1]

ایضاً، باب: ۱۴/درس: (۱۵) «اگر تم مجھے پیار کرتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو۔ (۱۶) اور میں اپنے باپ سے درخواست کروں گا۔ اور وہ تمھیں تسلی دینے والا بخشے گا، کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ تمہیں سب چیزیں سکھائے گا۔ اور سب باتیں جو کچھ کہ میں نے تم سے کہی ہیں، تمہیں یاد دلائے گا۔ (۲۹) اور اب میں نے تمہیں اس کے واقع ہونے سے پیشتر کہا۔ تا کہ جب وہ وقوع میں آئے تو تم ایمان لاؤ (۳۰) بعد اس کے میں تم سے بہت کلام نہ کروں گا۔ اس لیے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں۔

ایضاً، باب: ۱۵ (۲۶) پر جب کہ وہ تسلی دینے والا۔ جسے میں تمہارے لیے باپ کی طرف سے بھیجوں گا، یعنی روح حق جو باپ سے نکلتی ہے۔ آئے، تو وہ میرے لیے گواہی دے گا۔ (۲۷) اور تم بھی گواہی دو گے۔ کیوں کہ تم میرے ساتھ ہو۔

ایضاً، باب: ۱۶، (۷) لیکن میں تمھیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لیے میرا جانا ہی فائدہ ہے۔ کیوں کہ اگر میں نہ جاؤں، تو تسلی دینے والا تمھارے پاس نہ آئے گا۔ پر اگر میں جاؤں تو میں اسے تمھارے پاس بھیج دوں گا۔ (۸) اور وہ آن

---

[1] نہ آسکو گے۔ (یعنی آسمان پر)۔ منہ

کر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیروار ٹھیرائے گا۔ **(۹)** گناہ سے اس لیے کہ مجھ پر ایمان نہیں لائے۔ **(۱۱)** عدالت سے اس لیے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا۔ **(۱۲)** میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں۔ پر اب تم برداشت نہیں کر سکتے۔ **(۱۳)** لیکن جب وہ یعنی روح حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائے گی۔ اس لیے کہ وہ اپنی نہ کہے، گی لیکن جو کچھ سنے گی سو کہے گی۔ اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گی۔ **(۱۴)** وہ میری بزرگی کرے گی۔ اس لیے کہ وہ میری چیزوں سے پائے گی۔ اور تمھیں دکھائے گی۔ **(۱۵)** سب چیزیں جو باپ کی ہیں، میری ہیں اس لیے میں نے کہا کہ وہ میری چیزوں سے لے گی اور تمھیں دکھائے گی» بلفظہ۔

توضیح: اس انجیل یوحنا سے صاف ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خاص طور پر حضور سرور عالم ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت فرمائی ہے۔ اگر چہ بہت سی تحریف بھی ہوئی، مگر تاہم یہ عبارات انجیل یوحنا کی واضح طور پر شہادت دے رہی ہیں کہ حضور سرور عالم ﷺ کی تشریف آوری کا تذکرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرما رہے ہیں اور نور ﷺ کی گواہی دے رہے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں «لَقَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ» فرمایا ہے، اس کی تصدیق کر رہے ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ ابتدائی انجیل میں، جو اصل انجیل تھی (حواریوں کی مرتبہ نہیں) اس میں پورے طور پر نام مبارک اور حلیہ شریف سے آگاہی دی گئی تھی۔ مگر روز بروز کی تحریف کی یہاں تک نوبت پہنچی، کہ اس نے اپنا اثر ایسا دکھا دیا کہ وہ سب کچھ نکال دیا گیا۔ تاہم جو کچھ باقی رہا وہ بھی صاف ہے۔ کیوں کہ پہلے ۱۸۲۱ء و ۱۸۳۱ء و ۱۸۴۴ء میں جو ترجمہ عربی اس انجیل یوحنا کا باب: ۱۴/ ۱۵ بہ مقام لنڈن کیا گیا تھا، اس میں اس طرح لکھا تھا: «اگر تم مجھے دوست رکھتے ہو تو میری وصیتوں کو یاد رکھو۔ اور میں باپ سے مانگتا ہوں کہ وہ تمھیں فارقلیط دے گا جو ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا» اب لفظ فارقلیط کا ترجمہ جو ۱۸۵۱ء میں باپستت مشن میں چھپا ہے اس میں «دوسری تسلی دینے والی روح» لکھا ہے، بصیغہ مؤنث۔ اور اس کے بعد جو بائبل کا ترجمہ ۱۸۹۷ء میں چھپا ہے (جو میرے پاس موجود ہے) اس میں «دوسرا تسلی دینے والا لکھا ہے» بصیغہ مذکر اسی طرح تحریفات کا بازار گرم ہے۔ لیکن لنڈن میں جو عربی ترجمہ پہلے چھپا تھا۔ اس میں لفظ «فارقلیط» صاف درج ہے۔ مثلاً (الف) میری وصیتیں سنو (ب) میں باپ سے مانگتا ہوں وہ تمہیں فارقلیط دے گا جو ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔ (ج) فارقلیط جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا، وہ تمہیں سب چیزیں سکھائے گا، اور تم کو یاد دلائے گا۔ (د) اور اب میں نے تم کو اس کے آنے سے پہلے خبر کر دی تا کہ جب آئے تب تم اس پر ایمان لاؤ (ہ) اس کے بعد میں تم سے بہت کلام نہ کروں گا۔ اس لیے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں (و) پھر جب کہ وہ فارقلیط جسے میں تمہارے لیے باپ کی طرف سے بھیجوں گا۔ وہ میرے لئے گواہی دے گا۔ (ز) میرا جانا ہی فائدہ ہے کیوں کہ اگر نہ جاؤں گا تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آئے گا۔ وہ آن کر دنیا کو گناہ پر اور نیکی پر اور حکم پر سزا دے گا۔ گناہ پر اس لیے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے (ح) لیکن جب وہ فارقلیط آوے گا تو تمہیں راہ حق بتاوے گا اور تم کو آئندہ کی

خبریں بتائے گا۔ (علم غیب)۔ (ط) وہ میری بزرگی بیان کرے گا۔ اس لیے کہ وہ میری چیزیں پاکر تمہیں خبر کرے گا۔ (وغیرہ وغیرہ)

میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ اہل کتاب سلف سے خلف تحریف کتب آسمانی کی کرتے چلے آئے ہیں، جیسے قرآن شریف سے ثابت ہے۔ پس سب سے پہلے جو انجیل عبری زبان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی، اس میں خاص اور صاف آں حضرت ﷺ کا نام پاک احمد (ﷺ) درج تھا۔ اور اس کا ترجمہ جب یونانی زبان میں ہوا تو « پیرکلوطوس » کیا، جس کے معنی احمد ﷺ کے ہیں۔ اور پھر یونانی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا تو اس کا مُعَرَّب "فارقلیط" بنایا گیا۔ چناں چہ ایک پادری صاحب نے لفظ « فارقلیط » کی تحقیق میں ایک رسالہ لکھ کر کلکتہ میں ۱۲۶۸ھ میں شائع کیا۔ اس میں وہ اس طرح پر لکھتے ہیں:

یہ لفظ « فارقلیط » یونانی زبان سے معرب کیا گیا ہے۔ پس اگر اس کی اصل « پاراکلی طوس » قرار دی جائے تو اس کے معنی « معین » اور « وکیل » کے ہیں۔ اور اگر کہیں اصل « پیرکلوطوس » ہے تو اس کے معنی محمد (ﷺ یا احمد ﷺ) کے قریب ہیں۔ پس جس عالم اہل اسلام نے اس بشارت سے استدلال کیا ہے، تو وہ اصل پیرکلوطوس سمجھا، کیوں کہ اس کے معنی محمد ﷺ یا احمد ﷺ کے قریب ہیں۔ پس اس نے دعویٰ کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے محمد (ﷺ) یا احمد (ﷺ) کی خبر دی۔ لیکن اصل پاراکلی طوس ہے۔ بلفظہ (کتاب عقائد اسلام مولوی عبدالحق مرحوم مفسر حقانی دہلوی)

اس کے بعد مولانا مرحوم لکھتے ہیں:

ہم کہتے ہیں کہ اصل لفظ « پیرکلوطوس » ہی ہے۔ اور یونانی میں بہت تشابہ ہے، اس کو « پاراگلی طوس » غلطی سے پڑھ لیا۔ اور اگر یہ بھی تسلیم کیا جائے تو ہم پہلے ان کے اکابرین کی تحریف و تبدیل ثابت کر چکے ہیں۔ کوئی بعید نہیں کہ « پیر کلوطوس » کا « پاراگلی طوس » بنا لیا۔ اس میں کچھ زیادہ فرق نہیں۔ اگر پاراکلی طوس کو بھی رہنے دیا جائے تب بھی ہمارا مدعا حاصل ہے۔ کیوں کہ « معین » اور « وکیل » بھی آں حضرت ﷺ کے نام مبارک ہیں۔ فقط دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے حضور ﷺ کے زمانے تک اہل کتاب اور دیگر لوگ "فارقلیط" کے تشریف لانے کے منتظر تھے۔ اسی واسطے بعض لوگوں نے فارقلیط ہونے کا دعویٰ بھی کیا تھا اور بعض نے ان کو مان بھی لیا تھا۔ چناں چہ منتس مسیحی نے قرن ثانی میں دعویٰ کیا تھا کہ میں فارقلیط نبی ہوں۔ جس کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے۔ بہت سے عیسائی لوگ اس پر ایمان لائے اس کے تابع ہو گئے۔ جیسے کہ ولیم میور صاحب نے اپنی تاریخ کی کتاب کے تیسرے باب میں اس کا اور اس کے متبعین کا حال لکھا ہے۔ اور یہ کتاب ۱۸۴۸ء میں چھپی۔ اور اب التواریخ کا مصنف بھی جو عیسائی ہے، لکھتا ہے کہ « محمد ﷺ کے زمانہ کے یہود و نصاریٰ ایک نبی کے آنے کے منتظر تھے۔ اسی وجہ سے ملک حبشہ کا بادشاہ نجاشی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کا حال سن کر ایمان لایا اور کہا کہ بلاشک یہ وہی نبی ہے، جس کی خبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں دی

تھی۔ کیوں کہ بادشاہ نجاشی تورات وانجیل کا پورا واقف تھا۔»

اسی طرح مقوقس بادشاہ قبط نے بھی آں حضرت ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا، اور بہت سے ہدایا آپ کے حضور میں روانہ کیے۔ اور یہ بادشاہ توریت وانجیل کا بڑا عالم تھا۔ اسی طرح جارود بن العلا جو اپنی قوم نصاریٰ میں بڑا عالم تھا۔ آں حضرت ﷺ پر ایمان لایا۔ اور اسی طرح ہرقل شاہ روم نے بھی آں حضرت ﷺ کا اقرار کیا۔ علیٰ ہذا القیاس بہت سے ذی شوکت نصاریٰ کے عالموں نے اسلام قبول کیا۔ حالاں کہ آں حضرت ﷺ کی اس وقت کوئی شوکت ظاہری قائم نہیں ہوئی تھی۔ پس اندریں حالات اظہر من الشّمس ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آں حضرت ﷺ کے نبی ہونے کی بشارت دی ہے۔ تورات وانجیل وزبور سے ثابت ہے کہ پہلے ہی نور کے آنے کی خبر دی۔ جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں۔ «لَقَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ» سے دی ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور یعنی محمد ﷺ تشریف لے آئے۔ جس کی بابت انجیل یوحنا سے درج ہو چکا ہے کہ نور پر سب ایمان لاویں۔ اور دوسری بشارت فارقلیط احمد ﷺ کے نام مبارک سے دی گئی تھی۔ اس کی تصدیق قرآن شریف سے یوں ہوتی ہے «وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِى اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ. (سورہ صف)»[1]

یعنی جب کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم نے کہ اے بنی اسرائیل تحقیق میں اللہ تعالیٰ کا رسول تمہاری طرف آیا ہوں، تصدیق کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے تورات میرے پاس ہے، اور خوش خبری سناتا ہوں، تم کو ایک رسول کی جو میرے بعد آنے والے ہیں، ان کا نام احمد ہے۔ پھر جب وہ آ گیا معجزات کے ساتھ تو بولے یہ جادوگر ہے۔

دیکھیے! یہ بشارت کیسی صاف اور صریح مولود شریف آں حضرت ﷺ پر ثابت ہے، کہ لفظ و نام "فارقلیط" بہ معنی احمد ﷺ کا انجیل یوحنا میں ظاہر ہے۔ جس کی اصل یونانی زبان میں "پیرکلوطوس" ہے اور معرب "فارقلیط" ہے۔ اور اب تحریفاً اس کا ترجمہ تسلی دینے والا کیا گیا۔ خیر مضائقہ نہیں تسلی دینے والے بھی آں حضرت ﷺ ہی ہیں۔ غرض کہ ان تمام تحریرات و دستاویز تورات انجیل، زبور محرفہ موجودہ میں واقعہ آں حضرت ﷺ کا تذکرہ مولود شریف درج ہے۔ اب میں اصلی انجیل غیر محرف سے بھی آں حضرت ﷺ کا تذکرہ مولود شریف لکھتا ہوں۔

اصلی اور صحیح غیر محرف انجیل برنباس حواری کی کتاب سے مولود شریف کا ثبوت

یہ انجیل برنباس اصلی وصحیح تحریف اہل کتاب سے محفوظ ہے۔ جس کا ذکر تذکرہ تورات وانجیل موجودہ میں ہے۔ جو تاریخ بابا جلاسیوس کے حکم سے ۴۹۲ عیسوی میں جاری ہوا تھا۔ اس میں اس انجیل کا تذکرہ ہے جو آں حضرت ﷺ کی

[1] پارہ: ۲۸، الصف: ۶۱، آیت: ۶

پیدائش سے اسی سال پیشتر کا زمانہ ہے۔ایطالی ویونانی زبان سے اس کا ترجمہ عربی میں ہوا۔اوراب ۱۹۰۹ء میں عربی سے اردو میں ترجمہ ہوا جومولوی انشاء اللہ خاں صاحب کے مطبع وطن لاہور میں طبع ہوکر شائع ہوا۔اس کا مختصراً اقتباس اس طرح پر ہے۔

(۱) بارہویں فصل، آیت: ۷ «پاک ہے نام قدوس اللہ کا، جس نے تمام رسولوں اورنبیوں کا نور پیدا کیا» (بلفظہ :صفحہ:۱۲) اس کے حاشیہ میں ہے۔عربی: خلق الله كُلَّ المخلوق برحمته وخيره. ذكر في الزبور اول خلق الله نور محمد، كل الانبيا والاولياء نور منه، نور الانبياء رسول الله» (بلفظہ)

(۲) پینتیسویں فصل، آیت: ۸ «اور رسول اللہ کو بھی، جس کی روح اللہ نے ہر ایک دیگر چیز سے ساٹھ ہزار سال قبل پیدا کی۔»

(۳) چھتیسویں فصل، آیت: ۶ «لیکن انسان بہ حالے کہ تحقیق تمام انبیا۔بہ جز اس رسول اللہ کے۔آ چکے ہیں، جو کہ جلد تر میرے بعد آئے گا۔کیوں کہ اللہ اسی امر کا ارادہ رکھتا ہے کہ میں اس کے راستہ کو صاف کروں۔» بلفظہ (صفحہ:۵۵)

(۴) انتالیسویں فصل، آیات: ۱۴ پس جب کہ آدم اپنے پیروں پر کھڑا ہوا، اس نے آسمان میں ایک تحریر سورج کی طرح چمکتی دیکھی جس کی عبارت تھی «لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ» **(۱۵)** تب آدم نے اپنا منہ کھولا اور کہا میں تیرا شکر کرتا ہوں، اے میرے پروردگار اللہ! کیوں کہ تو نے مہربانی کی، پس مجھ کو پیدا کیا۔**(۱۶)** لیکن میں تیری منت کرتا ہوں کہ تو مجھے خبر دے کہ ان کلمات کے کیا معنی ہیں، محمد رسول اللہ۔**(۱۷)** تب اللہ نے جواب دیا، مرحبا ہے تجھ کو اے میرے بندے آدم **(۱۸)** اور میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جس کو میں نے پیدا کیا۔**(۱۹)** اور یہ شخص جس کو تو نے دیکھا ہے تیرا ہی بیٹا ہے جو کہ اس وقت کے بہت سے سال بعد دنیا میں آئے گا۔**(۲۰)** دنیا کو ایک روشنی بخشے گا۔**(۲۱)** یہ وہ شے ہے کہ اس کی روح ایک آسمانی روشنی میں ساٹھ ہزار سال قبل اس لیے رکھی گئی تھی کہ میں کسی چیز کو پیدا کروں۔**(۲۳)** پس آدم نے بہ منت یہ کہا، کہ اے پروردگار! یہ تحریر مجھے میرے ہاتھ کی انگلیوں کے ناخنوں پر عطا فرما۔**(۲۴)** تب اللہ نے پہلے انسان کو یہ تحریر اس کے دونوں انگوٹھوں پر عطا کی داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر «لا الٰہ الا اللہ» **(۲۶)** اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر یہ «محمد رسول اللہ» **(۲۷)** تب پہلے انسان نے ان کلمات کو پدری محبت کے ساتھ بوسہ دیا[1]۔ **(۲۸)** اور اپنی دونوں آنکھوں سے ملا اور کہا مبارک ہے وہ دن جس میں کہ تو دنیا کی طرف آئے گا۔(بلفظہ صفحہ ۶۰، ۶۱)

(۵) اکتالیسویں فصل، آیت: ۳۰ پس جب کہ آدم نے مڑ کر نگاہ کی، تو اس نے فردوس کے دروازہ کی

[1] بوسہ دیا تقبیل ابہامین سنت آدم علیہ السلام کی ہے۔جو مسلمان لوگ ادا کرتے ہیں۔منہ

پیشانی پر لکھا دیکھا «لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ» تب وہ اس وقت رویا اور کہا اے بیٹے ! کاش اللہ تعالیٰ یہ ارادہ کرے کہ تو جلد آئے اور ہم کو اس کم بختی و مصیبت سے چھڑائے۔ بلفظہٖ (صفحہ: ۶۴، ۶۵)

(۶) بیالیسویں فصل: آیات (حضرت مسیح علیہ السلام کا کلام) **(۱۵)** کیوں کہ میں اس کے لائق بھی نہیں ہوں کہ اس رسول کے جوتے بند یا نعلین کے تسمے کھولوں جس کو تم مسیا کہتے ہو۔ **(۱۶)** وہ جو کہ میرے پہلے پیدا کیا گیا، اور اب میرے بعد آئے گا، اور وہ بہت جلد کلام حق کے ساتھ آئے گا، اور اس کے دین کو کوئی انتہا نہ ہوگی۔ بلفظہٖ (صفحہ: ۶۶)

(۷) تینتالیسویں فصل آیات (۹) اور یوں جب اس نے عمل کا ارادہ کیا، سب چیز سے پہلے اپنے رسول کی روح پیدا کی، وہ رسول جس کے سبب سے تمام چیزوں کے پیدا کرنے کا قصد کیا۔ **(۱۳)** میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ہر ایک نبی جب وہ آتا ہے تو وہ فقط ایک ہی قوم کے لیے اللہ کی رحمت کی نشانی اٹھا کر لاتا ہے۔ **(۱۴)** اور اسی وجہ سے ان انبیا کا کلام اس قوم سے آگے نہیں بڑھا، جس کی جانب وہ بھیجے گئے تھے۔ **(۱۵)** لیکن رسول اللہ جب آئے گا، اس کو وہ چیز عطا کرے گا جو کہ اس کے ہاتھ کی انگشتری مانند ہے۔ **(۱۶)** پس وہ زمین کی ان تمام قوموں کے لیے خلاص اور رحمت لائے گا، جو اس کی تعلیم کو قبول کریں گے۔ **(۱۷)** اور عنقریب وہ ظالموں پر ایک زور کے ساتھ آئے گا اور بتوں کی عبادت کو مٹادے گا کہ شیطان ذلیل و خوار ہوگا۔ الخ۔ بلفظہٖ (صفحہ: ۸۶)

(۸) پچپنویں فصل: اس فصل میں آں حضرت ﷺ کا تمام مخلوق کی شفاعت کرنے کا ذکر ہے۔ بوجہ خوف اطناب ترک کیا گیا۔ (دیکھو صفحہ: ۵۸ تا ۸۷)

(۹) بہترویں فصل آیات (۱۲) تب اس وقت اندراس نے کہا: اے معلم! ہمارے لیے کوئی نشان بتا تا کہ ہم اس رسول کو پہچانیں۔ **(۱۳)** تب یسوع نے جواب دیا: بے شک وہ تمہارے زمانہ میں نہ آئے گا۔ بلکہ تمہارے بعد کئی برسوں کے، جس وقت کہ میری انجیل باطل کردی جائے گی اور قریب قریب تیس مومن بھی نہ پائے جائیں گے۔ **(۱۴)** اس وقت میں اللہ دنیا پر رحم کرے گا، پس وہ اپنے رسول کو بھیجے گا، جس کے سر پر ایک سفید ابر کا ٹکڑا قرار پذیر ہوگا، اس وقت ایک اللہ کا برگزیدہ پہچانے گا اور وہی اسے دنیا پر ظاہر کرے گا۔ **(۱۵)** اور وہ بدکاروں پر بڑی قوت کے ساتھ آئے گا۔ اور بتوں کی پوجا کو دنیا سے نابود کر دے گا۔ **(۱۶)** اور میں اس بات کو راز کی طرح کہتا ہوں کیوں کہ اس کے ذریعہ سے اس کا اعلان ہوگا اور اللہ کی بڑائی[1] کی جائے گی۔ اور میری سچائی ظاہر ہوگی۔ **(۱۷)** اور عنقریب وہ ان لوگوں سے انتقام لے گا، جو کہتے ہیں[2] کہ میں انسان سے بڑھ کر ہوں۔ **(۱۸)** میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تحقیق چاند اس کو اس کے بچپن میں سلانے کے لیے لوریاں دے گا۔ اور جب بڑا ہوگا تو وہ اس چاند کو دونوں ہتھیلیوں[3] سے پکڑے گا۔ **(۱۹)** پس چاہیے کہ دنیا اس کے انکار کرنے سے ڈرے۔ الخ۔ (صفحہ: ۱۰۹، ۱۱۰)

---

[1] اذان میں۔ ۱۲ منہ [2] یعنی عیسائی۔ ۱۲ منہ [3] معجزہ شق القمر۔ ۱۲ منہ

(۱۰) بیاسویں فصل: آیات (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گفتگو ایک ایمان دار سامری عورت سے)
(۹) عورت نے جواب دیا تحقیق ہم مسیا کے منتظر ہیں۔ پس جب وہ آئے گا، ہمیں تعلیم دے گا۔ **(۱۰)** یسوع نے جواب میں کہا: اے عورت! کیا تو جانتی ہے کہ مسیا ضرور آئے گا؟ **(۱۱)** اس عورت نے جواب دیا! ہاں، اے سید! **(۱۲)** اس وقت یسوع کا چہرہ چمک اٹھا اور اس نے کہا اے عورت! مجھے دکھائی دیتا ہے کہ تو ایمان والی ہے۔ **(۱۳)** پس تو اب معلوم رکھ کہ تحقیق مسیا پر ہی ایمان لانے سے اللہ کا ہر ایک برگزیدہ خلاصی پائے گا۔ **(۱۴)** اس حالت میں یہ واجب ہے کہ تو مسیا کی آمد کو جانے۔ **(۱۵)** عورت نے کہا شاید تو ہی مسیا ہے، اے سید! **(۱۶)** یسوع نے جواب دیا حق یہ ہے کہ میں ہی بنی اسرائیل کے گھرانے کی طرف خلاص کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ **(۱۷)** لیکن میرے بعد جلد ہی مسیا اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا تمام دنیا کے لیے آئے گا۔ وہ مسیا کہ اللہ نے اسی کی وجہ سے دنیا کو پیدا کیا ہے۔ **(۱۸)** اور اس وقت تمام دنیا میں اللہ کو سجدہ کیا جائے گا۔ اور رحمت[1] حاصل کی جائے گی کہ جوبلی کا سال جو اس وقت ہر سو برس پر آتا ہے مسیا اس کو ہر سال ہر ایک جگہ میں بناوے گا۔ بلفظہ (صفحہ: ۱۲۳)

دیکھیے! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی حضرت ﷺ کی جوبلی یعنی مولود شریف ہر سال ہوا کرے گا، ان کی پیش گوئی کیسی پوری ہو رہی ہے۔ منکرین خسران میں ہیں۔

(۱۱) تراسویں فصل: آیات (۴۲) اور آدھی رات کی نماز کے بعد شاگرد یسوع کے قریب گئے۔ **(۲۵)** تب یسوع نے ان سے کہا یہی رات مسیا رسول اللہ کے زمانہ میں وہ سالانہ جوبلی ہوگی، جو اس وقت ہر سو برس پر آتی ہے۔ بلفظہ (ص: ۵۱۲)

یہ دو بار پیش گوئی جوبلی (مولود شریف) کی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمائی۔ جوبلی انگریزی لفظ ہے۔ اس کے معنی خوشی کا جلسہ ہے۔ جو بادشاہوں کے لیے سو یا پچاس سال بعد کیا جایا کرتا تھا یہودیوں اور عیسایوں میں، لیکن آں حضرت ﷺ تمام بادشاہوں کے بادشاہ اور شہنشاہ ہیں، اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی ہے کہ ان کی جوبلی جشن یعنی مولود شریف ہر سال نہایت احتشام و اہتمام کرام سے ہوا کرے گا۔ اس لیے سب سے اول بھی ایک بادشاہ سلطان مظفر الدین شاہ اربل نے ہی اس کو شروع کیا پھر اس کے بعد دیگر سلاطین نے بھی اس عمل خیر و برکت و انبساط و مسرت کو شریعت کے مطابق جاری رکھا اور قیامت تک جاری رہے گا، اور خاص کر مقام مولد شریف مکہ معظّمہ پر ہر سال یہ مولود شریف ہوتا ہے۔ جہاں شریف مکہ معہ علمائے حرم حاضر ہوتے ہیں اور نہایت خوشی و خرمی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ وہاں بڑے جلا کریں۔ دشمن نبی ﷺ کے جو ہوئے۔

ان تمام تحریرات تورات و زبور و انجیل کی تصدیق قرآن شریف و احادیث سے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے «اَلَّذِیْنَ

---

[1] رحمت الخ «وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ» قرآنی آیت ہے۔ ۱۲۔ منہ

يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ» یعنی وہ اہل کتاب یہود ونصاریٰ لوگ جو تابع داری کرتے ہیں، اس رسول کی جو نبی امی (محمد ﷺ) ہے، جس کا ذکر وہ لکھا ہوا پاتے ہیں اپنی تورات اور انجیل میں، یعنی اہل کتاب آں حضرت ﷺ کا نام وحلیہ وغیرہ حالات لکھا ہوا اپنی کتابوں تورات وانجیل میں پاتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ اور شک نہیں ہے ابھی اوپر بیان ہو چکا ہے اور اہل کتاب ہمیشہ ان کے حالات پڑھتے ہیں۔ جس کی بابت آں حضرت ﷺ بھی اس طرح فرماتے ہیں۔

حدیث شریف: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: إنّی عند الله مكتوبٌ بخاتم النبين وإنّ آدم لمنجدل فی طينته، وسأخبركم بأوّلِ ذٰلك دعوة أبی إبراهيم وبشارة عيسى ورؤيا امي التي رأت حين وضعتني أنه خرج لها نورٌ أضاع لها منهُ قصور الشام۔[1] رواه احمد والبزاز والطبرانی والحاكم والبيهقی وابن حبان ذكره القسطلانی فی المو اهب اللدنية.

یعنی آں حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ تحقیق میں اللہ تعالیٰ کے پاس (لوح محفوظ وتورات وانجیل میں) خاتم النبین لکھا ہوا تھا۔ جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی (گارہ) میں تھے۔ سو میں تمہیں خبر کرتا ہوں کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں (سورہ بقرہ) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں (سورہ صف) اور میں اپنی ماں کا مشاہدہ ہوں۔ جو انھوں نے میرے ظہور کے وقت دیکھا کہ ان میں ایک نور روشن ہوا۔ جس سے محلات شام کے نظر آئے تھے (روایت کیا اس کو احمد اور بزاز اور طبرانی اور حاکم اور بیہقی اور ابن حبان رضی اللہ عنہم نے اور ذکر کیا امام قسطلانی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب (مواہب اللدنیہ) میں۔ اس کے علاوہ احادیث اور بھی ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ لکھی جائیں گی۔

فصل چہارم: احادیث شریف سے مولود شریف کا ثبوت

احادیث شریف مولود شریف کے اثبات میں اس قدر ہیں کہ ایک دوسری کتاب مبسوط تیار ہو۔ بہ خوف اطناب مختصراً لکھی جاویں گی۔ بعض وہابی لوگ کہا کرتے ہیں کہ یہ مسلمان بدعت مذمومہ کو اپنا ایمان سمجھ کر کرتے ہیں۔ کیا آں حضرت ﷺ نے ہی اپنا مولود شریف کیا؟ یا کرنے کا حکم دیا؟ یا خلفاے راشدین وصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس عمل کو کیا، جو یہ مسلمان کرتے ہیں؟ گویا بالکل بدعت سیئہ کا کام کرتے ہیں اور قیام تعظیمی کر کے مشرک بنتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ وہابیہ کی دلیل، بدعت سیئہ ہونے کی یہی ہے، تو وہابیہ سب سے پہلے بدعتی ہیں۔ پہلے لکھا جا چکا ہے

---

[1] صحيح ابن حبان، كتاب التاريخ، باب من صفته صلی الله عليه وسلم و اخباره، حديث: ٦٤٠٤ ● مسند احمد بن حنبل، حديث العرباض بن ساريه، حديث ١٧٦٢٧.

کہ بدعت کیا ہے؟ اور باتیں تو جانے دو، اس وقت صرف قرآن شریف ہی اپنے ہاتھ میں لو جس کو تمام دنیا اور وہابی لوگ پڑھ رہے ہیں، اس ہیئت کذائیہ سے دفتین میں آں حضرت ﷺ کے زمانہ میں نہ تھا۔ اب کوئی لاہور کا چھپا ہوا ہے کوئی دہلی، کوئی لکھنؤ اور کوئی بمبئی وغیرہ کا طبع شدہ ہے۔ یہ قرآن شریف نہ تو آں حضرت ﷺ کے وقت، نہ صحابہ کرام، اور تابعین اور نہ تبع التابعین خیر القرون میں تھا، تو اب قرآن شریف کا پڑھنا بدعت سیئہ ہو گیا۔ ذرا ہوش کرو۔

اس بات میں زیادہ تر احادیث کتاب «الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم» مولفہ حضرت شیخ المشائخ مولانا المکرم شیخ الدلائل مولوی محمد عبد الحق صاحب الہ آبادی مہاجر مکی میں سے لکھی جائیں گی (جو حسب الارشاد حضرت عارف باللہ مولانا حاجی شاہ امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ پیر و مرشد جماعت دیوبندیہ کے ۱۳۰۷ھ کو دہلی میں طبع ہوئی) میں نے حضرت شیخ الدلائل کی زیارت کی ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کے عالم، فقیہ و محدث اور متقی پرہیزگار، سلسلہ نقش بندیہ کے صاحب ارشاد، کامل بزرگ، مکہ معظّمہ میں مدت سے بہ حالت ہجرت تشریف رکھتے ہیں۔ عمر قریباً ستر سال سفید ریش، خوش شکل، چہرہ پر نور، جن کی خدمت میں تمام اطراف کے حجاج، جو مکہ معظّمہ میں حاضر ہوتے ہیں، ان سے اسناد اجازت وظائف دلائل الخیرات، حزب البحر، حزب الاعظم وغیرہ کی حاصل کرنا اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ چناں چہ خاکسار راقم الحروف بھی ۱۳۲۳ھ کو جب مکہ معظّمہ حاضر ہوا اور ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۲۳ھ بروز یک شنبہ اجازت و سند تحریری وظائف دلائل الخیرات، حزب البحر، حزب الاعظم پڑھنے کی ان سے حاصل کی۔ اس کا اظہار بہ صورت ریا نہیں، بلکہ عطا نعمت کا اظہار بموجب حکم خداوندی «وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ.»[1] ہے۔ دوم: یہ کہ وہابیہ وظائف دلائل الخیرات کو شرک سمجھ کر نہیں پڑھتے۔ اجازت نامہ جات و سندات کو بوجہ طوالت درج نہیں کیا جاتا۔

احادیث کے شروع کرنے سے پہلے عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ بعض وہابی لوگ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ لفظ «میلاد» یا «مولد» کسی حدیث کی کتاب میں نہیں آیا، تو یہ بدعتی لوگ میلاد میلاد پکارتے پھرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ وہابیوں کی زبان پر بدعت، شرک و کفر کا ایسا وظیفہ ہے کہ ہر دم پاس نفاس کی طرح دور ہی نہیں ہوتا، یہاں تک کہ نمازوں میں بھی اس وظیفہ کا ذکر رہتا ہے۔ لیجیے میں حدیث کی ہی کتاب سے لفظ "میلاد" اور "مولد" کا دکھلاتا ہوں تاکہ آپ کی حدیث دانی بھی معلوم ہو جائے۔

(۱) جامع ترمذی، جو صحاح ستہ میں سے ہے، اس میں خاص باب اس طرح پر ہے «باب ماجاء في ميلاد النبي صلى الله عليه وسلم» اسی باب کے نیچے حضرت رسول اکرم ﷺ کے میلاد مبارک کا ذکر کیا ہے کہ قیس بن مخرمہ صحابی رضی اللہ عنہ نے میلاد نبی ﷺ کا ذکر فرمایا اس طرح پر کہ «ولدت انا و رسول الله صلى الله عليه وسلم عام الفيل» یعنی میں اور رسول اللہ ﷺ جب اصحاب فیل کا واقعہ ہوا ہے اس سال پیدا ہوئے تھے۔ اور حضرت عثمان رضی

[1] پارہ: ۳۰، الضحیٰ: ۹۳، آیت: ۱۱

اللہ عنہ نے قباث بن اشیم صحابی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ «أنتَ أكبَرُ أم رَسولُ الله صلَّى اللهُ عليه وسلم» کیا تم بڑے ہو یا رسول اللہ ﷺ بڑے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ «رسولُ الله صلى الله عليه وسلم اكبرُ منى وأنا اقدمُ منه فى الميلاد» کہ حضرت ﷺ مجھ سے بڑے ہیں لیکن پیدائش میں میں مقدم ہوں۔ (الدر المنظم)[1]

(۲) ابن سعد اور ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے حضرت امام جعفر صادق محمد بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، انھوں نے فرمایا «كان قدوم أصحاب الفيل قبل ذلك للنصف من المحرم، فبين الفيل و بين مولد رسول الله صلى الله عليه وسلم خمس وخمسون ليلة»[2] یعنی اصحاب الفیل کا آنا نصف محرم کو ہوا، پس فاصلہ درمیان اس واقعہ کے اور پیدا ہونے رسول پاک ﷺ کے، پچپن رات کا تھا۔

دیکھیے! کتب احادیث میں لفظ "مولد" اور "میلاد" موجود ہے۔ پھر اس کا انکار بے سود ہے۔ قرآن شریف اور کتب سماوی تورات، زبور، انجیل و احادیث شریف و اجماع سے مولود شریف ثابت ہے۔ قرآن شریف اور تورات و زبور و انجیل کی عبارات درج ہو چکی ہیں۔ اب احادیث شریف پیش کی جاتی ہیں، اس کا انکار آپ کے امام المنکرین مولوی رشید احمد صاحب بھی نہیں کر سکے، ان کی تحریر یہ ہے: «جناب فخر عالم ﷺ کے سیر اور حالات اور ذکر حالات اون قرون میں بہ طریق وعظ و تدریس و مذاکرہ و تحدیث ہزار ہا بار ہوتا تھا» بلفظہ (فتاویٰ رشید احمد، صفحہ:۱، سطر:۸)

چلیے مفتی جی! اب میں احادیث پیش کرتا ہوں، تاکہ آپ کے شکوک رفع ہوں۔ بہ خوف اطناب عبارات عربی احادیث کا ترجمہ اردو لکھتا ہوں، تاکہ آپ کی سمجھ میں پورے طور پر آئے۔ یہ سب کچھ کتاب الدر المنظم سے لکھوں گا۔[3]

فصل پنجم: وہ احادیث شریف جن میں آں حضرت ﷺ نے خود اپنی ولادت مبارک کا ذکر فرمایا ہے

(۱) **حدیث شریف:** امام بخاری نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے، کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری پیدائش بنی آدم کے بہترین زمانوں میں ہوئی، اور یہ زمانہ کی فضیلت حضرت کے وجود سے لے کر وقتاً فوقتاً علیٰ سبیل الترقی چلی آئی، یہاں تک کہ جس زمانہ میں میری پیدائش ہوئی وہ زمانہ سب سے افضل

---

[1] الدر المنظم ، باب:٤، فصل:١٠، ص:٥٤، ٥٥ ● جامع الترمذي ، كتاب المناقب، باب ماجاء فى ميلاد النبى صلى الله عليه وسلم ، حديث :٣٩٧٩.

[2] الطبقات الكبرىٰ لابن سعد، ج:١، ص:١٠١، ذكر مولد رسول صلى الله عليه وسلم، دار صادر، بيروت

[3] الدر المنظم فى بيان حكم مولد النبى الاعظم، ناشر: صاحب زاده محمد ابو بكر نقش بندى، ناظم مكتبه حضرت مياں صاحب شرق پور شريف، شيخو پوره.

تھا۔ بلفظہ (، حاشیہ:۱۱)

(۲) **حدیث شریف:** تخریج کی ہے امام مسلم نے، واثلہ بن الاسقع سے، کہا واثلہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ کیا، اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے اولاد کنانہ کو، اور اولاد کنانہ سے قریش کو، اور قریش سے اولاد ہاشم کو، اور اولاد ہاشم سے مجھ کو۔ بلفظہ (صفحہ:۱۱)

(۳) **حدیث شریف:** بیہقی اور طبرانی اور ابونعیم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے تخریج کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، کہ اللہ تعالیٰ نے تمام خلقت کو پیدا فرما کر اس میں سے آدم کو پسند فرمایا، اور اولاد آدم سے عرب کو، اور عرب سے قبیلہ مضر کو، اور مضر سے قبیلہ قریش کو، اور قریش سے اولاد ہاشم کو، اور اولادِ ہاشم سے مجھ کو۔ سو میں نسلاً بعد نسل تمام خلقت سے بہتر ہوں۔ بلفظہ (صفحہ:۱۱)

(۴) **حدیث شریف:** تخریج کی احمد اور بزاز اور طبرانی اور حاکم اور بیہقی اور ابونعیم نے عرباض بن ساریہ سے، کہ تحقیق فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، کہ میں عبداللہ اور خاتم الانبیا ہوں۔ اس وقت سے، کہ آدم ہنوز مٹی میں ملے ہوئے تھے۔ اور دیکھو میں تمھیں خبر دیتا ہوں میں دعا ہوں ابراہیم کی، اور عیسیٰ کی خوش خبری، اور اپنی ماں کا خواب ہوں۔ اسی طرح اور انبیا کی مائیں خواب دیکھا کیں۔ میری ماں نے وقت ولادت دیکھا کہ مجھ سے ایک نور نکلا کہ جس سے ملک شام کے محل نظر آنے لگے۔ (صفحہ:۱۵)

(۵) **حدیث شریف:** مواہب اللدنیہ میں ابوقتادہ انصاری خزرجی سے مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے دوشنبہ کے روزہ رکھنے کو دریافت کیا، آپ نے فرمایا: وہ دن اسی قابل ہے، کیوں کہ اسی روز میں پیدا ہوا ہوں۔ اور اسی روز اول مجھ پر نزول وحی ہوا۔ یہ روایت مسلم میں ہے۔ (صفحہ:۱۶)

اس کے علاوہ بیس احادیث اسی میلاد مبارک کی اور درج ہیں، جن کو بوجہ طوالت نہیں لکھا گیا، گویا پچیس احادیث الدر المنظم میں درج ہیں۔ یہ پانچ احادیث ان میں سے لکھی گئی ہیں، ماننے والے کے لیے ایک حدیث شریف بھی کافی ہے، اور منکر کے لیے تمام مجموعہ احادیث بھی کافی نہیں۔ بلکہ قرآن شریف بھی۔

فصل ششم: وہ چند احادیث جن میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بوجہ مذمت منکرین خود منبر پر تشریف فرما کر میلاد مبارک کا ذکر فرمایا

(۱) **حدیث شریف:** تخریج کی ترمذی نے مطلب بن ابی دواعۃ سے، کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ مذمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفار سے سن کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ سو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر چڑھے، اور فرمایا میں

کون ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ رسول اللہ علیک السلام ہیں۔ آپ نے فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے خلقت کو پیدا فرمایا اور بہترین خلق سے مجھ کو بنایا۔ پھر دو گروہ کیے، سو مجھ کو بہترین گروہ میں رکھا۔ پھر قبائل بنائے اور مجھ کو افضل قبیلہ میں پیدا فرمایا۔ پھر گھرانے جدا کیے، سو مجھ کو اللہ تعالیٰ نے باعتبار گھرانے کے افضل کیا ہے اور ذاتی شرافت بھی عطا فرمائی ہے۔ کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن ہے۔ بلفظہ (صفحہ:۱۷)

یہ حدیث قیام مولود شریف پر بھی دلیل ہے۔

(۲) **حدیث شریف:** تخریج کی دلائل میں بیہقی نے انس رضی اللہ عنہ سے، کہا خطبہ پڑھا رسول اللہ ﷺ نے اور فرمایا کہ: میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار ہوں۔ اور جس جگہ آدمی فرقے فرقے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو افضل فرقہ میں رکھا، سو پیدا ہوا میں ماں باپ اپنے سے۔ اور مجھ کو جاہلیت کی بے احتیاطی نے ذرہ بھر بھی نہیں چھوا۔ اور زمانہ آدم سے میرے ماں باپ تک میری پیدائش نکاح سے ہوئی، نہ سفاح سے۔ سو میں بہتر ہوں، اپنی ذات سے بھی، اور باعتبار نسب کے بھی۔ اللہ پاک برتر زیادہ جاننے والا ہے۔ اس کا علم کامل تر ہے۔ (صفحہ:۱۷)

یہاں علم غیب بھی ظاہر فرمایا کہ خطبہ میں ۱۹ پشتیں فوراً بیان کر دیں۔ اللہ غنی۔

فصل ہفتم: وہ چند احادیث کہ آں حضرت ﷺ نے کسی دوسرے کی درخواست پر اپنی ولادت باسعادت کا ذکر فرمایا

(۱) **حدیث شریف:** روایت کیا عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ جابر بن عبداللہ انصاری سے، جو صحابی ہیں اور صحابی کے بیٹے ہیں۔ کہا جابر نے کہ عرض کیا میں نے، یا رسول اللہ ﷺ! اپنے ماں باپ کو آپ کے اوپر نثار کروں، یہ تو فرمائیے کہ سب سے پہلے کیا چیز پیدا ہوئی؟ فرمایا کہ: اے جابر! سب سے اول اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو پیدا کیا اپنے نور سے۔ (یہاں مواہب اللدنیہ سے نور کی تشریح کی ہے) سو یہ نور قدرت الٰہی سے پھرتا رہا مشیت ایزدی کے مطابق۔ اور اس وقت لوح و قلم، جنت و دوزخ، فرشتہ، زمین و آسمان، سورج و چاند، جن و انس کچھ نہ تھا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا، تو اس نور کو چار حصہ کیا، ایک جزو سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش بنایا۔ پھر چوتھے جزو کے چار حصے کر کے ایک جزو سے حاملانِ عرش، دوسرے سے کرسی، تیسرے جزو سے باقی فرشتے بنائے، پھر چوتھے جزو کے چار حصے کیے، اول جزو سے آسمانوں کو اور دوسرے سے زمینوں کو اور تیسرے جزو سے جنت اور دوزخ کو پیدا کیا۔ پھر چوتھے جزو کے چار حصے کیے، اول حصہ سے مومنوں کی آنکھوں کی بینائی اور دوسرے سے ان کے دلوں میں نور معرفت الٰہی کا بخشا، اور تیسرے حصے سے ان کی زبانوں کو نور عطا فرمایا کہ کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ہے۔الحدیث،بلفظہ (صفحہ:۱۸، یہ حدیث شریف کلمہ علم غیب سے پُر ہے)

(۲) حدیث شریف: -تخریج کی حاکم اور طبرانی نے ابن اوس سے کہ میں ہجرت کر کے آں حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، جب کہ آپ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تھے۔تو میں نے سنا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت رسول اللہ ﷺ سے یہ عرض کر رہے تھے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی آپ کی مدح میں نظم کہوں۔آپ نے فرمایا کہو۔اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو ہر آفت سے بچاوے۔تو انھوں نے یہ قصیدہ پڑھا۔

قصیدہ نظم از حضرت عباس رضی اللہ عنہ

آں حضرت ﷺ کی مدح میں

۱-	من قبلها طبتَ فی الظّلال وفی	مستودع حیث يُخصف الورقٌ
۲-	ثم هبطت البلاد لابشر	انت ولا مضغة ولا علقٌ
۳-	بل نطفة تركب السفين وقد	ألجم نسرًا و أهله الغرقٌ
۴-	تُنقلُ من صالب إلیٰ رحم	اذا مضیٰ عالم بدا طبقٌ
۵-	وأنت لما ولدتَ أشرقت	الأرضُ وضاءت بنورك الأفقٌ
۶-	حتی استوی بيتك المهيمن من	خندف عَلياءَ تحتَها النُّطقٌ
۷-	فنحن فی ذالك الضياء و في النور	وسبُلِ الرشاد نخترقٌ
۸-	وردتَ نارَ الخليل مُكتَتِمًا	فی صلبه أنتَ كيف يحترقٌ

(۱) ترجمہ: آپ پیدائش دنیا سے پیشتر پاک وصاف تھے درختوں کے سایہ اور جنتی مکان میں، جب کہ حُلّے بہشتی اتر جانے سے آدم وحوا اپنے ستر عورت کے لیے پتّے لپیٹتے تھے۔

(۲) پھر آپ زمین پر اترے اور اس وقت نہ جامہ بشری میں تھے اور نہ آپ گوشت کا ٹکڑا یا خون بستہ تھے۔

(۳) بلکہ نطفہ تھے اور اسی حالت میں نوح (علیہ السلام) کی کشتی پر سوار ہوئے، جب کہ نسر بت کے لگام دیا گیا، اور اس کے پوجنے والے غرق ہو گئے۔

(۴) آپ باپوں کی پشت سے ماؤں کے رحم کی طرف منتقل ہوتے رہے۔جب ایک قرن آپ کو ختم ہوا دوسرا شروع ہوا۔

(۵) اور جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے نور سے زمین وآسمان منور ہو گیا۔

(۶) اور آپ کی بزرگی یہاں تک ہے کہ آپ کا شرف حاوی ہو گیا بڑے بڑے عالی نسب والوں کو۔

(۷) سو ہم آپ کی اس روشنی اور نور میں ہیں اور اسی نور کی بدولت ہدایت میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں۔

(۸) آپ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی پشت میں پوشیدہ تھے۔ جب آپ کو آگ میں ڈالا، پھر بھلا وہ کس طرح جل سکتے تھے۔

اسی طرح حضرت جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب خصائص کبریٰ میں لکھا ہے۔ بلفظہ (ص:۲۵،۲۶)

(۳) حدیث شریف:۔ امام بخاری نے تخریج کی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، کہ رسول اللہ ﷺ حسان (رضی اللہ عنہ) کے واسطے مسجد میں منبر بچھوایا کرتے تھے، تاکہ حضرت کی طرف سے اس پر کھڑے ہو کر کفار کی ہجو کا جواب دیں۔ اور حضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ حسان کی مدد روح القدس سے کراتا ہے، جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جواب دیتا ہے۔ بلفظہ (ص:۲۸)

علامہ زرقانی علیہ الرحمہ نے مواہب اللدنیہ کی شرح میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تھے، تو آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر بہت سے آدمی پیشوائی کو گئے، جس طرح کہ ہمیشہ سے لوگ حکام اور امرا کی پیشوائی تعظیماً وتکریماً کیا کرتے تھے۔ نیز آں حضرت ﷺ بہت دنوں میں تشریف لاتے تھے، علاوہ بریں منافقین کی ایذا رسانی کے مشورہ کی خبر پا چکے تھے، اور عورتیں، بچے اور باندیاں اور لونڈیاں حضرت کی رونق افروزی کی خوشی میں نکل پڑی تھیں، اور پردہ نشیں کوٹھوں پر آں حضرت ﷺ کے دیکھنے کو چڑھ گئی تھیں، کہ وہ حضرت کی زیارت سے مشرف نہیں ہوئی تھیں، اگرچہ اسلام کا چرچا ان میں پیش تر تھا۔ اور ہر ایک کی زبان پر یہ اشعار تھے ؎

طَلَعَ البَدرُ عَلَینَا مِن ثَنِیَّاتِ الوَداع
وَجَبَ الشُّکرُ عَلَینَا مَا دَعا لِلّٰہِ دَاع

یروی بعدھما

ایھا المبعوثُ فینا جئتَ بالامر المطاع

ترجمہ: ہمارے اوپر پورا چاند ثنیاتِ (گھاٹیاں) وداع کی طرف سے نکلا۔ اور ہم پر اس چاند کے طلوع ہونے کا ہمیشہ شکر واجب ہے۔ اے وہ شخص کہ ہمارے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے، آپ فرمان واجب الاطاعت لائے ہیں۔ (ص:۲۹)

فصل ہشتم: حضرات خلفاے راشدین وعشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے مولود شریف کا ذکر مختصراً

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے مولود شریف

(۱) حدیث شریف:۔ تخریج کی ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں عیسیٰ بن وہب سے، کہا عیسیٰ نے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کعبۃ اللہ کے صحن میں بیٹھا تھا اور زید بن عمرو بن نفیل وہاں کھڑا تھا۔ سو امیہ بن ابی

الصلت نے وہاں آ کر زید سے دریافت کیا کہ جس نبی کے مبعوث ہونے کا انتظار ہو رہا ہے، ہم تم میں سے ہوگا، یا فلسطین والوں میں سے؟ زید نے کہا: کہ مجھ کو یہ بھی خبر نہیں کہ کسی نبی کے مبعوث ہونے کا انتظار ہے۔ یہ گفتگو ان دونوں کی سن کر میں ورقہ بن نوفل کے پاس گیا، اور یہ سب قصہ ان کی گفتگو کا بیان کیا۔ اس نے کہا: اے میرے بھتیجے! سچ ہے، جس نبی کے مبعوث ہونے کا انتظار ہے، مجھ کو یہ خبر اہل کتاب اور علما سے تحقیق ہو چکی ہے کہ اہلِ عرب کے اعلیٰ درجہ کے لوگوں میں پیدا ہوگا۔ میں نسب بھی خوب جانتا ہوں، اور تیرا نسب عرب میں بڑھ کر ہے، پھر میں نے اس سے کہا: کہ وہ نبی کیا کہے گا؟ کہا کہ جیسا مشہور ہے وہ ہدایت کی باتیں کہے گا، لیکن وہ ظلم نہ کرے گا اور نہ ظلم کیا جائے گا۔ سو جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو میں حضرت کی رسالت کی تصدیق کر کے فوراً ایمان لے آیا۔ بلفظہٖ (ص: ۳۰، ۳۱)

(۲) حدیث شریف:- تخریج کی ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں کعب سے، کہ حضرت ابوبکر کا اسلام لانا وحی کے سبب سے تھا۔ اور قصہ اس کا یوں ہے کہ ملک شام میں بحالت تاجری ابوبکر نے ایک خواب دیکھا تھا، تو اثنائے راہ میں کبیرا راہب سے اس خواب کا ذکر کیا۔ کبیرا نے دریافت کیا کہ تو کہاں کا رہنے والا ہے؟ کہا کہ مکہ کا۔ کہا: کیا قریشی ہے؟ کہا ہاں۔ پھر کہا: کیا پیشہ کرتا ہے؟ کہا تاجر ہوں۔ کہا کبیرا نے: کہ اللہ تعالیٰ تیرا خواب سچا کرے، تیری ہی قوم میں ایک نبی مبعوث ہوگا، تو زندگانی بھر اس کا وزیر ہوگا، اور بعد میں خلیفہ ہوگا۔ سو ابوبکر نے حضرت کے مبعوث ہونے تک اس خواب اور تعبیر کو اپنے دل میں رکھا، جب آپ مبعوث ہوئے تو حضرت ﷺ سے آ کر کہا، کہ آپ کی نبوت میں کیا دلیل ہے؟ آپ نے فرمایا: جو خواب تو نے ملک شام میں دیکھا تھا (علم الغیب) یہ سنتے ہی ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آں حضرت ﷺ کو گلے لگا لیا، اور پیشانی چوم لی، اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک تم اللہ کے رسول ہو۔ بلفظہٖ (ص: ۳۱)

(۳) حدیث شریف:- تخریج کی ابن عساکر نے محمد بن عبدالرحمٰن بیاضی سے، اور محمد نے اپنے باپ سے، اور باپ نے اس کے دادا سے، کہا کہ کسی نے ابوبکر سے دریافت کیا کہ تم نے اسلام لانے سے پیش تر کچھ حضرت ﷺ کے نبی برحق ہونے کی دلیل دیکھی تھی؟ انھوں نے کہا: کہ قریش میں وہ کون سا شخص باقی رہ گیا ہے جس کے اوپر حضرت کی نبوت ثابت نہیں ہو چکی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ قصہ بیان کیا کہ میں ایک درخت کے نیچے بیٹھا تھا، اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ اس قدر جھکی کہ میرے سر کو لگ گئی، پھر اس میں سے یہ آواز آئی کہ جس نبی کا انتظار ہے، فلانے سن اور فلانے ماہ میں مبعوث ہوگا، تو اس کی تصدیق کر کے سب سے بڑھ کر سعادت حاصل کیجیے۔ بلفظہٖ (ص: ۳۱، ۳۲)

(۴) حدیث شریف:- ابونعیم نے تخریج کی ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے، کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہ آں حضرت ﷺ کا چہرہ مثل چاند کے گردہ[1] تھا۔ بلفظہٖ (ص: ۳۲)

---

[1] گردہ: دائرہ، حلقہ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ذکر مولد شریف

(۱) حدیث شریف:- تخریج کی ہے ابو موسیٰ مدافعی نے ذیل میں ابن کلبی سے، اس نے عوانہ سے، کہا کہ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہم نشینوں سے، جس کو حضرت ﷺ کی نسبت کوئی بات یاد ہو تو کہو۔ طفیل بن زید حارثی نے کہا کہ اچھا، اور ان کی عمر ایک سو ساٹھ (۱۶۰) برس کی تھی، کہ آپ کو خبر ہے کہ مامون بن معاویہ کیا کچھ غیب کی اخبار دیا کرتا تھا؟ وہ لوگوں کو حضرت کی بعثت کی خبر دے کر وعظ میں ڈرایا کرتا تھا، اور کہتا تھا کہ وہی آ کر تم کو ٹھیک کریں گے۔ اور یہ بھی کہا کرتا تھا: اے کاش! میں ان سے ملوں، اور ان کی بعثت سے پہلے نہ مر جاؤں۔ طفیل نے کہا کہ پھر مجھ کو حضرت ﷺ کے مبعوث ہونے کی خبر ملی۔ اس وقت میں تہامہ میں تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ وہی نبی ہیں، کہ جن کے مبعوث ہونے کا مامون ذکر کیا کرتا تھا۔ پھر کچھ دن گزرے۔ جب حضرت ﷺ کے پاس جماعتیں کی جماعتیں مشرف بہ اسلام ہونے لگیں، تو اس وقت میں بھی مسلمان ہو گیا۔ بلفظہ۔ (ص: ۳۲)

(۲) حدیث شریف:- تخریج کی ابن عساکر نے حسن کے طریق کے ساتھ سلمان سے، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب سے فرمایا کہ حضرت ﷺ کے فضائل- جو آپ کی پیدائش سے پیش تر کتبِ سابقہ میں ہیں- بیان کیجیے۔ کعب نے کہا: کہ میں نے اگلی کتابوں میں پڑھا ہے کہ ابراہیم خلیل (علیہ السلام) کو ایک پتھر ملا تھا، جس میں چار سطریں لکھی ہوئی تھیں:

اول سطر میں یہ تھا کہ سوا خدا کے کوئی معبود نہیں، اللہ میں ہوں، میری ہی عبادت کرو۔

دوسری سطر میں یہ تھا کہ میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد میرا رسول ہے، خوبی ہے اس کے لیے جو اس پر ایمان لا کر اس کی اتباع کرے۔

تیسری سطر میں یہ تھا کہ میں ہی اللہ ہوں، سوا میرے کوئی معبود نہیں، جو میرا حکم مانے گا نجات پائے گا۔

اور چوتھی سطر میں یہ تھا کہ میں ہی اللہ ہوں اور حرم میری ملک ہے، اور کعبہ میرا گھر ہے، جو میرے گھر میں آ جائے گا، میرے عذاب سے محفوظ رہے گا۔ بلفظہ۔ (ص: ۳۲، ۳۳)

(۳) حدیث شریف:- تخریج کی ہے طبرانی نے اوسط اور صغیر میں، اور ابن عدی اور حاکم نے معجزات میں، اور بیہقی اور ابو نعیم اور ابن عساکر نے عمر بن خطاب سے (رضی اللہ عنہ) کہ آں حضرت ﷺ اپنے صحابہ کے مجمع میں بیٹھے تھے، کہ یکایک ایک جنگلی آدمی گوہ پکڑ کر لایا، اور کہا کہ اے محمد! (ﷺ) قسم ہے لات اور عزیٰ کی! میں تجھ پر ہرگز ایمان نہ لاؤں گا، جب تک کہ یہ گوہ آپ پر ایمان نہ لائے گی۔ آپ نے فرمایا: اے گوہ! اس نے نہایت فصاحت کے ساتھ عربی میں کہا «لَبَّيكَ وَ سَعدَيكَ يَا رَسُول الله» کہ جس کو سب حاضرین خوب سمجھے۔ پھر حضرت نے گوہ سے فرمایا کہ تو کس

کی بندگی کرتی ہے؟ کہا: جس کا عرش آسمان پر ہے، اور زمین پر اس کی سلطنت ہے، اور دریا میں اس کا راستہ ہے، اور جنت میں اس کی رحمت، اور دوزخ میں اس کا عذاب ہے۔ پھر فرمایا: میں کون ہوں؟ گوہ نے کہا: آپ رسولِ رب العالمین ہیں، اور خاتم النبیین ہیں، جو آپ کی تصدیق کرے مراد پائے اور جو آپ کو جھٹلائے برباد ہووے۔ یہ سنتے ہی جنگلی ایمان لے آیا۔ الخ۔ بلفظہ۔ (ص: ۳۳)

(۴) حدیث شریف:- تخریج کی ہے حاکم اور بیہقی اور طبرانی نے صغیر میں، اور ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے، کہا: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: جب آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی، اور عتابِ الٰہی میں ہوئے، تو اس نے یہ کہا کہ میں بحق محمد (ﷺ) تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میرا گناہ بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو نے محمد (ﷺ) کو کس طرح جانا؟ عرض کیا کہ اے پروردگار! تو نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، اور مجھ میں روح پھونکی، تو میں نے اپنا سر اٹھایا، تو عرش کے پایہ پر لکھا ہوا پایا: لا اِلٰه الا الله محمد رسول الله سو میں نے جان لیا، تو نے اپنے نام کے ساتھ دوسرا نام نہیں ملایا مگر اپنے خاص پیارے کا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: کہ آدم تو نے سچ کہا۔ اور جو محمد (ﷺ) نہ ہوتا تو میں تجھ کو بھی پیدا نہ کرتا۔ بلفظہ۔ (ص: ۳۴)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے ذکر مولد شریف

حدیث شریف:- تخریج کی ابونعیم نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے، کہا عثمان رضی اللہ عنہ نے، کہ میں ایک قافلہ میں ملک شام کی طرف گیا تھا، جب ہم لوگ حدودِ شام میں پہنچے، وہاں ایک عورت غیب کی خبر دینے والی تھی، راستہ میں ملی، اور کہا کہ جو میرا یار آسمان کی خبریں لا دیا کرتا تھا، ان دنوں وہ میرے دروازے پر آیا۔ میں نے کہا اندر آؤ، اور کچھ خبریں سناؤ۔ اس نے کہا: اب موقع نہ رہا۔ احمد (ﷺ) پیدا ہو گیا، اور قابو سے بات باہر ہو گئی۔ پھر میں وہاں سے مکہ کو واپس آیا، تو حضرت ﷺ کو پایا، کہ پردۂ سکوت سے نکل کر خلقت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کر رہے ہیں۔ بلفظہ۔ (ص: ۳۴)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے ذکر مولد شریف

(۱) حدیث شریف:- کتاب احکام ابن القطان میں ہے: حضرت علی كَرَّمَ اللّٰهُ وجهه سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ میں قبل از پیدائشِ آدم (علیہ السلام) چودہ ہزار برس پیش تر اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک نور محض تھا۔ بلفظہ۔ (ص: ۳۴)

(۲) حدیث شریف:- تخریج کی حاکم اور بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت علی ابن ابی طالب سے، کہ ایک یہودی کے چند دینار حضرت کے ذمہ تھے، اس نے آپ پر تقاضا کیا۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس دینے کے لیے اس وقت کچھ

نہیں ہے۔ اس نے کہا: میں تم سے بغیر لیے یہاں سے ہرگز نہ جاؤں گا۔ حضرت نے فرمایا: میں بھی تیرے پاس بیٹھ جاتا ہوں۔ حضرت نے اسی جگہ تشریف رکھی، یہاں تک کہ پنج گانہ نماز بھی وہاں ہی پڑھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ کیفیت دیکھ کر اس کو ڈرانا اور دھمکانا شروع کیا، اور عرض کیا کہ یا حضرت! یہودی کا یہ حوصلہ ہے کہ آپ کو روک سکے؟ آں حضرت ﷺ نے فرمایا، مجھ کو میرے رب نے ظلم سے منع کیا ہے، خواہ مُعاہِد ہو یا اور کوئی۔ جب دن نکلا تو یہودی خود بہ خود مسلمان ہو گیا، اور آدھا مال اسی وقت فی سبیل اللہ دے دیا۔ اور حضرت کی خدمت میں معذرت کی کہ جو کچھ مجھ سے در باب تقاضا ظہور میں آیا ہے، اس کا سبب یہ تھا، کہ میں آپ کی اس صفت کی جانچ کرتا تھا، جو توراۃ میں آئی ہے، کہ محمد بن عبداللہ کی پیدائش کی جگہ مکہ ہے، اور ہجرت کرنے کی جگہ طیبہ یعنی مدینہ ہے۔ اور ملک اس کا شام، اور وہ درشت خو، سخت مزاج نہیں، اور نہ بازاروں میں شور کرنے والا، اور نہ اس کی خصلت میں بے حیائی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے، اور تم اس کے رسول ہو، اور جو یہ نصف باقی میرا مال ہے یہ بھی آپ کے حکم پر نثار ہے۔ اور یہودی بڑا مالدار تھا۔ بلفظہ۔ (ص:۳۵)

(۳) حدیث شریف:- مواہب لدنیہ میں حضرت علی ابن ابی طالب سے روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ حضرت آدم سے لے کر کوئی نبی ایسا نہیں آیا، کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے اس امر کا عہد نہ لیا ہو، کہ اگر محمد (ﷺ) کا ظہور تمہارے وقت میں ہو تو تم اس پر ایمان لانا، اور اس کی مدد کرنا۔ اور یہی وعدہ ہر ایک نبی اپنی قوم سے لیتا تھا۔ اور یہ حدیث ابن عباس، اور علی رضی اللہ عنہما سے موقوف بھی مروی ہے۔ بہ اعتبار لفظوں کے موقوف ہے، باعتبار معنوں کے مرفوع ہے۔[1] بلفظہ۔ (ص:۳۵)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے ذکر مولد شریف

(۱) حدیث شریف:- تخریج کی ابونعیم نے، ساتھ طریق حریش بن ابی حریش طلحہ رضی اللہ عنہ سے، کہا کہ جب اول مرتبہ خانہ کعبہ شہید ہوا، تو اس میں سے ایک پتھر لکھا ہوا نکلا تھا۔ بعد ازاں ایک خواندہ آدمی کو بلایا، تو اس نے اس پر سے یہ عبارت پڑھی:

میرا بندہ[2] سب سے منتخب اور متوکل، اور میری طرف رجوع ہونے والا، اور برگزیدہ، وہ ہے جس کی پیدائش کی جگہ مکہ اور ہجرت کی جگہ طیبہ ہے۔ وہ دنیا سے رخصت نہ ہوگا جب تک ٹیڑھے راستے کو سیدھا نہ کر دے گا۔ اور وہ گواہی دے گا اس امر کی کہ سوا خدا کے اور کوئی معبود نہیں۔ اور امتی[3] اس کے نہایت تعریف کرتے ہیں وہ اللہ کی ہر ٹیلہ[4] پر اور تہبند[5] ناف پر باندھتے ہیں

---

[1] کیوں کہ یہ ایسا بیان ہے جس میں عقل کو کچھ دخل نہیں، تو ظاہر یہی ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی بیان کیا ہے۔

[2] میرا بندہ الخ۔ آں حضرت ﷺ ہیں۔ ۱۲ منہ

[3] اور امتی الخ۔ یعنی مولود شریف میں خوب تعریف کریں گے، یہی امتی ہیں۔ ۱۲ منہ

[4] ہر ٹیلہ پر الخ۔ یعنی اذان کہیں گے منبر یا اونچی جگہ کھڑے ہو کر۔ ۱۲ منہ

[5] تہبند الخ۔ احناف اہل سنت و جماعت تہبند ناف پر باندھتے ہیں۔ ۱۲ منہ

اور ہاتھ[1] پاؤں کو صاف رکھتے ہیں۔بلفظہ (ص:۳۶)

(۲) حدیث شریف:-تخریج کی ابوسعد اور بیہقی نے طریق ابراہیم ابن محمد بن طلحہ سے، کہا، فرمایا طلحہ بن عبید اللہ نے، کہ میں بصرہ کے بازار میں جو گیا، تو کیا دیکھا کہ ایک شخص غیب کی خبر دینے والا، اپنے عبادت خانہ میں بیٹھا ہوا معتقدوں سے یہ کہہ رہا ہے، کہ ان دنوں کے آنے والوں میں دریافت کرو، کہ ان میں کوئی حرم کا بھی آدمی ہے؟ میں نے کہا: ہاں! میں ہوں۔اس نے پوچھا کہ احمد (ﷺ) کا ظہور تمہارے یہاں ہو چکا ہے؟ میں نے کہا: کون احمد؟ (ﷺ) کہا: جو عبداللہ بن عبدالمطلب کا بیٹا ہے۔جان لو کہ اسی مہینے میں اس کا ظہور ہوگا اور وہ خاتم الانبیا ہے، اس کے ظاہر ہونے کی جگہ مکہ ہے اور ہجرت کرنے کی جگہ اس طرف ہے، جہاں کھجور کے درخت اور پتھریلی زمین اور شوریلی ہے۔تجھ کو چاہیے کہ اس کی طرف سبقت کرے۔طلحہ کہتے ہیں: کہ میرے دل میں اس کی بات گڑ گئی۔اور میں مکہ کی طرف بہت جلد آیا، اور دریافت کیا کہ کوئی نبوت کا مدعی پیدا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا، کہ ہاں! محمد (ﷺ) بن عبداللہ، جس کو امین کہا کرتے تھے، اور اس کے ساتھ ابوقحافہ کا بیٹا بھی ہو گیا ہے۔پھر میں وہاں سے نکل کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اور بصرہ کے راہب کا قصہ بیان کیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ خبر حضرت ﷺ کو جا کر دی۔سو حضرت کو اس خبر کے سننے سے خوشی ہوئی، پھر طلحہ بھی ایمان لے آئے۔بلفظہ (ص:۳۶،۳۷)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ذکر مولد شریف

حدیث شریف:-تخریج کی بغوی نے اپنی کتاب معجم میں عبداللہ بن زبیر سے، کہ زبیر نے اپنے بیٹے عبداللہ سے یہ کہا، کہ اے میرے بیٹے! تیری ماں میرے نکاح میں، اور تیری خالہ (عائشہ) رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں ہے۔اور جو رشتہ اور قرابت میرے اور حضرت کے درمیان میں ورے[2] کا ہے، وہ تو تو جانتا ہے۔اب اوپر کی قرابت کا حال سن، کہ میرے باپ کی پھوپھی ام حبیبہ بنت اسد حضرت کی دادی ہیں اور میری ماں حضرت کی پھوپھی۔اور ان کی ماں آمنہ بنت وہب بن عبد مناف اور میری دادی ہالہ بنت وہب بن عبد مناف دونوں بہنیں ہیں۔اور حضرت کی بیوی خدیجہ میری پھوپھی ہیں۔بلفظہ (ص:۳۷)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ذکر مولد شریف

حدیث شریف:-تخریج کی ابونعیم نے عبدالرحمٰن بن عوف سے، وہ اپنی والدہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب آمنہ نے حضرت ﷺ کو جنا، اول میں نے اپنے ہاتھوں پر لیا، پھر زمین پر لٹایا۔حضرت اس وقت چھینکے۔میں نے سنا کوئی کہتا ہے کہ اللہ نے تجھ پر رحمت فرمائی۔اور میرے سامنے مشرق سے مغرب تک روشنی ہو گئی، یہاں تک کہ اس روشنی میں

---

[1] ہاتھ پاؤں الخ۔یعنی وضو کرتے ہیں۔۱۲ منہ

[2] ورے: نزدیکی۔

میں نے ملک روم کے محل دیکھے۔ پھر میں نے ان کو کپڑے میں لپیٹ کر لٹا دیا اور کچھ یوں ہی دیر گزری کہ مجھ کو اندھیری چھا گئی، اور دل میں رعب سما گیا، اور بدن پر رونگٹا کھڑا ہو گیا، تو داہنی طرف سے مجھ کو یہ آواز آئی۔ کسی نے کہا، اس کو کہاں لے گئے تھے؟ دوسرے نے جواب دیا، مغرب کی طرف۔ پھر وہ اندھیری وغیرہ کچھ نہ رہا، پھر دوبارہ میری وہی حالت ہو گئی۔ اسی حالت میں میں بائیں طرف سے کیا سنتی ہوں کہ کوئی کہتا ہے، کہ اس کو کہاں لے گئے تھے؟ کسی نے جواب دیا کہ مشرق کی طرف۔ یہ کیفیت جو گزری تھی میرے دل میں، اکثر خیال آتا تھا، یہ کوئی رنگ دکھائے گی، سو اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی بنا کر بھیجا۔ اس لیے میں نے اسلام میں سبقت کی کہ جماعت سابقین میں داخل ہوئی۔ بلفظہ (ص: ۳۸)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ذکر مولد شریف

حدیث شریف: -تخریج کی ابونعیم نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے، کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب مکان بنا رہے تھے، مٹی گارے میں سنے ہوئے تھے، اتفاقاً لیلیٰ عدویہ کے پاس ہو کر گزرے، اس نے ان سے اپنی خواہش ظاہر کی، اور کہا کہ سو اونٹ دوں گی۔ انھوں نے کہا، اچھا نہا کر آؤں گا۔ جب گھر میں گئے تو اپنی زوجہ آمنہ سے ملے۔ پھر لیلیٰ کے پاس آئے، کہا اب بھی تجھ کو خواہش ہے، جو پیش تر تو نے استدعا کی تھی؟ اس نے کہا: اب نہیں۔ انھوں نے کہا: کیوں؟ اس نے کہا: پہلے جس وقت تو آیا تھا تیری پیشانی میں ایک نور تھا۔ اور اب اس کو آمنہ نے چھین لیا۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جس نور کے ساتھ تو اپنے گھر گیا تھا، وہ نور لے کر نہ نکلا۔ اگر تو آمنہ سے مل چکا ہے تو البتہ بادشاہ پیدا ہوگا۔ بلفظہ (ص: ۳۹)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے ذکر مولد شریف

حدیث شریف: -حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ وہ کہتے ہیں کہ ورقہ بن نوفل اور زید بن عمرو، دونوں دین کی طلب میں نکلے۔ جب کہ ملک شام میں پہنچے تو ورقہ بن نوفل تو نصرانی ہو گئے۔ اور زید سے یہ بات کہی گئی، کہ جس کی تم کو طلب ہے، وہ آگے تلاش کرو۔ پس زید وہاں سے چلے، یہاں تک کہ موصل میں پہنچے۔ پس ملاقات ہوئی وہاں ان سے ایک راہب کی۔ اس نے ان سے پوچھا، تم کہاں سے آئے ہو؟ زید نے جواب دیا: کہ جس گھر کو ابراہیم علیہ السلام نے بنایا ہے، یعنی مکہ معظّمہ سے آیا ہوں۔ اس نے پوچھا: کس چیز کی طلب میں نکلے ہو؟ کہا: دین کی۔ راہب نے کہا: نصرانی ہو جاؤ۔ زید نے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا اس کی مجھ کو کچھ حاجت نہیں۔ پھر راہب نے کہا، جس کو تم طلب کرتے ہو وہ تمہاری ہی زمین میں ظہور کرے گا، پس زید چلے کہتے ہوئے: تیری ہی خدمت میں حاضر ہوں بے شک اور بے شبہہ بندہ بن کر غلام ہو کر جب بوجھ ڈالے گا مجھ پر، اٹھاؤں گا۔ میں پناہ پکڑتا ہوں ساتھ اس چیز کے، جس کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام نے پناہ پکڑی ہے۔

کہا راوی نے: جب زید مکہ میں آئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوسفیان کو دسترخوان پر کھانا کھاتے پایا۔ پس بلایا انھوں نے طرف طعام کی۔ زید نے جواب دیا کہ اے بھتیجے! میں نہ کھاؤں گا، وہ کھانا جو ذبح کیا گیا ہو گا بتوں پر۔ کہا راوی نے: پس نہ دیکھے گئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دن سے کہ کھایا ہو آپ نے وہ طعام جو بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ یہاں تک کہ آپ مبعوث ہوئے طرف خلق اللہ کے۔ پس سعید بن زید آئے، اور کہا کہ زید کے حال کو حضور نے ملاحظہ فرمایا۔ آپ استغفار کریں اس کے لیے۔ آپ نے وعدہ فرمایا وہ اٹھے گا قیامت کو جماعت بن کر۔ بلفظہ۔ (ص:۴۰)

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے ذکر مولد شریف

حدیث شریف:-تخریج کی بیہقی نے اور ابونعیم نے، ابی عبیدہ بن الجراح اور معاذ بن جبل سے، وہ روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، کہ فرمایا: اول ظہور دین کا نبوت اور رحمت ہے، اس کے بعد خلافت اور رحمت ہوگی، پھر بادشاہت گزندہ ہوگی۔ اس کے بعد سرکشی اور ظلم اور امت میں فساد ہوگا۔ حلال جانیں گے شرم گاہوں کو، اور شرابوں کو اور ریشمی لباس کو۔ اور مدد کیے جاویں گے اور روزی دیے جاویں گے ہمیشہ، یہاں تک کہ ملاقات کریں گے اللہ تعالیٰ سے۔ بلفظہ۔ (ص:۴۰،۴۱)

احادیث وروایاتِ صحیحہ

بقیہ صحابہ وام المومنین وصحابیات رضی اللہ عنہم سے ذکر مولد شریف

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مولد شریف

(۱) حدیث شریف:-تخریج کی حاکم اور بیہقی نے طریق ابن عون مولیٰ مسور بن مخرمہ سے، اس نے مسور بن مخرمہ سے، اس نے ابن عباس سے، انھوں نے اپنے باپ سے کہ کہا عبدالمطلب نے: جب ہم یمن میں پہنچے جاڑوں میں، سواترا میں نزدیک ایک عالم یہود کے، پس کہا ایک شخص نے اہل زبور سے، کہ یہ شخص کہاں کا ہے؟ میں نے کہا: قریش سے ہوں۔ اس نے کہا: کون سے قریش سے؟ میں نے جواب دیا: ہاشم۔ اس نے کہا تم مجھ کو اذن دیتے ہو کہ میں تمہارے بعض بدن کو دیکھوں؟ میں نے کہا کہ کیا مضائقہ ہے، بہ شرطے کہ وہ جگہ شرم کی نہ ہو۔ کہا بس ایک نتھنا (سوراخ بینی) کھول کر میرا دیکھا، پھر دوسرا دیکھا۔ اس کے بعد کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے ایک ہاتھ میں ملک ہے اور ایک ہاتھ میں نبوت۔ اور میں دیکھ رہا ہوں اس کو۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

اور ہم پاتے ہیں اس کو زہرہ میں، پس کیوں کر ہے یہ امر؟ میں نے کہا، مجھ کو علم نہیں۔ پھر اس نے کہا تمہاری بیوی ہے؟ میں نے کہا، ابھی تو نہیں۔ کہا اب جا کر نکاح کر لو۔ پس آئے عبدالمطلب مکہ میں، اور نکاح کیا ہالہ بنت وہب بن

مناف سے۔ پس جنا انھوں نے حمزہ اور صفیہ کو، اور نکاح کیا اپنے بیٹے عبد اللہ کا آمنہ بنت وہب سے، پس پیدا ہوئے ان سے رسول اللہ ﷺ۔ پس کہا قریش نے: فلاح پائی عبد اللہ نے اپنے باپ پر۔ بلفظہ۔ (ص: ۴۱، ۴۲)

(۲) حدیث شریف: -تخریج کی بیہقی اور ابونعیم اور ابن عساکر نے عباس ابن عبد المطلب سے، کہا پیدا ہوئے رسول اللہ ﷺ ختنہ کیے ہوئے، ناف بریدہ۔ اس امر سے کمالِ تعجب کیا عبد المطلب نے، اور کمال دوست رکھا آپ کو اور کہا اس بیٹے میرے کی بڑی شان ہے۔ بلفظہ (ص: ۴۲)

(۳) حدیث شریف: -روایت کیا حافظ ابوبکر عائذ نے ابن عباس سے، کہ تحقیق انھوں نے کہا: جب پیدا ہوئے آں حضرت ﷺ، رضوان داروغۂ جنت نے آپ کے مکان مبارک میں آواز دی، یا محمد! نہ باقی رہا کوئی علم کسی نبی کا، مگر آپ کو عطا ہوا۔ سو آپ سب سے بڑھ کر علم میں ہیں، اور سب سے زیادہ شجاع ہیں۔ اس کو ارسال کیا ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے۔ اور ارسال صحابہ کا وصل کے حکم میں ہے۔ گویا مرفوع ہے، اس واسطے کہ اس میں راوی کو دخل نہیں ہے۔ بلفظہ۔ (ص: ۴۳)

(۴) حدیث شریف: -روایت کیا محمد بن سعد نے ایک جماعت سے، جن میں عطا بن رباح اور ابن عباس ہیں۔ فرمایا آمنہ بنت وہب نے: کہ جب جدا ہوئے مجھ سے یعنی حضرت ﷺ، تو نکلا ہمراہ آپ کے ایک ایسا نور جس نے مشرق سے مغرب تک کل کو روشن کر دیا۔ پھر جھکے آپ طرف زمین کے۔ دونوں ہاتھ رکھے اس پر، اور ایک مٹھی خاک زمین سے اٹھالی اور سرِ مبارک بلند کیا طرف آسمان کے۔ بلفظہ (ص: ۴۳)

(۵) حدیث شریف: -روایت کی امام احمد نے اپنی مسند میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، کہا: پیدا ہوئے حضرت ﷺ پیر کے دن۔ اور نبوت ظاہر ہوئی آپ کی پیر کے دن اور ہجرت کی آپ نے مکہ معظّمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف پیر کے دن۔ اور داخل ہوئے مدینہ منورہ میں پیر کے دن۔ اور حجر اسود کو آپ نے دستِ مبارک سے رکھا اس کی جگہ میں پیر کے دن۔ بلفظہ۔ (ص: ۴۴)

(۶) حدیث شریف: -تخریج کی ابونعیم نے ابن عباس سے، کہا: آپ کے حمل کے علامات سے یہ تھا کہ ہر چوپایہ قریش کا اس رات کو گویا ہوا کہ آج کی رات رسول اللہ ﷺ شکمِ مادر میں تشریف لائے۔ قسم ہے ربِ کعبہ کی! کہ وہ امان اور چراغ ہیں، اہلِ دنیا کے واسطے۔ اور نہ باقی رہا علم کسی کاہن کا مگر جاتا رہا۔ اور الٹے ہو گئے تخت سب بادشاہوں کے اس صبح کو، اور بادشاہ گونگے ہو گئے کہ اس دن کلام کرنے کی ان کو طاقت نہ رہی۔ اور تمام جانور مشرق اور مغرب کے آپس میں مبارک بادیاں دیتے رہے۔ اور دریائی جانوروں کا بھی یہی حال رہا۔ اور ہر ماہ میں ایک آواز دی جاتی تھی زمین میں، اور ایک آسمان میں کہ خوش خبری اور بشارت ہو کہ وقت آیا ظہورِ نبی ابوالقاسم ﷺ کا کہ وہ بڑی برکت والے ہیں، اور آپ پورے نو مہینے اپنے شکمِ مادر میں رونق افروز رہے۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ کو کسی قسم کی گرانی اور درد اور پیچش اور ثقل نہ

معلوم ہوتا تھا، جوعورتوں کوان ایام میں ہوا کرتا ہے۔ اور آپ کے والد عبد اللہ کا حمل کی حالت میں انتقال ہو گیا۔ پس ملائکہ نے عرض کیا کہ یا الٰہی! یہ نبی محبوب آپ کا یتیم ہوا۔ جناب باری نے ارشاد فرمایا: میں اس کا حافظ اور نگہ بان اور مددگار رہوں۔ اور برکت حاصل کرو اس کی جاے ولادت سے، کہ وہ مقامِ متبرک ہے۔ اور کھولے جاویں دروازے آسمان اور جنت کے۔

اور آمنہ اپنا حال بیان کرتی ہیں کہ جب چھ مہینے گزرے حمل کے، ایک آنے والا آیا اور پیر سے اس نے مجھ کو آگاہ کیا اور کہا اے آمنہ! تو بارِ وار رہوئی ساتھ خیر العالمین کے، اور جب یہ پیدا ہوں نام پاک ان کا محمد ﷺ رکھیو۔ اور فرماتی ہیں کہ جب مجھ کو پکڑا اس امر نے جو عورتوں کو واقع ہوتا ہے، اور میرا حال کسی کو معلوم نہ تھا، پس سنا میں نے ایک دھما کہ سخت اور امرِ عظیم۔ پس ہیبت ہوئی مجھ کو میرے دل پر، گویا بازو جانور سفید کا ملا گیا ہے، اس کے اثر سے وہ رعب مجھ سے جاتا رہا۔ پھر دی گئی مجھ کو شربت دودھ سے زیادہ سفید تھی، چوں کہ میں پیاسی تھی، پیا اس کو۔ پس روشن کر دیا مجھ کو ایک نورِ بلند نے۔ پھر دیکھا میں نے عورتوں کو لمبے قد کی، جیسے عبد مناف کی بیٹیاں تھیں۔ وہ مجھ کو دیکھ رہی تھیں۔ اور مجھ کو تعجب ہوتا تھا، اور میں کہتی تھی، انھوں نے کہاں سے جان لیا میرا حال؟ پس انھوں نے کہا کہ ہم آسیہ (بیوی فرعون) اور مریم بنت عمران ہیں اور یہ عورتیں حورِ عین ہیں۔

آمنہ کہتی ہیں کہ میں ہر ہر لحظہ آواز سخت سنتی تھی۔ اور کھینچا گیا دیبا[1] سفید درمیان آسمان اور زمین کے گویا خیمہ قائم کیا گیا۔ اور کوئی شخص کہتا ہے، چھپاؤ لوگوں کی نظروں سے۔ کہا آمنہ نے: دیکھا میں نے مردوں کو، ہوا میں معلق کھڑے ہیں، ان کے ہاتھوں میں چاندی کے آفتابے ہیں۔ اور ایک قطار دیکھی پرندے جانوروں کی، گویا میری گود کو گھیر لیا ہے، جن کی چونچیں زمرد کی اور بازو یاقوت کے تھے اور پردہ دور کیا اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے۔ پس تمام مشرق اور مغرب میرے سامنے تھے۔ اور دیکھا میں نے تین علم قائم کیے گئے ہیں، ایک مشرق میں، اور ایک مغرب میں، اور ایک خانہ کعبہ کی چھت پر۔ پھر مجھ کو دردزہ شروع ہوا۔ پس پیدا ہوئے فخرِ عالم ﷺ کہ نامِ پاک جن کا محمد ﷺ ہے۔ پس جب پیدا ہوئے مجھ سے، سجدہ کیا، اور انگلیاں اٹھائیں آسمان کی طرف عجز وزاری کے ساتھ، پھر دیکھا میں نے ابر سفید کو، آسمان سے آیا اور ڈھانک لیا آپ کو، پس غائب کیے گئے میری نظروں سے۔ اور سنا میں نے آواز دینے والے کو کہ کہتا ہے کہ سیر کراؤ محمد ﷺ کو مغرب اور مشرق اور دریاؤں کی، تاکہ سب ان کو پہچان لیں، ساتھ نام اور وصف اور صورت کے، اور یہ بھی جان لیں کہ نامِ پاک ان کا ماحی ہے، یعنی مٹا دیں گے شرک اور کفر کو۔ پھر جلدی لائے گئے میرے سامنے لپٹے ہوئے کپڑے سفید میں، اور نیچے آپ کے سبز ریشمی نہالچہ تھا۔ اور آپ قبضہ کیے ہوئے تھے، تین کنجیوں کا، کہ موتی تروتازہ سے تھیں اور کوئی کہتا تھا کہا کنجیاں نصرت اور مدد کی ہیں۔

---

[1] دیبا: ریشم۔

آمنہ کہتی ہیں پھر آیا سرا ابر، جس میں سے آواز گھوڑوں، اور حرکت بازو پرداروں کی معلوم ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ ڈھک لیا آپ کو۔ پھر غائب کیے گئے میری نظروں سے۔ پھر سنا میں نے۔ کوئی کہتا ہے، پھراؤ محمد ﷺ کو جانب مشرق اور مغرب کے اور جہاں جہاں انبیا کی پیدائش ہوئی ہے، اور پیش کروان پر ہر روحانی کو، خواہ انسان اور جن ہوں، خواہ سباع و طیور ہوں۔ اور دوان کو صفوت آدم علیہ السلام کی، اور رقت نوح علیہ السلام کی، اور خلعت ابراہیم ابراہیم علیہ السلام کی، اور لسان اسماعیل علیہ السلام کی، اور جمال یوسف علیہ السلام کا، اور آواز داؤد علیہ السلام کی، اور صبر ایوب علیہ السلام کا، اور زہد یحییٰ علیہ السلام کا، اور کرم عیسیٰ علیہ السلام کا، بلکہ غوطہ دو جملہ اخلاقِ انبیا علیہم السلام میں۔ پھر وہ ابرا ہٹا۔ پس آپ حریر سبز میں لپٹے ہوئے تھے، جو دیکھا میں نے آپ کو اور ناگاہ ایک قائل کہتا تھا۔ واہ واہ! محمد ﷺ نے قبضہ کیا کل دنیا پر۔ اور دیکھا میں نے تین شخصوں کو کہ ایک کے ہاتھ میں آفتابہ چاندی کا تھا، اور ایک کے ہاتھ میں طشت زمرد کا اور تیسرے کے ہاتھ میں کپڑا ریشمی سفید رنگ کا۔ پس کھولا اس کو اور اس میں سے ایک انگوٹھی نکالی، جس کے دیکھنے سے ناظرین کو حیرت ہوئی تھی۔ پس غسل دیا آپ کو اس آفتابہ سے سات مرتبہ، پھر مہر لگائی دونوں شانوں کے درمیان۔ پھر لپیٹا اس حریر میں، اور داخل کیا آپ کو اپنے بازوؤں میں اور پھر مجھ کو دیا۔ بلفظہ (ص: ۴۴-۴۶)

(۷) حدیث شریف: -تخریج کی حاکم نے اور تصحیح کی اس کی، کہا ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے، کہ: وحی کی اللہ تعالیٰ نے طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے، کہ ایمان لاؤ تم ساتھ محمد (ﷺ) کے، اور حکم کرو امت کو کہ ایمان لاویں ساتھ ان کے۔ پس اگر نہ ہوتے محمد ﷺ نہ پیدا کرتا میں آدم کو، اور نہ جنت کو، اور نہ دوزخ کو۔ اور البتہ پیدا کیا میں نے عرش کو اوپر پانی کے۔ پس کانپا، لکھا میں نے اوپر اس کے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پس ٹھہر گیا وہ۔ بلفظہ۔ (ص: ۴۶)

(۸) حدیث شریف: -ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بیان کر رہے تھے اپنے گھر میں واقعاتِ ولادت باسعادت حضرت ﷺ کے اپنی قوم سے، پس خوش ہوتے تھے وہ اپنی قوم میں، اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے تھے، اور درود شریف پڑھتے تھے۔ ناگاہ تشریف لائے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے واسطے میری شفاعت حلال ہوگئی۔ بلفظہ۔ (ص: ۹۵)

یہ حدیث شریف بالوضاحت محفل مولود شریف کرنے کا حکم، بہ وعدۂ حلت شفاعت دے رہی ہے، اور مولود شریف کرنے والے سنی، حنفی و مقلدین مسلمان، حصول شفاعت کا عمل کر رہے ہیں، اور منکرین بغض و عداوت کر کے مر رہے ہیں، اور شناعت و شقاوت کے حصول کا عمل کر رہے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کا فرمانا حق ہے۔ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ[1]

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ذکر مولد شریف

حدیث شریف: -حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ساتھ حضرت ﷺ کے، عامر انصاری کے

[1] ترجمہ: ایک گروہ جنت میں ہے، اور ایک گروہ دوزخ میں۔ (کنز الایمان)۔ پارہ: ۲۵، الشوریٰ: ۴۲، آیت: ۷

مکان پر تشریف لے گئے، وہ اپنے گھر، اپنی قوم اور اولاد کو واقعات ولادت علیہ السلام تعلیم کر رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے، آج کا دن آج کا دن ہے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تیرے واسطے کھول دیے ہیں دروازے رحمت کے۔ اور کل فرشتے تیرے واسطے استغفار کرتے ہیں۔ اور جو تیرا سا کام کرے گا نجات پائے گا۔ بلفظہ۔ (ص:۹۵)

یہ حدیث شریف بھی صاف طور پر مولود شریف کرنے والوں کے لیے دروازے رحمت کے کھول رہی ہے۔ اور فرشتے ان کے لیے طلب آمرزش کر رہے ہیں، اور نجات کی بشارت دے رہے ہیں۔ اور منکرین کے لیے دروازے زحمت اور نقبت کے وا کر رہے ہیں، اور فرشتے عذاب کے ان کے لیے استعذاب کر رہے ہیں، خدا ہدایت کرے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ذکر مولد شریف

(۱) حدیث شریف: -مواہب اللدنیہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے، کہ آئے جبرائیل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس، اور کہا، فرمایا تیرے رب نے اگر میں نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا، تو تجھ کو حبیب بنایا، اور تجھ سے زیادہ بزرگ میں نے کوئی پیدا نہیں کیا، اور دنیا اور اہلِ دنیا کو اس لیے پیدا کیا ہے، کہ تیری بزرگی اور منزلت، جو میرے نزدیک ہے، جانیں۔ اگر میں تجھ کو پیدا نہ کرتا تو دنیا کو پیدا نہ کرتا۔ بلفظہ (ص:۵۹،۶۰)

(۲) حدیث شریف: -تخریج کی ابن عساکر نے سلمان رضی اللہ عنہ سے، کہا گیا نبی ﷺ سے کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا، اور عیسیٰ علیہ السلام کو روح القدس سے پیدا کیا اور ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا، اور آدم علیہ السلام کو برگزیدہ کیا پس آپ کو کون سی بزرگی دی، نازل ہوئے جبرئیل علیہ السلام اور کہا کہ تیرا رب فرماتا ہے اگر میں نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تو تجھ کو حبیب بنایا، اور اگر موسیٰ سے زمین پر کلام کیا تو تجھ سے آسمانوں پر کلام کیا اور اگر عیسیٰ کو روح القدس سے پیدا کیا تو تیرے نام کو پیدائشِ عالم سے دو ہزار برس پہلے پیدا کیا۔ اور میں نے آسمانوں پر وہ چیزیں تیرے لیے تیار کی ہیں کہ اولین و آخرین میں سے کسی کے لیے مہیا نہیں کیں۔ اگر میں نے آدم کو برگزیدہ کیا تو تجھ کو خاتم الانبیا کیا۔ تیرے سے زیادہ بزرگ میں نے کوئی پیدا نہیں کیا۔ اور میں نے تجھ کو حوض، شفاعت، ناقہ، عصا، تاج اور علم، حج و عمرہ، ماہِ رمضان اور تمام شفاعت عطا کیا۔ کل شے تیرے لیے ہے۔ یہاں تک کہ میرے عرش کا سایہ بھی تیرے سر پر پھیلا ہوا، اور تاج حمد کا تیرے سر پر رکھا ہوگا اور تیرا نام میرے نام کے ساتھ مقرون ہے۔ جہاں میرا ذکر ہوگا، تیرا ذکر بھی ہوگا۔ اور میں نے دنیا اور اہلِ دنیا کو صرف اس لیے پیدا کیا، تاکہ تیری بزرگی اور منزلت جو میرے نزدیک ہے، بتلا دو، اگر تجھ کو پیدا نہ کرتا تو دنیا کو پیدا نہ کرتا۔ بلفظہ۔ (ص:۶۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ذکر مولد شریف

(۱) حدیث شریف: -تخریج کی بزار اور ابویعلیٰ نے انس رضی اللہ عنہ سے، کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کو کسی

راستہ سے گزرتے، صحابہ خوش بو پاتے تھے، اور کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اس راہ سے گزرے ہیں۔ بلفظہ۔(ص:۶۱)

(۲) حدیث شریف: -تخریج کی طبرانی نے اوسط میں، اور ابونعیم اور ابن عساکر نے کئی طریقوں سے انس رضی اللہ عنہ سے، کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک میرے بزرگ ہونے کی علامت یہ ہے کہ میں مختون پیدا ہوا اور کسی نے میری شرم گاہ نہیں دیکھی۔ بلفظہ۔(ص:۶۱)

حضرت ام المومنین بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ذکر مولد شریف

حدیث شریف: -تخریج کی طبرانی نے کبیر میں، اور ابونعیم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے، کہا انھوں نے کہ رسول اللہ ﷺ جنگل میں تشریف لے گئے تھے، ناگاہ ایک شخص نے آواز دی، یارسول اللہ! آپ نے التفات فرمایا تو کسی کو نہ دیکھا۔ پھر دوبارہ التفات کیا تو دیکھا کہ ایک ہرنی بندھی ہے۔ اس نے کہا: یارسول اللہ! ﷺ میرے قریب آیئے۔ جب آپ قریب تشریف لے گئے! اور پوچھا کیا حاجت ہے تیری؟ اس نے کہا کہ اس پہاڑ میں میرے دو بچے ہیں، آپ مجھ کو کھول دیں، کہ میں ان کو دودھ پلاؤں۔ اور ابھی لوٹ کر آتی ہوں۔ آپ نے فرمایا: ایسا کرے گی؟ اس نے کہا اگر میں نہ آؤں تو مجھ کو اللہ تعالیٰ عذاب کرے، جیسا محصول لینے والے ظالم کو کرے گا۔ پس آپ نے کھول دیا اور وہ دودھ پلا کر جلدی ہی واپس آگئی۔ آپ نے اس کو باندھ دیا۔ جب اس کے مالک اعرابی کو خبر ہوئی، اس نے کہا: یارسول اللہ! آپ کا کیا ارشاد ہے؟ فرمایا آپ نے: اس ہرنی کو چھوڑ دے۔ اس نے اس کو چھوڑ دیا، پس وہ ہرنی دوڑتی تھی اور کہتی تھی اور کہتی ہے: اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و انك رسول اللہ۔ بلفظہ۔(ص:۷۰،۷۱)

حضرت فاطمہ بنت عبداللہ الثقفیہ صحابیہ رضی اللہ عنہا سے ذکر مولد شریف

(۱) حدیث شریف: -تخریج کی بیہقی اور طبرانی اور ابن عبدالبر نے عثمان بن العاص سے، انھوں نے اپنی ماں ثقفیہ سے کہا۔ جب کہ وقت آیا آپ کی ولادت کا، دیکھا میں نے مکان کو نور سے بھر گیا، اور ستارے اتنے قریب آگئے تھے کہ میں گمان کرتی تھی کہ میری گود میں آن پڑیں گے۔ بلفظہ۔(صفحہ:۷۲)

(۲) حدیث شریف: -کتاب موردالروی فی مولد النبی۔ علامہ علی القاری علیہ الرحمہ میں ہے۔ کہا حلیمہ نے، آئی میں مکہ میں ساتھ عورتوں بنی سعد بکر کے، بچوں کی تلاش میں کہ دودھ پلاویں، قحط کے موسم میں۔ اور میں آئی، اپنے مرکب پر سوار ہو کر۔ اور میرے ساتھ ایک اونٹنی بڑھیا، دبلی کہ جن کے ایک قطرہ دودھ نہ تھا۔ اور ایک میرا بچہ تھا کہ ہم تمام رات نہ سوتے تھے، بہ سبب اس کے کہ دودھ اس کی غذا کے موافق نہ تھا، جس سے اس کا پیٹ بھرے، اور نہ اونٹنی میں دودھ کہ بچہ کو کافی ہو۔ پس جب کہ ہم مکہ میں آئے۔ جس عورت پر رسول اللہ ﷺ کو پیش کرنے کے واسطے دودھ کے وہ انکار کرتی، بہ سبب یتیم ہونے کے۔ جب کوئی عورت باقی نہ رہی مگر اس نے بچہ لے لیا۔ اور میں رہ گئی اور میں نے نہ پایا بچہ

کوئی سوار رسول اللہ ﷺ کے تو میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ یہ تو مجھ کو برا معلوم ہوتا ہے کہ سب کے ساتھ بچے ہوں، اور میں خالی جاؤں۔ میں اس یتیم کو ہی لے آتی ہوں۔ پس میں گئی تو میں نے دیکھا، آپ سفید کپڑے صوف میں لپیٹے ہوئے ہیں۔ جو دودھ سے بھی بڑھ کر سفید تھا، اور آپ میں سے خوشبوؤں کی مہک آ رہی تھی۔ اور نیچے سبز ریشمی کپڑا بچھا ہوا ہے۔ اور آپ چت لیٹے آرام فرما رہے ہیں، اور خراٹے لیتے ہیں۔ میں نے جب آپ کا حسن و جمال دیکھا، تو جگانے کو جی نہ چاہا۔ پس قریب بیٹھی رہی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سینہ مبارک پر رکھا، تو آپ نے تبسم فرمایا، اور آنکھیں کھولیں۔ مجھ کو دیکھتے تھے اور آپ کی آنکھوں سے نور نکلا اور آسمان کو گیا۔ اور میں دیکھ رہی تھی۔ پس میں نے آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ پھر میں نے بائیں طرف پھیرا تو آپ نے انکار فرمایا۔ یہ حالت آپ کی اس وقت تک تھی۔ اہل علم کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے حضرت ﷺ کو[1] علم عطا فرمایا تھا کہ تمہارا دودھ شریک بھائی بھی ہے۔ تو آپ نے عدل فرما کر ایک طرف اپنے بھائی کے لیے چھوڑی تھی۔ کہتی ہیں حلیمہ کہ آپ بھی سیر ہوئے اور میرا بچہ بھی سیر ہو گیا۔

پس میں آپ کو لے کر اپنے مقام پر آئی، میرے خاوند نے قصد کیا دودھ دُہنے کا اُسی اونٹنی سے۔ پس اس کے تھن دیکھے تو بھرے ہوئے تھے۔ اس قدر دودھ ہوا سب سیراب ہوئے۔ اور رات بڑی خیر سے گزاری۔ پھر میرے شوہر نے کہا۔ اے حلیمہ! قسم ہے اللہ کی! بڑی مبارک روح کو لیا ہے تو نے، دیکھتی تھیں! جب سے کیا خیر و برکت ہے ہمارے ہاں، اور ہمیشہ رہے گی۔ یہ خیر اللہ کے حکم سے، کہا حلیمہ نے پس رخصت کیا بعض نے بعض کو، اور رخصت کیا میں نے ماں نبی ﷺ کو۔ اور میں سوار ہوئی اپنی سواری پر اور لیا محمد ﷺ کو اپنے آگے، سو دیکھا میں نے سواری کو کہ سجدہ کیا، اس نے طرف کعبہ کی تین بار، اور سر بلند کیا، طرف آسمان کے۔ پھر چلی کہ سب سے آگے بڑھ گئی اور میرے ہم راہ جو عورتیں تھیں، وہ پیچھے سے آواز دیتی تھیں، کہ اے بنت ابی ذویب! یہ وہی سواری ہے؟ پس تعجب کرتی تھیں۔ اس کی بڑی شان ہے تو وہ سواری خود کہتی تھی۔ میری[2] شان پھر میری شان۔ مجھ کو اللہ نے بعد مرنے کے جلایا۔ اور بعد دبلا ہونے کے موٹا کیا۔ افسوس تم پر اے عورتو بنی سعد کی! تم بڑی غفلت میں ہو۔ تم جانتی ہو کہ میری پشت پر کون ہے؟ میری پشت پر خیر النبیین وسید المرسلین و افضل الاولین والآخرین حبیب رب العالمین ہیں۔ کہا حلیمہ نے، جب پہنچے ہم منازل بنی سعد میں، اور زمین میں سبزی کا نام نہ تھا، لیکن میری بکریاں تو پیٹ بھری دودھ سے پُر آئیں، اور ہم خوب پیتے اور دوسروں کے ہاں ایک قطرہ دودھ کا نہ ہوتا۔ انھوں نے اپنے چرواہوں سے کہا، کہ جہاں بنت ذویب کی بکریاں چرتی ہیں، ہماری بکریاں بھی وہاں چرایا کرو۔ پھر بھی ان کی بکریاں بھوکی آتیں اور ایک قطرہ دودھ نہ ہوتا۔ اور ہماری بکریاں دودھ بھری کوکیں پر آتیں۔ پس واسطے اللہ ہی کے ہے خوبی۔ برکت سے کثیر ہوئیں، بکریاں حلیمہ کی اور بڑھیں، اور موٹی ہوئیں اور ہمیشہ رہیں، حلیمہ پہچانتی رہیں خیر اور سعادت کو اور فائز ہوئیں ساتھ حسنی اور زیارت کے۔ البتہ تحقیق پہنچی حلیمہ بڑے مقامِ بلند پر، ساتھ عزت اور بزرگی

[1] علم عطا الخ۔ یعنی اس وقت علم غیب عطا فرمایا جب کہ حضور رضیع تھے۔ ۱۲ منہ [2] وہ سواری الخ۔ سواری مرکب کی کلام عورتوں سے۔ ۱۲ منہ

کے، بہ سبب برکت ایک ذات ہاشمی کے، بلکہ یہ سعادت کل بنی سعد میں پھیل گئی۔ بلفظہ۔ (ص: ۷۳-۷۵)

مختصراً چند روایاتِ صحیحہ تابعین رضی اللہ عنہم سے ذکر مولد شریف میں

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے ذکر مولد شریف

حدیث شریف:- ذکر کیا امام عارف ربانی عبداللہ ابن ابی جمرہ نے اپنی کتاب بہجۃ النفوس میں، کہا: جب کہ ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے کہ پیدا کرے محمد ﷺ کو، حکم فرمایا جبرائیل علیہ السلام کو کہ لاویں مٹی قلبِ زمین اور روشن سے۔ پس اترے جبرائیل علیہ السلام مع ملائکہ فردوس اور رفیع اعلیٰ کے اور ایک مٹھی لی وہاں کی جہاں قبر شریف ہے حضرت ﷺ کی کہ وہ بہت روشن اور سفید تھی اور گوندھا اس کو پانی تسنیم میں جو عمدہ شراب جنت کی ہے، یہاں تک کہ مانند موتی عظیم کے ہوگئی سفید رنگ اور شعاع والی، پھر اس کو پھرایا ملائکہ میں عرش اور کرسی کے اور تمام آسمانوں میں اور زمین میں اور پہاڑوں اور دریاؤں میں، پس پہچان لیا ملائکہ اور تمام مخلوقات نے ہمارے سردار محمد ﷺ کو اور آپ کے فضل اور بزرگی کو اور ابھی تک کوئی حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو جانتا بھی نہ تھا۔ بعض علما کہتے ہیں کہ یہ بات کوئی رائے سے تو کہہ سکتا ہی نہیں۔ بلفظہ۔ (ص: ۷۶)

حضرت امام علی بن الحسین رضی اللہ عنہما سے ذکر مولد شریف

حدیث شریف:- مواہب اللدنیہ میں ہے کہ «لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ» الآیہ کی تفسیر میں امام ابی جعفر اپنے دادا علی بن الحسین سے روایت کرتے ہیں کہ قول اللہ تعالیٰ کا «مِّنْ اَنْفُسِكُمْ» سے مراد یہ ہے کہ ولادتِ جاہلیت کی کوئی شے حضرت کو نہیں پہنچی اور نبی ﷺ نے فرمایا میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں نہ سفاح سے۔ بلفظہ۔ (ص: ۷۹)

حضرت امام ابوجعفر صادق محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم سے ذکر مولد شریف

حدیث شریف:- مواہب اللدنیہ میں ہے کہ ہم نے امالی ابی سہل قطان بن سہل بن صالح سے روایت کی ہے کہ انھوں نے ابوجعفر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب جو باقر کر کے مشہور ہیں پوچھا کہ حضرت ﷺ سب انبیا سے مرتبہ میں کس طرح بڑھ گئے، حالاں کہ آپ سب سے پیچھے مبعوث ہوئے۔ جواب دیا کہ جب خدا نے ذریاتِ آدم (علیہ السلام) سے عہد لیا تھا (الست بربکم) کا سوال کیا تو سب سے پہلے حضرت ﷺ نے بلیٰ کہا تھا، اس لیے مرتبہ میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ اگرچہ مبعوث ہونے میں پیچھے ہیں۔ بلفظہ۔ (ص: ۸۰)

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے ذکر مولد شریف

حدیث شریف:- بقی بن مخلد نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا کہ شیطان چار دفعہ رویا، جس وقت ملعون ہوا، اور جب

آسمان سے گرایا گیا اور وقتِ پیدائش نبی ﷺ کے اور ایک روایت میں جب آپ مبعوث ہوئے اور فاتحۃ الکتاب نازل ہوئی۔ بلفظہ۔ (ص:۸۲)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے ذکر مولد شریف

حدیث شریف:- اخراج کیا ابن حاتم نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے جب نبی ﷺ پیدا ہوئے، زمین نورانی ہوگئی۔ ابلیس نے کہا کہ آج شب وہ شخص پیدا ہوا ہے کہ ہمارے کام کو فاسد کرے گا۔ اس کے لشکر نے کہا کہ تو جا کر اس کو مس کرو۔ وہ نبی ﷺ کے قریب ہوا۔ جبرائیل علیہ السلام نے اس کو ایسا ڈھکیلا کہ...... میں آن پڑا۔ بلفظہٖ۔ (ص:۸۲)

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے ذکر مولد شریف

(۱) حدیث شریف:- تخریج کی ابونعیم نے اور ابن حاتم نے وہب بن منبہ سے، کہا وحی بھیجی، اللہ تعالیٰ نے اشعیاہ پیغمبر کی طرف کہ میں ایک نبی امی مبعوث کروں گا اور کھولوں گا اس کے سبب سے بہرے کان، تا کہ حق سنیں بات سمجھیں۔ اور دلوں کے پردے اور آنکھوں کو اندھاپن۔ پیدائش اس کی بکہ میں ہوگی اور ہجرت اس کی طیبہ میں ہوگی اور اس کی حکومت ملک شام میں ہوگی اور وہ میرا متوکل بندہ ہے اور عالی مرتبہ حبیب مختار ہے، برائی کے عوض برائی نہیں کرتا، لیکن معاف کر دیتا ہے۔ اور بخش دیتا ہے مومنین[1] پر مہربان ہے۔ بلفظہ۔ (ص:۸۶)

(۲) حدیث شریف:- تخریج کی ابونعیم نے وہب سے حلیہ میں کہ ایک شخص نے بنی اسرائیل میں دوسو برس تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ پھر اس کا انتقال ہوگیا۔ لوگوں نے اس کو گھسیٹ ہر ایک کوڑے میں پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی، جا کر اسکی نماز پڑھو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے پروردگار بنی اسرائیل نے گواہی دی ہے کہ اس نے دوسو برس تک تیری نافرمانی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم بھیجا کہ بے شک وہ ایسا ہی تھا مگر جب وہ توریت کھول کر پڑھتا اور محمد ﷺ کا نامِ مبارک اس کی نظر پر پڑتا، اس کو چومتا اور اپنی آنکھوں پر رکھتا تھا اور اس پر درود بھیجتا تھا۔ پس میں نے اس کے شکریے اور انعام میں اس کے گناہ معاف کر دیے۔ اور ستر حوروں سے اس کی شادی کر دی۔ بلفظہ۔ (ص:۸۶)

مختصراً روایاتِ صحیحہ حضرات تبع تابعین رضی اللہ عنہم سے ذکر مولد شریف

حضرت امام محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ عنہ سے ذکر مولد شریف

حدیث شریف:- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں اور ابوبکر و عمرو

---

[1] مومنین پر مہربان ہے، بموجب آیت شریف وبالمومنین رؤف رحیم۔ ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ

عثمان وعلی (رضی اللہ عنہم) حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے عرش کی داہنی جانب نور تھے۔ جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، تو ہم کو ان کی پشت میں ساکن کیا، پھر ہمیشہ ہم پاک پشتوں سے منتقل ہوتے رہے، یہاں تک کہ نقل کیا مجھ کو اللہ نے میرے باپ عبداللہ کی پشت میں اور ابوبکر کو قحافہ کی پشت میں۔ اور عمر کو خطاب کی پشت میں اور عثمان کو عفان کی پشت میں اور علی کو ابی طالب کی پشت میں، پھر ان کو میری صحابیت کے واسطے برگزیدہ کیا، پس ابوبکر کو صدیق بنایا، عمر کو فاروق، عثمان کو ذوالنورین اور علی کو رضی۔ اور ایک روایت میں بجائے رضی کے وصی آیا ہے۔ پس جس شخص نے میرے اصحاب کو برا کہا، اس نے مجھے برا کہا، اور جس نے مجھے برا کہا اس نے اللہ کو برا کہا۔ وہ آگ میں اوندھا گرا۔ بلفظہ۔ (ص:۹۱، ۹۲)

حضرت عمرو بن قتیبہ رضی اللہ عنہما سے ذکر مولد شریف

حدیث شریف:۔ تخریج کی ابونعیم نے عمرو بن قتیبہ سے کہا، سنا میں نے اپنے باپ کو جو خزانۂ علم تھے کہ جب حضرت آمنہ کے وضعِ حمل (پیدائش) کا وقت آیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ سب آسمانوں کے دروازے کھول دیں اور جنت کو آراستہ کر کے اس کے دروازے۔ اور فرشتوں کو حاضر ہونے کا حکم ہو۔ پس وہ زمین پر ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے تھے۔ سب آسمانوں کے فرشتوں نے شیطان کو پکڑ کر طوق گلے میں ڈال کر دریاے اخضر کی تہ میں پھینک دیا اور سرکش شیاطینوں کو بیڑیوں میں جکڑ دیا۔ آفتاب کو اس روز بڑا نورانی حلہ پہنایا گیا۔ اور ستر ہزار حوریں ہوا میں محمد ﷺ کی ولادت کی منتظر کھڑی تھیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کی عورتوں کو حکم دیا کہ اس سال میں سب لڑکے جنیں آں حضرت ﷺ کی تعظیم وتکریم کے واسطے۔ اور تمام دنیا کے درخت بارآور ہوئے۔ خوف امن سے مبدل ہوگیا۔ جب کہ آں حضرت ﷺ پیدا ہوئے تمام روے زمین نور سے پُر ہوگئی اور ملائکہ نے آپس میں خوشی کی۔ ہر ایک آسمان پر ایک ستون زبرجد کا اور ایک یاقوت کا بنایا، جس سے آسمان روشن ہوگیا۔ اور وہ ستون آسمانوں پر معروف اور مشہور ہیں۔ آں حضرت ﷺ نے شبِ معراج میں ان کو ملاحظہ فرمایا اور فرشتوں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ ستون آپ کی ولادت کی مبارک بادی میں بنائے گئے ہیں۔ اور جس شب میں آں حضرت ﷺ پیدا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے نہر کوثر کے ہر دو جانب ستر ہزار درخت مشک ازفر کے لگائے اور ان کے پھلوں کو اہلِ جنت کا بخور بنایا۔ تمام اہلِ آسمان پکارتے تھے اللہ کو ساتھ سلامتی۔ اور تمام بت اوندھے گر پڑے، مگر لات عزیٰ بھی اپنی جگہ سے نکل گئے۔ اور پکارتے تھے تباہی ہے قریش کی۔ آ گیا ان کے پاس ایمن، اور ان کے ہاں صدیق۔ اور نہیں خبر قریش کو ان کے ساتھ کیا ہوگی۔ اور کعبہ کے جوف میں سے چند روز تک یہ آواز آتی رہی۔ اب میرا نور مجھ میں واپس آ گیا۔ اب میری زیارت کرنے والے آئیں گے۔ اور اب میں زمانۂ جاہلیت کی نجاستوں سے پاک ہوگیا۔ اے عزّیٰ تو ہلاک ہوگیا۔ تین یوم تک کعبہ کو زلزلہ رہا۔ یہ اول علامت ہے جو قریش نے آں حضرت ﷺ کے پیدا ہونے کے وقت دیکھی۔ بلفظہ۔ (ص:۹۱، ۹۲)

فصل نہم: مولود شریف بہ ہیئت کذائیہ مروجہ کا ثبوت متفرق آیات واحادیث وتفاسیر واقوال ائمۂ دین وعلمائے شرعِ متین سے

واضح ہو کہ یہ امر مسلمہ ہے کہ مولود شریف یعنی آں حضرت ﷺ کے حالات اور ولادت باسعادت کا تذکرہ جو قرآن شریف واحادیث شریف وکتب سماویہ میں ہے، ابتدا سے برابر ہوتا رہا ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ جس طریق اور ہیئت کذائیہ ملتزمہ موقوتہ سے اس وقت محفل مولد مبارک کی جاتی ہے، بعینہ زمانۂ آں حضرت ﷺ میں نہیں تھی۔ اور نہ ہی کوئی ممانعت تھی۔ لیکن یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ اس ہیئت کذائیہ سے یہ عملِ خیر وبرکت ونعمت ورحمت ۶۰۴ھ سے بحکمِ بادشاہ اولی الامر نہایت تزک واحتشام واہتمام سے تمام بلادِ اسلامیہ اور غیر اسلامیہ میں جاری ہو کر ہوتا رہا ہے اور ہوتا ہے۔ اور یہ برکت (ہے) اس سال تحیت خصال بابرکت کی جس کے اعداد ۶۰۴ ہیں، جو کلمات مندرجہ ذیل کے مطابق ہیں۔ اور وہ مولود شریف کے کرنے والوں کے لیے بشارت اور نیک فال ہیں۔ ”شاباش، چشمۂ نور، مستمندی، نمونہ جنت، مفتاحِ دعا، آرائشِ انام، سعادت دو جہاں، عرش بالا، اقرارِ ایمان“ ان سب کے جداگانہ وہی چھ سو چار عدد ہیں۔ اور لطف یہ ہیں کہ شاہ نواح اربل جس نے یعنی جس بادشاہ نے سب سے پہلے اس عملِ خیر وبرکت کو جاری کیا، اس کے اعدادِ جمل بھی وہی چھ سو چار (۶۰۴) ہی ہیں۔ گویا اس محفل کے کرنے والے کو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے شاباش ہے۔ اور یہ مولود شریف چشمۂ نور ہے۔ اور اسکے لیے مستمندی ہے۔ اور یہ مولود شریف نمونۂ حصولِ جنت ہے۔ اور جو شخص مولود شریف کے بعد دعائے خیر مانگے اس کے لیے مفتاحِ دعا ہے اور یہ مولود شریف کرنے والوں کے لیے سعادتِ دو جہاں ہے۔ اس عملِ خیر کا راستہ عرشِ بالا پر ہے۔ اور مولود شریف کا کرنا گویا اقرارِ ایمان ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک.

اب اس وقت یعنی ۱۳۳۷ھ کو سات سوتینتیس (۷۳۳) سال کا عرصہ گزر رہا ہے۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ آں حضرت ﷺ کے زمانہ خیر سے لے کر زمانہ تابعین کے وقت تک یہ عملِ خیر وبرکت مولود شریف سادہ طور پر ہوتا رہا ہے، جیسے کہ میں نے احادیث شریف بالا سے ثابت کر دیا ہے۔ لیکن اس کے بعد محبین رسولِ اکرم ﷺ یعنی سلاطین وعلما علیہم الرحمہ نے سات سوتینتیس سال سے اس صورت میں ترکیب دے کر کرنے کا حکم فرمایا، جو بموجب حکم خداوندی «اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ»[1] واجب التعمیل ہوا۔ اور بعض علما نے اس زمانہ میں اس کا کرنا فرض کفایہ قرار دیا، اور بلانکیر ہوتا چلا آیا ہے۔ اور علمائے حنابلہ نے تو مولود شریف کا کرنا واجب قرار دیا ہے۔ اور ہر وقت پر ہیئت مسئلہ کی تبدیلی ہو جاتی ہے جیسے حضرت مولانا مولوی محمد عسکری حسینی صاحب رئیس بڑودہ نے اپنی کتاب تحقیق الحق میں کیا اچھا لکھا ہے۔ و ھو ھٰذا:

---

[1] ترجمہ: حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ (کنز الایمان) پارہ: ۵، سورہ النساء: ۴، آیت: ۵۹

(۱) ”اسی بنا پر یہ عمل خیر (مولود شریف) بہ ہیئت کذائیہ مذہباً مستحسن ومباح بلکہ مسنون قرار دیا گیا ہے اور دنیائے اسلام کے تمام اسلاف صالحین اور علمائے محققین نے اس کو مستحبات دینیہ اور مستحسنات شرعیہ سے شمار کیا ہے۔ فرق صرف اس قدر کہ صدر اول میں یہی روایتیں کسی قدر سادگی واختصار سے بیان ہوتی رہتی تھیں۔ اور اب کسی حد تک مزید تفصیل اور اہتمام کے ساتھ بیان کی جاتی ہیں۔ اور سچ پوچھیے تو ایسا ہی ہونا بھی چاہیے، کیوں کہ عہدِ مسعود میں جس کی بابت مخبرِ صادق علیہ السلام نے «[1] خیر القرون قرني ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم[2] » ارشاد فرمایا تھا۔ مسلمانوں کی ایمانی قوت، ان کا مذہبی احساس درجۂ کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ اس لحاظ سے قرونِ محمودہ میں اگر کوئی فعل بطور سادگی ہی کے عمل میں آتا رہا، تو چنداں قابلِ لحاظ نہیں، مگر اب وہ حالت باقی نہیں۔ بقول شخصے ؎

نہ وہ طاقت نہ طبیعت نہ اثر باتوں میں
ہے زمانہ کی ہوا روز بدلتی جاتی

پس ایسے پر آشوب دور میں جب کہ دنیا فتنہ وفساد کی آماجگاہ بن رہی ہے اور زمانہ کی ہوا روز بہ روز بدلتی جاتی ہے، اور ہر طرف سے ملتِ بیضا کی روشن مطلع پر دہریت اور لامذہبیت کی تاریک گھٹائیں امڈی آرہی ہیں۔ مادّہ پرستی اور لامرکزیت کی جانب یوماً فیوماً رجحان بڑھتا جاتا ہے۔ حریف قومیں متفقہ طور پر اسلام کی توہین وتذلیل کے درپے ہو رہی ہیں۔ ہر فرقہ اپنے اپنے مذہبی شعائر کو انتہائی شوکت وشان کے ساتھ بدیں[3] خیال انجام دے رہا ہے کہ اس کا غیر معمولی تسخیر اثر دیگر ملل وادیان کے سادہ طبائع پر جاگزین ہوئے بغیر نہ رہے۔ یہ بات کچھ کم قرینِ مصلحت نہیں کہ پیروانِ اسلام بھی قانونِ شرع کے اندر رہ کر اخلاص ونیک نیتی کے ساتھ اپنے مذہبی فرائض کو — عام اس سے کہ وہ کسی ہی درجے اور رتبے کے کیوں نہ ہوں — کسی قدر اولوالعزمانہ طرز وانداز پر ادا کریں۔ اور اپنے درجہ اور حیثیت کے مطابق وموافق ایک حد تک بلند حوصلگی سے حصہ لیں، تاکہ اسلام اور بانی اسلام کی حقیقت وعظمت کا اثر مخالفین کے قلوب سے دفعتاً محو نہ ہونے پائے۔

برادرانِ من! کیا آپ کو یاد نہیں کہ ایک وقت وہ تھا جبکہ مصحفِ مقدس کی منزّل من اللہ آیتیں صرف مختلف چیزوں کے معمولی ٹکڑوں پر بغرضِ تحفظ قلم بند کر لی گئی تھیں۔ اور ان کی کوئی باضابطہ ترتیب نہ تھی۔ متفرق اجزا متعدد صحابہ کے پاس تھے، جن میں کچھ جانوروں کی ہڈیوں پر اور کچھ کھجوروں کے پتوں پر، کچھ پتھر کی تختیوں پر لکھے ہوئے تھے۔ اور پھر وہ وقت آیا کہ مستقل کتاب کی صورت میں ان کی باضابطہ سلسلہ وار تدوین عمل میں آئی۔ زاں بعد[4] مصلحت کے لحاظ سے اعراب کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اعراب لگائے گئے، پھر سلاطین کے عہد میں کہیں پر طلائی ونقرئی حروف میں کتابت ہوئی،

---

[1] ترجمہ: سب سے بہتر زمانہ میرا ہے، پھر ان لوگوں کا جو ان سے ملے ہوئے ہیں، پھر ان لوگوں کا جو ان سے ملے ہوئے ہیں۔

[2] اتحاف الخیرۃ المهرة بزوائد المسانید العشرۃ: ج:۷، ص:۳۳۷، صحاح وغیرہ میں خیر القرون کے بجائے خیر کم اور خیر الناس کے الفاظ ہیں۔

[3] بدیں خیال: اس خیال سے۔

[4] زاں بعد: اس کے بعد۔

کہیں پیشانیوں پر آبِ زر سے گل کاریاں کی گئیں۔ کہیں مطلّا جلدوں اور زرین ٹائٹل پیجوں کے ذریعہ مزید تزئین عمل میں آئی۔ اور بعینہٖ یہی صورت ابتداءً احادیث نبویہ کی تھی۔ لیکن مصلحتِ وقت کے لحاظ سے اس کی جو مناسب خدمت وقتاً فوقتاً عمل میں آتی رہی، محتاجِ توضیح نہیں ہے۔ لہٰذا ایک وہ زمانہ تھا کہ مسجدِ نبوی کی بساط محض کھجور کی چند خشک ٹہنیاں تھیں اور اس کے چند چوبی ستون۔ پھر وہ وقت آیا کہ وہی مسجد مقدس ایک عالی شان خوش نما عمارت میں تبدیل ہو کر رہی۔ جو انسانی دنیا کی ممتاز ترین عمارتوں میں شمار ہونے لگی۔ اور فی الحال اس کی رونق اور عظمت کی کیفیت وہ ہے جو ان پاک نگاہوں سے پوچھیے جنھیں اس کی زیارت کا فخر حاصل ہو چکا ہے۔ غرضے کہ بہ کثرت اشباہ و نظائر ایسے موجود ہیں جن سے اس امر کا بخوبی پتہ چلتا ہے کہ گو ابتدا ابتدا میں بعض بعض چیزیں سادگی سے برتی گئیں، مگر بعد کو وقتاً فوقتاً مصلحتِ وقت کے لحاظ سے ان میں مناسب اضافے ہونے لگے اور اضافوں کو سوادِ اعظم امت مرحومہ نے بالاتفاق مستحب و مستحسن سمجھا۔ خیر یہ ایک وسیع بحث ہے، جس کی اس مختصر میں گنجائش نہیں۔" بلفظہ۔ (ص:۱۰-۱۲)

(۲) حضرت مولانا پایہ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً تمام دیوبندیوں کے استاد مولانا مولوی رحمت اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کہ مولود شریف اس وقت فرض کفایہ ہے۔ اس زمانہ میں جو ہر طرف پادریوں کا شور اور بازاروں میں حضرت ﷺ اور ان کے دین کی مذمت کرتے ہیں اور دوسری طرف سے آریہ لوگ جو، خدا ان کو ہدایت کرے، پادریوں کی طرح بلکہ ان سے زیادہ شور مچا رہے ہیں، ایسی محفل کا انعقاد ان شروط کے ساتھ جو میں نے اوپر ذکر کی ہیں، اس وقت میں فرض کفایہ ہے۔ میں مسلمان بھائیوں کو بطور نصیحت کے کہتا ہوں کہ ایسی مجلس کے کرنے سے نہ رکیں اور اقوال بے جا منکروں کی طرف تعصب سے جو کہتے ہیں ہرگز نہ التفات کریں۔ الخ۔ بلفظہ۔ (انوار ساطعہ، ص:۳۲۲، ۳۲۳)

ان عبارات فتاویٰ علما سے یہ صاف ظاہر ہے کہ پہلے زمانہ میں مولود شریف کا کرنا صرف مستحسن یا مستحب اور مسنون تھا، لیکن اب اس زمانہ میں اس کو ضروری تصور کر کے فرض کفایہ تحریر فرمایا ہے اور یہ بھی تاکید کر دی ہے کہ منکروں کی کوئی بات سننی نہ چاہیے۔

فصل دہم: اجماعِ امت سے مولود شریف کا ثبوت

میں کہتا ہوں کہ اس عملِ خیر مولود شریف پر جو عرصہ سات سو تینتیس (۷۳۳) سے بحکم سلاطین و علمائے کرام فاضلین جاری ہے۔ اس پر اجماعِ امت قائم ہو چکا ہے، لیکن منکرین کا انکار خرق اجماع پر زور سے ہے اور اس پر فتاویٰ کفر اور شرک کے جاری ہیں۔ وجہ اس کی سوائے بغض و عداوت حضور سرورِ عالم ﷺ کے ساتھ اور کچھ نہیں۔ ثبوت اس فصل کا اس طرح پر ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ." [1] (سورۂ اعراف)

یعنی اوران لوگوں میں سے جن کو ہم نے (جنت کے لیے) پیدا کیا ہے، ایک گروہ ہے جو راہ دکھاتے ہیں حق کے ساتھ اور اس کے ساتھ عدل کرتے ہیں۔

یہ آیت شریف مسلمانوں کے حق میں ہے جو جنت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ وہ ایسا کام کرتے ہیں۔

(الف) تفسیر مدارک میں اس آیت کے تحت میں اس طرح لکھا ہے:

"في أحكامهم. قيل هم العلماء والدعاة الى الدين و فيه دلالة على ان اجماع كل عصر حجة." الخ [2]

یعنی اس حق کے ساتھ انصاف کرتے ہیں اپنے احکام میں۔ بیان کیا گیا ہے کہ وہ علما اور واعظ دین کی طرف بلانے والے ہیں اور اس میں ایک دلیل ہے کہ واقعی ہر زمانہ کا اجماع حجت ہے۔

(ب) تفسیر بیضاوی والے حضرت اس آیت شریف کے نیچے اس طرح فرماتے ہیں:

"واستدل به على صحة الاجماع لان المراد منه ان في كل قرن طائفة بهذه الصفة." [3]

یعنی صحت اجماع پر اس کے ساتھ استدلال ہے، اس لیے کہ مراد یہ ہے کہ ہر زمانہ میں ایک گروہ (علمائے ربانی) کا اس صفت کے ساتھ موجود ہوتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا." [4] (سورة النساء)

یعنی جو کوئی مخالفت کرے رسول (ﷺ) سے، جب کھل چکی اس پر راہ ہدایت کی بات اور چلے سب مسلمانوں کی راہ کے سوا سو ہم اس کو حوالہ کریں اسی طرف جو اس نے پکڑی ہے اور ڈالیں اس کو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ پہنچا۔

اس حکمِ خداوندی سے صاف ثابت ہے کہ جو شخص تمام مسلمانوں (جو کثرت سے ہیں) کے خلاف راستہ نکالے، اس کی جگہ دوزخ میں ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ وہابیہ شرذمہ قلیلہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو اس عمل کی وجہ سے کافر اور مشرک کہتے ہیں۔

(الف) تفسیر مدارک میں اس آیت شریف بالا کے نیچے اس طرح تحریر فرمایا ہے:

"اي السبيل الذين هم عليه من الدين الحنفي و هو دليل على ان الاجماع حجة لايجوز مخالفتها كما

---

[1] پ:۹، سورہ الاعراف:۷، آیت:۱۸۱

[2] تفسیر مدارك، ج:۲، ص:۸۷، ابنائے مولوی محمد غلام رسول سورتی، ۱۳۲ - ۱۳٤ جاملی محله، بمبئی-۳

[3] تفسیر بیضاوی، ج:۲، ص:۳۸۱

[4] پ:۵، سورة النساء:٤، آیت:۱۱۵

لایجوز مخالفة الکتب والسنة لأن الله تعالیٰ جمع بین اتباع غیر سبیل المؤمنین و بین مشاقة الرسول في الشرط وجعل جزائه الوعید الشدید فکان اتباعهم و اجبًا کموالات الرسول.'' انتہیٰ [1]

یعنی وہ راستہ جس پر وہ لوگ دین حنیف یا حنفی پر ہیں اور یہ دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے، اس کی مخالفت جائز نہیں۔ جیسے قرآن مجید اور حدیث شریف کی مخالفت جائز نہیں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اتباع غیر راہ مومنین اور مخالفت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو ایک شرط میں جمع کر دیا ہے۔ اور اس کی جزا یا سزا میں وعید سخت فرمائی ہے۔ پس اتباع واجب ہے۔ جیسے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی واجب ہے۔

(ب) تفسیر بیضاوی میں اس آیت شریف کے نیچے اس طرح لکھا ہے:

''والآیة تدل علیٰ حرمة مخالفة الاجماع لأنه تعالیٰ رتب الوعید الشدید علی المشاقة و اتباع غیر سبیل المومنین.'' الخ [2]

یعنی یہ آیت اجماع کی مخالفت کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر وعید شدید مرتب فرمائی ہے۔ جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف اور مسلمانوں کی راہ کی مخالفت کرے۔

(۳) حدیث شریف، مشکوٰۃ، کتاب الاعتصام:

''عن ابن عمر (رضي الله عنهما) قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانه من شَذ شُذفي النار.'' [3] (رواہ ابن ماجه من حدیث انس)

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیروی کرو سواد اعظم (جمہور علماء المسلمین) کی، جو کوئی دور ہوا جماعت جمہور علما اور مسلمین سے، جدا ہوا وہ دوزخ میں۔

(۴) حدیث شریف مشکوٰۃ:

''وَعَنِ ابن عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وسلم: اِنَّ الله لَا یَجْمَعُ امَّتِي أوْ قَالَ امة محمد عَلٰی ضَلَالَةٍ، وَّیَدُ اللهِ عَلَی الْجَمَاعَةِوَمَنْ شَذَّشُذَّ فِي النَّارِ.'' (رواہ ترمذی) [4]

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہا، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تحقیق (کہ) اللہ تعالیٰ نہیں جمع کرتا اور نہ کرے گا میری امت کو گم راہی پر اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ (دستِ) قدرت جماعت پر ہے اور جو کوئی اس جماعت سے الگ ہو گیا وہ دوزخ میں جا پڑا۔

---

[1] تفسیر مدارك، ج:۱، ص:۳٤۸ [2] تفسیر بیضاوي، ج:۱، ص:٤۹۸

[3] مشکوٰۃ شریف، باب الاعتصام، ج:۱، ص:۳۰، مطبوعه مجلس برکات. ۱٤۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء

[4] مشکوٰۃ شریف، ج:۱، ص:۳۰ باب الاعتصام بالکتاب والسنة، مجلس برکات، ۱٤۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء

(۵) حدیث شریف مشکوٰۃ:

"عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، اِنَّ الشَّيْطَانَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ كَذِئْبِ الْغَنَمِ يَأْخُذُ الشّاذة والْقَاصِية والنَّاحية وَاِيَّاكُمْ وَالشِّعَابَ وَ عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعة وَالْعَامةِ." (رواه احمد)[1]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ شیطان آدمی کے لیے بھیڑیا ہے (جماعت سے الگ الگ کرکے ہلاک کرتا ہے) جیسے بکری کے لیے بھیڑیا ہے جو اس بکری کو پکڑ لیتا ہے جو گلہ سے دور رہتی ہے، اس بکری کو بھی جو گلہ سے ایک کنارے پر ہوتی ہے، سو تم اپنے آپ کو ایسے راستوں سے بچاؤ اور تم کو لازم ہے کہ جماعت اور جمہور مسلمانوں کے ساتھ ملے رہو۔

(۶) حدیث شریف مشکوٰۃ:

"عن ابي ذر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من فارق الجماعة شبراً فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه."[2]

یعنی حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسولِ خدا ﷺ نے کہ جو کوئی جدا ہوا جماعت سے ایک بالشت بھر پس تحقیق (کہ) اس نے اپنی گردن پر سے رسی اسلام کو نکال دیا۔

(۷) مولوی احمد علی محدث سہارن پوری اپنی مطبوعہ مشکوٰۃ میں حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ سے نقل کرتے ہیں:

"يعبر به عن الجماعة الكثيرة والمراد ما عليه اكثر المسلمين."[3]

یعنی سواد اعظم سے مراد جماعت کثیر ہوتی ہے، یعنی تم پیروی اس امر کی کرو کہ جس پر اکثر مسلمان ہوں۔

(۸) کتاب توضیح میں ہے:

"والسواد الأعظم عامة المسلمين من هو امة مطلقة والمراد بالامة المطلقة اهل السنة والجماعة."[4]

یعنی سواد اعظم عام مسلمانوں کو کہتے ہیں جو کوئی امت مطلقہ ہو۔ اور امت مطلقہ کی مراد و معنی اہل سنت و جماعت ہے۔

(۹) مسلم الثبوت میں ہے:

---

[1] مشکوٰۃ شریف، باب الاعتصام بالکتاب، ج:۱، ص:۳۱، مجلس برکات، ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء

[2] شکوٰۃ شریف، باب الاعتصام بالکتاب، ج:۱، ص:۳۱، مجلس برکات، ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء

[3] مرقاۃ المفاتیح، ج:۲، ص:۶۲، باب الاعتصام بالکتاب والسنة.

[4] التوضيح، ج:۲، ص:۵۳، الركن الثاني.

"ان اتفاق العلماء المحققين على ممر الاعصار حجة كالاجماع."

اور شارح بحر العلوم نے محققین کے نیچے لکھا ہے:

"و ان كانوا غير مجتهدين."

یعنی تحقیق اتفاق علمائے محققین کا جو ہم عصر ہوں، حجت ہے، اجماع کی طرح اگر چہ مجتہد بھی نہ ہوں۔

(توضیح)

ان آیات و احادیث و تفاسیر سے صاف صاف ظاہر ہے کہ اجماعِ امت کا منکر یا اس کے خلاف کرنے والا جماعت سے خارج ہے، کیوں کہ تمام علمائے کرام و صوفیائے عظام و سلاطین فہام اور مفتیانِ اعلام ہر چہار مذاہب حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، حرمین شریفین زاد ہما اللہ شرفاً و تعظیماً جدہ، جدید، روم، شام، مصر، اندلس، بغداد، بصرہ، موصل، بخارا، ہندوستان، پنجاب وغیرہ عمل خیر و برکت مولود شریف کو اور قیام تعظیمی کو مستحسن، مسنون، واجب، فرض کفایہ جان کر نہایت شوق اور ذوق اور محبت سے کر رہے ہیں۔ اور اس کے منکرین جماعت مسلمین سے نکل کر خرق اجماع کے مرتکب ہو رہے ہیں، جو شر ذمہ قلیلہ ہیں، وہ سوادِ اعظم سے جدا ہو کر فارق الجماعت کے فعل سے شیطان کے قبضہ میں جا رہے ہیں اور ہر چند ہمارے علمائے اہل سنت و جماعت کافی طور پر سمجھا چکے ہیں، مگر ایک نہیں سنتے اور مخالفت کا بیڑا ایسا بلند کر رکھا ہے کہ جس سے حق و باطل کے سمجھنے کی تمیز کو خیر باد کہہ دیا جاوے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن.

آمدم برسر مطلب یعنی اثبات مولود شریف

(۱۰) تفسیر روح البیان زیر آیت شریفہ: "محمد رسول اللہ." الآیۃ:

"ومن تعظيمه عمل المولد اذلم يكن فيه منكرٌ[1] والمراد من المنكر ضد المعروف و كل شئ لا يعرف اباحته من الشرع."

یعنی عمل مولد شریف حضرت ﷺ کی تعظیم میں سے ہے، جب تک اس میں منکر نہ ہو اور منکر سے مراد معروف کی ضد ہے اور ہر چیز جس کی اباحت شرع میں نہ پائی جائے۔

مولود شریف میں کوئی منکر نہیں، بلکہ عین شریعت آیات و احادیث سے ثابت ہے۔

(۱۱) مواہب اللدنیہ جلد اول، ص: ۲۷، سطر: ۱۱، مصری۔ حضرت امام قسطلانی علیہ الرحمہ:

"ثويبة عتيقة ابي لهب اعتقها حين بشرته بولادته عليه السلام وقد رُئِيَ ابو لهب بعد موته في النوم فقيل له ما حالك فقال في النار الا انه خفف عني كل ليلة اثنين و امص من بين اصبعيَّ

---

[1] تفسير روح البيان، ج:۹، ص:۵٦، مكتبة الاسلاميه، كوئٹه.

هاتين ماء واشار برأس اصبعه و ان ذٰلك باعتاقي ثويبة عند ما بشرتني بولادة النبي صلى الله عليه وسلم وبارضاعها له. قال ابن الجزري: فاذا كان هذا ابو لهب الكافر الذي نزل القرآن بذمه جوزى في النار بفرحه ليلة مولد النبي صلى الله عليه وسلم به، فما حال المسلم الموحد من امته عليه السلام الذي يسر بمولده ويبذل ما تصل اليه قدرته في محبته صلى الله عليه وسلم لعمري انما يكون جزاؤه من الله الكريم ان يدخله بفضله العميم جنات النعيم. بلفظه

ترجمہ: ثویبہ (لونڈی ابولہب) کو ابولہب نے حضرت ﷺ کی ولادت کی خوشی میں جو اس نے ابولہب کو خوش خبری پہنچائی تھی آزاد کر دیا تھا۔ ابولہب کو اس کے مرنے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا، اور اس سے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ (ابولہب) کہا کہ دوزخ میں ہوں، لیکن ہر دوشنبہ کی رات کو میرا عذاب ہلکا کر دیا جاتا ہے اور میں اپنی دو انگلیوں میں سے پانی چوستا ہوں۔ اور اس نے اپنی انگلیوں کے اشارہ سے بتایا۔ یہ اس واسطے ہے کہ ثویبہ کو حضور سرورِ عالم ﷺ کے پیدا ہونے کی خوشی میں آزاد کر دیا تھا اور ان کے دودھ پلانے کی وجہ سے ہے۔ فرمایا ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ جب یہ بات ابولہب کے لیے حاصل ہوئی جو کافر تھا اور جس کی مذمت قرآن شریف میں نازل ہوئی تھی، جب کہ ولادت حضرت ﷺ کی خوشی کرنے میں اس کو جزا دی گئی۔ اور اس کا عذاب دوشنبہ کی رات کو خفیف کیا جاتا ہے، پس کیا حال ہے مسلمان موحد حضرت ﷺ کی امت کا۔ جو ان کا مولود شریف خوشی سے کرتا ہے اور اپنی توفیق کے مطابق خرچ کرتا ہے۔ (ابن جزری کہتے ہیں) مجھے اپنی عمر کی قسم ہے بے شک اس کی جزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل سے بہشت میں داخل کرے۔

(۱۲) *ایضاً، جلد اول، ص: ۲۷، سطر: ۱۷:*

"ولا زال اهل الاسلام يحتفلون بشهر مولده عليه السلام و يعملون الولائم ويتصدقون في لياليه بانواع الصدقات ويظهرون السرور ويزيدون في المبرات ويعتنون لقرابة مولده الكريم ويظهر عليهم من بركاته كل فضل عميم."

ترجمہ: تمام اہل اسلام ہمیشہ سے اس ماہِ مبارک میں جس میں حضور رحمۃ للعالمین نے ظہور فرمایا، بڑی بڑی محفلیں کرتے ہیں اور نہایت خوشی سے کھانے کھلانے اور تمام راتوں میں فقرا پر طرح طرح کے صدقات و خیرات کر کے خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور نیکیوں میں زیادتی کرتے ہیں اور مولد شریف میں نعت خوانی کرتے ہیں، اس لیے ان پر تمام قسم کی برکتیں اور فضل ظاہر ہوتے ہیں۔

(۱۳) *مواہب اللدنیہ، جلد اول، ص: ۲۷، سطر: ۱۹، مصری:*

و مما جرب من خواصه انه امان في ذٰلك العام و بشرى عاجلة بنيل البغية والمرام فرحم الله امرأ إتخذ ليالي شهر مولده المبارك اعيادا ليكون اشد علة علىٰ من في قلبه مرض و عناد. بلفظه

ترجمہ: (مولود شریف کے کرنے میں) تجربہ کیا گیا ہے کہ کرنے والے کے لیے اس سال ان کے گھر میں امن رہتا ہے۔ اور دنیا کی تمام مرادیں اور مطلب اور حاجتیں حاصل ہونے کی خوشی ہے، پس رحم کرے اللہ تعالیٰ ان پر جو مولود شریف کے مہینے کی راتوں کو عید بناتے ہیں تا کہ جن لوگوں کے دلوں میں حضرت ﷺ کی عداوت اور بغض کی بیماری ہے، ان کے لیے شدت سے بیماری ہو۔ (آمین) بعینہ وہابیہ نجدیہ کی یہ حالت ہے۔

(۱۴) مولد النبی، حضرت ابن جزری محدث شافعی علیہ الرحمہ:

"لا زال اهل الحرمين الشريفين والمصر واليمن والشام سائر البلاد العرب ،من المشرق والمغرب يحتفلون بمجلس مولد النبي صلى الله عليه وسلم ويفرحون بقدوم هلال ربيع الاول ويلبسون بالثياب الفاخرة ويتزينون بانواع الزيت ويتطيبون ويكتحلون وياتون بالسرور في هٰذه الايام ويبذلون على الناس بما كان عندهم ويهتمون اهتماماً بليغاً على اسماع قرأة مولد النبي صلى الله عليه وسلم وينالون بذٰلك اجراً جزيلا و فوزاً عظيماً: و مما جرب عن ذٰلك انه وجد في تلك الايام كثرة الخير والبركة مع السلامة والعافية وسعة الرزق وازدياد المال والاولاد ودوام الامن والامان في البلاد والامصار والسكون والقرار في البيوت والدار ببركة مولد النبي صلى الله عليه وسلم." بلفظه.

ترجمہ: ہمیشہ سے اہل حرمین شریفین (زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً) اور اہل مصر اور یمن اور شام اور تمام ملک عرب مشرق سے مغرب تک مولود شریف کی مجلسیں کرتے ہیں اور ماہِ ربیع الاول کے آنے کی خوشیاں مناتے ہیں اور عمدہ عمدہ فاخرہ لباس پہنتے اور قسم قسم کی زینتیں روشنی اور خوش بوؤں سے کرتے اور سرمہ لگاتے ہیں، خوشی اور خرمی کرتے ہوئے آتے ہیں اور لوگوں کو جو کچھ ان کے پاس ہے بذل اور بخشش کرتے ہیں۔ اور بڑے بڑے اہتمام مولود شریف کے سننے میں بجالاتے ہیں۔ اور اس سے اجر جزیل اور مراد عظیم کو حاصل کرتے ہیں اور مولود شریف کا عمل مجرب ہے جو ان دنوں میں کیا جاتا ہے۔ مال میں کثرت اور برکت مع سلامتی اور عافیت کے اور کشادگی رزق اور زیادتی مال اور اولاد کی اور ہمیشہ رہتا ہے امن وامان اس ملک یا شہروں میں اور سکون اور قرار ہوتا ہے گھروں میں مولود شریف کی برکت سے۔

(۱۵) مناہج النبوت ترجمہ مدارج النبوت حضرت شیخ عبدالحق علیہ الرحمہ، جلد دوم، ص: ۲۷، سطر: ۱۵:

بعضے عالموں نے اس قول کے متفق ہونے پر دعویٰ کیا ہے کہ ولادت شریف آں حضرت ﷺ کی بارہویں تاریخ (ربیع الاول) کو واقع ہوئی اور اہل مکہ کا عمل اسی پر ہے اور اس شب میں مقام ولادت شریف کی زیارت کرتے ہیں اور مولد شریف اور جو کچھ آداب اور اوضاع میں سے ہے بارہویں شب کو پڑھتے ہیں اور ولادت بارہویں روز دوشنبہ کو واقع ہوئی تھی۔

(۱۶) مجمع البحار حضرت محمد طاہر محدث علیہ الرحمہ، ثلث اخیر، ص: ۵۵۰:

"فانه شهر امرنا باظهار الحبور فيه كل عام." بلفظه.

یعنی یہ ماہ (ربیع الاول) ایسا ہے کہ ہم حکم کیے گئے ہیں اس بات کا کہ خوشی واکرام ظاہر کیا کریں ہر سال۔ یعنی مولود شریف سال بہ سال کیا کریں۔

(۱۷) مناہج النبوت ترجمہ مدارج النبوت، جلد دوم، ص: ۳۶، سطر: ۸، وصل اول:

جس نے سرورعالم (ﷺ) کو شیر دیا ثویبہ کنیزک[1] تھی ابولہب کی۔ جب متولد ہوئے پیغمبر سرورِعالم (ﷺ) ثویبہ نے فی الفور ابولہب کو بشارت جا کر پہنچائی کہ تیرے بھائی کے گھر میں یعنی عبداللہ کے یہاں فرزند متولد ہوا ہے۔ ابولہب نے یہ مژدہ سن کر ثویبہ کو آزاد کیا اور امر کیا کہ مولود کو شیر دیوے، ابولہب نے یہ شادی اور سرور جو اس مولود محمود کے واسطے کی، حق تعالیٰ نے اس کے عذاب میں تخفیف فرمائی اور دوشنبہ کے روز کا عذاب ابولہب پر سے اٹھایا۔ چناں چہ حدیث میں آیا ہے اور اس جگہ سند ہے اہل موالید کے لیے کہ جس شب میں حضرت کی ولادت ہوئی، اس میں سرور کریں اور بذل اموال کریں۔ اور خیرات نکالیں۔ یعنی ابولہب جو کافر تھا اور قرآن اس کی مذمت میں نازل ہوا، چناں چہ «تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ» یعنی قطع ہوجیو دونوں ہاتھ ابولہب کے، جب ایسے کافر کی خبر دی جائے، کہ اس نے پیغمبر (ﷺ) کی ولادت میں سرور کیا، اور بذل کیا اپنی جاریہ کا شیر واسطے اس سرور کے تو پھر مسلمان کا کیا حال ہے کہ پُر ہے محبت میں سرورِعالم ﷺ کے اور سرور اور بذل مال کرتے ہیں، اس کی راہ میں کیا کچھ ہو۔ بلفظہ

(۱۸) ما ثبت بالسنۃ فی الایام والسنۃ شیخ عبدالحق محدث علیہ الرحمہ، ص: ۹۷، سطر: ۹:

"ولا زال اهل الاسلام يحتفلون بشهر مولده صلى الله عليه وسلم و يعملون الولائم ويتصدقون في لياليه بانواع الصدقات و يظهرون السرور ويزيدون في المبرات ويعتنون لقراءة مولده الكريم ويظهر عليهم من بركاته كل فضل عميم. و مما جرب من خواصه أنه أمان فى ذٰلك العام و بشرى عاجل بنيل البغيه والمرام فرحم الله امرأ اتخذ ليالى شهر مولده المبارك اعيادا ليكون اشد علة على من في قلبه مرض و عناد."

ترجمہ: اور اہلِ اسلام ہمیشہ حضرت ﷺ کی پیدائش کے مہینہ میں محفل کرتے ہیں اور کھانے کھلاتے ہیں اور اس مہینے کی راتوں میں طرح طرح کے صدقات کرتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں اور اچھے اچھے کاروبارِ نیک میں زیادتی پکڑتے ہیں اور حضرت ﷺ کا مولود شریف پڑھتے ہیں اور ان پر ہر ایک قسم کے فضل عمیم کی برکتیں ظاہر ہوتی ہیں اور مولود شریف کی مجرب خاصیت یہ ہے کہ اس سال بھر میں امان اور امن ہے اور حاجت روائی اور مطلب برآری کی بڑی بشارت

---

[1] کنیزک: کنیز کی تصغیر۔

ہے، پس اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو مولد مبارک کے مہینہ کی راتوں کو عید بنائے، تاکہ اس پر جس کے دل میں مرض عداوت (رسولِ اکرم ﷺ) کی اور عناد ہے، سخت علت ہو۔ بلفظہ۔

(۱۹) درمنظم علامہ طغربک میں ہے:

"قد عمل المحبّون النبي صلى الله عليه وسلم فرحا بمولده الولائم فمن ذٰلك ما عمله بالقاهرة من ولائم الكبار الشيخ ابو الحسن المعروف بابن فضل قدس سره شيخ شيخنا ابي عبد الله محمد بن نعمان و عمل ذٰلك قبله جمال الدّين عجمي الهمداني و ممن عمل ذٰلك علىٰ قدر وسعته يوسف الحجاز بمصر وقد رأى النبي صلى الله عليه وسلم و هو يحرض يوسف المذكور علىٰ عمل ذٰلك."

یعنی میلاد مبارک کی شادی میں محبانِ رسول اکرم ﷺ نے ولیمے کیے از آں جملہ قاہرہ کے بڑے ولیموں میں سے وہ ولیمہ ہے جو ہمارے استاد ابوعبداللہ محمد بن نعمان کے استاد شیخ ابوالحسن معروف ابن فضل قدس سرہ نے کیا۔ اور ان سے پہلے جمال الدین ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا۔ اور یوسف حجاز نے مصر میں بقدر اپنی وسعت کے ترتیب دیا۔ اور رسول خدا ﷺ نے خواب میں انھیں اس عمل مبارک کی ترغیب اور تحریض فرمائی۔ بلفظہ۔

(از کتاب اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام مصنفہ حضرت محمد نقی علی خاں حنفی قادری بریلوی، ص:۸۲)

(۲۰) امام حافظ ابن جوزی فرماتے ہیں:

"لم يكن في ذٰلك الا ارغام الشيطان و ادغام اهل الايمان."

یعنی اس عمل مولود شریف میں تذلیل شیطان اور تقویت اہل ایمان کے سوا اور کچھ نہیں۔ بلفظہ۔

(اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام حضرت مولانا محمد نقی علی خاں حنفی قادری بریلوی، ص:۸۲)

(۲۱) درثمین فی مبشرات النبی الامین حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ محدث دہلوی، ص:۸۔ (بائیسویں حدیث) اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں:

"كنت اصنع في ايام المولد طعاماً صلة بالنبي صلى الله عليه وسلم فلم يفتح لي في سنة من السنين شئ اصنع به طعاماً فلم اجد الا حمصا مقليا فقسمته بين الناس فرايته صلى الله عليه وسلم و بين يديه هذه الحمص مبتهجاً بشاشاً."

یعنی میں ایامِ مولد شریف میں نبی ﷺ کی نیاز کا کھانا کیا کرتا تھا۔ ایک سال بھنے ہوئے چنوں کے سوا کچھ میسر نہ ہوا، میں نے لوگوں میں وہی چنے تقسیم کر دیے۔ حضور اقدس ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا اور دیکھا کہ وہی چنے حضور کے سامنے رکھے ہوئے ہیں اور حضرت شاداور مسرور ہیں۔

(۲۲) فیوض الحرمین حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ محدث دہلوی، ص:۲۶، ۲۷:

"كنت قبل ذٰلك بمكة المعظمة في مولد النبي صلى الله عليه وسلم في يوم ولادته والناس يصلون على النبي صلى الله عليه وسلم يذكرون ارهاصاته التي ظهرت في ولادته و مشاهده (قبل بعثته صلى الله عليه وسلم) فرأيت انوارا سطعت دفعة واحدة لا اقول اني ادركتها ببصر الجسد ولااقول ببصر الروح فقط الله اعلم كيف كان الامر بين هٰذا او ذاك فتا ملت تلك الأنوار فوجدتها من قبل الملٰئكة الموكلين بامثال هذه المشاهد وبامثال هٰذه المجالس ورأيت يخالط انوار الملٰئكة بانوار الرحمة."

ترجمہ: میں اس سے پہلے مکہ مبارکہ میں آں حضرت ﷺ کے مولد مبارک میں تھا میلاد شریف کے روز، اور لوگ جمع تھے اور درود شریف پڑھ رہے تھے اور بیان کر رہے تھے وہ معجزات جو ولادت کے وقت ظاہر ہوئے تھے۔ تو میں نے دیکھا کہ یک بارگی انوار ظاہر ہوئے، میں نہیں کہتا کہ ان آنکھوں سے دیکھا اور نہ کہتا ہوں کہ روح کی آنکھوں سے دیکھا فقط، خدا جانے کیا امر تھا، میں نے تأمل کیا تو معلوم ہوا کہ یہ نوران ملائکہ کا ہے جو ایسی مجلسوں پر موکل ہیں (اور) مشاہد پر۔ میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ اور انوار رحمت دونوں ملے ہوئے ہیں۔

(۲۳) شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی صاحب تفسیر فتح العزیز دادا پیر دیوبندیاں، آپ نے محمد علی خاں رئیس مراد آباد کے نام خط تحریر فرمایا تھا۔ عبارت اس کی مختصراً یہ ہے:

[1]"در تمام سال دو مجلس در خانۂ فقیر منعقد می شود اول کہ مردم روز عاشورہ یا یک دو روز پیش ازیں قریب چہار صد یا پانصد کس بلکہ قریب ہزار کس وزیادہ ازاں فراہم می آیند و درود می خوانند بعد ازاں کہ فقیر می آید می نشیند و ذکر فضائل حسنین کہ در حدیث شریف وارد شدہ در بیان می آمد۔ وآں چہ در احادیث واخبار شہادت ایں بزرگاں وارد شدہ، نیز بیان کردہ می شود و بعد ازاں ختم قرآن و پنج آیت خواندہ بر ماحضر فاتحہ نمودہ می آید۔ پس اگر ایں چیزہا نزد فقیر جائز نمی بود اقدام برآں اصلاً نمی کرد۔ (سامنے کھانا رکھ کر قرآن پڑھ کر فاتحہ)

---

[1] ترجمہ: پورے سال میں فقیر کے گھر میں دو مجلسیں منعقد ہوتی ہیں۔ پہلی مجلس یہ ہے کہ عاشورہ یا اس سے ایک دو دن پہلے تقریباً چار پانچ سو، بلکہ تقریباً ہزار یا اس سے بھی زائد لوگ جمع ہوتے ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد فقیر آکر بیٹھتا ہے اور حضرات حسنین کریمین کی جو فضیلتیں صحیح حدیث میں وارد ہوئی ہیں وہ بیان کی جاتی ہیں۔ اور ان بزرگوں کی شان میں جو کچھ احادیث و اخبار میں وارد ہوا ہے وہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ختم قرآن اور پنج آیت پڑھ کر جو کچھ موجود ہوتا ہے اس پر فاتحہ دی جاتی ہے۔ لہٰذا اگر یہ چیزیں فقیر کے نزدیک جائز نہ ہوتیں تو ہرگز ان کی طرف پیش قدمی نہ کرتا۔ [اس میں (سامنے کھانا رکھ کر قرآن پڑھ کر فاتحہ) دینے کا ثبوت ہے۔]

(دوسری مجلس) رہی بات مجلس مولود شریف کی تو اس کا حال یہ ہے کہ ماہ ربیع الاول کی بارہویں تاریخ میں وہی مذکورہ معمول کے مطابق لوگ جمع ہوتے ہیں اور قرآن خوانی میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ فقیر آتا ہے۔ اولاً احادیث سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلتیں بیان کی جاتی ہیں۔ اس کے بعد ولادت باسعادت، مختصراً رضاعت کا حال، حلیہ مبارکہ اور بعض وہ آثار جن کا ظہور ان مواقع سے ہوا تھا، وہ سب بیان کیے جاتے ہیں، پھر ماحضر کھانا یا شیرینی پر فاتحہ پڑھ کر مجلس میں حاضر ہونے والے لوگوں کے درمیان تقسیم کیا جاتا ہے۔

باقی ماند مجلس مولود شریف پس حالش ایں است کہ بتاریخ دوازدہم شہر ربیع الاول ہمیں مردم کہ موافق معمول سابق فراہم شدند۔ و درخواندن درود شریف مشغول گشتند۔ فقیر می آید۔ اولاً از احادیث فضائل آں حضرت ﷺ مذکور می شود۔ بعد ازاں بہ ذکر ولادت با سعادت و نبذے از حال رضاع و حلیہ شریف و بعضے از آثار کہ درین آوان بظہور آمد بمعرض بیان می آید۔ پس بر ماحضر از طعام یا شیرینی فاتحہ خواندہ تقسیم آں بحاضرین مجلس می شود"۔ بلفظہ۔

(از انوار ساطعہ،ص: ۱۵۴، والدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم،ص: ۱۰۴)

یہ بھی سامنے کھانا، شیرینی رکھ کر فاتحہ پڑھی گئی۔

(۴۴) ارشادات حضرت حاجی شاہ امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکی، تمام دیوبندی علما کے پیر و مرشد، قابلِ عمل وہابیہ، دیوبندیہ، ضروری:

(الف) خط از جانب حضرت شاہ امداد اللہ علیہ الرحمہ مہاجر مکی بنام مولانا مولوی نذیر احمد خاں صاحب رام پوری مدرس احمد آباد (گجرات):

جوابِ ثالث کی تصریح یہ ہے کہ فقیر مجلس شریف میلاد مبارک کا مع ہیئتِ کذائیہ معمولہ علمائے ثقات صلحا و مشائخ کرام بارہا اقرار کر چکا ہے اور اکثر اس کا عامل ہے جیسا کہ فقیر کی دیگر تقریرات و تحریرات سے یہ مضمون ظاہر ہے۔ فقیر کو اس مجلس شریف کے باعث حسنات و برکات کے معتقد ہونے کے علاوہ یہ عین الیقین ہے کہ اس مجلسِ مبارک میں فیوض و انوار و برکات و رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ بلفظہ (انوار ساطعہ،ص: ۳۲۶،سطر: ۵،تاریخ خط، ۷ر رمضان ۱۳۰۷ھ)

(ب) خط دوم از حضرت موصوف صدر، بنام مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، و مولوی محمود حسن دیوبندی، مورخہ ۲۰ر ذی قعدہ ۱۳۰۷ھ، از امداد اللہ عفی عنہ، بخدمت عزیزم پیر جی مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی و عزیزم مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی سلمہما اللہ تعالیٰ:

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ تمام بلادِ ممالکِ ہند مثلاً بنگال، بہار، مدراس، دکن، گجرات، بمبئی، پنجاب، راجپوتانہ، رام پور، بہاول پور وغیرہ سے متواتر اخبار حیرت انگیز حسرت خیز اس قدر آتے ہیں کہ جس کو سن کر فقیر کی طبیعت نہایت ملول ہوتی ہے، اس کی علت یہی براہین قاطعہ و دیگر ایسی ہی تحریرات ہیں، یہ آتشِ فتنہ انوار ساطعہ کی تردید سے مشتعل ہوئی کہ تمام عالم اس کی حمایت میں کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو کچھ ایسی مقبولیت عطا فرمائی کہ تمام ممالک کے علما و مفاتی نے ساری کتاب کو تہِ دل سے پسند فرما کر اس پر اتفاق کیا۔ دیکھو ہندوستان میں سیکڑوں مذاہبِ کفریہ و عقائدِ باطلہ مخالفِ دین و بیخ کنِ اسلام ظاہر ہوتے جاتے ہیں، اور کیسے کیسے الزام و اعتراض و شہادت و شبہات و شکوک مذہبِ اسلام پر وارد کرتے جاتے ہیں، پس ایسے وقت میں آپس کے مجادلہ کی جگہ اس کی تردید کرنی چاہیے، اور قرآن شریف کی خوبیاں و فضائل اور رسول اللہ ﷺ کے محامد و مکارمِ اخلاق و محاسنِ اوصاف کو ہر مقام و ہر شہر و قریہ میں نہایت زور و شور سے مشتہر

کرنا چاہیے۔ایسے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محامدِ اوصاف ومکارمِ اخلاق کومشتہر واشاعتِ عام کرنے کے لیے ہر مقام میں مجلسِ مولودشریف کا چرچا بڑا عمدہ ذریعہ ومستحسن وسیلہ ہے۔بلفظہ۔(انوارساطعہ،ص:۳۲۶)

(ج) خط سوم از حضرت موصوف صدر، بنام مولوی عبدالسمیع مصنف انوارساطعہ مورخہ دہم (۱۰) رمضان ۱۳۰۷ھ۔

انوارِساطعہ کے اکثر مسائل میں فقیر دل سے متفق ہوا تو اللہ تعالیٰ کی جناب میں بہت التجا ودعا کی۔یا اللہ! اگر میں ان مسائل میں صراط مستقیم پر ہوں اور حق بجانب ہوں تو اس کتاب کو مقبولِ علماے دیار وامصار واہلِ اسلام کر۔چناں چہ ظاہراً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرمایا کہ تمام علماے حرمین شریفین وبلادِ اسلام اس کے مسائل میں متفق ہیں اور خود کتاب کو بھی پسند کرتے ہیں۔ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء .

(د) خط چہارم از جانب حضرت شاہ امداد اللہ علیہ الرحمہ بنام مولوی محمد عبدالسمیع صاحب علیہ الرحمہ، یازدہم (۱۱) رجب، ۱۳۰۴ھ۔

[1]انوارساطعہ را از اول تا آخر شنیدم وبغور وتدبر نظر کردم ہمہ تحقیق را موافقِ مذہب ومشربِ خود وبزرگانِ خود یافتم۔بلفظہ۔(انوارِساطعہ،ص:۳۲۷)

(ہ) خط پنجم از جانب حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ بنام مولوی محمد عبدالسمیع علیہ الرحمہ، مورخہ ۱۳؍ربیع الاول ۱۳۰۴ھ۔

میں خود مولود شریف پڑھواتا ہوں اور قیام کرتا ہوں۔اور ایک روز میرا یہ حال ہوا کہ بعدِ قیام سب بیٹھ گئے مگر میں بے خبر کھڑا رہ گیا۔بعد دیر کے مجھ کو ہوش آیا تب بیٹھا۔بلفظہ۔(انوارساطعہ،ص:۳۲۷)

(۲۵) فیصلہ ہفت مسئلہ مولفہ حضرت حاجی شاہ امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ پیر ومرشد دیوبندیاں:

حضرت حاجی صاحب علیہ الرحمہ نے ان سات مسائل کا فیصلہ منصفانہ لکھا ہے جن میں حضرت مولانا مولوی ابومحمد عبدالرحمٰن غلام دستگیر صاحب قصوری علیہ الرحمہ اور مولوی خلیل احمد صاحب وہابی دیوبندی کے درمیان بہاول پور میں ۱۳۰۶ھ میں مناظرہ ہوا تھا۔اور پھر کتاب تقدیس الوکیل عن توھین الرشید والخلیل لکھی گئی۔اور علما اور مفتیانِ اربعہ مذاہب حرمین شریفین کی تصدیق سے شائع ہوئی۔وہ ہفت مسائل یہ ہیں:

اول: مسئلہ مولودشریف، **دوم:** مسئلہ فاتحہ مروجہ، **سوم:** عرس وسماع، **چہارم:** ندائے غیر اللہ، **پنجم:** جماعت ثانیہ، **ششم:** امکان کذب باری تعالیٰ، **ہفتم:** امکان نظیر حضرت ﷺ۔

اس بات میں صرف مسئلہ مولودشریف کی ضرورت ہے، اس لیے وہی لکھا جاتا ہے:

”اس امر میں تو کوئی شک نہیں کہ نفس ذکرولادت آں حضرت ﷺ موجب خیرات وبرکات دنیوی واخروی ہے۔

[1] میں نے انوارِساطعہ کو اوّل سے آخر تک سنا اور غور وتدبر سے کام لیا تو پوری تحقیق کو اپنے اور بزرگوں کے مذہب ومشرب کے موافق پایا۔

صرف کلام بعض تعینات وغیرہ میں ہے جن میں بڑا امر قیام ہے۔ بعض علما ان امور کو منع کرتے ہیں۔ «لقوله: كل بدعة ضلالة» اور اکثر علما اجازت دیتے ہیں۔ لاطلاق دلائل فضيلة الذكر. اور انصاف یہ ہے کہ بدعت اس کو کہتے ہیں کہ غیر دین کو دین میں داخل کر لیا جائے۔" كما يظهر من التامل في قوله عليه السلام، من احدث في امرنا هٰذا ما ليس منه فهو رد"، پس ان تخصیصات کو اگر کوئی عبادت مقصود نہیں سمجھتا، بلکہ فی نفسہ مباح جانتا ہے، اور ہیئت مسبب کو مصلحت سمجھتا ہے تو بدعت نہیں، مثلاً قیام لذاتہا عبادت نہیں مگر تعظیم رسول کو عبادت جاننا اور کسی مصلحت سے اس کی یہ ہیئت معین کر لی اور مثلاً ذکرِ ولادت کو ہر شخص مستحسن سمجھتا ہے، مگر مصلحت سہولت دوام یا کسی اور مصلحت سے ۱۲/ربیع الاول مقرر کر لی تو ایسی تخصیص مذموم نہیں۔ تخصیصات اشغال و مراقبات و تعینات رسوم مدارس و خانقاہ جات اسی قبیل سے ہیں۔ اگر کوئی شخص عمل مولد ہیئت کذائیہ کو موجب برکات یا آثار کا اپنے تجربے سے یا کسی صاحب بصیرت کے وثوق پر سمجھے اور اس معنی کر قیام کو ضروری سمجھے تو اس کے بدعت کہنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اور اعتقاد ایک امر باطن ہے۔ اس کا حال بدون (بغیر) دریافت کیے ہوئے یقیناً معلوم نہیں ہوسکتا۔ محض قرائن تخمینیہ سے کسی پر بدگمانی اچھی نہیں اور یہ قیاس کر لینا کہ ہر شخص وجوب قیام کا معتقد ہے، درست نہیں اور اگر کسی کا یہی عقیدہ ہو کہ قیام فرض، واجب ہے، تو صرف اس کے حق میں بدعت ہو جاوے گا، جس کا یہ عقیدہ نہیں اس کے حق میں مباح اور مستحسن رہے گا۔ اور بعض اہلِ علم صرف جاہلوں کی زیادتیاں دیکھ کر جیسا کہ بعض مجالس میں واقع ہوتا ہے سب موالید پر ایک حکم لگا دیتے ہیں۔ یہ بھی انصاف کے خلاف ہے، پس تحقیق مختصر اس مسئلہ میں یہ ہے جو مذکور ہوئی۔ اور مشربِ فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعۂ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں، اور قیام میں لطف اور لذت پاتا ہوں۔" الخ، بلفظہ۔ (ص:۲-۶)

دیکھیے! مفتی جی! یہ ہے انصاف بزرگانِ دین کا بالخصوص عمل پیر و مرشد وہابیہ دیوبندیہ کا جو مریدوں پر واجب ہے۔

(۲۶) حضرت مجدد جہان پایہ حرمین شریفین شیخ العلما والفضلا مولانا محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات جن کو خود مولوی خلیل احمد صاحب نے براہین قاطعہ میں شیخ الہند اور تمام علمائے مکہ معظّمہ پر فائق اور ان سے اعلم لکھا ہے:

(الف) اس رسالہ (انوار ساطعہ در بیان مولود فاتحہ) کو میں نے اول سے آخر تک اچھی طرح سنا، اسلوبِ عجیب اور طرزِ غریب بہت ہی پسند آیا، میرے اساتذۂ کرام کا اور میرا عقیدہ مولد شریف کے باب میں قدیم سے یہی تھا اور یہی ہے بلکہ بہ حلف سچ سچ ظاہر کرتا ہوں کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ ع

بریں زیستم ہم بریں بہ گزرم

اور عقیدہ یہ ہے کہ انعقادِ مجلسِ میلاد بشرطیکہ منکرات سے خالی ہو، جیسے تغنی اور باجا اور کثرت سے روشنیِ بے ہودہ نہ ہو، بلکہ روایاتِ صحیحہ کے موافق ذکرِ معجزات اور ذکرِ ولادتِ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا جائے اور بعد اس کے اگر طعامِ پختہ یا شیرینی بھی تقسیم کی جائے اس میں کچھ حرج نہیں۔ بلکہ اس زمانہ میں جو ہر طرف سے پادریوں کا شور اور بازاروں میں

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دین کی مذمت کرتے ہیں اور دوسری طرف آریہ لوگ جو۔ خدا ان کو ہدایت کرے۔ پادریوں کی طرح بلکہ ان سے زیادہ شور مچارہے ہیں، ایسی محفل کا انعقاد ان شروط کے ساتھ جو میں نے اوپر ذکر کیں اِس وقت میں فرضِ کفایہ ہے۔ میں مسلمان بھائیوں کو بہ طور نصیحت کے کہتا ہوں کہ ایسی مجلس کرنے سے نہ رُکیں اور اقوالِ بیجا منکروں کی طرف جو تعصب سے کہتے ہیں ہرگز نہ التفات کریں، اور تعینِ یوم میں اگر یہ عقیدہ نہ ہو کہ اس دن کے سوا اور دن جائز نہیں تو کچھ بھی حرج نہیں، اور جواز اس کا بہ خوبی ثابت ہے۔ اور قیام وقت ذکرِ میلاد کے چھ سو برس سے جمہور علمائے صالحین نے، متکلمین اور صوفیہ صافیہ اور علمائے محدثین نے جائز رکھا ہے، اور صاحبِ رسالہ نے اچھی طرح ان امور کو ظاہر کیا ہے، اور تعجب ہے ان منکروں سے، ایسے بڑھے کہ فاکہانی مغربی کے مقلد ہو کر جمہور سلفِ صالح کو متکلمین ومحدثین اور صوفیہ سے ایک ہی لڑی میں پرو دیا اور ان کو ضال ومضل بتلایا، اور خدا سے نہ ڈرے کہ اس میں ان لوگوں کے استاد اور پیر بھی تھے مثل حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی، اور ان کے صاحب زادے شاہ ولی اللہ دہلوی، اور ان کے صاحب زادے شاہ رفیع الدین دہلوی، اور ان کے بھائی شاہ عبدالعزیز دہلوی، اور ان کے نواسے حضرت مولانا محمد اسحاق دہلوی قدس اللہ اسرارہم۔ سب کے سب انھیں ضَال ومُضِل میں داخل ہوئے جاتے ہیں۔ اف! ایسی تیزی پر کہ جس کے موافق جمہور متکلمین اور محدثین اور صوفیہ سے حرمین اور مصر اور شام اور یمن اور دیارِ عجمیہ میں لاکھوں گمراہی میں ہوں، اور یہ حضراتِ چند ہدایت پر۔

(ب) نقل تقریظ از کتاب تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل۔ (مولفہ حضرت حاجی حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً مولوی ابومحمد عبدالرحمٰن غلام دستگیر علیہ الرحمہ)

وہابیہ دیوبندیہ کے عقائد کا لب لباب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد حمد ونعت کے کہتا ہے راجی رحمت رب المنان رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن غفر لہما الحنان کہ مدت سے بعض باتیں جناب مولوی رشید احمد صاحب کی سنتا تھا۔ جو میرے نزدیک اچھی نہ تھیں۔ اعتبار نہ کرتا تھا کہ انھوں نے ایسا کہا ہوگا۔ اور مولوی عبدالسمیع صاحب کو جوان کو میرے سے رابطہ شاگردی کا ہے، جب تک مکہ معظّمہ میں نہیں آئے تھے، تحریراً منع کرتا تھا۔ اور مکہ معظّمہ میں آنے کے بعد تقریراً بہت تاکید سے بالمشافہ منع کرتا تھا کہ آپس میں مختلف نہ ہوں اور علمائے مدرسہ دیوبندیہ کو اپنا بڑا سمجھو۔ پر وہ مسکین کہاں تک صبر کرتا اور میرا اعتبار نہ کرتا، کس طرح ممتد رہتا کہ حضرات علمائے مدرسہ دیوبندیہ کی تحریر اور تقریر بطریق تواتر مجھ تک پہنچی کہ تمام افسوس سے کچھ کہنا پڑا اور چپ رہنا خلاف دیانت سمجھا گیا۔ سو کہتا ہوں کہ میں جناب مولوی رشید کو رشید سمجھتا تھا، لیکن میرے گمان کے خلاف کچھ اور ہی نکلے۔ (یعنی غیر رشید) جس

طرف آئے اس طرف ایسا تعصب برتا کہ اس میں ان کی تقریر اور تحریر دیکھنے سے رونٹا کھڑا ہوتا ہے۔

حضرت نے اول قلم اس پر اٹھایا کہ جس مسجد میں ایک دفعہ جماعت ہوئی ہو، اس میں دوسری جماعت کو بغیر اذان اور تکبیر کے ہو اور دوسری جگہ ہو جائز نہیں۔ آپ کا اور آپ کے متبعین کا وہ حکم تو نہیں تھا، جو نجدیوں کا وقت حکومت مکہ معظّمہ کے تھا کہ جماعت اول میں حاضر نہ ہو، اس کو سزا دیتے تھے۔ سو آپ کا اور آپ کے متبعین کا ایسا حکم جاہلوں کے واسطے من و سلویٰ ہو گیا کہ سب موسموں میں خاص کر شدت گرمی کے موسم میں عذر ہاتھ لگ گیا کہ عذر کے سبب اب تو جماعت فوت ہو گئی ہے دوسری جماعت جائز نہیں، دوکان اور گھر چھوڑ کر مسجد میں کس واسطے جاویں۔ اور علما نے جو مخالف ان کے لکھا کب سنتے تھے۔ اپنی ہٹ پر روز بہ روز بڑھتے تھے۔ پھر ایک فاسق مردود کو جو اپنے کو حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے برابر سمجھتا تھا، اور سب انبیاے بنی اسرائیل سے اپنے کو افضل گنتا تھا اور اپنے بیٹے کو درجۂ خدائی پر پہنچاتا تھا، عیسیٰ اور موسیٰ اور پیغمبر علیہم السلام کا کیا ذکر ہے۔ اور اس کے مرید تو کھلم کھلا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور بہاء الدین نقش بند (رحمہ اللہ تعالیٰ) اور شہاب الدین سہروردی (رحمہ اللہ تعالیٰ) اور حضرت معین الدین چشتی قدس اللہ اسرارہم کو جن کے سلسلوں میں لکھوکھہا[1] صالحین اور ہزار ہا اولیاے مقبول رب العالمین گزرے ہیں، کافر اور گم راہ کنندہ بتلاتا ہے۔ اور بفحواے ؎

ایں سلسلہ از طلائے ناب است ایں خانہ تمام آفتاب است

بڑا بھائی اس مردود کا دنیا کی کمائی کے لیے اور ہی طریقہ برتتا ہے اور دوسرا چھوٹا بھائی اس کا امام الدین نامی چوہڑوں اور بھنگیوں کی پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور ان کے نزدیک بڑا مقبول پیغمبر ہے۔ حضرت مولوی رشید اس مردود کو مردِ صالح کہتے ہیں۔ اور جو علما اس مردود کے حق میں کچھ کہتے تھے، مولوی رشید احمد اپنی ہٹ سے نہیں ہٹتے تھے، اور کہتے تھے مردِ صالح ہے۔ الحمد للہ کہ حق تعالیٰ نے اس کو جھوٹا کیا۔ اور اپنے بیٹے کے حق میں دعویٰ کرتا تھا، اس میں بالکل ہی جھوٹا کیا۔ پھر حضرت مولوی رشید رسول اللہ ﷺ کے نواسے کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کی شہادت کے بیان کو بڑی شدت سے محرم کے دنوں میں گو کیسا ہی روایت صحیح سے ہو، منع فرمایا۔ اور حالاں کہ شاہ ولی اللہ صاحب سے جناب مولانا اسحاق مرحوم تک عادت تھی کہ عاشور کے دن بادشاہِ دہلی کے پاس جا کر روایاتِ صحیحہ سے بیان حال شہادت کرتے تھے۔ سو یہ سب ان کے مشائخِ کرام و اساتذۂ عظام میں ہیں، سو آپ کے تشدد کے موافق ان مشائخِ کرام و اساتذۂ عظام کا جو حال ہے وہ ظاہر ہے اور میرے نزدیک اگر روایاتِ صحیحہ سے حال شہادت کا بیان ہو تو فائدہ سے خالی نہیں۔ میں نے خود تجربہ کیا ہے کہ جب میں ہندوستان میں تھا، عاشورے کے دن حال شہادت کا بیان کرتا تھا۔ اس مجلس میں کم سے کم ہوں تو ہزار آدمی سے زیادہ ہی ہوتے تھے۔ اور اس بیانِ شہادت میں تعزیوں کے بنانے کی برائی اور جو رسوم اور بدعات تعزیوں کے

---

[1] لکھوکھہا: لاکھوں۔

سامنے کی جاتی ہیں ان کی برائی بیان کرتا تھا۔ اور اس میں تین فائدے تھے۔

اول یہ کہ میں چھ گھڑی دن چڑھے اس وعظ کو شروع کرتا تھا اور دو پہر تک اس مجلس کو ممتد بناتا تھا، سو ہزار سے زیادہ آدمی تعزیوں کے دیکھنے اور ان رسوم اور بدعات کے کرنے سے رکے رہتے تھے۔

دوسری یہ کہ اس بستی میں ساٹھ تعزیے بنتے تھے، جس میں سے دو شیعوں کے اور اٹھاون سنت جماعت کے، سو اٹھاون میں سے دو ہی برس میں اکتیس کم ہو گئے۔ دو برس کے بعد غدر پڑ گیا اور میں ہندوستان سے نکل کھڑا ہوا۔ امید کہ ایک برس اگر رہنا میرا اور ہوتا تو یہ ستائیس جو اٹھاون میں سے باقی بچے تھے، یہ بھی موقوف ہو جاتے۔

تیسرے یہ کہ ہزار آدمیوں سے او نچے کو بلا واسطہ اور ہزار مرد وعورت اور بچوں کو بواسطہ ان ہزار کے برائی تعزیہ کی اور ان بدعات کی معلوم ہو جاتی تھی، پر شکر کرتا ہوں کہ حضرت رشید نے حرمت بیان شہادت پر قلم اٹھایا اور شہادت کے باطل کرنے پر لب نہ کھولے۔ پھر حضرت رشید نے جونواسے کی طرف توجہ کی تھی، اس پر بھی اکتفانہ کر کے خود ذات حضرت نبوی صلی اللہ علیہ و علیٰ اخوانہ و آلہ و اصحابہ و سلم کی طرف توجہ کی۔ پہلے مولود کو کنھیا کا جنم اشٹمی ٹھیرایا۔ اور اس کے بیان کرنے کو حرام بتلایا اور کھڑے ہونے کو گو کوئی کیسے ذوق وشوق میں ہو بہت بڑا منکر فرمایا۔ اس ٹھیرانے بتلانے فرمانے سے لکھوکھا علماے صالحین اور مشائخ مقبول رب العالمین ان کے نزدیک بڑے نفرتی ٹھیر گئے۔ پھر امتِ نبوی میں اس پر بھی اکتفانہ کر کے امکانِ ذاتی سے تجاوز کر کے چھ خاتم النبیین بالفعل ثابت کر بیٹھے اور امکان ذاتی کے بہ اعتبار تو کچھ حد ہی نہ رہی۔ اور ان کا مرتبہ کچھ بڑے بھائی سے بڑھتی نہ رہا۔ اور بڑی کوشش اس میں کی کہ حضرت کا علم شیطان لعین کے علم سے کہیں کم تر ہے اور اسی عقیدے کے خلاف کو شرک فرمایا۔

پھر اس توجہ پر جو ذات اقدس نبوی کی طرف تھی اکتفانہ کیا۔ ذات اقدس الٰہی کی طرف بھی متوجہ ہوئے اور جناب باری تعالیٰ کے حق میں دعویٰ کیا کہ اللہ کا جھوٹ بولنا ممتنع بالذات نہیں بلکہ امکان جھوٹ بولنے کو اللہ کی بڑی وصف کمال کی فرمائی۔ نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات۔

میں تو ان امور مذکورہ کو ظاہر اور باطن میں بہت بڑا سمجھتا ہوں اور اپنے محبین کو منع کرتا ہوں کہ حضرت مولوی رشید کے اور ان کے چیلے چانٹوں کے ایسے ارشادات نہ سنیں اور میں جانتا ہوں کہ مجھ پر کھلم کھلا تبرا ہوگا، لیکن جب جمہور علماے صالحین اور اولیاے کاملین اور رسول رب العالمین اور جناب باری جہان آفرین ان کی زبان اور قلم سے نہ چھوٹے تو مجھے کیا شکایت ہوگی۔ قصبہ گنگوہ مدت ہاے دراز تک محل اولیاے کرام سلسلہ چشتیہ صابریہ کا رہا۔ ان میں سے ایک ناپاک الہ بخش نامی بعد مرنے کے خلق کے نزدیک ایسی روح نجس کے سبب ان اولیا کو جو بہ کثرت ہوئے برا کہہ سکتا؟ حاشا وکلا وہ تو اپنی زندگی جہل کے سبب بڑا اعتبار نہ رکھتا تھا۔ خوف یہ ہے کہ اگر کوئی بڑا اعتبار والا حضرت گنگوہ میں نکل کھڑا ہوا تو اس سے کتنا خوف ہوگا۔ اور جیسا مشکوٰۃ المصابیح کی کتاب الامارۃ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "نعوذ باللہ من

رأس السبعین و امارۃ الصبیان "یعنی ہم پناہ مانگتے ہیں رأس ستر[1] سے اور حکومتِ لڑکوں[2] سے، میں بھی اس زمانہ کے حالات، اور حضرت رشید اور انکے چیلے چانٹوں کی تحریر اور تقریر سے پناہ مانگتا ہوں، جو اس مقدمہ میں وہ کچھ میرے اوپر تحریر کریں گے، تین سبب سے اس کے جواب کی طرف التفات نہ کروں گا۔ اول یہ کہ شدت کا ضعف ہے۔ طاقت ان چیزوں کی طرف توجہ کی ہی نہیں۔ دوسری (وجہ) یہ کہ اس امر میں بوجہ مصلحت زمانہ کے بالکل مخالف ہے۔ تیسری (وجہ) یہ کہ اور بہت اللہ کے بندے ان کے مقابلہ پر کھڑے ہیں۔ باقی ہیں اور دو بات۔ ایک یہ کہ فرماتے ہیں۔ بہ موجب خواب کسی شخص کے کہ علمائے دیو بند علمائے حرمین سے افضل ہیں۔ سبحان اللہ! چھوٹا منہ بڑی بات۔ شیخ عبد الرحمٰن سراج نے بیس برس منصب افتا پر قیام کیا۔ اس بیس برس میں صغیر وکبیر موافق، مخالف ان کی دیانت کے قائل ہیں۔ ان سے پہلے سید عبد اللہ مرغنی جو مفتی تھے، ان کی دیانت بھی ضرب المثل ہے۔ اور اکثر علمائے صالحین یہاں موجود ہیں، گو بعض غیر صالحین بھی یہاں موجود ہیں، بعض کی خطا میں اکثر کے حق میں بدگمان ہونا شان مسلم کی نہیں۔ دوسری یہ کہ فرماتے ہیں کہ مسجد الحرام میں ایک عالم نابینا سے مولود کا حال پوچھا انھوں نے کہا "بدعۃٌ و حرامٌ" شاید وہ نابینا مولوی محمد انصار سہارن پوری ہوں گے جو تقیہ سے نام ان کا نہیں لیا۔ ان کو مکہ کا ہر صغیر وکبیر اہل علم سے برا کہتا ہے یا اور کوئی ایسا اندھا عقل اور بینائی کا ہوگا۔ سبحان اللہ! خواب ایک مجہول شخص سے دیو بند کے علما حرمین کے علما سے افضل ٹھہریں اور بینائی کے اندھے کے کہنے سے جو حقیقت میں وہ عقل کا بھی اندھا ہے، مولود شریف بدعت اور حرام ٹھیر جائے۔ اس پر مجھے ایک نقل یاد آئی ہے کہ مداری فقیروں میں کہ اکثر ان میں کے رند و بدمذہب ہوتے ہیں، گو شاذ و نادر بعض ان میں کے اچھے بھی ہوں ایک اپنے مرید کو کہتا تھا کہ بعد کچھ خدمت کے تجھے ایک نکتہ فقیری کا بتاؤں گا۔ بعد چند مدت کے اس نے خدمت کر کے جو وہ نکتہ پوچھا تو کہا کہ مولا، محمد، مدار تینوں کے اول میم ہے کہ تینوں کا درجہ ایک ہی رہا۔ دوسرا نکتہ تجھے بعد اور خدمت کے بتاؤں گا۔ بعد گزرنے مدت کے اور کرنے خدمت کے جو وہ دوسرا نکتہ پوچھا کہا کہ مکہ، مدینہ، مکھن پور تینوں کے اول میم ہے اس میں اشارہ ہے کہ تینوں آپس میں برابر ہیں۔ اس رند نے مکہ، مدینہ کو مکھن پور کے برابر بتلایا تھا۔ حضرت مرجح بہ فحوائے۔ ہر کہ آمد بر آں مزید کرد۔ دیو بند کو مکہ۔ مدینہ دونوں سے افضل ٹھیرا دیا کیوں نہ ہو شاباش۔ ع

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

دوسری بات یہ ہے کہ براہین قاطعہ میں انوار ساطعہ کے جواب میں کوئی فقرہ نہ ہوگا کہ اس کے مصنف کو صراحۃً کلمات فحش سے یاد نہ کرتے ہوں۔ اس پر مجھے دوسری نقل یاد آئی کہ جامع مسجد کے شہدے[3] کہ رندی اور گالی گلوج بکنے میں مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک کی بیعت کا حال میں نے سنا تو معلوم ہوا کہ اس کے مرشد نے وقت بیعت لینے کے یہ کہا تھا کہ سن بے! جوا کھیلیو، گالی گلوج بکیو، پر کاف لام سے رکیو۔ سن کر کے یہ مضمون میری سمجھ میں نہ آیا، میں نے ان

---

[1] رأسِ ستر: ستر ویں سال کی ابتدا۔ [2] حکومتِ لڑکوں: لڑکوں کی حکومت۔ [3] شُہدے: بدمعاش۔

کے ایک معتبر سے پوچھا کہ اس قول کے کیا معنی ہیں؟ کہا کہ کاف سے مراد کسی کو کافر کہنا اور لام سے لعنت کرنا۔ سبحان اللہ! جامع مسجد کے شہدے کافر کہنے اور لعنت کہنے کو ایسا برا سمجھیں۔ اور براہین قاطعہ کے مصنف ان کو مشرک اور کافر بتلاویں۔ بعض جگہ بعض چیزوں میں مشہور ہیں۔ جیسے میری بستی کرانہ اور نانوتہ جس کے رہنے والے مولوی قاسم اور مولوی یعقوب وغیرہما تھے، نحوست میں مشہور ہیں کہ عوام صبح کو نام بھی نہیں لیتے۔ کرانہ کو بیریوں والا شہر اور نانوتہ کو چھوٹا شہر کہتے ہیں۔ اور کرسی اور کاندھلہ............ اور انبیٹھہ جوحمق میں مشہور ہیں اور ان بستیوں کے اہالی میں کچھ نہ کچھ تاثیر ہوتی ہے۔ میری بستی کی تاثیر میرے میں یہ ہوئی کہ ایسا زمانہ نحوست کا دیکھا۔ اللہ تعالیٰ مولوی خلیل احمد کو ان کی بستی کے خواص سے بچائے۔ اور حضرت مولوی غلام دستگیر صاحب کو ان کے رد میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

العبد محمد رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن غفر لہما الحنان۔ ۱۵ / ذی قعدہ ۱۳۰۷ ہجری از مکہ معظّمہ۔ بلفظہ۔

(کتاب تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل، صفحہ: ۳۰۷ تا ۳۱۱)

فقیر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ مولود شریف کا بیان باوجود اختصار کرنے کے طویل ہوتا جاتا ہے۔ اگر کلہم مفصلاً لکھا جائے تو کئی جلدوں میں بھی نہ سمائے۔ اس لیے بخوف اطناب بس کرتا ہوں۔ اور بحث اثبات قیام کی طرف رجوع کرتا ہوں، جس کی بابت آپ نے لکھا ہے کہ احادیث و آثار سے کسی قادم کے لیے قیام کرنا مکروہ ہے۔ اور یہ بات آیات و احادیث و آثار اور اقوال علمائے کبار کے بالکل خلاف ہے۔ اب ذرا ٹھنڈے دل سے سنیے۔

فصل یازدہم

در بیان اثبات قیام تعظیمی وقت ذکر ولادت باسعادت حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پہلے اس سے آپ کے اعتراضات کے جوابات جو قیام ذکر ولادت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تھے، کافی طور پر آچکے ہیں۔ اب میں بالعموم قیام تعظیمی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آیات اور احادیث و دیگر اقوال محدثین وعلمائے کرام عرب اور عجم سے ثابت کرتا ہوں۔ غشاوۂ قلب وعین کو دور کر کے غور اور تدبر کیجیے۔

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا. لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ. وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا.“

تحقیق ہم نے رسول بنا کر آپ کو بھیجا گواہ اور حالات بتانے والا خوشی کے اور ڈر سنانے والا تاکہ تم اے لوگو ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور اس کی مدد کرو اور عزت اور تعظیم کرو اس کی اور پھر تسبیح کرو اللہ تعالیٰ کی صبح اور شام۔ یہ آیت شریف اصل تعظیم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وارد ہے جس کا مفصل ذکر آیت نمبر ۱۳ / صفحہ: ۲۹۸ پر ہو چکا ہے۔ (فتح)[1]

[1] پارہ: ۲٦، الفتح: ٤٨، آیت: ٨

(۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ." الآیۃ۔[۱]

وہ لوگ ہیں جو یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو کھڑے ہوکر اور بیٹھ کر اور اپنی کروٹوں پر۔ ذکر الٰہی کھڑے بیٹھے اور لیٹے تینوں طرح کر سکتے ہیں۔ اور کرنے کا حکم ہے۔ اسی طرح ذکر رسول اکرم ﷺ کو بھی کرنا چاہیے۔ کیوں کہ ذکر رسول کریم ﷺ ذکر خدا میں شامل ہے۔ جیسے کتاب الشفا میں زیر آیت: «وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ» کے لکھا ہے کہ «**جعلتك ذكرا من ذكري. فمن ذكرك ذكرني**»[۲] یعنی کیا میں نے تجھ کو اے محمد ﷺ ذکر اپنا، جس نے یاد کیا تجھ کو اس نے یاد کیا مجھ کو۔ پس کھڑے ہوکر ذکر آں حضرت ﷺ کا کرنا اس آیت شریف سے ثابت ہوا جو قیام تعظیمی ہے۔

(۳) تفسیر قادری جلد دوم، صفحہ: ۶۳۸، سطر: ۱۰:

"وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ." اور بلند کیا ہم نے تیری قدر ظاہر کرنے کو تیرا ذکر، نبوت ورسالت اور خاتم ہونے کے ساتھ یا اس طور پر کہ اذان واقامت تشہد، خطبہ میں تیرا نام اپنے نام سے ہم نے ملا رکھا ہے تاکہ بندے جب مجھ کو یاد کریں یا خود میں نے تجھ پر سلام بھیجا اور اوروں کو تجھ پر درود بھیجنے کا حکم دیا۔ الخ۔ گویا خداوند تعالیٰ کا ذکر کرنا رسول خدا ﷺ کے ذکر کے ساتھ شامل ہے۔ اور مولود شریف میں ذکر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا ہی ہوتا ہے۔ جو قیاماً جائز ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَکُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰہُ لَکُمْ وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا." الآیۃ۔[۳]

یعنی اے ایمان والو مسلمانوں! جب تم کو کہا جائے کہ جگہ کشادہ کردو مجلسوں میں تو جگہ کشادہ کردو لوگوں میں تاکہ کشادہ کردے اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے (قبر یا بہشت یا تنگی اور زحمت دور کردے) اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کر کھڑے ہوجاؤ۔ اس آیت کے نیچے تفسیر قادری میں لکھا ہے: "مجلسوں سے مراد مجالس ذکر اور تلاوت نماز کی مجلسیں ہیں۔"[۴] پس کوئی شبہہ نہیں کہ مجلس ہذا جو کہ مولود شریف کی محفل ہے، مجلس ذکر ہے۔ اس میں وقت ذکر ولادت باسعادت آں حضرت ﷺ کے کھڑے ہونا واجب ہے۔ کیوں کہ قاری مولد کے کہنے پر عمل کرنا واجب ہوا۔ جب وہ مجلس میں سب کو کہ دیتا ہے تعظیم رسول اکرم ﷺ کے لیے کھڑے ہوجاؤ، اور قاری مولد وقت ذکر ولادت شریف یوں کہتا ہے ؎

اٹھ کھڑے ہو مومنو تعظیم کو — اور جھکا دو اپنا سر تسلیم کو — یا یوں
ندا از حاملانِ عرش آمد — کہ برخیز از پے تعظیم احمد — یا یوں

---

[۱] پارہ: ٤ آلِ عمران: ۳، آیت: ۱۹۱

[۲] کتاب الشفا، ج: ۱، ص: ۲۰، الفصل الاول فیما جاء من ذلك مجئی المدح. [۳] پارہ: ۲۸، المجادلہ: ۵۸، آیت: ۱۱

[۴] ملخصاً تفسیر قادری، ج: ۲، ص: ۵۱۸

ندائے غیب یہ آئی برابر کہ تعظیم محمد کیجیے اٹھ کر یایوں
اٹھو ذکر میلاد حضرت ہے اب کھڑے دست بستہ ہوؤ سب کے سب یایوں
سر کے بل اٹھو سنو جب مصطفی پیدا ہوئے نور سے جن کے جہاں میں انبیا پیدا ہوئے

اس آیت شریف سے ثابت ہے کہ اگر کوئی شخص ذکر ولادت باسعادت کے وقت مولود شریف میں تعظیم آں حضرت ﷺ کے لیے کھڑا نہ ہو وہ آیت قرآنی کا منکر، شقی القلب، مہین آں حضرت ﷺ کا ہے۔

⑤ حدیث شریف اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد چہارم، صفحہ: ۲۵، باب القیام:

[۱]"عن عكرمة بن ابي جهل قال: قال رسول الله صلي الله عليه وسلم يوم جئته. گفت عکرمہ کہ گفت آں حضرت در روز آمدنِ من آں حضرت را برائے بیعتِ اسلام مرحبا بالراكب المهاجر بسوارے کہ ہجرت آورد۔ ورحب مکان فراخ را گویند ایں دعا بخوش آمدن وخوش حال رسیدن۔ وسیوطی در جمع الجوامع از مصعب بن عبد اللہ آوردہ کہ چوں آں حضرت ﷺ عکرمہ بن ابی جہل را دید ایستادہ وبجانب او رفت و اعتناق کرد و فرمود" مرحبا بالراكب المهاجر"۔ (الحدیث رواہ الترمذی) بلفظہ۔

⑥ حدیث شریف ایضاً جلد چہارم، صفحہ: ۲۶:

[۲]"و عن الشعبي ان النبي صلى الله عليه وسلم تلقي جعفر بن أبي طالب. شعبی کہ از تابعین است روایت می کند کہ آں حضرت ﷺ پیش آمد جعفر بن ابی طالب را فالتزمه و قبل ما بين عينيه. پس معانقہ کرد و او را بوسہ داد درمیان دو چشم وے"۔ الخ۔ بلفظہ۔

⑦ حدیث شریف ایضاً جلد چہارم، صفحہ: ۲۷:

"و عن زارع و كان وفد عبد القيس. روایت ست از زارع۔ و بودے در ایلچیانِ عبد القیس قال گفت لما قدمنا المدينة ہر گاہ کہ قدوم آوردیم بہ مدینہ فجعلنا نتبادر من رواحلنا پس شتابی می کردیم و از دور می ستافتیم و فرود آمدیم و می افتادیم از مرکب ہائے خود فقبّلنا يد رسول الله پس بوسہ می دادیم دست مبارک پیغمبر خدا ﷺ و رِجْله و پائے شریف او را از ین جا تجویز پائے بوس معلوم شد۔ (رواہ ابوداؤد) بلفظہ۔

---

[۱] ترجمہ: حضرت عکرمہ بن ابوجہل نے فرمایا کہ اسلام کی بیعت کے لیے حضور کے پاس آنے کے دن حضور نے فرمایا مرحبا بالراكب المهاجر. یعنی خوش آمدید ہے اس سوار کے لیے جو ہجرت کر کے آیا ہے۔ اور "رحب" کشادہ جگہ کو کہتے ہیں۔ اور یہ خوش آمدید یا خوش حالی پہنچنے کی دعا ہے۔ اور امام سیوطی نے جمع الجوامع میں حضرت مصعب بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور سیدِ عالم ﷺ نے حضرت عکرمہ بن ابوجہل کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے، ان کی طرف بڑھے اور معانقہ کر کے فرمایا مرحبا بالراكب المهاجر.

[۲] ترجمہ: حضرت شعبی، جو کہ تابعین میں سے ہیں، نے بیان کیا کہ حضور سید عالم ﷺ حضرت جعفر بن ابوطالب سے ملے تو ان سے معانقہ کیا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا۔

توضیح:- اس حدیث شریف سے بھی قیام ومعانقہ اور بوسہ ہاتھوں اور پاؤں کا ثابت ہے۔ اور صحابہ کی طرف سے کس قدر تعظیم اور ادب ہے کہ آں حضرت ﷺ کو دیکھتے ہی اپنی سواریوں پر سے کود پڑے اور دور سے ہی اتر پڑے اور آتے ہی ہاتھ اور پاؤں مبارک کو چوم لیا۔ اس سے قدم بوسی کیسی صاف ثابت۔ ہے یا تو وہابیوں کو قیام ہی برا معلوم ہوتا تھا، حالاں کہ قدم بوسی سر کو جھکا کر سجدہ کی طرح کی جاتی ہے قیام کا رونا تو روتے ہی تھے، اب قدم بوسی پر پیٹنا اور سر کو نوچنا ہوگا جو وہابیوں کے نصیب میں ہے۔

(۸) حدیث شریف اشعۃ اللمعات، جلد چہارم، صفحہ: ۲۷:

[۱]"(عن عائشة) رضی الله عنها قالت ما رأيت احدًا كان ....سمتًا وهديا ودلا وفي رواية حديثا وكلامًا گفت عائشہ رضی اللہ عنہا ندیدم ہیچ کسے را مانند ترا بہ خشوع وخضوع وتواضع وہدے وسکینہ ووقار وحسن خلق وحسن حدیث برسول الله صلى الله عليه وسلم. عن فاطمة رضي الله عنها از فاطمہ رضی اللہ عنہا كانت اذا دخلت فاطمہ چون می در آمد براں حضرت قام اليها می ایستادو می رفت ومیل می کرد آں حضرت بہ سوئے وے فاخذ بيدها پس می گرفت آں حضرت دست فاطمہ را فقبلها پس بوسہ می کرد اورا اجلسها فى مجلسه ومی نشاند آں حضرت فاطمہ را در جائے نشست خود، یعنی جائے خود برائے وے می گزاشت واورا می نشاند وكان اذا دخل عليها قامت اليه واخذت بيده فقبلته واجلسته في مجلسها وبود آں حضرت چوں می در آمد بر فاطمہ، می ایستادو می رفت و میل می کرد بہ سوئے آں حضرت پس می گرفت دست آں حضرت را پس بوسہ می کرد و می نشاند آں حضرت را در مجلس نشست خود۔" (رواہ ابوداؤد) بلفظہ۔

دیکھیے کیسا قیام بالوضاحت ہے قادم[۲] کے لیے جس کے آپ منکر ہیں۔

(۸) حدیث شریف مشکوٰۃ، باب القیام:

"عن أبي سعيد الخدري قال لما نزلت بنو قريظة علىٰ حكم سعد بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم اليه وكان قريبا منه فجاء علىٰ حمار فلما دنا من المسجد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم للأنصار: قوموا الىٰ سيدكم." مفتق عليه.[۳]

یعنی ابی سعید خدری رضی اللہ سے روایت ہے کہ جب (بنو قریظہ کا قبیلہ ایک حصار سے) اترے بہ حکم سعد بن معاذ

---

[۱] ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے خشوع وخضوع، انکساری، ہدایت، سنجیدگی، حسنِ خلق اور حسنِ کلام میں آپ کی طرح کسی کو نہیں دیکھا۔ حضرت فاطمہ بیان کرتی ہیں کہ جب وہ حضور کے پاس آتیں تو آپ کھڑے ہو کر ان کی طرف چلتے اور جھکتے پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ لیتے اور اپنی جگہ پر ان کو بٹھاتے، یعنی اپنی جگہ ان کے لیے چھوڑ کر انھیں اس جگہ بٹھاتے۔ یوں ہی جب حضور حضرت فاطمہ کے پاس تشریف لاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں، ان کی طرف چلتیں اور جھکتیں پھر آپ کے مبارک ہاتھ کا بوسہ لیتیں اور آپ کو اپنی بیٹھنے کی جگہ بٹھاتیں۔

[۲] قادم: آنے والا۔ [۳] مشكوٰة شريف، كتاب الآداب، باب القيام، ص:٤٠٣، مجلس بركات الجامعة الاشرفيه

(جو قبیلہ اوس کے سردار تھے) آں حضرت ﷺ نے ایک آدمی کو (سعد بن معاذ کی طرف) بھیجا اور حضرت سعد آں حضرت ﷺ کے نزدیک تھے طلب کیا ان کو۔ پس حضرت سعد بن معاذ گدھے پر سوار ہو کر آئے اور جب مسجد (نبوی) کے نزدیک پہنچے (جہاں حضرت تشریف فرما تھے) تو آں حضرت ﷺ نے انصار کو فرمایا کہ اٹھو اور جاؤ اپنے سردار کی طرف۔ یعنی کھڑے ہو جاؤ اپنے سردار کے لیے۔

نیز اس حدیث شریف کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق اشعۃ اللمعات میں اس طرح لکھتے ہیں:

[1]"وہم طیبی از محی السنۃ نقل کردہ اند جماہیر علما بایں حدیث برا کرام اہل فضل از علم یا صلاح یا مشرف بہ قیام و امام محی السنۃ محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ گفتہ کہ ایں قیام اہل فضل را وقت قدوم آوردن ایشاں مستحب است و احادیث دریں باب ورود یافتہ و در نہی ازاں صریحاً چیزے صحیح نشدہ۔" الخ۔ بلفظہ۔ (صفحہ: ۳۰)

پس صاف ہے کہ اس پر اجماع جماہیر علما ہو چکا ہے کہ ہر اہل فضل و قادم کے لیے قیام کرنا جائز ہے۔

(۱۰) مشکوٰۃ کی حدیث کتاب الآداب باب القیام الفصل الثالث:

"و عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلي الله عليه وسلم يجلس معنا في المسجد يحدثنا فاذا اقام قمنا قيامًا حتي نراه قد دخل بعض بيوت ازواجه."[2]

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ ہمارے ساتھ مسجد میں تشریف رکھا کرتے تھے، جب حضور کھڑے ہو جایا کرتے تھے ہم بھی کھڑے ہو جایا کرتے تھے، اور کھڑے رہا کرتے جب تک آں حضرت ﷺ کسی اپنے ازواجِ مطہرات کے گھر میں داخل ہو جاتے۔

(۱۱) ایضاً:

"وعن واثلة بن خطاب قال دخل رجل الیٰ رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو في المسجد قاعد فتزحزح له رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال الرجل یا رسول! ان فی المكان سعة فقال النبي صلی الله علیه وسلم ان للمسلم لحقا اذا رآه اخوه ان یتزحزح له."[3]

یعنی واثلہ بن خطاب سے روایت ہے کہا کہ ایک روز ایک آدمی آں حضرت ﷺ کی خدمت میں آیا۔ حضور مسجد میں تشریف رکھتے تھے، پس سرکے اور ہلے (بہ طور قیام) اپنی جگہ سے اس آدمی کے لیے، پس عرض کی اس مرد نے کہ جگہ تو بہت کشادہ ہے (ہلنے اور سرکنے کی ضرورت نہیں) پس فرمایا آں حضرت ﷺ نے کہ تحقیق ہر مسلمان کے لیے ایک حق ہے

---

[1] ترجمہ: طیبی نے محی السنہ کے حوالے سے علم کی وجہ سے فضیلت و صلاحیت والے کے لیے کھڑے ہو کر اس کی تعظیم کرنے کے سلسلے میں اسی حدیث سے علما کی جمہوریت اور ان کا اتفاق بھی نقل کیا ہے۔ نیز امام محی السنہ محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فضل والوں کی آمد پر کھڑا ہونا مستحب ہے۔ اور اس بارے میں حدیثیں وارد ہیں۔ اور اس سے ممانعت کے بارے میں صراحۃً کوئی چیز صحیح نہیں۔

[2] مشکوٰۃ شریف، ص: ۴۰۳، باب القیام　[3] مشکوٰۃ شریف، ص، ٤٠٤، باب القیام.

جب وہ دیکھے اپنے بھائی کو آتے ہوئے تو ملے اور سر کے (بہ طور اظہار تعظیم و تکریم جس میں قیام بھی داخل ہے۔)

اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اشعۃ اللمعات میں اس طرح فرماتے ہیں: قطع نظر از تنگی و فراخی جائے جنبیدن و یکسوشدن از جائے بہ قصد اکرام و اعتنا نیز حق ست۔" بلفظہ۔ (صفحہ: ۳۳۳، جلد چہارم)

(۱۲) غنیۃ الطالبین حضرت غوث پاک شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، صفحہ: ۳۶، ۳۷:

"يستحب القيام للامام العادل والوالدين و اهل الدين والورع واكرم الناس. وأصل ذٰلك ما روي أنَّ رسول الله عليه وسلم ارسل الى سعد رضي الله عنه في شان أهل قريظة فجاء علىٰ حمار قمر، فقال رسول الله صلي الله عليه وسلم قوموا الى سيدكم. وقد روت عائشة رضى الله عنها انها قالت: كان رسول الله صلي الله عليه وسلم اذا دخل علىٰ فاطمة رضي الله عنها قامت اليه فاخذت بيده قبَّلته واجلسته في مجلسها واذا دخلت على النبي صلى الله عليه وسلم قام اليها وأخذ بيدها و قبلها واجلسها في مجلسه. وقد روي عنه صلى الله عليه وسلم انه قال اذا جاء كم كريم قوم فا كرمره."

ترجمہ: بہتر ہے قیام کرنا یا کھڑے ہوجانا (تعظیماً) بادشاہ عادل اور ماں باپ اور دین دار شخص اور پرہیزگار اور بڑے لوگوں کے واسطے۔ اور اصل اس کی وہ احادیث ہیں جو روایت کی گئی ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ نے ایک شخص، سعد رضی اللہ عنہ کی طرف بلانے کے لیے بھیجا، پس سعد رضی اللہ عنہ ایک سفید گھوڑے پر سوار ہو کر حضور کی خدمت میں آئے تب فرمایا آں حضرت ﷺ نے کھڑے ہوجاؤ اپنے سردار کے واسطے۔ نیز روایت کی گئی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا جب آں حضرت ﷺ تشریف لاتے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس وہ کھڑی ہوجاتیں (تعظیماً) اور ہاتھ مبارک کو بوسہ دیتیں اور اپنے بیٹھنے کی جگہ پر بٹھلاتیں۔ اور جب حضرت بی بی فاطمہ حضور کی خدمت میں آتیں تو ان کے لیے حضور کھڑے ہوجاتے اور ان کے ہاتھ کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھلاتے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جب تمہارے پاس کسی قوم کا کوئی بزرگ آوے تو اس کی عزت اور تعظیم کرو۔

(۱۳) آیات اللہ الکاملہ اردو ترجمہ حجۃ اللہ البالغہ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ، صفحہ: ۵۹۵:

فرمایا آں حضرت ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے قصہ میں "قوموا الی سیدکم" کھڑے ہو تم طرف سردار اپنے کے لیے۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب آں حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھیں تو آپ ان کے لیے کھڑے ہوجایا کرتے تھے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتے تھے، اور آں حضرت ﷺ حضرت فاطمہ کے پاس جاتے تھے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کھڑی ہوجایا کرتی تھیں اور آپ کا دست مبارک چومتی تھیں۔ اور اپنی جگہ آپ کو بٹھاتی تھیں۔ الخ۔ بلفظہ۔

(۱۴) عقد الجوہر برزنجی، مصنفہ حضرت علامہ جعفر بن حسین برزنجی علیہ الرحمہ، صفحہ: ۲۸، مطبوعہ ۱۳۰۰ ہجری:

"وقد استحسن القيام عند ذكر مولده الشريف ائمة ذو رواية و روية فطوبىٰ لمن كان تعظيمه صلى الله عليه وسلم غاية مرامه ومرماه."

یعنی اور بے شک اچھا جانا قیام کرنے کو وقت ذکر ولادت آں حضرت ﷺ کے اماموں نے جو روایت کرنے والے شعور مند ہیں۔ سو خوش خبری اور بھلائی ہو جیو اس کے لیے جسے پسند ہو تعظیم نبی ﷺ کی نہایت ہو مقصود و مدنظر اس کا اور خواہش اس کی۔

(۱۵) حاشیہ عقد الجوہر مذکورہ بالا، صفحہ: ۲۹، منجانب حضرت نور اللہ شاہ قادری لکھنوی:

یعنی علمائے دین شرع متین اور فقہائے راشدین و محدثین اور مجتہدین متقدمین و متاخرین نے فرمایا کہ قیام کرنا خاص ذکر ولادت شریف پر واسطے تعظیم آں حضرت ﷺ کے مستحسن اور لازم ہے۔ اور اس بات پر تمام مکہ اور مدینہ منورہ کے عالموں کا اتفاق ہے۔ مگر فرقہ وہابیہ کے لوگوں کو البتہ اس میں کلام ہے۔ اور سوا ان کے سب اکابر دین اور علمائے محققین نیچے لے جائیں تکلف ہمیشہ سے قیام مولود شریف کرتے چلے آئے ہیں۔ کسی کو انکار نہیں۔ جب مسلمانوں کو یہ بات ثابت ہو چکی تو ہر ایک صاحب ایمان کو پیروی کرنا لازم ہے۔ خصوصاً مولانا جلال الدین سیوطی اور ابن جوزی محدث اور امام جعفر بن حسین برزنجی علاوہ ان کے بڑے بڑے علمائے ہندوستان اور فقہا محدثان چناں چہ مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی و معلم العلماء ذی جاہ مولانا ولی اللہ محدث دہلوی اور ابو العلماء متاخرین شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ادام اللہ فیوضہم یہ سب کے سب مولد کے قیام کو مستحسن سمجھتے ہیں۔ اور اپنی اپنی تصانیف میں کما حقہ ان سب صاحبوں نے وجوہات لکھی ہیں۔ بلکہ ہمارے جناب تقدس مآب امام العلما سلطان الاصفیا پیر دستگیر جنت آرام گاہ مرشدنا محمد شاہ سلامت اللہ علیہ الرحمہ نے رسالہ اشباہ الکلام فی اثبات المولد والقیام میں تو یہاں تک لکھا ہے اس کی تشریح بہ خوبی تمام لکھی ہے۔ جس کا جی چاہے نظر انصاف سے دیکھ کر خاطر جمع کر لے۔ جب مطلب اس قدر حدیثوں کو پہنچ چکا ہے تو نزدیک اس فقیر مترجم[1] کے قیام مولد شریف واجب ٹھیرا۔ اور اب انکار اس بات کا قصداً ضد سے بلا تاویل لامحالہ کفر ہوگا۔ "اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" بلفظہ۔ (صفحہ: ۲۹)

(۱۶) الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم حضرت شیخ محمد عبد الحق مہاجر مکی، صفحہ: ۱۳۸:

افاد العلامة مولانا و شيخ شيخنا عبد الله سراج الحنفي مفتي مكة المكرمة رحمة الله عليه اما القيام اذا جاء ذكر ولادته صلى الله عليه وسلم عند قرأة المولد الشريف فوارثته الأئمة الاعلام واقره الائمة والحكام من غير نكير ولا رد راد، ولهٰذا كان مستحسنا ومن يستحق التعظيم غيره. ويكفي أثر عبد الله بن مسعود، ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن والله ولي التوفيق والهادي الىٰ سواء الطريق. حرره خادم الشريعة والمنهاج عبد الله بن المرحوم عبد الرحمٰن سراج

[1] مترجم الخ۔ یہ حضرت مترجم ہیں کتاب عقد الجواہر مصنفہ حضرت جعفر بن حسین برزنجی کے۔ ۱۲ منہ

المفسر بالمسجد الحرام. بلفظه.

ترجمہ: افادہ فرمایا ہے مولانا و شیخ شیخنا عبداللہ سراج حنفی مفتی مکہ معظّمہ نے اور قیام کرنا آپ کی ولادت باسعادت کے وقت مولود شریف میں سو یہ ائمہ اعلام سے متعارف ہے۔ اور قبول کیا ہے اس کو اماموں اور حکام بادشاہوں نے بغیر انکار کرنے کسی منکر کے اور بغیر رد کرنے والے کے اس واسطے مستحسن ہے۔ اور کافی ہے یہ اثر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا "ما راه المسلمون حسنًا فهو عند الله حسن" یعنی جس چیز کو مسلمان لوگ نیک جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی نیک اور اچھی ہے۔

(۱۷) ایضاً، قول حضرت مولانا شیخ جمال بن عبداللہ بن عمر مفتی حنفی مکہ معظّمہ صفحہ: ۱۳۹:

القيام عند ذكر مولده الاعطر جمع من السلف استحسنه فهو بدعة حسنة.بلفظه.

یعنی مولود شریف، قیام کرنا وقت ذکر پیدائش آں حضرت ﷺ کے ایک جماعت سلف نے مستحسن کہا ہے۔ پس وہ بدعت حسنہ ہے۔

(۱۸) ایضاً، تحریر مولانا شیخ محمد رحمت اللہ مہاجر مکی، صفحہ: ۱۳۹:

" اصاب من اجاب."

ترجمہ: جو (مولانا شیخ عبدالرحمٰن سراج نے) جواب دیا ہے، وہ صحیح ہے۔

(۱۹) ایضاً، تحریر حضرت محمد سعید بن محمد بابصیل مفتی شافعی مکہ معظّمہ، صفحہ: ۱۳۹:

"ان القيام عند ذكر ولادته صلى الله عليه وأله وسلم قيل انه مندوب و قيل انه بدعة حسنة لان البدعة تنقسم الىٰ واجبة و الىٰ مستحبة و الىٰ بقية الاحكام الخمسة كما بينه العلماء في محله." بلفظه.

ترجمہ: بے شک ذکر ولادت آں حضرت ﷺ کے وقت قیام کرنا بعض نے مندوب کہا ہے اور بعض نے (بدعت حسنہ) کہا، کیوں کہ بدعت کے بہت سے اقسام ہیں۔ واجب، مندوب اور باقی احکام خمسہ جسے علما نے بیان کیا ہے۔

(۲۰) ایضاً، تحریر حضرت خلف بن ابراہیم مفتی حنبلی مکہ معظّمہ، صفحہ: ۱۴۰:

"واما القيام عند ذكر مولده صلى الله عليه وسلم فهو ادب حسن ولا يخالف مشروعًا ومن تركه مع قيام الناس علىٰ اختلاف طبقاتهم فقد سلك مسلك الجفا و ربما يحصل عليه من الذم والتوبيخ ما لاخير فيه ولا يُهْوِيَنَّكَ الشطع والتعمق والتشريد في انكاره فانه اساءة واستخفاف بالجناب الاعظم صلى الله عليه وسلم." بلفظه.

یعنی قیام کرنا وقت ذکرِ پیدائش آں حضرت ﷺ کے عمدہ ادب ہے شریعت کے مخالف نہیں۔ اور جو کوئی آدمیوں کے ساتھ مولود شریف میں قیام کرنا ترک کرے۔ پس اس نے طریق جفا کا اختیار کیا۔ اور اکثر اس پر برائی اور توبیخ حاصل

کرتے ہیں۔جس میں خیر نہیں۔پس یہ بات ترک کرنا قیام کا حضور سرور عالم ﷺ کی جناب میں استخفاف اور توہین ہے (جو کفر ہے)۔

(۲۱) ایضاً،تحریر شیخ مولانا محمد بن عبداللہ بن حمید مفتی حنبلی مکہ معظّمہ،صفحہ:۱۴۰:

"ان المولد النبوی فصل من السيرة النبوية و معلوم استحباب قرأة السيرة الشريفة كلا و بعضا، و اما القيام عند ذكر ولادته صلى الله عليه وسلم فهو مقتضى الادب ولا ينافي مشروعاً." الخ. بلفظه.

یعنی بے شک مولد نبوی ایک فصل ہے سیرت نبویہ سے،سیرت شریفہ کا کلا یا بعضا پڑھنے کا استحباب سب کو معلوم ہے۔مگر قیام کرنا مقتضائے ادب ہے اور قواعد شرعیہ کے مخالف نہیں۔

(۲۲) ایضاً،تحریر مولانا محمد بن یحییٰ مفتی حنبلی مکۃ المشرفۃ،صفحہ:۱۴۰:

"يجب القيام عند ذكر ولادته صلى الله عليه وسلم لما استحسنه العلماء الأعلام وقدوة الدين والاسلام فذكروا ان عند ذكر ولادته صلى الله عليه وسلم يحضر روحانيته صلى الله عليه وسلم فعند ذٰلك يجب التعظيم والقيام.

یعنی قیام کرنا وقت ذکر ولادت باسعادت حضور ﷺ کے واجب ہے،کیوں کہ علمائے اعلام نے اس کو مستحسن کہا ہے جو کہ پیشوا دین واسلام کے ہیں،انھوں نے ذکر کیا ہے کہ آپ کی ولادت کے ذکر کے وقت آپ کی روح مبارک حاضر ہوتی ہے تو اس وقت تعظیم کے لیے قیام واجب ہے۔

(۲۳) ایضاً،تحریر مولانا حسین بن ابراہیم مفتی مالکی مکہ معظّمہ،صفحہ:۱۴۱:

"القيام عند ذكر ولادته صلى الله عليه وسلم سيد الاولين والآخرين صلي الله عليه وسلم استحسنه كثير من العلماء."

یعنی حضرت سید الاولین والآخرین کی ولادت کے ذکر کے وقت قیام کرنے کو اکثر علما نے مستحسن کہا ہے۔

(۲۴) ایضاً،تحریر مولانا محمد عمر بن بکر الرئیس مفتی شافعی مکہ معظّمہ،صفحہ:۱۴۱:

"نعم القيام عند ذكر ولادته صلى الله عليه وسلم استحسنه العلماء وهو حسن يجب علينا من تعظيمه صلى الله عليه وسلم."بلفظه.

یعنی ہاں البتہ قیام کرنا وقت ذکر ولادت حضرت ﷺ کے استحسان علما ہے اور وہ اچھا ہے،کیوں کہ آں حضرت ﷺ کی تعظیم ہم پر واجب ہے۔

(۲۵) ایضاً،تحریر مولانا عثمان حسن الدمیاطی شافعی مکہ معظّمہ،صفحہ:۱۴۱:

"القيام عند ذكر ولادته سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم في قراءة المولد الشريف تعظيمًا له صلى الله عليه وسلم امر لا شك في استحسانه وطلبه واستحبابه وندبه ويحصل لفاعله من الثواب الحظ الاوفرو الخير الاكبر لأنه تعظيم اي: تعظيم للنبي الكريم ذي الخلق العظيم الذي اخرجنا الله به من ظلمات الكفر الیٰ نور الایمان، وخلصنا به من نار الجهل الیٰ جَنَّات المعارف والايقان فتعظيمه صلى الله عليه وسلم فيه مسارعة الیٰ رضاء رب العٰلمين، واظهار لأقوى شرائع الدين، ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب. ومن يعظم حرمات الله فهو خير له عند ربه. ثم قال الدمياطي بعد نقل الاحاديث المثبتة للقيام فاستفيد من مجموع ما ذكرنا استحباب القيام له عند ذكر ولادته." الخ. بلفظه.

ترجمہ: کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر ولادت کے وقت مولود شریف میں آپ کی تعظیم کے واسطے قیام کرنا ایسا امر ہے جس کے استحباب اور استحسان میں شک نہیں۔ اور اس کے کرنے والے کو بہت بڑا ثواب ملتا ہے، کیوں کہ یہ قیام تعظیم ہے۔ اور تعظیم بھی اس نبی کریم کی جن کے سبب سے خداوند کریم نے ہم کو کفر کے اندھیرے سے نکال کر ایمان کی روشنی میں داخل کیا اور انھیں کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو جہل کی آگ سے نکال کر معارف اور ایقان کے باغ میں پہنچایا۔ پس آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرنا رضائے الٰہی کا باعث ہے۔ جو شخص تعظیم کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے شعائر کی وہ تعظیم کرنا دلوں کی پرہیز گاری ہے۔ جو شخص تعظیم کرے گا اللہ تعالیٰ کے حرمات کی پس وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے واسطے بہتر ہے۔ پھر دمیاطی نے بعد نقل کرنے ان حدیثوں کے جن سے قیام کا ثبوت ہوتا ہے، کہا اس مجموع سے جن کو ہم نے بیان کیا ہے آپ کی ولادت کے وقت قیام کرنے کا استحباب مستفاد ہوا۔

(۲۶) ایضاً، مولد الکبیر مصنفہ حضرت علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، صفحہ: ۱۴۳:

"فيقال نظير ذلك في القيام عند ذكر ولادته صلى الله عليه وسلم، و ايضًا قال اجتمعت الأمة المحمدية من أهل السنة والجماعه علیٰ استحسان القيام المذكور. قد قال صلى الله عليه وسلم لا يجتمع امتي علیٰ ضلالة." بلفظه.

ترجمہ: پس کہا جائے گا اسی کی نظیر سے قیام کرنا وقت ذکر ولادت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نیز قیام مذکور کے استحسان پر امت محمدیہ اہل سنت و جماعت نے اجماع کر لیا ہے، اور تحقیق فرمایا آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔

(۲۷) ایضاً، افادہ مولانا ابوالبرکات رکن الدین محمد المدعو بتراب علیٰ قدس سرہٗ، صفحہ: ۱۴۳:

؎ ”حامداً و مصلیاً۔ در پردہ مباد کہ ذکر ولادت شریف آں حضرت ﷺ وہم چناں ذکر معراج وغزوات و معجزات و مانند اینہا بروایات معتمدہ و معتبرہ در ہر وقت و ہر مکان ظاہر بلاتقیید و تعیین تاریخ و ماہ، معریٰ از بدعات، منفرداً او مجتمعًا بہ زبان عربی باشد یا فارسی یا اردو، نثر باشد یا نظم بالاتفاق از مثوبات ست و خیر محض و موجب تقویت ایمان، واما تعیین آں در شہر ربیع الاول و در شب دوازدہم آں در روز وے پس نزد محدثین مانند امام نووی، و حافظ ابوشامہ استاد امام نووی، و ابن جوزی، و شیخ ابوموسیٰ زرہوتی، و علامہ ناصر الدین مبارک معروف بہ ابن طباخ، و جلال الدین سیوطی، و علامہ ظہیر الدین جعفر، و محمد بن علی دمشقی مصنف سبل اللہ، و امام برزنجی، و شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم قدس اسرارہم، پس از امور مستحسنہ است واز ادلۂ قویہ دنداں شکن مبرہن و مثبت است۔“ الخ۔ بلفظہ۔ (صفحہ: ۲۸)

(۲۸)　غیر مسلموں کی طرف سے ولایت لنڈن میں آں حضرت ﷺ کی تعظیم کے لیے قیام۔

(از اخبار زمین دار لاہور، مورخہ ۸/ذی قعدہ ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹/ستمبر ۱۹۱۵ء یوم یک شنبہ صفحہ: ۲، کالم ۳)

ایک ہندوستانی مسلمان کا انگلستان میں الوداعی جلسہ

خلاصہ اس جلسہ الوداعی چودھری عبدالحق بیرسٹر کا یہ ہے کہ اس جلسہ میں کثرت سے لوگ تھے۔ اور اعلیٰ طبقہ کے امرا قابل ذکر حسب ذیل حاضر تھے۔

(۱) ڈاکٹر جان پولن سی.آئی.ای.
(۲) مسٹر جی بی پیننیکن سی.آئی.ای.
(۳) پروفیسر بی ڈبلیو ارنلڈ
(۴) مسٹر این سی بین
(۵) ڈاکٹر کیاڈیا ایم.ڈی.
(۶) مسٹر جی او بیرسٹر ایٹ لا
(۷) مسٹر بی بی ورما بیرسٹر ایٹ لا
(۸) مسٹر این.بی.دلال
(۹) پروفیسر لیون ایم.ڈی.ایچ.ڈی.لیون
(۱۰) نواب امین الدین حسین خاں
(۱۱) مسٹر اے.ایچ.تیمور مصر
(۱۲) السید بکری مصر

؎ ترجمہ: حمد و صلاۃ کے بعد پوشیدہ نہیں کہ معتبر اور معتمد روایت کے مطابق حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف، واقعۂ معراج، غزوات و معجزات اور ان کے مثل دوسرے واقعات کا ذکر جو بدعتوں سے پاک ہو، اسے تاریخ اور مہینہ کی تعیین کے بغیر ہر وقت اور ہر مکان میں بیان کرنا ظاہر ہے۔ [یعنی اس کے جواز کا حکم ظاہر ہے] خواہ انفرادی طور ہو یا اجتماعی طور پر، عربی زبان میں ہو یا فارسی۔ نثر [تقریر] میں ہو یا نظم [شعر] میں، یہ بہ اتفاق امت کار ثواب اور سراپا خیر ہونے کے ساتھ ہی ایمان کو قوت بخشنے کا ذریعہ بھی ہے۔ اور رہا مسئلہ ماہ ربیع الاول اور اس کی بارہویں تاریخ کی رات یا دن میں تعیین کا تو محدثین کرام مثلاً امام نووی، حافظ ابوشامہ، استاد امام نوی، ابن جوزی، شیخ ابوموسیٰ زرہوتی، علامہ ناصر الدین مبارک معرف بہ ابن طباخ، جلال الدین سیوطی، علامہ ظہیر الدین جعفر، محمد بن علی دمشقی، مصنف سبل اللہ، امام برزنجی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم قدس اسرارہم کے نزدیک یہ امر مستحسن ہے اور [مخالفین کے لیے] یہ ایسی مضبوط اور دنداں شکن دلیل ہے جو اس کے جواز کو بھی ثابت کر رہی ہے۔

(۱۳) مسز مرواکشمیر (۱۴) مس ای۔جے۔ہیلکٹ
(۱۵) مسٹرومسز مرزاڈاکٹر حسن علی سندھ (۱۶) مسٹر انور العظیم (مشرقی بنگال)
(۱۷) مسٹرومسز فلایٹ (۱۸) مسٹر ولیم بل ممبر پارلیمنٹ
(۱۹) مسٹر ڈگبی سی۔آئی۔ای۔وغیرہم

میر مجلس ڈاکٹر جان پولس صدر ہوئے جنھوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ چودھری عبدالحق نے مشرق سے مغرب کے درمیان دوستانہ ارتباط بڑھانے میں کوشش کی ہے جو قابل داد ہے۔اور صاحبان نے بھی اپنی اپنی تقریریں کیں۔اخیر پر بہت سے انگریز مرد وزن میں سے ایک جاپانی شاعر (مسٹر کومائی) نے بھی اپنی نغمہ سنجی کی۔اور ڈاکٹر پولن نے ایک لطیف نظم بہ زبان انگریزی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضائل ومناقب میں پڑھی جس کے دوران میں تمام حاضرین از راہ تعظیم سروقد ایستادہ رہے اور جلسہ ختم ہوگیا۔بلفظہ۔(ملخصاً وملتقطاً)

میں کہتا ہوں مسلمانوں غور کرو! اور منکرو سوچو! یہ ہے قیام تعظیمی حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا، جو اس جلسہ میں غیر مسلمین عالی درجات دنیا کی طرف سے عمل میں آیا۔اس تعظیم کی وجہ سے ممکن ہے کہ خداوند کریم ان لوگوں کو آخرت میں بھی کوئی ایسی سبیل پیدا کردے گا کہ وہاں بھی عالی درجات ہوں اور منکرین کو (جو برائے مسلمان ہیں) اس انکار تعظیم کی گستاخی کی وجہ سے درجہ اسفل السافلین سے بچائے۔عبرت! عبرت!! عبرت!!!

(۲۹) اقتباس فتاویٰ علمائے مکہ معظّمہ (۴۲) ومدینہ منورہ (۳۰) وجدہ (۱۰) وجدیدہ (۱۲)۔ جو مولوی عبدالرحیم مرحوم دہلوی ۱۲۸۸ھ کو لائے۔اور اپنی کتاب روضۃ النعیم فی ذکر النبی الکریم میں شائع کیے جن میں حکم ہے کہ جو شخص مولود شریف اور قیام تعظیمی کا انکار کرے وہ بدعتی ہے۔حاکم شرع کو لازم ہے کہ ایسے منکر کو سزا دے۔تعداد علما ۹۴۔

سوال استفتا از علمائے مکہ معظّمہ

ما قولكم دام فضلكم في ان ذكر مولد النبي صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته خاصة مع تعيين اليوم و تزئين المكان واستعمال الطيب وقراءة سورة من القرآن واطعام للمسلمين هل يجوز ويثاب فاعله ام لا؟ بَيِّنُوا جزاكم الله تعالىٰ.

ترجمہ: کیا فرماتے ہو (ہمیشہ رکھے اللہ تعالیٰ بزرگی تمہاری) بیچ اس امر کے کہ ذکر کرنا ولادت حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اور کھڑا ہونا نزدیک ذکر پیدائش کے خاص کر ساتھ معین کرنے دن کے اور مزین کرنے مکان کے اور استعمال کرنے خوشبو کے اور پڑھنا کسی سورت کا قرآن مجید سے اور کھانا کھلانا مسلمانوں کو خدا کے واسطے کیا درست ہے اور ثواب ملتا ہے اس کے کرنے والے کو یا نہیں؟ بیان فرماؤ تم کو اللہ تعالیٰ جزا دے گا۔

الجواب

اعلم ان عمل المولد الشريف بهذه الكيفية المذكورة مستحسن مستحب، لان العلماء المتقدمين قد استحسنوه. وقد استحسن القيام عند ذكر الولادة الشريفة، والمنكر لهٰذه مبتدع بدعة سَيِّئَة مذمومة لانكاره علىٰ شئ حسن عند الله والمسلمين. كما جاء في حديث ابن مسعود قال: ما راه المسلمون حسنًا فهو عند الله حسن. والمراد من المسلمين هٰهنا الذين كاملو الاسلام كالعلماء العاملين، و علماء عرب، والمصر، والشام، والروم، والاندلس كلهم رأوه حسنا في زمان السلف الىٰ الان، فصار عليه اجماع الامة فهو حق ليس بضلال. قال رسول الله صلي الله عليه وسلم: لا تجتمع امتي علىٰ ضلالة. فعلى حاكم الشريعة تعزير منكره. والله اعلم.

ترجمہ: جان لو کہ کرنا مولود شریف کا اس ہیئت کذائیہ ملتزمہ موقتہ سے مستحسن مستحب ہے۔ کیوں علمائے متقدمین نے اس کو مستحسن کہا ہے، اور اسی طرح قیام تعظیمی کو مستحسن کہا ہے۔ اور اس کا منکر بدعتی ہے، اور برا بدعتی اس لیے کہ وہ ایسے عمل کا منکر ہے جو رب العزت اور کافہ مسلمین کے نزدیک مستحسن ہے۔ اثر حضرت عبداللہ بن مسعود سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کو مسلمان نیک اور اچھی سمجھیں وہ عنداللہ بھی نیک اور اچھی ہے۔ عام مسلمانوں سے مراد علمائے باعمل ہیں۔ چناں چہ سلف سے اب تک علمائے عرب، مصر، شام، روم اندلس بالاتفاق اس عمل کو مستحسن جانتے ہیں۔ پس اس پر اجماع امت ہو گیا ہے اس کے حق ہونے پر شبہہ نہیں آں حضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت گمراہی پر کبھی اتفاق کر کے جمع نہ ہو گی۔ لہٰذا حاکم شرع کو لازم ہے کہ اس کے منکر کو سزا دے۔ اس فتویٰ پر مفتیان مذاہب اربعہ و دیگر علمائے مکہ معظّمہ بیالیس (۴۲) کس[1] کی مواہیر ثبت ہیں۔

خلاصہ تحریر علمائے مدینہ منورہ سوال وہی ایک ہے

الجواب

اعلم ان ماصنع من الولائم في مولد الشريف وقرأت لحضرة المسلمين وانفاق الطعومات، و قيام عند ذكر ولادة الرسول الامين، ورش ماء الورد وايقاد البخور و تزيين المكان وقراءة شئ من القراٰن والصلوٰة على النبي صلى الله عليه وسلم، و اظهار الفرح والسرور فلا شبهة في انه بدعة حسنة مستحبه و فضيلة مستحسنة فلا ينكرها الا المبتدع لااستماع بقوله. بل علىٰ حاكم

[1] کس: حضرات۔

الاسلام ان يعزره. والله اعلم.

ترجمہ: جو چیزیں عمل مولد شریف میں برتی جاتی ہیں۔ مثلاً خیر خیرات اور اچھی چیزیں تقسیم کرنا، اور آیات قرآنی اور درود شریف کا پڑھنا اور اظہار فرحت اور سرور اور قیام وقت ذکر ولادت کرنا، اور گلاب پاشی اور بخور کا سلگانا، اور مکان کو سجانا سب کے سب بلاشبہہ بدعت حسنہ ہیں۔ اور نہایت خوبی وفضیلت کی باتیں ہیں۔ اس کا انکار وہی کرے گا جو بدعتی ہوگا۔ اور ایسے بدعتی کی بات ہرگز نہ سننا چاہیے۔ بلکہ حاکم شرع کو واجب ہے کہ اس منکر کو سزا دے۔

اس فتویٰ پر علمائے کرام مدینہ منورہ کے تیس (۳۰) کس کی مواہیر ثبت ہیں۔

خلاصہ تحریر علمائے جدہ شریفہ

اعلم ان ذكر مولد النبي صلى الله عليه وسلم بهذه الصّورة المجموعة المذكورة بدعة حسنة مستحبة شرعا لاينكرها الامن في قلبه شعبة من شعب النفاق والبغض له صلى الله عليه وسلم كيف يسوغ له ذلك مع قوله تعالىٰ ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب. والله اعلم.

ترجمہ: محفل میلاد مبارک بہ ہیئت کذائیہ شرعاً بدعت حسنہ اور مستحب ہے۔ اس کا انکار وہی کرے گا جس کے دل میں نفاق اور بغض وعداوت حضرت ﷺ سے ہے۔ کس طرح سے اس کا انکار کوئی کر سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرنا دلوں کی پرہیزگاری ہے۔ اس فتویٰ پر علمائے کرام جدہ شریفہ کے دس (۱۰) کس کی مواہیر ثبت ہیں۔

خلاصہ تحریر علمائے کرام جدیدہ شریفہ

نعم! قرأة المولد الشريف مع الاشياء المذكورة جائزة بل مستحبة يثاب فاعلها. فقد الف في ذلك العلماء وحثوا علىٰ فعله وقالوا لاينكرها الا المبتدع. فعلى حاكم الشريعة ان يعزره. والله اعلم.

یعنی ہاں! انعقاد محفل پاک مولود شریف بہ ہیئت کذائیہ جائز ہے۔ اس کے کرنے والے کو ثواب ملے گا۔ اکثر علما نے اس محفل پاک کے بارہ میں کتابیں لکھی ہیں۔ اور لوگوں کو اس محفل پاک کے انعقاد کی ترغیب دلائی ہے۔ ان کا قول ہے کہ اس محفل پاک کا منکر بدعتی کے سوا اور کوئی نہیں۔ حاکم شرع پر واجب ہے کہ اس کے منکر کو سزا دے۔

اس فتویٰ پر جدیدہ شریفہ کے بارہ (۱۲) کس کی مواہیر ثبت ہیں۔

فہرست اول: اسم وار محدثین وعلمائے مجوزین مولود شریف وعاملین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین

(۱) شیخ عمر بن محمد الملاء موصلی من الصالحین المشہورین سب سے اول انھوں نے مولود شریف کو ترتیب دیا۔

(۲) علامہ ابوالخطاب ابن دحیہ اندلسی جو دحیہ کلبی صحابی کی اولاد میں سے تھے۔ اور علما وصلحا سلطان ابوسعید مظفر کی محفل میں آتے تھے انھوں نے سب سے اول کتاب التنویر فی مولد السراج المنیر تصنیف فرمائی۔ اور سلطان اربل کو

پیش کی۔(دیکھو،صفحہ:۲۶۰)

(۳) علامہ ابوطیب السبتی نزیل قوص من اجلۃ العلماء المالکیہ۔
(۴) امام ابومحمد عبدالرحمٰن ابن اسماعیل استاد امام نووی معروف بابوشامہ۔
(۵) علامہ ابوالفرح بن جوزی محدث فقیہ حنبلی۔
(۶) امام علامہ سیف الدین حمیری دمشقی حنفی محدث معروف بابن طغربک۔
(۷) امام القراء والمحدثین حافظ شمس الدین ابن جزری۔
(۸) حافظ عماد الدین ابن کثیر۔
(۹) علامہ ابوالحسن احمد بن عبداللہ البکری۔
(۱۰) علامہ ابوالقاسم محمد بن عثمان اللولوی الدمشقی۔
(۱۱) شمس الدین محمد بن ناصر الدین الدمشقی۔
(۱۲) علامہ سلیمان برسوی امام جامع سلطان، کشف الظنون میں لکھا ہے کہ مولود شریف ان کا مولفہ مجالس رومیہ میں پڑھا جاتا ہے۔
(۱۳) ابن الشیخ آقا شمس الدین (کشف الظنون)۔
(۱۴) المولیٰ حسن البحری۔
(۱۵) الشیخ محمد بن حمزہ العربی الواعظ۔
(۱۶) الشیخ شمس الدین احمد بن محمد ایسواسی۔
(۱۷) علامہ حافظ ابوالخیر سخاوی۔
(۱۸) سید عفیف الدین الشیرازی۔
(۱۹) ابوبکر الدنقلی۔
(۲۰) برہان محمد ناصحی۔
(۲۱) برہان ابوالصفا۔ان کے مولود شریف کا نام ہے "فتح اللہ حسبی وکفیٰ فی مولد المصطفیٰ"
(۲۲) الشمس الدین دمیاطی المعروف بابن السنباطی۔
(۲۳) برہان بن یوسف الفاقوس۔ان کا مولود شریف چار سو شعر سے زیادہ ہے۔
(۲۴) حافظ زین الدین عراقی۔
(۲۵) مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی شیزاری صاحب قاموس، ان کے مولد شریف کا نام ہے "النفحات العنبر یہ

فی مولد خیر البریۃ"

(۲۶) امام محقق ولی الدین ابوذرعۃ العراقی۔

(۲۷) ابوعبداللہ محمد بن النعمان۔

(۲۸) جمال الدین العجمی الہمدانی۔

(۲۹) یوسف الحجاز۔

(۳۰) یوسف بن علی بن رزاق الشامی الاصل المصری المولد۔

(۳۱) ابوبکر الحجاز۔

(۳۲) منصور بشار۔

(۳۳) ابوموسیٰ ترہونی وقیل زرہونی۔

(۳۴) الشیخ عبدالرحمٰن بن عبدالملک المعروف بالمخلص۔

(۳۵) ناصرالدین المبارک الشہیر بابن الطباخ۔ انھوں نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ مولد شریف کے پڑھنے والے کو لباس یعنی پوشاک پہنانی چاہیے۔

(۳۶) امام علامہ ظہیرالدین ابن جعفر ریسینی۔

(۳۷) فاضل عبداللہ بن شمس الدین انصاری۔

(۳۸) الشیخ الامام صدرالدین موہوب الجزری الشافعی۔

(۳۹) علامہ ابن حجر عسقلانی۔

(۴۰) شیخ جلال الدین سیوطی مجدد ماۃ تاسعہ۔

(۴۱) محمد بن علی الدمشقی مصنف سیرت شامی۔

(۴۲) شیخ شہاب الدین قسطلانی صاحب مواہب اللدنیہ وشارح صحیح بخاری۔

(۴۳) نورالدین علی حلبی شافعی مصنف سیرت حلبی۔

(۴۴) علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی شارح مواہب وغیرہ کتب احادیث۔

(۴۵) علامہ علی بن سلطان محمد ہروی معروف بہ ملا علی قاری۔ انھوں نے اپنے مولد شریف میں ثابت کیا ہے عمل مولد شریف تمام ملکوں مصر وشام وروم واندلس ومغرب وبلاد ہندوستان ومکہ ومدینہ زادہما اللہ شرفاً جمیع بلاد اسلامیہ میں۔ پس درحقیقت یہ ایک کتاب گویا اقالیم سبعہ کا ثبوت ہے اور لکھا ہے اس میں علی قاری نے کہ اس محفل کی عظمت یہ ہے کہ کوئی مشائخ وعلما سے انکار نہیں کرتا اس میں شامل ہونے میں۔

(۴۶) عبدالرحمٰن صفوی شافعی صاحب نزہۃ المجالس۔

(۴۷) نور الدین ابوسعید بورانی انھوں نے بھی کل ملکوں سے مولد شریف کا ہونا ثابت کیا ہے۔اور بادشاہ مصر کے حال میں لکھا ہے کہ" بادشاہ مصر سائبانے ساختہ بود کہ دوازدہ ہزار کس درسایۂ اومی نشستند درغایت آراستگی از جہت آں کہ دریں شب وروز آں رابرافرازند ودرغیر آں پیچیدہ باشد"

(۴۸) سید امام جعفر برزنجی۔ان کا مولد شریف نثر عبارت مقفی فصیح مشہور ہے۔دیار عرب میں بہت پڑھا جاتا ہے۔

(۴۹) سید زین العابدین برزنجی۔ان کا مولد شریف منظوم دیار عرب شریف میں رائج ہے۔

(۵۰) شیخ احمد ابن علامہ ابوالقاسم بخاری۔ان کا نسب محمد اسماعیل بخاری تک پہنچتا ہے۔

(۵۱) شیخ اسماعیل حنفی آفندی مفسر واعظ،مصنف تفسیر روح البیان۔

(۵۲) احمد بن قشاشی مدنی استاد اساتذہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔

(۵۳) محمد بن غرب مدنی۔

(۵۴) شیخ عبدالملک کروی۔

(۵۵) فاضل ابراہیم باجوری۔

(۵۶) امیر محمد استاد ابراہیم باجوری۔

(۵۷) شیخ سقاط استاد الاستاد باجوری۔

(۵۸) شیخ عبدالباقی پدرو استاد علامہ زرقانی۔

(۵۹) شیخ محمد ریلی۔

(۶۰) علامہ احمد بن حجر مؤلف" تحفۃ الاخیار بہ مولد المختار"

(۶۱) حافظ بن الحدیث رجب دمشقی حنبلی۔

(۶۲) ابی زکریا یحییٰ ابن عائذ حافظ کبیر اندلسی۔

(۶۳) سعید بن مسعود گازرونی۔انھوں نے بھی بہت ملکوں کے علما وصوفیہ سے مولد شریف کا ہونا ثابت کیا ہے۔

(۶۴) مولانا زین الدین محمود نقش بندی۔

(۶۵) علامہ شہاب الدین احمد الخفاجی شارح شفا وغیرہ۔ان کا بھی ایک رسالہ عمل مولد شریف کے جواز میں ہے۔

(۶۶) حضرت مولانا سید جمال الدین میرک۔

(۶۷) علامہ محمد رفاعی مدنی الساکن فی زقاق البدور۔

(۶۸) قاضی ابن خلکان شافعی۔

(۶۹) مولانا معین الدین الواعظ الہروی المعروف بہ ملا مسکین۔ انھوں نے کتاب معارج النبوۃ اسی واسطے تصنیف فرمائی کہ مجالس میلاد میں بیان کریں۔ دیباچہ کتاب میں یہ حال لکھا ہے۔

(۷۰) علامہ ابواسحاق بن جماعہ رحمۃ اللہ علیہ۔ ملاعلی قاری نے ان کا حال لکھا ہے کہ وہ مولود شریف میں کھانا کھلاتے تھے، اور یہ فرماتے کہ اگر مجھ کو مقدور ہوتا۔ تو میں ربیع الاول میں مہینہ بھر مولد شریف کیا کرتا۔

(۷۱) شیخ محمد طاہر محدث مصنف مجمع البحار۔

(۷۲) شیخ محمد عبدالحق المحدث دہلوی۔

(۷۳) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب فیوض الحرمین میں اپنا شریک ہونا محفل مولود شریف میں بہ مقام مکہ معظّمہ مولد خاص میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور دیکھنا انوار کا بیان کرتے ہیں۔ بلفظہ۔

(از کتاب انوار ساطعہ، صفحہ: ۲۷۶ سے ۲۷۹ تک)

فہرست دوم: صرف تعداد علمائے مفتیان کرام وصوفیاے عظام کی جو کہ مولود شریف وقیام تعظیمی کرتے ہیں جن کے دستخط اور مواہیر ہیں

نمبر شمار	نام مقامات علمائے کرام	تعداد علمائے کرام	حوالہ نام کتاب	حوالہ صفحہ	کیفیت
۱	مکہ معظّمہ	۴۲	روضۃ النعیم فی ذکر النبی الکریم ۱۲۸۸ہجری	اس کے شامل فتویٰ	اس کتاب کے ساتھ یہ فتویٰ ہے۔
۲	مدینہ منورہ	۳۰	// //	// //	// //
۳	جدہ شریفہ	۱۰	// //	// //	// //
۴	جدیدہ شریفہ	۱۲	// //	// //	
۵	مکہ معظّمہ	۶	تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل	۲۸۰ تا ۲۸۶	یہ کتاب بحث میں ہے جو درمیاں مولوی غلام دستگیر قصوری و مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی کے ہوئی۔
۶	بلاد متفرقہ عرب وعجم	۷۳	انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ	۲۷۶ تا ۲۷۹	// //

۷	بغداد شریف	۸	انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ	۲۸۹	ایضاً
۸	فرنگی محل لکھنو	۱۱	// //	۲۹۱	//
۹	دہلی، بریلی، رام پور	۶۷	// //	۲۹۲	//
۱۰	علی گڑھ	۱	// //	۲۹۶	//
۱۱	سہارن پور	۱	// //	۲۹۷	//
۱۲	قصور ضلع لاہور	۱	// //	۲۹۸	//
۱۳	ریاست رام پور	۲	// //	۲۹۹	//
۱۴	بریلی	۱	// //	۳۰۱	//
۱۵	بدایوں	۱	// //	۳۰۴	//
۱۶	بمبئی	۲	// //	۳۰۶	//
۱۷	حیدر آباد	۱	// //	۳۰۷	//
۱۸	احمد آباد	۱	// //	۳۰۸	//
۱۹	غازی پور	۱	// //	۳۱۰	//
۲۰	چریا کوٹ	۱	// //	۳۱۲	//
۲۱	لکھنؤ	۳	// //	۳۱۲	//
۲۲	باندہ ضلع فتح پور ہسوا	۱	// //	۳۱۴	//
۲۳	کان پور	۱	// //	۳۱۵	//
۲۴	اکبر آباد	۱	// //	۳۱۶	//
۲۵	دہلی	۲	// //	۳۱۶	//
۲۶	رڑکی	۱	// //	۳۱۸	//
۲۷	میرٹھ	۱	انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ	۳۱۹	ایضاً
۲۸	ریاست بہاولپور و نواح	۱۵	فتویٰ مطبوعہ ۹/ ذی قعدہ	۱۳۰۸ھ	برموقعہ بحث مندرجہ نمبر ۵

۲۹	متفرق عجم	۲۸	الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم	۱۲۸ تا ۱۵۶	//
۳۰	موجودہ عرب	۸	تقدیس الوکیل	۳۲۱	//
	میزان کل	**۳۳۳**	**(بزرگانِ ہادی پاک باز)(۳۳۳)اعداد کے برابر**		

یہ سب حضرات محدثین وفقہا وعلمائے متقدمین ومتاخرین ومفتیان اعلام عرب وعجم کل تعداد میں تین سوتینتیس (۳۳۳) ہیں، اور اگر تمام موالید کی کتابیں اور فتاویٰ جمع کیے جاویں تو ہزاروں علما وفضلائے اجل شمار میں آئیں۔لیکن بوجہ طوالت ترک کرتا ہوں اپنے دوتین آدمیوں مولویوں منکرین سے مقابلہ کیجیے اور شرم کو مول لیجیے۔

قولہ: مطالبہ بہ ضمن مطالبہ نمبر ۱۳/جن علما کی تحریرات کو ہم توضیح مطالبہ میں نقل کر چکے ہیں، اگر ان کو آپ اہل سنت سے نہیں جانتے ہیں تو اس امر کے ثابت کرنے کو جواب مطالبہ میں متقدمین علما کی تحریرات نقل فرمایئے جن میں انھوں نے اہل سنت سے خارج لکھا ہے۔ بلفظہ۔(صفحہ:۳۱)

اقول: مفتی جی! مولود شریف اور قیام تعظیمی کے اثبات میں اعتراضات کے جوابات کے بعد کثرت سے آیات قرآن شریف اور احادیث اور اجماع امت اور اقوال علمائے متقدمین ومتاخرین وفتاویٰ نقل کیے گئے ہیں جس سے آپ کے خیالات باطلہ کا دفعیہ کافی سے زیادہ کیا گیا ہے۔امید ہے کہ اگر آپ ان کو دیکھیں گے اور انصاف سے ان پر غور کریں گے تو آپ صراط مستقیم پر آجائیں گے۔اور اگر آپ نے صرف قول فاکہانی یا دو ایک وہابیہ غیر مشہور مجہول الاسم کی تحریرات پر اپنا اعتقاد رکھا تو واقعی آپ اہل سنت و جماعت سے خارج ہوں گے، بلکہ اسلام سے ہی خارج ہوں گے۔ ابن حجر کی مدخل کا ذکر جو آپ نے سن سنا کر لکھ دیا تھا وہ بالکل غلط ثابت ہوا۔اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ مولود شریف کے ہرگز خلاف نہیں بلکہ وہ تو سماع اور قوالی کا بھی انکار نہیں کرتے اور اس کو جائز بلکہ موجب ترقی مدارج فرما رہے ہیں۔جیسے لکھا جا چکا ہے۔آپ کہیے آپ کے نزدیک اللہ تبارک وتعالیٰ اور حضور سرور کائنات ﷺ اور خلفاے راشدین اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین و تبع تابعین اور محدثین اور علمائے متقدمین ومتاخرین وحرمین شریفین زادہما اللہ تعالیٰ شرفاً وتعظیماً و ملک شام وروم، مصر، بغداد، موصل واندلس و ہندوستان و پنجاب وغیرہا آلان آپ کے نزدیک بدعتی اور مشرک ہیں۔اور میاں فاکہانی وشوکانی وغیرہ دو چار اہل سنت و جماعت ہیں؟ حاشا وکلا ہرگز نہیں۔آپ کے سب مطالبات گاؤخورد ہو گئے۔واللہ العلیم۔

غزل خاتمہ باب بر قیام تعظیم وقت ذکر ولادت باسعادت

نبی کی شان و شوکت ہے قیام محفل مولد
عجب تعظیم حضرت ہے قیام محفل مولد

عبث کہتے ہیں بدعت ہے قیام محفل مولد
طریق اہل سنت ہے قیام محفل مولد
کھڑے ہوں دست بستہ محفل اقدس میں اے شاغل
ادب کی خاص ہیئت ہے قیام محفل مولد
ہے اہل علم کی سنت یہ سنت دیکھ شامی میں
اسی معنی میں سنت ہے قیام محفل مولد
نہ اس میں رفع سنت ہے نہ شرک وکفر و بدعت ہے
یہ ردِّ شرک و بدعت ہے قیام محفل مولد
خدا کا شکر نعمت ہے نبی کی شان رفعت ہے
یہ دونوں کی اطاعت ہے قیام محفل مولد
سوا چند آدمی کے دیکھ لو مشرق سے مغرب تک
ہوا مقبول امت ہے قیام محفل مولد
حریم کعبہ اور بیت المقدس اور مدینے میں
یہ کہتے ہیں سعادت ہے قیام محفل مولد
نہ ہوں خوش مفتیان منع گر عشاق قائم ہیں
تو قائم تا قیامت ہے قیام محفل مولد
ادب دل میں ثنا لب پر کھڑے ہوں سر وقد اٹھ کر
عجب یہ ذوق حالت ہے قیام محفل مولد
حصول فیض رحمت ہے نزول خیر برکت ہے
وصولِ عشق حضرت ہے قیام محفل مولد
اٹھے جب صف بہ صف محفل کھڑا ہو تو بھی اے بے دل
ادب کی خاص صورت ہے قیام محفل مولد

مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد عبدالسمیع صاحب علیہ الرحمہ رام پوری مصنف کتاب انوار ساطعہ مرید وخلیفہ حضرت حاجی شاہ امداداللہ علیہ الرحمہ مہاجر مکی۔

باب پانزدہم

عقیدہ نمبر ۲۰: وہابیہ دیوبندیہ

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال نماز میں آنا بیل اور گدھے سے بدتر ہے۔ بلفظہ

(صراط مستقیم: مولوی اسمٰعیل دہلوی صفحہ: ۸۶، سطر: ۳)

اصل عبارت فارسی یہ ہے: "از وسوسہ زنا، خیال مجامعت زوجہ بہتر است۔ وصرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق درصورت گاؤ خرخود است بشرک می کشد۔"

قولہ: توضیح مطالبہ نمبر ۱۴ برعقیدہ نمبر ۲۰:

مولوی اسمٰعیل صاحب مرحوم کی کتاب صراط المستقیم کے حوالے پر یہ لکھا ہے کہ اس میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نماز میں خیال آنا بیل اور گدھے سے بھی بدتر ہے۔ اگر مصنف کی غرض اور عبارت کا مقصد آپ سمجھتے تو اس کو وہابیہ کا عقیدہ نہ قرار دیتے۔ مصنف کا مطلب صرف اس عبارت کے لکھنے سے اتنا ہے کہ نماز ایک عبادت ہے اس میں معبود کی طرف دھیان لگانا چاہیے اور غیر معبود کا خیال اس موقع پر نہ آئے۔ لأن الله تعالىٰ يقول فاعبد الله مخلصين . بس نماز میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے خیال کے سوا کسی کا خیال نہ آنا چاہیے۔ مولوی صاحب کا یہ لکھنا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نماز میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے خیال کے سوا کسی کا خیال نہ آنا چاہیے۔ مولوی صاحب کا یہ لکھنا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نماز میں خیال آنا بیل اور گدھے سے بھی بدتر ہے حق ہے۔ اگر نبی علیہ السلام کا خیال آوے گا تو ضرور ہے کہ اس کے ساتھ ہی نبی علیہ السلام کی عظمت مرتبہ کا خیال آئے، سو یہ مذموم ہے۔ الخ۔ بلفظہ۔ (صفحہ: ۱۳۱، سطر: ۵)

اقول: مفتی جی! شکر ہے کہ یہاں پر آپ نے مولوی اسمٰعیل صاحب کی تحریر کو بعینہٖ قبول کر لیا اور حسب عادت خود انکار نہیں کیا کیونکہ میں نے لفظ بلفظ لکھا۔ اس عبارت کے لکھنے میں بھی آپ نے چند غلطیاں کی ہیں۔

اول یہ کہ صراط مستقیم کو صراط المستقیم الف ولام زیادہ لگا دیا اور لفظ مرتب بے معنیٰ لکھ دیا۔ اور تیسری یہ عبارت "لان الله يقول فاعبد الله مخلصين ." لکھ دی، جس کے کوئی معنی یا مطلب اس جگہ پر نہیں۔ کیا یہ آیت ہے، یا حدیث ہے، یا کوئی آثار ہے، یا کسی کا بے معنی قول ہے۔ ترجمہ بھی اس کا آپ نے نہیں کیا، کسی رسالہ وہابیہ میں سے بے سمجھے بوجھے نقل کر دیا۔ اور ساتھ ہی کیسی دلیری اور بے باکی اور شوخ چشمی اور دریدہ دہنی سے لکھ دیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نماز میں

خیال آنا بیل اور گدھے سے بھی بدتر ہے۔ اور اپنی عورت کے ساتھ جماع کرنے کا خیال آوے تو اچھا ہے۔ اور حق ہے۔ اللہ! اللہ!! اے غضب یہ توہین واہانت ودشنام حضرت افضل المرسلین سید الانبیا محمد مصطفیٰ واحمد مجتبیٰ ﷺ کی ہے۔ اے پاک پروردگار! خالق اللیل والنہار منتقم حقیقی قہار وجبار اس قوم سرکش وغدار وناہنجار کی گستاخیوں اور گالیاں تو اپنے حبیب کی شان میں کب تک سنے گا؟ اور ان کا بیڑا اغرق نہ کرے گا۔ بار بار خیال آتا ہے اور رنج وغم میں کلیجہ پھٹا جاتا ہے کہ کیوں اس قوم نابکار ظالم وکفار مہین وساب شاتم النبی المختار پر آسمانی عذاب نازل نہیں ہوتا؟ کیوں ان کی صورتیں مسخ نہیں ہو جاتیں؟ کیوں ان پر پتھر برسائے نہیں جاتے؟ کیوں بجلی ان کا کام تمام نہیں کرتی؟ کیوں ان کو خسف نہیں کیا جاتا؟ مگر کیا کریں۔ اسی وقت تیرا کلام پاک جو آں حضرت ﷺ کی شان وعظمت، قدر ومنزلت، توقیر وعزت میں ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ.[1]

یاد آجاتا ہے کہ سرور عالم رسول کریم روف ورحیم ﷺ کی موجودگی کی وجہ سے ان لوگوں پر عذاب نازل نہیں ہوتا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ضرور ہی یہ قوم یا لوگ دنیا میں بھی معذب ہوتے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں اور نہ ہی کوئی شبہ ہے کہ یہ باتیں اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند اور غضب لانے والی ہیں، جس سے ایمان کا تو صاف صفایا ہے، جو سب سے بڑا عذاب ہے۔ عبرت!!

دوسرا فقرہ آپ کا کہ "اگر نبی علیہ السلام کا خیال آوے گا تو ضرور ہے اس کے ساتھ ہی نبی علیہ السلام کی عظمت و مرتبت کا خیال آوے، یہ مذموم ہے۔" درج ہے۔ جس سے آپ کے ایمان کا ستیاناس ہو گیا۔ تمام علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس قسم کے الفاظ حضور سرور عالم ﷺ کی شان مبارک میں سخت سب وشتم ہیں۔ جن کا حکم کتب معتبرات سے کفر وارتداد کا لکھا جا چکا ہے۔ اللہ رحم کرے۔

اب میں کچھ کسی قدر تفصیل کے ساتھ قرآن شریف واحادیث شریف سے اسی کلام کا کفر ہونا ثابت کرتا ہوں۔ میں آپ کے امام الطائفہ اور آپ کے الفاظ کو دوہرانا نہیں چاہتا۔ اور اس کو بھی کفر سمجھتا ہوں۔ العیاذ باللہ۔ مگر بقول عرب کل اناء يترشح بما فيه جس برتن میں جو کچھ ہوتا ہے وہی برآمد ہوتا ہے۔ پیشاب کے قارورہ سے کبھی گلاب نہیں نکل سکتا ہے۔ مبارک ہو۔

سنیے! نماز میں قرآن شریف پڑھا جاتا ہے یا جو کچھ آں حضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔ سب سے پہلے قرآن شریف میں سورہ فاتحہ ہے جس کا نماز میں پڑھنا فرض اور واجب ہے۔ لیکن ہمارے مذہب میں واجب ہے۔ جب نمازی مسلمان اس سورہ کو پڑھے گا فوراً اس کا خیال اس طرف جائے گا کہ یہ سورہ مکہ معظّمہ میں آں حضرت ﷺ پر نازل ہوئی جو ہمارے شفیع اولوالعزم رسول ہیں۔ جب نمازی «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ» پڑھے گا کہ میں حمد اور تعریف کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کی جو

[1] ترجمہ: اور اللہ کا کام نہیں کہ انھیں عذاب کرے، جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔ (کنز الایمان) پارہ: ۹، الانفال: ۸، آیت: ۳۳

تمام جہانوں کا رب، پروردگار ہے۔ اس وقت تمام جہان نمازی کے خیال میں آوے گا۔ جس کے سردار آں حضرت ﷺ ہیں۔ پھر «صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ » ہم کو ان لوگوں کا راستہ دکھلا جن پر تو نے انعام کیا ہے۔ جو انبیا، اصدقا اور شہدا، صلحا، مومنین ہیں۔ وہ سب خیال میں آویں گے جن کے سروسرور آں حضرت ﷺ ہیں نیز صراطِ مستقیم نام پاک ہی ہے آں حضرت ﷺ کا۔ معاً نمازی کا خیال حضور کی طرف منعطف ہو گا بشرطے کہ نمازی با ایمان اور محب رسول کریم ﷺ کا ہو۔ تمام قرآن شریف آں حضرت ﷺ پر ان کی شان میں نازل ہوا۔ جس میں اللہ تعالیٰ متکلم ہے اور حضور سرور کائنات ﷺ مخاطب ہیں۔ جگہ جگہ لفظ قل اور کاف خطابیہ اور خاص نام مبارک محمد رسول اللہ (ﷺ) اور احمد ﷺ درج ہے۔ جب کوئی نماز میں کھڑا ہو گا اور قرآن مجید پڑھنا شروع کرے گا۔ معاً حضور ﷺ کا خیال بہر حال دل میں آوے گا۔ اور آنا بھی ضروری ہے۔ اور عظمت اور مرتبت ان کی دل میں ہو گی اور ضرور ہو گی۔ سورہ فتح میں جب نمازی پڑھے گا «مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ » الآیۃ، تو لامحالہ حضور کا ہی خیال دل میں آوے گا اور ساتھ ہی خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خیال ضرور آوے گا۔ پھر جہاں جہاں یا یھا الرسول، یا یھا النبی، یایھا المزمل، یایھا المدثر، یٰس، طٰہٰ، انا اعطیناك الكوثر۔ اے رسول اور اے نبی، اے جھرمٹ مارنے والے، اے سردار، طہٰ ﷺ، تحقیق ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی۔ گویا نماز میں قرآن شریف پڑھنے والا نمازی آں حضرت ﷺ کو دل میں خیال کیے بغیر نماز پڑھ ہی نہیں سکتے۔ اور نہ کسی نمازی کی نماز سوا اس کے ہو سکتی ہے۔ وہ نمازی ہی نہیں جس میں حضور سرور عالم ﷺ کا خیال نہ آوے۔ آپ کو نماز میں پڑھنے کے لیے ایک نئے وہابیہ کے قرآن کی ضرور ہی ضرورت ہے۔ جس میں آں حضرت ﷺ کا نام پاک اور ذکر تک نہ ہو۔ نیا قرآن پیدا ہونا یا بننا مشکل ہے، اس لیے بہتر ہو گا کہ آپ اپنی نمازوں میں ویدوں، شاستروں، پرانوں، پوتھیوں، گرنتھوں، رامائن، مہا بھارت کے پڑھنے کی تجویز کر کے شروع کر دیں تاکہ اس شرک سے نجات ہو۔ اور آں حضرت ﷺ سے جو بغض اور عداوت ہے پوری ہو جاوے۔

تعجب یہ کہ مولوی اشرف علی صاحب کا کلمہ «لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ »ان کے مرید بڑے شوق سے پڑھیں اور ذرہ بھر زبان پر کانٹا نہ چبھے۔ اور اگر حضور سرور عالم ﷺ کا خیال نماز میں آجائے تو ایسی ناپاک قبیح تشبیہ دی جائے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اور ہوش سے سنیے! بہتر ہو گا کہ التحیات اور درود شریف کو بھی تشہد میں پڑھنے کو نماز میں سے نکال ڈالیے، کیوں ایسا شرک پنج وقتہ نماز میں آپ لوگ کرتے ہیں، اور بیل و گدھے میں غرق رہتے ہیں۔ مرد بنیے، چکڑالوی عبداللہ کی طرح التحیات اور درود شریف کو نماز سے خارج کیجیے۔ ہم اہل سنت و جماعت اپنی نمازوں میں «التحیات للہ و الصلوٰتُ والطیبات السلام علیك أیھا النبي و رحمۃ اللہ و برکاتہ، السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین. اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداعبدہ ورسولہ. اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ اٰل محمد کما صلیت علیٰ

ابراهيم و علی آلِ ابراهيم انك حميد مجيد. اللهم بارك علیٰ محمد و علیٰ آل محمد كما باركت علیٰ ابراهيم و علی آلِ ابراهيم انك حميد مجيد[1]" پڑھتے ہیں۔اور ہمارا ایمان ہے کہ نماز میں اس کا پڑھنا واجب ہے۔اگر نہ پڑھے گا تو نماز خراب ہوگی اور یہی حکم کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حاضر و ناظر جاننا بھی ضروری ہے، ورنہ نماز ناقص ہوگی۔آپ کی تسلی کے لیے مسلمانان اہل سنت و جماعت کی کتب معتبرات سے دکھلاتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ مولوی اسمٰعیل آپ کے امام الطائفہ نے جو یہ ناپاک و گستاخانہ تشبیہ دی ہے۔اور جس کو آپ نے تصدیق کر کے کہا کہ یہ حق ہے۔کون سی آیت، یا حدیث، یا آثار، یا کتب فقہ، یا کسی امام، یا مجتہد، یا مفتی کا قول عرب وعجم کا ہے؟ اس کو پیش کیجیے۔ ورنہ آپ کے امام الطائفہ اور آپ ایسے عقیدہ رکھنے والے سب کے سب کافر، اسلام سے خارج ہیں۔اور ساب اور شاتم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں داخل ہیں۔ نعوذ بالله منها.

تشہد نماز میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حاضر جاننے کا ثبوت

(۱) غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار، جلد اول، صفحہ ۲۳۸:

"و يقصد بألفاظ التشهد معانيها مرادة له علىٰ وجه الإنشاء كانه يحي الله تعالىٰ و يسلم علىٰ نبيه وعلى نفسه واولیائه لا الاخبار عن ذٰلك . ذكره المجتبىٰ."

ترجمہ: اور قصد کرے تشہد کے الفاظ سے ان کے معنی بطور انشا کے نمازی کو مقصود ہوں یعنی ان کا ایجاد اسی وقت سمجھے تصور کرے اس طرح کہ گویا نمازی اللہ تعالیٰ کو تحیت پہنچاتا ہے۔اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اور اپنے نفس اور اولیائے کرام پر سلام بھیجتا ہے۔نہ قصد کرے تشہد کے الفاظ سے خبر دینا اور حکایت کرنا اس حال کا۔ذکر کیا ہے اس کو مجتبیٰ میں۔بلفظہ

(۲) ردالمحتار شرح درمختار معروف بہ شامی، جلد اول، صفحہ: ۳۴۲ بموجب وموافق بالا۔

(۳) مذاق العارفین ترجمہ احیاء علوم الدین، جلد اول، باب چہارم، صفحہ: ۳۱۹:

اور جب تشہد کے لیے بیٹھو تو ادب سے بیٹھو اور تصریح کرو کہ جتنی چیزیں تقرب کی ہیں، خواہ صلوات ہو یا طیبات یعنی اخلاق ظاہر وہ سب اللہ کے لیے ہیں۔اسی طرح ملک خدا کے لیے ہے۔اور یہی معنی التحیات کے ہیں۔اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وجود باوجود کو اپنے دل میں حاضر کرو اور کہو السلام عليك ايها النبی و رحمة الله و بركاته.بلفظہ

(۴) میزان امام شعرانی، جلد اول، صفحہ: ۱۸۲۔سطر: ۱۴۔مطبوعہ اکمل المطابع دہلی ۱۲۸۲ھ اور مطبوعہ مصر، جلد اول، صفحہ: ۱۳۹:

"سمعت سيدي علی الخواص رحمه الله يقول انما أمر الشارع المصلی بالصلوٰة والسلام علىٰ

---

[1] بلکہ اپنے والدین اور تمام مرد مسلمان اور عورتوں کے لیے دعا بھی کرتے ہیں۔۱۲۔منہ

رسول الله صلى الله عليه وسلم في التشهد؛ لينبه الغافلين في جلوسهم بين يدى الله عزو جل على نبيهم فى تلك الحضرة؛ فإنه لا يفارق حضرة الله تعالىٰ ابدا فيخاطبونه بالسلام مشافهة۔" بلفظہ۔

ترجمہ: میں نے اپنے سردار علی خواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سنا کہ فرماتے تھے کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نمازی کو تشہد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام عرض کرنے کا اس لیے حکم دیا ہے کہ جو لوگ اللہ عزوجل کے دربار میں غفلت کے ساتھ بیٹھتے ہیں تا کہ انہیں آگاہ فرمادے کہ اس حاضری میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی دیکھیں۔ اس لیے کہ حضور کبھی اللہ تعالیٰ کے دربار سے جدا نہیں ہوتے، پس بالمشافہ (سامنے) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام عرض کریں۔

(۵) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ، جلد اول، باب تشہد، صفحہ: ۴۳۰، حدیث شریف از عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

"السلام[۱] عليك ايها النبي ورحمة الله و بركاته دعا بخیر وسلامت است بر تو اے پیغمبر، ومہربانی خداو افزونی ہائے خیر وکرم وے، ووجہ خطاب بہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بجہت ابقاے ایں کلام است برآں چہ در اصل بود کہ در شب معراج از جانب پروردگار تعالیٰ وتقدس برآں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطاب بسلام آمد، پس آں حضرت در حین تعلیم امت نیز بر ہماں لفظ اصل گزاشت تا ایشاں را بذکر آں حال گردد۔ نیز آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ نصب[۲] العین مومناں وقرۃ العین[۳] عابداں است در جمیع احوال واوقات خصوصاً در حالت عبادت، وآخر آں کہ وجود نورانیت وانکشاف دریں محل بیشتر وقوی تر است۔ وبعضے عرفا گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان[۴] حقیقت محمدیہ است در ذرائر[۵] موجودات وافراد ممکنات۔ پس آں حضرت در ذوات[۶] مصلیان موجود وحاضر است پس مصلی باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود[۷] غافل نبود تا بانوار قرب واسرار معرفت منور وفائز گردد۔" بلفظہ۔

(۶) حدیث شریف نسائی، مطبوعہ نظامی، صفحہ: ۲۴۳ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے:

---

[۱] ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: السلام عليك ايها النبي ورحمة الله و بركاته. یعنی اے پیغمبر! آپ کے لیے خیر وسلامتی، خدا کی رحمت اور اس کے خیر وکرم کی کثرت کی دعا ہے۔ اور حضور سید عالم صلی اللہ وعلیہ وسلم کو خطاب کرنے یعنی "یا ایھا النبی" کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو اس کی اصل پر باقی رکھا جائے۔ اور اس کی اصل یہ ہے کہ معراج کی رات حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر پروردگار کی جانب سے خطاب کے ساتھ سلام آیا، اس لیے حضور نے بھی اپنی امت کو سکھاتے وقت اس کو اس کے اصلی لفظ ہی پر برقرار رکھا تا کہ انھیں اس حالت کی یاد آئے۔ نیز حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام حالات واوقات میں مومنوں کے سامنے اور عابدوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ خصوصاً حالتِ نماز میں اور اس میں بھی اس کے آخری حصہ میں کہ اس وقت نورانیت اور انکشاف زیادہ اور قوی ہوتا ہے۔ بعض عارفوں نے کہا ہے کہ ممکنات کے تمام افراد اور موجودات کے ذروں میں حقیقتِ محمدیہ کے سرایت کر جانے کی وجہ سے یہ خطاب ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور تمام نمازیوں کے اندر موجود اور حاضر ہیں، تو نمازی کو چاہیے کہ اس معنیٰ سے آگاہ رہے اور اس حاضری سے غافل نہ ہو تا کہ قربت کے انوار اور معرفت کے اسرار سے منور اور شاد کام ہو۔

[۲] نصب العین۔ روبرو، سامنے، آنکھوں کے، روبرو

[۳] قرۃ العین: آنکھوں کی ٹھنڈک۔

[۴] سریان: اجرائے آب، یا جاری ہونا۔

[۵] ذرائر: جمع ذرہ کی۔

[۶] ذوات: جمع ذات کی اور ذات بمعنی نفس ہر شے کا۔

[۷] شہود: بمعنی حاضر ہونا اور حاضری۔

رأيت في مقامي هذا كل شيءٍ وُعِدْتُ.

یعنی دیکھا میں نے اپنے اس مقام میں ہر چیز کو جس کا مجھ کو وعدہ دیا گیا۔

اور حاشیہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ میں علامہ اکمل الدین حنفی صاحبِ عنایہ شرح ہدایہ میں مشارق سے منقول ہے:

"في قوله: مقامي ، يجوز ان يكون المراد به المقام الحسي وهو المنبر ، و يجوز ان يكون المراد به المقام المعنوي وهو مقام المكاشفة والتجلي و حضرة الملك والملكوت والارواح والغيب الاضافي والغيب الحقيقي فانه البرزخ الذي له التوجه الى الكل كنقطة الدائرة صلوٰة الله و سلامه عليه."

یعنی علامہ مذکور اس شرح حدیث میں فرماتے ہیں کہ مقام سے مراد مقام حسی ہے اور وہ منبر ہے یا مقام معنوی، اور وہ مقام مکاشفہ ہے۔ اور روشن اور حاضر ہونا ملک اور ملکوت اور ارواح اور غیب اضافی اور غیب حقیقی کا اس واسطے کہ نبی ﷺ خالق و مخلوق میں برزخ و متوسط ہیں تمام کی طرف آپ متوجہ ہیں، مانند مرکز دائرہ کے ﷺ۔

پس اس سے ثابت ہے کہ حضرت ﷺ تمام عالم کے ہر شئ کی طرف متوجہ ہیں جیسے مرکز دائرہ ہر نقطۂ محیط کی طرف ہوتا ہے جس کو آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

(۷) مناہج النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ، جلد اول، صفحہ: ۲۷۶، سطر: ۱۲:

حکایت: شیخ ابی العباس مرسی سے کہا کہ اگر پوشیدہ ہو جمال پیغمبر ﷺ کا مجھ سے ایک پل تو میں اپنے تئیں مسلمانوں سے نہیں گنتا۔ یہ محمول او پر ہمیشگی کے ہے۔ بلفظہ۔

(۸) ضابطہ رابطہ، مصنفہ: حضرت مولانا مولوی فاضل مشتاق احمد صاحب حنفی چشتی صابری اینہٹوی، صفحہ: ۳۰، سطر اول:

"وقد بلغنا عن ابي الحسن الشاذلي و تلميذه أبي العباس موسىٰ رحمة الله عليه وغيرهما انهم كانوا يقولون لو احتجبت عنا روية رسول الله صلى الله عليه وسلم طرفة عين ما اعددنا انفسنا من جملة المسلمين." بلفظه.

اور تحقیق حضرت ابی الحسن شاذلی اور ان کے شاگرد ابی العباس مرسی رحمۃ اللہ علیہما سے ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک لمحہ بھی آں حضرت ﷺ کا دیدار ہم سے پوشیدہ ہو جائے تو ہم اپنے آپ کو مسلمانوں میں سے شمار نہیں کرتے۔

(۹) مکتوب امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۹۲ مطبوعہ، امرتسر:

"بعضے[۱] از آداب پیر و شرائط ضرور یہ درمعرض بیان آوردہ می شود بگوش ہوش باید شنید۔ بداں کہ طالب را باید کہ روے دل خود را از جمیع جہات گردانیدہ متوجہ پیر خود سازد باوجود پیر بے اذن او بنوافل واذکار نہ پردازد۔ در حضور او بغیر او التفات نہ نماید و بکلیت خود متوجہ او بنشیند۔ حتی کہ بذکر ہم مشغول نشود۔" بلفظہ۔

---

[۱] ترجمہ: پیر کے بعض ضروری آداب و شرائط بیان کیے جاتے ہیں، انھیں پوری توجہ سے سننا چاہیے۔ سنو! طالب یعنی مرید کو چاہیے کہ ہر طرف سے اپنے دل کا رخ موڑ کر اپنے پیر کی طرف اس کو متوجہ کرے۔ پیر کے ہوتے ہوئے بغیر اس کی اجازت کے نوافل واذکار میں مشغول نہ ہو، اور اس کی موجودگی میں اس کے علاوہ کسی اور کی طرف توجہ نہ کرے۔ ہمہ تن متوجہ ہو کر اس کی بات سنے، یہاں تک کہ ذکر میں بھی مشغول نہ ہو۔

(۱۰) ایضاً مکتوب نمبر ۱۳ جلد ثانی (تصور شیخ):

این[1] قسم دولت سعادت منداں رامیسر است تادر جمیع احوال صاحب رابطہ رامتوسط خود دانند و در جمیع اوقات متوجہ او باشد۔ بلفظہ۔ (صفحہ: ۲۰)

(۱۱) حجۃ اللہ البالغہ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ محدث دہلوی، صفحہ: ۲۰:

"ثم اختار بعده السلام على النبي صلى الله عليه وسلم تنويها بذكره و اثباتا للاقرار برسالته واداء لبعض حقوقه." بلفظه.

ترجمہ: پھر اس کے بعد ہی (التحیات) میں نبی ﷺ پر سلام اختیار کیا ان کا ذکر پاک بلند کرنے کو اور ان کی رسالت کا اقرار ثابت اور حقوق سے ایک ذرہ ادا کرنے کے لیے۔

(۱۲) سبیل الرشاد، مصنفہ: حضرت محمد عاشق علیہ الرحمہ خلیفہ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ:

"اگر[2] وقت دوری شیخ کسے استفاضہ خواہد طریقش آنست کہ فارغ دل وضو ساختہ نماز گزاردو ہماں جا نشستہ صورت شیخ کہ از وے فیض می جوید بجمع ہمت و دفعہ خطرات ملاحظہ نمایند۔" بلفظہ۔

(۱۳) انوار محمد مصنفہ شیخ محمد غوث محدث تھانوی علیہ الرحمہ، جن سے مولوی رشید احمد صاحب نے بھی کچھ حدیث پڑھی تھی:

"(باید[3] کہ مرشد وے را یعنی مرید را) بوقت پراگندگی خاطر و عدم جمعیت برائے ملاحظہ صورت خود بدیں معنی امر فرماید۔ اوضاع مراد اخلاق مثل ریش و خال و خدو لباس وغیرہ آں چناں بصورت خیالیہ خود منقوش خاطر کن کہ در آں محو گردی۔" الخ

(۱۴) امداد السلوک، مصنفہ مولوی رشید احمد گنگوہی مرشد مولوی خلیل احمد صاحب براہین قاطعہ۔ اس کتاب کا نام ہی مصنف نے اپنے مرشد حضرت حاجی شاہ امداد اللہ علیہ الرحمہ کے نام پر رکھا ہے۔ (صفحہ: ۱۰، سطر: ۴)

"ہم[4] مرید بیقین داند کہ روح شیخ مقید بیک مکان نیست پس ہر جا کہ مرید باشد قریب یا بعید اگرچہ از شخص شیخ

---

[1] ترجمہ: اس قسم کی دولت نیک بختوں کو حاصل ہوتی ہے تاکہ تمام حالات میں اپنے متعلقین کے درمیان رہیں اور ہر وقت ان کی طرف متوجہ رہیں۔

[2] ترجمہ: پیر سے دور ہونے کے وقت اگر کوئی شخص ان سے فیض حاصل کرنا چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ دل کو تمام خیالات سے خالی کر کے وضو کرے اور نماز پڑھے اور اس جگہ بیٹھ کر جس پیر سے طلبِ فیض کا خواہش مند ہے ان کی صورت کو مکمل توجہ اور یک سوئی کے ساتھ اپنے ذہن میں بسائے۔

[3] ترجمہ: چاہیے کہ پیر مرید کو- دل کی پراگندگی اور جمعیت خاطر نہ ہونے کے وقت اپنی صورت کو خیال میں بسانے کا- اس طرح حکم دے کہ وضع یعنی اخلاق مثلاً داڑھی، خدوخال اور لباس وغیرہ کی صورت کو مرید اپنے خیال اور دل میں اس طرح نقش کر لے کہ اسی میں محو اور مستغرق ہو جائے۔

[4] ترجمہ: مرید یقین کے ساتھ جانتا ہے کہ پیر کی روح ایک ہی جگہ مقید نہیں رہتی، تو مرید جہاں کہیں بھی ہو، خواہ قریب ہو یا دور وہ اگرچہ اپنے پیر کے تشخص یعنی چہرہ اور جسم وغیرہ سے دور رہتا ہے لیکن پیر کی روح اس سے دور نہیں رہتی۔ جب مرید اس بات پر پورا یقین کر لیتا ہے تو ہر وقت اپنے پیر کو یاد رکھتا ہے۔ اس سے دل کا تعلق رہتا ہے، اور ہر وقت اپنے پیر سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ کسی مسئلے کے حل کے لیے مرید کو اپنے پیر کی ضرورت ہو تو پیر کی صورت کو اپنے دل میں حاضر کر کے زبانِ حال سے سوال کرے، یقیناً اللہ کے حکم سے پیر کی روح اس مسئلے کا حل مرید کے دل میں ڈال دے گی، مگر مکمل طور سے ربط اور تعلق کا ہونا شرط ہے۔ پیر سے دلی تعلق کی وجہ سے دل کی زبان بولتی ہے اور اللہ تعالیٰ تک رسائی کے لیے راہ کھول دیتی ہے۔ اور حق تعالیٰ اس کو پیدا فرما دیتا ہے۔

دوراست امارو حانیہ دور نیست چوں ایں امر محکم داند ہر وقت شیخ را بیاد دارد و ربط قلب پیدا آید و ہر دم مستفید بود۔ مرید در حل واقعہ محتاج شیخ بود شیخ را بقلب حاضر آوردہ بلسان حال سوال کند البتہ روح شیخ باذن اللہ تعالیٰ اورا القاخواہد کرد مگر ربط تام شرط است۔ وبسبب ربط قلب شیخ لسان قلب ناطق می بود وبسوے حق تعالیٰ راہ می کشائد وحق تعالیٰ اورا محدث می کند۔" الخ۔ بلفظہ۔

لیجیے! ان سب بزرگوں پر فتویٰ کفر وشرک لکھ دیجیے، بالخصوص مولوی رشید احمد صاحب اپنے بزرگ پر تو ضرور ہی لکھیے۔ شاید آپ کہیں کہ مولوی رشید احمد صاحب اس عقیدہ پر قائم نہیں رہے تھے۔ اور انھوں نے توبہ کر لی تھی مگر محض غلط۔ وہ تحریر دکھلایئے جس میں انھوں نے توبہ کی ہو۔

(۱۵) مصباح الہدایت، ترجمہ عوارف، حضرت شیخ الاسلام شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ، صفحہ: ۱۶۵، سطر: ۵۔

"پس[۱] باید کہ بندہ ہم چناں کہ حق سبحانہ تعالیٰ پیوستہ بر جمیع احوال خود ظاہراً و باطناً واقف ومطلع بیند۔ ورسول اللہ ﷺ را نیز ظاہر و باطن مطلع وحاضر داند، تا مطالعہ صورت تعظیم ووقار ہموارہ بر محافظت آداب حضرتش وکیل بود۔ واز مخالفت اوسراً واعلاناً شرم دارد وہیچ دقیقہ از دقائق آداب صحبت اوفرو نہ گزارد۔" بلفظہ۔

یہ بھی وہابیہ کش اور قَاطِع الوَتِین[۲] تحریر ہے۔

(۱۶) مسک الختام، مصنفہ نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی مجتہد وہابیہ، صفحہ: ۲۴۴۔

"نیز آں حضرت ہمیشہ نصب العین مومناں وقرۃ العین عابداں است در جمیع احوال واوقات خصوصاً در حالت عبادت ونورانیت وانکشاف دریں محل بیشتر وقوی است۔ وبعضے از عرفا قدس سرہم گفتہ اند ایں خطاب سریان حقیقت محمدیہ است علیہ الصلوٰۃ والسلام در ذرائر موجودات وافراد ممکنات۔ پس آں حضرت در ذوات مصلیاں موجود وحاضر است پس مصلی را باید کہ ازیں معنیٰ آگاہ باشد وازیں شہود غافل نبود تا بانوار قرب واسرار معرفت منور وفائز گردد۔ آرے ؎

در[۳] رہِ عشق مرحلہ قرب وبعد نیست می بینمت عیاں و دعا می فرستمت۔ بلفظہ۔

دیکھیے! نواب صاحب وہی فرما رہے ہیں جو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرما چکے ہیں، جو نمبر ۵ر پر درج ہو چکا ہے۔ یعنی:

(۱) آں حضرت ﷺ مومنین اور عابدوں کے آنکھوں کے سامنے ہر وقت ہیں۔

(۲) تمام حالات اور خصوصاً عبادات کے وقت نورانیت کا انکشاف زیادہ اور قوی ہوتا ہے یعنی اس وقت آں

---

[۱] ترجمہ: تو چاہیے کہ بندہ جس طرح ہمیشہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنے تمام حالات ظاہری وباطنی پر مطلع جانتا ہے یوں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ظاہر وباطن پر مطلع اور حاضر جانے تا کہ آپ کی مبارک صورت کا تصور کرنا آپ کی تعظیم، وقار اور آپ کی بارگاہ کے آداب کی محافظت و پاس داری کا ضامن ہو۔ اور خفیہ یا علانیہ آپ کی مخالفت کرنے سے شرم کرے، اور کسی لمحہ آپ کی صحبت کے آداب ترک نہ کرے۔

[۲] الوتین: شہ رگ، دل کی وہ رگ جس سے جسم کے تمام رگوں میں خون پہنچتا ہے۔

[۳] ترجمہ: عشق کے راستے میں دور ونزدیک کا مرحلہ نہیں۔ وہ کھلم کھلا دیکھتے ہیں اور دعا کو (سنتے اور) سمجھتے ہیں۔

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیادہ توجہ مبذول ہوتی ہے۔

(۳) بعض عارفوں نے فرمایا ہے۔

(۴) پس آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام دنیا کے نمازیوں میں موجود اور حاضر رہتے ہیں۔

(۵) پس نمازیوں کو لازم ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی موجودگی اور حاضری سے آگاہ رہیں۔

(۶) اور نمازیوں کو یہ بھی لازم ہے کہ وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شہود یعنی حاضری اور موجودگی سے غافل نہ ہوں۔

(۷) تاکہ نمازی انوار قرب اور اسرار معرفت سے منور اور فائز ہو۔

لیجیے! نواب صاحب پر بھی اپنا فتویٰ جھونک دیجیے اور کفر لگا دیجیے۔ العیاذ اللہ۔

مفتی جی! صوفیاے کرام رحمۃ اللہ علیہم سلاسل اربعہ کا مشہور اور مسلمہ مسئلہ تصور شیخ یا رابطہ بالشیخ ہے۔ جو فرماتے ہیں کہ: "والرکن الاعظم ربط القلب بالشیخ علیٰ وصف المحبۃ وا لتعظیم"۔ یعنی بڑا رکن سلوک میں تصور شیخ ہے جو محبت اور تعظیم کے طریق پر کیا جاتا ہے۔ کہ شیخ کی صورت کو ہر وقت دل میں رکھنا۔ اگر تمام کتابوں کی عبارتیں لکھی جائیں تو ایک مبسوط کتاب تیار ہو۔ بخوف اطناب ترک کرتا ہوں۔

تمام اہل سنت و جماعت کا اتفاق ہے کہ یہ کلمات گستاخانہ جو آپ کے امام الطائفہ اور آپ نے استعمال کیے ہیں۔ اور ایذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دی گئی ہے۔ جو کفر ہے اور یہ کام اسلام سے خارج شدہ لوگوں کا ہی ہے۔ اور صریح گالیاں ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا." [1]

یعنی جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو، ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لیے عذاب ذلیل کرنے والا تیار کیا ہے۔

نکتہ: یہ لفظ لعنت کا جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، اس کے اعداد جمل بھی پانچ سو پچاس (۵۵۰) ہیں۔ اور ادھر جملہ «مولوی اسمٰعیل دہلوی نالائق» کے اعداد جمل بھی وہی پانچ سو پچاس (۵۵۰) ہی ہیں۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ." [2]

جو لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے عذاب ہے درد دینے والا ہے۔

نکتہ: اس آیت شریف میں نکتہ یہ ہے کہ جملہ اعداد جمل آیت شریف «لَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ.» کے نو سو انتیس (۹۲۹) ہیں۔ اور ادھر فقرہ «مولوی اسمٰعیل دہلوی و فرقہ با نو او ہابیہ دیوبندیہ» کے بھی وہی اعداد جمل نو سو انتیس ہی ہیں

---

[1] پارہ: ۲۲، الاحزاب: ۳۳، آیت: ۵۷.   [2] پارہ: ۱۰، التوبہ: ۹، آیت: ۶۱

(۹۲۹) یہ خدا کی طرف سے مبارک ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص کسی کے باپ کو گالی دے۔ یا کسی بری تشبیہ سے نسبت کرے جو وہ بھی گالی ہے تو وہ اس کے خون کا پیاسا ہو جاتا ہے اور اس کی شکل دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ اگر بس چلے تو اس کی جان مار دے۔لیکن افسوس دن دہاڑے آں حضرت ﷺ کو گالیاں دی جاتی ہیں۔ اور بری تشبیہیں لکھی جاتی ہیں تو نام کے مسلمانوں کے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگتی اور 'عذر گناہ بدتر از گناہ' تاویلیں لایعنی کی جاتی ہیں۔ اور بلا تاویل ان گالیوں اور توہینوں کو قبول کر کے یہ لکھا جاتا ہے کہ یہ حق ہے۔ اف اور تف ہے۔ ایسی نام کی مسلمانی پر۔ الٰہی ہمیں ان سے اور ان کے شر سے بچا۔ آمین۔

دو کتابوں کی عبارت جو نہایت معتبر ہیں، عبرت کے لیے درج کرتا ہوں:

(۱) کتاب الخراج، مصنفہ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ شاگرد رشید حضرت امام الائمہ سراج الامت امام ابوحنیفہ امام اعظم رضی اللہ عنہ:

"أيما رجل مسلم سب رسول الله صلى الله عليه وسلم، أو كذبه، او عابه، او تنقصه فقدكفر بالله تعالىٰ و بانت منه إمرأته."

یعنی جو شخص مسلمان کہلا کر رسول اللہ ﷺ کو برا کہے یا گالی دے، یا جھوٹ کی نسبت کرے، یا کسی طرح کا عیب لگاوے، یا کسی طرح حضور کی شان گھٹاوے، وہ یقیناً خدا کا منکر اور کافر ہے۔ اس کی جورو اس کے نکاح سے نکل گئی۔

(۲) درمختار:

"الكافر بسب نبي من الانبياء لا تقبل توبته مطلقا و من شك في عذابه و كفره كفر."

جو شخص کسی نبی علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرے وہ کافر ہے۔ اس کی توبہ بھی قبول نہیں اور جو شخص اس کے عذاب و کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ لوگ شیعہ قوم سے بھی کئی درجہ بڑھ گئے۔ وہ تو صرف اصحاب ثلثہ یا دیگر صحابہ کی گستاخی کرتے ہیں یا تبرا کر کے اہل سنت و جماعت سے نکل گئے، لیکن آں حضور ﷺ کی شان عالی پر اس قدر دست اندازی اور اہانت نہیں کرتے جیسے ان لوگوں وہابیہ نے اودھم مچا رکھی ہے۔ یہاں پر میں اپنے وطن پٹھان کوٹ ضلع گورداس پور ایک مسجد میں مسلمانوں کی درخواست پر مختصر سا وعظ کرنے کا ذکر کرتا ہوں۔ اس میں وعظ کے بعد ایک شیعہ کی طرف سے اصحاب ثلاثہ کی نسبت اعتراض ہوا۔ اور اس کا جواب دیا گیا۔ اعتراض عجیب تھا اور اس کا جواب بھی عجیب و غریب ہوا۔

ایک شیعہ کی طرف سے اعتراض ۲۸ رشوال ۱۳۳۴ھ

شیعہ: قرآن میں آیت ہے:

اِنَّامِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ.

ہم مجرموں سے بدلہ یا انتقام لینے والے ہیں۔

اس کے اعداد جمل بارہ سو دو (۱۲۰۲) ہیں۔ جو مطابق ہوتے ہیں اعداد، ابوبکر، عمر، عثمان کے نام سے۔ یعنی ان ناموں کے بھی بارہ سو دو (۱۲۰۲) اعداد جمل ہیں اس لیے ہر سہ صحابہ مجرم ہیں جن سے اللہ تعالیٰ بدلے گا۔ (نقل کفر کفر نہ باشد)

مختصراً جواب بطور تازیانہ از جانب احقر راقم الحروف

اول: ایسے اعداد کا اعتبار نہیں۔ جب تک ان کی واقعات سے تصدیق نہ ہو۔ یہ ظاہر ہے کہ اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم نے اپنی جان نثاری آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایسی کی کہ وطن چھوڑا، گھر بار ترک کیا، خدا کی راہ میں شہید ہوئے، اور اسلام کو شرقاً و غرباً و جنوباً و شمالاً پھیلایا۔ اور انتقال فرمانے کے بعد بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدوم مبارک میں جگہ لی۔ گویا آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی ان کا بھی خمیر تھا۔ اور ایک ہی جگہ کی خاک مبارک تھی۔ پھر یہ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خسر اور داماد اپنا بنایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دختر نیک اختر ان کے گھر میں اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دختر پاک اختر بھی۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی دو صاحب زادیاں یکے بعد دیگر عطا فرمائیں۔ پھر ایسے بزرگ عالی مرتبت جاں نثار مجرم کیسے ہو سکتے ہیں؟ یہ بات محض غلط ہے۔

دوم: یہ نام حضرت ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کون سے اصحاب کے ہیں؟ کیوں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر امام حسن رضی اللہ عنہ کے فرزندان بھی تھے۔ اور حضرت ابوبکر، عمر عثمان، حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے صاحب زادے بھی تھے۔ شیعہ صاحب فرمائیں کہ وہ ہر سہ بزرگ کون سے ہیں، جن پر آیت شریف کے اعداد منطبق کیے جا سکتے ہیں؟ مگر اس کا فرق کبھی بتلا بھی نہیں سکتے، خواہ تمام دنیا کے شیعہ جمع ہو جائیں۔ **فان لم تفعلوا و لن تفعلوا۔**

سوم: ہمارا سنیوں کا ایمان یہ ہے کہ اس آیت شریف کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے ان حضرات مندرجہ بالا اور خلفاے راشدین و صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایذا دی جن کے اعداد آیت شریفہ میں ہیں، ان سے اللہ تعالیٰ بدلہ لینے والا ہے۔ قیامت کو وہ مجرم قرار دیے جا کر دوزخ کے حوالے ہوں گے۔

چہارم: اور مشہور مجرم یہ ہیں: (۱)-عبداللہ بن سلول وہ مردود مجرم ہے جس نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر افک لگایا۔ (۲) فیروز غلام ہے جس مردود مجرم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ (۳-۴) سار، سودان، یہ وہ دو شخص

مردود اور مجرم ہیں جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ (۵) ابن ملجم، وہ مردود مجرم ہے جس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کیا۔ (٦) یزید وہ خبیث مردود مجرم ہے جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کروایا۔ پس ان چھ مردود مجرم کے ناموں کے اعداد بارہ سو دو (۱۲۰۲) برابر اس آیت شریف کے ہیں۔ فھو المراد۔ شیعہ صاحبان سن کر حیران ہوئے۔ اور اس عقیدہ سے باز آ گئے۔ الحمد للہ علی ذلك۔ اس پر ایک استفتا کیا گیا۔ جو ذیل میں درج ہے:

استفتا و فتویٰ الہامی

علمائے کرام کا اس میں کیا ارشاد ہے کہ ایک رافضی نے کہا کہ آیۂ کریمہ «اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ.»[1] کے اعداد بارہ سو دو (۱۲۰۲) ہیں۔ اور یہی اعداد ابو بکر، عمر، عثمان کے ہیں۔ یہ کیا بات ہے؟ بینوا تو جروا۔

المستفتی: قاضی فضل احمد لدھیانوی، ۲۱ر صفر ۱۳۳۹ھ

الجواب

روافض (لعنھم اللہ تعالیٰ) کی بنائے مذہب ایسے ہی اوہام بے سر و پا و پادر ہوا پر ہے۔ **اولاً:** ہر آیت عذاب کے عدد اسمائے اخیار سے مطابق کر سکتے ہیں۔ اور ہر آیت ثواب کے اسمائے کفار سے، کہ اسما میں وسعت وسیعہ ہے۔

ثانیاً: امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے تین صاحب زادوں کے نام ابو بکر، عمر، عثمان ہیں۔ رافضی نے آیت کو ادھر پھیرا، کوئی ناصبی ادھر پھیر دے گا۔ اور دونوں ملعون ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت پر حضور اقدس ﷺ تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا:

اروني ابني ماذا سميتموه.

مجھے میرا بیٹا دکھاؤ۔ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے مولیٰ علی نے عرض کی «حرب» فرمایا: نہیں! بلکہ وہ حسن ہے۔ پھر سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت پر تشریف لے گئے اور فرمایا مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ مولیٰ علی نے عرض کی «حرب» فرمایا نہیں، بلکہ وہ حسین ہے۔ پھر امام محسن کی ولادت پر وہی فرمایا۔ حضرت علی نے وہی عرض کی۔ فرمایا: نہیں! بلکہ وہ محسن ہے۔ پھر فرمایا: میں نے اپنے بیٹوں کے نام داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹوں پر رکھے شبر، شبیر، مبشر، حسن، حسین، محسن، ان سے ہم وزن و ہم معنی۔ اس سے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو تنبیہ ہوئی کہ اولاد کے نام اخیار کے ناموں پر رکھنے چاہئیں۔ لہٰذا ان کے بعد اپنے صاحبزادوں کے نام ابو بکر، عمر، عثمان، عباس، وغیرہم رکھے۔

[1] ترجمہ: بے شک ہم مجرموں سے بدلہ لینے والے ہیں۔ (کنز الایمان) پارہ: ۲۱، السجدۃ: ۳۲، آیت: ۲۲

ثالثاً: رافضی نے اعداد غلط بتلائے امیرالمومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پاک میں الف نہیں لکھا جاتا تو عدد بارہ سوایک ہیں، نہ کہ دو۔

(۱) ہاں، اُورافضی! بارہ سوعدد کا ہے کے ہیں ابن سبا رافضہ کے۔

(۲) ہاں، اُورافضی! بارہ سو دو عدد ان کے ہیں۔ابلیس، يزيد، ابن زياد شيطان الطاق كليني، ابن بابويه قمي، طوسي، خلي.

(۳) ہاں، اُورافضی! اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ[1]

بے شک جنہوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور شیعہ ہوگئے، اے نبی! تمہیں ان سے کچھ علاقہ نہیں۔

اس آیت کریمہ کے عدد ۲۸۲۸۔اور یہی عدد ہیں «روافض اثنا عشریۃ شیطنیۃ اسمٰعیلیۃ» کے۔اور اگر اپنی طرح سے اسمٰعیلہ میں الف چاہیے تو یہی عدد ہیں «روافض اثناعشریہ ونصریہ واسماعیلیۃ» کے۔

(۴) ہاں، اُورافضی! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْءُ الدَّارِ.[2]

ان کے لیے ہے لعنت اور ان کے لیے ہے برا گھر۔

اس کے عدد ۴۶۴۴ ہیں۔اور یہی عدد ہیں «شیطان الطاق طوسی خلی» کے۔

(۵) نہیں! اُورافضی! بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

أُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ.[3]

وہی اب رب کے ہاں صدیق اور شہید ہیں۔ان کے لیے ان کا ثواب ہے۔

اس کے عدد ۵۴۴۴ ہیں۔اور یہی عدد ہیں ابوبکر، عمر، عثمان، علی سعید کے۔

(۶) نہیں! اُورافضی! بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ[4].

وہی اپنے رب کے حضور صدیق وشہید ہیں ان کے لیے ہے ان کا ثواب اور ان کا نور۔

اس کے عدد ۱۷۹۲ ہیں۔اور یہی عدد ہیں ابوبکر وعمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر وسعد کے۔

(۷) نہیں! اُورافضی! بلکہ عزوجل فرماتا ہے:

---

[1] پارہ:۸، الانعام:٦، آیت:١٦٠. [2] پارہ:٢٤، الغافر:٤٠، آیت:٥٢. [3] پارہ:٢٧، الحدید:٥٧، آیت: ١٩

[4] پارہ:٢٧، الحدید:٥٧، آیت: ١٩

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ[1]۔

جولوگ ایمان لائے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق وشہید ہیں۔ان کے لیے ہے ان کا ثواب اور ان کا نور۔

آیۂ کریمہ کے عدد تین ہزار سولہ ۳۰۱۶ اور یہی عدد ہیں صدیق ، فاروق ، ذوالنورین ، علی ، طلحہ زبیر، سعد، سعید، ابوعبیدہ، عبدالرحمٰن بن عوف کے۔

الحمدللہ! آیت کریمہ کا تمام وکمال جملہ مدح بھی پورا ہوگیا۔اور حضرات عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے اسماے طیبہ بھی سب آ گئے۔جس میں اصلاً تکلف اور تصنع کو دخل نہیں۔کچھ روزوں سے آنکھ دکھتی ہے۔یہ تمام آیات عذاب واسماے اشرار وآیات مدح واسماے اخیار کے عدد محض خیال میں مطابق کیے جن میں صرف چند منٹ صرف ہوئے۔اگر لکھ کر اعداد جوڑے جاتے تو مطابقتوں کی بہار نظر آتی۔مگر بعونہ تعالیٰ اس قدر بھی کافی ہے۔وللہ الحمد واللہ تعالی اعلم۔
(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ) فتویٰ ختم۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ شیعہ رافضی کا تو ماشاء اللہ دلیہ نہیں بلکہ قیمہ ہوگیا۔اب مجال دم زدن نہیں۔فقیر نے یہ کرامت اعلی حضرت عظیم البرکت مجدد مائۃ حاضرہ امام اہل سنت والجماعت بچشم خود ملاحظہ کی کہ چند لمحوں میں ان تمام آیات اور اعداد کی مطابقت زبان فیض والہام ترجمان سے فرمائی۔یہ رات کا وقت تھا قریب نصف کے گذر چکی تھی۔واللہ باللہ اعداد اخیار واشرار کے بلاسوچے اور تامل کیے فرمادیے کہ فقیر سواے اس کے اور اندازہ نہیں کر سکتا کہ یہ اعلیٰ حضرت کی کرامت کا اظہار بذریعہ القاے ربانی اور الہام سبحانی تھا۔اس سے پیش تر جب کہ اعلیٰ حضرت نے کتاب کو سماعت فرماتے ہوئے متعدد جگہ فرقہ وہابیہ اور معترض پر نکات اعداد جمل کی مطابقت ملاحظہ فرمائی تو اسی وقت معاً بلا تفہیم وتاویل کے یوں فرمایا جناب نے فرمایا کہ لکھو۔فقیر نے تعمیل حکم اس طرح پر کی۔

آیت قرآنی (۱) «اَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِیْنَ»[2] کے اعداد ۶۶۸ ہیں، جو برابر ہیں رشید احمد گنگوہی کے۔

(۲) «وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ»[3] کے اعداد ۱۲۶۴ ہیں، جو برابر ہیں اشرف علی صاحب تھانوی کے۔

(۳) آیت: «شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا لَّعَنَهُ اللّٰهُ»[4] کے اعداد ۸۴۶ ہیں۔اور وہی عدد ہیں (جی قاسم صاحب نانوتوی) کے۔

---

[1] پارہ: ۲۷، الحدید: ۵۷، آیت: ۱۹

[2] ترجمہ: ہم نے انھیں ہلاک کر دیا۔بے شک وہ مجرم لوگ تھے۔(کنز الایمان) پارہ: ۲۵، الدخان: ٤٤، آیت: ۳۷

[3] ترجمہ: اور بے شک ضرور انھوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آکر کافر ہوگئے۔(کنز الایمان) پارہ: ۱۰، التوبہ: ۹، آیت: ۷٤

[4] ترجمہ: (نہیں پوجتے مگر) سرکش شیطان کو جس پر اللہ نے لعنت کی۔(کنز الایمان) پارہ: ۵، النساء: ٤، آیت: ۱۱۷، ۱۱۸

سبحان اللہ وبحمدہٖ۔ کیا قدرت الٰہیہ کا تماشا اور تقدیر الٰہی کا نظارہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے علم میں ان لوگوں کی حالت کا نقشہ درج کر رکھا ہے، جو بندگانِ رب العلیٰ اور خاصان بارگاہ خدا اس قسم کے کشف اور الہام سے بیان فرما سکتے اور عوام کو سمجھا سکتے ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ[1]

علاوہ اس کے فقیر کہتا ہے کہ ہم سنی ہیں۔ اور لفظ سنی کے (۱۲۰) ایک سو بیس عدد ہیں۔ اور حبِ علی کے بھی وہی ہیں۔ اور لفظ شیعہ کے عدد تین سو پچاسی (۳۸۵) ہیں۔ اور یہی عدد ہیں شیطانیہ کے۔ ۱۲

قولہ: مطالبہ نمبر ۱۴۔ کیا نماز میں اللہ کی طرف دھیان لگانا چاہیے یا نبی علیہ السلام کی طرف۔ اگر صرف اللہ ہی کی طرف دھیان لگانا چاہیے۔ تو کیا نبی علیہ السلام کا اس وقت دھیان آنا یا کسی اور کا دھیان اول کے مضر ہے کہ نہیں؟ اگر مضر ہے تو مذموم ہے کہ نہیں؟ بلفظہ (صفحہ: ۱۳ / سطر: ۲۴)

اقول: مفتی جی! آپ کی منطق قابل داد ہے۔ صغریٰ کبریٰ آپ کا مثل جماد قابل ضماد ہے اگر صرف دھیان لگانا ہے۔ تو نماز کی کیا ضرورت ہے؟ صرف مراقبہ میں دھیان لگا لیا کریں۔ کیوں کہ نماز میں تو قرآن شریف پڑھنا پڑے گا۔ جس میں ہر لفظ لفظ پر آں حضرت ﷺ کا دھیان یا خیال آوے گا، اور ضرور آوے گا۔ پھر تشہد میں لازمی طور پر آں حضرت ﷺ کا خیال آوے گا۔ بلکہ ان کو اپنے سامنے حاضر وناظر جاننا اور درود شریف پڑھنا پڑے گا۔ گویا کوئی وقت خالی نہ ہوگا کہ آں حضرت ﷺ کا خیال نہ آئے۔ پس وہابیہ نجدیہ کو نماز ترک کر کے کوئی سندھیا (نماز ہنود) بنانی چاہیے اور تصور شیخ جو کے بزرگوں کی طرف سے ضروری طور پر رائج ہے۔ اس کو بھی خیر باد کہنی چاہیے۔ اور ان پر فتویٰ کفر اور شرک جاری کر کے پکے بننا چاہیے۔

باقی دو مطالبے اسی قبیل کے بے ہودہ ہیں۔ جس کے نقل کرنے میں دل کانپتا ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ اگر نماز میں آں حضرت ﷺ کا خیال آجائے تو ان کو ذلیل سمجھنا چاہیے۔ العیاذ باللہ۔ کسی مسلمان کا خواہ کسی فرقہ کا ہے یہ عقیدہ؟ نہیں۔ لیکن وہابیہ دیو بندیہ کا بڑے زور سے اور یہ بھی کہ وہ کتاب جس میں یہ عقیدہ لکھا ہے اور اس مسئلہ مردودہ کو درج کیا ہے، آپ کے امام الطائفہ کے مجاہدین کو وہ پنجتار سے ابھی لائے ہیں۔ اور دیو بندیوں کے حوالہ کی ہے۔ جو قرآن شریف واحادیث واجماعِ امت کے برخلاف ہے جو ہم نے یا ہمارے باپ دادا نے بھی ایسا مسئلہ نہیں سنا جو اسلام سے خارج ہے۔

میں کہتا ہوں قرآن شریف میں جگہ جگہ پیغمبران علیہ السلام کے نام اور ان کا تذکرہ تعلیم کے ساتھ موجود ہے اور آں حضرت ﷺ کو خطاب کر کے احکام اوامر ونواہی موجود ہیں۔ اور سورہ محمد (ﷺ) یٰس، طٰہٰ، المزمل، المدثر، سورہ ابراہیم، سورہ یونس، سورہ یوسف، سورہ ہود، سورہ مریم، سورہ کہف، سورہ انبیا، سورہ لقمان، سورہ نوح علیہ السلام قرآن شریف میں موجود ہیں۔ جن کی تلاوت نماز میں کی جاتی ہے۔ گویا تمام قرآن شریف انبیا علیہم السلام اور فرشتگانِ الٰہی کے تذکرہ

---

[1] ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ (کنز الایمان) پارہ: ۲۸، الجمعة: ٦٢، آیت: ٤

سے پر ہے۔ان سب کو نماز پڑھتے ہوئے مذموم اور ذلیل سمجھنا چاہیے؟ اور جب نماز میں «**تعزروه و تؤقروه**» (آں حضرت ﷺ کی مدد اور عزت اور تعظیم کرو۔) پڑھا جائے تو قرآن شریف سے اس آیت شریف کی جگہ «**تذللوه و تحقروه**» لکھنا چاہیے۔؟اور جہاں «**وللّٰه العزة ولرسوله**» آوے۔ وہاں نعوذ باللہ اور کچھ کرنے چاہیے؟ اگر کلمات کفر آپ کے جمع کیے جائیں تو آپ کے لیے ہار کی سجاوٹ پوری ہو جاوے۔ وہابیت کیا ہے؟ جہنم کے لیے عمدہ سے عمدہ سرٹیفکیٹ ہے۔مبارک ہو۔

باب شانزدہم

عقیدہ نمبر ۲۱: وہابیہ دیوبندیہ

کعبۃ اللہ شریف میں جو چار مصلے بنائے گئے ہیں، وہ مذموم ہیں

(سبیل الرشاد، مولوی رشید احمد صاحب)

قولہ: توضیح مطالبہ نمبر ۱۵/ بر عقیدہ نمبر ۲۱۔

آپ نے وہابیہ کا عقیدہ نمبر ۲۱ رسبیل الرشاد کے حوالے پر یہ لکھا ہے کہ اس میں ہے: کعبۃ اللہ میں جو چار مصلے بنائے گئے ہیں، وہ مذموم ہیں اگر چہ سبیل الرشاد میں بعینہ یہ الفاظ نہیں جو آپ نے لکھے ہیں۔ پھر ہم اس سے قطع نظر کرتے ہوئے آپ سے دریافت کرتے ہیں۔ بلفظہ (صفحہ: ۳۲، سطر: ۹)

اقول: مفتی جی! پھر آپ اپنی عادت معہودہ پر آ گئے کہ عبارت کا انکار کرنے لگے۔ لیجیے! میں سبیل الرشاد کی اصل عبارت لکھ دیتا ہوں تا کہ آپ کی غلط بات کی غذا پوری ہو جائے۔ وھو ھذا:

"البتہ چار مصلے جو مکہ معظّمہ میں مقرر کیے ہیں۔ لاریب یہ امر زبون ہے۔" بلفظہ (صفحہ: ۳۲، سطر: ۱۹)

میری عبارت اور اصل عبارت میں جو فرق ہوا وہ صرف یہ ہے کہ لفظ 'مذموم' کی جگہ لفظ 'زبون' لکھا ہوا ہے لفظ 'مذموم' عربی ہے۔ جس کے معنی بد کے ہے۔ یعنی برے اور لفظ 'زبون' فارسی ہے اس کے معنی بدتر کے ہیں۔ دیکھو کتب لغت۔

الحمد اللہ۔ میرے لکھنے سے اصل عبارت کے لفظ 'زبون' کے معنی اور بھی زیادہ خراب اور سخت بجائے بد کے بدتر نکلے۔ گویا مولوی رشید احمد مصنف کتاب 'سبیل الرشاد' کے نزدیک اور تمام دیوبندیوں کے نزدیک تمام علمائے حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً، اور علمائے عرب وعجم سب کے سب بے علم اور بے خبر ہیں۔ جن کو ان چار مصلوں کی زبونی معلوم نہ ہوئی اور مولوی رشید احمد صاحب کو اپنے بڑے بھائی غیر مقلدوں کی صحبت سے علمیت اور فضیلت حاصل ہوئی کہ کسی عالم، مفتی، حنفی، شافعی، حنبلی کو آج تک صدہا سال گزر گیا معلوم ہی نہ ہوا اور نہ کسی نے ایسا لکھا۔ یہی سبب ہے کہ دیوبند کے علما، علمائے حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً سے افضل ہیں۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ چوں کہ یہ ہر مصلے جو بحکم سلطان وقت اولی الامر کے باتفاق علما، مفتیان وقت بغرض اصلاح مسلمین ورفع تنازعہ کیے گئے تھے، وہابیہ کے نزدیک بدتر (زبون) ہیں۔

اسی طرح تقلید شخصی بھی ان کے نزدیک بدتر ہے۔ دراں حالے کہ بادشاہوں کا حکم خدا تعالیٰ اور رسول

خدا ﷺ کے حکم میں داخل ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ. الآیۃ[1]

یعنی اے ایمان والوں اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول اللہ ﷺ کی۔ اور حاکموں، بادشاہوں اور مجتہدوں کی جو تم میں سے ہیں۔ پس اس آیت شریف پر عمل کرنے والے مسلمان ان کی اطاعت واجب جانتے ہیں۔ دیکھئے:

(۱) تفسیر عزیزی، سورہ بقرہ، صفحہ ۸۶:

"کسانیکہ اطاعت آنہا بہ حکم خدا فرض است، شش گروہ اند۔ ازاں جملہ سلاطین و امرا واہل خدمات اند۔ مثل قضاۃ و محتسبین و حکام کہ اوامر ونواہی ایشاں در مصالح جزئیہ وحوادث یومیہ واجب الاتباع است درحق رعایا۔" بلفظہ۔

(۲) ترجمہ حجۃ البالغہ، حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ دہلوی، صفحہ: ۲۳۴، سطر: ۲۰

چوتھی صدی میں تقلید شخصی کا رواج ہوا۔ اور سلاطین نے فقہ میں مناظرے کیے۔ بلفظہ۔

(۳) خلاصہ تواریخ مکہ معظّمہ صفحہ: ۴۱، ۴۲، ۴۳

(بعد تقرر تقلید شخصی کے) ۳۳۹ھ اور بعد اس کے زمانہ فرح بن ظاہر برفوق بادشاہ کے آگ لگ گئی، ۸۰۲ھ میں، بعد اس کے بیسق طاہری امیر الحاج مصر نے ۸۰۳ھ میں کعبۃ اللہ شریف کو از سر نو تعمیر کیا اور مصلات اربعہ کو بھی ہیئات قدیمہ پر تعمیر کیا۔ بلفظہ۔

اس سے ثابت ہے کہ مصلات اربعہ ۸۰۳ھ سے پہلے کے بنے ہوئے تھے۔ جو پھر اسی ہیئت پر تعمیر کیے گئے۔ اس پر یہ قیاس قائم ہوتا ہے کہ جب تقلید شخصی ۳۳۹ھ میں قائم ہوئی تب سے ہی یہ مصلات اربعہ بھی بہ حکم بادشاہ وقت مصلحتا بنائے گئے تھے۔ کیوں کہ تاریخ سے ثابت ہے کہ کعبۃ اللہ شریف کئی بار تعمیر ہوا۔

(۴) حدیقہ ندیہ شرح الطریقۃ المحمدیہ للعارف باللہ تعالیٰ، سید عبد الغنی نابلسی الحنفی الدمشقی الجزء الاول، صفحہ: ۱۰۳۔

یہ کتاب ۱۰۷۶ھ میں لکھی گئی۔ نہایت معتبر اور مستند کتاب ہے۔ اس کے اقسام البدعت فصل ثانی میں ہے۔ وھو ھذا:

"قد سئل بعض العلماء عن هذه المقامات المنصوبة حول الكعبة التي يصلون فيها الان باربعة ائمة علیٰ مقتضى المذاهب الاربعة، ما كانت السنة علیٰ ذلك ولا عصر التابعين ولا تابعيهم ولا عهد الا ئمه الاربعة ولا امروا بها ولا طلبوها. فاجاب بانها بدعة ولكنها بدعة حسنة لاسيئة، لانها تدخل بدليل السنة الصحيحة وتقريرها في السنة الحسنه، لانها لم يحدث منها ضرر، ولا حرج في المسجد، ولا في المصلّين من المسلمين عامة اهل السنة والجماعة بل فيها عميم النفع في المطر

[1] پارہ: ۵، النساء: ٤، آیت: ٥٩.

والحر الشديد والبرد، وفيها وسيلة للقرب من الامام في الجمعة وغيرها. فهي بدعة حسنة ويسمون بفعلهم للسنة الحسنة وان كانت بدعة اهل السنة لا اهل بدعة ؛ لان النبى صلي الله عليه وسلم قال: من سن سنة حسنة. فسمّى المبتدع للحسن متسنًّا فادخله النبي صلى الله عليه وسلم في السنة وقرر بذٰلك الابتداع. وان لم يرد في الفعل فقد ورد في القول فالسان سني لا بدعى لدخوله تسمية النبي صلي الله عليه وسلم فيما قرره من السنة. وضابطة السنة ما قرره او فعله النبى صلي الله عليه وسلم، و داوم عليه، واظهره، ومن جملة فعله ايضاً قوله صلى الله عليه وسلم وسكوته على الامر، لانه تقريره، واذن في ابتداع السنة الحسنة الیٰ يوم الدين وانه ماذون له بالشرع فيها وما جور عليها مع العاملين لها بدوامها. اخرج الا مام احمد بن حنبل، و مسلم، والترمذي، والنسائي وابن ماجه عن جرير عن عبد الله عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من سن في الاسلام سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص عن اجرهم شئ. الحديث. فيدخل في السنة تقريره صلى الله عليه وسلم كل بدعة حسنة. و منها البربط، والمدارس، والمرافق، والمصالح حيث كانت للمسلمين بالطريق وغيرها للمنافع.'' بلفظه.

ترجمہ: جو مصلات کعبۃ اللہ شریف کے گرد قائم ہیں اور چاروں مذہب کی وجہ سے اب ان میں چار اماموں کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں بے شک بعض علما سے ان کی بابت سوال ہوا کہ نہ اس طریقہ پر حدیث ہے اور نہ تابعین و تبع تابعین اور نہ ائمہ اربعہ سے کوئی روایت ہے اور نہ ان کا اس پر عمل تھا اور نہ اسے طلب کیا۔ تو جواب فرمایا کہ وہ بدعت ہیں، لیکن بدعت حسنہ، نہ سیئہ اس واسطے کہ وہ حدیث صحیح کے ارشاد و قبول سے نیک سنت میں داخل ہیں اس لیے کہ ان سے کوئی ضرر اور حرج نہ مسجد میں پیدا ہوا اور نہ عام سنی مسلمان نمازیوں میں، بلکہ ان میں عام نفع ہے بارش اور سخت گرمیوں اور سردی میں اور وہ جمعہ وغیرہ میں امام سے قرب ہونے کا وسیلہ ہیں تو وہ بدعت حسنہ ہیں۔ اور وہ لوگ اس نیک سنت کے کرنے سے۔ جو نو پیدا ہے۔ اہل سنت کہلائیں گے، نہ اہل بدعت۔ اس لیے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے اسلام میں نیک سنت ایجاد کی۔ تو نئی نیک بات نکالنے والے کو نبی ﷺ نے سنت والا فرمایا۔ اور اس کو حضور ﷺ نے سنت میں داخل کیا۔ اگر چہ حضور کے فعل سے ثابت نہیں ہوا، مگر حضور ﷺ کے ارشاد سے ثابت ہے اور اس نئے نکالنے کو مقبول رکھا۔ پس اس کا نکالنے والا سنی ہے نہ کہ بدعتی۔ اس واسطے کہ وہ نبی ﷺ کی سنت تقریری میں داخل ہے۔ اور ضابطہ سنت کا یہ ہے کہ ہر وہ کام جسے نبی ﷺ نے مقبول رکھا یا خود ہمیشہ کیا اور اسے ظاہر فرمایا۔ اور نبی ﷺ کے فعل میں سے حضور کا ارشاد فرمانا اور خاموش رہنا بھی ہے۔ اس لیے کہ وہ مقرر رکھنا ہے۔ اور نبی ﷺ نے قیامت تک نئی بات پیدا کرنے کا اذن دیا۔ اور یہ کہ شرع سے اس نئے پیدا کرنے کا پیدا کرنے والوں کو اذن ہے۔ اور اسے اس کام اور جو اس پر عمل کرے ان سب کا ہمیشہ ثواب ہے۔

امام احمد بن حنبل و مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں جو اسلام میں کوئی نیک طریقہ ایجاد کرے تو اس کے لیے اس کا ثواب ہے۔ اور قیامت تک جو اس پر عمل کریں ان سب کا ثواب ہے۔ بغیر اس کے کہ ان کے ثوابوں میں سے کچھ کمی ہو۔ الخ۔ تو نبی ﷺ کا بدعت حسنہ کو مقبول رکھنا اسے سنت میں داخل کرنا ہے۔ انہیں میں سے خانقاہیں ہیں، مدرسے، اور سب منفعت اور مصلحت کی چیزیں جو راستوں وغیرہ پر مسلمانوں کے نفع کے لیے ہوں۔ ختم ہوا ترجمہ۔

پس جب کہ یہ مصلات صدہا سال سے بحکم بادشاہ وقت خاص مصلحت سے بنائے گئے ہوئے ہیں جس پر حرمین الشریفین زادہما اللہ تعالیٰ شرفاً وتعظیماً کا اجماع حجت ہے۔ اور اس پر دلیل ہے حدیث شریف ''لا يجتمع امتي على ضلالة'' میری امت گمراہی پر کبھی جمع نہ ہوگی۔ اور دوسری حدیث شریف ''ماراه المسلمون حسنا فهو عندالله حسن'' (موطا امام محمد علیہ الرحمہ، صفحہ: ۱۴۰، سطر: ۲)

یعنی کسی چیز کو مسلمان اچھی اور نیک سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی نیک اور اچھی ہے۔

پس ان مصلات اربعہ کو تمام دنیا کے علما اور مسلمانوں نے نیک اور اچھا سمجھا۔ پھر کسی ایک دیوبندی صاحب کے کہنے سے زبون کس طرح ہو سکتے ہیں۔ بلکہ کہنے والا خود زبون اور خارق اجماع ہے۔ ہاں بادشاہوں کے حکم سے ان مصلات کا بنایا جانا خود مولوی رشید احمد صاحب اسی اپنی سبیل الرشاد میں لکھتے ہیں:

''یہ طعن نہ علمائے اہل حق مذاہب اربعہ پر ہے، بلکہ سلاطین پر کہ مرتکب اس بدعت کے ہوئے۔'' بلفظہ۔

(ص: ۳۳، سطر: ۴)

پس اس سے ثابت ہے کہ یہ مصلات اربعہ سلاطین اہل اسلام نے بنائے جو اولی الامر ہیں ان پر طعن ہے۔ حالاں کہ ان کی اطاعت بہ حکم خدا اور رسول ﷺ مسلمانوں پر فرض ہے۔ پھر یہ مولوی کون سے کھیت کی مولی ہیں کہ ان پر طعن کی زبان کھولیں اور اپنی رسوائی کرائیں۔ اور رسوائی کا اثبات ان کے ایسے لچر فتاویٰ ہیں جن کی شکایت آپ کے جد فاسد مولوی محمد صاحب لدھیانوی بھی کتاب 'تحفہ قادریہ' میں اس طرح کرتے ہیں۔ وهو هذا :

(تحفہ قادریہ، مصنفہ مولوی محمد لودھیانوی، صفحہ: ۹۴، ۹۵)

''ظاہر ہو گیا کہ فتویٰ مولوی گنگوہی کا ان کے عشرے ہونے پر ضرور باطل ہے۔ اور یہ ان مولوی صاحب کی پہلی ہی خطا نہیں بلکہ ان کی عادت ہے۔ اسی قسم کے مسائل میں جن کی حقیقت نہیں معلوم ہوتی مگر گہری نظر سے۔ در حقیقت وہ مولوی صاحب اہل نظر[1] نہیں ہیں، کیوں کہ:

(الف) پہلا فتویٰ یہ دے دیا کہ مرزا قادیانی مرد صالح ہے۔ وہ مرزا جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس پر یہ حکم خدا

[1] اہل نظر نہیں ہیں، یعنی نابینا ہیں۔ ۱۲ منہ

کی طرف سے نازل ہوا ہے کہ ہم نے اتارا اس کو قادیان[1] کے قریب۔

(ب) پھر یہ فتویٰ دیا کہ مرزا اہل ہوا اور بدعت ہے۔ باجودے کہ مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف نجار کا بیٹا کہتا ہے۔

(ج) پھر مولوی صاحب نے یہ فتویٰ دیا کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ اور یہ مخالف ہے قول اللہ تعالیٰ کے کہ اللہ سے کوئی سچا نہیں۔

(د) اور اس مفتی نے ہندوستان میں ظہر بعد جمعہ کو منع کر دیا۔ باوجودے کہ شرط سلطان جو حنفیوں کے نزدیک ضروری ہے، نہیں پائی جاتی۔

(ھ) نیز جواز شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کا فتویٰ دیا۔ باوجودے کہ پہلا فتویٰ اس پر تھا کہ یہ کلمہ شرک ہے۔

(و) اور کفار کے واسطے جواز تعمیر مسجد کا فتویٰ دے دیا۔

(ز) اور یہ بھی فتویٰ دے دیا کہ جو مکانات کعبہ شریف کے گرد بنائے گئے جن کو مصلی کہتے ہیں وہ بدعت ہے۔ اور بھی مسائل ہیں جن میں محققین کا راستہ چھوڑ دیا ہے۔ بلفظہ۔

لیجیے! اس تحریر اپنے جد فاسد پر غور کیجیے۔ اس سے ثابت ہے کہ مولوی رشید احمد کے فتویٰ یا تحریر کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ وہ اہل نظر نہیں ہیں۔ اور مصلات اربعہ کو محققین کا راستہ لکھتے ہیں۔ خدا کے لیے اپنے بزگوں کی کتابوں پر عمل کیجیے۔ یا یہ کہ آپ نے اس کتاب کو دیکھا نہیں۔ اگر دیکھا ہے تو یہ آپ کا ایمانی تقاضا ہے۔ اور مفتی بننے کے امنگ میں جو چاہا سو کہہ دیا، مفتی جو ہوئے۔ میں نے ایک راست گو وہابی مولوی سے پوچھا کہ مفتی کس کو کہتے ہیں؟ تو اس نے مجھے جواب دیا کہ مفت خوروں کو۔ میں نے کہا سچ ہے وہابیہ قوم میں اسی قسم کے مفت خور مفتی ہیں۔ اسم بامسمیٰ۔

قولہ : مطالبہ نمبر ۱۵۔

کیا یہ مصلیٰ نبی علیہ السلام یا خلفاے راشدین یا ائمہ نے مقرر کیے تھے۔ اگر یہی امر ہے تو اس کا ثبوت دیجیے۔ ورنہ ہر وہ امر جو قرون ثلاثہ کے بعد پیدا ہوا ہو اور اس پر اربعہ ادلہ سے کوئی دلیل نہ ہو، اسے تمام متقدمین نے مذموم لکھا ہے۔ بلفظہ۔ (صفحہ: ۳۲، سطر: ۱۲)

اقول : آپ کے اس مطالبہ کا جواب آپ کے عقیدہ نمبر ۱۹ (مولود شریف) میں مفصل دیا جا چکا ہے، دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ کسی ایک عالم کا متقدمین سے نام تو لکھا ہوتا جس نے مذموم لکھا ہو۔ یا جھوٹ بولنے کی عادت ہے۔ کیا مدرسہ دیوبند آں حضرت ﷺ یا خلفاے راشدین یا ائمہ نے مقرر کیا تھا؟ یا آپ کے جد فاسد مولوی محمد نے جو مسجد لدھیانہ

---

[1] قادیان، ایک گاؤں ہے، ضلع گورداس پور میں۔ ۱۲ منہ

میں دومنزلی[1] بنوائی، وہ خیر القرون میں بنی بھی؟ یہ مذموم ہے یا نہیں؟ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ ہر امر جو خیر القرون میں ہوا ہو قابل عمل نہیں۔ مثلاً مسیلمہ کذاب نے آں حضرت ﷺ کے روبرو دعویٰ نبوت کیا۔ اور اس نے مسماۃ سجاح سے نکاح کر کے مہر میں صبح وعشا کی نمازیں معاف کر دیں۔ اب آپ کو لازم ہے کہ مسیلمہ کذاب کی پیغمبری پر ایمان لاویں۔ یا صبح و عشا کی نماز معاف کر دیں۔ اور یزید علیہ مایستحقہ نے شراب کو حلال کر دیا تھا۔ تو آپ کو لازم ہے کہ شراب کو حلال جان کر پیا کریں۔ کیوں کہ خیر القرون میں یہ بات پیدا ہوئی تھی۔ اسی طرح علم صرف ونحو وکلام، مدارس، خانقاہ، رباطین خیر القرون کے بعد پیدا ہوئے۔ ان کے پڑھنے یا ان میں رہنے کا انکار کریں۔ یا قرآن شریف جو اَب چھاپے کے موجود ہیں ان پر تلاوت نہ کریں۔ ذرا ہوش میں آؤ۔ بے ہوشی اچھی نہیں۔

قولہ: بہ ضمن مطالبہ نمبر ۱۵۔

تفریق جماعت آپ کے نزدیک مذموم ہے اگر ہو، تو کیا ان چار مصلوں کے ہونے سے جماعت میں تفریق پیدا نہیں ہوئی؟ اگر مذموم نہیں تو کوئی دلیل شرعی لا کر اس امر کو ثابت فرمایئے۔ بلفظہ۔ (صفحہ: ۳۲)

اقول: تفریق کا مسئلہ لکھ دیا ہوتا کہ اس طرح پر تفریق جماعت ہوئی۔ مولوی رشید احمد کا سبیل الرشاد میں لکھا ہوا آپ نے نہیں دیکھا؟ وہ لکھتے ہیں کہ ایک جماعت ہونے میں دوسرے مذہب کی جماعت بیٹھی رہتی ہے اور شریک جماعت نہیں ہوتی، اس سے تکرار جماعت لازم آتا ہے۔ دیکھو صفحہ: ۳۳ سبیل الرشاد۔

میں کہتا ہوں کہ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب نے اپنے حج کرنے سے پہلے اس امر کو لکھا ہے ورنہ میں نے بچشم خود دیکھا ہے، وہ اس طرح پر ہے کہ صبح کی نماز علی الصباح سب سے پہلے امام شافعی کے مصلے پر ہوتی ہے اور تمام لوگ اس وقت حاضر ہوتے ہیں خواہ کسی مذہب کے ہوں۔ امام شافعی المذہب کی اقتدا کرتے ہیں۔ چناں چہ میرا خود یہی عمل رہا ہے۔ اس کے بعد امام مالکی المذہب کی نماز کا وقت ہوتا ہے جو لوگ اس وقت حاضر ہوتے وہ ان کے پیچھے اقتدا کرتے ہیں۔ اس کے بعد حنبلی مذہب کے لوگ موجود ہوتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں۔ ان سب کے بعد جب خوب روشنی ہو جاتی ہے تو اس وقت امام حنفی المذہب کا وقت ہوتا ہے۔ اور امام صاحب تشریف لاتے ہیں۔ اور مقتدی بھی اس وقت آتے ہیں۔ تو کثرت سے لوگ نماز امام حنفی المذہب کے پیچھے پڑھتے ہیں۔ خواہ کسی مصلے پر لوگ ہوں۔ لیکن امام حنفی المذہب اپنے مصلے پر جو کعبۃ اللہ سے جانب شمال ہے، کھڑے ہوتے ہیں۔ باقی چاروں نمازیں ظہر، عصر، مغرب، عشا سب سے اول امام حنفی المذہب پڑھاتے ہیں۔ تمام لوگ باقی ہر سہ مذاہب کے ان کے پیچھے اقتدا کرتے ہیں۔ نہ تکرارِ جماعت ہوتا ہے نہ افتراقِ جماعت۔ یہ سب باتیں معترضانہ ہیں۔ اگر مولوی رشید احمد صاحب مصلات اربعہ کو زبون یا بدتر جاننے میں حق پر تھے۔ اور ان کے پاس شرعی دلائل اور براہین تو یہ مصلات کے زبون یا بدتر ہونے کے موجود تھے۔ تو حج کے موقع پر علماو

[1] دومنزلی مسجد جو لوگوں کے چندہ سے بنائی گئی تھی۔ ۱۲ منہ

مفتیان اربعہ مذاہب سے اس کا فیصلہ کر کے ان سے فتویٰ لیتے اور فیصلہ ہو جاتا۔ مگر ان علما کے روبرو بات کرنا کارے دارد کا معاملہ ہے۔ یہاں ہندوستان میں بے باکی سے جو چاہا لکھ دیا، گالیاں دے دیں، رشوت خواری کا الزام لگا دیا، ہجو کر دی، اپنی فضلیت لکھ دی، آں حضرت ﷺ کو نعوذ باللہ اپنا شاگرد بنالیا، مگر مزہ جب تھا کہ اس مسئلہ کو حرمین شریفین میں طے کرتے۔ ممکن ہے آپ یہ کہہ دیں کہ علمائے دیوبند پر یہ افترا ہے کہ آں حضرت ﷺ کو اپنا شاگرد بناتے اور لکھتے ہیں۔ مگر حضرت! افترا کرنے والے سب سے بدترین ہیں۔ لیجیے! میں آپ کے اطمینان کے لیے مولوی خلیل احمد صاحب کی کتاب براہین قاطعہ مصدقہ مولوی رشید احمد صاحب سے دکھلاتا ہوں کہ وہ کیا لکھتے ہیں۔ و ھو ھذا:

"اور مدرسہ دیوبند کی عظمت حق تعالیٰ کی درگاہ پاک میں بہت ہے کہ صدہا عالم یہاں سے پڑھ کر گئے اور خلق کثیر کو ظلمات ضلالت سے نکالا۔ یہی سبب ہے کہ ایک مردِ صالح فخر عالم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گئی؟ آپ تو عربی ہیں۔ فرمایا جب سے علمائے دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا، ہم کو یہ زبان آ گئی۔ سبحان اللہ! اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا۔" الخ (براہین قاطعہ، صفحہ: ۲۶، سطر: ۸)

دیکھیے! آپ کے مردِ صالح کی وضعی خواب جس سے علمائے دیوبند کو آں حضرت ﷺ اعلم علوم الاولیں والآخرین کا استاد قرار دیا گیا، کہ جب سے علمائے دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا تب سے اردو بولنا آ گیا۔ اور اگر ان سے معاملہ نہ ہوتا تو حضور کو اردو بولنا نہ آتا۔ معاملہ بھی گویا ابھی پڑا۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ پہلے کچھ معاملہ علمائے دیوبند کے ساتھ نہ تھا۔ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیا معاملہ تھا جو اَب آن کر پڑا اور یہ اردو زبان آ گئی۔ نعوذ با لله من ذلك الخرافات والخزعبيلات. واقعی جب آں حضرت ﷺ کو علمائے دیوبند کی صحبت میں چند عرصہ تلمذ کرنے سے اردو زبان آ گئی تو شاگرد ہونے میں کیا شبہہ رہا۔ یہ مسلمہ بات ہے کہ استاد کا درجہ شاگرد سے اعلیٰ وارفع ہوتا ہے۔ اسی طرح علمائے دیوبند کو علمائے حرمین شریفین سے افضل لکھا ہے۔ صفحہ: ۱۸، ۱۹ براہین قاطعہ کا دیکھو۔

مگر جب علمائے دیوبند یہ آں حضرت ﷺ سے بھی اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں تو علمائے حرمین شریفین کس شمار میں ہیں؟ العیاذ باللہ۔

چوں کہ مدرسہ دیوبند اور اس کے علما کی تعریف میں دیوبندیوں نے زمین وآسمان کے قلابے ملا دیے ہیں اس لیے میں حالاتِ مدرسہ اور ان کے علما، مدرسین و مہتممین کے ایک معتبر رسالہ منظوم سے دکھلاتا ہوں۔ جو ایک راست گو مولوی صاحب نے ظاہر کیے ہیں۔ رسالہ منظوم مسمیٰ مدرسہ عربی دیوبند کا مرقع۔ اعنی واقعی حالات مصنفہ حضرت مولانا مولوی منظور الحق صاحب پینشنر کا اقتباس۔ بلفظہ، جو مطبع اختر ہند سہارن پور میں طبع ہو کر شائع ہوا۔ مولانا فرماتے ہیں۔

غائبانہ ہر چہ در سمعاں شدہ بر خلافش دیدۂ چشماں شدہ
تا نشستم من گرفتہ پنشنیں واقعی حالات را جویاں شدہ

بے دیکھے جو کچھ سنا گیا اس کے خلاف آنکھوں نے دیکھا۔ جب میں پنشن لے کر آیا تو میں نے اس مدرسہ دیو بند کی تفتیش کی۔ حالاتِ واقعی کو لکھتا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ الحق مرٌ ہے لیکن جو سچ کہنے والے ہیں وہ سچ ہی کہتے ہیں ۔

پر زنخوت چند مختالاں شدہ مدرسہ از ننگ شاں نالاں شدہ

گشتہ سہ یک بر سر طغیاں شدہ مدرسہ از ننگ شاں گریاں شدہ

گشتہ سہ یک و یکے گشتہ سہ

مات بر تثلیث ترسایاں شدہ

یعنی چند لوگ مغرور تکبر سے بھر گئے اس لیے مدرسہ ان کی شرم سے روتا ہے۔ اور تین ایک ہو کر سرکش ہو گئے۔ مدرسہ ان کے عیب سے روتا ہے۔ تین ایک ہو گئے اور ایک تین ہو گیا۔ عیسائیوں کی تثلیث پر مات ہو گئے۔

ابتداءً مولوی ذوالفقار علی اور فضل الرحمٰن مرحومین ممبر مدرسہ تھے۔ جب ان تینوں کا زور ہوا تو ان کا بس نہیں چلتا تھا۔ انہوں نے اپنی ڈاہڑیوں کو ان کی سرکشی سے بچا یا۔ جن تین مغرور متکبروں کا ذکر کیا گیا ہے وہ تین یہ ہیں: ایک جُنَیب (تصغیر جنب کا بمعنی ناپاک جس کو غسل کی حاجت ہو)، دوسرا گھوگھی[1] تیسرا کنعان (پسر ناخلف حضرت نوح علیہ السلام) ان تینوں سرکشوں نے مولانا ابوالخیرات سید احمد صاحب کو بہت رنج دیا جب کہ انھوں نے مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ نکالا اور مولانا نے اس بات سے منع کیا۔ اس پر ان کے ساتھ الجھ گئے۔ تب انہوں نے مدرسہ کو چھوڑ دیا اور گھوگھی صدر بن گیا۔

آں جنیب اہلیہ اش قبل الطلاق فی المودۃ ہدیۂ کنعاں شدہ

می گزارم تو غسیلہ اش بچشی واہ وا بر خلہ خلاں شدہ

یعنی جنیب کی جورو طلاق سے پہلے دوستانہ میں کنعان کو تحفہ دی گئی تھی کہ میں اس کو چھوڑتا ہوں، تو بھی اس کا مزہ چکھ لے۔ واہ وا۔ کیا اچھی دوستی ہے۔

جب اس عفیفہ نے یہ بات نہ مانی تب اس نافرمانی کی وجہ سے کنعان سے اس نے اپنی عزت بچائی۔ اس کو طلاق دے دی اور جب دوسرے شخص سے نکاح ہوا تو اس نے اس بات کی تصدیق کی۔ اس کے بعد کنعان کی جورو کا پردہ جنیب شخص سے اٹھا لیا گیا۔ یہ بات دیو بند میں مشہور ہے کہ کنعان کی جورو کا پردہ جنیب سے نہیں رہا کہ وہ جب روٹی کھانے بیٹھتا ہے تو کنعان کی جورو اس کو پنکھا جھلتی ہے۔ اور بہت سے بھید ہیں جو بوجہ شرم ظاہر نہیں کیے جاتے۔ اور حضرت مولانا محمد قاسم مرحوم نے وصیت کی تھی جس کو انہوں نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا کہ ۔

گاہ از اولاد من فی المدرسہ لایلج احد ملازم آں شدہ

[1] گھوگھی: فاختہ۔

کہ میری اولاد میں سے کوئی مدرسہ میں ملازم نہ رکھا جائے۔

یہ وصیت ان کی از روے کشف تھی جس کے چھوڑنے سے یہ خرابیاں پیدا ہوئیں۔ ان کے بیٹے کا حال ان پر ظاہر ہو گیا۔ جو اس کو خواہشاتِ نفسانی کا تابع دیکھا۔ یہ مدرسہ ان کے ہاتھ سے تباہ ہوا۔ مولانا مرحوم اپنے بیٹے سے تمام عمر ناراض رہے۔ مرنے کے بعد کیسے راضی ہو سکتے ہیں۔ یہ وصیت ان سرکشوں نے گم کر دی اس وصیت کے خلاف کرنے سے یہ تمام خرابیاں پیدا ہوئیں۔ ان کے کہنے سے موم کی ناک گھوگھی نے مشورہ کر کے مدرسہ کو کنعان کے سپرد کر دیا۔ اس کا وبال گھوگھی پر ہوا۔ تب جنیب مولانا رشید احمد کے پاس گیا تا کہ کنعان کا اصل حال معلوم ان کو نہ ہو۔ ہر وقت ان کے پاس رہتا۔ کسی کو موقع نہ دیتا کہ کنعان کا حال مولانا سے کہے۔ پھر مدرسہ میں چھ سو روپیہ کی چوری کر لی اور محرر پر اس کا الزام لگایا۔ حالاں کہ کنجی اس کی کنعان کے پاس تھی۔ پھر کنعان کو حلف دی گئی، اس نے حلف لینے سے انکار کر دیا۔ اور مولانا ظہور الحسن جھنجھانوی نے، جو ان دنوں دیو بند میں سب رجسٹرار تھے مولانا رشید احمد سے سب حال کہہ دیا کہ کنعان نے محرر سے کنجی لے لی تھی، وہ چور نہیں، یہ کارروائی کنعان کی ہے۔ اس پر دو گواہوں نے گواہی دی۔ اور کنعان پر جرم ثابت کیا گیا۔ اور اس کو مدرسہ سے برخاست کر دیا گیا۔ تب گھوگھی (فاختہ) مولانا صاحب رشید احمد کے پاس گیا۔ بہت چاپلوسی کی اور پھر بحال کر دیا اور مولانا کا حکم نہ مانا۔ ان کی سرپرستی برائے نام تھی۔ جب مولانا فوت ہو گئے تو جنیب وہاں سے چلا گیا اور کنعان کا مددگار ہو گیا۔

گشتہ آں کنعان ملاح اقتناس   کز تکبر سر بسر ملاں شدہ

کنعان شکار کرنے کا ملاح ہو گیا۔ اور تکبر سے سراسر بھر گیا۔

اشتغال او بطلاب صغار   مرتکز در طبع آں کنعاں شدہ

چھوٹے طالب علموں سے اس کی مشغولی طبیعت میں گڑ گئی۔ تمام اہل مدرسہ اور ساکنان دیو بند کنعان کی اس حرکت سے واقف تھے۔ اور مختلف اوقات اس کے جھگڑے پیش آئے۔ مگر مدرسہ والے اس کے خلاف کچھ نہیں کہہ سکتے۔

جملہ می دانند اہل مدرسہ   گر چہ اخفائش زخوف آں شدہ

تمام مدرسہ والے یہ سب حال جانتے ہیں۔ مگر اس کے خوف سے چھپاتے ہیں۔

نظام حیدر آباد سے جو وظیفہ مدرسہ کو ملتا ہے اس میں سے پانچواں حصہ کنعان اپنے گھر بیٹھا لیتا ہے۔ اور مبلغ ایک سو نوے روپے (مالعہ) مولوی محمد قاسم کا بیٹا لیتا ہے حالاں کہ اس کے باپ ایسی دنیا پر لات مارتے تھے۔ اور ان کا بیٹا حلال و حرام میں کوئی تمیز نہیں کرتا۔

کبر و ہم نخوت کہ ما ھم بالغیہ   مرتکز اندر صدور شاں شدہ

لا یحب کل مختال فخور   نفس قاطع وارد قرآں شدہ

تکبر وغرور جس کو وہ نہ پہنچے گے وہ ان کے دلوں میں گڑا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ متکبر اور فخر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا، قرآن کریم میں یہ صاف ہے ۔

راہ وسط قاسمی بگزاشتند مبتغی راہ معوجاں شدہ

قاسم کے درمیانی راستے کو چھوڑ دیا اور کج راہوں کی راہ کے طالب ہو گئے۔

جس شخص کو ان کے حالات دریافت کرنے ہوں۔ وہ ان کی خیانتیں معلوم کر سکتا ہے۔ لیکن جو کوئی ایسی بات کرے۔ اس کو مدرسہ سے ایسا نکال کر پھینک دیتے ہیں جیسے دودھ میں سے مکھی کو نکال ڈالتے ہیں۔ چناں چہ اہل دیو بند سے تین ممبر تھے، ان میں سے دو ممبروں کو اسی وجہ سے نکال دیا کہ وہ واقف شدہ اور مانع تھے۔

ہر چہ می خواہند خود با می کنند اہل شوریٰ فیل را دنداں شدہ

یہ لوگ جو چاہتے ہیں وہی کر لیتے ہیں۔ اور اہل شوریٰ ہاتھی کے دانتوں کی طرح ہیں (دکھانے کے اور، کھانے کے اور)

کامدہ فرشِ مکانِ مہتمم درج در مدرّس حساب آں شدہ

مہتمم مدرسہ کے لیے فرش خریدا گیا۔ اور مدرسہ کے حساب میں لگایا گیا۔ ان ہر دو ممبروں نے جو دیو بند کے تھے اعتراض کیا۔ اسی سبب سے ان ہر دو ممبروں کو مدرسہ سے نکال دیا۔ اور جو غاصب اوقاف تھا اس کو رکھ لیا۔ باقی تمام ممبر باہر کے ہیں۔ کاش دیو بند کے ممبر ہوتے تو ان کا حال کھلتا ۔

کان یک اوقاف بخاری غصب کرد غصب او از خلق کے پنہاں شدہ

ابھی مسجد شاہ بخاری کے اوقاف کا غصب کیا لوگوں سے پوشیدہ نہیں۔ دیو بند میں شاہ بخاری علیہ الرحمہ کی مسجد ہے۔ اس کے نیچے بازار ہے۔ وہ مسجد کے ساتھ وقف ہے اس کی تمام آمدنی غصب کر کے کھا لیتے ہیں۔ اس بات سے مولوی منفعت علی مدرس نے ان کے خلاف مقابلہ کیا کہ وقف کی آمدنی محفوظ رہے۔ ان سب نے اتفاق کر کے مولوی صاحب پر جھوٹے الزامات لگا کر مدرسہ سے نکال دیا اور ان لوگوں کو رکھا جو ان کے ہاتھ پاؤں چومیں۔

معجبے غلماں گریزانندۂ مسند تدریس را شایاں شدہ

ایک خود پسند لونڈوں کو بہکانے والا مدرسی کی مسند کے لائق ہوا۔

تضرب الاجراس فی اوقاتھا شبہہ ضربِ جرس ترسایاں شدہ

اس مدرسہ میں اپنے وقتوں پر گھنٹے بجتے ہے۔ جو عیسائیوں کی مشابہت ہے۔

یحسبون یحسنون صنعھم حبط جملہ کار ہائے شاں شدہ

سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔ ان کے سب کام اکارت ہو گئے۔

آں حضاجِ مال کوٹھی کردہ ہپ شد امین و رازدار شاں شدہ

مثل کوٹھی مدرسہ ہم ہپ شود   اینَ رفتہ کو نشانِ آں شدہ

دیو بند میں تجارت کی کوٹھی مسلمانوں کے روپیہ سے ہوتی تھی۔ اس کا نام کثیر المنفعت رکھا گیا تھا میرے ذمہ بھی اس کا للعہ تھا۔ جب میں مراد آباد تھا، سنا کہ کوٹھی ٹوٹ گئی۔ وہ روپیہ میں نے دیو بند کو بھیج دیا۔ لیکن جب دیو بند میں آکر پوچھا تو اس روپیہ کا کچھ پتہ نہ لگا۔ بہت لوگوں نے دعوے کیے۔ اب تک مغصوبہ حصص باقی ہیں۔

مالِ مفت و ہم دلِ بے رحم شاں   گنج للّٰہی دراں ویراں شدہ

گو یا مال مفت اور دل بے رحم کی طرح سب خورد برد ہو گیا۔

مدرسہ کی ابتدا اس طرح پر ہے کہ چند طالب علم کو ہاٹ سے پڑھنے کے لیے ہندوستان میں آئے۔ پڑھانے والے کو ڈھونڈتے ہوئے دیو بند میں پہنچے۔ حاجی صاحب (شاہ امداد اللہ علیہ الرحمہ) نے ان کو خط دے کر مولانا محمد قاسم صاحب کی خدمت میں میرٹھ بھیج دیا۔ اور ساتھ ہی یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ چند بڈھے مولوی جب مر جائیں گے تو نماز کا مسئلہ بھی بتلانے والا کوئی نہ ہوگا۔ غرضے کہ حاجی صاحب اور مولوی محمد قاسم نے چندہ کر کے مولوی محمود دیو بندی کو میرٹھ سے بلوا کر مدرس مقرر کر دیا۔ اور مدرسہ چل نکلا۔

وز شمولِ قاسم علم الہدیٰ   مظہر انوار بے پایاں شدہ

داشت او با حضرت قاسم و داد   بودہ قالب دو وے یکجاں شدہ

ایں حریفاں بیں کہ از جہل و عمیٰ   تفرقی انداز بین شاں شادہ

ان سرکشوں نے جہالت اور اندھے پن سے ان دونوں میں بھی تفرقہ ڈال دیا تھا۔

یہ ہے حالت مدرسہ اور مدرسین اور مہتممین کی جو نا گفتہ بہ ہے۔ اس پر دعوے لاف و گزاف یہ ہے کہ علماے مدرسہ دیو بند علماے حرمین شریفین زادہما اللہ تعالیٰ شرفاً و تعظیماً سے افضل ہیں اور خاک بدہن رسول اللہ ﷺ کے بھی استاد ہیں۔ العیاذ باللہ۔

آمدم بر سر مطلب، مگر یاد رہے کہ میرے نزدیک تمام مسلمانان کے عقیدہ میں سوائے وہابیہ دیو بند یہ کے (جو مسلمان ہی نہیں) یہ ہے کہ آں حضرت ﷺ تمام جہان کی زبانیں اور تمام دنیا کے علوم خدا کے فضل سے جانتے ہیں اور ہر زبان میں بے تکلف گفتگو فرما سکتے ہیں۔ اور یہ بات بالکل آپ کے صالح کے خواب کی لغو اور بے ہودہ ہے کہ وہ اردو زبان جانتے نہ تھے۔ اور پہلے ہندوستان کو جانتے بھی نہ تھے۔ اور بڑے بڑے اکابر اولیاے کرام اور مجددین عظام جو ہندوستان میں گزر چکے ہیں ان سے کبھی معاملہ ہی نہیں ہوا۔ اور اب علماے دیو بند سے جو آں حضرت ﷺ کی توہین کرتے اور گالیاں دیتے ہیں، ان سے معاملہ ہوا۔ یہ خواب ہی جھوٹی ہے۔ ردی ہے اور اضغاث احلام ہے۔ اور یہ کذب عمداً آں حضرت ﷺ پر لگایا گیا۔ جس کی وعید میں حضور کا ارشاد ہے:

من كذب على متعمدا فليتبوا مقعده من النار.[1]

---

[1] صحيح مسلم، باب تغليظ الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم، حديث: ٤

اب میں قرآن شریف سے بتلاتا ہوں کہ آں حضرت ﷺ ہر ملک کی زبان جانتے ہیں اور ہر ملک کے آدمی کے ساتھ اس کی زبان میں گفتگو فرماتے ہیں۔ یہاں میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا، ایک تحریر دکھلاتا ہوں۔ و ھو ھذا:

مناہج النبوت ترجمہ مدارج النبوت، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ۔ جلد اول، صفحہ: ۱۷۳۔

وقال اللہ تعالیٰ: قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا[1] .

یعنی کہ اے محمد (ﷺ) تحقیق کہ میں فرستادۂ خدا ہوں طرف تم تمام کے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا[2] .

یعنی اے محمد (ﷺ) نہ بھیجا ہم نے تجھے مگر طرف تمامی انسانوں کے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا۔

اور یہ یعنی فرستادہ ہونا طرف تمامی انسانوں کے اس سرور کے خصائص سے ہے۔

وقال اللہ تعالیٰ: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ[3] .

یعنی نہیں بھیجا ہم نے رسول سے (من بیانیہ ہے) مگر اس قوم کی لسان کر کے تاکہ بیان کرے واسطے اس قوم کے۔

اور مترجم یہاں ایک اور بھی فائدہ بیان کرتا ہے شبہ رفع کرنے کے واسطے، اوپر کی آیتوں اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت تمام جہان کے لوگوں کی طرف مرسل ہیں۔ اور سب کی زبان سے دعوت اور بیان کرتے ہیں۔ اور حال یہ ہے کہ حضرت (ﷺ) عرب میں تھے۔ اور زبان عرب دوسرے ملک والوں کی زبان کے مخالف ہے۔ جواب یہ ہے کہ ثابت ہوئی ہے یہ بات کہ حضرت ﷺ نے ہر ملک کے آدمی سے اسی کی زبان سے دعوت کی ہے۔

چناں چہ حدیث میں ہے اور مشہور ہے کہ ہندوستان کے راجوں سے مکن پور دیوہ کے راجہ نے اپنے پرجا کو پان اور چونہ وغیرہ دے کر مکے کو بھجوایا۔ اور کہا کہ یہ پیغمبر ﷺ کو دیجیو اگر اس کو اس کے آئین سے کھاوے اور تجھ سے بات ہماری زبان میں کرے تو جانیو برحق پیغمبر ہے۔ جب یہ اس راجہ کا فرستادہ وہاں پہنچا حضرت ﷺ نے پان اس سے لے کر چونہ لگا کر تناول فرمایا۔ اور کلام اس کی لسان سے ساتھ ان لفظوں کے کی: «تمرورا جو کیتم کسل ہتو» پس تخصیص کی اللہ تعالے نے رسولوں کی ان کی قوم سے اور بھیجوایا ہمارے پیغمبر کو طرف تمام خلق کے جس طرح اس سرور نے فرمایا:

بعثت الی الاسود والاحمر.

یعنی بھیجوایا گیا میں طرف اسود کے اور احمر کے۔

احمر سے مراد اہل عجم ہیں کہ رنگ ان کے سرخ اور سفید ہوتے ہیں۔ اور اسود سے مراد عرب وغیرہ ہیں کہ رنگ میں ان کے سبزی ہے۔ بلفظہ۔ مردود ہوا خواب آپ کے صالح کا۔

قولہ: فتح الباری میں ہے:

---

[1] پارہ: ۹، الاعراف: ۷، آیت: ۱۵۸. [2] پارہ: ۲۲، سبا: ۳٤، آیت: ۲۸. [3] پارہ: ۱۳، ابراهیم: ۱٤، آیت: ٤.

قوله محدثاتها بفتح. الخ

ترجمہ: محدثات دال کی زبر سے جمع ہے محدثہ کی۔ مراد ساتھ اس کے وہ چیز کہ نئی نکالی گئی ہو اور نہ (ہو) اس کی اصل شرع میں۔ نام رکھا جاتا ہے اس کا عرف شرع میں بدعت۔ وہ چیز کہ ہو اس کی اصل شریعت میں، نہیں ہے بدعت۔ اور بدعت عرف شرع میں بری ہے بخلاف لغت کے۔ (صفحہ: ۳۲، سطر: ۱۶)

اقول: فتح الباری سے جو آپ نے بدعت کی تعریف لکھی ہے وہ ہمارے خلاف نہیں، کیوں کہ بدعت مذمومہ وہی ہے جو خلاف حکم خداوند تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے نئی بات پیدا کی جائے۔ سو اس میں کسی حکم کی مخالفت نہیں ہے۔ اور اس کی اصل شریعت میں موجود ہے۔ اور قرآنی حکم ہے کہ اولی الامر اور اس کی اطاعت تم پر فرض ہے۔ پس جب یہ مصلات اربعہ بحکم بادشاہ اولی الامر مصلحتاً بنائے گئے ہیں تو کیوں کر بدعت مذمومہ ہوں گے۔ بدعت کی کئی اقسام ہیں۔ جن کی تفصیل اور تعریف اکثر کتابوں میں درج ہے۔ بالفعل ایک کتاب سے مختصراً تحریر کرتا ہوں تا کہ آپ کو بدعت کی حقیقت معلوم ہو جاوے۔ اور بار بار بدعت اور خیر القرون کا ہی وظیفہ نہ کر لیجیے۔ اس کا جواب متعدد جگہ پر لکھ آیا ہوں۔ لیجیے بدعت کی تعریف اور اس کے اقسام لکھتا ہوں تا کہ آپ کو معلوم ہو کہ بدعت کیا چیز ہے۔

بدعت کی تعریف اور اس کے اقسام

جامع الفتاویٰ حضرت مفتی سید عبد الفتاح حسینی القادری گلشن آبادی، جلد اول، صفحہ: ۱۱۶ - ۱۱۸، مطبوعہ بمبئی، ۱۳۰۳ ہجری:

معلوم ہووے کہ جمہور علما کے نزدیک اصل بدعت دو قسم ہیں۔ ایک بدعت ہدیٰ، جس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ دوسری بدعت ضلالہ، جس کو سیئہ بولتے ہیں۔ فصل الخطاب میں امام جزری علیہ الرحمہ سے منقول ہے:

"قال الجزري في النهاية: البدعة بدعتان بدعة هدى و بدعة ضلالة فما كان في خلاف ما امر الله به و رسوله فهو في حيز الذم و ما كان واقعا تحت عمومِ ماندب الله اليه وحض عليه او رسوله فهو في حيز المدح."

یعنی کہا حضرت جزری رحمۃ اللہ علیہ نے نہایۃ میں، بدعت دو قسم پر ہے، بدعت ہدیٰ، بدعت ضلالہ۔ جو خدا اور رسول کے حکم کے خلاف ہے سو وہ کام برائی میں داخل ہے۔ اور جو واقع ہے نیچے عموم اس حکم کے جو اللہ نے فرمایا اور اس کی رغبت دلائی یا اس کے رسول نے فرمایا تو وہ کلام بھلائی میں داخل ہے۔

حلال بھی ظاہر ہے۔ اور حرام بھی ظاہر ہے۔ مگر ان کے درمیان مشتبہات اشیا ایسی ہیں کہ ان کے لیے کوئی حکم بیان نہیں فرمایا۔ بحکم "الاصل فی الاشیاء اباحة عند الجمهور" سب محققین کے نزدیک ہمہ اشیا جب تک حرام کا حکم نہ

آوے اپنی اصلیت اباحت پر ہیں۔ کل بدعت ضلالۃ مخصوص بعض ہے، اس حدیث کے سبب کہ فرمایا نبی ﷺ نے:

"من سن في الاسلام سنة حسنة فله أجرها واجر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اجورهم شيئ و من سن في الاسلام سنة سيئة كان عليه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اوزارهم شيئ."[1]

ترجمہ۔ جس نے اسلام میں طریقہ نیک نکالا اس کو اجر وثواب ہے۔ اور جو کوئی اس طریقہ پر عمل کرے گا اس کا ثواب بھی اس کو ملے گا۔ لیکن اس عمل کرنے والے کے ثواب میں کچھ کم نہ ہوگا۔ اور جس نے اسلام میں طریقہ بد نکالا اس کو اس کا عذاب ہے۔ اور جو کوئی اس طریقہ بد پر عمل کرے گا اس کا عذاب بھی۔ لیکن اس پچھلے عمل کرنے والے کے عذاب میں کچھ کم نہ ہوگا۔

اور حدیث دوسری بھی اس کے متعلق ہے:

"من احدث في أمرنا هٰذا ما ليس منه فهو رد."

جس نے نو ایجاد کیا ہمارے دین میں جو کچھ کہ اس دین سے تعلق نہیں رکھتا پس وہ رد ہے۔

سنت کا لفظ باعتبار معنی لغوی کے نیک اور بد دونوں کو شامل ہے۔ "كل بدعة ضلالة" عام مخصص البعض اس معنی میں ہوئی، كل بدعت سئية ضلالة یعنی جو بدعت سیئہ ہے وہ ضلالت ہے۔ اور جو بدعت حسنہ ہے وہ ہدایت ہے۔ امام شافعی نے فرمایا:

"احدث وخالف كتاباً او سنة او اجماعاً او اثراً فهو البدعة الضلالة وما احدث من خير ولم يخالف شيئاً من ذٰلك فهو البدعة المحمودة.

جو فعل یا قول ایسا نیا نکلا کہ مخالف نہ ہوا کتاب (قرآن) یا سنت (حدیث) سے یا اجماع امت سے یا کسی اثر سے، سو وہ بدعت حسنہ یا محمودہ یعنی تعریف کے لائق ہے۔

مطلق بدعت پانچ قسم کی ہے۔ بالاتفاق ائمہ اربعہ وجمہور علما کے نزدیک۔

اول واجبہ:- جیسا کہ تصنیفات تفاسیر وشروح احادیث وکلام، اسانید کتاب وسنت وتدوین کتب، تصوف و اصول وفروع فقہیہ ونحو وصرف ولغت ومعانی وبیان اور جو کچھ دین میں اصلاح وتعلیم وتعلم علوم وتالیفات ردِ فرقِ مبتدعہ۔ جیسے نئے سوالات نکلتے گئے ویسے نئے جوابات بنانا بھی علما پر واجب ہوا۔

دوم مستحبہ:- جیسے بنائے مدارس وخانقاہ ومسافر خانہ ودار الشفا وسرور میلاد سرور انام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تمام نیکی اور ثواب کے کام جو قرون ثلاثہ میں نہ تھے۔

---

[1] مشكوٰة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الأول، حديث: ۲۲۳

سوم مباحہ: - جیسا کہ مصافحہ نماز کے بعد اور توسیع طعام لذیذ، ملابس فاخرہ وعمارات جمیلہ، بشرطے کہ مالِ حلال سے ہو اور باعثِ فخر ونخوت نہ ہو۔ اور استعمال غربال وزیادتی اسباب خانہ۔

چہارم مکروہ: - جیسے[1] آرائش مساجد ومصاحف، سونے روپے کے نقش ونگار سے، وتجمل فروش وسواری وغیرہ۔

پنجم محرمہ: - جیسا کہ مذاہب روافض وخوارج ومعتزلہ وجبریہ وقدریہ ومرجیہ ومجسمہ وغیرہم اسراف کے کام۔ اور تفصیل اس کی 'سفینۃ النجاۃ' میں مرقوم ہے۔

روایت ہے کہ تراویح کی نماز بیس رکعات روشنی کے اہتمام کے ساتھ حضرت عمر بن الخطاب مزین المسجد والمنبر والمحراب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں جاری ہوئی۔ آپ نے فرمایا: "نعمت البدعة هذه" یعنی یہ کیا اچھی بدعت ہے۔ حالاں کہ آں حضرت ﷺ نے چند روز پڑھی تھی۔ وہ سنت ہے۔ اور بحکم "عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين"[2] یعنی تم کو میری سنت پر عمل کرنا لازم ہے۔ اسی طرح جو کام خلفاے راشدین نے نکالا۔ اس پر بھی سنت کی طرح عمل کرو۔ الخ۔ بلفظہ۔

لیجیے! یہ مختصراً بدعت کی تعریف کی گئی ہے۔ اس سے زیادہ میری مولفہ کتاب "الدر المکنون فی دعاء الطاعون" میں کسی قدر تفصیل سے ہے۔ اس کو دیکھ لیجیے۔ اس سے آپ کے فیوض محمدیہ کی حقیقت بھی ظاہر ہو گئی ہے۔ اور فتح الباری کی عبارت ہمارے لیے مفید اور آپ کے لیے مضر اور غیر مفید۔ اور مصلات اربعہ اگر بدعت اول میں شمار نہ ہوں تو بدعت مستحبہ قسم دوم میں تو داخل ہیں۔ آپ کی کرکری دور ہو گئی۔ ہاں مدرسہ دیوبند میں ہر وقت گھنٹہ بجے تو وہ بدعت نہ ہو۔ بلکہ ہندوؤں اور نصاریٰ کی سنت ادا ہو۔ شرم!!

---

[1] بعض متاخرین نے ان اشیا کو بھی بدعت مباحہ میں رکھا۔ ۱۲ منہ

[2] مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الطهارة، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، حديث: ۱۸۱

باب ہفت دہم

عقیدہ نمبر ۲۲

آں حضرت ﷺ کی فاتحہ، بارہویں شریف کی شیرینی، میلاد شریف اور گیارہویں شریف حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا کھانا کھانا حرام مثل ہنود۔

(فتویٰ مولوی رشید احمد، ص:۱۶، ۱۷)

قولہ : توضیح مطالبہ نمبر ۱۶ بر عقیدہ نمبر ۲۲:

آپ نے مولوی رشید احمد صاحب مرحوم کے فتاوے کے صفحے ۱۶، ۱۷ کے حوالے پر یہ لکھا ہے کہ اس میں ہے: آں حضرت ﷺ کی فاتحہ، بارہویں شریف کی شرینی، میلاد النبی شریف اور گیارہویں شریف حضرت ثقلین کا کھانا حرام ہے مثل ہنود۔ مولوی صاحب مرحوم کے فتاوے کا صفحہ ۱۶، ۱۷ پر یہ عبارت نہیں ہے۔ لیکن اس عبارت سے جو ظاہراً معلوم ہوتا ہے، اس کے متعلق لکھا جاتا ہے۔ عقیدہ نمبر ۲۲ سے ظاہر ہے کہ شرینی نبی علیہ السلام کے نام کی اور کھانا پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کے نام کا جو ہو، اس کا کھانا حرام ہے۔ تمام اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ جو کھانا یا کچھ اور اللہ کے نام کا نہ ہو بلکہ کسی نبی یا ولی کی نذر کا ہو اس کا کھانا حرام ہے۔ بلفظہ (صفحہ: ۳۳، سطر: ۲)

اقول : مفتی جی! عبارت مندرجہ کا انکار کر کے اپنی عادت کو ضرور پورا کیجیے۔ بندۂ خدا! اگر یہ عبارت با مطلب اُن کے فتاوے میں موجود نہیں تو آپ اپنی طرف سے ان کے ضامنی وکیل بن کر جواب کس بات کا دیتے ہیں۔ اگر عبارت موجود نہیں اور ان کے صفحہ ۱۶، ۱۷ پر یہ مطلب نہیں تو صرف اتنا لکھنا کافی تھا کہ جو کچھ لکھا ہے وہ فتویٰ میں موجود نہیں، جس کا جواب بھی کچھ نہیں۔ دوسری بات آپ نے اپنے دل سے بنا کر یہ لکھ دی کہ جو شیرینی نبی علیہ السلام کے نام کی یا حضرت پیر پیران علیہ الرحمہ کے نام کی ہو اس کا کھانا حرام ہے اور اس پر اہل سنت کا اتفاق۔ حالاں کہ میری تحریر میں نام کا کوئی ذکر تک نہیں۔ میری تحریر صاف ہے کہ بارہویں تاریخ کو میلاد شریف میں جو شیرینی تقسیم کی جاتی ہے یا گیارہویں تاریخ کو جو کھانا اور شیرینی تقسیم کی جاتی ہے اور فقرا وغیرہ کو کھانا کھلایا جاتا ہے اس کا کھانا حرام بتایا گیا ہے۔ ایک حلال اور طیب کھانے کو حرام قرار دینا کس مسلمان کا کام ہے؟ اور حضرت غوث الثقلین کی جگہ آپ نے لفظ غوث کو اڑا کر صرف لفظ ثقلین بلا تفہیمِ معنی اور مطلب لکھ دیا، اس لیے کہ غوث کا لفظ وہابیہ کے لیے سم قاتل[1] ہے۔ گو اپنے بزرگوں کو برابر لکھا جائے مگر

[1] سمِ قاتل: جلد ہلاک کرنے والا زہر۔

حضرت پیر پیران رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ایسا لکھنا شرک ہے؟ واہ سبحان اللہ!! آپ کا خیال ناپاک اس طرف رجوع ہوا ہے کہ جس طعام حلال وطیب و پاک پر آں حضرت ﷺ یا حضرت غوث الثقلین کا نام طاہر ومطہر آ گیا ہے، اس لیے ان کے نام پاک کی تاثیر سے وہ طعام ناپاک ہو گیا۔ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ. العیاذ باللہ.**

دیکھو! بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور مویشی جن کو داغ دے کر بتوں کے نام پر نام بنام کفار نے چھوڑے ہوئے تھے، ان کو تو اللہ تعالیٰ حلال فرماتا ہے، اور آں حضرت ﷺ بموجب حکم خداوندی ان کے حلال ہونے اور کھانے کا حکم فرماتے ہیں اور انکار کرنے والوں کو شیطان کا لقب فرماتے ہیں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ.[1]

یعنی ہم نے (اللہ تعالیٰ نے) مقرر نہیں کیا ہے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کو مگر کفار بہتان باندھتے ہیں خدا پر بوجہ بے عقل ہونے کے۔

اس کی تشریح تفسیروں میں اس طرح پر ہے۔

(۱) تفسیر جلالین میں زیر آیت شریف بالا اس طرح لکھا ہے:

كان أهل الجاهلية يفعلونه. روى البخاري عن سعيد بن مسيب قال البحيرة التي يمنع درها للطواغيت فلا يحلبها أحد من الناس، والسائبة التي كانوا يسيبونها لآلهتهم فلايحمل عليها شيئ، والوصيلة الناقة البكر تبكر في أول نتاج الإبل بأنثیٰ ثم تثنى بعده بأنثیٰ وكانوا يسيبونها لطواغيتهم إن وصلت إحديهما بالأخرى ليس بينهما ذكر، والحام فحل الإبل يضرب الضراب المعدود فإذا قضي ضرابه ودعوه للطواغيت واعفوه من الحمل فلم يحمل عليه شئ وسموه الحامي. كذا فى المعالم .بلفظه[2]

ترجمہ: اس کا موضح القرآن میں اس طرح پر ہے: یہ کفر کی رسمیں تھیں کہ مواشی میں اگر کوئی بچہ بہائم پیدا ہوتا تو اس کو بت کے نام پر چھوڑ دیتے اور اس کا کان پھاڑ دیتے اس کو بحیرہ کہتے تھے اور کوئی بچہ پیدا ہوتا تو اس کو بھی بت کے نام پر آزاد کر دیتے اور اس کا نام سائبہ تھا۔ اکثر کی عادت تھی اگر نر پیدا ہوتا تو اس کو بت کے نام کا داغ دار کر کے چھوڑ دیتے، یہ وصیلہ تھا، اور جس مادہ شتر سے دس بچے پیدا ہوئے ہیں تو اس پر مال و اسباب لادنا اور اس کا استعمال کرنا موقوف کر دیتے تھے۔ یہ حام تھا۔ اھ

یہ سب جانور بتوں کے نام پر داغ دیے ہوئے اور مشہور آزاد کیے ہوئے نام بنام بتوں کے تو حلال ہوں اور جو

---

[1] پوری آیتِ کریمہ اس طرح ہے: مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۔ پارہ: ۷، مائدہ: ۵، آیت: ۱۰۳

[2] جلالین، ص: ۱۰۸، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، ۲۰۰۶ء

حضور سرورِ عالم ﷺ اور حضرت غوث الثقلین علیہ الرحمہ یا کسی ولی یا بزرگ کے نام کی نیاز کر کے ایصال ثواب کیا جائے تو حرام؟ العجب! اس وقت کے وہابی (منافق) جب شبہہ کرنے لگے کہ بتوں کے نام کے جانور حلال کیسے ہو سکتے ہیں، تب اللہ تعالیٰ کا حکم حضور ﷺ کے نام اس طرح پر صادر ہوا:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ. الآیۃ[1]

یعنی اے لوگو! کھاؤ تم حلال اور پاک چیزیں جو زمین پر ہیں اور شیطان کی پیروی مت کرو۔ یعنی حلال جانوروں کو حرام مت کہو۔

(۳) تفسیر حسینی میں ہے:

مشرکان[2] عرب چیز ہارا بہ وسوسہ شیطان حلال وحرام می کردند چو بحیرہ، سائبہ واقسام حرث۔[3]

(۴) تفسیر جلالین:

[4] نزلت فیمن حرم السوائب ونحوها .بلفظه[5]

(۵) تفسیر جامع البیان:

[6] نزلت فیمن حرموا علیٰ انفسهم من السوائب والوصائل والحامی وغیرها .

ان حوالہ جات سے ثابت ہے کہ مشرکان ان جانوروں کو حرام کہتے تھے جو بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ ان کو حلال اور طیب فرما رہا ہے اور اس عقیدہ والوں کو شیطان کے پیرو۔ صرف کسی کے مطلق نام لینے سے کوئی چیز حرام نہیں ہو جاتی۔ یہ وہابیوں کا خیال باطل ہے۔ جب تک ذبح کرنے کے وقت خدا کے نام کی بجائے غیرِ خدا کا نام نہ لیا جائے اور یہی تمام اہل سنت و جماعت عرب وعجم کا مذہب ہے۔

سنیے! ایک حدیث صحیح ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضور سرور عالم ﷺ کے حضور میں عرض کی کہ میری ماں مر گئی ہے۔ میں اس کے لیے کون سا صدقہ کروں جس کا ثواب اس کی روح کو پہنچے۔ آپ نے فرمایا: پانی افضل ہے۔ چناں چہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک چاہ کھدوایا اور فرمایا: هذه لأم سعد یعنی اس کنویں کا ثواب میری ماں کے لیے ہے۔[7] تمام لوگوں نے پانی پیا۔ اور اب تک پیا جاتا ہے۔

---

[1] پارہ: ۲، البقرہ: ۲، آیت: ۱۶۸

[2] ترجمہ: عرب کے مشرکین شیطان کے وسوسے کی بنیاد پر چیزوں کو حلال وحرام بنا لیتے تھے، جیسے بحیرہ، سائبہ، اور کھیتی کی دوسری بہت سی قسمیں۔

[3] تفسیر حسینی، ج: ۱، ص: ۲۵، مطبع احمد کان پور.

[4] ترجمہ: یہ آیت کریمہ سائبہ اور اس جیسے دوسرے جانوروں کو حرام بتانے والوں کے حق میں نازل ہوئی۔ [5] جلالین، ج: ۱، ص: ۱۷٤

[6] ترجمہ: یہ آیت کریمہ ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جو اپنے اوپر سائبہ، وصیلہ، حامی اور ان جیسے دوسرے جانوروں کو حرام قرار دیتے تھے۔

[7] سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب فی فضل یقی الماء، حدیث: ۱۶۸۳

حضور سرور عالم ﷺ نے اس وقت یہی فرمایا کہ سعد رضی اللہ عنہ کی ماں کا کنواں ہے، یہ نہ فرمایا کہ یہ اللہ کا چاہ ہے۔ کیا آپ کے نزدیک آں حضرت ﷺ کا ایسا فرمانا شرک ہے؟ اور یہ پانی اس کنویں کا حرام ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ وسوسہ شیطانی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ غیر اللہ کی چیز یعنی خدا کے نام کے سوا کسی اور شخص کے نام کی کوئی چیز حرام نہیں۔ ورنہ اگر ہم کہیں کہ مفتی جی! یہ آپ کی بکری یا گائے، بھینس ہے۔ اور آپ بھی مانتے ہیں کہ ہاں میری ہے، تو پھر یہ بھی حرام ہونا چاہیے۔ کیوں کہ اس پر آپ کا نام لیا گیا ہے۔ مگر ایسا فتویٰ کسی مسلمان مفتی کی طرف سے نہیں ہوسکتا۔ ہاں! آپ ایسے مفتی ہیں کہ حلال چیزوں پر حرمت کا فتویٰ دیتے ہیں مگر مسلمان لوگ آپ کے فتویٰ کو ردی کے ٹوکرہ میں ڈال دیتے ہیں اور ضائع کر دیتے ہیں۔ ہمارا اور تمام مسلمانوں کا عقیدہ گیارہویں اور بارہویں کی فاتحہ اور مولود شریف کی شرینی کی نسبت یہ ہے کہ اس روز عمدہ کھانا پکا کر یا کوئی بکرا عمدہ پرورش شدہ ذبح کر کے پلاؤ اور گوشت پکا کر علما و فقرا کو بلا کر اور اس پر سورہ فاتحہ یا قرآن کریم کی چند آیتیں یا قرآن شریف کلہم[1] پڑھا ہوا ان کی خوش نودی مزاج کے لیے ان کے نام ایصال ثواب کر کے ارواح مبارکہ کو پہنچایا جاتا ہے اور پھر تقسیم کیا جاتا ہے، جو معمول بہ اسلام ہے اور بس۔

قولہ : غیر اللہ کی نذر و منت حرام ہے۔ الخ، عبارت بحر الرائق ملخصاً، صفحہ: ۳۳

اقول : آپ نے نذر اور منت کے معنی نہیں بتلائے، نذر غیر اللہ کیا ہے؟ اور منت کیا ہے؟ اور جو مطلب آپ نے بارہویں اور گیارہویں پر نذر غیر اللہ سمجھے ہوئے ہیں، وہ بالکل غلط ہے۔ دیکھیے لغت میں۔ نذر کے معنی «برہان قاطعہ» میں تحفہ درویشاں[2] لکھا ہے۔ اور تفسیر احمدیہ میں صدقہ و خیرات لکھا ہے۔ یہی معنی نیاز کے ہیں۔ طریق اس کا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نذر یا منت مانے کہ اے پاک پروردگار اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو اس قدر مال یا کھانا فلاں درویش یا فلاں مدرسہ یا خانقاہ کے فقرا کو کھلاؤں گا، یا فلاں بزرگ کی فاتحہ یا روح کو ثواب پہنچاؤں گا، تو یہ سب جائز ہے۔

دیکھیے! شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ اپنی کتاب «انفاس العارفین» میں فرماتے ہیں در بیان حالات اپنے والد ماجد شاہ عبد الرحیم علیہ الرحمہ کے:

حضرت[3] ایشاں می فرمودند کہ فرہاد بیگ را مشکلے پیش آمد۔ نذر کرد کہ بارِ خدایا کہ اگر ایں مشکل بسر آید ایں قدر مبلغ حضرت ایشان را ہدیہ دہم۔ آں مشکل مندفع شد، آں نذر را ز خاطر او برفت۔ بعد چندیں اسپ او بیمار شد و نزدیک ہلاکت

---

[1] کلہم: کامل، پورا۔　[2] تحفۂ درویشاں: غریبوں کا تحفہ۔

[3] ترجمہ: حضرت فرماتے تھے کہ فرہاد بیگ کو کوئی پریشانی لاحق ہوئی، اس نے نذر مانی: اے خدائے بزرگ! اگر یہ پریشانی حل ہو جائے تو اس قدر روپیہ حضرت والا کو تحفہ دوں گا، وہ پریشانی ختم ہوگئی اور وہ نذر بھی اس کے دل سے محو ہوگئی، کچھ دنوں بعد اس کا گھوڑا بیمار پڑ گیا اور ہلاکت کے دہانے پہنچ گیا۔ اس وعدہ کے پورا نہ کرنے کے سبب پر مجھے آگاہی ہوئی، ایک خادم کی معرفت میں نے یہ خبر بھیج دی کہ یہ بیماری، نذر کا وعدہ پورا نہ کرنے کی وجہ سے ہے، اگر تم اپنا گھوڑا چاہتے ہو تو فلاں مقام پر تو نے جو نذر اپنے او پر لازم کی تھی، اسے بھیج دو۔ وہ شخص شرمندہ ہوا اور وہ نذر بھیج دی، پھر اسی وقت اس کا گھوڑا شفا پا گیا۔

رسید۔ برسبب عدم ایفاے ایں وعدہ مشرف شدم، بدست یکے از خادماں گفتہ فرستادند کہ ایں بیماری بسبب عدم ایفاے وعدہ نذر است، اگر اسپ خود رامی خواہی نذرے را کہ درفلاں محل التزام نمودۂ، بفرست۔ وے نادم شد وآں نذر فرستاد ہماں ساعت اسپ او شفا یافت۔ انتہیٰ [۱]

دوسری جگہ اسی کتاب میں اس طرح لکھا ہے:

ایں [۲] فقیر از یاراں کہ حاضر واقع بودند شنیدہ است کہ حضرت ایشاں در قصبۂ ڈاسنہ بزیارت مخدوم شیخ اللہ دتہ بودند و ہنگام شب شد۔ دراں محل اقامت فرمودند وگفتند کہ مخدوم ضیافت مامی کند و می گوید کہ چیزے خوردہ روید، توقف کردند تا آں کہ اثر مردم منقطع شد وملال بر یاراں غالب آمد۔ آں گاہ زنے بدر آمد طبق برنج و شیرینی برسر وگفت کہ نذر کردہ بودم کہ اگر زوج من بیاید ہماں ساعت ایں طعام پختہ بہ نشینندگان درگاہ مخدوم اللہ دتہ نذر رسانم۔ زوجم دریں وقت آمد، ایفاے نذر کردم وآرزو کردم کہ کسے آں جا باشد تا تناول کند۔ بلفظہ (وجیز الصراط، ص:۷۸)

دیکھیے! بزرگوں کا تصرف اور علم غیب اور نذر کو ادا کرنا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ اور ان کے والد ماجد کا قول۔ اور بحر الرائق میں جس نذر کو حرام لکھا ہے، وہ تقرب لغیر اللہ ہے یعنی خدا کی طرح کسی کی نذر کرنا۔ سو ہماری ان نذروں میں ایسا نہیں ہے۔ اس لیے آپ غلط فہمی اور وہابیت کی وجہ سے لکھتے ہیں، جو قابل لحاظ کے نہیں۔

اب میں آپ کے خاص بزرگ محمد اسحاق صاحب دہلوی کی کتاب «مائۃ مسائل» سے لکھتا ہوں، تا کہ آپ کو اطمینان ہو۔

مائۃ مسائل: صفحہ:۸۲، سطر:۱۷۔

اگر [۳] ایں طور خواہد گفت کہ اگر حاجت من خدا برآرد بفقرا و خادمان مزار فلاں بخورانم پس نذر صحیح خواہد شد و وفاے لازم۔ بلفظہٖ

پس امید ہے کہ آپ کو نذر اور منت کا حال معلوم ہو گیا ہوگا۔ اور جو پاک اور حلال کھانے کو آپ حرام کہتے ہیں وہ

---

[۱] وجیز الصراط فی مسائل الصدقات والاسقاط، ص:۷۸، باب دوم، مسئلہ ہشتم نذر و نیاز اولیاء اللہ، مطبع تحفظ ختم نبوت، کراچی.

[۲] ترجمہ: اس فقیر نے ان لوگوں سے سنا ہے جو واقعہ کے وقت موجود تھے کہ حضرت والا، مخدوم شیخ اللہ دتہ کی زیارت کی خاطر قصبہ ڈاسنہ میں تھے کہ رات ہوگئی، آپ نے وہاں اقامت کی اور فرمایا کہ مخدوم ہماری ضیافت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کچھ کھا کر جایئے۔ اتنی دیر ہوگئی کہ لوگوں کی آمد و رفت ختم ہوگئی، آپ کے احباب پر مایوسی غالب آئی۔ اچانک ایک عورت سر پر میٹھے چاولوں کی بڑی رکابی لیے آئی اور کہنے لگی کہ میں نے نذر مانی تھی کہ جس وقت میرا شوہر آئے گا اسی وقت یہ کھانا پکا کر مخدوم اللہ دتہ کی درگاہ کے حاضرین کو تحفہ دوں گی۔ میرا شوہر ابھی گھر پہنچا، میں نے نذر پوری کی ہے۔ میری خواہش تھی کہ کوئی شخص وہاں ہو جو کھانا کھائے۔

[۳] ترجمہ: کوئی اس طرح کہے کہ اللہ تعالیٰ اگر میری حاجت پوری فرما دے گا تو میں فلاں مزار کے خادموں یا فقیروں کو کھانا کھلاؤں گا، تو یہ نذر صحیح ہوگی اور اسے پورا کرنا لازمی ہوگا۔

آپ کی ضد اور ہٹ ہے۔ ورنہ جس چیز پاک پر کلام الٰہی پڑھی جائے، وہ بموجب حکم خداوند کریم کے عین ایمان ہے کہ اس کو حلال جان کر کھایا جائے اور اس کا انکار خداوند تعالیٰ کے حکم کا انکار ہے۔ دیکھیے! اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے:

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ. الآية[1]

یعنی کھاؤ تم اس حلال طیب چیز کو جس پر اللہ کا نام پڑھا گیا ہے، اگر تم خدا کی آیات پر ایمان رکھتے ہو اور کیا بات ہے کہ تم نہیں کھاتے اس چیز کو جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے۔

یہاں مومنوں، مسلمانوں کو سخت تاکید ہے کہ اس کے کھانے کا انکار مت کرو، جس پر اللہ تعالیٰ کا نام یا کلام پڑھا گیا ہو۔ مگر آپ لوگ آیات قرآنی اور حکم رحمانی کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ اس کھانے کو حرام کہہ رہے ہو اور ایسے عاملوں اور عالموں کو مشرک اور کافر کہنے کے شائق ہو۔ خدا ہدایت کرے۔ وہابیہ کو عرس گیارہویں اور مولود شریف سے ایسی سخت عداوت ہے کہ جب ان کے روبہ رو اس کا نام لیا جائے تو بندوق کی گولی کی طرح سینہ سے پار ہو جاتی ہے۔ اور ایسی سخت چڑ ہے جیسے چوہڑوں[2] کو خرگوش سے۔

مولود شریف کا حاصل تو مفصل لکھا جا چکا ہے۔ اس کی ضرورت نہیں لیکن گیارہویں شریف کا حال اب لکھا جاتا ہے:

گیارہویں شریف حضرت غوث الثقلین شیخ سید محی الدین عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ کا مختصر بیان

حضرت پیر پیراں دست گیر اسیران کثیر کے فضائل اور مناقب بے تعداد، بے شمار ہیں اور خرق عادات و کرامات لا تعداد ہیں۔ سیکڑوں کتابیں پر ہیں۔ مجھے اس وقت ان کی گیارہویں شریف کی حقیقت لکھنی ضروری ہے، تاکہ وہابیہ غور کریں اور بھائی سنی حنفی المذہب شوق و ذوق سے عمل خیر و برکت کو عمل میں لا کر خوش نودی حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ حاصل کریں اور اپنے مال و کسب دنیاوی میں وسعت اور فراخی پائیں۔

پیدائش حضرت کی یکم ماہ رمضان المبارک ۴۷۱ھ کو ہوئی۔

قطعہ تاریخ

سال تولیدش بگوائے مدح خواں — "پیر محی الدین والیِ جہاں"

بالیقین تولید آں والیِ حق — خواں "امام المسلمین ہادی حق"
۴۷۱

سالِ تولیدش بصد صدق و صفا — شد رقم "مقبول قطب اصفیا"
۴۷۱

طرفہ تر تولید آں شاہِ زماں — رہبرِ دیں آمد از ہاتف عیاں

[1] پارہ:۸، الانعام:۶، آیت:۱۱۸، ۱۱۹

[2] چوہڑا: چمار۔

سرورا تولید آں پیرِ نکو بالیقیں "سید ولی عارف" بگو
۴۷۱

اور وفات حضرت کی بہ روایت مختلفہ ۱۱، ۱۷ وغیرہ ماہ ربیع الآخر ۵۶۱ یا ۵۶۲ ہجری میں ہوئی۔

ما ثبت بالسنۃ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ میں ہے کہ:

وقد اشتهر فی دیارنا هٰذا الیوم الحادی عشر والمتعارف عند مشائخنا من أهل الهند من أولاده رضی الله عنه وقد یقال ان وفاته رضی الله عنه في الیوم السابع عشر ولا أصل له. انتهیٰ

یعنی ہمارے ملک میں یہ دن وفات کا گیارہ تاریخ ربیع الثانی اور ہمارے اہل ہند کے مشائخ میں متعارف ہے جو حضرت کی اولاد میں سے ہیں۔ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ حضرت کی وفات ۱۷ ر تاریخ کو ہوئی، اس کی کوئی اصل نہیں۔ گویا گیارہویں شریف کی تصدیق ہے۔

قطعات تاریخ وفات

سالِ وصلش آں شہِ والا ہمم "ماہ تابِ دین امجد" شد رقم
سال ترحیلش اگر دانی بگو "ماہِ عالم قطبِ ربانی" بگو
سال ترحیلش چہ نایاب آمدہ است سرورا "مہتاب اقطاب" آمدہ است

اب آپ کو معلوم ہو گیا کہ گیارہ تاریخ ماہ ربیع الآخر کو حضرت قطب الاقطاب غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔ اسی تاریخ کو حضرت کا عرس کیا جاتا ہے اور علاوہ اس کے ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو گیارہویں کی جاتی ہے۔ گیارہویں شریف سے اس روز کا کھانا وغیرہ مراد ہے۔ جیسے کہتے ہیں کہ آج میں نے گیارہویں کھلائی، یا گیارہویں کھائی۔ اس پر یہ قیاس یوں ہے کہ گیارہویں کا طعام کھایا یا کھلایا۔ کیوں کہ تاریخ گیارہویں کو کھانا یا کھلانا ممکن نہیں۔ جیسے کہا کرتے ہیں: «میں نے ایک گلاس پی لیا» یا «ایک طشت یا طباق کھا لیا» تو گلاس اور طباق تو کھانے میں نہیں آتا۔ بلکہ جو گلاس اور طباق میں شربت یا طعام ہے اس کو کھایا یا پیا۔ اس روز کا طعام یا شرینی وغیرہ ہر شخص کے لیے حلال وطیب ہے۔ جیسے وجیز الصراط فی مسائل الصدقات والاسقاط میں ہے:

وازیں قبیل است طعامے[1] کہ روز عاشورہ بہ روحانیت حضرت امامین شہیدین سیدی شباب اہل جنت ابی محمد ن الحسن وابی عبد اللہ الحسین تیار می کنند وثواب آں برائے خدا نیاز آں حضرت می کنند، واز ہمیں جنس است طعام یازدہم کہ عرس

[1] ترجمہ: عاشورا کے دن حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے ایصالِ ثواب کے لیے لوگ جو کھانا تیار کرتے ہیں اور جس کا ثواب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر ان حضرات کو پیش کرتے ہیں، وہ کھانا اسی قبیل سے ہے۔ یوں ہی گیارہویں جو کہ حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کی تاریخِ وفات ہے، اس کا کھانا بھی اسی جنس سے ہے۔ دیگر مشائخ کے لیے لوگ ایک سال بعد مجلس فاتحہ منعقد کرتے ہیں، البتہ حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کے لیے ہر مہینہ اس کا اہتمام ہوتا ہے، دن متعین کرنے کی دلیلوں سے لے کر گیارہویں اور دیگر مشائخ کے اعراس کا صدقہ کھانے تک کا بیان اور مال داروں و بنی ہاشم کے لیے نفلی صدقات کا حکم پہلے گزر چکا۔

حضرت غوث الثقلین، کریم الطرفین، قرۃ عین الحسنین، محبوبِ سبحانی، قطب ربانی، سیدنا ومولانا فرد الافراد ابی محمد ن الشیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی است، چوں مشائخ دیگر را عرسی بعد سال معین می کردند آں جناب را در ہر ماہے قرار دادہ اند، و دلائل تخصیص یوم اول گزشتہ اند تا بیان خوردن صدقہ یازدہم وصدقات اعراس دیگر مشائخ وحکم صدقات نفلیہ برائے اغنیا و بنی ہاشم۔ بلفظہ (صفحہ: ۸۲، سطر: ۱۴)

ونیز در مالا بدمنہ است............ از صدقات نافلہ بہ بنی ہاشم بدہد کہ زکوٰۃ برآنہا حرام است و بتواضع واحترام نظر بر قرابت رسول اللہ ﷺ بگذارند۔ بلفظہ (صفحہ: ۸۳، سطر: ۵)[1]

اب بھی شاید آپ کی تسلی نہ ہوئی ہو تو لیجیے عرس یا گیارہویں شریف کی اصل سن لیجیے، جو اہل اسلام کا معمول بہ ہے:

تبصرۃ العیون لرویۃ أسرار المکنون، مطبوعہ مطبع غوثیہ، واقع کلکتہ، ۱۳۱۰ ہجری، صفحہ: ۱۷۴

وجہ اور خصوصیت فاتحہ گیارہویں کی یہ ہے کہ حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ حضرت رسول خدا ﷺ کے بعد گیارہویں پشت میں حضرت کے پیدا ہوئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت پیران پیر کے باپ سے حضرت رسول خدا تک گیارہ پشتیں گزریں اور حضرت خاتم رسالت ﷺ نے فرمایا ہے: ان اللہ وتر یحب الوتر۔[2] یعنی اللہ طاق اور اکیلا ہے اور دوست رکھتا ہے عدد طاق کو کہ وہ اس کی صفات مختصہ سے ہے۔ لہٰذا حضرت غوثیت مآب کو بھی بہ اتباع سنت الٰہی وحکم شریعت رسالت پناہی یہ عدد یازدہم کہ طاق ہے، نہایت ہی دوست اور محبوب تھا، اور چوں کہ ظہورِ نورِ کوکبِ غوثیت برجِ یازدہم آسمانِ رسالت سے رشد وہدایت تمامی امت کی واقع ہوا، بس اسی حساب سے حضرت غوث مآب اپنے کل آبا اور اجداد امجاد کے نام پر تا حضرت خاتم رسالت ﷺ ہر ماہ میں فاتحہ اور ایصال ثواب کرتے تھے۔ اور کل مریدان خاندان غوثیت اور اصحاب قادریہ میں الی الآن جاری اور متواتر چلا آتا ہے۔

اور حقیقت اس کی یہ ہے کہ ہر ماہ کی گیارہویں کو جو کچھ ممکن ہو، کھانا یا شیرینی مہیا کر کے کسی قدر قرآن شریف پڑھ کر بارواح طیبات تمامی بزرگان از پیغمبران واز ملائکہ واز صحابہ وتابعین وتبع تابعین واز اولیا وعلماے مجتہدین والمقلدین از متقدمین ومتاخرین وصالحین امت وعامہ مومنین کلہم اجمعین کو بہ وسیلہ جمیلہ حضرت سید المرسلین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ الی یوم الدین، ایصال ثواب کر کے شئ ماحضر کو حاضرین پر تقسیم کر دینا۔ اور بڑی گیارہویں یعنی ماہ ربیع الثانی میں کچھ زیادہ سامانِ طعام، یا شیرینی وغیرہ کا بہ شرط امکان فراہم کرنا اور سوائے فاتحہ معمولی کے کسی قدر فضائل اور مناقب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے بیان کر کے ایصال ثواب کر دینا اور بس۔ یہی طریقہ ایصال ثواب کا معمول اور متوارث

[1] وجیز الصراط فی مسائل الصدقات والاسقاط، باب دوم، مسئلہ نہم در بیان عرس حضرت غوث الثقلین، مکتبہ تحفظ ختم نبوت، کراچی۔

[2] سنن ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء أن الوتر لیس بحتمٍ، سنن ابن ماجہ، حدیث: ۴۵۵، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ، باب ماجاء فی الوتر، حدیث: ۱۲۲۴.

بزرگان دین کا ہے، جو یہاں بیان ہوا۔ بلفظہ[1]

اب ایک بڑا کھٹکا جو آپ لوگوں کے دلوں میں ہے، یہ ہے کہ دن اور تاریخ مقرر کرنا گیارہویں، بارہویں کو یقین کرنا یہ جائز نہیں بلکہ بدعت سیئہ ہے، سواس کو دور کرتا ہوں۔ سنیے!

(۱) حدیث شریف مشکوٰۃ، باب الاستسقاء۔

عن عائشة رضى الله عنها قالت شكا الناس إلىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم قحوط المطر فأمر بمنبر فوضع له فى المصلىٰ و وعد الناس يوما يخرجون فيه قالت عائشة فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم حين بدأ حاجب الشمس. الحديث(رواہ ابوداؤد)[2]

ترجمہ: لوگوں نے مینہ نہ برسنے کا رسول خدا ﷺ کی خدمت میں شکوہ کیا تو حضور نے عید گاہ میں منبر کے رکھنے کا حکم دیا۔ اور ایک دن معین فرمایا کہ اس دن سب لوگ عید گاہ کو چلیں۔ حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضور اس دن آفتاب کے طلوع کے وقت نکلے اور عید گاہ کو تشریف لے گئے۔

(۲) صحیح بخاری:

عن ابن عمر قال كان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يأتى مسجد قباء كل سبت ما شيًا وراكباً ويصلي فيه ركعتين.[3]

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا میں تشریف لایا کرتے تھے۔ کبھی پیدل اور کبھی سواری پر اور اس میں دو رکعت نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔

(۳) صحیح بخاری و صحیح مسلم:

عن شقيق قال كان عبدالله ابن مسعود يذكر الناس فى كل خميس.[4]

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما ہر جمعرات کے دن لوگوں کو وعظ فرمایا کرتے تھے۔

---

[1] تسہیل: اس کی حقیقت یہ ہے کہ ہر مہینے کی گیارہویں تاریخ کو کھانا یا شیرینی جو کچھ میسر ہو، اس کا انتظام کر کے قرآن شریف میں سے کچھ پڑھ کر حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے پیغمبروں، ملائکہ، صحابہ، تابعین، تبع تابعین، اولیاے متقدمین و متاخرین، علما، نیک بندوں اور تمام مومنین کو ایصالِ ثواب کر کے ماحضر کو حاضرین پر تقسیم کر دیا جائے۔

البتہ بڑی گیارہویں یعنی ربیع الثانی کی گیارہویں تاریخ کو اگر ہو سکے تو کھانا یا شیرینی کا کچھ اچھا اہتمام کر کے پہلے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان کیے جائیں پھر ایصالِ ثواب کریں۔ ایصالِ ثواب کا یہ طریقہ بزرگانِ دین کا معمول رہا ہے۔

[2] مشکوۃ المصابیح، باب الاستسقاء، فصل اول، حدیث: ۱۱۷۳ ● سنن ابو داؤد، ج: ۱، ص: ۳۷٤، باب رفع الیدین فی الاستسقاء.

[3] صحیح بخاری، باب إتيان مسجد قبا.

[4] صحيح بخاری، باب من جعل لأهل العلم أياماً معلوماً، حديث: ٧٠ ● صحيح مسلم، باب الإقتصار، فى الموعظة، حديث: ٧٣٠٧

علاوہ ان احادیث کے اور بہت احادیث ہیں جن میں دن اور تاریخ مقرر کرنا درج ہے۔ مثلاً:

(الف) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ عرفہ کے روز روزہ رکھنے سے ایک سال کے گناہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے[1]۔

(ب) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ میں تشریف فرما ہوئے، یہودیوں کو دیکھا کہ عاشورہ کے روز روزہ رکھتے ہیں۔ پوچھا تم اس دن کیوں روزہ رکھتے ہو۔ تو جواب دیا کہ اس دن موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے نجات دی شر فرعون سے اور فرعون کو غرق کیا، تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکریہ کا روزہ رکھا تھا، اس لیے ہم بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ تب حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہم تم سے زیادہ حق دار ہیں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ۔ تب حضور نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرام کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا[2]۔ (متفق علیہ) یہ حدیث شریف اثبات مولود شریف میں بھی آ چکی ہے۔

اور زیارت قبور کے لیے پیر، جمعرات، ہفتہ، جمعہ بعد نماز کا حکم دیا۔

(ج) بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ عاشورہ کے دن اور رمضان شریف کے روزہ رکھنے کی خاصیتیں فرماتے تھے۔

(د) ترمذی اور نسائی میں ہے کہ آں حضرت ﷺ ہر پیر اور جمعرات کے روز روزہ رکھا کرتے تھے[3]۔

(ھ) آں حضرت ﷺ نے حکم دیا کہ ہر مہینہ میں تیرہویں، چودہویں، پندرہویں کو روزہ رکھا کرو[4]۔

(و) آں حضرت ﷺ ہر ماہ کے شروع میں پہلی تاریخ کو روزہ رکھا کرتے تھے[5]۔ (ترمذی، نسائی، ابوداؤد)

اور بہت سی احادیث ہیں، جن میں تاریخ اور دن مقرر کرنا اور دن مقرر پر اس کا کام کرنا درج ہے۔ بخوفِ اطناب کے وہ یہاں ترک کرتا ہوں۔

اقتباس رسالہ اظہار الحق

مصنفہ حضرت مولانا صاحب احمد علی شاہ صاحب کمل پوش حنفی نقش بندی اویسی سہروردی دام فیوضہم۔ مطبوعہ کلکتہ، مطبع فیض منبع اہل سنت و جماعت، بہ اہتمام حاجی مولوی لعل خاں صاحب، زکریا اسٹریٹ، یکم ذی قعدہ ۱۳۳۵ھ

مسلمانو! جو امکان کذب باری تعالیٰ یعنی جھوٹ بولنا خدا کا ممکن کہتا ہے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے علم سے

---

[1] سنن النسائي، كتاب الصيام، باب صوم يوم عرفه، والفضل في ذلك، حديث: ٢٧٩٦

[2] صحيح البخاري، كتاب التفسير، سورة يونس: حديث: ٤٤٠٣

[3] سنن نسائي، كتاب الصيام، باب صوم يوم الخميس، حديث: ٢٧٨١ • سنن الترمذى، كتاب الصوم، باب ماجاء في صوم يوم الاثنين و الخميس، حديث ٧٥١

[4] سنن نسائي، كتاب الصيام، باب كيف يصوم ثلاثة، أيام من كل شهر، حديث: ٢٧٢٨

[5] سنن نسائي، كتاب الصيام، باب كيف يصوم ثلاثة أيام من كل شهر، حديث: ٢٤٢٦

شیطان کا علم بڑھا ہوا کہتا ہے اور مولود شریف کی مجلس کو کنہیا[1] کا جنم کہتا ہے اور مولود شریف میں قیام منع کرتا ہے اور گیارہویں شریف یعنی حضرت محبوب سبحانی کی فاتحہ کو نا جائز کہتا ہے اور اولیا رحمۃ اللہ علیہم کے عرس شریف کو درست نہیں جانتا اور اولیاء اللہ کی فاتحہ کو برا کہتا ہے، اگر چہ وہ اپنے کو حنفی مذہب کہے اور عمل حنفی مسائل پر ظاہر کرے، وہ پکا وہابی، لا مذہب اور بد دین اور گم راہ ہے۔ وہ پیرو[2] مولوی اسمٰعیل دہلوی مصنف تقویۃ الایمان کا ہے جو ہندوستان میں وہابیوں غیر مقلدوں کے پیشوا تھے۔ بڑی پہچان وہابی کی یہ ہے کہ وہ مولوی اسمٰعیل کی تعریف کرے اور ان کو اچھا جانے اور محمد بن عبد الوہاب نجدی کا (جو عبد الوہاب کے نام سے مشہور ہے) مداح ہو۔ بلفظہ (صفحہ: ۵، ٦)

مسلمانو! یہ زمانہ فتنہ کا ہے۔ خصوصاً ہندوستان میں ہزاروں مذہبی فتنے برپا ہیں اور فتنوں کی یوماً فیوماً ترقی ہے۔ ایسے فتنے کے زمانے میں اپنے دین وایمان اور عقائد حقہ اہل سنت و جماعت پر قائم رہو، مولود شریف کیا کرو، گیارہویں شریف حضرت محبوب سبحانی عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کیا کرو۔ اور فاتحہ دیگر اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کی بھی کیا کرو۔ خصوصاً فاتحہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی سلطان الہند رحمۃ اللہ علیہ اجمیری کی کیا کرو۔ اور اگر ہو سکے تو عرس شریف اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم میں ضرور حاضر ہوا کرو۔ بلفظہ (صفحہ: ۷، ۸)

وہابی زمانہ حال کی علامت: ایسے لوگ اہل سنت و جماعت کے پیشوا مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی قادری قاری وحافظ ومحدث دام ظلہم کو بہت برا کہتے رہتے ہیں۔ ان کا ذبوں کا قول بے چارے ناواقف سنی سچ سمجھ لیتے ہیں۔ سنت و جماعت کے لوگوں کو معلوم ہو کہ مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی ہمیشہ ان وہابیوں کا رد کرتے رہتے ہیں۔ ان لوگوں نے ان کے رسالہ (کتاب) کا جواب بھی نہیں لکھا۔ الخ۔ بلفظہ (صفحہ: ۸، ۹)

انہیں غیر مقلدوں کے فرقہ میں نیچریہ پیدا ہوا، اور فرقہ نیچریہ سے فرقہ قرآنیہ پیدا ہوا۔ مولانا مولوی شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی کے زمانہ کے بعد فرقہ وہابیہ نکلا۔ یہ فرقہ صوفیوں کے مقابل ہوا اور صوفیائے کرام کو برا کہنے لگا۔ مولود شریف کی مجلس اور اس میں قیام اور فاتحہ اور عرس شریف اور گیارہویں شریف محبوب سبحانی عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے منع کرنے لگا اور صوفیوں کو گم راہ بد دین بتلایا۔ جس سے یہ لوگ ذلیل وخوار ہیں ان کے منہ پر نور نہیں ہوتا اور علمائے اہل سنت و جماعت نے ان کے گم راہ ہونے پر فتوے دیے اور ان کے پیچھے نماز نہ ہونے پر فتوے دیے۔ الخ۔ بلفظہ۔

(ص: ۲۰، ۲۱، صفحات)

فرقہ وہابیہ اور فرقہ غیر مقلد یہ ان فرقوں کا امام محمد بن عبد الوہاب نجدی ہے۔ ان سب فرقوں کی بنیاد وہابیت اور غیر مقلدیت ہے۔ اس فتنے کے زمانہ میں ایسے لوگ اہل سنت و جماعت کے لیے سم قاتل ہیں۔ الخ بلفظہ (صفحہ: ۲۲)

(یہ آپ کی واقفیت کے لیے تھوڑا سا اس رسالہ سے لکھا گیا ہے، یاد رکھ لیجیے۔)

---

[1] کنہیا: ہنود کے معبود کرشن کا نام۔ [2] پیرو: مرید، چیلا۔

باب ہشت دہم

عقیدہ نمبر ۲۳: وہابیہ دیوبندیہ

ختم فاتحہ بزرگان مثل سوم، دہم، چہلم، وغیرہ کو ہنود کی رسوم بیان کرتے ہیں۔

(براہین قاطعہ، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی)

قولہ: توضیح مطالبہ نمبر ۱۷ برعقیدہ نمبر ۲۳۔

آپ نے وہابیہ کا عقیدہ نمبر: ۲۳ براہین قاطعہ کے حوالے پر لکھا ہے کہ اس میں ہے کہ ختم فاتحہ بزرگان مثل سوم، دہم، چہلم وغیرہ کو ہنود کی رسم بیان کرتے ہیں۔ صاحبان احناف کھانا آگے رکھ کر ختم پڑھنے کو بدعت جانتے ہیں۔ حنفیوں کی مسلمہ کتاب «کبیری» میں فتاویٰ بزازیہ سے منقول ہے: «اتخاذ الطعام عندقراءة القرآن يكره» ترجمہ: کھانے پر ختم پڑھنا مکروہ ہے۔ بلفظہ (صفحہ: ۳۴، سطر: ۱۲)

اقول: مفتی جی! معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کبیری کی عبارت کو کہیں سے سن سنا کر لکھا ہے جو غلط ہے اور کسی وہابیہ کے رسالہ سے لکھا ہے اور «ولا تقربوا» کی مثال کو یہاں بھی ثابت کر دکھلایا ہے اور «کبیری» کی شکل کو بھی آپ نے نہیں دیکھا۔ اگر دیکھا ہے تو محض دھوکا دیا ہے، جو آپ لوگوں کا معمولی کام ہے اور ترجمہ بھی اس جملہ کا غلط لکھا۔

لیجیے! اصل عبارت کتاب «غنية المستملي شرح منية المصلي صغيری» کی درج کرتا ہوں۔ جو بزازی علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے۔ وھو ھذا:

(۱) مستملی شرح منية المصلي صغيري، صفحہ: ۳۰۰، سطر: ۷۷۔

و ذكر البزازي انه يكره اتخاذ[1] الطعام فى اليوم الأول والثالث بعد الأسبوع و نقل الطعام إلى المقابر فى المواسم و اتخاد الدعوة بقراءة القرآن وجمع الصلحاء و القراء للختم أولقراءة سورة الانعام أوالاخلاص (قال) والحاصل أن اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لأجل الأكل يكره وإن اتخذ طعاما للفقراء كان حسناً. انتهى. ولا يخلوا عن النظر. بلفظه[2]

ترجمہ: مکروہ ہے تیار کرنا کھانے کا پہلے دن اور تیسرے دن اور ساتویں دن کے بعد اور لے جانا کھانوں کا مقبروں

---

[1] شرح كبيری، مطبوعه مطبع محمدی، لاهور ۱۳۱۰ھ، ص: ۵۶۳، سطر: ۹. ۱۲ منه

[2] غنية المستملي، ص: ۶۰۹، فصل فى الجنائز البحث الثامن فى مسائل متفرقة من الجنائز، كتب خانه جهان نومرو ۱۳۲۵ھ

کی طرف موسموں مقررہ میں اور کرنا دعوت کا قراءت قرآن شریف کے بدلہ میں اور جمع کرنا صلحا اور قاریوں کا واسطے ختم کے اور سورہ انعام پڑھنے یا سورہ اخلاص کے۔ فرمایا (بزازی علیہ الرحمہ نے) کہ حاصل یہ ہے کہ تیار کرنا طعام کا قراءت قرآن کے وقت مکروہ ہے۔ اور اگر یہ طعام فقیروں کے لیے ہے تو اچھا ہے۔

یہ عبارت ہوئی بزازی علیہ الرحمہ کی۔ پھر اس کی شرح میں صغیری[1] والے صاحب لکھتے ہیں کہ اس کھانے کو مکروہ کہنا بحث سے خالی نہیں، یعنی اس میں کلام ہے اور صحیح نہیں۔ اور یہی عبارت کبیری کے صفحہ: ۵۶۳ سطر ۹ پر درج ہے۔ جو مطبع محمدی، لاہور میں ۱۳۱۰ھ کو طبع ہوئی۔ پس آپ کی عبارت «اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن يكره» اس میں موجود نہیں۔ اور پھر عبارت بقیہ کو آپ نے بالکل چھوڑ دیا اور نہ اس میں سوم، دہم، چہلم کا کوئی ذکر درج ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ وہ کام ہے کہ جو لوگ طعام پکا کر قبروں میں لے جاویں۔ اور ان کے لیے موسم مقرر ہو، اور دعوت کے طور پر قبروں میں صلحا اور قاریوں کی دعوت کی جائے اور سورہ انعام اور اخلاص پڑھی جانے کے عوض کھانا تیار کرنا اور دعوت کرنا، لیکن اگر یہ کھانا فقرا کے لیے ہو تو بات نیک اور اچھی ہے اور اس پر حضرت کبیری والے صاحب نے اس بات کو بھی رد کر دیا ہے کہ یہ امر بحث طلب ہے، مکروہ کہنا صحیح نہیں۔

میں دیکھتا ہوں کہ اس عبارت میں ایسا کوئی لفظ سوم، دہم، چہلم یا ہنود کی رسوم کا موجود نہیں ہے، جس سے آپ کا مطلب چل سکے۔ اور اگر طعام ایام مخصوصہ کی کراہت مطابق کلام بزازی کے مسلم بھی رکھیں، تو وہ کراہت خاص اس کھانے کے لیے ہو سکتی ہے جس کو وارثانِ میت بعض جگہ فخریہ طور پر کرتے ہیں۔ جیسے شادی، عروسی[2] وغیرہ میں شان اور فخر کے ساتھ کھانا کھلایا جائے۔ اسی طرح میت کا کھانا تکلف اور زینت سے اغنیا، امرا اور عزیزوں قرابتیوں کو کھلاتے ہیں۔ جیسے کتب معتبرات سے معلوم ہو گا۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے «احناف کھانا آگے رکھ کر ختم پڑھنے کو بدعت جانتے ہیں» یہ بھی اس عبارت میں درج نہیں۔ اور «اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن يكره» کا ترجمہ "کھانے پر ختم پڑھنا مکروہ ہے" غلط ہے۔

(۲) فتاویٰ عالمگیری، جلد پنجم، باب الہدایا والضیافات:

لا يباح اتخاذ الضيافة ثلث أيام في أيام المصيبة وإذا اتخذ لا بأس بالأكل منه. بلفظه[3]

یعنی مباح نہیں ہے ضیافت کرنا تین دن تک ایام مصیبت میں، اور جب ضیافت کی جائے تو اس کے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں۔

(۳) فتاویٰ قاضی خاں، جلد اول، فصل فی المسجد:

---

[1] شرح صغیری، شرح کبیری کا پہلا حصہ ہے۔ ۱۲ منہ
[2] عروسی: شادی بیاہ سے نسبت رکھنے والی چیز۔
[3] عالمگیری، ج: ۵، ص: ۳٤٤

ویکرہ اتخاذ الضیافہ في المصیبة من ترکة إن کان الوارث صغیراً أو کبیراً غائباً[1]

یعنی مکروہ ہے کہ میت کے ترکہ سے کھانا دعوت کا پکانا، جب کہ وارث نابالغ ہوں، اور اگر بالغ ہو تو حاضر نہ ہو۔

دیکھیے! بزازی علیہ الرحمہ کی ممانعت اسی طرح کے کھانے کی ہے جو شادی وغیرہ کی طرح ضیافت کی جائے۔ دلیل انھیں کے کلام میں اس طرح موجود ہے:

وإن اتخذ و اطعاماً للفقراء کان حسناً .

یعنی اگر یہ کھانا فقیروں محتاجوں کے لیے تیار ہو تو اچھی بات ہے۔

اور اگر صاحب بزازیہ کے نزدیک کراہت طعام مذکورہ بوجہ تعین ایام ہوتی تو آپ یوں لکھتے:

وإن اتخذو اطعاماً في غیر الأیام المخصوصة کان حسناً .

یعنی ان دنوں مخصوصہ کے سوا کسی اور دنوں میں کھانا تیار کریں تو اچھی بات ہے۔ مگر ایسا نہیں۔

(۴) انوار محمدی، مصنفہ مولانا شیخ محمد غوث مرحوم تھانوی، استاد مولوی رشید احمد، صفحہ: ۴۶

سوال[2] ہشتم: آں کہ خوردن طعام روز سیوم و دہم و چہلم وغیرہ از اہل میت۔ جواب محتاج را منع نیست۔ بلفظہ۔

دیکھیے! یہ عین تصدیق صاحب بزازیہ کی آپ کے امام الطائفہ کے فتوے نے بھی کردی کہ یہ کھانا محتاجوں کے لیے اچھا ہے۔

(۵) فتاوی قاضی خاں علیہ الرحمہ، جلد چہارم، صفحہ: ۳۶۶، سطر اول:

[3] ویکرہ اتخاذ الضیافة في أیام المصیبة؛ لأنها أیام تأسف فلا یلیق بها ما یکون للسرور، وإن اتخذ طعاماً للفقراء کان حسناً.[4]

یہاں دو مسئلے موجود ہیں، یعنی ایام مصیبت میں ضیافت برادرانہ تکلفی مثل شادی اور سرور کے نہ کریں۔ کیوں کہ وہ خوشی اور سرور میں ہوتی ہے۔ پس مصیبت میں ایسا کرنا نہیں چاہیے۔ پھر اس کا بھی استثنا کر دیا کہ اگر فقرا و غربا کے لیے کھانا پکا یا جائے تو حسن ہے، یعنی اچھی بات ہے۔

مفتی جی! کیوں آپ کی مثل «لاتقربوا الصلوٰة» کی پوری ہوئی یا نہیں؟ کہ جملہ «وانتم سکاریٰ» یعنی «وإن اتخذوا طعاماً للفقراء کان حسنا» کو جو آپ کے مخالف تھا چھوڑ دیا۔ واہ رے دیانت؟

---

[1] فتاویٰ قاضی خان، ج: ۱، ص: ۳۲، کتاب الطهارة، فصل فی المسجد، مطبع نول کشور، لکهنؤ.

[2] ترجمہ: آٹھواں سوال یہ ہے کہ تیجہ، دسواں اور چالیسواں کے کھانے کا حکم کیا ہے؟ جس کا انتظام میت کے وارثین کی جانب سے ہوتا ہے۔ جواب: حاجت مندوں کے لیے یہ کھانا منع نہیں۔

[3] ترجمہ: مصیبت کے دنوں میں ضیافت کا اہتمام مکروہ ہے کہ یہ افسوس کے دن ہیں تو ان میں وہ امور مناسب نہیں جو خوشی کے واسطے ہوتے ہیں۔ ہاں! اگر فقیروں کے لیے کھانا بنائے تو بہتر ہے۔

[4] فتاویٰ قاضی خان، ج: ٤، ص: ٣٦٥، کتاب الحظر والإباحة منشی نول کشور، لکهنؤ

(۶) مشکوٰۃ شریف واشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ، جلد چہارم، صفحہ: ۶۰۷، سطر: ۱۷

عن عاصم بن كليب عن أبيه عن رجل من الأنصار قال: خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في جنازة فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم و هو على القبر يوصى الحافر يقول: أوسع من قبل رجليه، أوسع من قبل رأسه ، فلما رجع استقبله داعى امرأته فأجاب ونحن معه فجئ بالطعام فوضع يده ثم وضع القوم فأكلوا فنظرنا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم يلوك لقمة في فيه ثم قال: أجد لحم شاة أخذت بغير إذن أهلها فأرسلت الإمرأة تقول: يا رسول الله! إني أرسلت إلى النقيع و هو موضع يباع فيه الغنم ليشترى لي شاة فلم توجد فأرسلت إلىٰ جارلي قد اشترى شاة أن يرسل بها إليّ بثمنها فلم يوجد فأرسلت إلىٰ امرأته فأرسلت إليّ بها فقال رسول الله أطعمي هٰذا الطعام الأسرىٰ. (رواه ابو داؤد والبيهقي في دلائل النبوة)[1]

ترجمہ: روایت کی عامر بن کلیب رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے، اس نے ایک صحابی انصاری رضی اللہ عنہ سے، کہا اس نے: ہم رسول خدا ﷺ کے ساتھ نکلے ایک جنازہ کے ساتھ، میں نے دیکھا رسول خدا ﷺ کو قبر پر، فرماتے تھے گورکن[2] کو کہ پاؤں کی طرف سے قبر کو فراخ کر اور سر کی طرف سے بھی فراخ کر۔ پھر جب آپ بعد دفن واپس ہوئے تو اس میت کی بیوی نے آدمی بھیجا کہ کھانا تیار ہے، نوش جان فرمایئے۔ آپ نے قبول فرمایا۔ ہم سب جو ایک جماعت حضور کے ساتھ تھے، گئے۔ وہاں کھانا سامنے آیا۔ آپ نے دست مبارک اپنا کھانے کی طرف بڑھایا۔ پھر سب جماعت نے ہاتھ بڑھایا، اور کھایا۔ پھر ہم نے دیکھا رسول خدا ﷺ کی طرف کہ آپ منہ میں لقمہ چبا رہے ہیں، اور نگلتے نہیں تھے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ یہ گوشت ایسی بکری کا ہے جو مالک کی بے اجازت لی گئی ہے۔ (علم غیب) اس عورت نے ایک آدمی کی زبانی کہلا بھیجا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے آدمی نقیع میں بھیجا تھا جہاں بکریاں بکتی ہیں تا کہ بکری مول لے آوے۔ لیکن وہاں نہ ملی تب میں نے اپنے ہم سایہ کے پاس آدمی بھیجا کہ جو اس نے بکری خریدی ہے، وہ مجھ کو قیمت پر بھیج دے۔ اتفاق سے وہ ہم سایہ بھی گھر میں نہ تھا۔ پھر میں نے اس کی بیوی کے پاس آدمی کو بھیجا کہ بکری میرے پاس بھیج دے۔ اس نے بے اذن اپنے خاوند کے بکری میرے پاس بھیج دی۔ تب فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی اپنی شرح مشکوٰۃ شریف اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں کہ وہ قیدی کفار تھے اور دائرہ تکلیف شرعی سے خارج تھے۔

---

[1] مشکوٰۃ، باب فی المعجزات، حدیث: ٣٣٣٤ • ابو داؤد، باب فی اجتناب الشبہات، حدیث: ٣٤٣٣ • دلائل النبوۃ، للبیہقی، باب امتناع النبی عن أكل الشاة، حدیث: ٢٥٦٩

[2] گورکن: قبر کھودنے والا۔

اس سے ثابت ہوا کہ اہل میت کی دعوت قبول کرنا جائز ہے خواہ کوئی غنی بھی ہو۔ کسی دن کی قید بھی نہیں۔

(۷) انجاح الحاجہ شرح ابن ماجہ، مصنفہ شاہ عبد الغنی علیہ الرحمہ، استاد مولوی رشید احمد صاحب بزرگ دیوبندی جماعت:

وأما صنعة الطعام من أهل الميت إذا كان للفقراء فلا بأس به لأن النبي صلى الله عليه وسلم قبل دعوة المرأه التى مات زوجها. كما في سنن أبى داؤد.بلفظه

ترجمہ: یعنی کھانا تیار کرنا اہل میت کا جب بہ نظر ثواب فقرا اور غربا کے لیے ہو، اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس لیے کہ نبی ﷺ نے قبول فرمائی تھی دعوت اس عورت کی جس کا خاوند فوت ہو گیا تھا۔ جیسا کہ ابوداؤد میں ہے۔ جس حدیث شریف کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

(۸) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری علیہ الرحمہ زیر حدیث عاصم بن کلیب رضی اللہ عنہ:

هٰذا الحديث بظاهره يرد على ما قرره أصحاب مذهبنا من أنه يكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول أوالثالت أوبعد الأسبوع.[۱]

ترجمہ: یعنی یہ حدیث (عاصم بن کلیب کی) بظاہرہ رد کر رہی ہے اس مسئلہ کا جو ہمارے مذہب والوں نے قرار دیا ہے کہ کھانا تیار کرنا پہلے دن اور تیسرے روز اور ہفتہ کے بعد مکروہ ہے۔

اس کے بعد حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے اپنے مذہب والوں کی وجہ بیان کی ہے کہ وہ خلاف حدیث کیوں ایسا حکم دیتے؟ سو ان کا حکم ایسے مقامات میں اس بات پر محمول ہے کہ جس کے وارثوں میں کوئی چھوٹا نابالغ لڑکا ہو، بالغ ہو لیکن وہاں موجود نہ ہو یا موجود ہو مگر اس کی رضامندی نہ لی گئی ہو اور ایسا کھانا مال ترکہ سے ہو۔ ان کی اصل عبارت یہ ہے:

[۲]يحمل على كون بعض الورثة صغيرا أو كبيراً غائبا أولم يعرف رضاه أولم يكن الطعام من عند أحد معين من مال نفسه. بلفظه[۳]

لیجیے مفتی جی! آپ کی عبارت بزازیہ کی اصلیت آپ کو معلوم ہو گئی۔ آپ کو لازم تھا کہ ان کتابوں کو دیکھ کر اعتراض کرتے تا کہ یہ ندامت آپ کو اٹھانی نہ پڑتی۔ مگر آپ کو حق کا قبول کرنا پسند نہیں۔ جہاں کہیں ایک آدھ سطر کسی وہابیہ بے تحقیق کے رسالہ میں دیکھ لی، بلا سمجھے سوچے لکھ ڈالی۔ ان آٹھ کتب معتبرات اور مستند پر سر کو تھام کر ہوش کے ساتھ غور کیجیے۔

---

[۱] مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفضائل والشمائل، باب فی المعجزات.

[۲] یہ بات محمول ہوگی اس چیز پر کہ بعض ورثہ چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں لیکن غائب ہوں یا ان کی رضا معلوم نہ ہو یا کھانا کسی متعین شخص کی جانب سے خود اس کے مال سے نہ ہو۔

[۳] مرقاۃ المفاتیح، ج:۱۷، ص: ۲۱٤، ۲۱۵ ،کتاب الفضائل والشمائل، باب فی المعجزات

کھانا سامنے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر کچھ پڑھ کر دعا مانگنا

قولہ : فیوض محمدیہ میں ہے: ....ترجمہ «پس پڑھنا قرآن مجید کا طعام پر بدعت ردی ہے اتفاقاً چوں کہ فوت کرنے والی ہے سنت موکدہ کی، وہ جو کھانا طعام کا ہے بعد بسم اللہ کے بغیر تاخیر کے، یہی واجب ہے۔ حاضر ہونا دل قاری کا اور سامع کا، وقت پڑھنے کے، باوجودے کہ یہ کام الٹا ہے۔» بلفظہ۔(صفحہ: ۳۴/۳۵)

اقول : کسی "فیوض محمدیہ" رسالہ وہابیہ کا نام تو آپ نے لکھ دیا مگر یہ نہ لکھا کہ وہ کس کی تصنیف ہے اور کن لوگوں کا اس پر عمل ہے اور کب کی تصنیف ہے اور کس مذہب کا ہے، کیوں کہ وہ بظاہر احادیث اور اہل سنت و جماعت کے برخلاف ہے اور میں پہلے آپ کے جد فاسد کی تحریر دکھلا چکا ہوں کہ غیر معروف کتب پر فتویٰ نہیں دیا جا سکتا اور جو فتاویٰ سمرقندیہ کا حوالہ دیا ہے، اور وہ بھی غیر معروف۔ اسی طرح فیوض محمدیہ سے ہے جو خلاف ہے صحیح کتابوں کے۔ آپ لکھتے ہیں کہ کھانے کے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھانا فوراً کھا لینا چاہیے۔ اور ادھر لکھتے ہیں کہ کھانے پر قرآن شریف پڑھنا بدعت ردی ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ آپ بسم اللہ شریف کو قرآن شریف نہیں جانتے۔ مگر اہل سنت بسم اللہ شریف کو قرآن شریف جانتے ہیں۔ فرمایئے! آپ کے مذہب میں بسم اللہ شریف قرآن شریف میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر داخل ہے تو جب کھانا آگے رکھ کر بسم اللہ شریف پڑھی گئی تو قرآن شریف بلاشبہہ پڑھا گیا تو بدعت ردی کیسے ہوا؟ اگر آپ کے مذہب میں بسم اللہ شریف قرآن شریف نہیں ہے تو گویا آپ سرے سے قرآن شریف کا ہی انکار کرتے ہیں۔ تو پھر آپ منکر قرآن ہوئے۔ اور کہاں پہنچ گئے ہوش کیجیے۔ بے ہوشی کی باتیں اچھی نہیں۔ پھر یہ جواب آپ نے لکھا ہے کہ کھانا جب پیش ہو تو اس میں تاخیر نہیں ہونی چاہیے، فوراً کھا لینا چاہیے۔ میں کہتا ہوں اگر پچاس، سو یا دو چار سو آدمیوں کی ضیافت ہو اور کوئی وہابی آپ کی طرح اس مسئلہ کا عامل ہو تو کیا جب سب سے پہلے اس کے آگے شوربا رکھ دیا گیا ہو تو فوراً اس کو اٹھا کر پی لینا چاہیے، یا اس کے بعد فرنی یا کھیر یا زردہ کی تشتری رکھی گئی ہو فوراً کھیر اور فرنی کو چٹ لینا چاہیے۔ اور جب روٹیاں آجائیں تو ان کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اور دوسرے لوگوں کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیے۔ مگر ایسا کوئی بھی عقل کا نابینا نہ کرے گا۔ اور اگر کوئی وہابی نابینا ہی ہو تو وہ کیسے کرے کیوں کہ اس کو نظر ہی نہیں آتا۔ دراصل ایسی ضیافتیں ایسے لوگوں کے واسطے نہیں ہیں۔ کیوں کہ اکثر شادیوں، براتوں، ولیموں، ختنوں کی ضیافتوں میں سیکڑوں آدمی ہوتے اور کھانا تقسیم کرنے میں اکثر دیر لگتی ہے۔ اور جب کھانا تمام لوگوں کے آگے ہر ایک چیز چنی جاتی ہے تب مالک طعام صاحب خانہ اجازت دیتا ہے کہ بسم اللہ کیجیے یا شروع کیجیے۔ گویا وہ بھی قرآن شریف پڑھنے کا حکم دیتا ہے۔ تب لوگ کھانا کھانے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ اس صورت میں آپ کو مسئلہ پر عمل یوں کرنا چاہیے کہ جب آپ کے آگے شوربا رکھا جائے تو فوراً اٹھا کر پی جانا چاہیے تا کہ تاخیر

نہ ہو۔ اور اگر پہلے روٹیاں آ جائیں تو ان کو بلا سالن کھا لینا چاہیے۔ اور جب شوربا آ جائے تو اوپر سے اس کو پی جانا چاہیے۔ جب کھیر یا فرنی آ گئی تو بلا تاخیر اس کو چاٹ لینا چاہیے۔ اور جب پھر پلاؤ یا زردہ آ جائے تو اس پر ہاتھ صاف کر لینا چاہیے اور تقسیم کرنے والے ابھی دوسرے سرے پر نہیں پہنچے ہوں گے کہ آپ کھانا چٹ کر چکے ہوں گے۔ پانی نہ ملا آپ کھانے سے فارغ ہو گئے۔ اور پھر حکم خداوندی: «فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا»[1] پر تعمیل کر کے اپنے گھر کو بھاگ جائیے۔ بس لوگ آپ کو مہذب مولوی صاحب سمجھ کر آپ کی تعریف کریں گے۔ ذرا عمل کر کے دکھلائیے۔ یا صرف کہنے کی باتیں ہیں۔ پھر زیر حکم خداوندی «لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ»[2] مراجعت فرمائیے۔ یا ہاتھی کے دانت کی طرح دکھلانے کے اور کھانے کے اور۔ دیگران را نصیحت اور خود را فضیحت۔

لیجیے! اب میں آپ کو وہ احادیث دکھلاتا ہوں جن میں ہاتھ اٹھا کر طعام پر قرآن شریف کا پڑھنا درج ہے۔ پہلے آپ کی تفہیم کے لیے اتنا لکھ دیتا ہوں تاکہ آپ سمجھنے میں غلطی نہ کریں۔ ہم لوگ اہل سنت و جماعت جو فاتحہ بزرگاں یا موتی کی کرتے ہیں، تو اس میں سورۂ فاتحہ اور دیگر سورہ پڑھتے ہیں۔ اور سورۂ فاتحہ خود دعا ہے اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔ جو خارج از نماز کی جاتی ہے۔

(۱) حصن حصین باب آداب الدعا:

« بسط اليدين ت ،مس[3] ورفعهما. ع» [4]

یعنی دعا کے آداب میں یہ ہے: پھیلانا دونوں ہاتھوں کا۔ یہ ترمذی میں ہے اور اٹھانا دونوں ہاتھوں کا۔ روایت اس کی چھؤں محدثین صحاح ستہ کے مصنفوں نے کی ہے۔

(۲) مشکوٰۃ شریف آداب الدعا:

«اذا سألتم الله فاسئلوه ببطون أكفكم»[5]

یعنی جب سوال (دعا) کرو اللہ تعالیٰ سے، تو سوال کرو دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں اٹھا کر۔

ایک دوسری حدیث مشکوٰۃ شریف میں بھی اسی طرح ہے۔

(۳) حدیث شریف اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف صفحہ: ۵۸۴ / سطر: ۱۸

---

[1] ترجمہ: اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ۔ (کنز الایمان) پارہ: ۲۲، الاحزاب: ۳۳، ایت: ۵۳

[2] ترجمہ: کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔ (کنز الایمان) پارہ: ۲۸، الصف: ۶۱، آیت: ۲

[3] حصن حصین میں "ت" سے ترمذی کی طرف "مس" سے صحیح مستدرک للحاکم کی طرف اور "ع" سے صحاح ستہ کی طرف اشارہ ہے۔

[4] حصن حصين، ص: ۲۲، ۲۳، المنزل الأول، باب آداب الدعاء، مطبع مجتبائی، دهلی، سن اشاعت: ۱۳۳۱ھ

[5] مشكوٰة، كتاب الدعوات الفصل الأول. حديث: ۲۲٤۲

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ایک سال بہت قحط پڑا، جمعہ کا دن تھا، حضور نے خطبہ پڑھا۔ایک اعرابی کھڑا ہوا، اس نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ! مال مرگیا، عیال بھوک سے تنگ آ گئے۔«فَادعُ الله لَنَا» ہمارے لیے اللہ سے دعا فرمایئے «فَرَفَعَ يَدَيْهِ» پس آں حضرت ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے۔اس وقت کوئی ٹکڑا ابر کا آسمان پر نہ تھا، اسی وقت بارش ہوگئی۔حدیث طویل ہے۔اس حدیث میں بھی دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھانا ثابت ہے۔

(۴) مشکوٰۃ شریف:

قال رسول الله صلى الله عليه وآ له وسلم إن ربكم حى كريم يستحيي من عبده إذا رفع يديه إليه أن يردهما صَفراً.[۱]

یعنی بے شک اللہ تعالیٰ شرم ولحاظ والا ہے، کرم کرنے والا ہے، شرم رکھتا ہے اپنے بندہ سے کہ جب وہ ہاتھ اٹھائے اس کی طرف تو وہ اس کو خالی پھیر دے۔

یہ چار احادیث ایسی ہیں جن میں صاف درج ہے کہ دعا کے وقت اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے جائیں اور دعا مانگی جاوے۔جس کی تصدیق قرآن شریف سے اس طرح ہوتی ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ.[۲] (الرعد)

اس آیت شریف میں دعا مانگنے کا طریق ثابت ہے کہ جیسے دونوں ہاتھ کی ہتھلیاں کھول کر پانی کی طلب میں منہ کی طرف کی جاتی ہیں، یعنی جیسے اوک[۳] سے پانی پیا جاتا ہے، اسی طرح دعا کے لیے ہاتھ پھیلائے جاتے ہیں۔خیر ایک آیت شریف اور چار احادیث شریف دعا مانگنے کے لیے اس طریق میں ثابت ہیں۔اسی طریق کو مدنظر رکھ کر کچھ احادیث صحیحہ درج کرتا ہوں۔جن سے معلوم ہوگا کہ حضور سرورعالم ﷺ نے طعام یا کھانا اپنے سامنے رکھ کر اس پر کچھ پڑھا اور دعا ہاتھ اٹھا کر مانگی اور کھانا تقسیم فرمایا۔وهو هذا:

(۱) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ، صفحہ: ۵۵۰، سطر: ۲۳۔صحیح بخاری وصحیح مسلم:

وعن أنس قال أبو طلحة لأم سليم. الحديث

حدیث طویل ہے۔اس کا خلاصہ اس طرح پر ہے:

آں حضرت ﷺ کی گرسنگی[۴] کا حال معلوم کر کے ام سلیم نے چند روٹیاں جو یں پکا کر دوپٹہ کے پلہ میں باندھیں۔آں حضرت ﷺ نے ان روٹیوں کو تڑوایا ملیدہ کی طرح، جو کچھ اس کے برتن میں گھی لگا ہوا تھا، اس میں ٹپکایا۔پھر حضرت

---

[۱] مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات الفصل الأول، حدیث: ۲۲٤٤.

[۲] ترجمہ: اور اس کے سوا جس کو پکارتے ہیں وہ ان کی کچھ بھی نہیں سنتے، مگر اس کی طرح جو پانی کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھا ہے کہ اس کے منہ میں پہنچ جائے اور وہ ہرگز نہ پہنچے گا اور کافروں کی ہر دعا بھٹکتی پھرتی ہے۔(کنز الایمان) پارہ: ۱۳، الرعد: ۱۳، آیت: ١٤

[۳] اوک: چلّو۔

[۴] گرسنگی: بھوک۔

ﷺ نے الفاظ قسم دعا سے اس پر پڑھے۔ پھر دس دس آدمیوں کو بلا کر کھلانا شروع کیا۔ اسّی آدمیوں کو پیٹ بھر کھلا دیا۔ پھر حضرت ﷺ نے ام سلیم کے گھر بھیج دیا، ان کے سب گھر کے لوگوں نے کھایا پھر بھی بچ رہا۔

دیکھیے! اس حدیث میں بھی صاف ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر حضرت ﷺ نے اس پر کچھ پڑھا، تب تقسیم فرمایا۔

(۲) اشعۃ اللمعات، جلد چہارم، صفحہ: ۵۹۲، سطر: ۱۴، بروایت صحیح بخاری وصحیح مسلم:

عن أنس قال كان النبي صلى الله عليه و آله وسلم عروسًا بزينب. الحديث.

ترجمہ مختصراً: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری والدہ نے ایک بادیہ[۱] میں کھانا کھجور اور گھی کا اور اقط کا مرکب بنایا ہوا بھیجا۔ اقط ایک چیز ہے جو دہی ترش یا چھاچھ کو پکا کر خشک کر لیا جاتا ہے، عربی میں اس کو اقط کہتے ہیں۔ جس طرح دودھ کو پنیر مایہ سے جما کر پنیر بناتے ہیں اور عربی میں اس کو جبن کہتے ہیں۔ الحاصل اس طرح کی دہی اور کھجور اور گھی کا کھانا جب حضور کے پاس آیا، آپ نے اس پر کچھ پڑھا، جو کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا۔ پھر آں حضرت ﷺ دس دس آدمیوں کو بلاتے گئے۔ قریب تین سو آدمیوں کے کھلا دیا۔ پھر مجھ کو فرمایا اٹھا لے اے انس اپنا بادیہ۔ میں نے جب اٹھایا، حیرت میں رہ گیا کہ جب میں لایا تھا اس وقت اس میں کھانا زیادہ تھا، یا اب زیادہ پہلے سے موجود ہے؟

(۳) اشعۃ اللمعات، جلد چہارم، صفحہ: ۵۹۱، سطر اخیر، بروایت مسلم:

عن أبي هريرة قال لما كان يوم غزوة تبوك .الحديث .

ترجمہ: غزوہ تبوک کے دن جب لوگ گرسنہ[۲] ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کرانی چاہی رسول اللہ ﷺ سے، تب آپ نے دسترخوان بچھوایا اور فرمایا: لے آؤ جو کچھ کسی کے پاس کھانا بچا ہوا ہو۔ تب کسی نے مٹھی بھر جوار[۳]، کسی نے مٹھی بھر کھجور، کسی نے ٹکڑا روٹی کا، جس کسی کے پاس جو کچھ بچا ہوا تھا لا کر ڈال دیا۔ بہت ہی تھوڑا سا ذخیرہ جمع ہوا۔ پھر آپ نے اس پر دعا فرمائی اور فرمایا: بھر لو اپنے اپنے برتن۔ پھر جس قدر لشکر تھا، سب نے اپنے اپنے تمام برتن جو اُن کے پاس تھے، بھر لیے، اور خوب۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس جگہ لکھتے ہیں:

ولشکر[۴] در غزوہ تبوک گفتہ اند کہ بصد ہزار رسیدہ بود۔

اس حدیث شریف سے ثابت ہے کہ لاکھ آدمی صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے روبرو آں حضرت ﷺ نے کھانا آگے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر اس پر پڑھ کر دعا فرمائی اور کھانا تقسیم فرمایا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ آں حضرت ﷺ نے کھانے پر دعا فرمائی جس کی ان کو ضرورت تھی۔ اسی طرح صاحب فاتحہ وہ دعا مانگتا ہے جس کی اس کو ضرورت ہے۔ پس دعا ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ کھانے کو آگے رکھ کر کچھ پڑھنا اور دعا مانگنا اس کھانے میں کلام الٰہی کی برکت سے برکت اور اضافہ ہوتا ہے۔ اور دعا کی تعریف شروع میں «السوال من الله الكريم» ہے۔ اور یہ عمل دوامی تھا

[۱] بادیہ: بڑا پیالہ، بڑا کٹورا۔ [۲] گرسنہ: بھوکا۔ [۳] جوار: مکئی (ایک غلے کا نام)۔
[۴] ترجمہ: غزوۂ تبوک میں لشکر کی تعداد ایک لاکھ کو پہنچ گئی تھی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ جب آپ دعا مانگتے تو دونوں ہاتھ اٹھا کر اپنے منہ کے سامنے کر کے دعا مانگتے اور اپنے منہ پر ہاتھوں کو پھیر لیتے اور جب کبھی کوئی نیا پھل حضور کے سامنے لاتا تو اسی طرح ہاتھ اٹھا کر اس پر دعا فرماتے جیسے کہ مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے:

[۱] قا ل كان الناس إذار أو أول الثمرة جاؤا به إلى النبى صلى الله عليه وسلم فإذا أخذه قال اللهم بارك لنا في ثمر نا. الحديث[۲]

اور یہی تمام اہل سنت و جماعت کا عمل ہے، اس کے برخلاف ہرگز نہیں۔ اور اسی طرح جامع صغیر میں حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

كان إذا دعا جعل باطن كفه إلى وجهه.[۳]

یعنی جب آپ دعا فرماتے تو دونوں ہاتھوں کی تھیلیاں اپنے منہ کی طرف کرتے تھے۔

پس کھانا آگے رکھ کر پڑھنا اور دعا کرنا ثابت ہو گیا۔ باوجود اتنی احادیث موجود ہونے کے اس سے انکار کرنا اور اس کو بدعت ردی کہنا صرف وہابیہ قوم کا کام ہے۔ اور کسی اہل سنت و جماعت کی طرف سے انکار نہیں۔ اس پر اجماع امت ظاہر ہے۔ اور «مارآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن[۴] ● ولا تجتمع امتى على ضلالة[۵]» کے مطابق اہل سنت و جماعت کا عمل ہے۔ خدا ہدایت کرے۔

(۴) ہدیۃ الحرمین، الباب الثالث عشر، صفحہ: ۶۸، ۶۹:

وفي فتاوى الأوز جندى لملا علي قاري الحنفي رحمة الله عليه وكان يوم الثالث من وفاة إبراهيم ابن محمد صلى الله عليه وسلم جاء أبوذر عند النبى بتمرة يابسة ولبن فيه خبزمن شعير فوضعها عند النبى فقرأ رسول الله صلى الله عليه وسلم الفاتحه و سورة الإخلاص ثلاث مرات إلى أن قال رفع يديه للدعاء ومسح بوجهه فأمر رسول الله أباذر أن يقسمها بين الناس وأيضا قال النبى صلى الله عليه وسلم وهبت ثواب هذه لإبنى إبراهيم.بلفظه[۶]

---

[۱] ترجمہ: حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام کی عادت تھی کہ جب وہ نیا پھل دیکھتے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر اسے آتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ پھل لے کر دعا فرماتے، "اے اللہ! تو ہمارے پھلوں میں برکت عطا فرما۔"

[۲] مشکوٰۃ المصابیح، باب حرم المدینۃ حرسہا اللہ، حدیث: ۲۷۳۱

[۳] جامع صغير للسيوطى، باب (كان) وهى شمائل الشريفة باب حرف الكاف، حديث: ۱۶۳۱۰

[۴] ترجمہ: امتِ مسلمہ جسے بہتر سمجھے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بہتر ہے۔ مسند احمد بن حنبل، مسند عبد الله بن مسعود، حدیث: ۳۶۰۰.

[۵] ترجمہ: میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی۔ المقاصد الحسنة، ج:۱، ص:۷۵۷، كتاب العلم، دار الكتاب العربى.

[۶] نوٹ: اس کتاب پر ستائیس علمائے عظام ومفتیان عرب مکہ شریف اور مدینہ منورہ کے دستخط ہیں اور مواہیر بھی ہیں۔ ۱۲ منہ

ترجمہ: اور درمیان فتاویٰ اوز جندی ملا علی قاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ کے ہے کہ تھا دن تیسرا وفاتِ ابراہیم فرزند محمد ﷺ کا کہ آیا ابوذر رضی اللہ عنہ نزدیک نبی ﷺ کے، ساتھ کھجور خشک اور دودھ کے کہ اس میں روٹی جو کی، پس رکھا اس کو نزدیک نبی ﷺ کے۔ پس پڑھی حضرت نے فاتحہ اور سورۂ اخلاص تین بار یہاں تک کہ کہا، اٹھائے حضرت نے دونوں ہاتھ اپنے اور پھیرے منہ پر۔ پھر حکم کیا رسول اللہ ﷺ نے ابوذر کو کہ اس کو درمیان میں لوگوں کے تقسیم کر دے۔ اور بھی اس میں ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے: بخشا میں نے ثواب اس کا واسطے بیٹے اپنے ابرہیم کے۔ بلفظہ

قوله : چناں چہ مولوی عبدالحی صاحب مرحوم کے فتاویٰ، جلد سوم، صفحہ: ۶۸ پر ہے:

شیخ[۱] عبدالحق محدث دہلوی در جامع البرکات می نویسد آں کہ بعد سالے یا شش ماہے یا چہل روز دریں دیار طعام پزند و در میان برادران بخشش کنند و آں را بھاجی گویند چیزے داخل اعتبار نیست بہتر آنست کہ نخورند۔

اسی صفحہ پر ہے:

مقرر[۲] کردن روز سوم وغیرہ بالتخصیص و اورا ضروری انگاشتن در شریعت محمدیہ ثابت نیست۔ نصاب الاحتساب اورا مکروہ نوشتہ۔ بلفظہ (صفحہ: ۳۵، سطر: ۷)

اقول : شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع البرکات میں صاف فرمادیا ہے کہ « آں را بھاجی گویند » یعنی جو کھانا بطور بھاجی برادری کے کیا جاتا ہے اس کا اعتبار نہیں۔ کیوں کہ موتی کے ایصال ثواب کے لیے نہیں کیا جاتا، اس صورت میں نہیں چاہیے۔ لیکن انہوں نے اس کو نہ بدعت ردی لکھا ہے اور نہ اس کھانے کو مکروہ جانا ہے۔ لیکن یہ کھانا فقرا اور غربا محتاجین کو کھلایا جاوے۔ اور کوئی غنی بھی اس میں شامل ہوا ہے تو مضائقہ نہیں۔ کیوں کہ حدیث شریف سے ثابت ہو چکا ہے کہ ایک عورت کا کھانا جو اس کا خاوند فوت ہو گیا تھا، آں حضرت ﷺ نے منظور فرمایا اور حضور کے ساتھ کئی صحابہ غنی بھی تھے جیسے کے اصل حدیث شریف صفحہ: ۳۷۴[۳] پر درج ہو چکی ہے۔

لیجیے! اس کی تصدیق آپ کے بزرگ مولوی صاحب اسحاق دہلوی اپنی مائۃ مسائل میں کرتے ہیں اور ساتھ ہی اصل عبارت جامع البرکات کی بھی لکھتے ہیں، جس سے آپ کی اور آپ کے مولوی عبدالحی صاحب کے فتاوے کی خیانت ظاہراً پائی جاتی ہے۔ وھو ھذا:

مائۃ مسائل تصنیف مولوی اسحاق صاحب بزرگ دیوبندیاں، صفحہ: ۸۷، ۸۸۔

---

[۱] ترجمہ: شیخ عبدالحق محدث دہلوی "جامع البرکات" میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس ملک میں جو ایک سال، چھ مہینے، اور چالیس دنوں کے بعد لوگ کھانا پکاتے ہیں اور برادری کے لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں، جس کو "بھاجی" کہا جاتا ہے، یہ کچھ بھی اعتبار کے لائق نہیں، بہتر یہ ہے کہ اسے نہ کھائیں۔ (بھاجی: وہ کھانا جو کسی تقریب میں برادری کے لوگوں میں تقسیم کیا جاتا ہے)

[۲] ترجمہ: خاص طور پر تیسرے یا اور کوئی دن مقرر کرنا اور شریعتِ محمدیہ میں اسے ضروری سمجھنا، یہ ثابت نہیں ہے۔ "نصاب الاحتساب" میں اسے مکروہ لکھا ہے۔

[۳] وضاحت: یہ حدیث شریف اس نسخہ کے صفحہ: ۳۷۴ پر درج ہے۔

اگر[1] محض برائے ایصال ثواب بارواح ایشاں می خورانند پس فقرارا باید خورانیدن لیکن درخورانیدن فقرا صالحین ثواب زیادہ تر خواہد شد واگر بطریق ضیافت پزند، پس اغنیا وفقرا ہر دو روا باشد۔ چناں چہ شیخ عبدالحق در جامع البرکات می نویسد وطعامے کہ بہ نیت تصدق بر فقرا از اموات بہ پزند تا ثواب آں بایشاں برسد جز فقیر را روا نباشد چہ تصدق بر فقرا می باشد و ہدیہ مراغنیا را۔ آں چہ بہ نیت ضیافت مسلمین تیار کنند ہر کہ باشد خواہ غنی باشد خواہ فقیر، چناں چہ در عرائس مشائخ در دیار ما متعارف است عام باشد مر فقرا و اغنیا را ولابد آں چہ فقرا ومحتاجاں بخورند مورث ثواب خواہد بود وآں چہ غیر فقرا خورند موجب عقاب نخواہد شد۔ بلفظہ (سوال پنجاہ یکم مائۃ مسائل، صفحہ: ۸۷، ۸۸)

لیجیے! آپ کی تحریر کی حقیقت آپ ہی کے بزرگ سے صاف ہوگئی اور یہ سب کھانے جائز ہو گئے۔

قولہ: رسالہ تیجہ، مصنفہ مولوی سکندر علی میں حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب زادے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہما سے منقول ہے:

روز سوم گل دادن در مردان بدعت است۔ بلفظہ (صفحہ: ۳۵، سطر: ۱۳)

اقول: آپ نے یہ عبارت «روز سوم گل دادن در مردان بدعت است» ایسی لکھی ہے، جس کے معنی اور مطلب معلوم نہیں ہوتا، جب تک اس کی تصحیح نہ ہو تب تک اس مہمل عبارت کا جواب بھی نہیں۔ لہذا تصحیح نقل آپ کے ذمہ ہے۔

اسی طرح علامہ سیوطی و ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہما لکھتے ہیں:

عن سفيان قال كانت الأنصار إذا مات لهم الميت اختلفوا إلى قبره و يقرأون عنده القرآن[2].

یعنی روایت ہے سفیان رضی اللہ عنہ سے کہ انصار کی یہ عادت تھی، جب کوئی مرجاتا ان کا، جایا کرتے وہ قبر پر اور پڑھتے قرآن۔

عینی شرح ہدایہ، باب الحج عن الغیر میں ہے:

إن المسلمين يجتمعون في كل عصر وزمان ويقرأون القرآن و يهدون ثوابه لموتاهم وعلى هذا

---

[1] ترجمہ: اگر صرف مردوں کی روح کو ایصالِ ثواب کے لیے کھلاتے ہیں تو فقرا کو کھلانا چاہیے البتہ نیک فقرا کو کھلانے میں زیادہ ثواب ہوگا۔ اور اگر ضیافت کے طور پر پکاتے ہیں تو مال دار اور فقیر دونوں کے لیے جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ محقق جامع البرکات میں تحریر فرماتے ہیں کہ جو کھانا مردوں کی جانب سے فقیروں پر صدقہ کرنے کی نیت سے پکاتے ہیں، تا کہ اس کا ثواب ان مردوں کو پہنچے تو یہ کھانا فقیر کے علاوہ کے لیے جائز نہیں، کیوں کہ فقیروں پر تو یہ صدقہ ہوگا مگر مال داروں کے لیے ہدیہ اور جو کھانا مال دار، فقیر سارے مسلمانوں کی ضیافت کی نیت سے لوگ تیار کرتے ہیں جیسا کہ ہمارے دیار میں مشائخ کے اعراس کے موقع پر متعارف ہے تو وہ کھانا فقیروں اور مال داروں سبھوں کے لیے عام ہوگا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ فقیر اور محتاج لوگ جو کچھ کھائیں گے وہ ثواب کا باعث ہوگا اور غیر فقیر جو کچھ کھائیں گے وہ ہرگز موجبِ عقاب نہیں۔

[2] مرقاة المفاتيح، ج: ٥، ص: ٤٦٤، كتاب الجنائز، باب دفن الميت.

أهل الصلاح والديانة من كل مذهب من المالكية والشافعية وغيرهم ولا ينكر ذٰلك منكر فكان إجماعاً.[1]

یعنی بے شک مسلمان جمع ہوتے ہیں اور ہوتے رہے ہیں ہر عصر اور زمانہ میں، اور پڑھتے رہے ہیں قرآن، اور پہنچاتے رہے ہیں ثواب اپنے موتیٰ کو۔ اور اسی بات پر جمع ہیں صلاح اور دیانت والے ہر مذہب کے مالکی، شافعی وغیرہ اور نہیں انکار کرتا اس کا کوئی منکر۔ پس ہو گیا اجماع اس پر۔ (انوار ساطعہ، ص: ۱۰۳)[2]

ان دونوں باتوں کا جواب فالتو ہے جو میری تحریر یا اشتہار میں نہیں، اتنا ہی کافی ہے۔

قوله: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصیت نامہ میں ہے:

از[3] عادت شنیعہ ما مردم اسراف در ماتم ہا و چہلم و فاتحہ سالیانہ ایں ہمہ را در عرب اول وجود نبود۔ بلفظہ

(ص: ۳۵، سطر: ۱۴)

اقول: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانا صحیح ہے۔ کیوں کہ اسراف کرنا بموجب قرآن شریف وحدیث شریف بہت برا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ.[4] اور وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا.[5]

لیکن یہ بات یاد رہے کہ اسراف اس چیز کا نام ہے جو اپنے حظ نفس[6] کے لیے کیا جائے اور خدا کے واسطے صدقات اور خیرات جو کیے جائیں وہ اسراف میں داخل نہیں ہیں۔ جیسے کہ تفاسیر میں لکھا ہے کہ امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اپنے نفس کو حظ حاصل ہونے کے واسطے جو کچھ خرچ کیا جائے وہ اسراف ہے، اگرچہ تل کا ایک دانہ ہو۔ اور جو کچھ خدا کے واسطے دے وہ اسراف نہیں[7]۔

اور شیخ الاسلام عبد اللہ انصاری قدس سرہٗ نے فرمایا: اگر تمام دنیا کو لقمہ کر کے کسی درویش کے منہ میں دے دے تو یہ اسراف نہیں ہے۔ اسراف یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے بے رضا تو صرف کرے۔ رباعی:

---

[1] عيني شرح هدايه، ج: ٤، ص: ٤٦٧، كتاب الحج، باب الحج عن الغير دار الكتب العلميه، بيروت.

[2] انوار ساطعہ، نور دوم، لمعۂ رابعہ، فاتحہ سوم کا بیان، ص: ۱۵۳، ناشر طلبۂ درجۂ فضیلت ۲۰۰۷ء، جامعہ اشرفیہ مبارک پور۔

[3] ترجمہ: ہم لوگوں کی ایک بری عادت یہ ہے کہ اپنے لوگوں کے مرنے کے رنج وغم میں اور پھر چالیسواں اور فاتحہ سالانہ کے موقع پر اسراف کرتے ہیں۔ ان سب میں سے کچھ بھی پہلے عرب میں نہ تھا۔

[4] ترجمہ: اور بے جا نہ خرچو، بے شک بے جا خرچنے والے اسے پسند نہیں۔ (کنز الایمان) پارہ: ۸، انعام: ٦، آیت: ١٤٢

[5] ترجمہ: اور کھاؤ پیو اور حد سے نہ بڑھو۔ (کنز الایمان) پارہ: ۸، الاعراف: ۷، آیت: ۳۱

[6] حظ نفس: بدنی خوشی۔

[7] تفسیر حسینی، ج: ۱، ص: ۱۷۵، مطبع احمدی کان پور۔

یک[1] جوانے کہ خیر دائم داشت | پند می داد راہبے در دیر
کاے پسر خیر نیست در اسراف | گفت اسراف نیست اندر خیر

(تفسیر حسینی[2])

دوسری بات یہ ہے کہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے اسراف کے لیے برا فرمایا، لیکن فاتحہ چہلم و سالیانہ[3] کے برخلاف کچھ نہیں فرمایا۔ نہ بدعت، نہ خلافِ شریعت نہ مکروہ۔ اور جو فرمایا کہ چہلم و فاتحہ و سالیانہ عرب میں پہلے نہیں تھا، گویا شاہ صاحب کے لکھنے سے پہلے سے تھا، یہ بھی صحیح ہے کیوں کہ قرآن شریف اعراب دار مصر اور قسطنطنیہ کے چھاپے کے بھی پہلے عرب میں نہ تھے۔ کتب احادیث و فقہ بھی نہ تھیں، کتب صرف و نحو بھی نہ تھیں، کتبِ اشغالِ سلاسلِ اربعہ بھی نہ تھیں، پختہ مساجد بھی نہ تھیں، تقلید شخصی بھی نہ تھی، اربعہ مذاہب بھی نہ تھے، اربعہ مصلات بھی نہ تھے، ایسے ہی اور ہزاروں اور باتیں نہ تھیں۔ اسی طرح سوم، دہم، چہلم، سالیانہ بھی نہ تھے۔ کیا مضائقہ ہے اس نہ ہونے سے؟ شاہ صاحب نے ان کو برا نہیں کہا۔ پھر شاہ صاحب کی عبارت لکھنے سے آپ کو کیا حاصل ہوا۔ حالاں کہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ خود فاتحہ خوانی اور قبروں پر مراقبہ کرنے کو تحریر فرماتے ہیں۔ دیکھیے! وہ کیا فرماتے ہیں۔

زبدۃ النصائح، حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کے صفحہ: ۱۳۲ پر تحریر ہے:

ایک شخص نے سوال کیا کہ ملیدہ یا شیر برنج[4] وغیرہ نیاز اولیا کا درست ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ:

اگر[5] ملیدہ و شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے بہ قصد ایصال ثواب بروح ایشاں پزند بخورانند مضائقہ نیست و طعام نذر اللہ اغنیا را خوردن حلال نیست۔ و اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد، پس اغنیا را ہم خوردن جائز است۔

اور "انتباہ فی سلاسل اولیا" میں اس طرح فرماتے ہیں:

پس[6] دہ مرتبہ درود خواندہ ختم تمام کنند۔ و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدا تعالیٰ سوال نمایند۔ الخ

اور "در ثمین فی مبشرات النبی الامین" کی بائیسویں حدیث، صفحہ: ۸، سطر: ۲، اس طرح فرماتے ہیں:

جناب والد صاحب فرماتے تھے کہ میں ایام مولود میں آں حضرت ﷺ کے لیے کھانا پکوایا کرتا تھا۔ میلاد شریف

---

[1] ترجمہ: ایک جوان سے جو ہمیشہ سخاوت کیا کرتا تھا، کسی راہب نے گرجا گھر میں نصیحت کی، اے لڑکے! اسراف میں نیکی نہیں ہے، تو اس نے جواب دیا کہ بھلائی کے اندر اسراف نہیں۔ [2] تفسیر حسینی، ج: ۱، ص: ۱۸۵، مطبع احمدی کان پور۔

[3] سالیانہ: سالانہ، ہر سال۔ [4] شیر برنج: چاولوں کی کھیر۔

[5] ترجمہ: کسی بزرگ کے فاتحہ کے موقع پر ان کی روح کو ایصالِ ثواب کے لیے ملیدہ یا میٹھا پلاؤ پکائیں اور لوگوں کو کھلائیں تو اس میں کچھ قباحت نہیں۔ اللہ کی نذر کا کھانا مال داروں کے لیے جائز نہیں۔ اور اگر کسی بزرگ کے نام فاتحہ دی گئی تو مال داروں کو بھی کھانا جائز ہے۔

[6] ترجمہ: دس مرتبہ درود شریف پڑھ کر ختم پورا کرتے ہیں اور کسی قدر شیرینی پر خواجگان چشت کے نام عموماً فاتحہ پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنی ضرورت کا سوال کرتے ہیں۔

کی خوشی کا۔ ایک سال کچھ پاس نہ تھا کہ کھانا پکواؤں۔ کچھ میسر نہ آیا مگر چنے بھنے ہوئے۔ وہی میں نے لوگوں کو تقسیم کیے تو کیا دیکھتا ہوں کہ آں حضرت ﷺ کے روبرو بھنے چنے رکھے ہوئے ہیں اور بہت شاد و بشاش ہیں۔ بلفظہ

دیکھیے شاہ صاحب کی تحریرات کو، جن سے ہویدا ہے کہ آپ فاتحہ خوانی وسوم و دہم وچہلم و برسی جائز کو فرما رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی مولود شریف کی شیرینی کی تقسیم اور ختم بھی پڑھنا اور طعام سامنے رکھ کر جیسے کہ نقشبندیہ سلسلہ کا معمول ہے۔ وہ طریقہ ختم اس طرح پر ہے:

کلمات طیبات، صفحہ: ۹۲، سطر: ۱۹، ملفوظات حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں علیہ الرحمہ مرید خاص حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے:

وختم[1] (خواجگان) حضرات خواجہا وختم حضرت مجدد رضی اللہ عنہم نیز اگر یاران جمع آیند بعداز حلقہ صبح برآں مواظبت نمایند کہ از معمولات مشائخ است وفائدہ بسیار دارد۔

طریق اس کا یوں حاشیہ پر ہے:

طریق[2] ختم خواجہا بہر نیتے ومقصدے کہ خواند باید کہ اول دست برداشتہ سورہ فاتحہ یک بار بخواند بعدازاں سورہ فاتحہ با بسم اللہ ہفت بار، بعدازاں درود صد بار، بعدازاں الم نشرح با بسم اللہ ہفتاد و نہ بار، بعدہ سورہ اخلاص با بسم اللہ ہزار و یک بار، باز سورہ فاتحہ با بسم اللہ ہفت بار، بعدہ درود صد بار، بعدازاں فاتحہ خواندہ ثواب ایں ختم بہ ارواح بزرگوار کہ ایں ختم بایشاں منسوب است باید گزرانید۔ بلفظہ (معمولات مظہری)

دیکھو ختم پڑھنے کا طریق، کیسا صاف ہاتھ اٹھا کر ثواب پہنچایا جاتا ہے۔ تسلی ہوئی یا نہیں؟ عین حدیث کے مطابق ہے۔

قولہ: قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے وصیت نامہ میں ہے:

بعد[3] مردن من رسوم دنیوی مثل دہم وبستم وچہلم وششماہی وفاتحہ سالیانہ ہیچ نہ کنند۔

ان عبارات سے سوم، دہم، چہلم وغیرہ کا بدعت ہونا ظاہر ہے، تو مولوی خلیل احمد صاحب کا انہیں بدعت لکھنا ان حضرات کا اتباع کرنا ہے۔ اور آپ کو ان امورات کے بدعت ہونے سے انکار ہے تو فرمائیے۔ بلفظہ (صفحہ: ۳۵، سطر: ۱۶)

اقول: قاضی صاحب ثناء اللہ علیہ الرحمہ صاف یہ فرما رہے ہیں: رسوم دنیوی میرے مرنے کے بعد نہ کرنا۔ اس میں کوئی لفظ بدعت کا درج نہیں، جو آپ نے اپنی لیاقت سے درج کر دیا۔ اور لفظ سوم بھی آپ نے اپنی ذہانت سے خود

---

[1] ترجمہ: حضرات خواجگان نقش بند اور خاص طور پر حضرت مجدد الف ثانی (علیہم الرحمۃ والرضوان) کا ختم پاک بھی بہت فائدہ مند ہے جب کہ جماعت فجر کے بعد لوگ جمع ہوں اور اس پر ہمیشگی برتیں جو کہ مشائخ نقش بند کے معمولات سے ہے۔

[2] ترجمہ: ختم خواجگان جس نیت اور مقصد سے پڑھیں، اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک بار سورۂ فاتحہ پڑھیں، پھر سات مرتبہ بسم اللہ کے ساتھ سورۂ فاتحہ، سو مرتبہ درود شریف، اناسی مرتبہ بسم اللہ کے ساتھ الم نشرح، ایک ہزار ایک بار بسم اللہ کے ساتھ سورہ اخلاص، پھر ستر مرتبہ بسم اللہ کے ساتھ سورہ فاتحہ اور سو مرتبہ درود شریف پڑھیں۔ اس کے بعد فاتحہ پڑھ کر اس ختم پاک کا ثواب ان بزرگوں کی روحوں کو پیش کریں، جن سے یہ ختم پاک منسوب ہو۔

[3] ترجمہ: میرے مرنے کے بعد لوگ دنیوی رسوم یعنی دسواں، بیسواں، چالیسواں، چھ ماہی اور برسی کا فاتحہ کچھ نہ کریں۔

بخود لکھ دیا ہے، جس کو وہ جائز فرماتے ہیں۔ اور یہ صحیح اور صریح ہے کہ رسوم دنیوی بطور بھاجی برادری کے درست نہیں۔ لیکن ایصال ثواب کے لیے کوئی ممانعت نہیں فرمائی۔ بلکہ قاضی صاحب اپنے وصیت نامہ میں اس طرح لکھتے ہیں:

(۱) واز[1] کلمہ و درود و ختم قرآن و استغفار و از مال حلال صدقہ بہ فقرا باخفا مدد نمایند کہ رسول اللہ ﷺ فرمود: «المیت فی القبر كالغريق المتغوث ينتظر دعوة ما تلحقه عن أب وأخ أو صديق» بلفظہ

(کلمات طیبات، صفحہ: ۱۵۴، سطر: ۱۶)

لیجیے! یہاں پر قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے حدیث شریف کی سند سے ایصال ثواب کو بذریعہ فاتحہ و ختم خوانی کے ثابت کر دیا۔ جس کے لیے طریق ایصال ثواب وہی ہے جو فاتحہ پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر ختم دیا جاتا ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا مگر افسوس ہے آپ پر کہ اس عبارت کو بھی «لاتقربوا الصلوٰة» کہہ کر «وانتم سُکٰرٰی» کو ہضم کر لیا۔ قاضی صاحب نے اس میں مدد اخفا کو تحریر فرمایا ہے کہ بطور خفیہ فقرا کو صدقہ دیا جائے۔ اس سے مراد ان کی ریا کے دور کرنے اور نمائشی کاروائی سے روکنے کی ہے۔ ورنہ صدقہ ظاہر اور علانیہ دینا بھی بحکم خداوندی «اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ»[2] یعنی اگر صدقہ کو ظاہراً اور علانیہ بھی دو تو اچھا ہے۔

اس آیت شریف کا ترجمہ شاہ عبد القادر علیہ الرحمہ اس طرح کرتے ہیں:

اگر کھلی دو خیرات تو کیا اچھی بات ہے۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کا ترجمہ فارسی اس طرح پر ہے:

اگر آشکارا کنید خیرات را نیکو چیز است۔

یہ اس لیے کہ اور لوگوں کو بھی صدقہ اور خیرات کرنے کی ترغیب اور تحریص ہو۔ لیکن خیر! قاضی صاحب نے ریا کی وجہ سے خفیہ صدقہ کی وصیت فرمائی تو وہ بھی صحیح ہے۔ دوسرے حصہ آیت شریف پر عمل ہوا۔

اب اور سنیے! حضرت شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ دادا پیر مولوی اسمٰعیل صاحب کے، وہ تمام ایام، سوم، دہم، چہلم، ششماہی و سالیانہ کو درست فرما رہے ہیں۔ وھو ھذا:

(۲) تفسیر عزیزی، پارہ عم، سورہ انشقت، صفحہ: ۱۱۱، سطر: ۱۹ میں فرماتے ہیں:

و مدد[3] زندگاں بہ مردگان دریں حالت زود می رسد۔ و مردگاں منتظر لحوق مدد ازیں طرف می باشند چناں گمان می برند

---

[1] ترجمہ: کلمہ، درود، ختم قرآن، استغفار اور فقیروں کو حلال مال خفیہ طور پر صدقہ کر کے مدد کریں کیوں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قبر کے اندر مردہ شخص کی وہی حالت ہوتی ہے جیسی ڈوبنے والے کی جو مدد کا طالب ہو۔ وہ مردہ اپنے باپ، بھائی اور دوست کی جانب سے دعا کے انتظار میں ہوتا ہے جو اسے پہنچے۔

[2] پارہ: ۲، البقرہ: ۲، آیت: ۲۷۱

[3] ترجمہ: مردوں کو زندوں کی مدد اس حالت میں جلد پہنچتی ہے اور مردے اس جانب سے مدد پہنچنے کے منتظر ہوتے ہیں۔ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ابھی ہم زندہ ہیں۔ اسی وجہ سے حدیث شریف کے اندر احوالِ قبر کے بیان میں آیا ہے کہ مسلمان شخص وہاں کہتا ہے "دعونی اصلی" یعنی مجھے چھوڑ و کہ میں نماز پڑھوں۔ اور یہ بھی آیا ہے کہ مردہ اس حالت میں ڈوبنے والے کی مانند ہے جو کسی فریاد رس کے انتظار میں ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں صدقات، دعائیں اور فاتحہ اس کے بہت کام آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر لوگ اپنے کسی عزیز کی موت کے بعد ایک سال تک اور خاص طور پر ایک چلہ تک اس طرح کی امداد میں پوری کوشش صرف کرتے ہیں۔

کہ ہنوز زندہ ایم۔ولہٰذا درحدیث شریف دراحوال قبرواردا ست کہ مردمسلمان درانجامے گوید کہ دعونی اصلی یعنی بہ گزاریدمراتانمازبخوانم۔نیز واردست مردہ دراں حالت مانندغریقے ست کہ انتظارفریادرسے می بردوصدقات وادعیہ وفاتحہ دریں وقت بسیاربکارامی آید۔ازیں جااست کہ طوائف بنی آدم تایک سال وعلی الخصوص تایک چلہ بعدموت دریں نوع امدادکوشش تمام می نمایند۔بلفظہ

(۳) فتاویٰ عزیزیہ،جلداول،شاہ عبدالعزیزمحدث دہلوی،صفحہ:۷۵،سطر:۱۹

طعام[1] ے کہ ثواب آں نیازحضرت امامین نمایندوبرآں فاتحہ وقل ودرودخوانندتبرک می شود،خوردن آں بسیارخوب است۔بلفظہ

یہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے اس وقت فرمایا تھا کہ جب آپ سے سوال کیا گیا تھا کہ جوطعام تعزیہ کے پاس رکھا جاتاہےاوراس پرفاتحہ خوانی کی جاتی ہے،اس کا کیاحکم ہے؟دیکھیے!تعزیہ کے پاس نیازامامین رضی اللہ عنہما کوتبرک فرمایا۔

(۴) مکتوبات امام ربانی مجددالف ثانی علیہ الرحمہ،مکتوب نمبر:۱۰۴جلداول(ماتم پرسی)۔

بدعا[2] واستغفار وتصدق امداد باید نمود قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما الميت في القبر إلا كالغريق المتغوث ينتظر دعوة ما تلحقه من أب أو أمّ وأخ أو صديق فإذا لحقته كان أحب إليه من الدنيا وما فيها وإن الله تعالى ليدخل على أهل القبور من دعاء أهل الأرض أمثال الجبال من الرحمة وإن هدية الأحياء إلى الأموات الإستغفار لهم[3]

ترجمہ حدیث شریف:فرمایارسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے:مردہ قبرمیں ڈوبنے والے کی مانندہے،فریادکرنے والاہے،اور انتظارکرتاہے دعاکاجواس کے باپ یاماں یابھائی یادوست کرے،جب یہ دعااس تک پہنچےتوزیادہ محبوب ہے وہ دعااس کے لیےتمام دنیاسےاورجوکچھ دنیامیں ہے۔تحقیق اللہ تعالیٰ اہل زمین کی دعااہل قبرکوپہنچاتاہے مانندپہاڑوں رحمت کے اورتحقیق زندوں کاہدیہ یاتحفہ یاصدقہ مردوں کے لیےبخشش ہے یاذریعۂ نجات۔

(۵) ایضاً،مکتوب نمبر:۱۵۹،جلداول،حصہ سوم،صفحہ:۳۵،امرتسری:

[1] ترجمہ:جس کھانے کا ثواب حضرت امام حسن اورامام حسین رضی اللہ عنہما کونذرکرتے ہیں اورجس پرفاتحہ،قل،اوردرود پڑھتے ہیں،وہ متبرک ہوجاتاہے،اس کا کھانابہت بہترہے۔

[2] ترجمہ:دعا،استغفاراورصدقہ وخیرات سے مددکرنی چاہیے،رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کاارشادہے کہ قبرکےاندرمردہ کی حالت ڈوبتے ہوئےفریادرس انسان جیسی ہوتی ہے،چناں چہ وہ اپنے باپ،ماں،بھائی اوردوست کی جانب سے دعاپہنچنے کامنتظرہوتاہے۔جب اسے دعا پہنچتی ہےتووہ دعااسے دنیاومافیہاسے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔بے شک اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دعاؤں سے اہلِ قبورپرپہاڑجیسی رحمتیں نازل فرماتاہے۔مردوں کوزندوں کاہدیہ یہی ہے کہ وہ ان کے لیےبخشش طلب کریں۔

[3] مکتوبات امام ربانی،ج:۱،ص:۲۱۲،مکتبة ايشيق،استنبول.

آں[1] فرزند شیوہ صبر را پیش گرفتہ بصدقہ و دعا و استغفار ممد و معاون باشد کہ موتی را شد احتیاج است بامداد احیا[2] ۔ در حدیث نبوی الخ (یہ حدیث وہی ہے جو اوپر درج ہو چکی ہے)

(۶) ایضاً، مکتوب سی و ششم، صفحہ: ۸۵، سطر ۱-۹، امرتسری:

حضرت[3] امیر اگر داماد حضرت پیغمبر است و پسر عم اوست حضرت صدیقہ زوجہ مطہرہ اوست علیه وعلیٰ جمیع أهل بیته الصلوٰة والسلام وحبیبہ ومقبولہ اوست علیه و علی آله الصلوٰة و السلام پیش ازیں بچند سال داب فقیر آں بودہ کہ اگر طعام می پخت مخصوص بروحانیات مطہرہ اہل عبا می ساخت و بآں سرور حضرت امیر و حضرت فاطمہ و حضرات امامین را ضم می کرد علیهم الصلوٰة والتسلیمات شبے در خواب می بیند کہ آں سرور حاضر است علیه و علیٰ آله الصلوٰة والسلام فقیر بایشاں عرض سلام می کند متوجہ نمی شوند و روبجانب دیگر دارند۔ دریں اثنا بفقیر فرمودند کہ من طعام در خانہ عائشہ می خورم ہر کہ مرا طعام فرستد بخانہ عائشہ فرستد۔ ایں زماں فقیر دریافت کہ سبب عدم توجہ شریف ایشاں آں بودہ کہ فقیر حضرت صدیقہ را دراں طعام شریک نمی ساخت۔ بعد ازاں حضرت صدیقہ را بلکہ سائر ازواج مطہرات را کہ ہمہ اہل بیت اند شریک می ساخت و بجمیع اہل بیت توسل می نمود[4] ۔ الخ۔ بلفظہ

دیکھیے! ان مکتوبات حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فاتحہ خوانی اور طریق ثواب رسانی کی تاکید ظاہر ہے۔ اور وہ رسالہ تیجہ گمنام مولوی سکندر علی کا حضرت امام صاحب علیہ الرحمہ کے مکتوبات سے مردود ثابت ہوا۔

(۷) صراط مستقیم، مصنفہ مولوی اسماعیل دہلوی، امام الطائفہ وہابیہ، مطبوعہ میرٹھ، صفحہ: ۳۷، مطبوعہ دہلی، صفحہ: ۶۴

ونہ[5] پندارند کہ نفع رسانیدن باموات باطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست چہ ایں معنی بہتر و افضل غرض آنست کہ مقید برسم

---

[1] ترجمہ: وہ فرزند صبر کا شیوہ اختیار کر کے صدقہ، دعا اور استغفار کے ذریعہ مرحومین کا ممد و معاون بنا رہے، کیوں کہ مردوں کو زندوں کی امداد کی سخت حاجت ہوتی ہے۔

[2] مکتوبات امام ربانی، ج: ۱، ص: ۲٦۲، مکتبه ایشیق، استنبول.

[3] ترجمہ: حضرت امیر اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور چچا زاد بھائی ہیں تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ حضور کی زوجہ مطہرہ، محبوبہ اور مقبولِ بارگاہِ رسالت ہیں۔ اب سے چند سال پہلے فقیر کا معمول یہ تھا کہ اگر کھانا پکاتا تو آلِ عبا کی پاکیزہ روحانیت کے ساتھ خاص کر دیتا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت امیر، حضرت فاطمہ زہرا اور حضرات امامین کریمین علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کو بھی شامل کرتا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہیں، فقیر حضور کو سلام پیش کرتا ہے، حضور متوجہ نہیں ہوتے اور دوسری جانب چہرہ مبارک کیے ہوئے ہیں۔ اسی درمیان حضور نے فقیر سے فرمایا کہ میں عائشہ کے گھر کھانا کھاتا ہوں، جو شخص مجھے کھانا بھیجنا چاہے عائشہ کے گھر بھیجے۔ اس وقت فقیر نے سمجھ لیا کہ حضور کی بے توجہی کا سبب یہ تھا کہ فقیر حضرت صدیقہ کو اس کھانے میں شریک نہ کرتا تھا، اس کے بعد حضرت صدیقہ بلکہ تمام ازواج مطہرات کو جو کہ سب اہلِ بیت ہیں، شریک کرتا اور تمام اہلِ بیت سے توسل کرتا۔

[4] مکتوبات امام ربانی، ج: ۲، ص: ۸۷، مکتبة ایشیق، استنبول.

[5] ترجمہ: اور یہ بھی گمان نہ کریں کہ فوت شدہ لوگوں کو طعام سے فائدہ پہنچانا اور ان کی فاتحہ خوانی ٹھیک نہیں ہے اس لیے کہ یہ کام تو بہتر اور افضل ہے۔ ہماری غرض صرف یہ ہے کہ رسم کا پابند نہ ہونا چاہیے، تاریخ اور دن اور طعام کی جنس اور قسم کی تعین کے بغیر جس وقت اور جس قدر کے موجب ثواب ہو بجا لائے اور جب میت کو کچھ نفع پہنچانا منظور ہو تو اسے کھانے کھلانے پر ہی موقوف نہ سمجھنا چاہیے اگر ہو سکے تو بہتر ہے ورنہ صرف سورۂ فاتحہ اور سورہ اخلاص کا ثواب بہت بہتر ہے۔ (صراطِ مستقیم مترجم، ص: ۷٤)

نباید شد بے تعین تاریخ وروز وجنس وقسم طعام ہر وقت وہر قدر کہ موجب اجر جزیل بود بعمل آرد۔ ہر گاہ ایصال نفع بمیت منظور دارد وموقوف بر طعام نگزارند اگرمیسر باشد بہتراست والاصرف ثواب سورہ فاتحہ واخلاص بہترین ثواب است الخ۔ بلفظہ

ہدایت[1] اولی در بیاں اشغال طریقہ چشتیہ۔ افادہ اول: طالب را باید کہ باوضو دوزانو بطور نماز بہ نشیند و فاتحہ بنام اکابر ایں طریقہ یعنی حضرت خواجہ معین الدین سنجری وحضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وغیرہما خواندہ التجا بجناب حضرت ایزد پاک بتوسط ایں بزرگان نماید۔ بلفظہ (صفحہ:۱۱، سطر:۴)

(۸) فیصلہ ہفت مسئلہ، مصنفہ حضرت حاجی شاہ امداد اللہ علیہ الرحمہ پیر ومرشد دیوبندیاں۔

دوسرا مسئلہ فاتحہ مروجہ کا۔ اس میں بھی وہی گفتگو ہے جو مسئلہ مولد میں مذکور ہوئی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نفس ایصال ثواب بہ ارواح اموات میں کسی کو کلام نہیں۔ اس میں بھی تخصیص اور تعیین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھے یا واجب، فرض اعتقاد کرے تو ممنوع ہے۔ اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت باعث تقلید ہیئت کذائیہ ہے تو کوئی حرج نہیں، جیسا بہ مصلحت نماز میں سورہ خاص معین کرنے کو فقہائے محققین نے جائز رکھا ہے۔ اور تہجد میں اکثر مشائخ کا معمول ہے۔ اور تأمل سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ سلف میں تو یہ عادت تھی کہ مثلاً کھانا پکا کر مسکین کو کھلا دیا اور دل سے ایصال ثواب کی نیت کر لی۔ متأخرین میں کسی کو خیال ہوا کہ جیسے نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے مگر موافقت قلب ولسان کے لیے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے، اسی طرح اگر یہاں زبان سے کہہ لیا جاوے کہ یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچ جائے تو بہتر ہے۔ پھر کسی کو خیال ہوا کہ لفظ «اس» کا مشار الیہ اگر روبرو موجود ہو تو زیادہ استحضار قلب ہو، کھانا روبرو لانے لگے۔ کسی کو خیال ہوا کہ یہ ایک دعا ہے۔ اس کے ساتھ اگر کچھ کلام الٰہی بھی پڑھا جائے تو قبولیت دعا کی بھی امید ہے، اس کلام کا ثواب بھی پہنچ جائے گا، کہ جمع بین العبادتین ہے: ع

[2] چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار

قرآن شریف کی بعض سورتیں بھی جو لفظوں میں مختصر اور ثواب میں بہت زیادہ ہیں پڑھی جانے لگیں۔ کسی نے خیال کیا کہ دعا کے لیے رفع یدین سنت ہے، ہاتھ بھی اٹھانے لگے۔ کسی نے خیال کیا، کھانا جو مسکین کو دیا جائے گا اس کے ساتھ پانی دینا بھی مستحسن ہے، پانی پلانا بھی بڑا ثواب ہے، اس پانی کو بھی کھانے کے ساتھ رکھ لیا۔ پس یہ ہیئت کذائیہ حاصل ہوگئی۔ باقی رہا تعیین تاریخ، یہ بات تجربہ سے معلوم ہوتی ہے کہ جو امر کسی خاص وقت میں معمول ہو اس وقت وہ یاد آ جاتا ہے اور

---

[1] ترجمہ: پہلی ہدایت اشغال طریقہ چشتیہ کے بیان میں:

پہلا افادہ:- طالب کو چاہیے کہ پہلے باوضو دوزانو بطور نماز بیٹھ کر اس طریقہ کے بزرگوں یعنی حضرت معین الدین سنجری اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وغیرہ حضرات کے نام کا فاتحہ پڑھ کر بارگاہِ خداوندی میں ان بزرگوں کے توسط اور وسیلہ سے التجا کرے۔ (صراطِ مستقیم مترجم، ص:۱۲۶)

[2] ترجمہ: کیا ہی اچھی بات ہے کہ ایک کرشمہ سے دو کام نکل آئیں۔

ضرور ہورہتا ہے اور نہیں تو سال ہا سال گزر جاتے ہیں، کبھی خیال بھی نہیں آتا۔ اس قسم کی مصلحتیں ہر امر میں ہیں۔ ان کی تفصیل طول ہے محض بطور نمونہ تھوڑا سا بیان کیا گیا۔ ذہین آدمی غور کر کے سمجھ سکتا ہے اور قطع نظر مصالح مذکورہ کے ان میں بعض اسرار بھی ہیں۔ پس اگر یہی مصالح بنائے تخصیص ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

رہا عوام کا غلو اولاً اس کی اصلاح کرنی چاہیے، اس عمل سے کیوں منع کیا جائے۔ ثانیاً اس کا غلو اہل فہم کے فعل میں موثر نہیں ہوسکتا «لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ»[1] رہا شبہہ تشبّہ کا، اس میں بحث از بس طویل ہے۔ مختصراً اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ تشبّہ اس وقت رہتا ہے جب تک وہ عادت اس قوم کے ساتھ ایسی مخصوص ہو کہ جو شخص وہ فعل کرے اسی قوم سے سمجھا جائے، یا اس پر حیرت ہو۔ اور جب دوسری قوموں میں پھیل کر عام ہوجاوے تو وہ شبہہ جاتا رہتا ہے۔ ورنہ اکثر امور متعلق عادات وریاضات جو غیر قوموں سے ماخوذ ہیں، مسلمانوں میں اس کثرت سے پھیل گئے ہیں کہ کسی عالم درویش کا گھر بھی اس سے خالی نہیں۔ یہ امور مذموم نہیں ہوسکتے۔ قصہ تطہیر اہل قبا اس میں کافی حجت ہے۔ البتہ جو ہیئت عام نہیں ہوئی وہ موجب تشبہ ہے اور ممنوع۔ پس یہ ہیئت مروجہ ایصال ثواب کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اور گیارہویں حضرت غوث پاک قدس سرہ کی، دسواں، بیسواں، چہلم، ششماہی، سالیانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ اور سہ منی حضرت شاہ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ اور حلوا شب برات ودیگر طریق ایصال ثواب اسی قاعدہ پر مبنی ہیں۔ بلفظہ (رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ، صفحہ: ۸-۱۰)

دیکھیے! آپ کے پیران پیر علیہ الرحمہ نے تمام فاتحہ خوانیوں اور ایصال ثواب کے طریق دسواں، بیسواں، چہلم اور سالیانہ سب کو نیک اور جائز فرمادیا اور توشے اور سہ منیاں، شبرات کے حلوے سب جائز۔

ایک عبرت ناک واقعہ اور غضب ناک سانحہ مولوی رشید احمد کا

اس "فیصلہ ہفت مسئلہ" رسالہ مصنفہ مرشد خود کو دیکھ کر مارے غصہ کے چراغ پا ہوجانا اور اس رسالہ مبارکہ کو آگ میں ڈال کر خاک سیہ کرڈالنا۔

نہایت معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ جس وقت فیصلہ ہفت مسئلہ (مصنفہ حضرت شاہ امداد اللہ علیہ الرحمہ) طبع ہو کر اطراف ہند میں شائع ہوا اور اتفاق سے کچھ نسخے گنگوہ شریف میں بھی پہنچے تو اس خبر کے سنتے ہی فاضل گنگوہی چراغ پا ہوگئے اور فوراً نادری حکم[2] صادر فرمایا کہ جس قدر نسخے گنگوہ آئے ہوں سب ہمارے پاس لائے جائیں۔ چناں چہ فوراً تعمیل عمل میں لائی گئی اور جس قدر نسخے بہم پہنچ سکے ان کی یہ قدر ومنزلت کی گئی کہ آگ میں جھونک کر خاک سیاہ کردیے

---

[1] ترجمہ: ہمارے لیے ہمارا عمل اور تمہارے لیے تمھارا کیا۔ (کنز الایمان) پارہ: ۲۵، الشوریٰ: ۴۲، آیت: ۱۵

[2] نادری حکم: سخت اور جابرانہ حکم۔

گئے «اناللہ وانا الیہ راجعون۔» بلفظہ (کتاب تحقیق الحق، مطبوعہ: مطبع قیومی کان پور، اڈیشن نمبر:۲، صفحہ:۴۲، سطر:۱۰)

اللہ! اللہ! یہ غیظ و غضبی اور یہ گستاخی اور بے ادبی خاص اپنے مرشد ارشد کی اور کیا عقل مندی، مولوی صاحب کی دور اندیشی کہ یہ چند دس بیس نسخے اگر آگ میں جلا دیے تو کیا ہوا؟ وہ تو ہزاروں کی تعداد میں چھپ کر شائع ہو چکا تھا، بلکہ اس کے بعد دوبارہ بھی طبع ہو کر شائع ہوا۔ مگر معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کے رنج اور غصہ کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ضبط نہ ہو سکا اور اپنے مرشد کی کتاب کی یہ عزت کی کہ آگ میں جلا ڈالا۔ قیامت کو ضرور حضرت مرشد کے روبہ رو رسوائی ہوگی بلکہ روسیاہی ہوگی، انشاءاللہ تعالیٰ۔ آپ بھی ان کے ساتھ ہوں گے۔ ضرور! ضرور!!

اب میں ایک فتویٰ علمائے پنجاب و ہندوستان کا جو کتاب «فتاویٰ علمائے حنفیہ فی جواب استفتائے شمسیہ» مرتبہ منشی شمس الدین خاں حنفی نقش بندی مجددی جالندھری ۱۳۱۰ ہجری میں بمقام جالندھر چھپوایا تھا، درج کرتا ہوں۔

استفتا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس باب میں کہ ملک پنجاب[۱] میں آج کل[۲] طعام[۳] کو آگے رکھ کر قرآن مجید کی مختلف آیات پڑھتے ہیں جس کو ختم یعنی فاتحہ خوانی کہتے ہیں، آیا سنت ہے یا مباح یا بدعت حسنہ یا بدعت سیئہ؟ پھر بعد تمام کرنے قراءۃ قرآن کے سب حضار[۴] ایک شخص کو جو بزرگی میں اچھا اور مشہور و معروف ہوتا ہے، ہر واحد اپنا اپنا پڑھا ہوا بخش دیتا ہے، بلکہ اپنی اپنی مستورات سے کچھ پڑھا ہوا ہبہ کرا کر اس شخص معین کے پاس لا کر ہبہ کر دیتا ہے۔ بلکہ دیگر شہروں سے اس تاریخ اور وقت مقررہ پر قرآن سے کچھ پڑھا ہوا ایک دوسرے سے ایک دوسرے کو ہبہ کراتا ہوا لا کر اس شخص معین کے حوالے کر دیتا ہے تاکہ وہ مجموعہ ہو کر اس میت کو، جس کی فاتحہ خوانی کے واسطے دن مقرر کیا گیا ہے، اس کو بخش دیا جائے۔ اس طریق خاص کو کوشش سے انجام کرتے ہیں، بلکہ دین قرار دیتے ہیں۔ اور وہ شخص معین وہ سب ہر ایک کا پڑھا ہوا لے کر وہ بہ آواز بلند کہتا ہے کہ میں نے قبول کیا۔ بعدہٗ ہاتھ اٹھا کر وہ بالترتیب انبیا اور اکابر اولیا کے نام مبارک لے کر بخش دیا جاتا ہے۔ اخیر میں اس میت کے نام پر خاص کر کے بخش دیتا ہے۔ اگر اس کو اس میت کا نام یاد نہیں ہوتا تو اس کے اقربا سے پوچھ لیتا ہے۔ آیا ایصالِ ثواب کے لیے یہ طریق کیسا ہے؟ سنت ہے، یا بدعت یا مباح؟ قرآن و حدیث و فقہ سے مدلل مفصل ارشاد فرما دیں۔ بینوا توجروا عنداللہ أجرا عظیما. (صفحہ:۵، سطر:۲)

---

[۱] پنجاب ہی میں نہیں بلکہ ہندوستان اور عرب وغیرہ ممالک میں بھی۔ ۱۲ منہ
[۲] آج کل ہی نہیں بلکہ مدت ہا سے۔ ۱۲ منہ
[۳] لفظ طعام میں آب بھی داخل ہے۔ ۱۲ منہ
[۴] حضار: حاضرین۔

جواب

هٰذا ما فی علمی من الجواب واللہ أعلم بالصواب

ختم مذکور بہ وصف مسطور جس کو فاتحہ خوانی بھی کہتے ہیں، سنتِ حسنہ ہے نہ بدعت سیئہ اور اگر خالصاً للہ ہو تو میت کو نہایت فائدہ ہے اور وہ امورات جو اس ختم شریف میں مندرج ہیں، یعنی صدقہ دینا، قرآن شریف پڑھنا، زندے یا مردے کو اس کا ثواب بخشنا، جمعیت کے ساتھ دعا کرنا اور انبیاے کرام اور اولیاے عظام کا نام لینا واسطے اہداے ثواب نیز متوفی کا نام لینا اور جمع ہونا واسطے معاونت کرنے اس کار خیر میں، یہ ایک امر فی نفسہٖ جائز اور ثابت ہے اور ان سب امورات کو جمع کرنا اور ایک مجلس میں سرانجام کرنے میں کوئی مانع شرعی ثابت نہیں۔ پس اس ختم مروج بالا کو بدعت سیئہ کہنا درست نہیں۔

[1]وقال زين العرب: البدعة ما أحدث علىٰ خلاف أصل من أصول الدين، كذا في البريقة شرح الطريقة.

پس سرانجام کرنے والے اس سنت حسنہ کے، اور امداد دینے والے، اور اصل بانی اس سنت حسنہ کے، سب کے سب حدیث شریف:

«[2]من سَنَّ فی الإسلام سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أجورهم شئ .رواه مسلم»[3]

میں داخل ہیں اور ماجور ہیں۔ اور جب کہ یہ طریقہ قدیم الایام سے جاری ہے، اور جمہور مسلمین اس کو اچھا جانتے ہیں اور عمل میں لاتے ہیں، تو ضرور طریقہ حسنہ ہوگا:

[4]فروی عن ابن مسعود موقوفاً بسند حسن: مارآه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن.[5]

لیکن خاص اس طریقہ پر ایصال ثواب منحصر جاننا، اور اس کو ضروریاتِ دین سے اعتقاد کرنا بدعت سیئہ ہوگا، بلکہ ایصالِ ثواب کے واسطے یہ امر سنتِ حسنہ ہے حسب مسائل ذیل:

بسم الله الرحمٰن الرحيم. الحمد لله وكفىٰ وسلام علىٰ عباده الذين اصطفىٰ .

---

[1] ترجمہ: حضرت زین العرب کا ارشاد ہے کہ بدعت وہ چیز ہے جو دین کے اصول میں سے کسی اصل کے خلاف ایجاد کی گئی ہو۔

[2] ترجمہ: جس نے اسلام میں کوئی اچھی چیز رائج کی تو اس کے لیے اس کا اجر ہے اور بعد میں اس پر عمل کرنے والوں کا بھی، بغیر اس کے کہ ان عمل کرنے والوں میں سے کسی کے اجر میں کچھ کمی ہو۔ صحیح

[3] مسلم، كتاب العلم، باب الحث على الصدقة، حديث: ١٠١٧

[4] ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے سندِ حسن کے ساتھ موقوفاً مروی ہے کہ امتِ مسلمہ جسے بہتر خیال کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بہتر ہے۔

[5] مسند احمد بن حنبل، مسند عبد الله بن مسعود، حديث: ٣٦٦٧

قال العلامة[1] الشيخ صدر الدين أبو عبد الله محمد بن عبد الرحمٰن الدمشقي في كتابه "رحمة الأمة في اختلاف الأئمة" أجمعوا على أن الإستغفار والدعاء والصدقة والحج والعتق ينفع الميت و يصل إليه ثوابه أه والأصل في هٰذا الباب ما قال في الهداية : إن الانسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوٰة أو صوماً أو صدقة أوغيرها اھ. كتلاوة القرآن والأذكار كذا في فتح القدير. وقال الله تعالىٰ: **تَعَاوَنُوْا عَلَى البر والتقوى**.

وروى الطبراني بإسناده أن رجلا سأل النبي صلى الله عليه وسلم فقال: كان لي أبوان أبرهما حال حياتهما فكيف أبرهما بعد موتهما؟ فقال عليه السلام : إن من البر بعد البر أن تصلى لهما مع صلوٰتك و أن تصوم لهما مع صيامك.

وروى ابن أبي شيبة عن ابن دينار مرفوعاً بلفظ "ان من البر بعد البر أن تصلي عنهما مع صلوٰتك و أن تصوم عنهما مع صيامك و أن تصدق عنهما مع صدقتك."انتهىٰ.

وقد صح انه صلى الله عليه وسلم ضحى بكبشين أملحين أحدهما عن نفسه والآخر عن أمته. رواه عدة من الصحابة كعائشة و أبي هريرة و جابر و أبي رافع و حذيفة الغفاري و أبي طلحة الأنصاري و أنس رضي الله عنهم و أخرجه أئمة الحديث كأحمد و أبي داؤد و ابن ماجة والحاكم وصححه، وابن أبي شيبة و أبو نعيم و أبو يعلى و الطبراني والدار قطني والبزار و إسحٰق بن راهويه وغيرهم بطرق متعددة كما بسط الزيلعي في نصب الراية لتخريج أحاديث الهداية[2].

---

[1] ترجمہ:- علامہ شیخ صدر الدین ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن دمشقی نے اپنی کتاب "رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ" میں لکھا ہے کہ فقہا کا اس بات پر اجماع قائم ہے کہ استغفار، دعا، صدقہ، حج اور غلام آزاد کرنا، یہ سب میت کے لیے نفع بخش ہوتے ہیں اور ان کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ اس سلسلے میں اصل ہدایہ کی یہ عبارت ہے کہ انسان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ نماز روزہ، صدقہ اور اس طرح کے دوسرے اپنے اعمال کا ثواب کسی دوسرے کے نام کر دے۔ تلاوتِ قرآن اور ذکر واوراد کا بھی یہی حکم ہے، جیسا کہ فتح القدیر میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔

طبرانی کی روایت ہے کہ ایک صحابی نے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں اپنے والدین کے ساتھ ان کی زندگی میں نیکی کیا کرتا تھا اب ان کی وفات کے بعد میں کس طرح ان کے ساتھ نیکی کروں؟ حضور نے ارشاد فرمایا: بے شک نیکی کے بعد نیکی یہ ہے کہ تو اپنی نماز کے ساتھ ان کے لیے بھی نماز پڑھے اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لیے بھی روزہ رکھے۔

ابن ابی شیبہ نے ابنِ دینار سے مرفوعاً ان الفاظ میں روایت کی ہے: بے شک نیکی کے بعد نیکی یہ ہے کہ تو اپنی نمازوں کے ساتھ ان کی جانب سے بھی نماز پڑھے، اپنے روزوں کے ساتھ ان کی جانب سے بھی روزہ رکھے اور اپنے صدقہ کے ساتھ ان کی جانب سے بھی صدقہ کرے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث صحیح منقول ہے کہ حضور نے دو مینڈھوں کی قربانی کی، ایک اپنی جانب سے اور دوسری امت کی جانب سے۔ یہ حدیث متعدد صحابہ سے مروی ہے جیسے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر، حضرت ابورافع، حضرت حذیفہ غفاری، حضرت ابوطلحہ انصاری اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، حاکم نے بافادۂ تصحیح ابن ابی شیبہ، ابونعیم، ابویعلی، طبرانی، دارقطنی، بزار، اسحٰق بن راہویہ وغیرہ ائمہ حدیث نے متعدد طرق سے اس کی تخریج کی ہے جیسا کہ امام زیلعی نے نصب الرایۃ لتخریج أحادیث الھدایۃ میں اس کی تفصیل پیش کی ہے۔

[2] نصب الرايه في تخر يج أحاديث الهدايه، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ج:٥، ص:٤٣١

[1] قال شيخ الإسلام كمال الدين ابن الهمام: قد روى هٰذا عن عدة من الصحابة وانتشر مخرجوه فلا يبعد أن يكون القدر المشترك و هو أنه ضحى عن أمته مشهوراً يجوز تقييد الكتاب به اه. يعني قوله تعالىٰ و ان ليس للإنسان إلا ما سعٰى فعلىٰ هٰذا معنى الآية ليس للإنسان سعى غيره إلا إذا وهب له. كذا قال السيد الطحطاوي في حواشي الدر المختار. أقول ولابد من هٰذا القيد لئلا يعارضه قوله تعالىٰ **وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّـتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ** فأخبر الله تعالىٰ بإنتفاع الأبناء بعمل الاباء.

وقد روى حديث الحج عن الغير عدة من الصحابة كابن عباس و ثابت بن أنس و بريدة و بن عامر و ابن الحصين و سودة أم المؤمنين رضي الله عنهم. أخرجه البخاري و مسلم و أبو داؤد والترمذي والنسائي والدارمي و أحمد و ابن حبان والحاكم والطبراني والبيهقي وغيرهم بطرق مختلفة كما بسطه الزيلعي في تخريجه ثم ظاهر المذهب أن الحج عن المحجوج عنه وبذٰلك تشهد الأخبار الواردة في الباب كذا في الهداية.

وعن ابن عباس أن رجلا قال لرسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أمه توفيت أينفعها ان تَصَدَّقْتُ عنها ، قال: نعم. رواه البخاري.[2]

---

[1] ترجمہ: اور شیخ الاسلام کمال الدین ابن ہمام کا ارشاد ہے کہ متعدد صحابۂ کرام سے یہ حدیث مروی ہے۔ اور اس کی تخریج کرنے والے ائمہ کسی ایک جگہ کے نہیں، مختلف مقامات میں پھیلے ہوئے ہیں تو بعید نہیں کہ ان روایتوں میں جوامر، قدرِ مشترک ہے---- یعنی یہ کہ سرکار نے اپنی امت کی جانب سے قربانی فرمائی---- وہ حدِ شہرت کو پہنچا ہوا ہو اور اس سے کتاب اللہ---- یعنی **ليس للإنسان الا ما سعى** ---- کو مقید کرنا جائز ہو۔ اس تقدیر پر آیتِ کریمہ کا معنیٰ یہ ہوگا کہ انسان کو دوسرے کا عمل نفع نہیں دیتا، مگر جب کہ دوسرا، اُسے بخش دے۔ علامہ سید طحطاوی نے بھی حاشیہ درمختار میں ایسا ہی کہا ہے۔ میں کہتا ہوں: یہ قید لگانی اس لیے بھی ضروری ہے کہ خود قرآن کی دوسری آیت سے تعارض نہ ہو، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں انھیں کچھ کمی نہ دی۔ (الطور: ۵۲، آیت: ۲۱، پ: ۲۷) اس آیت میں رب تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اولاد کو آبا کے عمل سے فائدہ پہنچتا ہے۔

دوسروں کی جانب سے حج کرنے کی حدیث متعدد صحابۂ کرام سے مروی ہے، مثلاً حضرت ابن عباس، ثابت بن انس، بریدہ، ابن عامر، ابن حصین اور ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ امام بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، دارمی، احمد، ابن حبان، حاکم، طبرانی، بیہقی اور دیگر ائمہ حدیث نے مختلف طریقوں سے اس کی تخریج کی ہے، جیسا کہ امام زیلعی نے اپنی تخریج میں اس کی تفصیل پیش کی ہے۔ پھر ظاہر مذہب یہ ہے کہ حج کا ثواب اس کو پہنچے گا جس کی جانب سے حج ادا کیا گیا۔ اس سلسلے میں منقول احادیث اسی کی شہادت دیتی ہیں۔ ایسا ہی ہدایہ میں ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک صحابی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ان کی والدہ وفات کر گئیں، تو کیا ان کے لیے یہ چیز نفع بخش ہوگی کہ میں ان کی جانب سے صدقہ کروں؟ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ امام بخاری نے اس کی روایت کی ہے۔

[2] صحيح البخاری، كتاب الوصايا، باب إذا وقف أرضا ولم يبين الحدود فهو جائز، حديث: ۲۷۷۰

[1] و عن سعد بن عبادة أنه أتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: إن أمي ماتت و عليها نذر فيجزى أن أعتق عنها، قال: أعتق عن أمك . رواه النسائي.

و عن أنس أنه سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! إنا نتصدق عن موتاناونحج عنهم و ندعو لهم فهل يصل ذٰلك إليهم ؟ قال: نعم، إنه يصل إليهم . رواه العُكبري.

و عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من دخل المقابر ثم قرأ فاتحة الكتاب **وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ و اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ** ثم قال: إني جعلت ثواب ما قرأت من كلامك لأهل المقابر من المؤمنين والمؤمنات كانوا شفعاء له إلى الله تعالىٰ. رواه أبو القاسم الزنجاني في فوائده.

و عن علي رضى الله تعالىٰ عنه قال: من مر على المقابر و قرأ **قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ**،احدى عشرة مرة ثم وهب أجرها للأموات أعطي من الأجر بعدد الأموات. رواه الطبراني.

وبالجملة قد وردت أخبار و اٰثار كثيرة في هٰذا الباب ذكرها السيوطي في شرح الصدور والقدر المشترك بين الكل و هو أن من جعل شيئاً من الأعمال الصالحة لغيره نفعه الله به يبلغ مبلغ التواتر. كما صرح به شيخ الإسلام ابن الهمام في فتح القدير ثم لا فرق بين أن يكون المجعول له حياً أو ميتاً كما هو الظاهر من حديث الأضحية عن الغير والحج عن الغير.

---

[1] ترجمہ: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا اور ان کے ذمہ ایک نذر تھی تو کیا یہ بات کافی ہوگی کہ میں ان کی جانب سے کوئی غلام آزاد کردوں؟ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں تو اپنی ماں کی جانب سے آزاد کر۔ امام نسائی نے اس کی روایت کی ہے۔سنن نسائی، ج:٦، ص:٥٦٣، حديث: ٣٦٥٨، دار المعرفة، بيروت ، ١٤٢٠ھ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اپنے مردوں کی جانب سے صدقہ اور حج کرتے ہیں اور ان کے لیے دعا کرتے ہیں تو کیا یہ چیزیں ان تک پہنچتی ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! بے شک ان کا ثواب ان کو پہنچتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قبرستان جا کر سورۂ فاتحہ، قل هو الله احد اور الهٰکم التکاثر پڑھے اور پھر عرض کرے، یا اللہ! میں نے قرآن کریم سے جو کچھ تلاوت کی ہے اس کا ثواب قبرستان میں مدفون تمام مومنین و مومنات کو پیش کرتا ہوں تو تمام مردے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے سفارشی ہوں گے۔ ابوالقاسم زنجانی نے اپنے فوائد میں اس کی تخریج کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے ارشاد فرمایا: جو شخص قبرستان سے گزرے اور گیارہ مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخش دے تو اس شخص کو مردوں کی تعداد کے مطابق اجر و ثواب سے نوازا جائے گا۔ اسے طبرانی نے روایت کیا۔

حاصل کلام یہ کہ اس باب میں کثیر و وافر اخبار و آثار منقول ہیں، جن کو امام سیوطی نے شرح الصدور میں بیان کیا ہے۔ ان سب اخبار و احادیث میں جو مشترک چیز ہے یعنی یہ کہ اگر کوئی شخص کسی نیک عمل کا ثواب دوسرے کو بخشے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کا نفع عطا فرماتا ہے، یہ چیز تواتر کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے جیسا کہ شیخ الاسلام علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں اس کی صراحت کی ہے یہ بات بھی واضح رہے کہ اس سلسلہ میں کوئی فرق نہیں کہ جس کو ثواب نذر کیا جائے وہ زندہ ہو یا مردہ، جیسا کہ دوسرے کی جانب سے قربانی اور حج کرنے والی حدیث سے ظاہر ہے۔

[1]وقال الحافظ شمس الدين بن عبد الواحد المقدسي في جزءِ ألفه في هٰذه المسئلة: إن المسلمين مازالوا في كل عصر يجتمعون و يقرأون لموتاهم من غير نكير فكان ذٰلك إجماعاً. كذا نقل السيوطي عنه في شرح الصدور و ذكره القاضي ثناء الله في تذكرة الموتىٰ ولم ينكر عليه.

و قد روى الخلال عن الشعبي قال: كانت الأنصار إذا مات لهم الميت اختلفوا إلىٰ قبره يقرأون القرآن كذا في شرح الصدور[2].

ثم الاجتماع علىٰ قراءة القرآن فضيلة عظيمة و فائدة جليلة.فعن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما اجتمع قوم في بيت من بيوت الله يتلون كتاب الله و يتدارسونه بينهم إلانزلت عليهم السكينة و غشيتهم الرحمة و حفتهم الملٰئكة و ذكرهم الله في من عنده. رواه مسلم.[3]

قال النووي: و هٰذا الحديث دليل لفضل الإجتماع علىٰ قراءة القرآن لموتاهم بإطعام الطعام.

ثم الدعاء لهم بإيصال الثواب والعفو والمغفرة. فعن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من كانت له حاجة عاجلة أو اٰجلة فليقدم بين يدي نجواه صدقة، كذا فى الفوائد المجموعة. علىٰ أن الدعاء بعد القراءة و ختم القرآن دعوة مستجابة . رواه البيهقي في شعب الإيمان.

---

[1] ترجمہ:- حافظ شمس الدین بن عبدالواحد مقدسی نے اس مسئلے سے متعلق اپنے ایک رسالہ میں لکھا ہے کہ بے شک مسلمان ہر زمانہ میں جمع ہوتے اور اپنے وفات یافتہ لوگوں کے لیے قرآن کریم پڑھتے رہے۔ کسی نے اس پر انکار نہ کیا، اس طرح یہ اجماع ہوگیا۔ امام سیوطی نے شرح الصدور میں ان سے اسی طرح نقل کیا ہے اور قاضی ثناء اللہ نے تذکرۃ الموتیٰ میں اس کو ذکر کیا اور اس پر نکیر نہ کی۔

خلال نے حضرت شعبی سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ انصار کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی عزیز ان کا مرجاتا تو وہ اس کی قبر تک جاتے اور قرآن پڑھتے۔ ایسا ہی شرح الصدور میں ہے۔

پھر قراءتِ قرآن کے لیے جمع ہونا ایک بڑی فضیلت اور عظیم منفعت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے جس گھر میں بھی لوگ جمع ہوکر اس کی کتاب کی تلاوت کریں اور باہم پڑھیں، ان پر ضرور اطمینان وسکینہ نازل ہوتا ہے، اللہ کی رحمت ان پر چھا جاتی ہے اور اس کے فرشتے انھیں ڈھانپ لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنے قرب والوں کے بیچ یاد فرماتا ہے۔ امام مسلم نے اس کی روایت کی ہے۔

امام نووی نے کہا کہ یہ حدیث کھانا کھلانے کے ساتھ مردوں کے ایصالِ ثواب کے لیے قراءت قرآن کی خاطر جمع ہونے کی فضیلت پر دلیل ہے۔

رہا مردوں کے لیے ایصالِ ثواب اور عفو ومغفرت کی دعا کرنا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جسے کوئی دنیوی یا اخروی حاجت ہو تو چاہیے کہ وہ اپنی دعا ومناجات سے پہلے صدقہ پیش کرے۔ ایسا ہی الفوائد المجموعہ میں ہے۔ علاوہ ازیں تلاوت اور ختمِ قرآن کے بعد دعا مستجاب ہوتی ہے۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں اس کی روایت کی ہے۔

[2] شرح الصدور، باب فی قراءة القرآن، للمیت، ص:۳۰۳، دار المعرفة بیروت، لبنان

[3] صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، والتوبة، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلىٰ الذكر، حديث:۷۰۲۸

[1] و عن حميد الأعرج قال: من قرأ القرآن ثم دعا أمن علىٰ دعائه أربعة آلاف ملك. رواه الدارمي.
وروى أيضاً عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما اجتمع ثلاثة قط بدعوة إلا كان حقًا على الله أن لا يرد أيديهم.
وروى الحاكم عن حبيب بن مسلمة مرفوعاً: لا يجتمع ملأ فيدعو بعضهم إلا أجابهم[2] الله.
فعلم أن الإجتماع للدعاء بعد قراءة القرآن و إحضار الطعام و إهداء ثوابها للأموات أصل قوي و دليل جلي وأما إهداء ثواب قراءة القرآن للنبي صلى الله عليه وسلم فمنعه ابن تيمية الحراني بدليل عدم ورود الإذن فيه من النبي صلى الله عليه وسلم له وبالغ الإمام السبكي فى الرد عليه فقال: إن مثل ذٰلك لا يحتاج إلىٰ إذن خاص ألاترى أن ابن عمر رضي الله عنهما كان يعتمر عنه صلى الله عليه وسلم عمرا من غير وصية، و حج ابن الموفق عنه سبعين حجة، و ختم ابن السراج أكثر من عشرة آلاف ختمة.
وقال: ابن عقيل يستحب إهداءها له صلى الله عليه وسلم. كذا في رد المحتار. وفيه أيضًا قول علمائنا: للرجل أن يجعل ثواب عمله لغيره يدخل فيه النبي صلى الله عليه وسلم و إنه أحق بذٰلك حيث أنقذنا من الضلالة ففي ذٰلك نوع شكر و إهداء جميل له والكامل قابل لزيادة الكمال وقد أمرنا أن نقول اللهم صل علىٰ محمد (صلي الله عليه وسلم) الخ.

---

[1] ترجمہ:-حمید اعرج سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جوشخص قرآن کریم کی تلاوت کرے اور پھر دعا کرے تو اس کی دعا پر چار ہزار فرشتے "آمین" کہتے ہیں۔ دارمی نے اس کی روایت کی ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی تین لوگ کسی دعا سے متعلق جمع ہوتے ہوں تو اللہ تعالیٰ کے کرم پر یہ حق ہوتا ہے کہ وہ ان کے ہاتھوں کو خالی نہ لوٹائے۔
حاکم نے حبیب بن مسلمہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جب بھی کچھ لوگ جمع ہوں اور ان میں سے کوئی دعا کرے (اور دوسرے آمین کہیں) تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا ضرور قبول فرمائے گا۔
اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ تلاوتِ قرآن کے بعد دعا کے لیے جمع ہونا اور کھانا سامنے رکھ کر مردوں کو اس کا ثواب بخشنا ایک مضبوط اصل اور روشن دلیل رکھتا ہے۔ رہا تلاوتِ قرآن کا ثواب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کرنا تو ابن تیمیہ نے اس بنیاد پر اس کا انکار کیا کہ اس سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت منقول نہیں۔ امام سبکی نے اس کا زبردست رد کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس طرح کی چیزیں کسی خاص اجازت کی محتاج نہیں ہوتیں۔ دیکھو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے عمرے کیا کرتے تھے، جب کہ کوئی وصیت نہ تھی۔ یوں ہی ابنِ موفق نے حضور کی طرف سے ستر حج کیے، ابنِ سراج نے دس ہزار سے زیادہ ختم کیا۔ ابنِ عقیل نے کہا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا ثواب پیش کرنا مستحب ہے۔ ایسا ہی رد المحتار میں ہے۔ رد المحتار میں یہ بھی ہے کہ ہمارے علما نے فرمایا ہے کہ انسان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے کو بخش دے، اس میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اس کے زیادہ حق دار ہیں، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں گم رہی سے نکالا تو اس عمل میں ایک طرح کا شکریہ اور ایک خوب صورت ہدیہ ہے۔ جو ذات کامل ہوتی ہے وہ زیادتی کمال کے قابل ہوتی ہے۔ اور بے شک ہمیں یہ کہنے کا حکم دیا گیا "اللھم صل علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم"۔
[2] المستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة، باب ذكر مناقب حبيب بن سلمه الفهري رضى الله عنه، حديث: ٥٤٧٨.

[1] وقال أبو الفضل ابن حجر العسقلاني: أما قول القائل في الدعاء: اللهم اجعل ثواب ما قراته زيادة في شرف سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فله أصل و هو الحديث المروي عن كعب رضى الله عنه: اجعل لك صلوٰتي كلها قال: إذا تكفى همك وقد قيل المراد بالصلوٰة هنا الدعاء و قيل الصلوٰة والمراد ثوابها[2]. انتهىٰ.

و فى الفتاوىٰ الحديثية لابن الحجر الهيتمي وما يفعله الناس الآن من سؤالهم من الله تعالىٰ أن يوصل مثل ثواب ما يقرأون إلى النبي صلى الله عليه وسلم و صحبه و تابعيهم حسن لا اعتراض عليه والأولىٰ للقارى فعل ذٰلك مع والديه. انتهىٰ. و كذا في تنقيح الحامديه[3].

وفى البحر: من صام أو صلّى أو تصدق و جعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جازو يصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة. كذا فى البدائع[4]. وسئل ابن حجر المكي عما لو قرأ لأهل المقبرة الفاتحة هل يقسم الثواب بينهم أو يصل لكل منهم مثل ثواب ذٰلك كاملا؟ فأجاب بأنه أفتىٰ جمع بالثاني و هو اللائق بسعة الفضل. انتهىٰ. كذا في رد المحتار[5]. و فيه أيضاً عن التاتار خانية عن المحيط: الأفضل لمن يتصدق نفلا أن ينوى لجميع المؤمنين والمؤمنات لأنها تصل إليهم. انتهىٰ. والله أعلم بالصواب ... .

حرره الفقير محمد أيوب الحنفي البشاوري۔ [محمد ایوب خادم شرع] بلفظه، ص:٥، ٩ عفا الله عنه

---

[1] علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ دعا میں یہ کہنا کہ اے اللہ! جو میں نے پڑھا ہے تو اس کو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل وشرف میں زیادتی کا ذریعہ بنادے، اس کی ایک اصل ہے اور یہ وہ حدیث ہے، جو حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضور کے لیے اپنی پوری نماز کردوں گا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو تیرا ہر کام بنا دیا جائے گا۔ الصلوٰۃ کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے یہاں درود مراد ہے اور ایک قول یہ کہ نماز مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ میں اپنی ساری نماز کا ثواب آپ کے لیے کردوں گا۔

ابن حجر ہیتمی کے فتاویٰ حدیثیہ میں ہے کہ ان دنوں لوگ جو اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے پڑھے ہوئے قرآن کریم کا ثواب رسولِ اکرم ﷺ اور حضور کے صحابہ و تابعین کو پہنچائے، تو یہ اچھی چیز ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں۔ اور پڑھنے والوں کے لیے اپنے والدین کے ساتھ ایسا کرنا اولیٰ ہے۔ ایسا ہی تنقیح الحامدیہ میں ہے۔

بحر الرائق میں ہے کہ جس نے کوئی نماز پڑھی یا روزہ رکھا، یا صدقہ کیا اور اس کا ثواب دوسرے کسی مردہ یا زندہ کے لیے بخشا تو یہ جائز ہے اور اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک ان کو اس کا ثواب پہنچے گا، ایسا ہی بدائع میں ہے۔ ابن حجر مکی سے یہ سوال کیا گیا کہ اگر کسی نے مردوں کے لیے سورۂ فاتحہ پڑھی تو کیا ان کے مابین ثواب تقسیم ہوگا یا ہر ایک کو پورا پورا ثواب پہنچے گا؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ فقہا کی ایک جماعت نے دوسری شق پر فتویٰ دیا ہے اور یہی وُسعتِ فضل کے لائق ہے۔ ایسا ہی رد المحتار میں ہے۔ رد المحتار میں تا تارخانیہ سے یہ بھی ہے کہ نفلی صدقہ کرنے والے کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ تمام مومنین و مومنات کی نیت کرے کیوں کہ اس کا ثواب ان کو پہنچتا ہے۔

[2] ترمذی، كتاب صفة القيامة والرقائق والورىٰ، حديث: ٢٤٥٧، مكتبه دار احياء التراث العربى

[3] تنقيح الفتاوىٰ الحامديه، مسائل و فوائد شتى من الحظر والإباحة، فائدة أجمع العلما على أن الدعاء للأموات، ج:٧، ص:٤٠٦

[4] البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج، عن الغير، ج:٧، ص:٣٧٩.

[5] رد المحتار، ج:٢، ص:٢٦٤، مطلب فى القراءة للميت و إهداء ثوابهاله، دار الفكر، بيروت، ١٩٩٥ء

الجواب: واللہ سبحانہ الموفق للصواب۔ثواب قراءت قرآن شریف اور کھانے کا میت کو پہنچانا درست ہے۔اور کھانے کو آگے رکھ کر اس پر قرآن شریف پڑھنا واسطے اشارہ کے مضائقہ نہیں۔ثبوت اس کا اکثر آیات کریمہ اور احادیث شریفہ سے متعدد رسائل اور فتاویٰ میں بہ تفصیل لکھا گیا ہے۔چناں چہ علامہ شامی ردالمحتار میں لکھتے ہیں:

صرح[1] علمائنا في باب الحج عن الغير بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوٰة أو صوماً أو صدقة أو غيرها كذا فى الهداية انتهى. مختصراً

العبد المجیب محمد گو هر علی — [مہر: محمد گو هر علی]

الجواب صواب: — [مہر: محمد ارشاد حسین ۱۲۸۲]

الجواب هو الصواب: — [مہر: محمد عبدالغفور خاں]

صح الجواب: — [مہر: المتو کل علی الله محمد عبدالله ۱۲۹۰]

الجواب صواب: — [مہر: محمدر یا ست علی خاں رامپوری]

فی زماننا جس کو فاتحہ خوانی و نیاز دینا بولتے ہیں، اس سے مقصود اصلی میت کے واسطے دعاے مغفرت وترقی مرتبت میت کرنا ہے اور دعا کرنے کے قبل نفل عبادت مالی و بدنی جمع کر لینا مستحب ہے۔پس دعاے مغفرت وترقی مرتبت میت کے حق میں کرنے کے قبل کسی مستحق کو کھانا کھلانا اور سورۂ فاتحہ وغیرہ وغیرہ پڑھ لینا عبادت مالی اور بدنی دونوں اکٹھا کر لینا ہے، تو بے شک جائز ہے۔واللہ أعلم با لصواب وإليه المرجع والمآب.

کتبہ: فخر الدین احمد غفر اللہ الاحد لکھنوی [مہر: فخر الدین احمد]

واقعی آیات قرآنیہ وطعام کا ثواب میت کو پہنچانا جائز ہے اور اس کا ثبوت ادلۂ شرعیہ سے بخوبی حاصل ہے۔اور قرون ثلاثہ میں بھی ایصال ثواب جاری تھا۔جیسا کہ صحاح سے صاف طور پر ظاہر ہے البتہ ہیئت کذائیہ مجتمعہ مستفسرہ بالا، قرون ثلاثہ میں نہ تھی، پس اس کو ایصال ثواب میں ضروری نہ جاننا چاہیے۔ہاں! عادتاً ان دونوں کا اجتماع لائق امتناع نہیں۔واللہ أعلم و حکمه أحکم.

حررہ: الراجی عفو ربہ الوحید ابوالحامد محمد عبدالحمید لکھنوی [مہر: ابو الحامد محمد عبدالحمید]

عبادت مالی اور بدنی کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، اگر طعام وغیرہ آگے رکھ کر اس پر کچھ کلام الٰہی وغیرہ دعا پڑھ کر اس کا ثواب مردہ کی روح کو پہنچایا جاوے تو یہ مشروع ہے۔بشرطے کہ اس فعل کو ضروری مثل فرض وواجب وسنت مؤکدہ نہ ٹھہرایا جاوے۔اس فعل کے مستحسن ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہے، کیوں کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کے گوشت پر قبل از تصرف

---

[1] ترجمہ: ہمارے علما نے "باب الحج عن الغیر" میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ انسان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے عمل یعنی نماز، روزہ، صدقہ وغیرہ کا ثواب کسی دوسرے کے نام کر دے۔ایسا ہی ہدایہ میں ہے۔

وقبل از ایصال ثواب دو آیت کلام اللہ کی تلاوت فرمائیں:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ. الآیۃ [1]

بعد اس کے یہ دعا پڑھی: «اللهم منك و لك عن محمد وأمته »

اور صدقہ قربانی کی طرف اشارہ فرما کر پڑھا:

اللهم تقبل هذه من محمد و اٰل محمد.

نیز حضرت انس کی والدہ ام سلیم نے حلوہ بنا کر حضرت (ﷺ) کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔ اس پر بھی آپ نے کچھ دعا پڑھی تھی، جیسا کہ حدیث میں «تکلم بماشاءالله » اور اسی طرح آپ ﷺ نے ان روٹیوں پر جو حضرت ابوطلحہ والد انس رضی اللہ عنہ نے پیش کی تھیں، کچھ کلمات دعائیہ تلاوت فرمائے تھے۔

جامع التفاسیر میں ہے:

جو کوئی پڑھے سورہ یٰسین کو وقت کھانے کے کہ ڈرتا ہو قلب اس کا کفایت کرے اس کو نیز جنگ تبوک میں صحابہ نے طعام موجود حسب الحکم آں حضرت ﷺ کے خدمت حضور میں جمع کیا تھا تو آپ نے کلمات دعائیہ اس پر تلاوت فرمائے تھے۔

ان احادیث مرقومہ بالا سے یہ ثابت ہوا کہ طعام اور اشیاے خوردنی پر آیات قرآنی اور دعا کا پڑھنا مستحسن ہے۔

کتبہ: فقیر غلام احمد مدرس مدرسہ نکودر

المجيب مصيب: فتح الدین، ساکن آلودال پرگنہ نکودر۔

جزاك الله المجيب المصيب عنا وعن سائر المسلمين خير الجزاء فأحسن جوابه وهو مرضى عندنا وأنا الفقير امانت على، مفتى نكودرى عفى عنه.

هٰذه الروايات صحيحه: فقير حافظ نور جمال

الجواب صحيح: فقير نور احمد امام مسجد انارکلی لاھور

الجواب: حامداً لله ومصليًا ومسلماً على رسوله. قرآن شریف کی سورتیں یا آیتیں پڑھ کے ان کا ثواب میت کو بخشنا اور اس کے ساتھ کھانا یا میوہ یا شیرینی اپنے حسب حال تیار کر کے اس کا ثواب بھی میت کو گزارنا بے شک جائز ہے اور اس سے میت کو نفع پہنچتا ہے۔ اہل سنت و جماعت کے تمام علما کا اتفاق ہے کہ میت کے نام سے دعا کرنے اور صدقہ دینے اور کھانا کھلانے سے میت کو ثواب پہنچتا ہے۔

رحمۃ الامۃ میں لکھا ہے:

[1] ترجمہ: میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے۔ (کنز الایمان) پارہ: ۷، الانعام: ٦، آیت: ۸۰

أجمعوا[1] على أن الإستعفار والدعاء والصدقة والحج ينفع للميت ويصل ثوابه إليه. انتهیٰ.

اور قرآن شریف وغیرہ پڑھ کے اس کا ثواب میت کے نام سے بخشے تو میت کو اس کا ثواب پہنچتا ہے۔ اور اکثر سلف اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد اور ایک جماعت شافعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ اس کی طرف گئے ہیں، بلکہ قبور کی زیارت کے واسطے گئے ہیں۔ سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص وغیرہ پڑھ کے اس کا ثواب میت کو بخشا حدیث سے ثابت ہوا ہے۔ کما هو مذكور فی محله و الله اعلم۔ مرقوم ۲۲/ ذیقعد ۱۳۰۸ ہجری۔

کتبہ: عبداللہ کان لہ [عبد الله] مہر صاف پڑھی نہیں گئی۔

الجواب صحیح: محمود بن صبغۃ اللہ (یہ دونوں صاحب بزرگ مدراسی ہیں) بلفظہ، صفحہ: ۱۱، ۱۲

جواب: یہ فاتحہ خوانی بموجب ترتیب تحریر شدہ کے بدعت حسنہ ہے اور مستحسنات علمائے متاخرین سے ہے بموجب اس حدیث صحیح کے:

[2] ما رآه المسلون حسناً فهو عند الله حسن.

فقیر حقیر قادر بخش معروف فقیر جندوڈا اویسی قادری حنفی ملتانی قدیما غفر اللہ عنہ و والدیہ الخ (صفحہ ۱۲)

اقول: بتو فیق الله تعالیٰ و توقیفه۔ نفس قراءت قرآن بروقت حضور طعام جائز است۔ (بہت طویل عبارت ہے اور کتب فقہ کے حالہ جات درج ہیں)

مفتی فاضل امرتسری - غلام رسول الحنفی عفی اللہ الغنی

مولانا مشتاق احمد صاحب حنفی چشتی مدرس لدھیانہ کی بہت مفصل اور منصفانہ تحریر ہے صفحہ: ۱۸ سے ۱۹ تک ختم مروجہ کو بہت عمدہ طور پر ثابت فرمایا ہے۔ کچھ عبارت مختصراً آگے لکھی جائے گی۔ ان کی تحریر پر مولوی شاہ دین صاحب مرحوم مفتی لدھیانہ اس طرح تصدیق فرماتے ہیں: « المجيب مصيب مفتی شاہ دين لدھیانوی.»

لیجیے! ختم، فاتحہ خوانی، سوم، دہم، چہلم، ششماہی، سالیانہ وغیرہ نذر و نیاز اور کھانا سامنے رکھ کر قرآن شریف پڑھنا اور دعا کرنا اور میت کو ثواب پہنچانا ثابت ہو گیا۔ آپ بھی اپنے مردوں پر رحم کیجیے، ان کے دشمن نہ بنیے۔

قوله: مطالبہ بہ ضمن مطالبہ نمبر: ۱۷

آپ نے مولوی خلیل احمد صاحب کو ختم مروجہ، سوم و دہم، چہلم وغیرہ کو بدعت لکھنے پر وہابی اور ان کی تحریر کو کفریہ لکھا ہے الخ۔ بلفظہ (صفحہ: ۳۵، سطر: ۲۲)

---

[1] ترجمہ: فقہا کا اس بات پر اجماع ہے کہ استغفار، دعا، صدقہ اور حج جیسے اعمال میت کے لیے نفع بخش ہوتے ہیں اور ان کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔

[2] ترجمہ: امتِ مسلمہ جسے بہتر سمجھے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بہتر ہے۔

اقول : واقعی مولوی خلیل احمد صاحب وہابی دیو بندی ہیں اور ان کے پیرو کار بھی۔اس میں عذر لا حاصل ہے اور یہ بات طے اور فیصل شدہ ہے۔فتاویٰ علمائے عرب کے موجود ہیں کہ وہ وہابی سات پانیوں دھوئے ہوئے ہیں اور ان کے تکفیر میں بھی فتاویٰ موجود ہیں۔صرف میرا ہی لکھنا نہیں،ان کی اپنی تحریرات ہیں توہین سرور عالم ﷺ میں،اور وہ نمبر اول ہیں اس کارروائی میں۔

قولہ : آپ نے لکھا ہے باوجود ایسا سمجھنے کے بعد خود مسلمانوں کے گھروں سے لے کر کھاتے ہیں اور اچھی طرح کھانا آگے رکھ کر ختم پڑھتے ہیں،منافقانہ۔

قاضی صاحب! اگر شرم کہیں بازار میں قیمتاً ملتی ہوتی تو ہم ضرور اپنی گرہ سے......تاکہ آپ اپنے کذب پر نادم اور شرمندہ ہوتے۔مولوی خلیل احمد صاحب کا آپ نے یہ عقیدہ نقل کیا ہے......مولوی صاحب مذکور نے کبھی کہیں ختم نہیں دیا۔بلفظہ،ملخصاً (صفحہ:۳۶،سطر:۶)

اقول : جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔میرا اپنا واقعہ ہے کہ میری بیوی ۱۰؍محرم ۱۳۳۲ہجری کو فوت ہو گئی اور ۱۰؍دسمبر ۱۹۱۳ء تھا،حافظ کریم احمد حالی دیو بندی وہابی سہارن پوری میرے قریب مسجد میں امام تھا،اس کو میں نے مقرر کیا کہ چالیس روز برابر قبر پر قرآن شریف پڑھے۔اور ہر روز رات کو ختم پڑھ کر کھانا لے جایا کرے۔اس نے منظور کیا اور قبر پر قرآن شریف چالیس روز تک پڑھتا رہا۔اور ہر روز رات کو کھانا پکا کر اس کے سامنے رکھا جاتا۔اور بڑی عمدگی سے اس پر سورۂ تبارک الذی پڑھ کر ایصال ثواب کرتا اور کھانا اپنے گھر لے جاتا۔اور بعض اوقات میرے مکان پر بھی کھا جاتا اور گھر کو بھی لے جاتا۔سوم اور دہم کو بھی اسی طرح پارچہ جات اور میوہ جات اور طعام پر قرآن شریف پڑھ کر ختم دیتا اور گھر لے جاتا،اور چالیسویں روز بہت کچھ ختم پڑھ کر لے گیا اور رخصت کیا گیا،اور اس کے بعد بھی ہر جمعرات کو آتا اور اسی طرح ختم پڑھ کر کھانا لے جاتا رہا۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ میرے ایک دوست منشی نیاز احمد خاں سب انسپکٹر پولیس لدھیانہ کا بھائی مشتاق احمد ملازم ریلوے فوت ہو گیا۔اور میرے رشتہ میں بھی تھا۔تیسرے روز میں اس کے سوم میں گیا،مسجد میں لوگ بیٹھے تھے اور آپ کا مولوی محمد اسحاق پسر مولوی عبدالعزیز مرحوم بھی وہاں بیٹھا تھا۔نخود بریاں[1] وغیرہ جو دستور ہے لایا گیا۔کلمہ شریف اور قل ھو اللہ احد کے پڑھنے کے بعد میں نے امام مسجد سے کہا کہ ختم پڑھو۔تو آپ کے مولوی محمد اسحاق بہت غصہ سے بولے کہ ختم کی کیا ضرورت ہے؟ پھر میں نے کہا کہ یہاں لوٹا پانی کا ختم میں رکھ دو۔تو پھر مولوی مذکور جھنجلا کر بولے کہ پانی کی کیا ضرورت ہے اور یہ بدعت ہے۔تب میں نے آپ کے مولوی سے کہا کہ تم قرآن شریف کے پڑھنے کی ممانعت کرتے ہو

[1] نخود بریاں: بھنا ہوا چنا۔

کہ کلامِ الٰہی بھی پڑھ کرایصال ثواب نہ کیا جاوے۔ چپ رہو! قرآن شریف پڑھنے دو۔ تب وہ چپ ہوگیا۔ مگرامام مسجد ڈر کے مارے کچھ نہیں پڑھتا تھا۔ تب میں نے خود ختم مروجہ کو پڑھا اور اس کا ثواب متوفی کے روح کو بخشا۔ اس کے بعد نخوداور شیرینی تقسیم کی گئی تو مولوی صاحب مذکور نے دوہرا حصہ اپنی چادر کے پلہ میں ڈلوالیا اور لے کر چلے گئے۔

یہ ہے منافقانہ کاروائی جو دیوبندیوں کے نصیب ہے۔ اور یہ ہے دیوبندیوں کی شرم جو ان کے گھروں میں بکتی ہے۔ جو زبان سے تو طعام، فاتحہ، سوم، دہم، چہلم کو حرام کہیں اور پھر دوہرا حصہ لے کر ہڑپ کر جائیں۔ میں نے مولوی خلیل احمد صاحب کا نام کب لیا کہ وہ ایسا کرتے ہیں اور کرتے ہوں تو مجھے معلوم نہیں۔ مگر میرا خیال ہے کہ جب ان کے چیلے ایسا کرتے ہیں تو لامحالہ ان کے گرو بھی ایسا کرتے ہوں گے۔ دیکھیے! یہ وہی شرم ہے جس کو آپ بازار میں تلاش کرتے ہیں، جو آپ لوگوں کے گھروں ہی میں تقسیم ہوتی ہے، مگر حدیث شریف میں ہے:

«اذا لم تستح فا عمل ما شئت»[1]

پنجابی مثل: دو پیاں کدھر گیاں دیدہ او ہوجیہا

قولہ: مسلمان بھائیوں کو لازم ہے کہ ایسے عقیدہ والے سے ایصال ثواب کرنا کرانا ضائع کرنا ہے۔

قاضی صاحب! کیا ایصالِ ثواب کھانے والے کے ہاتھ میں ہے؟ جو آپ نصیحت کر رہے ہیں کہ ان سے ایصال ثواب کرنا کرانا ضائع کرنا ہے۔ اے عقل مند! ایصال ثواب کھانے والے کے ہاتھ نہیں بلکہ اہل سنت کے نزدیک کھلانے والے کے ہاتھ ہے۔ بلفظہ (صفحہ: ۳۶، سطر: ۱۴)

اقول: میرا کہنا اور کہنے کا مطلب یہ ہے: کہ دیوبندیوں سے ختم پڑھوانا (جو منافقانہ پڑھتے ہیں) اور طعام و آب واشیاء خوردنی موجودہ ختم اس دیوبندی کو اس غرض سے ہبہ کرنا کہ وہ میت کے روح کو ختم مروجہ پڑھ کر بخش دے، واقعی ضائع کرنا ہے، کیوں کہ وہ ختم کے دشمن اور میت کے دشمن اور فاتحہ خوانی کے دشمن ہیں۔ ممکن نہیں بلکہ یقین ہے کہ وہ اس دشمنی کی وجہ سے اس طعام اور صدقہ کا ثواب روح میت کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ اس لیے جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ صحیح ہے۔ کیوں کہ مالک طعام جیسے کہ دستور ہے کہ تمام اشیاء موجودہ کو اس ختم پڑھنے والے کے سپرد کر کے ہبہ کر دیتا ہے تا کہ وہ حسب قاعدہ مروجہ اہل سنت و جماعت میت کی روح کو بخش دے، لیکن اگر ایسا شخص پڑھنے والا دیوبندی وہابی ہوگا تو ضرور ہی خرابی کرے گا، بلکہ اس کے لیے ہبہ کرنا ہی صحیح نہیں، کیوں کہ وہ ہبہ اور ثواب کا اہل ہی نہیں۔ اور کھانے والے کے ہاتھ میں ایصال ثواب جو آپ نے لکھ دیا ہے یہ آپ کی اپنی طرف سے ایجاد ہے۔ میں نے کہاں لکھا ہے کہ ایصال ثواب کھانے والے کے ہاتھ میں ہے۔ جھوٹ سے شرم کرنا آپ لوگوں کا کام نہیں ہے۔ اے عقل مند! آپ کو فاتحہ خوانی کا

---

[1] ترجمہ: جب تجھے شرم نہ ہو تو جو چاہے کر۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ج: ۱۲، ص: ۱۹۲، ح: ۱۴۰۷۹

طریق معلوم نہیں کیوں کہ آپ نے اپنے موتی کو ایصالِ ثواب کبھی نہیں کیا، اس لیے پتہ نہیں کہ ایصالِ ثواب اور ختم کیا ہوتا ہے اور اہل سنت و جماعت کس طرح کرتے ہیں۔ وہ فتویٰ علماے پنجاب و ہندوستان کا جو صفحہ نمبر: ۵۴۳[1] پر درج ہوا ہے، اس کو دیکھ کر واقفیت حاصل کیجیے اور اپنی بے علمی کا اعتراف کیجیے۔ اگر خدا ہدایت دے تو ایسا کیا کیجیے۔

قولہ: پھر آپ نے لکھا ہے ہر مسلمان کو چاہیے اس فہرست کو جیب میں اپنے پاس رکھے، حفظ کرے۔

کوئی مسلمان تو اس کذب کی پوٹلی کو کیوں اپنی جیب میں رکھ سکتا ہے۔ کیوں کہ اس فہرست میں سوائے کذب اور بہتان اور افترا کے کچھ ہے ہی نہیں۔ (صفحہ:۳۶، سطر:۱۹)

اقول: لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ مفتی جی! اضطرابی حالت میں کیوں آ گئے؟ کذب اور بہتان اور افترا اس فہرست کو کیوں کر آپ لکھنے بیٹھ گئے؟ جب آپ تمام مضامین مندرجہ فہرست کو خود قبول کر چکے ہیں۔ باوجود قبول اور تسلیم کر لینے کے بھی آپ لکھتے ہیں کہ ''اس فہرست میں سوا کذب اور بہتان اور افترا کے کچھ ہے ہی نہیں۔'' ایسا دن کے وقت سورج کا انکار، دیکھیے! یاد دلاتا ہوں:

عقیدہ نمبر:۱- کو اور اس کی عبارت کو آپ نے بعینہٖ قبول کر لیا۔
عقیدہ نمبر:۵- کی عبارت کو بعینہٖ موجود ہونا مان لیا۔ اور
عقیدہ نمبر:۱۴- کی عبارت کا بعینہٖ موجود ہونا تسلیم کر لیا۔ اور پھر
عقیدہ نمبر:۱۶- کی عبارت کا موجود ہونا بعینہٖ منظور کر لیا۔ اور
عقیدہ نمبر:۱۷، ۱۸- کی بابت آپ نے لکھا کہ میرے پاس یہ کتابیں ہی نہیں۔ اور
عقیدہ نمبر:۱۹- کی عبارت کو بھی بعینہٖ موجود ہونا بسر و چشم قبول کر لیا۔ اور پھر
عقیدہ نمبر:۲۰- کی عبارت کو بھی بعینہٖ ہونا تسلیم کر لیا۔ پھر
عقیدہ نمبر:۲۱- کی عبارت کو بھی ایک لفظ زبون اور مذموم کے فرق سے مان لیا۔ اور پھر
عقیدہ نمبر:۲۲- کی عبارت کو بھی بعینہٖ موجود ہونا منظور کر لیا۔ اور پھر
عقیدہ نمبر:۲۳- کی عبارات کو بھی بڑی خوشی سے قبول کر لیا۔

دیکھیے عقائد نمبر: ۱، ۵، ۱۴، ۱۶، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳ کل نو (۹) عقائد کی عبارات کو جو آپ کے بزرگوں کی کتابوں میں ہیں اور میری فہرست میں درج ہیں، بعینہٖ تسلیم اور قبول کر چکے ہیں۔ کل عقائد وہابیہ میری فہرست مشتہرہ میں تئیس (۲۳) ہیں جن میں سے نو (۹) عقائد کو آپ نے تو کلیۃً بعینہٖ عبارت کا موجود ہونا مان لیا۔ اور عقائد نمبر ۱۷، ۱۸ کو لکھ دیا کہ وہ کتابیں میرے پاس نہیں ہیں۔ کل گیارہ ہوئے۔ گیارہ عقائد نکال کر باقی رہے بارہ عقائد، سوان کے خلاصے

[1] وہ فتویٰ اس نسخہ کے ص: ۴۹۰-۵۰۰ پر درج ہے۔

عبارات کے تسلیم کر لیے اور قبول کر کے ان کے جوابات اور اعتراضات لکھے۔ اور جن عبارات کا آپ نے انکار کیا تھا وہ بھی آپ کی کتابوں سے نکال کر لکھ دیے۔ مگر یہ کتنا بڑا اندھیر اور ظلم ہے کہ باوجود قبول کر لینے کے پھر بھی یہ کذب اور جھوٹ کا استعمال کیا کہ ان کتابوں میں عبارات و مطالب موجود ہی نہیں۔ مان کر مکر گئے۔ مگر کیا اپنے رسالہ کو دھوڈالو گے، یا اس کو کھا جاؤ گے؟ لیکن یہ ممکن نہیں ہے۔ خدا پناہ میں رکھے ایسی قوم سے جو اپنے لکھے ہوئے سے بھی منکر ہو جائیں اور صریح جھوٹ بولیں۔ جب آپ اس کتاب مستطاب **انوار آفتاب صداقت** کو دیکھیں گے تو آپ کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔ نہیں، نہیں، چندھیا جائیں گی۔ پس ان عقائد والوں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ اگر غلطی سے پڑھی جائے تو دہرائی جائے۔ ایسے ہی مشرک اور مبتدع کے پیچھے بھی جائز نہیں۔ سو مولود شریف کا منکر مبتدع ہے جیسے کہ اس کتاب میں ثابت ہو چکا ہے۔ باقی رہا گالیاں دینا، سو یہ ہمارا کام نہیں، یہ آپ لوگوں کا حصہ ہے اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ اس فہرست کذب کی پوٹلی کو اپنے جیب میں کوئی مسلمان نہیں رکھ سکتا، سو اس پر میں کہتا ہوں کہ یہ صداقت اور وہابیہ عقائد کی کلید ہر ایک مسلمان بشرطے کہ وہابی نہ ہو، اپنے جیب میں بڑی خوشی سے اپنے ایمان کی حفاظت کے لیے رکھے گا اور ان عقائد سے مجتنب رہے گا اور اس کے لیے دین و دنیا میں امن و امان ہوگا اور وہابیہ کے لیے مار جان ہے۔ اس لیے وہ ضرور اس سے بھاگے گا۔ میں نے تو صرف پان صد کاپی اس فہرست کی چھاپی تھی۔ مگر حضرت مولوی حاجی محمد لعل خاں صاحب مدراسی نائب صدر انجمن اصلاح عقائد کلکتہ نے جو خاکسار کو جانتے بھی نہ تھے، اپنے مطبع میں اکتالیس ہزار چھاپ کر شائع کی۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔ گویا اکتالیس ہزار مسلمانوں کی جیبوں میں داخل ہوئی اور وہابیہ عقائد سے واقف ہو کر اس فقیر کا شکریہ ادا کیا اور سیکڑوں خطوط شکریہ کے میرے پاس مسلمانوں کی طرف سے پہنچے۔ الحمد للہ علی ذلك.

باب نوزدہم

حضرت مولوی محمد عبدالحمید صاحب مفتی لودھیانہ کی طرف معترض کا خطاب

قولہ: مفتی عبدالحمید کو مخاطب نہ کیا جاتا۔ کیوں کہ انھوں نے آپ کی تصدیق کی، اس لیے انھیں بھی مخاطب کیا گیا ہے۔ اس لیے مناسب ہے کہ وہ ہمارے مطالبات کے جواب دینے میں آپ کی مدد کریں تاکہ حق مفتی سازی پورا ہو............ جس کا جواب دینا صرف مفتی صاحب کے ہی ذمہ ہے۔

مفتی عبدالحمید صاحب! آپ نے لکھا ہے کہ «بندہ نے عبارات مندرجہ بالا کو تحقیق کیا، واقعی ایسا پایا۔ بلاشبہہ ایسے عقیدہ والوں سے ازحد نفرت چاہیے اوران کی امامت سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ہماری نماز ان کے پیچھے نہیں ہوتی»

مفتی صاحب! آپ کی تحقیق کا حال آپ پر روشن ہو گیا ہوگا کیوں کہ توضیحات مطالبات میں اس کے متعلق خوب بسط سے لکھا جا چکا ہے۔ عبارات کا ایسا ہی پانا آپ کا کذب صریح ہے۔ اگر ایمان ہے تو سچ بتلائیے کہ آپ نے ان عبارات کو بعینہٖ محولہ کتاب میں بہ چشم خود دیکھا۔ اگر دیکھا تو دکھلائیے۔ اور آپ کا یہ لکھنا کہ اس عقیدہ والوں سے ازحد نفرت چاہیے اوران کی امامت سے پرہیز، توضیحات میں ہم نے ثابت کیا ہے کہ جو کچھ مولویان مندرجہ اشتہار کے عقائد ہیں، وہی سلف صالحین، مجدد صاحب اور خواجہ معصوم وغیرہم مندرجہ توضیحات کے عقائد ہیں، تو آپ کے اس کہنے سے لازم آیا کہ ان لوگوں کی مانند جو عقیدہ رکھنے والے ہوں، ان کی امامت سے پرہیز چاہیے۔ تو فرمائیے! کیا امامت ان کی جائز ہے اور بہتر ہے جو مشرک اور مبتدع ہو؟ بلفظہٖ (صفحہ: ۳۷ / سطر: اول)

اقول: حضرت مفتی عبدالحمید صاحب کا مخاطب کرنا، ان سے سوال کرنا آپ کا، بے ضرورت اور بے سود ہے۔ جب کہ فقیر آپ کی خاطر کرنے کے لیے موجود ہے۔ ان کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں۔ مگر اس میں شک نہیں کہ مفتی صاحب کی شان میں نہایت گستاخانہ اور بے باکانہ اور الفاظ ناشائستہ استعمال کیے گئے ہیں۔ گویا گالیاں صریح وقبیح ہیں۔ میں اپنی گالیوں کی جو مجھے دی گئی ہیں، کچھ زیادہ شکایت نہیں کرتا۔ لیکن حضرت مولانا موصوف کو جو گالیاں دی گئی ہیں، وہ سخت کمینہ پن ہے۔ دیکھیے! آپ کیا لکھتے ہیں:

(۱) عبارات کا ایسا ہی پانا آپ کا کذب صریح ہے۔

(۲) اگر ایمان ہے تو سچ بتلائیے کہ آپ نے ان عبارات کو بعینہٖ محولہ کتب میں بہ چشم خود دیکھا۔

(۳) اگر دیکھا ہے تو دکھلائیے۔

(۴) کیا امامت اس کی جائز اور بہتر ہے جو مشرک یا مبتدع ہو؟

گویا مولانا صاحب کو پہلی عبارت میں جھوٹا اور دوسری میں بے ایمان اور چوتھی میں مشرک اور مبتدع لکھا ہے۔ لیکن خیر! مولانا صاحب ناراض نہیں اور نہ شکایت کرتے ہیں۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ جن سے کل مخلوق رب العالمین اور خود حضور سرور عالم، سید المرسلین، حبیب الرحمٰن الرحیم، شفیع المذنبین ﷺ اور خاص خداوند تعالیٰ جہاں آفریں، گالیوں کی بوچھاڑ سے نہیں بچے تو ہم کو کیا گلہ ہونا چاہیے؟ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ تمام دنیا کے مسلمان بے ایمان ہیں اور میں اور میرے متبع ایمان دار ہیں۔ یہی عقیدہ اس کے مقلدین حاضرین کا ہے کہ اپنے سوا کسی کو مسلمان با ایمان نہیں سمجھتے بلکہ مشرک اور کافر اور مبتدع جانتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

میں کہتا ہوں کہ مفتی صاحب نے خود کتب مندرجہ اشتہار کو ملاحظہ فرمایا۔ کچھ کتابیں ان کے پاس تھیں، باقی میں نے پیش کیں۔ اور اشتہار میں جہاں جہاں عقیدہ کے محاذ بلفظہ بلفظہ لکھا تھا وہاں بعینہٖ عبارت کو موجود پایا۔ اور جہاں جہاں لفظ ملخصاً لکھا ہوا تھا وہاں اس عبارت کا خلاصہ موجود پایا۔ بہت بڑی احتیاط و غور و خوض سے دیکھ کر اشتہار کی تصدیق فرمائی۔ علاوہ اس کے وہ فتاویٰ علما کے دیکھے جن میں وہابیہ دیوبندیہ کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ اس کی تصدیق جو اس کتاب میں ہوئی تو اظہر من الشمس ہوگیا کہ واقعی مفتی صاحب کا لکھنا صحیح ہے۔ اور بلا شبہ یہ لوگ یا یہ قوم یا جماعت وہابیہ دیوبندیہ نجدیہ قابل نفرت ہے۔ اب اس کتاب میں خداوند تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے فضل سے جو فضل احمد کی طرف سے باوجود ہیچ مدانی[1] کے لکھا گیا ہے نہایت احتیاط اور اختصار سے لیکن مسکت لکھا گیا ہے۔ اب آپ اپنی امداد کے لیے مولویان مندرجہ اشتہار کو طلب کریں، یا ان کے پاس فریاد کریں اور جو دنیا پر موجود نہیں، ان کے روحوں سے امداد لیں بہ شرطے کہ وہ امداد کے قابل ہوں۔ مگر یہ آپ کا شرک ہے۔ یہاں تک کہ حضور سرور عالم ﷺ سے مدد طلب کرنا بھی شرک ہے۔ ان سے بھی رہے تو اب سید ہے، خداوند تعالیٰ کے پاس جا کر استمداد[2] کیجیے یہ بھی نصیب نہیں۔ اچھا اپنے گھر میں لودھیانہ بابسی میں «الغیاث الغیاث» کیجیے، لیکن خداوند تعالیٰ خوب جانتا ہے وہ «عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ» ہے۔ یہ لوگ مجھ پر بھی جھوٹ کا الزام لگاتے ہیں اور مجھ کو عرش پر بیٹھا ہوا قرار دیتے ہیں، اور میرے بوجھ کو وزن کر لیا ہے کہ میرے بوجھ سے عرش بھی چر چر کرتا ہے، اور مجھے مجسم مانتے ہیں، اور میرے حبیب اشرف الانبیا اور میری رحمت اور نعمت اور مفتاح الجنۃ کی بھی توہین کرتے ہیں اور چماروں سے بھی زیادہ ذلیل جانتے اور بیل اور گدھے اور کنھیا[3] سے تشبیہ دیتے ہیں اور شیطان کے علم کو ان کے علم سے زیادہ جانتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس لیے اللہ تعالیٰ بھی ان پر غضب کرتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اب کوئی جگہ فریاد کی نہیں، لہٰذا سیدھے داخل ہو جئے گا۔

---

[1] ہیچ مدانی: بے علمی، بے ہنری۔ [2] استمداد: مدد چاہنا۔ [3] کنھیا: ہنود کے معبود "کرشن" کا نام۔

حالت اضطراب و مذبوحی آپ کی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ ہوش وحواس قائم نہیں رہے۔ایک طرف آپ لکھتے ہیں کہ اشتہار میں جو عبارات عقائد وہابیہ لکھی ہیں، وہ کتب محولہ میں موجود نہیں ہیں۔اور دوسری طرف لکھتے ہیں کہ جو کچھ مولویان مندرجہ اشتہار کے عقائد ہیں، وہی سلف صالحین، مجدد صاحب اور خواجہ محمد معصوم وغیر ہم مندرجہ توضیحات کے عقائد ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ جو عقائد میں نے آپ کے مولویوں کے اشتہار میں درج کیے ہیں، وہ ان کی کتابوں میں موجود ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ یا تو انکار کرنا آپ کا جھوٹ ہے یا اقرار کرنا جھوٹ ہے یا دونوں جھوٹ ہیں۔انکار کرنا آپ کا اس لیے جھوٹ ہے کہ آپ اپنے رسالہ میں عبارات کتب محولہ میں موجود ہونا قبول کر چکے ہیں۔اور اقرار کرنا آپ کا اس لیے جھوٹ ہے کہ حضرت مجدد صاحب اور حضرت محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہما کو بھی ان عقائد وہابیہ میں شامل کر دیا ہے، جو صریح کذب ہے۔تیسری طرف پھر مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر کتابوں میں یہ عبارات موجود ہیں تو دکھلایئے؟ اب ان میں کون سی بات آپ کی صحیح اور سچی سمجھی جاوے۔بات یہ ہے کہ اشتہار عقائد وہابیہ نے آپ کے دماغ میں خلل اندازی کر کے ہوش و حواس کو پراگندہ[1] کر دیا اور جوابات و اعتراضات کرنے میں جو جو اضطراب عائد ہوئے ہیں، وہ جابجا درج کر دی گئی ہیں اور اخیر پر اور مذبوحی حالت میں کچھ کا کچھ کہہ دیا۔خدا خیر کرے، اس کا اثر گھر پر نہ پڑے۔

اور آپ چاہتے ہیں کہ وہ عبارات دکھلایئے۔بندۂ خدا! اب آپ کو یاد آیا، اپنا رسالہ لکھنے سے پہلے ان عبارات کو ہم سے دیکھنے کی سعی کرنی چاہیے تھی یا اب مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید برکلہ خود باید زد[2]۔اب میں نے عبارات کو پورا پورا دکھلا دیا ہے، اگر اب بھی تسلی نہ ہو تو آیئے! دیکھ لیجیے! ہم کو دکھلانے میں کوئی عذر نہیں۔

آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ ”جو کچھ مولویان مندرجہ اشتہار کے عقائد ہیں، وہی سلف صالحین، مجدد صاحب، خواجہ محمد معصوم وغیر ہم کے عقائد ہیں“ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ہاں! میں نے ضرور یہ ثابت کر دیا ہے کہ سلف صالحین اور مجدد علیہ الرحمہ و خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ کے وہ عقائد ہرگز ہرگز نہیں جو اشتہار میں درج ہیں۔ بلکہ واقعی یہ عقائد وہابیہ دیوبندیہ کے ہیں اور آپ کی تمام غلط فہمیاں ظاہر کر دی گئی ہیں۔اور عبارات کتب معتبرات اور فتاویٰ عرب و عجم سے صاف صاف ظاہر کر دیا گیا ہے کہ فی الواقع عقائد مندرجہ اشتہار وہابیہ کے ہی ہیں اور بس۔

قولہ: اور لیجیے! آپ کے استاد اور قریبی رشتہ دار مولوی شاہ دین صاحب مرحوم کے فتاویٰ حنفیہ کے صفحہ: ۱۹ پر تصدیقی دستخط موجود ہیں۔جس میں مجیب نے ختم مروجہ کو بدعت منکرہ لکھا ہے۔بلفظہ

(خلاصہ) مولوی شاہِ دین صاحب مرحوم مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی سے بیعت اور شاگرد تھے، وہ بھی وہابی ہوئے۔اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کا فتویٰ دیجیے۔الخ۔(صفحہ: ۷۳، سطر: ۱۷)

اقول: مفتی جی! بس! آپ کی بے بسی پر کیا کہا جائے۔کیوں کہ آپ اردو عبارت کے سمجھنے کا بھی مادہ نہیں رکھتے۔

---

[1] پراگندہ: منتشر، تتر بتر۔

[2] ترجمہ: جو گھونسہ جنگ کے بعد یاد آئے اسے اپنے گال پر مار لینا چاہیے۔

فتاویٰ حنفیہ کا صفحہ: ۱۹ میرے سامنے ہے۔ مولوی شاہ دین صاحب مرحوم مفتی لودھیانہ میں مقیم تھے اور حضرت مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب حنفی چشتی صابری بھی (خدا ان کی عمر میں برکت کرے اور ان کے فیوض مسلمانوں پر ہمیشہ جاری رہیں) گورنمنٹ اسکول لودھیانہ میں مدرس عربی تھے۔ اور اب نواب صاحب کنج پورہ ضلع کرنال کے پاس تشریف رکھتے ہیں۔ اس وقت یہ استفتا لودھیانہ میں آیا اور مولانا موصوف نے اس کا جواب لکھا۔ صفحہ: ۱۸ سے شروع ہو کر صفحہ: ۱۹ پر ختم ہوتا ہے۔ نہایت منصفانہ جواب دیا گیا۔ اس کا اقتباس یہ ہے۔ وھو ھذا:

«خاکسار کے نزدیک وہ فاتحہ مروجہ بدعت منکرہ ہے، جس کو عوام نے بطور رسم دنیوی برادری کے دکھلاوے کے جاری کر رکھا ہے اور جو فاتحہ بعض صلحاے اہل طریقت کے یہاں مروج ہے کہ وہ خالصاً لوجہ اللہ محض بہ نظر ایصال ثواب کلام اللہ اور واسطے حصول خیر و برکت چند سورتیں اور آیتیں پڑھوا کر کھانے کے ثواب کے ساتھ قراءت قرآن کا ثواب بھی شامل کر لیتے ہیں اور یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ کھانے کا ثواب فاتحہ کے بغیر نہیں پہنچتا، تو یہ عمل ان کا داخل بدعت حسنہ ہے اور اس کو بدعت سیئہ کہنا انصاف کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ بعض تصانیف حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ و دیگر اکابر کے کلام میں اس فعل کا کرنا پایا جاتا ہے۔ موجودگی طعام کے بعد رسول اللہ ﷺ کا حدیث انس مرویہ صحیحین میں کچھ پڑھنا جس کے الفاظ یہ ہیں: قال فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم ماشاء الله أن يقول[1] اور دوسری روایت میں ہے: ثم دعا فيه بالبركة۔ (مشکوٰۃ صفحہ: ۵۲۹) سند اس بات کے لیے کافی ہے کہ کھانا آنے کے بعد کچھ قرآن شریف پڑھنا، دعا کرنا درست ہے۔ الخ۔»

اس کے بعد مولانا موصوف کے جواب کو دیکھ کر مفتی شاہ دین صاحب مرحوم نے اس طرح تحریر فرمایا ہے، دستخط کیے:

المجیب مصیب مفتی شاہ دین لودھیانوی۔ بلفظہ۔ صفحہ: ۱۹، سطر: ۶

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مفتی شاہ دین صاحب مرحوم نے مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب کے جواب کی تصدیق جو مفصل تھا فرمائی، نہ کہ مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتویٰ کی۔ اور آفریں ہے مولوی مفتی شاہ دین صاحب مرحوم کی دیانت اور حق شناسی پر کہ انھوں نے مولوی گنگوہی صاحب کی کچھ پروا نہ کی اور صاف صاف اپنے عقیدہ کے مطابق مولانا مشتاق احمد صاحب ابقاہم اللہ تعالیٰ کے فتوے کے جواب کی تصدیق المجیب مصیب کر کے فرما دی۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے۔

معلوم ہوا کہ وہ دھوکے سے کسی وقت گنگوہی صاحب کے مرید ہو گئے تھے، تو وہ اس بیعت پر قائم نہ تھے اور

---

[1] صحیح بخاری کتاب الأطعمه، باب من أكل حتى شبع. حديث: ٥٠٦٦ ● صحيح مسلم كتاب الأشربه باب جواز استتباعه غيره إلى دار من يثق برضاه ذلك. حديث: ٥٤٣٧

گنگوہی صاحب کو ہدایت پر نہیں جانتے تھے۔ یہ ہے آپ کی اردو عبارت کی فہمید بلید[1]۔ سچ فرمایا کسی بزرگ نے ۔

اگر ہوتا زمانہ میں حصول علم بے محنت　　توسب کی سب کتابیں ایک جاہل دھو کے پی جاتا

کیا زمانہ یہ آ گیا الٹا　　ڈاڑھیاں سیدھی اور عقیدہ الٹا

مفتی عبدالحمید صاحب اس عقیدہ کی تصدیق حلفا کرتے ہیں کہ یہی عقیدہ مفتی صاحب مرحوم کا تھا اور دوسرا مولود شریف کے بارے میں حلفیہ فرماتے ہیں کہ میں اکثر اوقات اپنے استاد حضرت مولانا شاہ دین صاحب مرحوم کے ساتھ محفل مولود شریف میں حاضر ہوا ہوں، جو سید ظہور الحسن صاحب تھانہ دار پولیس ریلوے لودھیانہ کے مکان میں ہوا کرتی تھی۔ میں نے دیکھا مولود شریف میں بڑے شوق اور ذوق سے تشریف رکھتے اور جب ذکر ولادت باسعادت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا آتا تو فوراً تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ اور حسب دستور سلام اور درود پڑھے جانے کے بعد بیٹھتے اور پھر ختم پڑھ کر شیرینی تقسیم ہوتی اور پھر وہاں سے چلے جاتے۔

قولہ: مفتی صاحب! آپ نے اپنی تحریر میں اصولی بہت سی غلطیاں کی ہیں، جو فتویٰ نویسی کے خلاف ہیں الخ۔ بلفظہ (صفحہ: ۳۸، سطر: ۵)

اقول: بالکل سفید جھوٹ اور غلط۔ کوئی ایک آدھ غلطی بتلائی ہوتی۔ خدا کی قدرت زمانہ قرب قیامت ہے۔ اس زمانہ میں جو لوگ مسجد یں پختہ گرا کر کفار کے ہاتھ فروخت کریں وہ مفتی، اور جو سود کھائیں وہ مفتی، اور جو وکالت پیشہ کریں وہ مفتی، جو چوریاں کریں اور گرفتار ہو کر جیل میں جائیں قیدیں بھگتیں وہ مفتی، اور جو اپنی عورت کو طلاق ثلاثہ دیں اور پھر بغیر حلالہ کے اپنے حبالۂ نکاح[2] میں لے آویں وہ مفتی، اور جو چوہڑیوں[3] بھنگنیوں سے ناجائز تعلق رکھیں وہ مفتی، اللہ! اللہ! اور جو بزرگ دین، پابندِ شریعت، شغل وظائف میں مشغول رہنے والے، متقی اور پرہیزگار اور عالم مستند ہوں وہ اصولی غلطیاں کرنے والے ہوں اور فتویٰ نویسی نہ جانیں۔ العجب! بھلا یہ تو فرمایئے کہ آپ کو مفتی ہونے کی سند کہاں سے حاصل ہے اور مولویت کی سند کہاں سے ملی اور کہاں آپ نے تعلیم پائی؟ ہاں! گالیاں دینا اور توہین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اولیاے کرام اور بزرگانِ دین کی مذمت کرنے کی اگر کسی جگہ سے سند حاصل کی ہو تو ممکن ہے۔ اس کو میں بغیر سند کے قبول کرلوں گا کہ واقعی آپ میں یہ وصف قابل تعریف موجود ہے اور جس کی مبارک بادی میری طرف سے اور ناظرین سے ہو۔

---

[1] فہمید بلید: ناقص فہمی۔　[2] حبالۂ نکاح: نکاح کا پھندا۔　[3] چوہڑا: بھنگی، چمار۔

باب بستم

میرے ایک خط کا جواب اور ساتھ ہی جواب الجواب

قولہ: اب قاضی صاحب آپ کے خط کا حسب وعدہ مفصل جواب تحریر کیا جاتا ہے جو آپ کی طرف سے ۱۸ر ربیع الاول کو موصول ہوا تھا۔ آپ کے خط کی عبارت "ق" کی نشانی سے لکھی جائے گی اور میری طرف سے جو اس کے جواب میں لکھا جائے اس پر "ع" کی علامت ہوگی۔ بلفظہ (صفحہ: ۳۸ر سطر: ۸)

اقول: بہت اچھا لکھیے، انھیں علامات سے جواب بھی دیا جائے گا۔[1]

ق:- آپ کا رجسٹرڈ خط پہنچا، معلوم ہوا کہ آپ مرزائی تو نہیں، لیکن وہابی دیوبندی ضرور ہیں۔

ع:- قاضی صاحب! ہماری تحریر کا جواب یہ تھا کہ ہمیں وہابی لکھا جاتا۔ آپ کو لازم ہے کہ میری تحریر سے میرا وہابی ہونا ثابت فرمائیے۔ ورنہ آپ کے اشتہار سے میں آپ کا معتزلی اور خارجی مشرک و بدعتی ہونا ثابت کرتا ہوں۔ اگر کچھ دم خم ہے تو سامنے آیئے اور ان باتوں کا ثبوت لیجیے۔

ق:- مفتی صاحب! آپ نے الفاظ "ہماری" اور "ہمیں" بصیغۂ جمع استعمال کیے ہیں اور بھی اکثر جگہ ایسا ہی لکھا ہے۔ ان سے آپ کی مراد اپنا تفضّل و تکرم ہے یا یہ کہ آپ کے ساتھ سارے لودھیانہ کے رشتہ دار شامل ہیں۔ آپ کی مراد مؤخر الذکر ہے جو مجھے پہلے ہی سے معلوم ہے اور اس بات کا اظہار میں پہلے کر چکا ہوں کہ یہ تحریر مجتمع کمیٹی وہابیہ دیوبندیہ کی جان سوزی ہے۔ میں اپنی اس کتاب «انوار آفتاب صداقت» میں مفصل طور پر آپ کا وہابی ہونا ثابت کر چکا ہوں اور وہابی دیوبندی ہونا آپ کا آپ کے خط سے پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا۔ اور خدا کے فضل سے یہ فراست مجھے حاصل ہے کہ وہابیوں اور مرزائیوں کو ان کی شکل سے، عقل سے، صورت سے، مورت سے، ان کے رو[2] سے، خو[3] سے، گفتگو سے، تحریر سے، تقریر سے، ان کے رنگ سے، ڈھنگ سے، ان کی داڑھی سے، ساڑھی سے، لباس سے، پوشاک سے، آنکھوں سے، ناک سے، فوراً پہچان لیتا ہوں۔ خواہ کیسے ہی گبرو[4] رنگ یا بھگوے کپڑوں میں ہوں، خواہ منہ لپٹے ہوئے یا برقع میں ہوں۔

---

[1] وضاحت: یہاں ایک "ع" اور دو "ق" ہیں۔ ایک "ق" تو "ع" سے پہلے ہے اور دوسرا "ع" کے بعد۔ "ع" سے عبداللہ ازبسی اور "ق" سے قاضی فضل احمد مراد ہیں۔ پہلے تو "ق" سے مصنف کے خط کی عبارت پیش کی گئی ہے اور پھر "ع" سے مکتوب الیہ کی جانب سے اس کا جواب ہے اور "ع" کے بعد والے "ق" سے جواب الجواب کی عبارت ہے۔

[2] رو: چہرہ۔ [3] خو: عادت، خصلت۔ [4] گبرو: دولھا، نوشہ۔

بہر[1] رنگے کہ خواہی جامہ می پوش من انداز قدرت را می شناسم

تمہاری چال سے پہچانا ہم نے تم کو برقع میں ہزاروں گو چھپایا تم نے خود کو سر سے پاؤں تک

اب اس میری کتاب کو دیکھ کر اپنا ایمان قائم کر کے دل کو ٹھنڈا کیجیے۔ اور مجھے معتزلہ، خارجی، مشرک، اور بدعتی ثابت کرنا آپ کے بزرگوں سے بھی نہیں ہوسکتا۔ آپ کس کھیت کی مولی ہیں، کیوں کہ میرے عقیدہ کے ساتھ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً، جدہ جدیدہ، مصر، شام، روم، بغداد، بصرہ، بخارا اور تمام ہندوستان و پنجاب وغیرہا اور پھر دیوبندیوں کے استاد اور پیر و مرشد بھی متفق اور شامل ہیں۔ وہابیہ اور دیوبندیہ اور مرزائیہ ایک مٹھی بھر نہ ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ بھی نعوذ باللہ مشرک ہیں۔ خاک بہ دہن[2]، میرا دم خم میری کتاب ہے، اس کا مقابلہ آپ کے لیے سم اتم ہے۔

ق: -حضرت! میں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا، بلکہ وہابیوں کی کتابوں کے حوالہ جات دے دیے ہیں۔

ع: -اگر آپ نے اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا، تو جو عبارتیں آپ نے اشتہار میں لکھی ہیں وہ بعینہٖ ان کتابوں میں دکھلائیے الخ۔

ق: - یہ سب عبارتیں میں بعینہٖ اور ملخصاً دکھلا چکا ہوں جن کو آپ خود قبول کر چکے ہیں اور جوابات دیے ہیں۔ اور اگر اب بھی اطمینان نہیں تو ایک دن کے لیے چند منصفوں کے روبہ رو ملاحظہ کر لیجیے، تاکہ یہ ہوس بھی باقی نہ رہے۔ آیئے تشریف لائیے، تاریخ و مقام مقرر کیجیے۔

ق: -آپ نے بھی اس بات کا انکار نہیں کیا کہ کتب دیوبندیہ میں وہ باتیں جو اشتہار میں درج ہیں، موجود نہیں۔

ع: -اجی جناب! میں نے تو لکھ دیا تھا کہ وہ صلواتیں جو آپ نے خدا کے بزرگ برتر نبی علیہ السلام کو مولوی اسماعیل شہید و مولوی رشید احمد رحمۃ اللہ علیہما و مولوی خلیل احمد و مولوی اشرف علی صاحبان کے سر تھوپ کر سنائی ہیں، ان کا ان کی کتب میں کچھ نشان نہیں ہے الخ۔

ق: - یہ عبارتیں جن کو آپ صلواتیں کہتے ہیں جو اشتہار میں درج ہیں، آپ کے بزرگ مولوی صاحبان کے اعمال و افعال و اقوال حسنہ کا نمونہ ہے۔ جو انھوں نے اپنی مؤلفہ کتب میں درج کی ہیں۔ میں صرف ناقل ہوں۔ اسی واسطے میں نے اشتہار کی پیشانی پر «نقل کفر کفر نباشد» درج کر دیا تھا۔ اور مولوی اسماعیل کا شہید ہونا آپ کو تاریخ وہابیہ سے معلوم ہوگا جو لکھی جائے گی۔ آپ کے عقائد میں وہی شہید ہے جو مسلمان پر جہاد کا فتویٰ دے اور ہزاروں مسلمانوں کو قتل کر ڈالے اور خود بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا جائے۔ انتظار کیجیے، سب حال لکھا جائے گا— اور کتابوں اور عبارتوں کے

---

[1] ترجمہ: جس رنگت کا تو کپڑا اپہنے میں پہچان لوں گا کیوں کہ قدرت کے انداز سے میں واقف ہوں۔

[2] خاک بہ دہن: منہ میں خاک ہو (منہ سے بری بات نکالنے پر کہتے ہیں)۔

سب نشان دے دیے گئے ہیں اور خود تسلیم کر چکے ہیں۔

ق:- بلکہ اقرار کر کے دوسرے مولویوں کے اقوال تائید میں درج کر دیے ہیں۔

ع:- میرا اقرار دکھلا یئے۔ ورنہ اس بہتان بندی سے باز آیئے۔ یہ طریقہ اختیار کرنے سے آپ چھوٹ نہیں سکتے۔ کیوں کہ ہمارا کام ہے کہ افترا باز کو اس کے گھر تک پہنچاتے ہیں الخ۔

ق:- آپ کا اقرار موجود ہے اور سب اقرار آپ کے دکھلا چکا ہوں۔ بہتان بندیاں اور افترا پردازیاں آپ ہی لوگوں کا کام ہے۔ لفظ افترا باز بھی آپ کی علمیت پر شہادت دیتا ہے۔ یاد رہے کہ ہمارا کام بھی یہ ہے کہ گستاخوں و مہینوں[1] اور عیاروں کے سارقوں کو گھر تک نہیں، بلکہ جیل تک پہنچایا کرتے ہیں۔

ق:- جس سے ثابت ہے کہ جو کچھ میں نے اپنے اشتہار میں لکھا ہے، وہ صحیح ہے۔

ع:- اس ”ثابت“ ہی کا لفظ لکھنے سے پہلے اگر آپ میری تحریر کو کسی سے پڑھوا کر سن لیتے تو امید تھی کہ اس کے سنتے ہی آپ ثابت کے لفظ کو بھول جاتے الخ۔

ق:- واہ مفتی جی! آپ کی تبدیلی، تعلّی اور تغیر جبلی۔ آپ کی تحریر کیا ہے؟ ماشاءاللہ سبعہ معلقہ کے اشعار یا سریانی یونانی لاطینی کے طومار ہیں۔ جو آپ کے دماغ شعلہ آثار سے نمودار ہوئے ہیں، ان کو کون سمجھ سکتا ہے؟ پہلے تو آپ اردو ہی صحیح لکھنا سیکھیے۔ بعد میں میدان کے اندر نکلیے، فرمایئے جملہ لفظ «اوٹ پٹا نگ» کون سی اردو ہے؟ (صفحہ) میں نے آپ کا کارڈ دیکھتے ہی بھانپ لیا تھا۔ (صفحہ) کس ملک کی اردو ہے۔ «محبت میں فنا ہوئے ہوئے ہونا» (صفحہ) کس ملک کی اردو کا محاورہ ہے؟ اور افترا باز کون سی اردو فارسی محاورہ ہے۔ اس طرح آپ کے رسالہ کی اردو بالکل بے تکی ہے۔ زیادہ جمع کرنے میں طوالت ہے تاہم آپ کی تعلّی یہ ہے کہ کسی سے پڑھوا کر میری تحریر سن لیتے ؎

تکبر[2] عزازیل را خوار کرد　　بہ زنداں لعنت گرفتار کرد

ق:- میں نے فہرست میں نمبر ۲۳ تک عقائد درج کیے ہیں۔ مگر آپ نے دو باتوں کا جواب ناکافی اپنے خط میں دیا ہے۔

ع:- ناکافی ہونے کے وجوہ تو ذرا لکھیے الخ۔

ق:- ناکافی ہونے کے وجوہ کافی سے بھی زیادہ لکھی جا چکی ہیں، جن کا جواب دینا تمام دیوبندیوں کے لیے پہاڑ اور کوہ ہمالہ سے ٹکر مارنا ہے۔

ق:- آپ کے خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی صرف وہابیت پر نظر ہے۔

ع:- میں نے اپنی تحریر میں جو عبارات نقل کی ہیں، وہ حضرت سلطان نظام الدین دہلوی و شیخ شہاب الدین

---

[1] مہین: اہانت کرنے والا۔　[2] ترجمہ: تکبّر نے ابلیس کو رسوا کر دیا، قید خانہ میں قیدی کی سرزنش سے دوچار کیا۔

سہروردی وحضرت شرف الدین احمد یحییٰ منیری اور امام غزالی ومجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی وخواجہ محمد معصوم وصاحب سیرت شامی وشارح مواہب اللدنیہ وشیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی ہیں۔آپ ان عبارات کے نقل کرنے کے باعث میری نظر وہابیت پر ہی بتلاتے ہیں۔جس سے معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک یہ حضرات وہابی ہیں۔الخ ۔(اس کے آگے گالیاں ہیں)۔

ق:-جن بزرگوں کے نام مبارک آپ نے لکھے ہیں ان سب پر خدا کی رحمت ہو۔یہ سب کے سب نورٌ علیٰ نور[1] تھے اور خاص اہل سنت و جماعت اور اولیاے کرام اور مجدد دین آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ان کی عبارات کو آپ نے اپنی نافہمی کی وجہ سے سمجھنے میں سخت ٹھوکر اور غلطی کھائی۔اور وہابیت ہی نے آپ کو ان کے صحیح مطالب اور مضمون معلوم کر لینے سے روک کر صراط مستقیم پر آنے نہیں دیا۔میں نے ان تمام امور کو موقع بہ موقع جہاں جہاں ان کی عبارات درج ہوئی ہیں، بہ موجب مذہب اہل سنت و جماعت کے آپ کے سمجھنے کے لیے صاف کر دیا ہے۔اور آپ کی غلط فہمیاں واضح طور پر لکھ دی ہیں۔باقی گالیوں کا جواب نہیں ہے۔

ق:- جو جواب آپ نے خط میں صرف دو باتوں کا دیا ہے، وہ بالکل ناکافی، سیاق وسباق[2] کتب محولہ کے خلاف ہے۔

ع:-اس امر کو ثابت فرمایئے اور ناکافی ہونے کی وجوہ لکھیے، ورنہ آپ کا کہنا سراسر الخ۔گالیاں۔

ق:- ناکافی ہونے کی وجوہ کافی طور پر اپنی اپنی جگہ پر لکھی جا چکی ہیں۔گالیوں کا جواب نہیں ہے۔

ق:- میں ان کا جواب دینا دردسری اور تضییع اوقات تصور کرتا ہوں۔

ع:- کیوں کر تصور نہ کریں آپ کے ہماری تحریر دیکھتے ہی اوسان[3] خطا ہو گئے الخ۔گالیاں۔

ق:-واقعی سچ فرمایا، کیوں کہ آپ کی تحریر کیا تھی؟ ایک بھوتنی کی شکل میں تھی، نہ سر نہ پیر۔لیکن میرا قلم جب اس پر حملہ آور ہوا تو اس سسری کو بھاگتے ہوئے راستہ نظر نہ آیا۔اب میرے قلم کے نیزے کو دیکھیے جو بَلَم[4] اور بَرچھے کا کام دے گا۔وار پار[5] ہونے سے نہیں رکے گا، اس کے زخم کا اندمال[6] بھی نہیں۔

ق:-اور آپ کو انوار ساطعہ مصنفہ مولانا مولوی عبدالسمیع صاحب اور کتاب آفتاب محمدی مؤلفہ مولوی فقیر محمد صاحب کا مشورہ دیتا ہوں۔مہربانی کر کے ان کو پڑھ کر اپنی آتش غضب کو ٹھنڈا کریں۔

ع:- یہ کتابیں دیکھی بھالی ہوئی ہیں۔اگر کچھ علم ہے تو میری تحریر کا جواب دیں۔یہ معلوم ہو گیا کہ آپ نے دین کا علم نہیں حاصل کیا ہے۔چند اردو کی کتابیں انوار ساطعہ کی مانند دیکھی ہیں الخ۔

---

[1] نورٌ علیٰ نور: ایک سے بڑھ کر ایک۔
[2] سیاق وسباق: ربط مضمون۔
[3] اوسان: ہوش وحواس۔اوسان خطا ہو جانا: حواس بجا نہ رہنا۔
[4] بَلَم: بھالا، نیزہ۔بَرچھا بھی اسی معنی میں ہے۔
[5] وار پار: آر پار۔
[6] اندمال: زخم بھرنا۔

ق:-آپ کی تحریر سے آپ کا سچ کہ میری یہ کتابیں دیکھی بھالی ہوئی ہیں، معلوم ہو رہا ہے۔ اگر آپ نے ان کتابوں کو دیکھا ہوتا تو کتاب انوار ساطعہ کو انوار سامع[1] نہ لکھتے۔ یہ آپ کی کذب بیانی اور لن ترانی[2] کی دلیل ہے۔ میں لکھ چکا ہوں کہ آپ کو علم اردو بھی حاصل نہیں جس کی مثالیں دکھلا چکا ہوں اور اب ان دوسطروں میں دو فقرے اور اردو فصیح یا فصیح اردو کے لکھ دیے ہیں۔ (۱) یہ کتابیں دیکھی بھالی ہوئی ہیں۔ (۲) آپ نے دین کا علم نہیں حاصل کیا ہے۔ یہ ہر دو فقرے اہل زبان دہلی یا لکھنؤ کے سامنے پیش کریں تا کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ واقعی آپ اردو بھی نہیں جانتے اور علم دین کی واقفیت میں آپ کا یہ رسالہ جس کا رد بلیغ ہو چکا ہے، شاہد حال ہے۔ اور جا بہ جا آپ کے علم کی قلعی کھول دی گئی ہے اور یوں آپ لوگوں کے نزدیک تو دیوبند کے علما، علمائے حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً سے بھی اعلم اور افضل ہیں۔ بلکہ حضور سرور عالم ﷺ کے (نعوذ باللہ منہا) استاد بھی ہیں۔ جب یہ صورت ہے تو ان کے مریدوں مقلدوں کے نزدیک میرے جیسے تو جاہل مطلق ہیں۔ یہ فخر تو وہی لوگ کریں جن کو ابلیس کے علم سے حصہ ملا ہو۔ نہ لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل۔

اچھا یہ بتلاؤ کہ میرا عالم یا بے علم ہونا آپ کو کیسے معلوم ہو گیا؟ نہ تو میں آپ کو جانتا ہوں اور نہ آپ مجھے پہچانتے ہیں۔ یہ علم غیب آپ کو کس طرح حاصل ہو گیا؟ اگر میں علم غیب کی نسبت حضور سرور عالم ﷺ کی طرف کروں تو کافر اور مشرک ہو جاؤں اور آپ خود علم غیب کا دعویٰ کریں تو پھر بھی مسلمان رہیں۔ ہاں خیر! دیوبندی مسلمان۔ باقی رہا میرا علم دین، سو میں اس کی بابت ایک حرف نہیں کہوں گا۔ یہ کتاب «انوار آفتاب صداقت» علمائے کرام کی خدمت میں پیش ہو گی۔ وہ خود میرے علم دینی کا اندازہ فرمالیں گے۔ اور گالیوں کا جواب میں نہیں دوں گا۔ اگرچہ جواب اچھی طرح سے دے سکتا ہوں۔ لیکن شرافت اجازت نہیں دیتی، اس لیے صبر کرتا ہوں۔

ق:-مولوی صاحب! جو میں نے عقائد اشتہار میں درج کیے ہیں۔ وہ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً میں عرصہ سے پیش ہو کر فتاوے لگ چکے ہیں۔ آپ کو علم نہیں ہے۔ کتاب حسام الحرمین مولفہ حضرت بریلوی کو ملاحظہ فرمائیے۔ اور علمائے مکہ اور مدینہ منورہ کی تحریرات کو دیکھیے اور کتاب تقدیس الوکیل عن توھین الرشید والخلیل کو پڑھیں۔ آپ کو علمائے دیوبند کی پوری کیفیت معلوم ہو جائے گی۔ (صفحہ: ۴۰)

ع:-قاضی صاحب! یہ کتابیں دیکھی ہوئی ہیں۔ ان میں ان کے مصنفین نے علمائے مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ کو اسی طرح دھوکا دیا ہے، جس طرح آپ نے اپنے اشتہار میں پبلک کو دیا ہے۔ میں ان کتابوں کی حالت سے خوب واقف ہوں۔ اور آپ کی اس تحریر سے اس امر سے بھی واقف ہو گیا ہوں کہ آپ ان مبتدعین ہی کے تو مرید تابع ہو۔ (صفحہ: ۴۰)

ق:-ہاں! آپ نے ان کتابوں کو شاید کسی کے پاس صرف دیکھا ہی ہوگا، مگر پڑھا نہیں۔ اگر پڑھتے تو پتہ لگتا۔

---

[1] انوار سامع غلط، صحیح انوار ساطعہ ہے۔ حکایت: کسی شخص نے شہر کابل کو قاف قرشت کے ساتھ قابل لکھ دیا اس کے جواب میں لکھا گیا کہ «قابلیت شما از قاف کابل، معلوم شد» ۱۲ منہ۔ [2] لن ترانی: خودستائی، انانیت۔

اگر پڑھا تھا تو ان کا دھوکا ظاہر کیا ہوتا یا صرف زبان پر ہی آپ کے دھوکا آ گیا۔ دھوکا دینا تو صرف آپ ہی لوگوں کا کام ہے۔ ہمارے علمائے کرام کا علمائے مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کو دھوکا دینا یہ ہے اصل کتابیں آپ کے بزرگوں کی پیش کی گئیں، تب انہوں نے فتاوے دیے۔ دھوکا دینا آپ لوگوں کا یہ ہے کہ ایک سطر کتاب میں سے لکھ دی اور مخالف عبارت ہوئی اس کو دیانت سے چھوڑ دیا۔ جیسے میں «لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ» کی مثالیں کئی جگہ دکھلا چکا ہوں۔ اگر بقول آپ کے بہ فرض محال علمائے مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ کو دھوکا دیا گیا تو کیا حضرت مولانا محمد رحمت اللہ علیہ الرحمہ پایۂ حرمین شریفین زاد ھما اللہ شرفاً و تعظیماً مہاجر مکی کو بھی دھوکا دیا گیا؟ جو دیوبندیوں کے استاد اور ان کے حالات سے مو بہ مو[1] واقف ہیں۔ جن کی تقریظ وہابیہ کُش درج ہو چکی ہے اور جس سے وہابیہ کی جڑ اکھڑ چکی ہے۔ اور پھر تمام وہابیہ دیوبندیہ کے پیرو مرشد حضرت حاجی شاہ امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکی کو بھی دھوکا دیا گیا؟ جن کی تحریریں اس میں درج کر چکا ہوں اور پھر علمائے مدرسہ صولتیہ مکہ معظّمہ کو بھی دھوکا دیا گیا ہے؟ جو خاص ہندوستان کے رہنے والے اور دیوبندیوں کے حالات سے پورے پورے واقف ہیں۔ پس آپ کی اس درفشانی[2] سے واضح ہو گیا کہ یہ حضرات بھی جنھوں نے کتاب تقدیس الوکیل عن توھین الرشید و الخلیل ودیگر فتاویٰ کی تصدیق کی ہے، مبتدعین میں داخل ہیں۔ جزاك الله۔

مرید ہوں تو ایسے ہوں اس میں شک نہیں کہ جب آپ لوگوں کے ہاتھ سے، قلم سے، زبان سے خداوند تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ نہیں چھوٹے تو اور کسی کو کیا شکایت ہے اور کیا افسوس ہے؟ لیکن یہ آپ لوگوں کی ایمانی ترقی کے بواعث[3] ہیں۔ اور جو میں نے دھوکا دیا ہے، وہ اب تمام علمائے کرام اور مفتیان عظام کے اور پبلک کے روبہ رو پیش ہے۔ جس سے منصفین خود معلوم کر لیں گے۔ اور آپ کے بزرگوں کے دھوکے بے شمار ہیں اور بہ قول آپ کے اگر ہمارے علما حضرت فاضل ابن فاضل ابن فاضل، مجدد مأۃ حاضرہ، مولانا و مولی الکل مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب بریلوی مدظلہم العالی اور حضرت مولانا و بالفضل والعلم اولیٰنا مولوی ابو محمد عبد الرحمٰن غلام دستگیر ہاشمی فاضل قصوری نے دھوکا دیا تھا، تو آپ کے بزرگوں میں سے کسی نے ان کی کتابوں پر کچھ لکھا ہوتا کہ فلاں فلاں بات میں علمائے مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کو دھوکا دیا گیا۔ مگر کسی وہابی میں ایسا زہرہ[4] کہاں کہ قلم اٹھا سکے۔ ان کتابوں میں وہابیت کی بیخ و بنیاد جڑ سے کٹ چکی ہے۔ مصداق ثابت ہو چکا ہے۔ ع

مہ فشاند نور سگ عوعو کند[5]

ہاں! شاید یہاں آپ یہ کہیں کہ مولوی خلیل احمد صاحب نے ایک کتاب جس کا نام «التصدیقات لدفع التلبیسات معروف بہ مہند» بلالی پریس ساڈھورہ میں طبع کرائی ہے۔ اس کی تصدیق علمائے حرمین شریفین نے کی (جس میں یہی اعتراضات ہیں، جو میری فہرست میں بھی ہیں) اپنی صفائی کے لیے شائع کرا دی ہے۔ اس پر میں یہ کہتا

[1] مو بہ مو: بال بال، ذرا ذرا، حرف بحرف۔ [2] درفشانی: موتی بکھیرنا۔ [3] بواعث: اسباب۔
[4] زہرہ: ہمت، حوصلہ، دلیری۔ [5] ترجمہ: چاند نور بکھیرے اور کتا بھونکتا رہے۔

ہوں کہ یہ رسالہ نِرا[1] دھوکا اور فرضی اور جعلی دستاویز وقبالہ ہے۔ اور بالکل غیر معتبر اور مشکوک دھوکوں سے پر اور کالا اور دھوکوں کا پرکالہ[2] ہے۔ سنیے۔

رسالہ التصدیقات لدفع التلبیسات معروف بہ مہند مولفہ مولوی خلیل احمد صاحب کی حقیقت اور اس کے فرضی وجعلی ہونے کی کیفیت

(۱) مولوی خلیل احمد صاحب نے خود ہی چھبیس سوالات تک لکھے اور خود ہی ان کے جوابات دیے جو فاضل بریلوی کے حسام الحرمین کتاب کے جواب میں نقلاً اتارے گئے۔ (جس میں علمائے دیوبند کی نسبت علمائے حرمین شریفین زاد ھما اللہ شرفاً وتعظیماً نے تکفیر کے فتاوے دیے ہیں جو ۱۳۲۴ھ میں شائع ہوئی تھی۔)

(۲) اس رسالہ پر نہ ابتدا میں اور نہ آخر میں تاریخ طبع درج ہے، جس سے معلوم ہو سکے کہ یہ رسالہ کب طبع ہوا۔ دھوکا۔

(۳) اس رسالہ کے طبع کرنے والے مولوی محمد یحییٰ تاجر کتب سہارن پور ہیں۔ جنھوں نے اس کو بلالی سٹیم پریس ساڈھورہ میں چھپوایا۔ اس سے پتہ نہیں لگتا کہ ان کو کس نے یہ رسالہ طبع کے لیے دیا اور کس نے حکم اس کے طبع کرانے کا دیا۔ دھوکا۔

(۴) اس میں اس عالم محقق مدنی کا نام درج نہیں کیا جس سے سوالات قلم بند کروائے گئے تاکہ اس بات کی تصدیق ہو سکے۔ نام نہ لکھنے کا موجب ظاہر کرتا ہے کہ یہ صرف فرضی بات ہے اور دھوکا۔

(۵) اس رسالہ میں یہ بھی درج نہیں کہ کس تاریخ کا واقعہ ہے۔ اور یہ بھی درج نہیں کہ یہ سوالات کس شخص نے بتلائے اور درج کروائے اور چھبیس نمبر تک پہنچائے؟ اس لیے یہ کارروائی سب فرضی ہے اور دھوکا۔

(۶) شروع رسالہ میں بسم اللہ کے بعد لکھا ہے کہ اے علمائے کرام اور سرداران عظام! (اپنے منہ میاں مٹھو) تمہاری جانب چند لوگوں نے وہابی عقائد کی نسبت کی ہے الخ۔ اس سے معلوم نہیں ہوتا کہ پوچھنے والے کون لوگ ہیں؟ اور ان کے نام کیا ہیں؟ گویا یہ بات اندھیرے میں ہے جو فرضی ہے۔ اور

(۷) اس رسالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سوالات وجوابات ہندوستان غالباً سہارن پور میں جہاں مولوی خلیل احمد صاحب رہتے ہیں، لکھے گئے اور لکھے جانے کی تاریخ ۱۸ رشوال ۱۳۲۵ھ ہے۔ دیکھو صفحہ: ۴۴۔ اس سے کتاب حسام الحرمین کی تاریخ طبع کے بعد روک کی گئی ہے حالاں کہ سوالات کا مدینہ منورہ میں لکھا جانا بیان کیا جاتا ہے۔ فرضی اور دھوکا ہے۔

(۸) مگر برخلاف اس کے صفحہ ۶۸ میں سید احمد برزنجی کے رسالہ کا خلاصہ اول اوسط، آخر کا درج کیا ہے اس میں حضرت سید احمد برزنجی سابق مفتی مدینہ منورہ فرماتے ہیں کہ مولوی خلیل احمد صاحب ہمارے پاس آئے اور ایک رسالہ انھوں نے

---

[1] نِرا: صرف، محض۔ [2] پرکالہ: چنگاری، شعلہ۔

پیش کیا، جس میں سوالات کے جواب تھے الخ۔ یہ تاریخ دوسری ماہ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ ہے۔ گویا چار سال کے بعد ان کے رو بہ رو یہ رسالہ پیش کیا گیا اور خود مولوی خلیل احمد صاحب نے پیش کیا مگر اصل رسالہ ان کا، اس رسالہ کے ساتھ ضم نہیں تا کہ ان کی پوری تقریظ معلوم ہو جاتی۔ اور نمبر ۱۴ اس کے خلاف ہے۔

(۹) اسی جگہ مدینہ منورہ میں حضرت سید احمد برزنجی بن محمد جن کا نام صفحہ ۶۷ میں درج، موجود تھے اس میں ۱۳۲۸ھ درج ہے۔ ان دونوں تحریروں میں بھی ایک سال کا فرق ہے جو نہایت مشکوک امر ہے۔

(۱۰) اس رسالہ میں سب سے اول دیو بندی علما کی تقاریظ درج ہیں اور اس پر بھی عجب یہ ہے کہ کسی تقریظ میں کوئی تاریخ درج نہیں ہے کہ کب اور کس کس تاریخ کو انھوں نے اپنی اپنی تقریظ لکھی۔ اور لازمی اور ضروری بات یہ تھی کہ سب سے پہلے علمائے حرمین شریفین کی تصدیق ہوتی، نہ کہ دیو بندی اپنے بھائیوں کی۔ یہ بھی ایک چال ہے اور دھوکا۔

(۱۱) پھر علمائے مصر و دمشق و شام کے بھی دستخط ثبت ہیں لیکن معلوم نہیں ہوتا کہ یہ رسالہ ان کے پاس کس کس طرح پہنچا۔ آیا مولوی خلیل احمد صاحب خود لے گئے یا کسی نوکر کے ہاتھ بھیجا؟ یا ڈاک میں روانہ کیا؟ ان تینوں باتوں کا کوئی پتہ نہیں اور نہ ان کے دستخطوں میں کوئی تاریخ درج ہے اور نہ انھوں نے کچھ لکھا ہے کہ ہم کو اس دستخط کرنے کی کس طرح تحریک ہوئی۔ دیکھو صفحہ ۷۷ سے ۸۶ تک۔ یہ سب فرضی ہے۔

(۱۲) اسی رسالہ کے صفحہ ۸۷ پر تاریخ: ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ درج ہے۔ مگر پہلے اس سے ۱۳۲۸ھ ہے اور ۱۳۲۹ھ میں اس رسالہ کا مدینہ منورہ میں موجود ہونا پایا جاتا ہے۔ دیکھو نمبر ۹۔

(۱۳) اس رسالہ میں سوال پہلا اور دوسرا، زیارت حضرت سید کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام میں جو اپنا اور اپنے اکابر کا عقیدہ تحریر کیا ہے (دیکھو صفحہ ۵) وہ محض غلط اور جھوٹ ہے۔ کیوں کہ ان کے اکابروں میں سے ان کے امام الطائفہ مولوی اسماعیل دہلوی اپنی کتاب تقویۃ الایمان کے صفحہ ۱۱، سطر: ۱۴ اور صفحہ: ۱۹۷، سطر: ۵ میں اس کے برخلاف لکھ چکے ہیں۔ اور کتاب تقویۃ الایمان دیوبندیوں کے نزدیک ایمان کو قائم رکھنے والی کتاب ہے۔ یہ نرا دھوکا ہے۔

(۱۴) اسی رسالہ کے تیسرے اور چوتھے سوال میں توسل آں حضرت ﷺ کے جواب میں جو عقیدہ اپنا اور اپنے مشائخ کا صفحہ ۷ میں درج کیا ہے، وہ بھی غلط اور جھوٹ ہے۔ کیوں کہ ان کے مشائخ میں سب سے بڑے امام الطائفہ اپنی کتاب تقویۃ الایمان کے صفحہ: ۱۱، سطر: ۱۰ اور صفحہ: ۱۹۰، سطر: ۲۲ اور صفحہ: ۱۹۶، سطر: ۱۸ میں اس کے خلاف لکھ چکے ہیں۔ یہ بھی نرا دھوکا ہے۔

(۱۵) اسی رسالہ کے پانچویں سوال حیات انبیا علیہم السلام کے جواب صفحہ: ۸ میں جو لکھا ہے، وہ بھی غلط ہے۔ کیوں کہ کتاب تقویۃ الایمان کے صفحہ: ۶۰، سطر: ۲۱ میں اس کے خلاف لکھا ہوا موجود ہے۔ نرا دھوکا۔

(۱۶) اسی رسالہ کے چھٹے سوال کے جواب میں صفحہ: ۹ پر جو عقیدہ لکھا ہے، اس کے خلاف آپ کے امام الطائفہ اپنی

کتاب تقویۃ الایمان کے صفحہ: ۱۱، سطر: ۴، اور صفحہ: ۱۹۷، سطر: ۵ میں لکھ چکے ہیں۔ یہ بھی صرف دھوکا ہے۔

(۱۷) اسی رسالہ کے صفحہ: ۱۰ پر ساتواں سوال وظائف واوراد پڑھنے کے بارے میں جو عقیدہ لکھا ہے، اس کے برخلاف بھی تقویۃ الایمان کے صفحہ: ۳۷، سطر: ۱ میں لکھ چکے ہیں۔ یہ بھی نرا دھوکا ہے۔

(۱۸) اسی رسالہ کے صفحہ: ۱۱، سوالات آٹھواں، نواں، دسواں کے جواب میں جو عقیدہ بیان کیا ہے اس کے برخلاف تقویۃ الایمان کے صفحہ: ۲۰۵، سطر: ۲۲، میں لکھ چکے ہیں۔ یہ بھی نرا دھوکا ہے۔

(۱۹) اسی رسالہ کے صفحہ: ۱۲، گیارھویں سوال کے جواب میں جو عقیدہ درج کیا ہے، اس کے خلاف کتاب تقویۃ الایمان کے صفحہ: ۱۷، ۳۷ میں درج ہونا موجود ہے۔ صاف دھوکا ہے۔

(۲۰) اسی رسالہ کے صفحہ: ۱۳، بارہویں سوال کے جواب میں جو عقیدہ لکھا ہے، اس کے برخلاف مولوی رشید احمد صاحب آپ کے خاتم المجتہدین نے اپنے فتاویٰ رشیدیہ کی جلد اول صفحہ: ۱۸ اور جلد سوم کے صفحہ: ۹۶ میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کو لکھا ہے کہ ان کے عقائد عمدہ تھے، مذہب ان کا حنبلی تھا، ان کے مقتدی اچھے تھے اور وہ اچھا آدمی تھا، مذہب حنبلی رکھتا تھا، عامل بالحدیث تھا الخ۔ یہ بھی صاف صاف دھوکا ہے۔

(۲۱) اسی رسالہ کے صفحہ: ۱۵، تیرہویں سوال کے جواب میں جو عقیدہ لکھا ہے، اس کے برخلاف آپ کے امام الطائفہ اپنی کتاب ایضاح الحق کے صفحہ: ۳۵ میں لکھ چکے ہیں۔ یہ بھی کھلا دھوکا ہے۔

(۲۲) اسی رسالہ کے صفحہ: ۱۶، پندرھویں سوال کے جواب میں جو عقیدہ لکھا ہے اس کے برخلاف خود مولوی خلیل احمد صاحب رسالہ اپنی دوسری کتاب براہین قاطعہ کے صفحہ: ۵۱ میں شیطان لعین کے علم کو آں حضرت ﷺ کے علم سے زیادہ لکھ چکے ہیں۔ یہ بھی صاف اور ظاہر دھوکا ہے۔

(۲۳) اسی رسالہ کے صفحہ: ۱۶، سولہویں سوال کے جواب میں جو عقیدہ لکھا ہے، اس کے برخلاف مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بزرگ دیو بندیہ اپنی کتاب تحذیر الناس میں چھ خاتم النبیین بالفعل قرار دے چکے ہیں۔ دھوکا۔

(۲۴) اسی رسالہ کے صفحہ: ۱۹، سترہویں سوال کے جواب میں جو عقیدہ درج کیا ہے، اس سے انکار کیا ہے کہ ہمارا عقیدہ نہیں۔ حالاں کہ آپ کے امام الطائفہ اپنی کتاب تقویۃ الایمان کے صفحہ: ۶۰ میں تمام انبیا علیہم السلام اور حضور سرور عالم ﷺ کو بڑے بھائی کا درجہ دے چکے ہیں کہ ان کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کرنی چاہیے۔ اور اس کی تصدیق اور تائید مولوی رشید احمد صاحب اپنے فتاویٰ کی جلد اول، صفحہ: ۵۱، میں کر چکے ہیں۔ نیز مؤلف رسالہ خود اپنی کتاب براہن قاطعہ کے صفحہ: ۳ میں جملہ بنی آدم کے برابر (کافر، چوہڑہ[1]، چمار وغیرہ) لکھ چکے ہیں۔ العیاذ باللہ۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ ہماری تصانیف میں ایسا عقیدہ ہرگز نہیں ہے۔ یہ بھی صاف دھوکا ہے۔

---

[1] چوہڑہ۔ بھنگی۔

(۲۵) اسی رسالہ کے صفحہ: ۲۰، ۲۱، اٹھارہویں سوال کے جواب میں جوعقیدہ لکھا ہے،اس کے خلاف آپ کے پیغمبر اشرف علی تھانوی اپنی رسلیا حفظ الایمان کے صفحہ: ۷ میں لکھ چکے ہیں۔ یہ بھی نرادھوکا ہی دھوکا ہے۔

(۲۶) اسی رسالہ کے صفحہ: ۲۱، انیسویں سوال کے جواب میں جوعقیدہ لکھا ہے،اس کے برخلاف خودمولوی خلیل احمد صاحب مؤلف رسالہ مذکوراپنی کتاب براہین قاطعہ کے صفحہ: ۵۱ میں شیطان لعین کے علم کوسرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم سے زیادہ لکھ چکے ہیں۔حافظہ ندارد۔دھوکا۔

(۲۷) اسی رسالہ کے صفحہ: ۲۴، بیسویں سوال کے جواب میں جوعقیدہ لکھا ہے،اس کے برخلاف مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے رسالہ حفظ الایمان کے صفحہ: ۷ میں موجود ہے۔ یہ بھی بالکل دھوکا ہے۔

(۲۸) اسی رسالہ کے صفحہ: ۲۷، اکیسویں سوال کے جواب میں جوعقیدہ لکھا ہے،اس کی بابت مولوی رشید احمد صاحب کے فتاویٰ میں بھی شرک،کفر،بدعت وغیرہ اس محفل مبارک (مولودشریف) کولکھا ہواموجود ہے۔انکارکر کے دھوکا دینا ہے۔

(۲۹) اسی رسالہ کے صفحہ: ۲۹، بائیسویں سوال کے جواب میں پہلے انکارکیا پھراقرارکیا۔اس ہیرپھیرکو ملاحظہ کیجیے۔ مولوی رشید احمد صاحب کا فتویٰ موجود ہے۔ نیز مؤلف رسالہ کی کتاب براہین قاطعہ میں موجود ہے۔جس کواسی سوال میں خودقبول کیا ہے اورمولودشریف کومزخرفات[1] اورشرعاً حرام لکھ دیا ہے۔(صفحہ:۱۳۱) نرادھوکا۔

(۳۰) اسی رسالہ کے صفحہ: ۳۲،تیسویں سوال کے جواب میں جوخداوندتعالیٰ کے جھوٹ بولنے کی بابت عقیدہ ہے اورفتویٰ حرمین شریفین درج کیا ہے۔ یہ نرادھوکا ہے۔

مختصراً کیفیت اس کی اس طرح پر ہے کہ جب مولوی خلیل احمد صاحب نے جوریاست بہاول پور میں مدرس تھے، کتاب انوارساطعہ کے رد میں کتاب براہین قاطعہ لکھی اور شائع کی تو مولانا غلام دستگیر علیہ الرحمہ کے ملاحظہ میں گزری۔ وہ فوراًاس کتاب کو لے کرریاست بہاول پور میں پہنچے۔ وہ ایک اسلامی ریاست ہے۔ وہاں پرانھوں نے ظاہرکیا کہ یہ کتاب براہین قاطعہ مذہب اہل سنت وجماعت کے بالکل خلاف ہے۔اس میں سے سات مسائل مندرجہ براہین قاطعہ کونکال کر دکھلایا۔اس پر بہ حکم نواب صاحب بہادروالیِ ریاست شوال ۱۳۰۶ھ میں مناظرہ ہوا۔نہایت عمدہ تحریری بحث ہوئی۔اور مولوی خلیل احمد صاحب نہایت ذلت کے ساتھ ریاست سے بدرکیے گئے۔اورعلمائے پنجاب سے فتویٰ جاری ہوا کہ مولوی خلیل احمد مع مؤیدین کے اہل سنت سے خارج ہے اورفرقہ وہابیہ اسماعیلیہ میں سے ہے۔اس کے بعد مولانا غلام دستگیر علیہ الرحمہ اس تمام بحث کے کاغذات کو لے کر کعبۃ اللہ شریف کو روانہ ہوگئے۔اس بحث کا عربی میں ترجمہ کرکے علمائے عظام حرمین شریفین کے روبہ روپیش کیا گیا۔اول علمائے مکہ معظّمہ نے اس کی تصدیق فرمائی۔ پھرمدینہ منورہ کو لے کروہاں کے علما کے روبہ روپیش ہوکرتصدیق ہوگئی۔ جب مدینہ منورہ سے واپس ہوکرحضرت مولانا مکہ معظّمہ میں آئے تو

---

[1] مُزَخرَفات: جھوٹی باتیں، بناوٹی باتیں۔

ان کو وہاں پر معلوم ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب کا ایک استفتا امتناع کذب باری تعالیٰ کا یہاں پہنچا ہے اور مفتی حنفی مکہ معظّمہ کے دستخط ہو کر آرندہ[1] واپس لے گیا ہے (جو مولوی رشید احمد صاحب نے بہ لطائف الحِیل[2] حاصل کیا تھا)۔اس پر حضرت مولانا مغفور ومرحوم مفتی حنفی مکہ معظّمہ کی خدمت میں پہنچے۔تو انہوں نے وہ فتویٰ جو اس وقت فتاویٰ رشیدیہ کی جلد اول کے صفحہ:۱۱۹،اوراس رسالہ کے صفحہ:۳۴ پر ہے، دکھلایا۔تب مولانا مرحوم نے ایک استفتا مغفرت کفار کے امکان کے رد میں لکھ کر بہ خدمت حضرت مولانا پایۂ حرمین شریفین مولوی محمد رحمت اللہ علیہ الرحمہ مہاجر مکی کے پیش کیا اور ان کی تصدیق کے بعد مفتی حنفی مکہ معظّمہ کی خدمت میں پیش ہوا۔تب اس پر مفتی حنفی مکہ معظّمہ نے صاف تصریح فرمائی اور پورے طور پر مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ اور مغفرت کفار کی (جو مولوی رشید احمد کے فتویٰ میں درج تھا) ردبلیغ فرمائی۔یہ سب حال کتاب تقدیس الو کیل عن تو ھین الرشیدو الخلیل کے صفحہ:۳۱۶ سے ۳۱۹ تک واضح طور پر درج ہے۔اسی پر حضرت حاجی شاہ امداد اللہ علیہ الرحمہ کی بھی تصدیق موجود ہے۔چند فقرات اقتباساً نقل کرتا ہوں۔وھو ھذا:

فقیر (غلام دستگیر) کان اللہ لہٗ چار مہینہ تک مکہ معظّمہ میں رہا۔یہ رسالہ شریفہ «تقدیس الو کیل عن تو ھین الرشید والخلیل» بھی علمائے کبار سے مکمل ہوا۔تب بعد ادائے حج فقیر اخیر ذی الحجہ مدینہ منورہ کو روانہ ہوا۔فقیر جب مکہ معظّمہ میں واپس آیا تو حضرت مولانا پایۂ حرمین شریفین سے دریافت ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب نے ایک فتویٰ امتناع کذب باری تعالیٰ بھیجا ہے۔جس کے اخیر میں درج ہے کہ حق تعالیٰ مغفرت کفار پر قادر ہے، اور یہ عقیدہ جمیع علمائے امت سعیدہ کا ہے الخ۔ہم نے اس پر تصدیق نہیں کی کہ اس دھوکے سے وہ اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں۔مگر سنا گیا ہے کہ مفتی صاحب حنفی مکہ معظّمہ سے ان کے بعض دوستوں نے اس فتویٰ پر کچھ لکھوا لیا ہے۔تب فقیر نے مفتی صاحب سے دریافت کیا تو انھوں نے یہ فتویٰ اور اپنی تصدیق دکھلائی۔بلفظہ (صفحہ:۳۱۶)

اس فتویٰ کو دیکھ کر فقیر نے مغفرت کفار کے امکان کے رد میں چند صفحوں کی تحریر مرتب کر کے حضرت مولانا پایۂ حرمین شریفین کی خدمت میں پیش کی۔جس پر انھوں نے یہ تقریظ لکھوائی۔قد أجاد فیما أفاد، فللّٰہ درہ۔(بیشک عمدہ بیان کیا ہے، جو فائدہ دیتا ہے۔اس کی خوبی خدا ہی جانتا ہے) محمد رحمت اللہ ۱۲۶۳ بلفظہ (صفحہ:۳۱۷)

مولوی رشید احمد صاحب کے استفتا اور اپنی تحریر کا جواب مفتی صاحب حنفی مکہ معظّمہ نے نہایت عمدہ اور بہت مفصل فرمایا ہے۔اور مولوی رشید احمد کے فتویٰ اور خیالات کی پوری پوری تردید فرمائی ہے۔طوالت کی وجہ سے اس کی نقل نہیں کی جاتی ہے۔ملاحظہ ہو کتاب تقدیس الوکیل عن تو ھین الرشید والخلیل کا صفحہ:۳۱۸،۳۱۹۔یہ بھی یادرہے کہ یہ کتاب موصوف الصدر ۱۳۱۴ھ المقدس میں طبع ہو کر شائع ہوئی۔جس کو اس وقت ۱۳۳۷ھ میں تئیس سال کا عرصہ

---

[1] آرندہ: لانے والا۔ [2] لطائف الحِیل: حیلے، بہانے۔

گزر چکا ہے۔ مولوی خلیل احمد صاحب نے خود یا کسی دیگر دیوبندی صاحب کی طرف سے ایک حرف بھی اس کے خلاف لکھا نہیں گیا جس سے ثابت ہے کہ یہ کتاب واقعی حرف بہ حرف صحیح اور راست ہے اور آپ کا رسالہ التصدیقات کلهم بے اعتبار، مجروح، مرجوح، فرضی، مشکوک اور جعلی ہے اور نا قابلِ التفات اہل سنت و جماعت ہے۔ آگے چلیے۔

(۳۱) اسی رسالہ (التصدیقات) کے صفحہ: ۳۵، چوبیسویں سوال کے جواب میں جو عقیدہ لکھا گیا ہے اس کے خلاف آپ کے امام الطائفہ کے رسالہ یک روزی کے صفحہ: ۱۴۵ میں حق تعالیٰ کے کلام پاک میں وقوعِ کذب ممکن لکھا ہوا موجود ہے۔ نیز خود مؤلف رسالہ کی کتاب براہین قاطعہ کے صفحہ: ۳ میں موجود ہے۔ یہ بھی دھوکا ہے۔

(۳۲) اسی رسالہ کے صفحہ: ۳۶، پچیسویں سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ « کیا تم نے اپنی کسی تصنیف میں اشاعرہ کی طرف امکان کذب منسوب کیا ہے؟ » اس میں سوالات نمبر: ۲۳، ۲۴، امکان کذب باری تعالیٰ کو خود قبول کیا ہے اور یوں تحریر کیا ہے۔ وھو ھذا:

ہم یوں کہتے ہیں کہ ان جیسے (ظلم و کذب وغیرہ) افعال یقیناً قدرت میں داخل ہیں۔ البتہ اہل سنت و جماعت اشاعرہ ماتریدیہ سب کے نزدیک ان کا وقوع جائز نہیں۔ ماتریدیہ کے نزدیک نہ شرعاً جائز، نہ عقلاً۔ اور اشاعرہ کے نزدیک صرف شرعاً جائز نہیں۔ بلفظہ (صفحہ: ۳۶)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اہل سنت و جماعت ماتریدیہ (جس میں دیوبندی بھی اپنے آپ کو داخل کرتے ہیں) کے نزدیک امکان کذب کا مسئلہ نہ شرعاً جائز ہے، نہ عقلاً۔ لیکن اشاعرہ کے نزدیک صرف شرعاً جائز نہیں لیکن عقلاً جائز ہے۔ اس لیے عقل کو شریعت پر مقدم کر کے فتویٰ جواز کا دیا گیا۔ جو بالکل غلط اور دھوکا ہے۔

(۳۳) اسی رسالہ کے صفحہ: ۴۲، چھبیسویں سوال کے جواب میں خود مان لیا کہ قادیانی مدعی مسیحیت اور نبوت کو ہم پہلے مرد صالح جانتے تھے، اور جانتے رہے ہیں۔ باوجود یہ کہ علمائے پنجاب بالخصوص مولوی محمد مرحوم لودھیانوی (جو آپ کے جد فاسد ماجد ہیں) نے مولوی رشید احمد صاحب کو بہت سمجھایا۔ مگر وہ قادیانی کو مرد صالح ہی کہتے رہے۔ یہ تحریر ان کی چھپی ہوئی موجود ہے اور حضرت پایۂ حرمین شریفین مولانا محمد رحمت اللہ علیہ الرحمہ مہاجر مکی نے بھی اپنی تقریظ میں جو درج ہو چکی ہے، مولوی رشید احمد صاحب اور قادیانی کے اتفاق باہمی کا حال لکھا ہے۔ لیکن جب سب اطراف سے اور عرب و عجم سے قادیانی کی تکفیر ہوئی، تب آپ کو بھی کچھ تاثیر ہوئی۔ یہ بھی دھوکا ہے۔

(۳۴) اسی رسالہ پر علمائے مکہ معظّمہ میں سے کسی حنفی مفتی صاحب کی تصدیق ثبت نہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ بتلایئے، بتلانا کیا ہے۔ نرا دھوکا ہے۔

(۳۵) اسی رسالہ کے صفحہ: ۲۶ میں خود اقبال[1] کیا ہے کہ دو علمائے مالکی مکہ معظّمہ نے اپنی تحریر و تقریظ بہانہ کر کے واپس لے لی

---

[1] اقبال: اقرار، اعتراف۔

اور پھر نہ دی۔ یہ مخالفین کی سعی تھی وغیرہ۔ دراں حال یہ کہ انھوں نے اپنی تحریریں ان سے دھوکا سمجھ کر واپس لے لیں۔ پھر بھی ان کی نقلیں رکھ کر اپنے رسالہ میں چھاپ دیں۔ بس یہ نہایت معقول دلیل اس رسالہ کی دھوکا دہی اور علماے مکہ معظّمہ کی ناپسندیدگی کی ہے۔ اور اسی واسطے کسی اور مفتی یا عالم مکہ معظّمہ نے اپنے دستخط نہیں کیے۔ دھوکا۔

(۳۶) اور دیکھو کہ اس رسالہ پر حضرت شیخ المشائخ شیخ الدلائل مولانا شاہ عبدالحق صاحب مہاجر مکی کے دستخط یا تقریظ بھی ثبت نہیں ہے، جو ہونی ضروری تھی۔ اس سے بھی ان کا دھوکا ظاہر ہے اور رسالہ مذکور فرضی اور جعلی ہے۔

(۳۷) اس رسالہ پر حضرات علماے مدرسہ صولتیہ مکہ معظّمہ کے بھی دستخط ثبت نہیں، جو دیوبندیوں کے پورے واقف ہیں اور گھر کے بھیدی ہیں۔ پس رسالہ فرضی اور جعلی ہے۔ اور دھوکا۔

(۳۸) اور دیکھیے اس رسالہ پر علما و حضرات مفتیان ہر چہار مذاہب حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کے بھی دستخط یا مواہیر تصدیقی ثبت نہیں، جو نہایت ضروری تھے۔ اس لیے کامل طور اور یقیناً ثابت ہے کہ یہ رسالہ جعلی اور نرا دھوکا ہے۔

(۳۹) وہ استفتا اور فتویٰ مولوی رشید احمد صاحب نے جو ۱۳۰۷ھ کو بہ مقام مکہ معظّمہ بھیج کر مرتب کروایا تھا، جو اس رسالہ میں درج ہے۔ (جب کہ مولانا مولوی غلام دستگیر علیہ الرحمہ مناظرہ ریاست بہاول پور والے کاغذات لے کر وہاں تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ اس پر بھی مفتیان ہر چہار مذاہب کی تصدیق نہیں اور نہ حضرت مولانا پایۂ حرمین شریفین مولوی محمد رحمت اللہ مہاجر مکی، اور نہ حضرت شیخ المشائخ شیخ الدلائل مولانا شاہ محمد عبدالحق علیہ الرحمہ مہاجر، اور نہ حضرت شاہ امداد اللہ علیہ الرحمہ (جو تمام دیوبندیوں کے پیر و مرشد ہیں) کے دستخط یا مواہیر ہیں۔ جو تینوں حضرات اعلیٰ پایہ کے بزرگ تھے۔ جن کے دستخط ہونے نہایت ضروری تھے۔ جس سے اس فرضی رسالہ کی تصدیق ہو جاتی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ حضرات ان دیوبندیوں کے دھوکوں اور عقائد سے پورے پورے واقف تھے۔ اس لیے ان سے دستخط نہیں کرائے یا انھوں نے دستخط نہیں کیے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ رسالہ التصدیقات محض فرضی اور جعلی اور ردی ہے، اور نرا اور کورا[۱] دھوکا ہے۔

(۴۰) اسی رسالہ کے صفحہ: ۶۸ سے ۷۲ تک سید احمد برزنجی کے رسالہ کا خلاصہ درج ہے۔ مگر لازم یہ تھا کہ اس رسالہ کی پوری نقل بلا کم و کاست اپنے اس رسالہ کے ساتھ ضم کر دی جاتی۔ تا کہ ہر شخص اس رسالہ کو پڑھ کر اپنی رائے قائم کر سکتا۔ کیوں کہ وہ اصل رسالہ یہاں ہندوستان میں حلفیہ موجود نہیں ہے۔ اور نہ اس رسالہ کا کوئی نام لکھا ہے اور نہ عرب یا مصر میں طبع ہوا ہے۔ تو اب سچ اور جھوٹ میں تمیز کیسے ہو سکتی ہے؟ اور اس خلاصہ مندرجہ کی تصدیق کیوں کر کی جا سکتی ہے؟ اور میں کہتا ہوں کہ دراصل وہ کوئی رسالہ ہے بھی یا نہیں؟ جس کا خلاصہ درج کیا گیا۔ اس کا ثبوت کیا ہے کہ واقعی کوئی سید احمد برزنجی صاحب کا رسالہ لکھا ہوا ہے؟ اگر مان بھی لیا جائے کہ کوئی رسالہ ہے جس کا خلاصہ اپنے رسالہ میں درج کیا ہے تا ہم مختصر خلاصہ سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ سید احمد برزنجی نے مسئلہ کذب باری تعالیٰ میں سخت ممانعت کر کے فرمایا ہے۔ وھو ھذا:

میں کہتا ہوں کہ سب علما کو مناسب ہے کہ ان باریک مسائل اور ان کے دقیق احکام میں خوض[۲] نہ کیا کریں۔ جن کو

---

[۱] کورا: خالص، بالکل۔ [۲] خوض: سوچ، فکر۔

عوام تو کیا سمجھیں گے، بڑے بڑے علما میں سے بھی بہ جز ایک دو اخص الخواص عالم کے دوسرے عالم بھی نہیں سمجھ سکتے الخ۔ بلفظہ (صفحہ ۱۷)

اس تحریر میں مولانا سید احمد برزنجی صاحب نے اپنی ناراضگی ظاہر فرمائی ہے اور مولوی خلیل احمد صاحب کو عالموں میں شمار بھی نہیں کیا اور نہ اس مسئلہ کو پسند فرمایا۔ پس اگر وہ پورا رسالہ موجود ہوتا تو معلوم ہو جاتا کہ اسی طرح اور کہاں کہاں ناراضگی ظاہر فرمائی ہے۔ صاف دھوکا۔

(۴۱) اسی رسالہ کے صفحہ: ۲۷ پر علمائے مدینہ منورہ کے بھی دستخط ہیں، جو تعداد میں تیئیس ہیں۔ اور جو مولانا سید احمد برزنجی کے رسالہ پر سے اتارے گئے ہیں، جنھوں نے اس رسالہ (التصدیقات) کو دیکھا تک بھی نہیں اور یہ بھی دھوکا دیا گیا ہے اور اس پر طرفہ[1] یہ ہے کہ کسی مفتی صاحب مدینہ منورہ کے بھی اس پر دستخط نہیں۔ الٰہی! توبہ۔

(۴۲) اسی رسالہ کے صفحات: ۷۴، ۷۵، ۷۶ پر نقل تقریظ جو مولانا سید احمد برزنجی صاحب کے رسالہ سے لی گئی ہے اور جو جناب شیخ احمد بن محمد شنقیطی مالکی نے لکھا ہے، اس میں اس رسالہ پر جرح قدح کی ہے۔ بالخصوص محفل میلاد شریف اور کنھیا کے جنم کی تشبیہ پر سخت ناراضگی ظاہر فرمائی ہے۔ جب کہ خود اسی رسالہ میں ایسے الفاظ مخالفت اور ناراضگی کے پائے جاتے ہیں۔ تو یقین کامل ہے کہ اصل رسالہ میں سخت مخالفت ہوگی۔ اسی واسطے اس کی نقل سالم شامل نہیں کی، جو کامل طور پر دھوکا ہے۔

(۴۳) اسی رسالہ کے صفحہ: ۷۸، ۷۹ پر نقل تقریظ مولانا ابو الخیر معروف بہ ابن عابد خلف علامہ احمد بن عبد الغنی بن عمر بن عابدین حسینی نقش بندی دمشقی کی (وہ نواسہ ہیں ابن عابدین صاحب فتاویٰ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے) درج ہے مگر تعجب ہے کہ ان کو ان کے حضرت نانا صاحب علیہ الرحمہ کی کتاب ردالمحتار شامی نہیں ملی جس میں وہ نجدیوں کا حال درج کرنے والے اولین میں سے ہیں۔ اور انھوں نے مسئلہ امکان کذب و خلف وعید لکھ کر تردید فرمائی ہے۔ یہ تقریظ بھی فرضی ہے اور دھوکا ہے۔

(۴۴) کتاب حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر و المین مؤلفہ اعلیٰ حضرت فاضل ابن فاضل، مجدد مأتہ حاضرہ مولانا محمد احمد رضا خاں صاحب بریلوی مدظلہم العالی اور مصدقہ علمائے کرام و مفتیانِ عظام حرمین شریفین زاد ھما اللہ شرفاً و تعظیماً جس میں مرزا قادیانی اور مولوی رشید احمد و مولوی خلیل احمد و مولوی اشرف علی وغیرہ کی تکفیر غیر نکیر کا حکم علما و مفتیان حرمین شریفین نے صادر فرمایا ہے، انھیں علما و مفتیان حرمین شریفین کے اس رسالہ پر بھی دستخط ہونے چاہیے تھے۔ بلکہ ان کی تقاریظ میں یہ تحریر ہونا چاہیے تھا کہ پہلے جو ہم دیوبندیوں کی تکفیر کتاب حسام الحرمین میں لکھ چکے ہیں، وہ صحیح نہیں۔ اس کا ذکر تک بھی اس رسالہ التصدیقات میں نہیں۔ اس لیے بھی یہ رسالہ غیر معتبر اور فرضی ہے اور دھوکا ہے۔

(۴۵) اس رسالہ میں صرف دیوبندی علما کے دستخط ہیں۔ جن کے زعم میں ہے کہ یہ عقائد مندرجہ فہرست مشتہرہ خاکسار اور کتاب حسام الحرمین و کتاب تقدیس الو کیل عن توھین الرشید و الخلیل اہل سنت و جماعت کے ہیں۔ مگر

---

[1] طرفہ یہ ہے: انوکھی بات یہ ہے، حیرت یہ ہے۔

افسوس کسی عالم فردِ واحد خالص سنی حنفی یا مقلدین ائمہ اربعہ مالکی، شافعی، حنبلی جو پاک اہل سنت و جماعت، ہندوستان، پنجاب، بنگال، کلکتہ، بمبئی، بریلی، بدایوں، دہلی وغیرہ کے ہیں۔ دستخط یا مہر یا تقریظ ثبت نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ عقائد مندرجہ بالا خاص وہابیہ، نجدیہ اور وہابیہ دیوبندیہ کے ہی ہیں۔ جو نرا دھوکا ہے۔

(۴۶) یہ رسالہ (التصدیقات) رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ مؤلفہ حضرت حاجی شاہ امداد اللہ علیہ الرحمہ جو تمام دیوبندیوں کے شیخ اور پیرومرشد ہیں، کے بالکل مخالف ہے۔ اسی وجہ سے مولوی رشید احمد صاحب نے اپنے فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کے صفحہ: ۱۱۶ میں یہ لکھ دیا ہے کہ رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ حاجی صاحب علیہ الرحمہ کا لکھا ہوا ہی نہیں ہے، کسی اور کا ہے۔ دوسری طرف مولوی اشرف علی دیوبندی اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ یہ رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ میرا لکھا ہوا ہے (لیکن پھر بھی اس کے مخالف ہیں۔ منافقانہ) یہاں پر آپ کے دونوں بزرگ مولویوں نے اپنے مرشد پر بھی جھوٹ کا بہتان لگا دیا اور ذرہ بھر خدا کا خوف نہ کیا۔ اور مرید رشید بھی ویسے ہی رہے۔ اس پر کوئی تعجب نہیں ہونا چاہئے۔ کیوں کہ جو لوگ خداوند تعالیٰ اصدق الصادقین اور حضرت سید المرسلین ﷺ اور اپنے بزرگ قطب الاقطاب پیرومرشد علیہ الرحمہ پر بھی جھوٹ کی تہمت لگانے سے نہیں چوکتے، تو ان کے لیے ایسے ایسے فرضی اور جعلی اور جھوٹے رسالہ لکھ لینا کیا بڑی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے آمین۔ پس سمجھ لو کہ یہ نرا دھوکہ ہے۔

(۴۷) اس رسالہ کے ملاحظہ سے واضح ہوتا ہے کہ سوالات کے جوابات دیے گئے ہیں۔ وہ ایسے اضطراری اور اضطرابی و بے تابی، بے قیاسی و بدحواسی کی حالت میں دیے گئے ہیں کہ کسی میں اس عقیدۂ خود سے انکارِ محض کر دیا کہ ہماری کتابوں میں یہ بات درج ہی نہیں۔ بہتان ہے۔ اور اسی میں انکار کر کے پھر اقرار بھی کر لیا۔ اور کسی میں اقرار تو کیا مگر اس کی تاویلات رکیکہ[1] فرمائیں۔ عجب حالت ہے اور دھوکا۔

(۴۸) اس رسالہ کے دیکھنے سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اصل مسودہ تیار شدہ کہاں اور کس کے پاس ہے؟ جس سے اس رسالہ مذکور کا مقابلہ کیا جا سکے اور تصدیق تقاریظ و مواہیر دو شخصوں کی ہو سکے جو صداقت کے لیے ضروری ہے۔

(۴۹) کیا آپ اس رسالہ کے کاغذات اور اصل مسودہ تیار شدہ جس پر دستخط اور مواہیر ہیں، پیش کر سکتے ہیں؟ جن سے اس رسالہ کا مقابلہ کیا جائے۔ اور سچ اور جھوٹ اور جعل کا حال، اور بناوٹ کا حال معلوم ہو سکے۔ میرا خیال ہے، خیال ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ آپ ہرگز پیش نہیں کر سکیں گے۔ پس یہ رسالہ سراسر جعلی ہے۔

(۵۰) اب میں اس رسالہ کے نامعتبر اور فرضی اور جعلی ہونے اور اپنے وجوہات جرح وقدح وقرح کی تائید اور تصدیق میں کتاب تاریخ وہابیہ دیوبندیہ کو (جو مولوی منشی حاجی محمد لعل خان صاحب نے کلکتہ میں ۱۳۳۴ھ میں طبع کرا کر شائع کی ہے) پیش کرتا ہوں۔ وہ یہ فرماتے ہیں:

---

[1] تاویلاتِ رکیکہ: کم زور تاویلات۔

مسلمانو! اب دیوبندی صاحبان نے ایک بڑا مکر اور کیا ہے کہ عربی میں چھبیس سوال خود ہی لکھے اور خود ہی ان کے جواب دیے۔ ان جوابوں میں مکر وفریب اور خلاف واقعہ اظہارات کر کے سنی بنے کہ کسی طرح حرمین شریفین کی مہریں نصیب ہو جائیں۔ اگر یوں مہریں ہو بھی جاتیں تو کیا تعجب تھا؟ ایک آریہ اگر مسلمان بن کر دو چار باتیں اسلام سے لگتی کہہ کر علما سے سوال کرے، کیا وہ نہیں لکھ دیں گے کہ یہ مسلمان ہے۔ مگر اس سے اس کے عقائد تو نہ ڈھل جائیں گے، جو اس کی کتابوں میں لکھے ہیں اور جن پر وہ اب تک قائم ہے۔ اتنے برے کید[1] عظیم کے بعد بھی مہروں میں یہ کاروائیاں کیں۔

اول:- اپنے جرگہ[2] کے دیوبندی سے اس پر تقریظیں لکھوائیں اور ان کے ترجمے کیے۔ حسام الحرمین کے فتاویٰ کی صورت بنائیں۔

دوم:- مدینہ منورہ کے ایک عالم نے ان کے ساختہ اظہاروں پر بھی ایک رسالہ میں جا بجا ان کے رد لکھے۔ اس کے اول، آخر، اوسط سے کچھ سطریں لیں کہ ہماری تصدیق کی ہے۔

سوم:- بہت مہریں کہ ان مدنی صاحب کے رسالہ پر تھیں، جس میں ان دیوبندیوں کا رد ہے، وہ سب مہریں اپنے رسالہ پر اتار لیں کہ جاہل سمجھیں کہ یہ سب لوگ ان کی تصدیق کر رہے ہیں۔

چہارم:- اور بھی سخت تر ظلم یہ کہ مکہ معظّمہ کے دو مالکی المذہب عالموں کی تصدیق نقل کی اور خود ہی لکھا کہ اصل اس کی ہمارے پاس نہیں۔ ان عالموں نے ہمیں دھوکہ دے کر واپس لے لی اور پھر نہ دی۔ **اول** تو مسلمانو! یوں جو شخص چاہے ہزار عالموں کی مہریں چھاپ دے اور کہہ دے کہ اصل ہمارے پاس نہیں۔ ان عالموں نے مہریں کر کے ہم سے واپس لے لی ہیں۔ مان کر مکر گئے۔ **دوسرے** اگر یہ سچ بھی ہو تو جب ان عالموں نے رجوع کر لی اور تمہارے فریب پر مطلع ہو کر اپنی مہریں تم سے واپس لے لیں، اب تمہیں ان کے چھاپنے کا کیا اختیار رہا؟ مگر بے ایمانی کا کیا علاج؟

پنجم:- مکہ معظّمہ بھر میں فقط ایک عالم مکی نے تصدیق لکھی ہے۔ ان کا مہری خط آیا ہوا مجلس اہل سنت و جماعت میں موجود ہے کہ خلیل احمد غلط کہتا ہے، ہم اس کی تکفیر پر قائم ہیں جو ہم حسام الحرمین میں لکھ چکے ہیں۔ مسلمانو! دیکھا یہ ہے تمہارے نبی ﷺ کا ارشاد کہ «يكون في اٰخر الزمان دجالون كذابون»[3] اور فرمایا کہ دجالوں کذابوں سے دور بھاگو، انہیں اپنے سے دور کرو۔ «لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ» بلفظہ (صفحہ:۹۷، تاریخ وہابیہ دیوبندیہ)

لیجیے مفتی جی! آپ کے رسالہ التصدیقات کی چھان بین اچھی طرح ہو چکی۔ یعنی یہ پچاس جرح اور قدح اس رسالہ پر ایسی ہیں جو اس پر وارد ہو کر اس کو ہمیشہ کے لیے مردہ، بے جان ثابت کر کے ستیاناس اور ملیا میٹ کر رہی ہیں۔ ایک

---

[1] کید: مکر، فریب، دھوکا۔ [2] جرگہ: گروہ، جماعت۔

[3] ترجمہ: آخری زمانے میں جھوٹے دجال نکلیں گے۔ (صحيح مسلم مقدمه باب النهى عن الرواية الضعفاء والاحتياط فى تحملها، حديث:١٦)

دوزخم کاری[1] لگے ہوئے جاں بر[2] ہونے نہیں دیتے اور جس پر اتنے حربے[3] تیز لگیں، اس کا بچنا محال درمحال ہے۔ اور آپ کی مہند ایسی کند کی گئی ہے جو مردہ وہابی کے ناک پر بھی اثر نہ کر سکے۔ علاوہ ان کے پانچ دیگر زخم کتاب "تاریخ وہابیہ دیوبندیہ" سے لاحق ہو کر پچپن قروح[4] ہو گئے۔ کوئی بھی دیوبندی حکیم یا ان کا پیغمبران کو اندمال[5] نہیں کر سکتا۔ پس اب آپ اس رسالہ کو ہمیشہ کے لیے صفحۂ ہستی سے معدوم اور ناپید سمجھیں۔

اس رسالہ کے متعلق تفولاً ایک نکتہ بھی سن لیجیے۔ وہ یہ کہ اس رسالہ کو پیدا ہوتے ہی دو زرد رنگ کی چادریں پہنائی گئی ہیں۔ جس سے ہر ایک شخص اس رسالہ کو دیکھتے ہی اس نتیجہ پر پہنچ جائے اور اس کی زرد روئی سے ہی اندازہ کر لے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے سرخروئی رکھی ہی نہیں۔ دو چادروں سے مراد اس رسالہ کے ابتدائی اور آخری اوراق ہیں، جو قدرتاً زرد رنگ کے لگائے گئے ہیں۔

ہاں! آپ کی تہذیب اور گالیوں میں سے ایک یہ کہ اعلیٰ حضرت مولانا غلام دستگیر علیہ الرحمہ اور مولانا بالفضل والعلم اولٰینا مجدد مائتہ حاضرہ فاضل محمد احمد رضا خاں ابقاہم اللہ تعالیٰ کو مبتدعین میں سے لکھا ہے۔ اس صورت میں تمام اہل سنت و جماعت عرب وعجم کو مبتدعین بنایا ہے، جس میں تمام دیوبندیوں کے پیرومرشد حضرت حاجی شاہ امداد اللہ علیہ الرحمہ مہاجر مکی بھی داخل ہیں۔ جو تمام تم لوگوں سے سخت ناراض اور بیزار ہیں۔ مگر میں کہوں گا کہ جو لوگ آں حضرت ﷺ کو سب وشتم[6] کرنے سے باز نہیں آتے وہ ان کے غلاموں کو گالیاں دینے میں کیوں شرم کریں گے؟ ہرگز نہیں۔ اس لیے کہ ان کی شرم بازار میں نہیں بکتی، ان کے گھروں میں بٹتی ہے۔ اور یہ جو آپ نے اپنے علم غیب سے لکھا ہے کہ تم ان مبتدعین یعنی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور اعلیٰ حضرت فاضل قصوری کے مرید ہو۔ سو فوراً میرے منہ سے «لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ» نکل گیا۔ کیوں کہ میں ان حضرات کا مرید ہرگز نہیں۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ان دونوں بزرگوں کو نہایت اعلیٰ اور ارفع، حامی اہل سنت و جماعت جانتا ہوں اور مجدّدِ دین ماننے میں کوئی شک نہیں کرتا۔ جنھوں نے اپنی سعی بلیغ سے دنیا کے ناواقف لوگوں کو بددین وملحدین وزندیقین کے شر سے اور مکروفریب سے بچایا ہے۔ ان کے مراتب ومدارج اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو ہیں، ان کو ہمیشہ کے لیے قائم رکھے۔ اور جو خدا کے یہاں تشریف لے گئے ہیں ان کے مدارج اور مراتب بھی جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ ہوں۔ اور قیامت کے دن ہمارے لیے شفاعت کا ذریعہ ہوں۔ آمین ثم آمین۔ مگر آپ علم غیب یا غیب کی خبر دینے سے بہ قول خود کافر ہو گئے۔ ہاں! مجھے حضرت قبلہ وکعبہ قدوۃ العارفین وزبدۃ السالکین پیرودستگیر سید صادق علی شاہ نقش بندی مجددی حسینی رحمۃ اللہ علیہ ساکن مکان شریف رتڑ چھتڑ ضلع گورداس پور سے شرف بیعت حاصل ہے۔ الحمد لله على ذلك.

---

[1] کاری: مہلک، گہرا۔ [2] جاں بر: زندہ سلامت۔ جاں بر ہونا: محفوظ رہنا۔ [3] حربہ: حملہ، جھپٹا۔
[4] قرحہ: وہ زخم، جس میں پیپ پڑ گئی ہو۔ [5] اندمال: زخم بھرنا۔ [6] سبّ وشتم: گالی گلوچ۔

لیکن میں پوچھتا ہوں کہ آپ علم غیب بیان کر کے کافر ومشرک کیوں بنتے ہیں؟ آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ میں ان حضرات کا مرید ہوں؟ یا یہ کہ مرزا قادیانی کی طرح آپ کو بھی الہام ہوتا ہے؟ ہاں! ممکن ہے۔ کیوں کہ ادھر آپ کی نسبت ضرور ہے۔ مبارک ہو۔

[1] **ق**:- آپ کے خط کا جواب خاموشی پر رکھنا چاہتا تھا۔ مگر اس قدر کافی سمجھا گیا تا کہ آپ کی محنت وخرچ کا کچھ معاوضہ ہو جائے۔ (صفحہ:۱۴)

ع:- جواب کو خاموشی پر کیوں نہ رکھتے کیوں کہ خصم کے پاس ان کا جواب ہو تو دے۔ ان زائد باتوں سے کام نہیں نکل سکتا۔ اگر کسی سے کچھ پڑھا ہے تو جواب لکھیے! ان زائد باتوں کو چھوڑیئے۔

ق:- پہلے تو میں آپ کا خصم نہیں تھا اور نہ آپ کو جانتا تھا۔ اب آپ نے خود مجھے اپنا خصم [2] بنایا ہے، اب خلع کی درخواست کیوں ہوتی ہے۔ یہ جواب خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فضل سے ایسا لکھا گیا ہے جس کا جواب آپ کے لیے موت کا سامنا ہے۔ کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کے حبیب کا فضل اس خاکسار فضل احمد پر ہے۔ «ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ. وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ» [3]

ق:- اور خداوند کریم آپ کو صراط مستقیم اور حضرت ﷺ کی تعظیم کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ع:- نبی علیہ السلام کی تعظیم آپ کی اتباع میں ہے کہ «فَاتَّبِعُوْنِي» سے ظاہر ہے تو خداوند ذوالکرم ہمیں اور آپ کو جناب کا اتباع عنایت فرمائے۔ آمین۔

ق:- ہاں! آپ کے نزدیک اتباع آں حضرت ﷺ یہی ہے کہ آں حضرت ﷺ کے نام کے ساتھ صرف لفظ سلام ہو، اور صلوٰۃ درود شریف نہ ہو۔ اور «فَاتَّبِعُوْنِي» کے حکم کی تعمیل صرف اسی قدر کہ آں حضرت ﷺ کو لفظ جناب سے یاد کیا جائے اور کوئی درود سلام وصلوٰۃ اس کے ساتھ نہ ہو۔ اور آپ کے اتباع اور تعظیم کا طریق یہی ہے کہ آں حضرت ﷺ کو بیل اور گدھے سے تشبیہ دی جائے اور اس کو حق کہا جائے۔ نعوذ باللہ منہا. آپ کی تعظیم اور اتباع یہی ہے کہ اپنی بیوی کو طلاق ثلاثہ دی جائے اور پھر بدون حلالہ کے نکاح کر لیا جائے۔ آپ کی اتباع یہی ہے کہ چوری بھی کی جائے۔ آپ

---

[1] وضاحت: حضرت مصنف کے خط کا جواب اور پھر جواب الجواب کا سلسلہ ق، ع، ق سے چل رہا تھا۔ اسی درمیان مصنف "التصدیقات لدفع التلبیسات" کے آپریشن میں مصروف ہو گئے، جو کتاب مولوی خلیل احمد کی جانب منسوب ہے اور جس پر علماے حرمین شریفین کی بھی فرضی تصدیق پیش کی گئی ہے۔ اب آگے پھر اسی جواب اور جواب الجواب کا سلسلہ ق، ع، ق سے ملاحظہ ہو۔

[2] خصم جیسے خاوند، شوہر، لغات فیروزی۔ ۱۲ منہ

[3] ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ (کنز الایمان) پارہ:۲۸، سورہ الجمعہ:۶۲، آیت:۴

کی اتباع اور تعظیم رسول کریم ﷺ یہی ہے کہ جو میری فہرست عقائد وہابیہ دیوبندیہ میں درج ہے، آپ «يَقُوْلُوْنَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ»[1] کے مصداق ہیں، ایسی اتباع آپ کو ہی مبارک ہو۔ آمین۔

خاکسار احقر فضل احمد عفا اللہ عنہ حنفی نقشبندی

ع:- حنفی رسول علیہ السلام کو عالم بالغیب نہیں جانتے اور نہ ختم وغیرہ بدعات کے قائل ہیں۔ بلکہ وہ اس شخص کو کافر جانتے ہیں جو نبی علیہ السلام کو عالم بالغیب جانے۔ آپ بتلائیں! جب آپ نبی علیہ السلام کو عالم بالغیب جانتے ہیں، تو کیوں کر آپ کو حنفی جانا جائے؟ الخ۔ کتبہ: محمد عبداللہ حنفی از یسی ریاست پٹالہ مورخہ ۵ شعبان ۱۳۳۵ھ

ق:- واقعی میں سنی حنفی ہوں اور مشرباً نقش بندی مجددی ہوں۔ چاروں مذاہب کے مقلدین حضور سرور عالم ﷺ کو عالم بالغیب بہ علم خداداد سمجھتے ہیں، جس کو میں پورے طور پر ثابت کر چکا ہوں۔ بلکہ جو شخص حضور سرور عالم ﷺ کو عالم بالغیب نہ جانے اور تمسخر[2] استہزا کرے وہ منافق اور کافر ہے۔ یہ سب کچھ آیات واحادیث اور تفاسیر وکتب معتبرات سے ثابت کر چکا ہوں۔ اربعہ مذاہب کے مقلدین تو اس کے قائل ہیں اور اس پر اپنا ایمان رکھتے ہیں اور یہی سنی حنفی ہیں اور جو اس کے منکر ہیں وہ یا تو نرے نجدی غیر مقلد ہیں۔ یا وہ آپ جیسے وہابی حنفی دیوبندی ہیں۔ جن کے عقائد میری فہرست شائع شدہ یا وہ اس کتاب میں ہیں جن کی تردید کما حقہ کی گئی ہے۔ اور یہ جو آپ لکھتے ہیں کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا دکھلائیں تو، آں حضرت ﷺ کو عالم بالغیب جانتے تھے اور فاتحہ خوانی مروجہ وختم کے قائل تھے الخ میں کہتا ہوں کہ میں سب کچھ لکھ چکا ہوں اور آپ کا فرض ہے کہ آپ دکھلا دیں کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آں حضرت ﷺ کے علم غیب کا اور ختم مروجہ کا اور مولود شریف کا کہاں انکار کیا ہے؟ اور کہاں آپ نے ان کے انکار کا ذکر کیا ہے؟ یا ان کا لکھا ہوا دکھلایا جائے۔ اس لیے میں سنی حنفی ہوں۔ اور آپ لوگ ظاہر میں وہابی حنفی ہیں، ورنہ دراصل غیر مقلد وہابی۔ اور نقش بندی بھی میں خدا کے فضل سے ہوں۔ اور مولود شریف کا کرنا اور ختم اور فاتحہ خوانی وغیرہ سوم، دہم، چہلم وسالیانہ وغیرہ نذر ونیاز حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات اور دیگر کتب معتبرات سے ثابت کر چکا ہوں۔ میری اس کتاب کو پڑھ کر سنی حنفی بنیے۔

اچھا مفتی جی! میں آپ سے صرف ایک بات اخیر پر اور پوچھنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ آپ کو مفتی کی سند کہاں سے ملی ہے؟ اور لوگوں پر فتویٰ جاری کرنے کا اختیار کہاں سے حاصل ہوا؟ اور اپنے پر فتویٰ نہ لگانا کس کے حکم سے ہے؟ اور اتباع رسول کریم ﷺ کا دعویٰ کرنا اور دوسرے مسلمانوں کو کافر اور مشرک کہنا کس طرح جائز ہوا؟ وہ بات جو میں پوچھنا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے: نہایت معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے اپنی بیوی کو بلاقصور طلاق ثلاثہ دے کر پھر رجوع کر

[1] ترجمہ: اپنے منہ سے کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں۔ (کنز الایمان) پارہ: ٤، آلِ عمران: ٣، آیت: ١٦٧

[2] تمسخر: ہنسی مذاق۔ استہزا کا بھی یہی معنیٰ ہے۔

کے بلا حلالہ اس کے ساتھ نکاح کرلیا۔ کیا آپ اسی قسم کے مفتی ہیں؟ اور پہلے اس سے جرم چوری نقب زنی دفعہ ۴۵۴؍ تعزیرات ہند میں چھ ماہ کی قید کے سزایاب ہوئے اور تین ماہ قید بھگت کر اپیل عدالت ہائی کورٹ سے رہا ہوئے۔ کیا جو شخص چوری میں سزایاب ہو، وہ بھی مفتی بنائے جانے یا بننے کے قابل ہوتا ہے؟ مجھے ان باتوں کے لکھنے کی ضرورت نہ تھی لیکن چوں کہ آپ نے میری نسبت بہت بہت سخت الفاظ گالیاں استعمال کی ہیں، اس لیے مجبوراً یہ حال لکھنا پڑا۔ مجھے اس سے کچھ غرض نہیں کہ آپ اس جرم میں سزایاب ہوئے، جس میں شرعی سزا قطع ید ہے۔ اس سے میں درگزر کر کے یہ کہتا ہوں کہ جو آپ نے اپنی بیوی کو طلاق ثلاثہ دے کر پھر بغیر حلالہ کے اس کے ساتھ نکاح کرلیا اس سے تو آپ مسلمانوں سے ہی نکل گئے۔ پھر مسلمانوں کے مفتی کیسے؟ ہاں دیوبندی مسلمانوں کے مفتی۔ یہاں پر میں آپ کے جد فاسد مولوی محمد مرحوم لودھیانوی کا لکھا ہوا فتویٰ درج کرتا ہوں اور پھر اس کو ختم کرتا ہوں۔ وہ یوں ہے:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین کہ جو شخص مطلقہ ثلاثہ کو بدون حلالہ کرنے کے واسطے شوہر اول کے جواز نکاح کا فتویٰ دے، ایسے شخص کو مسجد سے نکال دینے کا حکم ہے؟

الجواب: (۱) مطلقہ مذکورہ کو بدون حلالہ کے درست کہنے والے کو شرعاً کافر قرار دینا بعید نہیں۔

(۲) اور شاہ ولی اللہ صاحب نے عقد الجید میں لکھا ہے کہ مطلقہ ثلاثہ کو بدون حلالہ کے درست رکھنے والے عالم کو روسیاہ کر کے نکال دینا لازم ہے۔

پہلی سطر کی عبارت صفحہ:۵، سطر:۶ میں اور دوسری عبارت صفحہ:۴، سطر:۲۰ پر درج ہے۔ دیکھو رسالہ انتظام المساجد بإخراج أهل الفتن والمكاسد والمفاسد مطبوعہ: جعفری پریس، لاہور۔ مصنفہ: مولوی محمد لودھیانوی۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ فقیر فضل احمد عفا اللہ عنہ سنی، حنفی، نقش بندی، مجددی، صادقی، پنشنر کورٹ انسپکٹر پولیس لودھیانہ پنجاب مورخہ: ۱۵؍ذی قعدہ ۱۳۳۷ ہجری المقدس۔

باب بست ویکم

مولوی اکبر حسین صاحب واعظ ساڈھوروی کی علمیت اور تقویٰ وطہارت دینی اور ترقی قومی کی کیفیت

قوله: نقل مطالبات مولوی اکبر حسین صاحب ساڈھوروی مورخہ ۱۹؍رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

بخدمت جناب مولوی عبدالحمید صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ مفتی لودھیانہ۔

السلام علیکم! بہ موقع عید الضحیٰ ۱۳۳۴ھ ایک اشتہار بہ عنوان "مختصر فہرست عقائد وہابیہ اسماعیلیہ دیوبندیہ مخالف اہل سنت وجماعت" جس کے نیچے "راقم آثم فضل احمد عفا اللہ عنہ" تحریر ہے اور "المشتہر" مفتی شہر لودھیانہ محلہ جدید لکھا ہے۔ اور اس سے نیچے عبارت تحقیق وتصدیق آپ کی طرف سے یہ رقم ہے کہ: بندہ نے عبارات مندرجہ بالا کو تحقیق کیا۔ واقعی ایسا ہی پایا۔ بلاشبہ ایسے عقیدہ والوں سے از حد نفرت اور ان کی امامت سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ہماری نماز ان کے پیچھے نہیں ہوتی۔ بہ قلم خود عبدالحمید مفتی لدھیانہ۔

آپ کی طرف سے مشتہر ہوا اور علمی طور پر بھی آپ نے صرف قیام میلاد نہ کرنے والوں کے پیچھے نماز ناجائز ہونے کا حکم صادر فرمایا۔ الخ۔ (صفحہ: ۴۲، سطر: اول)

اقول: واعظ ساڈھوروی صاحب! میں خود ان باتوں کا جواب لکھ رہا ہوں۔ اور میرا ہی حق ہے کہ جواب دوں۔ مولانا عبدالحمید صاحب مفتی شہر لودھیانہ کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں۔ اپنے مطالب کا جواب مجھ سے سنیے اور مولانا کی طرف سے سمجھیے:

یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ « آپ نے صرف قیام میلاد نہ کرنے والوں کے پیچھے نماز ناجائز ہونے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ » یہ آپ کا تجاہل عارفانہ[1] ہے۔ کون سی عبارت سے آپ نے اس فقرہ کو نکالا ہے؟ یا اپنی علمیت کا جوہر دکھلاتے ہیں؟ ان کی تصدیقی عبارت میں کوئی ایسا ایک لفظ بھی موجود نہیں۔ یہ آپ کی ذہانت پر افسوس ہے کہ آپ دو سطر اردو کی عبارت کے سمجھنے کی بھی لیاقت نہیں رکھتے۔ اور اپنے استاد کا ہی مقابلہ کرنے کو کھڑے ہو گئے۔ میری مختصر فہرست میں تئیس (۲۳) عقائد کفریہ درج ہیں۔ ان میں سے ایک عقیدہ مولود شریف کا بھی ہے۔ اس میں درج ہے کہ یہ وہابی لوگ قیام کو بدعت اور شرک کہتے ہیں چوں کہ یہ لوگ اجماع امت کے منکر ہیں، اس لیے ان کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوتی۔ وہ اہل سنت وجماعت

[1] تجاہل عارفانہ: جان بوجھ کر انجان بننا۔

سے خارج ہیں۔ چوں کہ بسم اللہ شریف کو لکھنے سے آپ اعراض[1] بھول گئے، اس لیے جھوٹ بولنا شروع کر دیا۔ چلیے! اپنے سوالات لیجیے: (شروع کرنے کے وقت آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی اس لیے کام ابتر[2] ہوا)

سوال(۱):-امام ربانی محبوب سبحانی مجدد الف ثانی سرہندی رحمہ اللہ کو آپ حنفی المذہب اور مجدد الف ثانی جانتے اور مانتے ہیں یا نہیں؟

جواب(۱):-ہاں! بے شک ہم حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کو مجدد الف ثانی اور مقلد امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مانتے ہیں۔

قوله: امام ربانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب نمبر: ۲۷۳ میں ارشاد فرماتے ہیں: سماع کو منع ہونے کا مبالغہ مولود کے منع ہونے کو بھی شامل ہے الخ۔ نمبر: ۵ تک۔ (صفحہ ۴۲، ۴۳)

اقول: اس کا مفصل جواب لکھا جا چکا ہے، وہاں دیکھیے۔ اسی مکتوب میں وہ فرماتے ہیں کہ "مانہ[3] ایں کار می کنیم، نہ انکار می کنیم" یہ مکتوب سماع کے بارے میں ہے۔ میرے جواب کو ٹھنڈے دل سے اور روشن چشم کو کوئی عینک عمدہ لگا کر دیکھیے۔ دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

سوال(۲):-مندرجہ بالا ہر دو مکتوب سے مجلس مولودخوانی اور قیام میلاد کا جواز ہے یا عدم جواز ہے؟ اور جواز ثابت ہے تو کون سے فقرہ سے؟

جواب(۲):-میں نے ہر دو مکتوب اور دیگر مکتوبات سے مولود شریف کا جواز نکال کر دکھلایا ہے، اس میں فقرے اور عبارات درج کر دی گئی ہیں۔ دوبارہ لکھنا طوالت لا حاصل ہے بلکہ میں نے اس میں ثابت کر دیا ہے کہ حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ سماع کو بھی جائز فرما رہے ہیں۔ ایک دو فقروں کو دیکھ کر غلط فہمی سے غلط نتیجہ نکالنا آپ کی علمیت پر دال ہے۔

سوال(۳):-قبر پر اذان کہنا حنفی المذہب میں کیا ہے؟

جواب(۳):-قبر پر اذان دینا بعد دفن کرنے کے حنفی المذہب میں بعض کے نزدیک سنت اور اکثر کے نزدیک مندوب ہے۔ دیکھو کتب ذیل:

(۱) رد المحتار (شامی)، جلد اول، صفحہ: ۲۵۸

(۲) إيذان الأجر في أذان القبر - کل

(۳) قمر الأذان، صفحہ: ۳۳۔ حاشیہ

(۴) وجيز الصراط في مسائل الصدقات والاسقاط، صفحہ: ۳۳

---

[1] اعراض: منہ پھیرنا، روگردانی کرنا۔

[2] ابتر ہونا: بگڑنا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "كل أمر ذي بال لا يبدأ فيه ببسم الله الرحمٰن الرّحيم أقطع." (جامع الأحاديث للسيوطي، حديث: ۱۵۵۸٤)

[3] ترجمہ: ہم نہ یہ کام کرتے ہیں اور نہ اس سے منع کرتے ہیں۔

⑤ تاریخ وہابیہ دیوبندیہ، صفحہ: ۶۸

⑥ سیف الجبار، صفحہ: ۵۴

⑦ در مکنون فی دعاء الطاعون، صفحہ: ۳۰

⑧ فتاوئے علمائے کراچی۔کل

سوال (۴):- جنازہ لے جانے کے وقت اگلی طرف میت کا سر ہونا چاہیے، یا پاؤں؟ حنفی مذہب میں مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب (۴):- میت کا سر اگلی طرف ہونا چاہیے (اس سوال میں وہابیوں کا افترا[1] ہے)

سوال (۵):- مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی جو آپ کے استاد مولانا شاہ دین صاحب مرحوم کے پیر اور استاد بھی، جن سے آپ نے سند حاصل کی ہے، حنفی المذہب عالم تھے یا وہابی؟

جواب (۵):- مولوی رشید احمد صاحب وہابی حنفی تھے۔اور مولوی شاہ دین صاحب سنی حنفی تھے۔افسوس ہے آپ نے میرے اشتہار کو بہ غور نہیں پڑھا۔ میں نے اس میں ابتداہی سے صاف کر دیا ہے کہ وہابی دو قسم کے ہیں۔ایک غیر مقلد وہابی، اور دوسرے مقلد وہابی جیسے مولوی رشید احمد۔لیکن عقائد میں سوائے تقلید کے دونوں متفق ہیں۔

سوال (۶):- آپ کی تحقیق کے بہ موجب مولانا اشرف علی صاحب، مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی، مولانا محمد صاحب و مولانا عبداللہ صاحب و مولانا عبدالعزیز صاحب لودھیانوی سے کون کون صاحب حنفی المذہب ہیں؟ اور کون کون وہابی؟ کیوں کہ یہ صاحبان قیام میلاد اور مجلس میلاد کو منع فرماتے ہیں۔

جواب (۶):- یہ آپ کی لیاقت ہے کہ صیغہ ماضی اور حال سے بھی واقفیت نہیں۔مولوی صاحبان لودھیانوی مدت سے وفات پا چکے ہوئے ہیں۔مگر ان کو آپ بہ صیغۂ حال تحریر کرتے ہیں کہ کون کون صاحب حنفی المذہب ہیں اور وہ قیام میلاد اور مجلس میلاد کو منع فرماتے ہیں؟ مختصر اور مکمل جواب یہ ہے کہ جو لوگ میری فہرست کے مطابق اعتقاد رکھتے ہیں وہ وہابی ہیں۔مولوی اشرف علی صاحب پہلے مولود شریف کیا کرتے تھے۔انھوں نے اپنے فتویٰ میں مولوی رشید احمد صاحب کو بوجہ تشبیہ دینے مولود شریف کو کنھیا کے جنم سے نا قابل امامت اور بیعت لکھا ہے۔فتویٰ ان کا مولود شریف کے باب میں درج ہو چکا ہے۔وہاں دیکھ لیجیے۔اور یہ بھی لکھنا غلط ہے کہ مولوی صاحبان لودھیانہ کے مجلس میلاد کو منع کرتے ہیں۔کیوں کہ مولوی محمد لودھیانوی جو سب سے زیادہ عالم اور صاحب تصانیف ہیں، اپنی کتاب فیوضات سید احمد مکی میں مولود کے منکر کو وہابی لکھتے ہیں۔جو باب بست و دوم وہابیوں کے تاریخی حالات میں درج ہوگا۔اور باب اول میں مولوی اسماعیل دہلوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کو اعلیٰ درجہ کے غیر مقلد لکھ چکے ہیں۔اور جابہ جا مولوی رشید احمد کی مخالفت کی ہے۔

[1] اِفترا: تہمت، جھوٹا الزام۔

اس لیے وہابیوں میں نہیں ہیں۔

سوال(۷):-آپ نے اشتہار میں وہابیہ دیوبندیہ کا اشارہ کن لوگوں کی طرف کیا ہے؟

جواب(۷):- دیوبندیہ وہابیہ وہی لوگ ہیں جن کے عقائد میری فہرست میں درج اور اس کتاب میں مفصل لکھے گئے ہیں۔ ایسے لوگ خواہ دیوبند کے رہنے والے اور وہاں کے تعلیم یافتہ ہوں یا انبالہ اور ساڈھورہ کے رہنے والے ہوں۔ اور جن کے وہ عقائد نہ ہوں خواہ وہ خاص دیوبند کے رہنے والے اور دیوبند کے تعلیم یافتہ ہوں، وہ اہل سنت و جماعت ہیں، وہابی نہیں۔

سوال(۸):-آپ کے فتوے کا اثر کہ قیام نہ کرنے والے کے پیچھے نماز جائز نہیں، حضرت امام ربانی اور مجدد الف ثانی پر بھی پہنچتا ہے یا نہیں؟ کیوں کہ امام ربانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجلس مولود ہی کو منع فرمار ہے ہیں۔ قیام کا تو کیا ذکر؟

جواب(۸):-حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ پر اس کا کیا اثر ہے، آپ تو سماع کو بھی جائز فرمار ہے ہیں تو مولود شریف اور قیام کا انکار کہاں؟ آپ کی سمجھ کا قصور ہے۔ اس کتاب کو پڑھیے۔

سوال(۹):- جو شخص سنت و جماعت ہو کر اہل روافض کی مجالس مرثیہ خوانی بہ موقع ایام عاشورہ شریک ہوتا رہے اور اپنے بچوں کے گلوں میں الٹے پہنائے اور ان کو پینکھ بنادے۔ اس سے بھی از حد نفرت چاہیے یا نہیں؟ اور یہ امور کیسے ہیں؟

جواب(۹):- میں اس سوال غیر متعلق کے جواب دینے کا پابند نہیں۔ ہاں! آپ اپنی حالت پر فتویٰ طلب کرتے ہیں، تو مضائقہ نہیں۔ سو یہ امور مستفسرہ اچھے نہیں۔ لیکن جو شخص سنیوں میں سنی اور شیعوں میں شیعہ بنے جیسے کہ آپ کا ساڈھورہ میں معمول ہے، یہ نہایت ہی برا بلکہ ایسا شخص منافق ہے۔ جس کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ[1]» اور امور مندرجہ بالا کا مرتکب وہابیوں سے کئی درجہ اچھا ہے۔ اور لفظ پینکھ جو آپ نے لکھا ہے غلط ہے۔ صحیح پیک بہ معنی قاصد ہے۔ اور پینکھ ہندی زبان میں جانور کو کہتے ہیں۔ اپنی علمیت کا لحاظ رکھیے۔

سوال(۱۰):-میلاد، وعظ، درس، درود خوانی کی ہر مجلس میں ہی روح نبی ﷺ تشریف لاتی ہے یا کسی میں نہیں بھی آتی؟ اور قیام کیوں نہیں ہوتا؟

جواب(۱۰):- یہ سوال آپ کا وہابیانہ علمیت سے تعلق رکھتا ہے۔ سنیے:

اول یہ قیام تعظیمی وقت ولادت باسعادت آں حضرت ﷺ کا خاص ہے، عام نہیں۔ یہ قیام اتباعی نقل ہے ان فرشتوں کی جو وقت ظہور و پیدائش آں سرور عالم ﷺ کے صف باندھے ہوئے تعظیم کے لیے کھڑے تھے۔

خاص امر کو عام سمجھ لینا یہ آپ لوگوں کی علمی معلومات سے ہے۔ دیکھو پانی کو کھڑے ہو کر پینا شریعت میں مکروہ لکھا ہے۔ لیکن آب زمزم اور وضو سے بچے ہوئے پانی کو کھڑے ہو کر پینا سنت ہے۔ اور عمامہ کھڑے ہو کر باندھنا سنت ہے

[1] ترجمہ: بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں۔ (کنز الایمان) پارہ: ۵، النساء: ٤، آیت: ١٤٥.

لیکن مسجد میں بیٹھ کر ہی باندھنے کا حکم ہے۔ اور اذان کو جب سنے کھڑا ہونا چاہیے۔ اور جب روضہ مطہرہ کی زیارت کو حاضر ہو تو دست بستہ کھڑا رہے۔ اور یہ بھی کہ جب کوئی اپنا بزرگ یا پیشوا مجلس میں کھڑا ہو جائے تو سب کو کھڑے ہو جانا طریق سنت ہے۔ پانچواں یہ کہ جب مجلس سماع میں (جو وہابیوں کے نزدیک گناہ کبیرہ ہے) کوئی وجد کی حالت میں کھڑا ہو جائے تو تمام مجلس کے لوگوں کو کھڑا ہو جانا چاہیے۔ کیا آپ ان تمام کھڑے ہو جانے کو گناہ تصور کرتے ہیں؟ اگر وہابی ہونے کی وجہ سے گناہ سمجھتے ہیں تو شوق سے، لیکن اہل سنت و جماعت ان کو سنت سمجھتے ہیں۔ اور وعظ یا درس یا درود خوانی میں وہ بات نہیں جو خاص میلاد شریف میں ہے۔ کیوں کہ ولادت باسعادت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ معنی ہیں کہ حضور سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم بطون سے عالم ظہور میں تشریف فرما ہوئے۔ اور تشریف لانے والے کے لیے قیام تعظیمی سنت و مستحسن ہے۔ کیوں کہ موقع قدوم خاص ہے۔ اور امر خاص کے لیے خاص ہی بات یعنی قیام کی ضرورت ہے۔ اور وعظ اور درس و درود خوانی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد مبارک کے لیے خاص نہیں۔ اس لیے ان میں قیام نہیں کیا جاتا۔ اور روح پاک آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں چاہیں تشریف فرما ہوں، اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں۔

ان تمام باتوں کا ذکر بحث میلاد شریف اور قیام لطیف میں آچکا ہے، وہاں دیکھ لیجیے۔ شاید خدا ہدایت دے۔

سوال (۱۱):- مروجہ میلاد اور قیام کب سے اور کس نے جاری کیا؟

جواب (۱۱):- جواب اس کا بحث میلاد شریف میں مفصل درج ہو چکا ہے۔ اس کو دیکھ لیجیے اور یہاں صرف یہ ہے کہ آپ کی پیدائش سے سینکڑوں سال پہلے۔ اور جاری کرنے والے بزرگ علما اور سلاطین اسلام اولوالامر۔

سوال (۱۲):- مندرجہ ذیل فقرات بلفظ لکھنے والا مسلمان رہتا ہے یا نہیں؟

(۱) آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی شان کے سامنے چمار سے بھی ذلیل ہیں۔

(۲) آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہے۔

(۳) خدا سے ہم کو کام ہے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں؟

جواب (۱۲):- فقرات مندرجہ بالا لکھنے والا پکا مسلمان ہے جب کہ وہ پہلے کسی ملحد کے قول کو نقل کرے اس کے الفاظ میں۔ کیوں کہ «نقل کفر کفر نباشد» اور اس کا عقیدہ ان فقرات پر نہ ہو اور نہ اس کی نیت ہو۔ بلکہ اس کی نیت کسی بدمذہب کے قول نقل کرنے سے لوگوں کو آگاہ کرنا اور راہِ مستقیم دکھلانا ہو۔ اور اس کا مقصود لوگوں کو وہ اقوال نقل کر کے گمراہی اور بے دینی سے بچانا ہو۔

ہاں! ایسے عقائد رکھنے اور لکھنے والا بے شک کافر اور مرتد ہے۔ اور کفار اور بے دینوں کے اقوال کے رد کے لیے نقل کرنے والا شخص پکا دین دار مسلمان ہے۔ آپ کے خیال کے مطابق وہ تمام علمائے ربانی جنھوں نے اپنی کتابوں میں کلمات کفر کے باب لکھے ہیں، کافر ہیں۔ مگر اس میں کوئی شک اور شبہہ نہیں رہا کہ آپ ضرور مسلمانی سے نکل گئے۔ کیوں

کہ آپ نے خود ان کلمات کو لکھا اور عقیدہ بھی آپ کا وہی ہے جن کی آپ نے نقل کی ہے۔ اپنے ہی قول اور قرار سے آپ اسلام سے خارج ہو گئے۔ چاہ کن را چاہ درپیش[1]۔

دیکھیے! قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرعون لعین کے قول کی نقل فرماتا ہے: «اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى[2]» میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔ پھر کفار کا قول ہے: «قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ[3]» کافروں نے کہا: اللہ تعالےٰ تین میں ایک ہے۔ اسی طرح نصاریٰ کا قول ہے: «اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ[4]» اور «قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ[5]» اور «قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ[6]» یعنی تحقیق اللہ مسیح ابن مریم ہے۔ اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ اور یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے۔ اور «وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا[7]» یعنی کفار نے کہا کہ اپنے معبودوں (بتوں) کو مت چھوڑ و اور نہ چھوڑ وودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر (بتوں)[8] کو۔ یعنی ان پانچ بتوں کی پوجا کرنا نہ چھوڑ و جو ہمارے خدا ہیں۔ اسی طرح اور بہت سے کفار کے کلام کی نقل قرآن شریف میں موجود ہے۔

دیکھیے! آں حضرت ﷺ سے لے کر اب تک قرآن شریف کی تلاوت کرنے والے اور لکھنے والے آپ کے نزدیک سب کے سب مسلمانی سے نکل گئے۔ سبحان اللہ! آپ کی فہمید اور علمیت دینی؟ آپ کو جامع از ہر مصر کا پروفیسر بننا چاہیے۔ مگر افسوس کہ آپ کے ایسے علم کی قدر دانی نہیں۔ دس بارہ روپیہ کی مدرسی بھی بڑی مشکل سے دست یاب ہوئی۔ وہ بھی ریش مبارک کی صفائی کروا کر یا مولانا عبدالحمید صاحب کے وضعی سارٹیفکیٹ پر۔

سوال (۱۳):- ہر مخلوق کی طرح قرآن مجید کی حسب ذیل آیات میں بھی رسول اکرم ﷺ کو آپ شامل کرتے ہیں، یا نہیں؟

(۱) انسان بڑا ہی جلد باز ہے۔ (۲) انسان بڑا ہی ناشکرہ ہے۔ (۳) انسان بڑا ہی جاہل ہے۔ بلفظہٖ۔

جواب (۱۳):- ہم ان آیات میں آں حضرت ﷺ کو شامل نہیں کرتے بلکہ جس شخص کا عقیدہ یہ ہو کہ آں حضرت ﷺ ان آیات میں شامل ہیں، وہ ہم مسلمانان اہل سنت و جماعت کے نزدیک مردود، کافر اور مرتد ہے۔ کیوں کہ

---

[1] چاہ کن را چاہ درپیش: (مثل) برائی کرنے والا خود برائی کا شکار ہو جاتا ہے۔
[2] پارہ: ۳۰، النّٰزعٰت: ۷۹، آیت: ۲۴
[3] پارہ: ٦، المائدہ: ۵، آیت: ۷۳
[4] پارہ: ٦، المائدہ: ۵، آیت: ۱۷
[5] پارہ: ۱۰، التوبہ: ۹، آیت: ۳۰
[6] پارہ: ۱۰، التوبہ: ۹، آیت: ۳۰
[7] پارہ: ۲۹، نوح: ۷۱، آیت: ۲۳
[8] یہ ان بتوں کے نام ہیں جنھیں وہ پوجتے تھے۔ بت تو ان کے بہت تھے مگر یہ پانچ ان کے نزدیک بڑی عظمت والے تھے۔ ودّ تو مرد کی صورت پر تھا اور سواع عورت کی صورت پر اور یغوث شیر کی شکل اور یعوق گھوڑے کی اور نسر کرگس کی۔ یہ بت قومِ نوح سے منتقل ہو کر عرب میں پہنچے اور مشرکین کے قبائل سے ایک ایک نے ایک ایک کو اپنے لیے خاص کر لیا۔

اس نے آں حضرت ﷺ کو گالیاں دیں اور جلد باز، ناشکرہ اور جاہل بنا دیا۔ ایسے مردود کی توبہ بھی قبول نہیں وہ واجب القتل ہے۔

سنیے! آپ نے ان تین چار آیات کا ترجمہ کیا ہے: «وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُوْلًا[1] • اِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ[2] • وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُوْرًا[3] • وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا»[4]

اب سنیے ان آیات میں لفظ انسان میں کون کون داخل ہیں۔ اگر بڑی تفاسیر پر دست رس نہ ہو تو تفسیر حسینی ہی دیکھ لیجیے۔ جو سب جگہ مل سکتی ہے۔ پہلی آیت شریف میں لفظ انسان میں نضر بن حارث ہے۔ جو خدا سے عذاب جلدی مانگتا تھا اور کہتا تھا۔ «فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ»[5] ہمارے اوپر آسمان سے پتھر برسا اور دوسری اور تیسری آیات میں لفظ انسان میں کفار داخل ہیں۔ دیکھو تفسیر حسینی جلد: دوم، سورہ: حج، اور چوتھی آیت شریفہ کا ترجمہ بھی غلط کیا ہے کہ انسان بڑا ہی جاہل ہے۔ یہ آیت شریف سورہ احزاب میں ہے۔ اور آیت شریف کا شروع اس طرح «اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ. الآیہ»[6] ہے۔ اور ترجمہ اس کا اس طرح پر ہے: ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا مگر سب نے انکار کیا اور انسان نے اس کو اٹھالیا۔ وہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ناواقف تھا۔ اور آپ نے اپنی وہابیت کی تعلیم اور دینی تفہیم سے اس کا ترجمہ کیا ہے «انسان بڑا ہی جاہل ہے۔» یہ آپ کا دیوبندی خانہ زاد گستاخانہ واہانتانہ ترجمہ ہے۔ جو بے ادبی اور نامرادی آپ لوگوں کے جسم میں شیطان نے کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ جو کچھ دل یا زبان سے نکلے گا وہ گالی کے لہجہ میں حضور سرور ﷺ کی جناب میں ایسا ہی نکلے گا جو نرا کفر ہی کفر اور ارتداد ہو۔ اس آیت شریف کی تفسیریں مفسرین نے بہت کی ہیں لیکن بالاتفاق اس میں لفظ انسان میں حضرت آدم علیہ السلام ہی کو داخل کیا ہے۔ اول الذکر آیات کفار کے حق میں ہیں اور مؤخر الذکر آیت شریف حضرت آدم علیہ السلام کے حق میں ہے۔ لیکن آپ کی علمیت دینی اور فہمید کی اہمیت وملحدیت وزندیقیت یہ ہے کہ ہر چار آیات میں آں حضرت ﷺ کو شامل کر رہے۔ الٰہی تو منتقم حقیقی ہے۔ اگر ان لوگوں کی حالت یہی ہے تو قیامت قریب ہے۔

مسلمانو! دیکھو یہ لوگ کس بے باکی اور شوخ چشمی سے آں حضرت ﷺ کی توہین میں دریدہ دہنی[7] کر رہے ہیں،

---

[1] ترجمہ: اور آدمی بڑا جلد باز ہے۔ (کنز الایمان) پارہ: ۱۵، بنی اسرائیل: ۱۷، آیت: ۱۱
[2] ترجمہ: بے شک آدمی بڑا ناشکرا ہے۔ (کنز الایمان) پارہ: ۱۷، الحج: ۲۲، آیت: ٦٦
[3] ترجمہ: اور انسان بڑا ناشکرا ہے۔ (کنز الایمان) پارہ: ۱۵، بنی اسرائیل: ۱۷، آیت: ٦۷
[4] ترجمہ: اور آدمی نے اٹھالی، بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔ (کنز الایمان) پارہ: ۲۲، احزاب: ۳۳، آیت: ۷۲
[5] پارہ: ۹، الانفال: ۸، آیت: ۳۲
[6] پوری آیت کریمہ اس طرح ہے: "اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا"۔ [7] دریدہ دہنی: گستاخی، بدزبانی۔

صریح گالیاں دے رہے ہیں۔تاہم پکے مسلمان اپنے منہ میاں مٹھو بن رہے ہیں بلکہ علماے حرمین شریفین سے افضل ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ یہاں تک ہی بس نہیں بلکہ آں حضرت ﷺ کو اپنا شاگرد بنا رہے ہیں۔ نعوذ با للہ من ھذہ الخرافات والخذ عبیلات.

میں کہتا ہوں کہ لفظ انسان قرآن شریف میں جہاں جہاں آیا ہے جدا جدا معنوں اور مطلب پر وارد ہوا ہے۔ چنانچہ سورۃ الرحمٰن میں ہے «خَلَقَ الْاِنْسَانَ. عَلَّمَهُ الْبَيَانَ»[1] اس لفظ میں ہر انسان داخل نہیں ہے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام اور آں حضرت ﷺ ہی مراد ہیں۔یعنی آدم علیہ السلام کو تمام اسما سکھلا دیے۔اور آں حضرت ﷺ کو تمام علوم سکھلا دیے اور جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ ہو گا سب کچھ تعلیم فرما دیا۔ چناں چہ آں حضرت ﷺ خود فرماتے ہیں۔«علمت علم الأولین والآخرین» مگر دیوبندی وہابیوں نے حضور سرور عالم ﷺ کی توہین اور سب وشتم کرنے پر قسم اٹھائی ہوئی ہے۔اور اپنے امام الطائفہ دیوبندی مولویوں کی حمایت بیجا پر ایسے تلے ہوئے ہیں کہ ان کی عبارتوں اور گالیوں اور گستاخیوں کی تاویلیں بے ہودہ کرتے ہیں۔ بلکہ آپ جیسے مولوی جَو دے کر پڑھے ہوئے قرآن شریف کی وہ آیات جو کفار کے حق میں وارد ہوئی ہیں، وہ (ہائے غضب !!) آں حضرت ﷺ کی علو وشان پر چسپاں کرتے ہیں۔واہ مسلمانی یا بے ایمانی۔اس کے متعلق عقیدہ نمبر: ۳ میں لکھا جا چکا ہے جس سے تم لوگوں کی علمی قابلیت معلوم ہوتی ہے۔

سوال (۱۴):-معراج شریف میں ہر آسمان کے فرشتوں نے قیام تعظیمی کیا ہے یا نہیں؟ اگر کیا ہے تو ذکر معراج شریف کے وقت سات دفعہ قیام کیوں نہیں کیا جاتا؟

جواب (۱۴):-واہ واعظ صاحب! آپ کے سوالات لا ینحل ہیں۔اس کا جواب آپ کے سوال نمبر: ۱۰ میں لکھا جا چکا ہے کہ علماے کرام امت محمد یہ اہل سنت و جماعت کا اس بات پر اتفاق اور اجماع ہو چکا ہے کہ محفل مولود شریف میں قیام تعظیمی وقت ذکر ولادت باسعادت کیا جائے۔اور تمام بلاد اسلامیہ وغیر اسلامیہ بالخصوص حرمین شریفین مکہ معظّمہ ومدینہ منورہ میں یہی معمول ہے۔جس کا مفصل بیان آپ کے عقیدہ نمبر: ۱۹ بحث میلاد شریف وقیام میں ہو چکا ہے۔ باقی رہا آسمان والوں فرشتوں کا حضور کے لیے قیام کرنا، یہ ان کی سعادت اور محبت کا ثمرہ ہے جو ان کو اس کا فخر حاصل ہوا۔لیکن زمین والے مسلمانوں پر یہ فضل وکرم دوامی ہوا کہ ہر مجلس میلاد شریف میں قیام تعظیم رسول کریم ﷺ کرتے رہیں۔اور منافق لوگ عداوت کی شقاوت اور سفاہت کی قساوت میں مرتے رہیں۔فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ[2] کی تمیز کرتے رہیں۔اللہ پاک تیرا شکر ہے کہ تو نے اپنے مولودیوں[3] میں پیدا فرمایا۔الحمد للہ علیٰ ذالك.

سوال (۱۵):-قاضی صاحب نے عدالت میں لکھوایا ہے: میں صرف دو ہی نمازیں مسجد میں پڑھتا ہوں اور باقی

---

[1] ترجمہ: انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا، ما کان وما یکون کا بیان انھیں سکھایا۔ (کنز الایمان) پارہ: ۲۷، الرحمٰن: ۵۵، آیت: ۳، ٤

[2] ترجمہ: ایک گروہ جنت میں ہے اور ایک گروہ دوزخ میں۔(کنز الایمان) پارہ: ۲۵، الشوریٰ: ٤۲، آیت: ۷

[3] مولودی: مولود خواں۔

تین گھر میں۔فرمایئے! کیا تارک جماعت کو آں حضرت ﷺ نے گمراہ، فاسق، منافق نہیں فرمایا؟

جواب(۱۵):-آپ کو دینی واقفیت میں کمال ہے اور علمی لیاقت بے مثال ہے۔ یہ اس لیے کہ آپ نے کسی دینی عالم سے کچھ نہیں پڑھا۔صرف مولانا عبدالحمید صاحب مفتی لودھیانہ سے فرضی سرٹیفکیٹ ملازمت کے لیے حاصل کیا تھا۔ اور پھر انھیں کا مقابلہ کرنے لگ گئے۔سچ فرمایا: حضرت بلبل شیراز جناب شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے ۔

کس نیا موخت علم تیرازمن   کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

اچھا فرمایئے! وہ کون سی حدیث شریف ہے جس میں آں حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے گھر میں نماز عذر سے پڑھے وہ گمراہ، فاسق اور منافق ہے۔اس حدیث شریف کا پتہ دیجیے اور اگر کہو کہ تارک جماعت کے لیے یہ حکم ہے تو میں کہتا ہوں کہ اس کی بھی حدیث شریف پیش کیجیے۔جو ہرگز پیش نہ کرسکو گے۔بلکہ منافق اور فاسق اور گمراہ لوگ وہ ہیں جو جھوٹی حدیثیں بنا کر آں حضرت ﷺ پر بہتان لگاتے ہیں۔جن کے حق میں آں حضرت ﷺ فرماتے ہیں۔«[1] من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار»[2] یا دوسرا فقرہ «فجزاه جهنم» ہے۔

اہل سنت و جماعت کے مذہب میں جماعت کو واجب یا سنت مؤکدہ لکھا ہے۔تارک اس کا جب تک کہ بلا عذر یا اس کا عقیدہ جماعت کے سنت مؤکدہ کا نہ ہو، گناہ گار نہیں۔ورنہ عذرات شرعی سے جماعت میں داخل نہ ہونے سے وہ حکم ساقط ہو جاتا ہے۔دیکھو رد المحتار (شامی[3]) میں ہے، شرعی عذرات یہ ہیں: بیماری، اپاہج، مینہ یا کیچڑ کا ہونا، شدت کی سردی، سخت اندھیرا ہونا، رات کو آندھی چلنا، اپنے مال پر چوروں کا ڈر ہونا، قافلے کا چلا جانا، مریض کی خدمت کرنا، کھانے کا سامنے آنا بھوک کے وقت، علم فقہ کی مشغولی اور شیخوخت[4] ان عذرات شرعیہ سے جماعت کا حکم ساقط ہو گیا۔ہاں! منافق اور فاسق وہ شخص ضرور ہے جو دنیا کمانے اور روٹی کے لالچ دس بارہ روپیہ ماہوار کی نوکری کے لیے اپنی لمبی ڈاڑھی کو منڈوالے یا کترائے اور خشخاشی[5] کرالے اور حجام پر الزام لگائے اور منہ چھپائے۔

مولوی اکبر حسین کا مدرسہ کی نوکری کے لیے اپنی لمبی ڈاڑھی کو کتروانا

آپ کو یاد ہے کہ ایک دن خان بہادر محمد بہرام خان صاحب پنشنر کے مکان بیٹھک کے اندر مقام لودھیانہ آپ

---

[1] ترجمہ: جس نے میری جانب جان بوجھ کر جھوٹ کی نسبت کی، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما يكره من النياحة على المية، حديث: ۱۲۲۹ • صحیح مسلم، مقدمه، باب في التحذير من الكذب على رسوله صلى الله عليه وسلم، حديث: ٤

[3] رد المحتار، ج: ۱، ص: ۵۵۶، کتاب الصلوٰة، باب الإمامة، مطبع دار الفكر، بيروت، ۱۹۷۹ء

[4] شیخوخت: بڑھاپا۔ [5] خشخاشی: بہت چھوٹا، بہت تھوڑا۔

آئے اور میں وہاں پہلے سے بیٹھا ہوا تھا اور آپ نے اپنے منہ کو اپنی دستار کے شملہ سے ڈھانپا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا کہ کیوں مولوی جی آپ کے منہ میں درد ہوتا ہے۔ تب آپ نے کہا کہ ہاں[1] درد ہوتا ہے؟ لیکن جب میں نے آپ کے شملہ کو آپ کے منہ پر سے اپنے ہاتھ سے ہٹایا تو آپ کی لمبی ڈاڑھی کو خشخاشی پایا جو پہلے اس سے ایک بالشت اور دو انگشت تھی۔ میں نے کہا۔ سبحان اللہ! یہ مولویوں کی حالت ہے۔ تب آپ بہت شرمندہ ہوئے اور کہا کہ حجام بدلگام نے غلطی سے میری ڈاڑھی کتر ڈالی۔ کذب پر کذب۔ کیوں مولوی جی! احادیث اور کتب فقہ میں حد شرعی کے خلاف ڈاڑھی کتروانے والا فاسق اور منافق ہے یا نہیں؟ اور پھر جب کہ مدرسہ کی نوکری کے لیے جوان دنوں میں گورنمنٹ اسکول میں صرف نوکری کی امیدواری تھی۔ ایسے لوگ ضرور منافق ہیں۔ میں تو بوجہ مشغولیت ومصرفیت علم دین وتردید فرق مذاہب باطلہ وہابیہ مرزائیہ کے دو وقت یا زیادہ اپنے مذہب کی مسجد میں باوجود یہ کہ میرے مکان سے دور ہے، با جماعت نماز پڑھ لیتا ہوں۔ لیکن آپ کہیے کہ بہ حالت امیدواری اضطراری اور بے قراری مدرسہ سرکاری میں ایک وقت کی جماعت بھی نصیب میں نہیں۔ بلکہ سرے سے نمازیں ہی چٹ ہیں۔ پھر وہی آیت شریف «يَقُوْلُوْنَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ»[2] آپ پر وارد ہے۔

سوال (۱۶):- قاضی صاحب نے عدالت میں شاہ اسحاق صاحب دہلوی نواسہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ اور تمام علماے دیوبند مثل مولانا قاسم علی ومحمود حسن و رشید احمد وخلیل احمد ومحمد اشرف علی صاحبان (ہمیشہ رہیں برکتیں ان کی) کو کافر اور سنت و جماعت سے خارج جانتا ہوں، لکھایا ہے۔ کیا آپ اس بیان کے ساتھ متفق ہیں؟ اگر نہیں تو پھر قاضی صاحب کے حق میں شرعاً کیا حکم صادر فرماتے ہیں؟

جواب (۱۶):- میں نے جو کچھ کچہری میں لکھوایا ہے، وہ صحیح ہے۔ ہاں کچہری میں تو میں نے لکھوایا تھا کہ دیوبندیوں کو میں اہل سنت و جماعت سے خارج سمجھتا ہوں لیکن ان کی تکفیر میں فتاویٰ حرمین شریفین سے ہو چکے ہیں، وہ صحیح ہیں۔ اور اب جو میں نے اپنی کتاب میں تحقیقات کی ہے، اس سے اور بھی صاف ہو گیا ہے کہ واقعی وہ جن کے عقائد فہرست مشتہرہ اور میری اس کتاب میں درج ہیں، واقعی کافر ہیں۔ اور جو شخص ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور یہی فتاوی عرب وعجم کے ہیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو آپ اور آپ کے مولوی گالیاں دیں، توہین کریں، عیب لگائیں تب تو آپ لوگوں کی خوشی ہو۔ اور جب ان کے کفر اور ارتداد کو ان کی تحریروں اور کتابوں اور فتووں سے ظاہر کیا جائے تو آپ کے گھر میں ماتم ہو جائے اور نوحہ کرنے لگ جائیں آپ ان کے مسلمان بنانے کی فکر کریں۔ یا خدا توفیق دے تو خود مسلمان بن جاؤ۔ ورنہ روز حشر

---

[1] ہاں درد ہوتا ہے۔ الخ۔ نرا جھوٹ تھا، پھر حجام پر الزام لگایا۔ وہ بھی جھوٹ۔ حالاں کہ نہ کوئی درد تھا، نہ حجام کی غلطی تھی۔ مگر ہاں مولوی جی جھوٹ کے عادی اور بہ موجب حدیث شریف منافق ہیں۔ اور ڈاڑھی کتروانے سے ڈبل منافق، اور وہابیہ عقائد سے ڈبل کافر۔ ۱۲ منہ

[2] ترجمہ: اپنے منہ سے کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں۔ (کنز الایمان) پارہ: ٤، آلِ عمران: ۳، آیت: ١٦٧

آں حضرت ﷺ کے روبرو جہنمیوں میں دھتکارے جاؤ گے۔

سوال (۱۷):- جو شخص باوجود نقش بندی اور حنفی ہونے کے قیام میلاد کو ضروری جانے اور تارک قیام پر ملامت کر، اس کے پیچھے نماز ناجائز سمجھے اور ہر مجلس میلاد میں رسول اللہ ﷺ کو حاضر و ناظر جانے اور آپ کے عالم بالغیب ہونے کا اعتقاد رکھے، ایسے شخص کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب (۱۷):- تمام سنی، حنفی، نقش بندی، قادری، چشتی، سہروردی اور مالکی، شافعی، حنبلی میلاد شریف اور قیام کو مستحن اور فرض کفایہ جانتے ہیں۔ اور بعض نے سنت اور واجب اور فرض کفایہ لکھا ہے جو اپنی جگہ بحث میلاد شریف میں درج ہو چکا ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والا پکا مسلمان اور پکا باایمان وایقان سنی، حنفی اور محب رسول کریم ﷺ ہے۔ یہی شرعاً اس کے لیے حکم ہے۔

سوال (۱۸):- علم غیب کی کیا تعریف ہے؟

جواب (۱۸):- علم غیب کی تعریف بحوالہ کتب معتبرات علم غیب کی بحث میں مفصل ہو چکی ہے۔ زیادہ تکرار کرنا باعث طوالت ہے۔

قولہ : (نوٹ) ان مطالبات کے جواب دینے کا مولانا عبدالحمید صاحب مفتی شہر لودھیانہ نے ہفتہ عشرہ کا وعدہ فرمایا تھا۔ تاہنوز جواب سے ممنون نہیں فرمایا، منتظر ہوں۔ (اکبر حسین ساڈھوروی)

اقول : (نوٹ) مولانا صاحب موصوف کا ایسے ایسے مطالبات کی طرف رجوع کرنا اپنا قیمتی وقت ضائع کرنا تصور فرماتے ہیں۔ لیجیے! آپ کے مطالبات پورے ہو چکے۔ ان کو مولانا صاحب کی طرف سے ہی سمجھ کر اپنی تسکین کریں۔ ماننا نہ ماننا آپ کے اختیار میں ہے۔ جو لوگ خداوند تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے اور اپنے مرشدوں کے حکم کو نہیں مانتے وہ ہماری تحریر کو کب ماننے لگے؟ خیر! مانیں یا نہ مانیں لیکن میں تو اپنے خالص سنی حنفی بھائیوں کی تقویت کے لیے لکھ چکا ہوں۔ اور اگر کسی وہابی کو بھی اللہ تعالیٰ توفیق رفیق کرے تو کیا بعید ہے۔ اور لفظ «تاہنوز» کا لکھنا آپ کی علمیت کی قلعی کھول کر داد دے رہا ہے۔

مولوی اکبر حسین کے نام کی تشریح اور ان کا شجرۂ نسب

آپ نے اپنا نام اکبر حسین لکھا ہے۔ یہ ساڈھورہ کے سادات میں رہنے کا موجب ہے۔ اکبر حسین کے معنی سب سے بڑا حسین ہے۔ کیا آپ سب سے بڑے حسین ہیں۔ تمام مسلمانوں سنی اور شیعوں میں سب سے بڑے حسین تو سید الشہداامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ کو اس سے کیا نسبت؟ دراصل یہ بھی ایک قسم کی گستاخی ہے، مگر آپ کو اس کی پروا نہیں۔ کاش! اگر اپنا نام اصغر حسین رکھتے تو شاید اچھا ہوتا یا کیا صرف اکبر نام کافی نہ تھا، جو آپ کے ماں باپ نے رکھا تھا؟ یہ

اثر سادات ساڈھورہ کا ہے جن میں آپ اکثر رہے ہیں اور یہ بھی بات ہے کہ جن لوگوں کا عقیدہ آں حضرت ﷺ کو اپنا بھائی یا بڑا کہنے، لکھنے اور سمجھنے کا ہے وہ حضرت سید الشہد ارضی اللہ عنہ کو اپنا بڑا کس طرح سمجھ سکتے ہیں «اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ»

دوسرا غضب آپ کی طرف سے یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ اپنے آپ کو قوم سید بتلاتے اور لکھواتے ہیں۔ حالاں کہ میں خود اور اکثر لودھیانہ کے باشندگان آپ کی قوم یا ذات کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ اور آپ کے قریبی رشتہ دار موضع گل میں جو لودھیانہ سے قریب چار کوس کے ہے موجود ہیں یعنی آپ کا پھوپھا مسمّٰی پیر بخش (بقول آپ کے شرکیہ نام ہے) اور مسماۃ چا گاں آپ کی پھوپھی قوم جولاہا اس وقت موضع گل میں موجود ہیں۔ اور پیر بخش کا ایک بڑا لڑکا نور بخش نابینا ہے اور دوسرا چھوٹا لڑکا جس کا منشی ہے، وہ گاؤں کی بکریاں چراتا ہے اور آپ کا والد مسمّٰی نواب تھا اور آپ کے دو بھائی امیر اور وزیر نامی بھی تھے، جو مر گئے۔ اور آپ کے باپ نے آپ کا نام تفاؤلاً[1] اکبر رکھا تھا۔ یعنی نواب باپ کا نام اور اس کے تین لڑکے امیرؔ، وزیرؔ، اکبرؔ ہوئے۔ گویا نواب نے سلطنت کے عہدے اور ارکان گھر میں تقسیم کر لیے۔ اور آپ کا نام «اکبر» اکبر بادشاہ کے نام پر رکھا تاکہ مغلیہ سلطنت کی فال آپ پر قائم کی جائے۔ چھپکلی کو محلوں کی خوابیں۔ اور آپ کا تایا[2] مہتاب نامی تھا، جو فوت ہو گیا۔ اور آپ کے دادا کا نام غوثا اور پردادا کا نام چراغا تھا۔ جو جولاہے کپڑے بانی کیا کرتے تھے۔ سرمکھ سنگھ نمبردار وغیرہ سات نمبردار اور ماڑا وغیرہ چوکیدار اس بات کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور آپ کا کوئی مکان یا چھپر تک اس گاؤں گل میں اس وقت نہیں۔ اگرچہ آپ اسی جگہ کے باشندے ہیں۔ باوجود اس کے آپ نے اب مدرسہ کی ملازمت کے وقت اپنی قوم سید لکھوائی ہے اور اپنی تاریخ پیدائش ۱۸۸۲ء لکھوائی ہے، جو نرا جھوٹ ہے۔ اور حدیث میں داخل وخارج نسب پر لعنت وارد ہے۔ زمانہ قریب قیامت ہے، جو چاہیے بن جائیے۔ کیا روک ہے۔ مگر اس قدر چھلانگ کہ سوائے سید بننے کے اور کوئی قوم نیچے کی پسند ہی نہ آئی۔ ایسے کودے کہ سید ہی بن کر رہے۔ یہ بھی سادات ساڈھورہ کی صحبت کا اثر ہے۔ اس لیے کہ مجاوروں کے گھر میں شادی بھی ہو گئی۔ خدا کی شان ہے۔ جب کوئی جولاہا دولت منداور مال دار ہو گیا، وہ سید بن گیا۔ یا کچھ تھوڑا بہت پڑھ گیا تو وہ بھی سید بن گیا۔ کیا اچھا کہا کسی بزرگ نے ؎

سال اول حائک بودم سال دوئم شیخ شد غلہ چوں ارزاں شود امسال سیدمی شوم

لیجیے! جو چاہیے بن جائیے میں آپ کے اس دروغ بے فروغ اور دھوکہ دہی کی اطلاع سررشتۂ تعلیم میں نہیں کرتا۔ مجھے کیا؟ البتہ آپ کا تورع اور تقویٰ جتلانا تھا، جو صحیح صحیح عرض کر دیا زیادہ زیادہ۔ لیجیے مفتی جی! آپ کے رسالہ کا جواب پورا ہو گیا۔ اور اس کے پورا ہونے کی تواریخ اس طرح پیدا ہوئی۔

پہلی تاریخ: انوار آفتاب صداقت ۱۳۳۷ھ

دوسری تاریخ: اثبات عقائد معیوب وہابیہ دیوبندیہ ۱۳۳۷ھ

---

[1] تفاؤل: فال نکالنا، شگون لینا۔ [2] تایا: باپ کا بڑا بھائی۔

تیسری تاریخ: آئینہ اثبات عقائد باطل وہابیہ دیوبندیہ ۱۳۳۷ھ

چوتھی تاریخ: صمصام فضل باہلاک وہابیہ حمل ۱۳۳۷ھ

پانچواں تاریخی نام: قاطع الوتین جان ناحق گو منافقین و وہابیین ۱۳۳۷ھ

چھٹا تاریخی نام: قاضی فضل احمد کا وہابی ۱۹۱۹ء

یہ چھ تاریخی نام اس کتاب کے کافی ہیں۔ اور بس۔

چاشنیٔ طبع کے لیے صرف ایک غزل اور نذر ہے

دشمن احمد پہ شدت کیجیے
ملحدوں کی کیا مروت کیجیے

مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں
ذکرِ آیاتِ ولادت کیجیے

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یا رسول اللہ کی کثرت کیجیے

آپ درگاہ خدا میں ہیں وجیہ
ہاں شفاعت بالوجاہت کیجیے

حق تمہیں فرما چکا اپنا حبیب
اب شفاعت بالمحبت کیجیے

اذن کب کا مل چکا اب تو حضور
ہم غریبوں کی شفاعت کیجیے

کیجیے چرچا انہیں کا صبح و شام
جانِ کافر پر قیامت کیجیے

شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجیے

ظالمو! محبوب کا حق تھا یہی
عشق کے بدلے عداوت کیجیے

والضحیٰ، حجرات، الم نشرح سے پھر
مومنو! اتمام حجت کیجیے

بیٹھتے اٹھتے حضور پاک سے
التجا و استعانت کیجیے

یا رسول اللہ دہائی آپ کی
گوشمالِ اہل بدعت کیجیے

غوث اعظم آپ سے فریاد ہے
زندہ پھر یہ پاک ملت کیجیے

یا خدا تجھ تک ہے سب کا منتہیٰ
اولیا کو حکم نصرت کیجیے

میرے آقا حضرت اچھے میاں
ہو رضاؔ اچھا وہ صورت کیجیے

باب بست ودوم

وہابیوں کے تاریخی حالات مختصراً

اور وہابی کون ہیں اور کب سے ان کا خروج ہوا؟

مفتی جی از بسی نے اپنے اعتراضات اور جوابات میں اس بات کی ناراضگی ظاہر فرمائی ہے کہ ہم کو وہابی کیوں کہا گیا؟ اس لیے انھوں نے مجھے خارجی، معتزلہ، کافر اور مشرک وغیرہ خطاب دیا ہے۔ اس لیے اس امر کو صاف کرنا ضروری ہے کہ کون لوگ وہابی ہیں؟ اور کب سے ان کا خروج ہوا، اور ہندوستان میں کب سے وہابیت آئی؟

آپ کو معلوم ہوگا کہ میں نے اپنے اشتہار میں وہابیہ کی دو قسمیں بیان کی ہیں: ایک تو غیر مقلد وہابی۔ اور دوسرے مقلد وہابی جو تقلید کی آڑ میں ہمارے لیے مار آستین کا کام دیتے ہیں، کیوں کہ غیر مقلد وہابیہ تو اپنے افعال، انکار تقلید شخصی اور رفع یدین اور آمین بالجہر اور ٹانگیں چیر کر کھڑے ہونے اور پہلوانوں کی طرح تھاپی مار کر سینہ پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنے کی علامات سے ظاہر ہیں۔ لیکن دوسری قسم کے وہابی وہ ہیں کہ جب تک ان کا عقیدہ معلوم نہ ہو تب تک شناخت میں آنا مشکل ہے۔ اور یہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کے لیے جو اہل سنت و جماعت میں نہایت مضر اور موذی ہیں۔ اس لیے میں چند کتبِ معتبرات تاریخی سے دکھلاتا ہوں کہ وہابی فرقہ کب سے پیدا ہوا، اور ہمارے ہندوستان اور پنجاب میں کیسے پہنچا۔ نیز ان کے خیالات گورنمنٹ برطانیہ سے کیسے ہیں؟

میرے تجربہ کی بات ہے کہ سب سے پہلے اہل سنت و جماعت ان وہابیوں کو محمد بن عبدالوہاب نجدی کی نسبت سے "وہابی" کہتے تھے۔ اور ان کے حالات گورنمنٹ انگلشیہ کے خلاف معلوم ہوئے، تو گورنمنٹ کو ان کی خبر پہنچنے لگی۔ اس پر ان کی نگرانی اور نگہ داشت ہونے لگی، تو انھوں نے اس کی صفائی اپنے رسالوں اور کتابوں اور نظموں میں یوں کی اور لکھنے لگے ؎

وہابی کا معنیٰ ہے رحمان والا ۔۔۔ کچھ اور ہی سمجھتا ہے شیطان والا

یعنی اپنے آپ کو اللہ والے کہنے لگے، اور وہاب کے لفظ سے یاءِ نسبتی ہے، اور دوسرے لوگ جو عبدالوہاب کی طرف نسبت کرتے ہیں وہ شیطان والے ہیں۔ لیکن تاہم ان کی تسلی نہ ہوئی اور یہ قوم مشکوک متصور ہوئی۔ تب انھوں نے اپنے آپ کو "موحد" کہنا شروع کیا۔ لیکن مسلمانوں نے کہا کہ اب یہ لوگ موحد بنتے ہیں۔ سو "موحد" ایک جاننے والے کو کہتے ہیں، جو

صرف خدا ہی کو مانے اور رسولِ اکرم ﷺ سے منکر ہو۔ تب انھوں نے اس شک کو رفع کرنے کی غرض سے اس نام سے بھی روگردانی کر کے اپنا نام "محمدی" رکھا۔ تب مسلمانوں نے کہا: ہاں! بے شک یہ لوگ "محمدی" ہیں، محمد بن عبد الوہاب کے پیرو ہیں، اس کے ساتھ نسبت ہے، اس لیے ضرور یہ لوگ محمدی ہیں۔ جب یہ بات ان کو معلوم ہوئی تب سے انھوں نے اپنا نام "اہل حدیث" رکھ لیا جو اب تک جاری ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خالص غیر مقلد وہابی ہیں۔

لیکن اب بھی مسلمان لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ اہل حدیث صرف حدیث کو مانتے ہیں، اور قرآن شریف کی پرواہ نہیں۔ یعنی حدیث بخاری کو قرآن شریف پر مقدم کرتے ہیں۔ جیسے قرآن شریف میں حکم ہے کہ جس وقت قرآن شریف کی قراءت ہو تو تم چپ اور خاموش ہو کر سنو (نماز، غیر نماز دونوں میں) لیکن اس کو قبول نہیں کرتے، اور حدیث بخاری پر عمل کر کے قرآن شریف امام کے پیچھے پڑھتے ہیں۔ اسی طرح قرآن شریف میں حکم ہے کہ آمین آہستہ اور خفیہ کہو۔ مگر یہ لوگ اس کو تسلیم نہ کر کے آمین بالجہر پکارتے ہیں۔ «علیٰ هذا القياس» اسی طرح کے اور مسائل ہیں جن میں قرآن مجید پر حدیث شریف کو ترجیح دیتے ہیں۔

اور دوسری شاخ وہابیہ کی وہ ہے جو مقلدین امام کہلا کر باقی تمام مسائل فہرست کتاب ہذا پر عمل کرتے ہیں۔ اور باہم دونوں متفق ہیں۔

[فرقۂ وہابیہ کی تاریخ چند معتبر کتابوں کے حوالے سے]

(۱) «شرح تحفۂ محمدیہ فی ردفرقۂ مرتدیہ»، مصنفہ مولانا اشرف علی صاحب گلشن آبادی جو مطبع فتح الکریم، بمبئی میں ۱۲۹۹ ہجری میں طبع ہو کر شائع ہوئی، صفحہ ۳ سے ۱۰ تک:

"بیان نو پیدا ہونا فرقۂ وہابیہ کا": جاننا چاہیے کہ ۷۰۰ ہجری میں حنبلی مذہب سے ایک شخص ابن تیمیہ نامی گمراہ بدمذہب نکلا تھا۔ بدی کی باتوں کو اپنا جز وایمان ٹھہراتا تھا۔ چناں چہ انکار شفاعت کا کیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ جس کے باب میں اذن دے گا اسی کی شفاعت کریں گے۔ اور نبی ﷺ کے روضۂ مقدسہ کی زیارت کے لیے سفر حرام ہے۔ اور توسل واستمداد اولیاے اللہ سے ممنوع ہے وغیرہ۔ اور بڑے بڑے علما نے اس کا رد لکھا، اور بادشاہ تک اس کی خبر پہنچی۔ ابن تیمیہ جیل میں قید کیا گیا، اور یہ حکم جاری ہوا کہ:

من كان علىٰ عقيدة ابن تيمية حل ماله ودمه.

یعنی جو شخص ابن تیمیہ کا سا عقیدہ رکھے گا سو کافر ہے، اور اس کا مال اور خون قتل مسلمانوں پر حلال ہے۔ اس کے زمانۂ بعید کے بعد عبد الوہاب پیدا ہوا۔ ملخصاً۔

(۲) بوراق محمدیہ، مصنفہ حضرت فاضل اجل سیف اللہ المسلول مولانا مولوی فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ

۱۲۶۵ ہجری، جس کا ترجمہ حضرت مولانا مولوی غلام قادر فاضل بھیروی علیہ الرحمہ نے کیا۔ و ھو ھذا:

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے نجد کے حق میں یہ فرمایا:

هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِها يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ[1]

(نجد میں) زلزلے اور فتنے ہوں گے، اور یہاں شیطان کا گروہ پیدا ہوگا۔

اس پیشین گوئی کا ظہور اس طرح پر ہوا کہ ۱۲۰۳ھ میں بہ سبب وفات سلطان عبدالحمید خاں مرحوم (سلطان روم) کے اور فساد قائم کرنے اس کے شہزادہ سلطان سلیم کے اور دیگر اور شورش باہمی وارثان سلطنت روم کے وہاں خلل اور فساد فتور برپا ہوا، اور سب صوبے سرکش اور باغی ہوگئے۔ اور آمدنی نذور وتحائف ومواجب وخیرات جو اہل حرمین محترمین اور شریف مکہ کے واسطے سلطان کی جانب سے سال بسال آتے تھے سب مسدود ہوگئے۔ اور شان وشوکت شریف مکہ کی درہم برہم ہوگئی۔ اور ہر ایک جاہ طلب جو جمعیت رکھتا تھا ملک گیری کے خیال میں لگا۔

چناں چہ عبدالوہاب نامی کہ قبائل نجد میں ممتاز اور مشار الیہ میں معتقد وپیشوا عام وخاص ہو رہا تھا، ریاست کی فکر میں لگا۔ چوں کہ حصولِ منصب ریاست بغیر سرمایہ نقود واجناس مشکل ہے، لہٰذا اس نے اپنے بیٹوں اور پوتوں اور دوستوں سے مشورہ کر کے استمزاج[2] کیا کہ بغیر زر حصول ریاست کس طرح ہو؟ سب متفق الرائے ہوئے کہ بہ جز حیلۂ دینداری کے کوئی دوسری تدبیر نہیں۔ اس حیلہ سے عوام الناس کی جمعیت کے زور سے اولاً حرمین پر کہ خزائن اور دفائن سے مملو اور مالا مال ہیں، قبضہ کرنا مناسب ہے۔ بعد تسلط بر حرمین شریفین باقی بلاد اسلامی بہ سہولت مفتوح اور مسخر ہو جائیں گے۔

بعد قرارداد ہٰذا کے اس کے خاندان کے سب لوگ عوام الناس کو مرید بنانے لگے۔ اور عامہ خلائق کو دام اطاعت اور انقیاد میں لا کر ۱۲۱۸ھ میں بہ یوم جمعہ مجمع عام کیا۔ اور امرا اور ارکانِ اطراف وجوانب کو حاضر کر کے یہ وعظ کیا کہ شرع میں بادشاہ کا ہونا ضروری ہے، کیوں کہ اقامت جمعہ وعید وعزل ونصب قاضیان اور دادرسی مظلومان اور تنبیہ ظالماں اور اجراے حدود شرعیہ سب بادشاہ پر موقوف ہیں۔ اور سلطان روم کہ محض براے نام بادشاہ ہے کچھ قوت اور شوکت نہیں رکھتا، اور خطبہ میں اس کا نام غازی وغیرہ لینا سراسر دروغ اور افترا ہے، اور عین خطبہ میں منبر پر دروغ کہنا مطلق حرام ہے۔ اب لازم ہے کہ سب حاضرین متفق ہو کر ایک شخص کو بادشاہ مقرر کریں، اور اطاعت اس کی اپنے ذمہ واجب سمجھیں۔ مگر مجھ کو معذور رکھیں، کیوں کہ مجھ کو دنیا سے کچھ رغبت نہیں ہے۔

خواص بولے کہ بہ جز ذات شریف کے دوسرا کوئی اس امر کے لائق نہیں۔ تب خود بدولت بولے کہ عالمِ مجبوری ہے، اب میں گروہِ اہل اسلام کی مخالفت کس طرح کروں۔ مگر اس شرط پر منظور ہے کہ عقائد اور اعمال میں تم میرے مطیع

---

[1] صحيح بخاری، کتاب الاستسقاء، باب ما قيل في الزلازل، حديث نمبر: ۱۰۳۷

[2] استمزاج: مرضی پوچھنا، راے دریافت کرنا۔

رہو۔آخرالامر سب کی بیعت لے کرامیر المومنین کا لقب پایا،اوراسی روز خطبہ میں بجاے نامِ سلطان روم کے اپنا نام درج کر دیا۔اور دوسرے جمعہ قرب و جوار کے شہروں میں نام اس کا بجاے نام سلطان کے جاری ہوگیا۔اوراپنا وطن کہ درعیہ نام رکھتا ہے مقرامامت[1] قرار دیا۔اور تادمِ زیست خود اس نے وہاں سے حرکت اور جنبش نہ کی۔اور بیٹوں اور پوتوں کو بلادِ درعیہ وامصار میں معین اور مقرر کر کے بہ القاب خلفاے راشدین موسوم کیا۔اور قاضی اور مفتی ومحتسب مقاماتِ مناسب میں تعین کر کے اشاعت عدل واحیاے دین میں مصروف ہوا۔

بعد از تمہید مقدمۃ الجیش مقصود اصلی کی طرف متوجہ ہوا۔یعنی حرمین شریفین کے خزائن کے غارت کرنے کی اس طرح تیاری کی کہ از ابتدا وآغاز قرار دادِ امامت تا تسلط وانتظام ملکی کہ بوساطت ذُرِّیاتِ[2] ہوا خود بدولت اختراعِ مذہب جدید میں کہ مابین کفر واسلام کے ہو،اوراہل سنت و جماعت اور سائر فرق اسلامی سے مباینت ومخالفت رکھتا ہو،مصروف رہا۔چناں چہ مسائل متفرق مذہب معتزلہ وخوارج وملاحدہ ظاہریہ اور دیگر اہل ہوا سے انتخاب کر کے اور چند مسائل طبع زاد ایجاد کر کے جملہ مسائل مدلل بہ دلائل کیے،اوراحادیث سے ایک کتاب تالیف کی جس کا مقدمہ ایزاد[3] کر کے اور کچھ بسط وتفصیل سے تکمیل کر کے اس کے بیٹے محمد نام نے اس کو" کتاب التوحید" سے موسوم کیا۔اوراس کو دو باب پر منقسم کیا: پہلا باب شرک کے رد میں۔دوسرا باب بدعت کے رد میں۔خلاصہ اس کتاب کا تکفیر وتفسیق تمام امت مرحومہ کے تھا۔چند نسخے اس کتاب کے اپنے خلفاے راشدین کو کہ دراصل مارقین فی الدین[4] یعنی خارجی اور زندیق تھے،ارسال کیے۔اوراسی اثنا میں خود بدولت دارالبوار[5] میں داخل ہوا،اور جہنم واصل ہوا۔

بعد از تمہیدِ مقدمہ ہذا اسعودنا مسعود عاقبت نامحمود ۱۲۲۱ھ میں بہت سالشکر ہم راہ لے کر عازم بیت اللہ کا ہوا۔اہل حرم اس کے اتباع سنت واشاعت عدل واحیاے دین کی خبر سن کر منتظر ملاقات کے ہوئے۔اور ہر چند کہ قرب وجوار کے لوگوں نے ان کا حال دیکھ بھال کر مکہ معظّمہ میں افشاے راز کیا،شریفِ مکہ سے درخواست کی کہ ترکی لشکر اور عربی بدوؤں کو بلا کر استحکام مکہ معظّمہ کا کریں۔شریف نے ایک نہ سنی، کہنے لگا: معاذ اللہ! میں زائرینِ خانۂ خدا کی ممانعت ومزاحمت کروں؟ بلکہ درخواست کرنے والوں کو زجر وتوبیخ کی۔اتنے میں سعودنا مسعود روانہ ہوا۔پھر ارکانِ مکہ نے شریف سے کہا کہ آپ کی غفلت کے سبب سے مکہ میں خوں ریزی ہوگی۔شریف نے یہی جواب دیا کہ متبعانِ سنت سے ایسی حرکات سرزد نہیں ہوتیں۔

اسی اثنا میں سعود کا لشکر قرن المنازل میں پہنچا۔(قرن المنازل میقات اہل نجد کا نام ہے) مکہ سے طرح[6] دے

---

[1] مَقَرِّ امامت: دارالحکومت، پایۂ تخت، راجدھانی۔ [2] ذُرِّیَّاتِ ہوا: خواہش نفس کے بیج۔
[3] ایزاد: زیادہ کرنا، اضافہ۔ [4] مارق عن الدین: دائرۂ مذہب سے باہر ہوجانے والا، مرتد، بے دین۔
[5] دارالبوار: ہلاکت کا گھر، دوزخ۔ [6] طرح دینا: ٹال جانا، چشم پوشی کرنا، بے پروائی کرنا۔

کر طائف میں جا کر تمام شہر کا محاصرہ کر لیا اور ارکان و اعیانِ طائف کو کہلا بھیجا کہ خلیفہ راشد براہِ محبت دینی ملاقات کے لیے تم کو یاد کرتا ہے۔ سب لوگ بہ اطمینان تمام خوش وخرم باہر آئے۔ بمجر دپہنچنے کے ان کے سر تن سے جدا کروا دیے۔ اور فوراً چار طرف سے شہر طائف پر یورش کا حکم دے دیا۔ زن ومرد، خورد وکلاں جو آگے آیا، سب کو تہِ تیغ کیا، اور جو معاملہ ہلاکو خان ملعون چنگیزی نے بغدادیوں سے، اور یزیدیوں ملعونوں نے مدینے والوں سے واقع حرہ میں کیا تھا، اس سے چند گونہ زیادہ کیا۔ اور جملۂ اسباب پر قبضہ کر کے چند افسران برائے محافظت مال وہاں چھوڑ کر خود مکہ کو متوجہ ہوا۔

اب مصیبت زدگانِ بقیۃ السیف طائف کے مکہ میں آ کر شریف کو سر گزشت طائف کی سناتے ہیں، تو شریف کے پاس فوج کہاں؟ وقت ہاتھ سے جاتا رہا، مکہ میں فوج فقط پانچ سو غلام تھے، اور اتنی فرصت نہیں کہ اطراف وجوانب سے مدد بلاوے۔ اور "کتاب التوحید" قبل اس کے ایک روز مکہ معظّمہ میں پہنچی تھی، اور علماے مکہ نے فتویٰ کفر اس طائفہ کا لکھا تھا۔ خدامِ حرم نے بازاریوں، اور شہریوں کو مستعد مقابلہ کا کیا اور شریفِ مکہ کے غلام بھی ان سے متفق ہو کر شریف سے درخواست اجازت مقابلہ کی کرنے لگے۔ اب شریف سب ماجرا طائف کا سن کر سراسیمہ وہراساں ہوا، اور اپنی غفلت پر شرمندہ ونادم، اور باعثِ عدم موجودگی فوج کے نہایت ترساں ہوا۔ اور دل میں یہ خیال کرنے لگا کہ شاید طائف والوں نے اس کا مقابلہ کیا ہو، جس کی پاداش ان کو ملی ہے۔ حرم میں خوں ریزی نہ ہوگی، اب مجھ کو بیت الحرام کے زائرین کے لیے حکم قتال کا دینا ناجائز ہے۔

اس حیص بیص[1] میں خبر آئی کہ نجدی قتلِ عام اور غارت کرتے ہوئے حرم شریف کی حد سے تجاوز کر آئے ہیں، اور اب شریف کو ان خبیثوں کا خبث متیقن ہوا، اور بغیر فرار چارہ نہ دیکھا۔ افتاں خیزاں بہ ہمراہی چند غلاماں جدہ کی راہ لی، وہاں جا کر متحصن[2] ہوا۔ اور سعود نامسعود بے مقابلت ومزاحمتِ اِحدیٰ چار طرف سے بہ کمال سفا کی وبے با کی اپنے ایمان کی آبرو گراتے ہوئے داخلِ حرم محترم ہوا۔ زن ومرد وہاں کے چند پہاڑوں پر جا چھپے، اور چند کساں خانۂ خدا میں پناہ گیر ہوئے۔ ان اشقیا نے متعلقینِ استار[3] کعبہ اور پناہ گیرانِ قبہ چاہِ زم زم اور حطیم اور مقامِ ابراہیم سے بلا پاس داری ان مقاماتِ متبرکہ کے وہ معاملہ کیا، جس سے قلم لرزاں اور دل تپاں ہے۔ قفل خانہ کعبہ کا توڑ کر نذ ورِ کعبہ کو کہ قبل از ابتداے ظہور خاتم النبیین تا اس وقت کوئی متعرض ان کا نہیں ہوا تھا، اور سب لوگ اس کی ترقی میں کوشش کیا کرتے تھے، نکال لیا۔ اور اَثاث البیت جملہ باشندگانِ مکہ کا اپنے تصرف میں لائے، اور حکم نافذ کیا کہ اہل مکہ پہاڑوں سے اتر کر اپنے گھروں میں آباد ہوں، مگر جس کے پاس اسلحہ وسازِ جنگ پاویں گے اس کو قتل کر ڈالیں گے، اور اہلِ بیت رسول اللہ ﷺ کو امان نہ ہوگی، جہاں پاویں گے کام ان کا تمام کریں گے، اور ان کے وجود سے ہمارے دل میں دغدغہ فتنہ وفساد کا باقی ہے، پس جس کو

---

[1] حیص بیص: تکرار، مصیبت وپریشانی۔ [2] متحصّن ہونا: قلعہ بند ہونا، قلعہ میں محفوظ ہونا۔
[3] اَستارِ کعبہ: کعبہ کے پردے۔

طاقتِ فرار تھی، وہ تو آوارہ[1] ہوگیا، اور جوان کے ہاتھ آیا، اس نے شربتِ شہادت پیا، بقیۃ السیف اپنے گھروں میں جب آئے تو گھروں کو اثاث البیت سے خالی ورفتہ پاتے ہیں۔

اے گروہِ اہلِ ایمان وامتِ حضرتِ ختمِ مرسلاں! یہ مقامِ عبرت ہے۔ جس جگہ جانوران شکاری شکار کو چھوڑ دیتے ہیں، اور وہاں کی نباتات اور حیوانات کو کاٹنا اور ستانا حرام ہو، اور آدمی گناہ کے خیال پر وہاں ماخوذ ہو، اور بھیڑیا اگر کسی جانور کے پیچھے دوڑے، اور وہ جانور داخلِ حرم ہوجاوے تو وہ درندہ تعاقب اس کا چھوڑ دیتا ہے اور داخلِ حدِ حرم نہیں ہوتا۔ اور پرندگان ہوا میں مُحَاذِی خانہ کعبہ کے پہنچتے ہی چپ وراست منحرف ہوجاتے ہیں، اوپر سے نہیں گزرتے، ان شیاطین نے اس بقعہ شریفہ میں کیسے کیسے گناہ کیے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

بعدفراغ اس مہمِ اہم سے اب قصد غارت، مدینہ منورہ کا کیا۔ اثنائے راہ میں جو ملا اس کو شربتِ شہادت پلایا، وہاں جا کر قتلِ عام اور غارتِ تام اور ہدمِ آثارِ صحابہ واہلِ بیتِ کرام رضی اللہ عنہم کر کے قصد گرانے روضہ مقدس نبوی کا کیا، اور روضۂ مقدس کا "صنم اکبر" یعنی بڑا بت نام رکھا۔ چند اوباش نے بہ آلاتِ ہدم بہ نیتِ فاسدہ اس مقامِ پاک پر پہنچ کر دروازہ کھولا، دروازہ کھولتے ہی ایک اژدہانے عصائے موسیٰ (علیہ السلام) کی طرح ان فراعین ملاعین پر ایسا پھونکار امارا کہ اکثر سوختہ وسیاہ ہو کر داخلِ جہنم ہوئے، اور ان کی لاش ہائے ناپاک سے ایسی بدبو پھیلی کہ ان کے بقایا نے ان کو غسل وکفن بھی نہ دیا، کتوں کی طرح شہر سے باہر ڈال دیے گئے۔

الحاصل بعد تکمیلِ مراتب جور وستم ایک کاردار[2]، بہ افواجِ اَظلم وہاں چھوڑ کر اور تمام سامان ساتھ لے کر مکہ معظّمہ کو واپس آکر اپنے ہیڈ کوارٹر میں داخل ہوئے، ادھر دیہات قرب وجوار مکہ معظّمہ میں جو خالی از فوج تھے سب کو لوٹا، مگر جدہ کا ارادہ نہ کیا کہ سب بدو وہاں جمع ہوگئے تھے۔

اور ۱۲۲۳ھ میں جب سلطان محمود خاں غازی تخت نشینِ روم ہوا، ان کو چک[3] ابدال دجال کا حال دریافت کر کے محمد علی پاشا والیِ مصر کو فرمان بھیجا کہ ان کا تدارک واقعی کرے اور ان میں کسی متنفس کو زندہ نہ چھوڑے۔ والیِ مصر نے ابراہیم پاشا کو بالشکر جرار اگن بوٹ پر سوار کر کے بندرگاہ جدہ کو روانہ کیا۔

اور ادھر فتویٰ علمائے مکہ کا قبل از نزول بلا در بابِ تکفیر مصنفِ "کتاب التوحید" جس کا ترجمہ "تقویۃ الایمان" ہے، مرتب کیا گیا تھا، ان ملاعین کے ہاتھ آیا۔ دیکھتے ہی آگ بگولا ہو کر مفتیانِ فتویٰ کو حرم میں بلا کر سزا دینا شروع کیا۔ اور حضرت عمر عبد الرسول کہ مقتدائے اہلِ مکہ تھے، ان کو بھی حاضر کیا۔ سعود مردود نے بطریق تمسخر ان سے کہا: السلام

---

[1] آوارہ ہونا: سفر کرنا، پردیس چلا جانا۔ [2] کاردار: عہدے دار، عامل۔
[3] کوچک ابدال: یعنی سب سے چھوٹا مرید۔ ۱۲۔ منہ رحمہ اللہ

عليك يا شيخ مكة. حضرت نے فرمایا: وعليك يا شيخ نجد.[1] سعودنامسعود یہ بات سن کر برہم ہوا کہ مجھ کو گالیاں دیتے ہو۔ شیخ نے فرمایا: تم نے مجھے میرے شہر کی طرف منسوب کیا، میں نے تجھے تیرے وطن کی طرف منسوب کیا، اور اس آیت پر عمل کیا:

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا.[2]

یعنی جب تم کو کوئی تحفہ دیا جاوے تو تم اس سے بہتر دو، یا اس کو واپس کر دو۔

یہ ملعون بولا کہ یہ مہر تمہاری ہے؟ شیخ نے فرمایا کہ یہ رضا و رغبت خود بلا جبر و اکراہ فہمیدہ اور سنجیدہ میں نے مہر کی ہے۔ ملعون بولا: کس سبب ہماری تکفیر کا حکم دیا؟ شیخ بولے: کتاب التواہب[3] اپنی لا، تا مفصلاً نشان دوں۔ کتاب مذکور شیخ کو دی۔ کتاب کھولتے ہی دیکھا تو یہ نکلا: «یاد کرنا موتی کا خواہ نبی ہو یا ولی بغیر وقتِ زیارت قبور کے شرک ہے۔» شیخ نے فرمایا کہ اب اس عبارت کو سوچ کہ یہ عجیب شرک ہے کہ نماز میں داخل ہے، «السلام عليك ايها النبي» نماز میں پڑھتے ہو۔ اگر اب تجھ کو کافر نہ کہیں تو کیا کہیں؟ اور عقیدہ تیرا مسلّم ہو تو کوئی متنفس تا صحابہ کفر سے نجات نہ پاوے گا۔ نعوذ بِالله مِن هٰذه العقيدة الفاسدة. اور عمدہ دلائل اور براہین سے اِبطال خرافاتِ قرنِ شیطان ثابت کر کے خارجی مردود کو ملزم کیا۔ سعود مردود طیش میں آ کر بولا: اے شیخ! تو مخبوط العقل ہو گیا ہے، بے محابا ایسی کلام ہم سے کرتا ہے۔ ہماری شان و شوکت کو جانتا ہے کہ ابھی سزائے اعمال تجھے پہنچے۔ شیخ نے نعرہ مارا: یا احکم الحاکمین!!!!

ابھی یہ کلام طے نہیں ہوئی تھی کہ یکا یک لوگوں میں چرچا ہوا کہ ابراہیم پاشا بندرِ ینبوع سے گزر کر بندر جدہ کو متوجہ ہے۔ اور یہی افواہ عوام الناس میں اڑ گئی، حتیٰ کہ مسعود مردود نے یہ کلام سنتے ہی مضطربانہ لشکر میں جا کر اپنا فکر کیا، اور حضرت شیخ اس کے ظلم سے محفوظ[4] رہے۔ بعد تحقیق معلوم ہوا کہ اس وقت ابراہیم پاشا ینبوع سے کہ مکہ سے آٹھ دن کے فاصلے پر ہے، گزر را تھا۔ (اب یہ نہایت تعجب کا مقام ہے کہ اتنے فاصلے سے مکہ میں یہ خبر کس نے اڑائی تھی؟) (تعجب کی بات کوئی نہیں۔ یہ ادنیٰ کرامت اولیاء اللہ میں سے ہے۔ دیکھیے۔) راقم الحروف فقیر قاضی فضل احمد کہتا ہے کہ شیخ کے کشفی نعرہ سے یہ خبر مکہ معظّمہ میں خدا کے حکم سے ظالم کے ظلم سے شیخ علیہ الرحمہ کے محفوظ رہنے کے لیے اڑائی گئی تھی۔ اور یہ کرامت بعینہٖ حضرت شیخ عمر علیہ الرحمہ کی ہے، جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خطبۂ جمعہ کی آواز ساریہ کے لشکر میں جو دو سو کوس پر مدینہ شریف سے تھا، پہنچائی گئی تھی، اور اس میں نکتہ یہ بھی ہے کہ یہ بات ہر دو حضرات بزرگوں کے نام عمر رضی اللہ عنہ کے نام کی مناسبت سے ہے۔ فقط۔

---

[1] شیخ نجد شیطان کو کہتے ہیں۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ
[2] پارہ: ٥، سورہ نسا: ٤، آیت: ٨٦
[3] کتاب التواہب: یعنی وہابیت کی کتاب، جس کا نام کتاب التوحید رکھا ہے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ
[4] محفوظ رہے: یہ کرامت ہے حضرت شیخ علیہ الرحمہ کی۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ

دوسرے روز گروہِ شیاطین جدہ کو روانہ ہو کر لبِ دریا خیمہ زن ہوا۔ اور اسی روز ابراہیم پاشا قبل از ورودِ گروہِ شیاطین داخل قلعہ ہو گیا تھا، اور جہاز واپس کر دیا کہ امیر البحر کو حکم پہنچاویں کہ آدھی رات کے وقت ایک بندر پر کہ جدہ سے چھ کوس پر ہے فوج کو اتار لے، تو پیں قبل از طلوع صبح بندر جدہ پر پہنچا کر اس گروہِ شیاطین پر گولہ باری کرے، اور شبا شب بطور یلغار لشکر مخالف پر آدھی فوج سے شب خون ڈالے، اور آدھی فوج کو لشکر میں رکھے۔ جب کہ یہ گروہِ شیاطین فرار ہوں، تو ان پر گراب[1] مارے۔

الغرض آخر شب کو قلعہ سے چند توپیں اتاری تھیں کہ ادھر سے امیر البحر نے شِلک[2] شروع کر دی، اور ادھر سے ابراہیم پاشا نے آتش باری ایسی کی کہ ان وحوش نے کبھی ایسا صدمہ نہیں دیکھا تھا، رو بہ فرار ہو گیا۔ ان کے خیمے چھوڑتے ہی ابراہیم پاشا نے جملہ ساز و سامان ان کا غارت کر کے تعاقب کیا۔ ان مرجومین پر تین طرف سے گولہ باری ہونے لگی۔ ادھر ابراہیم کی، ادھر امیر البحر کی، ادھر فوج کمین گاہ کی۔ اور یہ فراعنہ ملاعنہ بعضے آگ کی راہ سے اور بعضے آبِ شور کی راہ سے واصلِ جہنم ہوئے۔ سورج نکلنے تک میدان صاف ہو گیا۔ سعود مردود با ناکسانِ معدود گریزاں افتاں وخیزاں نجد کا راہی ہوا۔

بعدہ ابراہیم پاشا متوجہ مکہ معظّمہ ہوا اور ایک امیر طائف میں مقرر کیا، اور کچھ لشکر مدینہ منورہ کو روانہ کیا۔ خود مکہ معظّمہ میں پہنچ کر بعد ادائے عمرہ نجد میں جا کر کسی متنفس کو ان اشرار میں سے زندہ نہ چھوڑا۔ اسباب و سامان جو مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ سے غارت کر کے لے گئے تھے، ہر ایک مالک کو واپس کر دیا، اور علاوہ براں جو اسباب نقد وجنس نجدیوں کا ہاتھ آیا، باشندگانِ حرم شریف پر تقسیم کر دیا، اور جن مساجد کو ان خبیثوں نے مسمار کیا تھا، ان کے لیے حکم تعمیر کا فرمایا۔

انھیں ایام میں صحرائے بادیہ نشینیاں فرقہ زیدیہ نے جو ایک شعبہ شیعہ کا ہے، اور نواح بنادرِ یمن میں آباد ہے، "کتاب التوحید" کے پہنچنے سے مذہب نجدیوں کا اختیار کر لیا۔ چوں کہ اس نواح میں بہ باعث ضعف حکومت بادشاہ صنعا کے ان بادیہ نشینیاں نے تجرد اختیار کیا ہوا تھا، اور ایک شخص کو امیر المومنین مقرر کر کے مُخا وحُدَیدَہ پر کہ بڑے بندر یمن کے ہیں، مسلمانوں سے قتال وجدال شروع کیا۔ بادشاہ صنعا نے سلطانِ روم کے یہاں عرضی کر کے استغاثہ کیا۔ وہاں سے بنام ابراہیم پاشا کہ ان ایام میں مقیمِ حجاز تھا حکم صادر ہوا، چناں چہ ابراہیم نے حسب الحکم سلطان، مصر میں جا کر نجدیہ زیدیہ کی جمعیت کو متفرق کر دیا۔

پھر جب سلطان محمود غازی سلطانِ روم جوارِ رحمتِ الٰہی میں گئے، اور خلف الصدق ان کا سلطان عبد الحمید خاں زینت فرمائے اورنگ سلطنت کے ہوئے تو صوبے داران کو بعد از جد وکد مطیع ومنقاد اپنا کیا۔ اور محمد علی پاشا کے تحت سوائے مصر کے اور کوئی ملک نہ رکھا، اور حکومت حجاز و یمن ونجد وشام وغیرہ کی اس سے انتزاع کر کے دوسرے پاشوں کو دے دی۔ اس اثنا میں فوج محمد علی کی یمن سے روانہ مصر کو ہوئی، اور ہنوز فوجِ سلطان یمن میں نہیں پہنچی کہ فرقہ زیدیہ نے نواح مُخا و

---

[1] گِراب: کارتوس کے چھروں سے بڑی گولی، بڑا چھرّا۔ [2] شِلک: بندوقوں یا توپوں کی باڑ۔

حُدَیدَہ میں ایک شخص کو امیر المومنین کا خطاب دے کر اسی وتیرہ تیرہ نجدیہ کو شعار اپنا بنا کر اور مُخا وحُدَیدَہ پر تاخت کر کے تجار غارت کر لیے۔

جب یہ فقیر (یعنی مولانا فضل رسول صاحب مغفور ومبرور) وہاں پہنچا تو حکومت ان حضرات کی تھی۔ آدمی صحرائی نظم ونسق سے واقف فقیر کو امیر المومنین مُخا نے علاج کے واسطے یاد کیا، مرض قُرحہ مثانہ تھا، میرے علاج سے شفا پائی۔ اب سنا گیا کہ سلطانی فوج کے پہنچنے سے صحرائی صحرا کو چلے گئے۔ ایک فرقہ خارجیہ کہ بیاصیہ کہتے ہیں، مسقط کے اطراف میں یہ مذہب اختیار کر کے ایک شخص کو امیر المومنین خطاب دے کر سرگرم قتل وغارت کا ہوا۔ چند جہاز حاجیوں کے اور تاجروں کے غارت کیے۔ دریائی راستہ میں بڑا فتنہ برپا کیا۔ امام مسقط سعید نام بڑا ہوشیار اور بے تعصب آدمی تھا اور روادار اذیت کسی متنفس رعیت ومسافر کا خواہ کسی ملت ومذہب کا ہو، نہ ہوتا۔ ان کی قرار واقعی تنبیہ میں ایسا لگا کہ اثر ونشان اس طائفہ کا وہاں نہ چھوڑا۔

الغرض آج بَرِّ عرب وحجاز وشام ویمن وغیرہ میں بجز چند صحرائیوں زیدیہ کے اطرافِ سواحلِ یمن میں نشان ان کا ہے، اور کوئی صاحب اس مذہب کا نہیں۔ حرمین شریفین اور جملہ بلادِ اسلامیہ متعلقہ ممالکِ روم وشام ومصر میں بغیر تقیہ گزران خبیثوں کا محال ہے، یہ کیفیت نجدیہ عرب کی بموجب تاریخ محمد بن نصر شامی کے مختصراً لکھی گئی ہے۔ بلفظہ

(ص:۱، سے ۱۰ تک شوارق صمدیہ، ترجمہ بوارق محمدیہ)

وہابیہ نجدیہ ہندوستان کے حالات

اب حقیقتِ شیوع اس فرقۂ ضالہ کی خطۂ ہندوستان میں یہ ہے کہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب اخیر عمر میں اپنی سب جائدادِ منقولہ وغیر منقولہ جو بہ کثرت تھی، اپنی بیوی اور نواسوں کو ہبہ کر کے ان کو قابض اور متصرف کر گئے، اور مولوی اسماعیل برادر زادہ ان کا سراسیمہ ہو کر بہ اتفاق مولوی عبد الحی داماد شاہ صاحب مرحوم کہ انھیں دنوں میں نوکری، کچہری ضلع میرٹھ سے موقوف ہو کر دلی میں پہنچے تھے، سید احمد مرید شاہ صاحب کو پیر ومرشد اپنا بنا کر سیر وسیاحت کرنے لگے۔ اور اپنے پیر ومرشد کے کمالات کے اظہار میں اس قدر مبالغہ کیا کہ اپنی کتاب «صراطِ مستقیم» میں ان کو مشابہ جناب رسالت مآب کے کیا، یعنی:

«سید احمد جبلت اور فطرت میں مشابہ جناب رسالت مآب کے پیدا ہوئے ہیں، اسی سبب لوح وفطرت ان کی نقوشِ علم رسمیّہ اور تحریر وتقریر سے مصفی رہی ہے۔ اور یمنِ بیعتِ شاہ صاحب سے کمالات طریقہ نبوت کے کہ مجملاً ان کی طبیعت میں پہلے ہی مندرج تھے، بہ تفصیل ومشرح تمام ہوئے، اور مقاماتِ ولایت بخوبی جلوہ گر ہوئے۔ اور تین خرما حضرت رسالت مآب نے اپنے ہاتھ مبارک سے ان کو خواب میں کھلائے، بعدہٗ جنابِ ولایت مآب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

نے بدستِ مبارک خود غسل دیا۔ اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے لباسِ فاخرہ پہنایا۔ اس سبب سے کمالات طریقہ نبوت ان میں نہایت جلوہ گر ہوئے، اور حق تعالیٰ بلا واسطہ متکفل ان کے حال کا ہوا۔ حتیٰ کہ ایک دن خدا تعالیٰ نے دایاں ہاتھ ان کا اپنے ہاتھ میں لے کر اور کچھ انوار قدسی پیش آں حضرت کے کر کے فرمایا کہ تجھ کو یہ دیا اور بہت کچھ دیں گے۔ حتی کہ ایک شخص بہ خواہشِ بیعت خدمت میں حاضر ہوا، اور شاہ سید احمد صاحب نے جنابِ باری سے استفسار کیا: اس معاملہ میں آپ کو کیا منظور ہے؟ حضور سے حکم آیا: جو شخص تیرے ہاتھ پر بیعت کرے گا، گو لکھو کھہا آدمی ہوں ہر ایک کو میں کفایت کروں گا۔» الخ۔ بلفظہ (ص: ۱۰ سے ۱۴ تک۔ صراطِ مستقیم کا مضمون)

آخر سید احمد صاحب داعیِ اجل کو لبیک کہہ کر سدھارے۔ اور اثنائے دورہ میں «کتاب التوحید» نجدیہ کی مولوی اسماعیل کے ملاحظہ میں گزری۔ بحکم «کل جدید لذیذ» (ہر نئی چیز مزے دار ہوتی ہے) پسند کیا، اور طرز وعظ کی اس پر ڈالی۔ اور بہ تصرف قلیل کتاب «تقویۃ الایمان» نام کر کے ہندی ترجمہ کر دیا۔ اور ان کے خُلفا اور اُمنا[1] دور ونزدیک اس کو منتشر کر کے تحریک فساد کی کرنے لگے، اور ایمان اپنا اعتقاد کر کے اس کتاب پر منحصر کیا، اور اس کتاب کو فارق اور ما بہ الامتیاز کفر وایمان کا اعتقاد کیا ہے: ع

ہر کہ آمد براں مزید کرد

اور یہ اسمٰعیلیہ نے تو کتاب مذکور پر بہت تفریعات استنباط کرنے شروع کر دیے اور تکفیر وتفسیق عامہ امت مرحومہ کی اور سب وطعن وہتک وتوہینِ انبیا، اولیا اس قدر شائع کی کہ حد ونہایت سے باہر ہے۔

معیار وعظ کا انھیں سیاہ اوراق ہندی زبان پر قرار دے کر مجلس وعظ کی گرم کر کے جو مسئلہ اس کتاب میں آ گیا اس کو کالوحي سمجھے، نقل اور سند کے محتاج نہ ہوے۔ اور پوربی کتے کہ علم حدیث وتفسیر وسیر میں چنداں مہارت نہ رکھتے تھے، اور اس فن کی کتابیں بھی دست یاب ان کے نہ تھیں، اور شاہ عبد العزیز صاحب کے خاندان کا کمال علومِ دینیہ میں مشہور تھا، اس سبب سے ان کو اس خارستان میں کھینچا۔ اور بعضے متردد ہوئے تو فقط اس خیال سے کہ یہ عقل باور نہیں کرتی کہ سب اکابر خلف وسلف سے کافر ہو جائیں، اور اسلام صرف اسی طریقۂ جدیدہ میں کہ صاحب اس طریقہ کا بھی قدیم طریقہ پر تھا، اور کتاب «تقویۃ الایمان» وکتاب «صراطِ مستقیم» ہم وزن کی تو اور زیادہ رنجیدہ ہوئے، اور عقل مند ہنسے ؎

گہ بُت[2] شکنی وگاہ بمسجد زنی آتش　　　از مذہبِ تو گبر ومسلمان گلہ دارد

یا وہ شور با، یا یہ بے نمکی، کجا وہ افراط، اور کجا یہ تفریط۔ نعوذ بالله من هذه الأباطيل والأغاليط۔

---

[1] اُمنا: اَمین کی جمع، قابلِ اعتماد افراد۔ دیانت دار لوگ۔

[2] ترجمہ: تو کبھی بتوں کو توڑتا ہے اور کبھی مسجد میں آگ لگاتا ہے۔ تیرے مذہب سے آتش پرست اور مسلمان دونوں نالاں ہیں۔

جب دلی میں دینِ جدیدہ کی نُوبَت[1] پہنچی تو ہزاروں آدمی مریدان وشاگردانِ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب اور مولوی شاہ رفیع الدین صاحب اور مولوی شاہ عبدالقادر صاحب، مولوی اسماعیل کے دست بہ گریباں ہوئے کہ ماوشما اساتذہ کے حضور میں متفق ہوکر ایسے کام کیا کرتے تھے، اور موجبِ ثواب جانتے تھے، اور تم بھی فتویٰ دیا کرتے تھے، اور لوگوں کو تعلیم کرتے تھے۔ اس سفر میں وہ سب شرک اور کفر ہوگئیں؟ اس کا باعث اور سبب بیان کرو۔ مولوی رشید الدین خاں صاحب نے کہ اس زمانہ میں سب سے اولیٰ اور افضل تھے، تخلیہ میں بہ ذریعہ اور بلا ذریعہ اسماعیل کو بہت سمجھایا کہ دین میں فساد ڈالنا اور جماعت میں تفرقہ پیدا کرنا قبیح ہے، اور واجب الترک اور مفروض الاجتناب۔ اگر دل میں کچھ خلش ہے تو آؤ! ماوشما و دیگر علما و صلحا متفق ہوکر کتبِ دین کی طرف رجوع کریں اور احقاقِ حق قبول کرلیں اور شقاق و نفاق کو جماعتِ مومنین سے استیصال کریں، اور نوا[2] اعانت واشاعت کا راہِ راست پر کہ اتباع سوادِ اعظم ہے بلند کریں، اور خاص و عام کو حق سے آگاہ کریں۔

مولوی عبدالحی اور مولوی اسماعیل اس خوف سے کہ ہمارے عقائد فاسدہ طشت از بام نہ ہوجائیں، رو بہ راہ نہ لائے۔ آخر مولوی رشید الدین خاں صاحب نے ۱۲۴۰ھ میں بہ اتفاق مولوی مخصوص اللہ اور مولوی موسیٰ خلف الرشید مولوی شاہ رفیع الدین صاحب مرحوم و دیگر علما بہ حضور عامہ اعیان واحبا وعلیٰ رؤس الاشہاد مجمع خاص و عام جامع مسجد دہلی میں کیا، اور مسائل تنازع میں مباحثہ کر کے الزام دیا۔ اور ایسا مغلوب و عاجز کیا کہ ان کی غلطی سب پر ظاہر و باہر ہوگئی، اور نیز مولوی مفتی صدرالدین صاحب مرحوم فہمائش کر کے مولوی اسماعیل کو راہِ راست پر لائے اور ان سے اقرار کرالیا کہ ہم نے اب تحقیق کی اور افراط و تفریط کو چھوڑا، سوادِ اعظم کے تخالف سے منہ موڑا۔ اور یہ بات عام و خاص پر جامع مسجد میں شائع و ذائع ہوگئی۔ مگر یہ حضرت بعد اقرار و اقبال کے پھر گئے۔ مگر فتویٰ مسائلِ نزاعیہ کا بہ مہر و دست خط مفتی صاحب مرحوم مزین ہوگیا۔

اور انھیں ایام میں مولوی فضل حق صاحب مرحوم نے اسماعیل پر تاخت کی، یعنی شفاعت کے مقدمہ میں جو کچھ مولوی اسماعیل سے سرزد ہوا، اس پر گرفت کی۔ اسماعیل نے ابتداءً کچھ حرکت مذبوحی کی، انجام کار جواب سے عاجز ہوا، اور کتاب «تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ» (تصنیف مولانا فضل حق صاحب مرحوم) رافعِ جملہ اوہام مزین بہ مہر و دست خط علمائے اعلام اطراف و اکناف میں شائع ذائع ہوگئی۔ اس سبب سے شورش و طغیان اس عصیان کا کچھ کم ہوا۔ اور واعظینِ دینِ جدید نے بھی لگام توسنِ[3] کلام کی کھینچی، اور مجلسِ وعظ میں بجائے شدت کے رفق اور لین کو کام فرمایا، اور قال و قیل میں بابِ تاویل کا مفتوح کیا۔ گویا یہ فتنہ بیخ سے برکندہ ہوگیا۔

اب اس دینِ جدید نے رنگ اور پیدا کیا کہ مولوی اسماعیل نے وعظ غزا[4] کا شروع کیا۔ چوں کہ یہ بات پسند خاطر عوام اہل اسلام کے تھی، تو ہر کسی نے جان و مال سے حاضر ہوکر خدمت کی۔ جب کچھ جمعیت پیدا ہوگئی تو افغانستان پر

[1] نُوبَت: آفت، مصیبت۔ [2] نَوا: آواز، صدا۔ [3] تَوَسَن: گھوڑا۔ [4] غزا: مذہبی جنگ، جہاد۔

پہنچے۔ سید احمد صاحب کو امیر المومنین سے ملقب کیا۔ قومِ افغاناں کو جو راہِ خدا میں اپنی جان دینی عزیز از جان سمجھتی تھی، دل و جان سے ان کے مطیع ہوئے، اور ان کے ادعائے کرامات کے باعث زیادہ تر اجماع ہو گیا۔ منجملہ کرامات اور پیش گوئیوں کے یہ بیان کیا کہ فلانے سال فلاں ماہ فلاں تاریخ رنجیت سنگھ رئیس کفار دست خاص امیر المومنین سے مارا جائے گا، اور نماز عید کی فلاں سال مسجد لاہور میں پڑھیں گے، اور فلاں فلاں ملک تصرف میں آوے گا، اور فلانے سال اخراج نصاریٰ ہندوستان سے ہوگا۔ ایسے ہذیانات غیر متناہی کے سبب لوگ فریفتہ ہو گئے۔

آخر کار بہ مجرد تلاقی صفین اور شروع مقاتلہ اور چلتے توپ اور تفنگ[۱] کے امیر المومنین سارے مجاہدین کے ساتھ منہزم ہوئے۔ اور عار فرار من الزحف کی اختیار کی اور سکھوں سے بھاگنا سب یاوہ گوئیوں کا مبطل ہوا۔ غرض سکھوں سے بھاگ کر اور پشاوریوں سے ہم داستان[۲] ہو کر پشاور پر حکم جہاد کا جاری کیا، اور مسلمانوں کا قتل و غارت کما ینبغی کیا۔ ہنوز فوج سکھوں کی پشاور پہنچی نہیں کہ فقط آمد آمد فوج بے اشتغال قتال کے پشاور کو چھوڑ دیا اور پچتار کو چلے گئے۔ پچتار کے آدمی دین دار تھے، سب مطیع ہو گئے، اور جان و مال سے حاضر ہوئے۔ پس جب ان میں تھوڑی سی طاقت ہوئی تو دست درازی شروع کر دی، اور احکام دین جدید کے علی الاعلان جاری کر دیئے۔ ہر چند رؤسا نے فہمائش کی، مگر کارگر نہ ہوئی۔

ناچار انھوں نے مجبور ہو کر اتفاق کیا کہ ہم نے سکھوں پر جہاد کے واسطے ان کو اپنا حاکم مقرر کیا۔ لیکن یہ لوگ تو ہم سے وہ معاملہ کیا چاہتے ہیں جو کفار سے کیا جاتا ہے۔ سکھوں سے فرار ہو آئے ہیں اور جان و مال مسلمانوں پر ایسی دلیری کرتے ہیں، ان کو دفع کرنا چاہیے۔ چناں چہ ان کے علما و رؤسا کو کہلا بھیجا، لیکن انھوں نے نہ سنا۔ افغانوں نے ایک ہی دفعہ تمام متعین آدمیوں کو جا بجا قتل کر ڈالا۔

اور فتح خان رئیس پچتار کہ وزیر امیر المومنین قرار دیا جا چکا تھا معذرت کے طور پر کہنے لگا کہ میں اس دن کے واسطے کہا کرتا تھا کہ تجاوز حد اعتدال اور تعرض کرنا ناموس اور جان و مال اور اظہار کرنا احکام دین جدید کا مناسب نہیں ہے۔ اور کام ہاتھ سے جاتا رہا۔ سارا لشکری معاملہ بگڑ گیا۔ تدارک اس کا محال ہو گیا، لیکن تم کو اس معرکہ سے بہ حفاظت تمام پہنچا سکتا ہوں۔ بعد فرو ہونے اس نائرہ[۳] فساد کے جو کچھ ہونا ہے ہوگا۔ چناں چہ امیر المومنین اور مولوی اسماعیل کو پچتار سے باحتیاط تمام نکال کر اپنے ملک میں لایا۔ اور استمالت[۴] قلوب افغانوں میں مشغول ہوا۔ عین فرار میں امیر المومنین پر دھاوا کیا۔ بعضے کہتے ہیں کہ افغان تھے، اور بعضے کہتے ہیں کہ سکھ تھے۔ واللہ اعلم۔ اور وہ صدمہ یقیناً مظلوم مسلمانوں کے ہاتھ سے اٹھایا، کیوں کہ ان حدود میں سکھوں کا وجود نہیں تھا۔ ان سب کو راہِ فنا دکھلائی۔ یہ وہ لوگ تھے کہ ملک پچتار سے بھاگ آئے تھے۔

اب اتباع سید احمد کے مذاہب متعدد ہو گئے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ یہ آ کر اپنے وعدوں کو پورا کریں گے، اور بعض

۱۔ تفنگ: بندوق۔ ۲۔ ہم داستان: ہم راز، ہم کلام۔ ۳۔ نائرہ: شعلہ، لپٹ، آگ۔
۴۔ استمالت: دل جوئی کرنا، خوشامد کرنا، مائل کرنا۔

معتقد کہتے ہیں کہ فلانے پہاڑ پر زندہ ہیں، مگر خلقت سے پوشیدہ ہیں اور جس سے ان کا جی چاہتا ہے اس پر ظہور کرتے ہیں، اور اس کو بشارتیں بھیجتے ہیں۔ اور اکثر ان کے آنے کا یقین رکھتے ہیں۔ اور بعض کا اعتقاد ہے کہ ان کا ظہور اور اثبات بعد مرگ سید احمد کے کفر ہے۔ جو اس بات کا قائل نہ ہو وہ کافر ہے۔

الغرض سید احمد اور اسماعیل کے مرنے سے یہ ہنگامہ فرو ہوا اور ارکانِ دینِ جدید میں کمالِ ضعف آ گیا۔ کتاب «تقویۃ الایمان» گویا مستور اور پوشیدہ ہو گئی۔

امہات قواعد واصول اس کے مسائل کے کتاب «مائۃ[1] مسائل» اور «اربعین» میں جلوہ گر ہوئے، کل حال وہابیوں کا ہندوستان میں یہ تھا جو لکھا گیا۔ بلفظہ (ص: ۱۰ سے ۱۸ تک)

(۳) کتاب فریاد المسلمین مصنفہ منشی محمد حسین صاحب رئیس قصبہ نہٹور، ضلع بجنور، مطبوعہ مطبع ریاض ہند، امرت سر ۱۳۰۸ھ، مطابق ۱۸۹۰ء:

خلیفہ سید احمد اور مولوی اسماعیل کا ابتدائی حال: عرصہ تخمیناً ساٹھ برس کا ہوا ہوگا کہ سید احمد موضع تکیہ ضلع رائے بریلی ملک اودھ کے رئیس سید حسنی شریف خاندانی عمر میں نوجوان جن کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ پیدائش ان کی ۱۲۰۰ھ کی تھی اور طبیعت ان کی آغازِ سنِ تمیز سے علمِ فقیری کی طرف مائل اور شاغل تھی۔ اپنے وطن مالوفہ سے روانہ ہو کر مزار ہائے اہل اللہ کی زیارتیں کرتے کرتے سہارن پور ہوتے ہوئے دلی پہنچے۔ مولانا شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ سے مرید ہو کر ٹونک چلے گئے۔ نواب امیر خاں مرحوم والیِ ٹونک کی سرکار میں اردلی[2] سواروں میں نوکر ہو گئے۔ تین سال تک نوکری بھی کی، اور فقیری کے شوق میں عبادت اور پیری مریدی بھی کرتے رہے۔ بعد تین سال کے یہ دعویٰ کیا کہ مجھ کو خدا کی طرف سے یہ الہام ہوا ہے کہ میں تمام ملک ہندوستان کو تسخیر کروں گا اور بادشاہ بنوں گا۔ اس لیے جہاد کا خیال ان کے دل میں پختہ ہو گیا۔ ۱۲۳۴ھ میں نوکری چھوڑ کر دلی میں تشریف لائے، اور اپنے پیر سے ملے۔

ان کی تشریف آوری سے پہلے شہر دہلی میں یہ معاملہ اور مخمصہ درپیش تھا کہ مولوی اسماعیل ہم شیرہ زادہ مولانا عبد العزیز خُرد سالی کی عمر میں مولویت کے خطاب سے ممتاز ہوئے۔ یہ نوجوان مولوی بڑے ذہین اور منطقی، حجتی، تیز طبیعت، سپاہی مزاج، غصہ ناک، بے باک آدمی تھے، انھیں دنوں ایک کتاب شیخ عبد الوہاب نجدی کی تصنیفات کا انتخاب بمبئی سے دہلی میں آئی۔ چوں کہ عبد الوہاب مستور ملکِ عرب کا باشندہ زبان داں تھا۔ مولوی اسماعیل ان کی فصاحت و بلاغت پر فریفتہ ہو گئے۔ اس کے کچھ مسائل انتخاب واخذ کر کے علمائے دہلی حنفی مذہب سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ انھوں نے اس کو ایک خرد سال خام خیال سمجھ کر ان سے بحث نہ کی۔ مگر مولانا عبد العزیز سے ان کی بے اعتدالی کے شاکی ہوئے۔ مولانا

---

[1] "مائۃ مسائل" اور "اربعین" دونوں کتابیں مولوی اسحاق دہلوی کی مصنفہ ہیں۔ ۱۲۔ منہ رحمہ اللہ

[2] اردلی: ساتھ رہنے والا سپاہی، اطلاع لانے اور لے جانے والا نوکر۔

موصوف نے کچھ رنجیدہ خاطر ہوکر مولوی اسماعیل کو پیغام بھیجا کہ میری طرف سے کہو اس لڑکے نامراد کو کہ جو کتاب بمبئی سے آئی ہے، میں نے بھی اس کو دیکھا ہے۔اس کے عقائد صحیح نہیں۔ بلکہ بے ادبی بے نصیبی سے بھرے ہوئے ہیں۔ میں آج کل بیمار ہوں، اگر صحت ہوگئی تو میں اس کی تردید لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔تم ابھی نوجوان بچے ہو، ناحق شوروشر برپا نہ کرو۔مگر مولوی اسماعیل صاحب نے ان کی فہمائش اور ناراضگی کا کچھ خیال بھی نہ کیا۔سب سے اول اپنے خاندانی علما کو ہی مناظرہ کا پیغام دیا۔وہ فکرمند ہوئے کہ کیا کیا جائے۔اگر مناظرہ قبول کرتے ہیں تو یہ عزیز دست بہ قبضہ ہے، خدا جانے کیا صورت پیش آئے۔اور جو نہیں قبول کرتے ہیں تو وہ فتح کا نقارہ بجا کر اور زیادہ تنگ کریں گے۔مشورہ کرکے تحریری مناظرہ قرار دیا گیا۔اور مولوی اسماعیل کو زک حاصل ہوئی۔

اس وقت تک مولوی اسماعیل شہید کسی کے مرید نہ تھے۔اور یہ بھی ان کو معلوم ہوگیا کہ کمی معلومات علم تصوف کی وجہ سے ہم کو زک اٹھانی پڑی۔ پھر یہ بیعت کرنے کی فکر میں ہوئے۔مولانا عبدالعزیز نے فرمایا کہ اگر پیر کی تلاش ہے تو خلیفہ سید احمد کے مرید ہوجاؤ۔مولوی اسماعیل خلیفہ صاحب کے مرید ہوگئے (خود اپنا مرید نہ کیا)۔ان دنوں خلیفہ صاحب کی حرارتِ قلبی کثرتِ ذکراللہ سے بڑھی ہوئی تھی۔مرید ہوتے ہی مولوی صاحب کا ایسا اعتقاد بڑھا کہ جب خلیفہ صاحب شہر کی سیر کو سوار ہوتے، مولوی صاحب ان کی رکاب پکڑ کر بجاے سائیس کے کوسوں تک ایسے دوڑتے کہ سر کا پسینہ پاؤں پر ٹپکتا تھا۔ خوابوں اور الہاموں اور بشارتوں اور کرامتوں کے چرچے نے یہ ترقی پکڑی کہ ہر روز صدہا مرید ہوتے چلے جاتے تھے۔

خلیفہ صاحب ایک بزرگ اہل اللہ مشائخ، سپاہی مزاج آدمی تھے۔ان کو علم رسمی حاصل تھا۔عالم متبحر محدث نہ تھے، نہ کوئی انھوں نے تازہ اجتہاد کیا مگر ہاں! اصولی عالم، محدث تھے۔اول انھوں نے کتاب «صراط مستقیم» لکھی اور مسائل تصوف کی قوت اور فرط عقیدت کے جوش میں آکر پیر کے مرتبہ اور کشف وکرامت کو انبیا علیہم السلام کے مرتبہ تک پہنچا دیا۔ اور انھیں مولوی صاحب کی وجہ سے کہ صفت درویشی کے ساتھ علمائی صفت شامل ہوگئی، پیری مریدی کے سلسلہ نے ایسی ترقی اور رونق پکڑی کہ فقیری اور امیری دونوں کے آثار نمایاں ہوگئے۔بلفظہ (ص: ۹۰ سے ۹۳ تک)

فرقۂ پنجم محمدیہ عامل بالحدیث کے ایجاد ہونے کا ذکر

اس وقت مولوی اسماعیل نے ایک نئے فرقہ کی بنیاد اس پیرایہ پر رکھی کہ ائمۂ اربعہ کے اتباع اور تقلید کو بھی بہ ظاہر قائم رکھا، اور پانچویں امامت اپنے پیر کے نام ایجاد کرکے نام فرقہ کا فرقۂ پنجم عامل بالحدیث رکھا اور اسی فرقہ پنجم میں مرید کرنا شروع کردیا۔چوں کہ علماے دہلی سے مخالفت ہوچکی تھی، اور وہ ان کے فرقہ پنجم کو تسلیم نہ رکھتے تھے، بدعتی اور گمراہی کے خطاب بھی طرفین سے لینے دینے شروع ہوگئے تھے، ایسے ہی مرید بھی ہم عمل گئے۔الہامی خوش خبری کی امید بھی دلوں میں سمائی ہوئی تھی۔اب یہی مصلحت قرار پائی۔بلفظہ (ص: ۹۳)

خلیفہ سید احمد اور مولوی اسماعیل کے عزمِ جہاد کا ذکر

کب وطن میں ہوگی اپنے جوہرِ معنی کی قدر لعل قیمت کو پہنچتا ہے بدخشاں چھوڑ کر

آخر انھوں نے اولوالعزمی اور خروج پر کمر باندھی، اور بہت مریداں کی جمعیت سے دہلی چھوڑ کر لکھنؤ پہنچے۔ ہر منزل میں مریدوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ شہر لکھنؤ میں ایک عالم بزرگ نقش بندیہ مولوی نعیم اللہ صاحب مرزا مظہر جانِ جاناں کے مرید کے مرید بڑے کامل مشہور تھے۔ ان سے یہ مولوی صاحبان ملنے گئے۔ اثنائے گفتگو میں یہ ذکر کیا کہ چار مذہب تو قدیم سے ہندوستان میں چلے ہی آتے ہیں، مگر ہم نے در نیولا پانچواں فرقہ «محمدیہ» تجویز کیا ہے جس کا نام عامل بالحدیث رکھا ہے۔ مولوی نعیم اللہ صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا کہ بھلا سید صاحب! یہ چار طریقے چار مصلے جو کعبۃ اللہ میں قدیم سے چلے آتے ہیں، کیا آپ کی دانست میں یہ محمدیہ نہ تھے جو آپ نے پانچواں فرقہ ایجاد کیا؟ مجھے تو نتیجہ اور انجام اس فرقہ کا سوائے تفرقہ باہمی اہل اسلام کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ اس کا جواب مولوی اسماعیل نے بجز خاموشی اور کچھ نہ دیا۔

اسی زمانہ میں مولانا عبدالرحمٰن ولایتی صوفی لقب خاص شہر لکھنؤ میں مقیم تھے۔ ان کے کشف وکرامات کی اس زمانہ میں بہت شہرت تھی۔ مولوی اسماعیل بحث مباحثہ کے ارادہ سے ان سے ملنے گئے۔ مگر کہتے ہیں کہ صوفی صاحب کا تصرف غالب رہا۔ بحث شروع کرنے سے باز رہے۔ رخصت کے وقت مولوی اسماعیل صاحب نے فرمایا کہ فرنگی محل کے مولوی بہت گم راہ ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ جس وقت کلکتہ سے واپس ہوں گا ان گم راہوں سے جہاد کروں گا۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے جواب دیا کہ صاحب زادے! جو اس قسم کا ارادہ رکھتے ہیں وہ مڑ کر نہیں آتے۔

سید صاحب بزرگ اہل اللہ تھے، اور مولوی اسماعیل صاحب کی تازہ تحصیل اور طاقت زبانی اور وعظ گوئی اور خوش بیانی میں واقعی ایک تسخیر کا عالم تھا۔ لکھنؤ کے وزیر نے ان کی واعظانہ گفتگو سن کر اور اولوالعزمی کی طرف خیال کر کے پچیس ہزار کی رقم نذر پکڑائی۔ دیگر امرایانِ لکھنؤ نے اتنا دیا کہ قریب ایک لاکھ کے ہوگیا۔ فرنگی محل کے مولویوں نے اعتراض کیا کہ یہ سب روپیہ[1] ناجائز ہے۔ مولوی اسماعیل نے جواب دیا کہ ہاں! ہم بھی جانتے ہیں کہ یہ مال رشوت کا ہے۔ مگر ہم نے اپنی ذاتِ خاص کے واسطے نہیں لیا۔ مساکین اور غربا کے کام آئے گا (مرزا قادیانی کی طرح)۔ لکھنؤ سے چل کر عظیم آباد پٹنہ پہنچے۔ وہاں بھی کچھ فتوح حاصل ہوئی۔ ہزارہا مرید ہوئے۔ اور ایک لخت اس فقیرانہ گروہ کا امیرانہ ٹھاٹھ ہوگیا۔ بہ ظاہر ایک

---

[1] یہ سب روپیہ ناجائز، الخ: نذور کے قبول میں کچھ تمیز حلال وحرام کی نہ تھی۔ فاحشہ رنڈیوں کے بھی پیش کش لینے میں تامل نہ تھا۔ یہاں تک کہ جو فرنگیوں کے گھروں میں تھیں۔ چناں چہ بنارس کا ریزیڈنٹ اگنس بروگ نام اس کے گھر میں ایک فاحشہ تھی، بڑی اختیار والی اور صاحبِ مقدور، مرید ہوئی۔ دس ہزار روپیہ نذر کیے۔ اور اس کے مرید ہونے سے ریزیڈینٹ نے بہت خاطر داری کی۔ سید صاحب نے اس کو اپنی خاص بیٹی فرمایا تھا۔ راقم الحروف بھی وہاں موجود تھا۔ بلفظہ۔ کتاب سیف الجبار، مؤلفہ مولانا فضل رسول علیہ الرحمہ بدایونی، ص: ۳۷، ۳۸۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ

لشکر کی سی صورت بن گئی۔

حکام کمپنی کی پیش بندی اور خلیفہ صاحب کا عزم پشاور

آمدم برسر مطلب۔ کمپنی کے مخبر لگے ہوئے تھے۔ صاحبانِ اضلاع کو اشتباہ ہوا کہ شاید ان مولویوں کا ارادۂ ملک گیری ہو، فوراً انتظام کرلیا۔ خاص شہر کلکتہ میں اس جمعیتِ عظیم کو نہ گھسنے دیا۔ فورٹ ولیم قلعہ کے میدان میں لے جاکر فروکش کیا۔ قلعہ کی توپوں کا منہ بھی دکھا دیا۔ اس جگہ کچھ تھوڑی فتوح حاصل ہوئی، کیوں کہ نامی امیران کی ملاقات سے کنارہ کش رہے۔ ۱۲۳۴ھ سے ۱۲۴۲ھ تک ان کا گروہ سات آٹھ برس تک ہندوستان میں سیر وسیاحی کرتا پیری مریدی کو ترقی دیتا رہا۔ ہندوستان کے حنفی علمانے اس مذہب جدید سے موافقت نہیں رکھی، بلکہ مخالف ہی رہے۔ اس وقت میں اس گروہ کو یہ بھی یقین ہوگیا کہ ہندوستان میں جس قدر رئیس ہندو اور مسلمان با اعتبار ہیں، وہ کمپنی کے مددگار ہیں۔ لہٰذا انگریزی عمل داری میں خروج غیر ممکن ہے۔ اس لیے ۱۲۴۴ھ میں چار پانچ ہزار مسلمان کو ساتھ لے کر بمبئی گئے۔ پھر سندھ کے ملک سے ہوتے ہوئے پشاور پہنچ گئے۔

ان دنوں ملک پشاور میں امیر دوست محمد خاں صاحب بہادر مرحوم کی عمل داری کم زور اور بے بندوبست تھی۔ یار محمد خاں بھائی امیر موصوف کا ناظم تھا، سکھوں کی فوج اس کے ملک میں دھاوا کرتی پھرتی تھی۔ اول اول تو ناظم پشاور اس قافلہ علماے ہندی کو واعظانِ دین سمجھ کر کچھ مزاحم یا معاون ان کا نہ ہوا۔ پھر پیری مریدی کے طریق سے اپنے گروہ کو تقویت دینے لگے، اور ملکی جرگوں[1] کو اپنے مریدوں میں داخل کرتے رہے۔ مگر ان کی عادتِ حیلی سے خلیفہ صاحب کو علم نہ تھا۔ ایک گروہِ عظیم کے بھروسہ پر جو لاکھ آدمی سے زیادہ تھا، مطمئن ہوکر اپنے مشیروں کی صلاح سے خطابِ امیر المومنین قبول کیا۔ اپنی خلافتِ شرعی کی کارروائی شروع کردی۔ اور شاہ بخارا اور امیر کابل کو اپنی استعانت کے بارے میں مراسلے روانہ کیے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب کو دعوتِ اسلام کا پیغام دیا۔ امراے نام دار اور علماے لاہور کو مطلع کیا کہ امیر المومنین سے بیعت حاصل کرو۔ جب کوئی امیر مسلمان اور عالم پنجاب کا ان کی طرف متوجہ نہ ہوا، تب انھوں نے ان کی تکفیر کا فتویٰ جاری کیا۔ اس فتویٰ تکفیر کے اجرا سے تمام ملک پنجاب کے امیر اور علما ناراض ہوگئے، اور جواب لکھے کہ تم وہابی مذہب ہو، تم سے بیعت کرنا روا نہیں۔ الخ۔

جرگہ یوسف زئی کے ساتھ جہاد اور مولوی اسماعیل کی شہادت (قتل)

(راقم الحروف کہتا ہے کہ مسلمانوں پر فتویٰ جہاد دینے والا مسلمان نہیں۔ اور مفتی اگر اس لڑائی میں مارا جائے تو شہید نہیں، بلکہ حرام موت ہے۔) اب خلیفہ صاحب کی خلافت کے ضعف کا یہ سبب ظہور میں آیا کہ جرگہ یوسف زئی میں جن کے علاقہ میں ساٹھ ہزار بندوق تھی، لیکن یہ دستور ناقص قدیم سے جاری تھا کہ اپنی دختروں کا نکاح بدون خاطر خواہ روپیہ

---

[1] جرگہ: سرحدی قبائلی علاقے میں وہ جماعت جو اہم معاملات کے بارے میں فیصلہ دیتی ہے۔ پٹھانوں کی جماعت۔

لیے نہ کرتے تھے، جن سے ان کی لڑکیوں کی عمر جوانی ضائع ہو جاتی تھی، تب کہیں نکاح کی نوبت آتی تھی۔
خلیفہ صاحب نے شرعی حکومت کے زور سے ان کی لڑکیوں کا نکاح حکماً کرانا چاہا، بلکہ دس بیس لڑکیوں کے نکاح مجاہدین وغیرہ سے کرادیے، اور خود بھی بہ رضامندی سرداران جرگہ اپنے دو نکاح کیے۔ مگر وہ جرگہ ان سے سرکش ہو گیا، اور مدت تک ان پر جہاد ہوتا رہا، بہت کچھ جدال وقتال کی نوبت پہنچی، مگر وہ ان سے مغلوب نہ ہوا۔ ایک روز بہت سے ملکی جمع کر کے مولوی اسماعیل صاحب خود ان کے مقابلہ کو گئے، لڑائی شروع ہوتے ہی مولوی صاحب کی پیشانی پر گولی لگی اور شہید ہو گئے۔ ع کارِ ما[1] آخر شد و آخر ز ما کارے نشد

ان کے شہید ہوتے ہی غازی پسپا ہوئے، یوسف زئی خاطر خواہ فتح یاب ہوئے، خلیفہ کے مال و جان کے ایسے دشمن ہو گئے کہ پھر وہاں ٹھہرنا مشکل ہو گیا۔ خلیفہ صاحب نے بے دل ہو کر فرمایا: جو دولہا برات کا تھا، وہ مارا گیا۔ اب امید کامیابی کی نہیں معلوم ہوتی۔ بلفظہ (ص:۱۰۲)

اکبر خاں سوار راج پوت مسلمان، باشندہ قصبہ حسین پور، ضلع مظفر نگر، جو سکھوں کے امتیازی سواروں میں نوکر اور اس لڑائی میں شامل تھا، اس کا یہ بیان چشم دید ہے:

تین پلٹن پیدل اور دو رسالہ سواروں کے اور ایک توپ خانہ تھا۔ جب مخبروں کی زبانی معلوم ہوا کہ لاکھ آدمی ملکیہ پھر جمع ہو گیا ہے۔ کمان افسر کنور شیر سنگھ صاحب تھے۔ خلیفہ صاحب نے جنگ شروع کر دی اور اسّی ہزار (۸۰۰۰۰) آدمی لے کر بالاکوٹ پر حملہ کیا۔ اور فوج سکھ پانچ ہزار تھی۔ خلیفہ صاحب نے حساب لگا کر [کہا]: سولہ سولہ مسلمانوں کے حصہ میں ایک ایک سکھ آتا ہے، جھپٹ کر مارلو۔ اپنی جائے فرودگاہ سے جو چھ کوس کے فاصلہ پر تھا، پیدل آدمیوں نے دھاوا کیا۔ خلیفہ صاحب ایک مشکی گھوڑے پر سوار تھے۔ سکھوں نے دوربین سے دیکھ کر کہا کہ میاں جی جنگی قانون سے ناواقف ہے، ہماری فتح ہے کہ پیدل فوج دم توڑ کر رہ جائے گی۔ سو ایسا ہی ہوا۔ کچھ پیدل جوان پہنچے، اور کچھ راستہ ہی میں بے دم ہو کر رہ گئے۔ سکھوں نے توپوں کو چلانا شروع کیا۔ ایک ایک چھرہ دس دس آدمیوں کو ہلاک کر گیا، اور خلیفہ صاحب کے پیٹ میں بھی ایک چھرہ لگا، وہیں شہید ہو گئے۔

مولفِ کتاب «فریاد المسلمین» لکھتا ہے: ایک زمانہ اسلام کی یاوری اقبال کا وہ تھا کہ پینتالیس ہزار عرب نے چھ لاکھ فوجِ ہرقل شاہِ روم سے مقابلہ کیا اور فتح پائی۔ اور ایک زمانہ یہ ہے کہ پانچ ہزار پر اسّی ہزار نے حملہ کیا اور شکست کھائی (صرف شکست ہی نہیں بلکہ امیر المومنین بھی اپنا مروا لیا)۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فوجِ اسلام عرب خالص اسلام تھا، اس لیے بہ موجبِ حکم خداوند تعالیٰ «كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ»[2] کے حکم کے وہ گروہ

---

[1] ہمارا کام تمام ہو گیا، مگر ہم سے کوئی کام نہ ہوا۔
[2] ترجمہ: بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے۔ (کنزالایمان) پارہ:۲، سورہ بقرہ ۲، آیت:۲۴۹.

اللہ تعالیٰ کا گروہ تھا، جو بحکمِ خداوندی «فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ» [1] فتح یاب ہوا۔ اور یہ گروہ وہابیوں کا اسلام میں داخل نہ تھا۔ اس لیے اسی ہزار نے پانچ ہزار سے شکست کھائی، اور بناوٹی امیر المومنین بھی بے چارے دو بیویوں کو چھوڑ کر وہیں کھیت رہے۔ اور یہ بھی ٹھیک پتہ نہیں کہ وہ چھرہ کسی مسلمان کے ہاتھ سے لگا، یا کسی سکھ سے، کیوں کہ سکھوں کی فوج میں مسلمان بھی تھے۔ ان مسلمانوں نے خلیفہ صاحب کی نعش کو مقتولین میں شناخت کر کے کنور صاحب کے پاس درخواست کی کہ ان کا تجہیز و تکفین ہم کریں گے۔ کنور صاحب نے منظور کر کے خود ایک دوشالہ رنگ سیاہ دے کر کہا کہ یہ ہماری طرف سے ان کے جنازہ پر ڈال دو کہ ان کی عزت ہو۔ تب خلیفہ صاحب کے جنازہ کی نماز پڑھ کر بالا کوٹ کے نشیب میں دفن کر دیا۔ ملخصًا۔

(ص: ۱۰۳ سے ۱۰۷ تک)

اعتقادات متعلقہ وفات خلیفہ صاحب

س: بعضے علما اور معتقد خلیفہ صاحب کے اب تک خلیفہ صاحب کو زندہ بتلاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ خلیفہ صاحب مردانِ غیب کی طرح آنکھوں سے غائب ہیں اور پھر ظاہر ہونے والے ہیں۔

ج: جو لوگ خلیفہ صاحب کو زندہ مانتے ہیں، وہ ناواقفیت کے سبب دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ مگر من جملہ ان کے ایک چھوٹا گروہ نیم مقلد اور نیم غیر مقلد وہابیہ دیو بندیہ ہے۔ اس نے خلیفہ صاحب کا شہید ہونا تسلیم کر لیا ہے۔ اور جو دوسرا گروہ بہت بڑا ہے، وہ اس کے (مولوی خلیفہ کی حیات کے) بارے میں عجیب عجیب قسم کی کارروائیاں کرتے رہے ہیں، جس کا مختصر حال یہ ہے:

جھوٹ اور فریب کی کارروائی اور خلیفہ سید احمد کا لکڑی کا بت یا پتلا بنا کر اور کپڑے پہنا کر پہاڑ پر رکھا جانا

خلیفہ صاحب کی شہادت سے دو سال بعد مولوی محمد قاسم نامی اوسط ہند سے کچھ مجاہد اپنے ساتھ لے کر ستھانہ کے پہاڑوں اور ہزارہ کے سرحدی علاقہ میں آئے، خلیفہ صاحب مرحوم کے جانشین امیر المومنین بنے، اور مولوی عبد القادر [2] سے مشورہ کر کے خلیفہ صاحب کی مہر بنوا کر اس کے ذریعہ سے اپنے گروہ کے مولویوں کو اس مضمون کے خط لکھے: «ہندوستان میں مشہور کریں کہ خلیفہ صاحب اب تک زندہ ہیں، اور خرچ کی ضرورت ہے، مسلمان معاونت کریں۔» اور مولوی عبد الجبار اور مولوی عبد الحق صاحبان بنارسی فراہمی چندہ کے مہتمم مقرر ہوئے۔

---

[1] ترجمہ: تو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے (کنز الایمان) پارہ: ٦، سورہ المائدہ ٥، آیت: ٥٦.

[2] مولوی عبد القادر والد مولوی محمد لدھیانوی معلوم ہوتا ہے جو جد فاسد معترض دیو بندی کا ہے۔ ۱۲۔ منہ رحمہ اللہ

جب یہ خطوط جعلی مہر چسپاں ہندوستان میں پہنچے تو بے چارے مسلمان سادہ دل نادان اس ملک میں آنے شروع ہو گئے اور خلیفہ صاحب کی زیارت کے ملتجی ہوئے۔ کچھ دنوں تک مولوی محمد قاسم ان کو ٹالتے رہے۔ آخر کار انھوں نے یہ تجویز کی کہ کاغان کی غار میں ایک کاٹھ کا بت بنوا کر اس کو چوغہ اور عمامہ پہنا کر رکھا دیا۔ اور دو چار زیارت کے متقاضیوں کو دور سے دکھا کر کہا کہ دیکھو خلیفہ صاحب عبادتِ الٰہی میں مشغول ہیں۔ مگر پاس آنے کا کسی کا حکم نہیں۔ اسی تقریب سے ہزار ہا روپیہ وصول کر کے کھاتے رہے، اور نو کس علمائے مفصلہ ذیل مولوی محمد قاسم[1]، مولوی حسن علی[2]، مولوی اسحاق[3]، مولوی عبداللہ[4]، یہ چار کس نوبت نوبت آئے، اور خلیفہ صاحب کے جانشین یعنی امیر المومنین بنے، اور کوہستان کے ویرانہ کو بنام جہاد آباد کرتے رہے۔ اور مولوی ولایت[5] علی اور مولوی اولاد[6] علی اور مولوی عنایت[7] علی، یہ تین شخص وہاں کا حالِ ابتر دیکھ کر ہندوستان کو واپس چلے آئے۔ اور مولوی عبدالجبار[8] اور مولوی عبدالحق بنارسی[9] ہندوستان میں خیرات کی تحصیل کے مہتمم رہے۔ بلفظہ (ص:۱۰۸،۱۰۹)

دیکھو مفصل حالات کی کیفیت تاریخ ہزارہ ص: ۲۲۷ سے ۲۳۷ تک۔

نتیجۂ راقم الحروف: ان تاریخی واقعات نمبر ۲ و ۳ سے صاف ثابت ہے کہ خلیفہ سید احمد اور مولوی اسماعیل ہرگز شہید نہیں ہوئے، بلکہ انھوں نے ہزار ہا مسلمانوں کو ناحق قتل کیا اور کرایا، اور یہ تمام قتل عمد انھوں نے قصداً اور عمداً کیے۔ اور خدا کے حکم «**وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا**»[1] سے نہ ڈرے، اور ایک فسادِ عظیم دینِ اسلام میں برپا کر دیا، اور ایسا تفرقہ اور فتنہ قائم کر دیا جو قابلِ اصلاح نہیں۔ اور احکامِ خداوندی «**وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ**»[2] اور «**وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ**»[3] اور «**وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا**»[4] اور «**وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ**»[5] اور «**وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ**»[6] سب کو فراموش کر دیا۔ اور خلافِ شریعت مسلمانوں پر فتویٰ جہاد دے کر قتل عام کیا، اور مسلمانوں ہی کے ہاتھ سے مارے گئے۔ ان حالات میں ان کو "شہید" اور "علیہ الرحمۃ" کہنا بالکل بے ہودہ اور لغو امر ہے۔ اور جہاد کی بھی ضرورت نہ تھی، کیوں کہ انگریزوں کے راج میں کسی قسم کی مزاحمت ادائے فریضہ اسلام میں نہیں تھی۔

اگر کہا جائے کہ سکھوں کی طرف سے ایسا ہوتا تھا، تو میں کہتا ہوں کہ کلکتہ پر چڑھائی کیوں کی گئی؟ اور فرنگی محل کے مولویوں پر فتویٰ جہاد کیوں دیا؟ اور پھر لاہور کے علمائے احناف پر فتویٰ کفر اور جہاد کا کیوں دیا؟ اور یوسف زئی افغانوں پر یورش کر کے ہزار ہا مسلمانوں کو قتل کر دیا اور امیر کابل کے بھائی کو ناحق قتل کر دیا۔ سکھوں کے ساتھ کون سا جنگ اور جہاد

---

[1] ترجمہ: اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے۔ (کنز الایمان) پارہ: ۵، نساء: ٤، آیت: ۹۳.

[2] ترجمہ: اور ان کا فساد قتل سے سخت تر ہے (کنز الایمان) پارہ: ۲، بقرہ: ۲، آیت: ۲۱۷.

[3] ترجمہ: اور اللہ فساد سے راضی نہیں۔ (کنز الایمان) پارہ: ۲، بقرہ: ۲، آیت: ۲۰۵

[4] ترجمہ: اور زمین میں فساد کے لیے دوڑتے پھرتے ہیں۔ (کنز الایمان) پارہ: ٦، المائدہ ۵، آیت: ٦٤.

[5] ترجمہ: اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔ (کنز الایمان) پارہ: ۱۹، شعراء: ۲٦، آیت: ۱۸۳

[6] ترجمہ: اور اللہ فسادیوں کو نہیں چاہتا۔ (کنز الایمان) پارہ: ٦، المائدہ ۵، آیت: ٦٤.

کیا؟ ایک ہی لڑائی آخر میں جو کنور شیر سنگھ سے خلیفہ سید احمد کی ہوئی، جو اپنی ناواقفی قواعد جنگ کی وجہ سے اسی ہزار مسلمانوں کو پانچ ہزار فوج سے قتل کرا دیا۔ اور آپ بھی اسی میدان میں ایک ہی چھرہ کھا کر رہ گئے۔ ایسی ایسی دینی خدمات سے شہادت نہیں ملتی، بلکہ موت ہی غیر صحیح ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا. [1]

یعنی جو کوئی شخص مسلمان کو قتل عمداً کرے، تو اس کی سزا دوزخ ہے، پڑا رہے گا اس میں ہمیشہ، اور اللہ تعالیٰ کا اس پر غضب ہوا، اور اس کو لعنت کی ہے، اور تیار کیا اس کے لیے بڑا عذاب۔

پس جب یہ حال ہے، تو شہید ہونا محال ہے۔ آپ کے بزرگ مولوی رشید احمد صاحب اپنے فتاویٰ رشیدیہ جلد اول صفحہ ۱۲۲، سطر ۱۷ میں اس طرح لکھتے ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :سباب المؤمن فسوق و قتاله كفر، بلفظه. [2]

یعنی فرمایا کہ مسلمانوں کو گالی دینا فسق ہے اور قتل کرنا مومن کا کفر ہے۔

پس آیت شریف آپ کے گھر کے فتوے سے ہی ان پر کفر ثابت ہے۔ پھر جو لوگ ان کو شہید کہتے ہیں، وہ قرآن شریف و حدیث شریف کے منکر ہیں اور بس۔

مولوی عبدالحق بنارسی خلیفہ سید احمد کا حال

مولوی عبدالحق نامی بنارسی نے اپنے آپ کو خلیفہ سید احمد کا خلیفہ ظاہر کر کے ایک نیا فرقہ اسی فرقہ میں سے اور نکالا اور اپنے مریدوں کو جا بجا بھیج کر یہی مشہور کیا کہ ”خلیفہ صاحب ستھانہ [3] کے پہاڑوں میں زندہ ہیں، خرچ کی ضرورت ہے“۔ اس تجویز سے ہزار ہا روپیہ تحصیل کر کے ہجرت کی، (بنارسی ٹھگ مشہور ہیں) بیت اللہ شریف میں پہنچا، (مال حرام سے) وہاں خفیہ طور پر اپنا مذہب پھیلانا شروع کر دیا۔ جب مکہ معظّمہ وغیرہ ملک عرب کے عالموں کو خبر ہوئی کہ یہ دین محمدی کو بگاڑتا اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا چاہتا ہے، اس کے مذہب کی تحقیقات شروع کی۔ ثابت ہو گیا کہ یہ وہابی ہے۔ اس کی نسبت فتویٰ قتل کا دیا گیا۔ اس کے ہم راہی تو گرفتار ہو گئے، مگر یہ آدمی چالاک تھا، وہاں سے بھاگ کر بمبئی آ گیا۔ یہاں آ کر اپنے جدید مذہب کی کارروائی جاری کر دی، اور اکثر مسلمانوں کو اپنی طرف کھینچ لیا اور قوم میں ایک تفرقہ اور شور و فساد برپا کر دیا، مجبور ہو کر بمبئی اور ہندوستان کے عالموں نے اتفاق کر کے اول اس کے عمل کی تحقیقات کی، پھر مکہ معظّمہ کے عالموں کے

---

[1] پارہ:۵، النساء:٤، آیت:۹۳

[2] صحيح البخاری، کتاب الادب، باب ما ينهىٰ من السباب واللعن، حديث نمبر ٦٠٤٤.

[3] ستھانہ الخ: ضلع ہزارہ پنجاب میں ایک جگہ پہاڑی علاقہ ہے۔ ۱۲۔ منہ رحمہ اللہ

فتوے منگائے، اور دو کتابیں ان کے رد عقائد میں لکھیں: تحفہ محمدیہ[1]، سراج الہدایہ۔ ان کو طبع کرا کر شائع کیا۔ جب کہیں اس کے غدر دینی میں کچھ کمی واقع ہوئی۔ بلفظہ۔ (صفحہ ۱۱۳، ۱۱۴)

(۴) کتاب عمدۃ المرام فی اخبار بلد الحرام الملقبہ ببشریٰ للمومنین فی اخراج الوھابیین، یہ کتاب پہلے ۱۲۶۸ھ میں مطبع سلطانی میں حسب الحکم خاقانی قلعہ مبارک دہلی میں طبع ہوئی تھی۔ اور اب دوبارہ سندھ پریس مرادآباد میں ۱۳۳۰ھ میں مرقع وہابیہ کے نام چھپی ہے۔ (پرانی اردو):

مقدمہ: جاننا چاہیے کہ سبب محضر کے آنے کا جناب حضرت سلطانی میں و دیگر قرطاس کا یہ ہے کہ مولوی محمد مراد و شیخ عبداللطیف لکھنوی اور شیخ محمد دہلوی و شیخ عبدالرحمٰن بنارسی اور محمود علی بریلوی نے کہ احوال اس کا قرطاس میں ہے، جب کہ شیخ عبدالوہاب نجدی کے مذہب کو مکہ معظّمہ میں رواج و شہرہ دیا۔ اور شفاعت اولیاے کرام و سرور انبیا علیہم السلام اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ نزدیک قبر اقدس حضرت رسولِ مقبول عالی مقام اور طعام نذر و نیاز فاتحہ درود، دہم و چہلم و برسی و مجلس مولود سے انکار کیا، مشاہیر علما و مفتیان منزلہ مروہ، صفا نے اٹھارہویں تاریخ جمادی الآخر ۱۲۱۵ھ کو مکہ مطہرہ سے پانچ نفرین کو یہ شرعیہ نکالا اگرچہ اول حضرت حسیب پاشا جس کو عجمی لوگ صوبہ کہتے ہیں اور ترکی زبان میں پاشا مشورہ میں آیا تھا کہ اس گروہ شقاوت پژوہ کہ وہ بہ حکم شرع قتل واجب ہے۔ الخ. بلفظہ۔ (صفحہ ۳، ۴)

تقویۃ الایمان کی عبارات (جیسے میں نے اپنے اشتہار میں لکھی ہیں۔ اس کتاب میں بھی اسی طرح سے درج کرتا ہوں) وھو ھٰذا:

الف: انبیا و اولیا ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں، تعظیم ان کی بڑے بھائی جیسی کرنی چاہیے کہ وہ بڑے بھائی ہیں۔

ب: ہر مخلوق چھوٹی ہو یا بڑی، اللہ کی شان کے آگے چوہڑے چمار سے زیادہ ذلیل ہے۔

ج: پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک دن میں مر کر مٹی ہونے والا ہوں۔

د: اس شہنشاہِ عالی جاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں حکم کن سے چاہے کروڑوں نبی ولی اور جن اور فرشتے جبرئیل و محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔

ہ: اور انبیا اور اولیا کو سفارشی سمجھنا گو کہ اللہ کا بندہ اور مخلوق ہی سمجھے، سو وہ ابوجہل اور مشرک کے برابر ہے۔

و: جس کو چاہے گا اپنے حکم سے اس کا شفیع بنائے گا، یہ حالت بھی اسی پر چھوڑ دیجیے۔ جن کو وہ چاہے ہمارا شفیع کر دے، نہ یہ کہ کسی کی حمایت پر بھروسہ کیجیے۔

ز: (انکار وسیلہ انبیا اور اولیا) جب کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے، دوسرے بادشاہ سے نہیں رکھتا۔ اور کسی چوہڑے یا چمار کا تو کیا ذکر ہے۔

---

[1] تحفہ محمدیہ الخ۔ یہ وہ کتاب ہے جس کا مختصر خلاصہ نمبر اول پر لکھا گیا ہے۔ ۱۲۔ منہ رحمہ اللہ

ح: اور روشنی قبروں پر اور مورچھل رکھنا، اور غلام نبی، عبد النبی، سیتلا بخش، گنگا بخش، نام رکھنا اور شاہ عبد الحق کا توشہ کرنا، نذر و نیاز کرنا، اولیا انبیا کے مرنے کے بعد ان کی قبروں پر جانا سفر کر کر اور ان سے کہنا کہ یا حضرت! اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا کرو ہمارے واسطے، سو یہ شرک ہے۔ بلفظہ۔ (صفحہ ۱۲)

ساتویں ذی قعدہ روز پنج شنبہ ۱۲۵۱ھ کو تقویۃ الایمان کے مصنف مولوی اسماعیل پر فتویٰ کفر علما نے دیا جن کے نام اور مواہیر صفحہ ۲۰ پر درج ہیں، کل ۲۳ علما ہیں، اور صفحہ ۲۶ پر سب علماے دین کا اجماع اس کے کفر پر ہوا، اور پانچ کس وہابی بمبئی، مدارس وغیرہ سے نکالے گئے۔ اور کئی بار توبہ کی اور پھر پھر گئے۔ اور صفحہ ۲۸ پر علماے عرب و حاکم و قاضیان اور مفتیان مکہ معظّمہ کا فتویٰ اور حکم گروہ وہابیہ اسماعیلیہ کے قتل اور تعزیر کا ہوا، اور صفحہ ۳۰، ۳۱ پر دستخط اور مواہیر ثبت ہیں۔ اسی طرح تحفہ محمدیہ میں ہے۔ اور اسی طرح جامع مسجد دہلی سے بہ حکم سلطان ابوظفر محمد بہادر شاہ دہلی وہابیوں کا اخراج کیا گیا۔ (صفحہ ۳۶)

اور بادشاہ موصوف علیہ الرحمہ نے خود ایک مخمس[1] لکھا جو یہاں درج کیا جاتا ہے، (مخمس بادشاہ دہلی، صفحہ ۳۶)

آگے بھی لوگ فقہ سے رکھتے تھے آگہی — اور گفتگو مسائل فقہ میں یوں رہی
سنتے رہے حلال ہے تریل اور مچھی — لیکن کسی نے اُلّو کی حلت نہیں کہی
اُلّو ہے وہ جو کہتا ہے اُلّو حلال ہے

(۵) "تحقیق الحقیقۃ" مصنفہ حضرت مولانا ومولی الکل فضل الرسول علیہ الرحمہ بدایونی ۱۲۶۷ھ مطبوعہ بمبئی:

اس عاجز نے ایک شخص سے پوچھا کہ حقیقت اس قصہ اور جھگڑے کی کیا ہے کہ کوئی کسی کو کافر، مشرک و بدعتی کہتا ہے، اور وہ اس کو بے دین اور بد مذہب وہابی نجدی کہتا ہے؟ اور یہ قصہ ہندوستان میں کب سے کس طرح کھڑا ہوا؟ اس نے بیان کیا کہ مولوی اسماعیل صاحب نے جب سے "تقویۃ الایمان" تصنیف کی تب سے یہ فساد ہندوستان میں پھیل پڑا، کہ اس میں باتیں خلاف عقائد اور مخالف مذہب اہل سنت کے ہیں۔

عبد الوہاب نجدی نے ایک مذہب نیا بنا کر مکے اور مدینے اور طائف وغیرہ کے رہنے والوں کو اور تمام مسلمانوں کے اگلے پچھلوں کو کافر مشرک ٹھہرایا، اس کے لوگوں نے جہاد نام رکھ کر ان متبرک مکانوں میں قتل و ظلم کیا، اور مال و متاع وہاں کے رہنے والوں کا اور دونوں حرم کے کارخانوں کا بالکل لوٹ لیا، حرم کا ادب کہ فرض ہے، اور آدمی وہاں گناہ کے ارادہ سے ماخوذ ہوتا ہے اور وہاں کے جانور کا شکار کرنا اور دانا پانی سے بھگانا اور درخت کاٹنا اور پتے جھاڑنا حرام ہے، کچھ لحاظ نہ کیا، ایسے ایسے ظلم کیے کہ کبھو نہ ہوئے تھے، مساجد متبرکہ مقدسہ اور آثار متبرکہ کہ بنا ان کی آخر وقت صحابہ اور اول زمانِ تابعین سے چلی آتی تھی، اور بعضے مسجدیں کہ اصل بنا ان کی رسول اللہ ﷺ کے حکم سے تھی، سب کو ڈھا کر زمین کے برابر کر

[1] مخمس: نظم، جس میں ہر بند پانچ مصرعوں کا ہو۔

دیا، اور یہاں تک کہ مسجد قبا کوجس کے فضائل صحیح حدیثوں میں موجود ہیں گرادیا، کہ پیغمبر کے آثار اور نشان ہونے کے سبب سب اوثان[1] میں داخل ہیں۔ پیغمبر نے جہاں نماز پڑھی یا بیٹھے رہے، اس سبب سے وہاں نماز پڑھنا اور اس کو متبرک جاننا شرک ہے۔ چاروں مذہب کے عالموں نے ان ملکوں کے اجماع اور اتفاق کیا اس کے کفر پر، اور فوج اسلام نے بہ موجب حکم سلطان روم کے ان پر جہاد کیا اور نام ونشان ان کو باقی نہ رہا۔ الحمدللہ۔

اس مذہب کا ایک رسالہ "کتاب التوحید" نام ہندوستان میں آ گیا تھا، "تقویۃ الایمان" گویا اسی کی شرح ہے۔ اس کے بہ موجب مولوی اسماعیل کے استادوں سے لے کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک کوئی شرک وکفر سے نہیں بچتا، اور سب کافر ومشرک ہوئے جاتے ہیں، اور خدا اور رسول شرک وکفر کے پسند کرنے والے اور حکم دینے والے ٹھیرتے ہیں، اس سبب سے تمام سنی مسلمان دین دار سمجھنے والے ان کو برا جانتے ہیں۔ الخ۔ بلفظہ۔ (صفحہ ۱، ۲)

"تقویۃ الایمان" تصنیف کرنے سے پہلے خود مولوی اسماعیل بھی ایسے نہ تھے، جن باتوں کو "تقویۃ الایمان" میں نسبت انبیا واولیا کے شرک وکفر ٹھیرایا ہے، "صراط مستقیم" میں پیر سید احمد کے واسطے ان کے مناقب وکمالات میں لکھا ہے۔ اگرچہ اس کتاب میں بھی کچھ پاس دین ومذہب کا نہیں ہے، اس میں تفریط اور اس میں افراط۔ سید احمد کو لکھا کہ "کمالات طریق نبوت بذروہ علیا خود رسیدند"۔

اور ان کے کمالات کے بیان میں لکھا کہ "ایک مقام والوں کو علوم کلیہ شرعیہ ایک قسم کی وحی سے پہنچتی ہے۔ ان کو انبیا کا شاگرد بھی کہہ سکتے ہیں، اور انبیا کا استاد بھی، اور ان کو پیغمبروں کی عصمت ہوتی ہے"۔ دیکھو کیسا کھلا دعویٰ نبوت کا ہے۔ سید احمد کو لکھا کہ کمال مشابہت پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخلوق تھے، اسی سبب سے امی رہے۔ بلفظہ۔ (ص: ۱۴، سطر: ۱۳)

مولوی اسحٰق صاحب بھی آخر کو اس طرف جھک گئے تھے، اگرچہ ان کی کتابوں میں مولوی اسماعیل صاحب کا ساز ور اور شور نہیں ہے۔ یعنی جن باتوں کو کہ مولوی اسماعیل صاحب صاف صاف مطلق شرک وکفر کہتے ہیں، مولوی اسحاق صاحب ان میں کسی کو مکروہ، کسی کو حرام، کسی کو مختلف فیہ، کسی میں تفصیل لکھ دیتے ہیں۔ مگر وہ جو اصل باتیں عبدالوہاب نجدی کے مذہب کی ہیں، ان کے کلام میں بھی ہیں، کہیں کھلی ہوئی، کہیں دبی ہوئی۔ اس سبب سے کم علم ناواقف لوگ ان کے حال میں متردد ہیں، اور جن کو علم وفہم ہے وہ سمجھتے ہیں۔ اور ان کی کتابوں کی عیب پوشی کا ایک پردہ یہ بھی ہے کہ ہر جگہ سند عقائد حدیث، تفسیر، فقہ، تصوف کی کتابوں کی نقل کرتے ہیں، اور حال اس کا یہ ہے کہ نقل میں تحریف اور تصرف کرتے ہیں۔ کہیں عبارت بیچ میں اڑا دی، کہیں بڑھا دی، کہیں مردود قول کی نقل پر کفایت کر دی، کہیں ایک عبارت کسی دعویٰ کی دلیل لکھ دی کہ اس کے معنی کو اس دعویٰ سے کچھ علاقہ نہیں ہوتا، ایک کتاب میں کچھ لکھا، پھر آپ ہی دوسری کتاب میں اس کے خلاف۔ بلکہ ایک ہی کتاب میں ایک جگہ سے دوسری جگہ اس کے برخلاف لکھا، اس طرح کی خرابیاں ان کی کتابوں میں

[1] اوثان بہ معنی بے تصویر کے بت۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ

بہت ہیں، تمام ہوا خلاصہ اس شخص کی تقریر کا۔

عاجز (مولانا فضل الرسول صاحب) کو یہ حال سن کر تعجب آیا کہ میلان خاطر مولوی اسماعیل صاحب اور مولوی اسحاق صاحب کی طرف رکھتا تھا اور اتنا علم نہیں کہ بحث کرے۔ اس شخص سے پوچھا کہ یہ جو آپ نے مولوی اسماعیل صاحب اور مولوی اسحاق صاحب اور ان کی کتابوں کا حال بیان کیا ہے صرف آپ ہی کی تحقیق وتقریر ہے، یا ان کے آگے پیچھے اور کسی عالم نے بھی ایسا کہا ہے جیسا کہ آپ نے بیان کیا۔ یہ لوگ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے اپنے ہیں۔ ہمارے خیالوں میں ان کا ایسا ہونا نہیں آتا۔ اس شخص نے جواب دیا کہ جس وقت مولوی اسماعیل صاحب نے یہ مذہب اختیار کیا، اور "تقویۃ الایمان" لوگوں کی نظروں سے گزری، اس وقت سے تمام علما وصلحا نے ان پر ملامت کی۔ سب سے پیشتر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز کے خاص شاگردوں اور عزیزوں نے ان کے روبرو تقریر وتحریر سے رد وتشنیع کی، اور ان سے جواب کا سرانجام نہ ہوسکا۔

مولوی رشید الدین خاں مرحوم حضرت مولانا کے شاگردوں میں سر دفتر تھے، اور مولوی فضل حق کہ یگانۂ عصر ہیں، اور مولوی مخصوص اللہ صاحب، اور مولوی موسیٰ صاحب صاحب زادے حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کے، اور اخوان محمد شریف صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب اور مولوی محمد حیات صاحب اور مولوی حاجی قاسم صاحب، مولوی رحمت اللہ صاحب اور مولوی محمد صاحب وغیرہم تمام اہل علم تلامذہ حضرت مولانا صاحبان وغیرہ متفق ہوئے ان کے رد و ابطال پر۔ اور منگل کے دن انتیسویں ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ کو جامع مسجد دہلی میں اکثر ان بزرگوں نے مجمع خاص وعام میں مولوی اسماعیل اور مولوی عبدالحئی صاحب سے گفتگو کی۔ مولوی اسماعیل صاحب تو غصہ سے مغلوب ہوکر کلام نہ کر سکے اور چلے گئے۔ مولوی عبدالحئی صاحب نے کچھ کلام کیا، سو ملتا ہوا جمہور سے، مخالف اپنے نئے طریقہ کے، مثلاً لکھ دیا کہ بوسہ دہندہ قبر مشرک نیست (قبر کو بوسہ دینے والا مشرک نہیں ہے) اور سوم قاسم میں اقرار کیا کہ اگر ثواب اس دن میں زائد نہیں جانتا، اور برعایت مصلحت کرتا ہے ممنوع نہیں۔ تفصیل اس حال کی نقل محفل میں کہ نہایت مشہور ہے موجود۔ مولوی فضل حق صاحب نے ان کے روبرو ان کی تکفیر کی تحریر کی۔ الخ۔ (ص:۱۵ سے ۱۷ تک)

حالا خلاصۂ فتویٰ وجواب استفتا باید شنید کہ مستفتی در استفتا سہ سوال کرد:

یکے: کلام ایں قائل حق ست یا باطل؟

دوئم: آں کہ کلامش بر استخفاف وانتقاص شانِ خطیر وقدر واجب التوقیر حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشتمال ودلالت دارد یا نہ؟

سوم: ایں کہ بر تقدیر اشتمال ودلالت آں بر ساعت استخفاف وانتقاص آں حضرت ﷺ حال وحکم مرتکب آں شرعاً چیست؟ وا او از روے دین وملت کیست؟

جواب سوال اول: انیست کہ کلام قائل مذکور از سرتا پا کذب و زور وفریب وغرور است، چہ اونفی سبب بودن شفاعت برائے نجات گنہگاراں، ونفی شفاعت وجاہت وشفاعت محبت از آں حضرت ﷺ وحضرت سائر انبیا، ملائکہ و اصفیا کند۔ ایں اعتقاد او خلاف کتاب مبین واحادیث سید المرسلین واجماع مسلمین است الخ۔

جواب سوال ثانی: انیست کہ کلام او بلا تردد واشتباہ بر استخفاف منزلت وجاہ آں سرور ﷺ مقربان بارگاہ حضرت اللہ وانتقاص شان سائر انبیا وملائکہ واصفیا وشیوخ واولیا اشتمال ودلالت دارد۔ الخ۔

جواب ثالث: انیست کہ قائل آں کلام لا طائل از روئے شرع مبین بلا شبہہ کافر وبے دین است، ہرگز مومن و مسلمان نیست، وحکمِ او شرعاً قتل وتکفیر است، وہر کہ در کفریت او شک آرد وتردد دارد یا ایں استخفاف را سہل انگارد، کافر وبے دین ونامسلمان ولعین است[1]۔ الخ بلفظہ، (ص: ۱۸، ۱۹)

یہ تحریر ہے مولوی فضل حق صاحب کی۔ اور اکثر علماے شاہ جہان آباد (دہلی) کی مہریں اس پر ہیں۔ اور مولوی اسماعیل صاحب یا ان کے کسی پیرو سے اس کے جواب کا سرانجام نہ ہو سکا۔ مولوی مخصوص اللہ صاحب نے جو «تقویۃ الایمان» کا رد لکھا اس کا نام «معید الایمان» رکھا۔ مولوی مفتی محمد صدر الدین خاں نے سفر میں واسطے زیارت قبور کے اسماعیلیہ عقیدہ کا رد لکھا، اس کا نام ہے «منتہی المقال»۔ علماے بریلی نے «تقویۃ الایمان» کا رد لکھا اس کا نام «صحیح الایمان» ہے۔ علماے رام پور نے «تقویۃ الایمان» کے متعدد رد لکھے، بعض بمبئی میں مطبوع بھی ہوئے، اور اس ملک کے عالموں نے بھی اس کے رد لکھے، مطبوع۔ وہاں کے موجود علماے لکھنؤ نے اس کے مقدمات کو رد کیا۔ مولوی محمد حیدر صاحب خلف الصدق حضرت مولانا محمد مبین صاحب اور مولوی محمد یوسف صاحب وغیرہما نے تحریر کی۔ علماے مدراس

---

[1] اب فتویٰ اور جواب استفتا کا خلاصہ سننا چاہیے۔ مستفتی نے استفتا میں تین سوالات کیے ہیں:

(۱) اس قائل کی بات حق ہے یا باطل؟

(۲) اس کا کلام، واجب الاحترام حضور سید المرسلین ﷺ کی بے پایاں شان وعظمت کے کم اور بے وقعت ہونے پر دلالت کر رہا ہے یا نہیں؟

(۳) اس کلام کے آں حضرت ﷺ کے معمولی سی بھی تخفیفِ شان پر مشتمل ہونے کی صورت میں اس کے مرتکب کا شرعاً کیا حکم ہے اور وہ دین وملت کی رو سے کیا ہے؟

جواب سوال اول: قائلِ مذکور کا کلام شروع سے آخر تک کذب و بہتان اور مکر وفریب کا مجسمہ ہے؛ کیوں کہ وہ شفاعت کے گناہ گاروں کی نجات کے لیے سبب ہونے کی نفی کرتا ہے، اور آں حضرت ﷺ ودیگر انبیاے کرام اور ملائکہ واصفیا سے شفاعت بالوجاہت اور شفاعت بالمحبت کا انکار کرتا ہے۔ اس کا یہ اعتقاد کتاب مبین، احادیث سید المرسلین اور اجماع مسلمین کے خلاف ہے۔

جواب سوالِ ثانی: بلا شبہہ اس کا کلام سرورِ عالم ﷺ اور مقربانِ بارگاہِ الٰہی کی تنقیصِ شان پر مشتمل اور دیگر انبیا، ملائکہ، اصفیا، اتقیا اور شیوخ واولیا کی عزت وعظمت کی تخفیف پر دلالت کر رہا ہے۔

جواب سوالِ ثالث: اس لا حاصل کلام کا قائل از روے شرع بلا شبہہ کافر وبے دین ہے۔ ہرگز مومن ومسلمان نہیں، اور شرعاً اس کا حکم قتل وتکفیر ہے۔ اور جو اس کے کفر میں شک وشبہہ کرے، یا اس تنقیص کو ہلکا سمجھے وہ بھی کافر وبے دین اور ملعون ہے۔

اور علماے حیدر آباد نے بھی اس کو رد کیا، اور وہاں تو بعد قائلی معقولی کے اس مذہب والوں کا ایسا استیصال ہوا کہ نام و نشان باقی نہ رہا کہ اکثر ان تحریروں میں سے بالفعل موجود ہیں۔ الخ۔ بلفظہ۔ (ص:۱۸ تا ۲۰)

اس عاجز نے جناب مولوی مخصوص اللہ صاحب خلف الصدق مولانا شاہ رفیع الدین صاحب اور بھتیجے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا، عبارت اس عریضہ کی یہ ہے:

بعد گزارش آداب تسلیمات کے عرض ہے کہ "تقویۃ الایمان" کے مشہور ہونے کے وقت سے لوگوں میں بڑی نزاع ہے۔ مخالفین کہتے ہیں کہ وہ کتاب خلاف ہے تمام سلف صالح اور سواد اعظم کے، اور مخالف مصنف کے خاندان کے۔ اور اس کتاب کے رو سے ان کے استادوں سے لے کر صحابہ تک کوئی کفر و شرک سے نہیں بچتا۔ اور ان کے موافق لوگ کہتے ہیں کہ وہ کتاب موافق سلف صالح اور ان کے خاندان کے ہے۔ چوں کہ اس بات کو جیسا آپ جانتے ہوں گے غالب کہ دوسرا نہ جانتا ہوگا۔ اهل البیت ادری ما فی البیت۔[۱] اس خیال سے چند باتیں معروض ہیں۔ امید کہ جواب باصواب مرحمت ہو۔

پہلا سوال: تقویۃ الایمان آپ کے خاندان کے موافق ہے یا مخالف؟ **دوسرا سوال:** لوگ کہتے ہیں کہ اس میں انبیا، اولیا کے ساتھ بے ادبی کی ہے۔ اس کا کیا حال ہے؟ **تیسرا سوال:** شرعاً اس کے مصنف کا کیا حکم ہے؟ **چوتھا سوال:** لوگ کہتے ہیں کہ عرب میں وہابی پیدا ہوا تھا، اس نے نیا مذہب بنایا تھا، علماے عرب نے اس کی تکفیر کی، تقویۃ الایمان اس کے مطابق ہے۔ **پانچواں سوال:** وہ کتاب التوحید جب ہندوستان میں آئی۔ آپ کے حضرت عم بزرگوار اور حضرت والد ماجد نے اسے دیکھ کر کیا فرمایا تھا؟ **چھٹا سوال:** مشہور ہے کہ جب اس مذہب کی نئی شہرت ہوئی تو آپ جامع مسجد میں تشریف لے گئے اور مولوی رشید الدین خاں صاحب وغیرہ تمام اہل علم آپ کے ساتھ تھے۔ اور مجمع خاص و عام میں مولوی اسماعیل صاحب اور مولوی عبدالحئی صاحب کو ساکت اور عاجز کیا۔ اس کا کیا حال ہے؟ **ساتواں سوال:** اس وقت آپ کے خاندان کے شاگرد اور مریدان کے طور پر تھے یا آپ کے موافق؟

امید ہے کہ جواب ان سب مراتب کا صاف صاف مرحمت ہو کہ سبب ہدایت ناواقفوں کا ہے۔

جواب خط بالا کا من جانب
حضرت مولانا مولوی مخصوص اللہ صاحب علیہ الرحمہ

پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ "تقویۃ الایمان" کہ میں نے اس کا نام تفویۃ الایمان ساتھ فا کے رکھا ہے، اس کے رد میں رسالہ جو میں نے لکھا ہے، اس کا نام "معید الایمان" رکھا ہے۔ اسماعیل کا رسالہ موافق ہمارے خاندان کے کیا کہ تمام انبیا

---

[۱] ترجمہ: گھر والے گھر کی چیزوں سے زیادہ واقف ہوتے ہیں۔

اور رسولوں کی توحید کے خلاف ہے، کیوں کہ پیغمبر سب توحید کے سکھانے کو، اپنے راہ پر چلانے کو بھیجے گئے تھے۔ اس کے رسالہ میں اس توحید کا اور پیغمبروں کی سنت کا پتہ بھی نہیں ہے۔ اس میں شرک اور بدعت کے افراد گن کر جو لوگوں کو سکھلاتا ہے کسی رسول اور ان کے خلیفہ نے کسی کا نام لے کر شرک یا بدعت لکھا ہو، اگر کہیں ہو تو اس کے پیروؤں سے کہو کہ ہم کو بھی دکھاؤ۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ شرک کے معنی ایسے کہتے ہیں کہ اس کے رو سے فرشتے اور رسولِ خدا شرک کا حکم دینے والا ٹھیرتا ہے، اور وہ شریک کہ شرک سے راضی ہو وہ مبغوض خدا کا ہوتا ہے۔ محبوب کو مبغوض بنانا اور رکھوانا ادب ہے یا بے ادبی ہے۔ اور بدعت کے معنیٰ وہ بتائے اور پھیلائے ہیں کہ اصفیا، اولیا بدعتی ٹھیرتے ہیں۔ یہ ادب ہے یا بے ادبی ہے۔ (واقعی سخت بے ادبی اور اہانت ہے)

تیسرے مطلب کا جواب یہ ہے کہ پہلے دونوں جوابوں سے دین دار اور سمجھنے والے کو ابھی کھل جائے گا کہ جس رسالہ سے اور اس کے بنانے والے سے لوگوں میں برائی اور بگاڑ پھیلے اور خلاف سب انبیا، اولیا کے ہو، وہ گمراہ کرنے والا ہوگا یا ہدایت کرنے والا ہوگا۔ میرے نزدیک اس کا رسالہ عمل نامہ برائی اور بگاڑ کا ہے، اور بنانے والا فتنہ گر اور مفسد اور غاوی[1] اور مغوی ہے۔ حق اور سچ یہ ہے کہ ہمارے خاندان سے دو شخص[2] ایسے پیدا ہوئے کہ دونوں کو امتیاز اور فرق نیتوں اور حیثیتوں اور اعتقادوں اور اقراروں کا اور نسبتوں اور اضافتوں کا نہ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی بے پروائی سے سب چھن گیا تھا۔ مانند قول مشہور کے۔ ع

چوں فرق مراتب نہ کنی زندیقی[3] .... ایسے ہی ہو گئے

چوتھی بات کا جواب یہ ہے کہ وہابی کا رسالہ متن تھا۔ یہ شخص (مولوی اسماعیل) گویا اسی کی شرح کرنے والا ہو گیا۔

پانچویں بات کا جواب یہ ہے کہ بڑے عم بزرگوار (یعنی مولانا شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ) کہ وہ بینائی سے معذور ہو گئے تھے، اس کو سنا۔ یہ فرمایا کہ میں اگر بیماریوں سے معذور نہ ہوتا تو "تحفہ اثنا عشریہ[4]" کا سا اس کا رد بھی لکھتا۔ اس کی بخشش و باب بے منت نے اس بے اعتبار کو شرح کا رد لکھا۔ تین کا مقصد بھی نابود ہو گیا۔ ہمارے والد ماجد نے اس کو دیکھا نہ تھا۔ بڑے حضرت کے فرمانے سے کھل گیا کہ جب اس کو گمراہ جان لیا تب اس کا رد لکھنا فرمایا۔

چھٹی تحقیق کا جواب یہ ہے کہ یہ بات تحقیق اور سچ ہے کہ میں نے مشورت کی راہ سے کہا تھا کہ تم نے سب سے جدا ہو کر تحقیق دین میں کی ہے وہ لکھو۔ کچھ ظاہر نہ کیا، ہماری طرف سے جو سوال ہوئے تھے، اس کے جواب میں ہاں جی، ہاں جی کر کے مسجد سے چلے گئے۔

ساتویں بات کا جواب یہ ہے کہ اس مجلس تک سب ہمارے طور پر تھے۔ پھر ان کا جھوٹ سن کر کچے کچے آدمی

---

[1] غاوی: گمراہ۔ مغوی: گمراہ کن۔

[2] دو شخص الخ یعنی مولوی اسماعیل اور مولوی اسحاق۔ دیکھو حاشیہ صفحہ ۲۴ تحقیق الحقیقۃ۔ منہ رحمہ اللہ

[3] اگر تم رتبوں اور حیثیتوں کا فرق پیش نظر نہیں رکھتے تو بے دین ہو۔

[4] تحفہ اثنا عشریہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ کی مشہور کتاب ہے جو شیعہ کے رد میں ہے۔

آہستہ آہستہ پھرنے لگے۔ اور ہمارے والد کے شاگردوں اور مریدوں میں سے بہت بچے رہے۔ شاید کوئی نادر پھرا ہو تو مجھے اس کی خبر نہیں۔ بلفظہ۔ (صفحہ ۲۴)

راقم الحروف (فقیر قاضی فضل احمد عفا اللہ عنہ) عرض کرتے ہیں کہ حضرت مولانا مولوی مخصوص اللہ علیہ الرحمہ خلف الرشید حضرت مولانا شاہ رفیع الدین برادر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما نے اپنے خط کے جواب میں فرمایا ہے کہ میں نے کتاب «تقویۃ الایمان» کا نام «تفویۃ الایمان» رکھا ہے۔ یہ بہت صحیح اور واقعات کے مطابق ہے۔ اور اسی طرح حضرت مولانا قبلہ مولوی ابو محمد عبدالرحمٰن غلام دستگیر فاضل قصوری نے بھی ہر جگہ اپنی کتاب «تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل» میں تفویۃ الایمان ہی حرف ق کی جگہ ف سے لکھا ہے۔ اس لیے جا بجا میرے قلم نے بھی انھیں ہر دو بزرگوں کی تحریر کے مطابق تسطیر کی ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذلك.

اور «تفویۃ الایمان» کا لکھا جانا حرفِ ف کے ساتھ خدا کی قدرت میں داخل ہے جو کتاب مذکور کی حالت پر وارد ہے، جو مؤلف اصل کتاب (مولوی اسماعیل) کے قلم سے بھی خود ایسا ہی لکھا گیا تھا۔ تصدیق اس کی یوں ہے:

امام الطائفہ وہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی کی طرف سے اور ان کے خود قلم سے کتاب کا نام حکمت الٰہی سے تفویۃ الایمان ہی لکھا گیا تھا

تاریخ وہابیہ دیوبندیہ مرتبہ حاجی مولوی منشی محمد لعل خاں صاحب مدراسی رضوی حنفی قادری ابقاہ اللہ تعالیٰ، مطبوعہ کلیمی پریس کلکتہ ۱۳۳۴ھ حاشیہ صفحہ ۳۷:

«سر دفتر محدثین وقدوۃ المحققین فقیہ لاثانی مقبول سبحانی استادی مولوی قاضی محمود دستگیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زبانِ فیض ترجمان سے فرمایا: جس وقت اسماعیل دہلوی نے تفویۃ الایمان کی تصنیف شروع کی تو اسی کے شاگرد امام بخش طالب علم تھے، مولوی مملوک علی صاحب سے بیان فرمایا کہ ایک کتاب تفویۃ الایمان جو خلاف اہل سنت و جماعت ہے تیار ہو رہی ہے، بسا مقدمات اس کے راہ حق سے دور ہیں۔ مولوی موصوف نے سنتے ہی فرمایا: شب کو وہ مسودات مجھ کو لا کر دینا۔ موافق وعدے کے شب کو وہ مسودات مولوی مملوک علی کے پاس آتے، اور اس کا رد آپ لکھتے۔ یہ بات مولوی اسماعیل صاحب کو معلوم نہیں تھی۔ جب کتاب تمام ہوئی، رد بھی اس کا تمام ہوا۔ اس رد میں یوں فرماتے ہیں: جو مولوی اسماعیل دہلوی کے ہاتھ کے مسودے دیکھے، تقویۃ الایمان کی جائے پر تفویۃ الایمان بجائے قاف کے ف سے لکھا ہوا تھا۔ خداوند عالم نے اس کے ہاتھ سے لکھایا تھا۔ سچ ہے یہ کتاب ایمان کو فوت کرنے والی ہے، اور اس کے بعضے مضامین کی خصلت گوبر کی ہے۔ جس طرح گوبر مٹی کو لے جاتا ہے۔ اور جس گھر میں وہ رہے ایمان کو لے جائے گی» بلفظہ۔ (بشرطیکہ اس کے رد کرنے اور لوگوں کو بچانے کی نیت سے نہ رکھتا ہو)

(٦) کتاب **الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم**، مصنفہ مولانا شیخ الکل شیخ المشایخ حضرت شیخی مولوی محمد عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی۔ (جن سے اجازت وظائف دلائل الخیرات کی راقم الحروف کو ملی):

حال وہابیہ ہندوستان

یہاں کے وہابی لوگ بھی کئی فرقہ ہیں:

ایک وہ ہیں جو سارے مقلدوں کو مشرک جانتے ہیں اور مشرکوں کے حق میں جو بات اتری ہے، اس کو مقلدوں کے حق میں پڑھتے ہیں۔ اور آپ کسی کی تقلید نہیں کرتے ہیں۔ اور ایسے لوگ دہلی اور بنارس اور عظیم آباد اور سورجگدھی اور کلکتہ اور ڈھاکہ اور رام پور اور بوالیا کے متعلق دیہات وغیرہ مقاموں میں نکلے ہیں۔

اور دوسرے فرقہ کے لوگ تقلید کرتے ہیں، جیسا کہ پرانے وہابی لوگ اپنے تئیں حنبلی کہتے تھے ویسا یہ لوگ بھی اپنے تئیں حنفی کہتے ہیں۔ (وہابیہ دیوبندیہ) جیسے بنگالے میں ڈھاکہ اور فرید پور اور بریسال کے متعلق دیہات میں۔

اور درمیان کے گروہ کے لوگ اور[1] چاٹ گام کے متعلق بعضے دیہات میں۔ دو درمیان کے گروہ کے لوگ اور چاٹ گام کے متعلق بعضے دیہات میں مخلص الرحمٰن کے گروہ۔ اور بھی کئی قسم کے وہابی لوگ ہیں۔

وہ سب کس طرح پہچان پڑیں کہ یہ وہابی ہیں؟ سو ان کی شناخت یہ ہے کہ وہ اپنے گروہ کے سوا سب کو مشرک جانتے ہیں (وہابی دیوبندی)، اگر چہ ظاہر میں مشرک نہ کہیں، بلکہ نماز بھی ساتھ پڑھ لیں۔ مگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہونے کے وقت اپنے گروہ کے سوا کسی کی بات نہ مانیں گے۔ چناں چہ ہندوستان اور بنگالے کے وہابیوں میں اب تک وہی پرانا اعتقاد پرانے وہابیوں کا موجود ہے۔ جو چاہے آزمالے۔ وہ یہ ہے کہ یہ لوگ سب کو مشرک جاننے کے سبب اپنے گروہ کے سوا کسی عالم کی بات نہیں مانتے، حرمین شریفین اور تمام دنیا کے عالموں کو پیٹ پالنے والا اور انگریز کا عالم کہتے ہیں۔ یہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ رام پور، بوالیا میں ایک دغاباز دہلی سے جا کر رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مولود شریف بدعتِ سیئہ ہے، اور اس میں قیام کرنا شرک ہے۔ اور اسی قیام کے سبب سے کہتا ہے کہ (العیاذ باللہ) روم کا بادشاہ اور حرمین شریفین کے سارے علما اور سارے لوگ مشرک ہیں الخ۔ بلفظہ۔ (ص: ۱۳۴)

اب میں آپ کے جدِ فاسد مولوی محمد صاحب مرحوم لدھیانوی کی تحریر سے دکھلاتا ہوں کہ وہابی کون ہے؟

(۷) فیوضات سید احمد مکی فی بیان ارتداد محمد بن عبد الوہاب نجدی، ترجمہ مولوی محمد لدھیانوی، مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱۳۰۷ھ خلاصۃً:

اس عاجز اعنی محمد بن مولانا مولوی عبد القادر صاحب لدھیانوی نے ارادہ کرلیا تا کہ ہر شخص کو ان کے (فرقہ نجدیہ کے) عقائدِ باطلہ سے آگاہی ہو۔ نام اس کا «فیوضات سید احمدمکي في بيان ارتداد محمد بن عبد الوهاب

[1] یہاں سے «مخلص الرحمن کے گروہ» تک دو نسخوں میں عبارت یوں ہی ہے جو صحیح معلوم نہیں ہوتی کہ آگے چل کر مخلص الرحمن کو تقویۃ الایمان کا رد کرنے والا لکھا ہے۔ ۱۲، الجیلانی

نجدي » رکھا گیا۔محمد بن عبد الوہاب ۱۱۱۱ھ میں پیدا ہوا۔اور ۱۲۰۷ھ میں فوت ہوا۔اس کے چار بیٹے تھے۔عبد اللہ، حسن،حسین،علی۔عبد اللہ کے دو بیٹے تھے،سلیمان وعبد الرحمٰن۔حسن کا صرف عبد الرحمٰن ایک ہی بیٹا تھا،اور حسین اور علی کی بہت اولاد ہوئی۔الخ بہت مفصل لکھا ہے۔عقائد مختصراً یہ ہیں:

(الف) نبی آخر الزماں ﷺ کی اہانت کی اور نام ان کا طارش رکھا (امیر کا پیغام لے جانے والا)۔

(ب) حضرت کی کئی باتیں حدیبیہ میں جھوٹی ہوئیں اور بہت تمسخر کیا۔

(ج) نماز کے بعد دعا مانگنے کو منع کرتا تھا۔

(د) جو حضرت کا وسیلہ پکڑے وہ کافر ہے۔

(ہ) لوگوں کو منع کرتا تھا کہ حضرت ﷺ کی قبر کی زیارت کو نہ جایا کرو۔

(و) چھ سو برس تک کی امت کو کافر کہتا تھا اور کتبِ دینیہ کو جلا دینے کا حکم کرتا تھا۔

(ز) اور قتل کرنا عالموں کا اور مال اہل اسلام کو غارت کرنا مباح کہتا تھا۔

(ح) خدا کا جسم ثابت کرتا تھا۔

(ط) پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہانت کرتا تھا،اولیا کی قبروں کو کھود کر ان میں پاخانہ بھرواتا تھا۔

(ی) دلائل الخیرات کے پڑھنے کو منع کرتا تھا۔

(ک) سنتوں اور اذکار اور مولود اور درود سے روکتا تھا۔

(ل) اور اعتقاد کرتا تھا کہ سوا میرے اور میرے تابع داروں کے کوئی شخص زمین پر با ایمان نہیں۔

(م) جو شخص کسی کو مولانا یا سیدنا کہے وہ کافر ہے۔

(ن) آں حضرت ﷺ کی شفاعت کا انکار کرتا تھا۔(ملتقطاً،ص:۱ سے ۱۵ تک)

نوٹ: ان عقائد میں وہابیہ دیوبندیہ مضبوط ہیں اور مولود شریف کے منکر ہیں۔

باب بست وسوم

فتاویٰ کفر وہابیوں نجدیوں اوران کی کتاب تفویۃ الایمان پر

(۱) فتویٰ کفر اجماعی علمائے حرمین شریفین مولوی اسماعیل دہلوی اوراس کی کتاب تفویۃ الایمان پر:

لا شكّ[1] في بطلان المنقول من تقوية الايمان وكونه موافقاً للنجدية و ماخوذاً من كتاب التوحيد لقرن الشيطان. و أيضاً له نسبة إلىٰ تفوية الإيمان. و مؤلف هٰذا الدجال والكذاب استحق اللعنةمن الله تعالىٰ و ملٰئكته و أولي العلم و سائر العٰلَمين.

اعلم أن كلام هٰذا الدجال كله سب للأنبياء، للاستهزاء بسنن المرسلين و عداوة بعلو شان المرفوع الذكر صلى الله عليه وسلم بالدرجة القصوىٰ لا يصور المزيد عليها. فهو ملعون مطرود ساقط من عين الله، ليس له في الإسلام نصيب و لمعاونيه و ناصريه أجمعين. لعنة الله بعدد رمل القفار وأوراق الأشجار. الخ بلفظه(بھونچال بر لشکر دجال، ص:٥٤)

(۲) فتویٰ کفر مفصل «سیوف البارقه علىٰ رؤوس الفاسقه» من جانب علمائے عرب از کتاب « بھونچال برلشکر دجال» مطبوعہ مطبع قمر الہند، لاہور،ص:٦٨ سے ١٣٠ تک، ١٣٠٥ھ۔

مولوی اسماعیل دہلوی مولفِ کتاب « تقویۃ الایمان» پر مفصل فتویٰ کفر ہے،طوالت کی وجہ سے نقل نہیں کیا گیا، صرف مواہیر درج ہیں:

عبدہ جمال شیخ عمر	احمد دحلان	عبدہ عبدالرحمٰن	مفتی محمد الکبتی مکی
مکہ معظّمہ	مکہ معظّمہ	مکہ معظّمہ	مفتی محمد الکبتی مکی

---

[1] ترجمہ:عقائد « تقویۃ الایمان » سے منقول ہیں وہ بلاشبہہ باطل،فرقہ نجدیہ کے موافق اورقرن شیطان (محمد بن عبدالوہاب نجدی) کی « کتاب التوحید » سے ماخوذ ہیں۔نیز « تقویۃ الایمان » کو « تفویۃ الایمان » (ایمان غارت کرنا) سے کامل نسبت ہے۔اس کتاب کا مؤلف کذاب ودجال ہے۔اللہ،اس کے فرشتوں،اربابِ علم اورسارے جہان کی طرف سے لعنت کا حق دار ہے۔

یہ بھی یادرکھنے کی چیز ہے کہ اس دجال کا کلام انبیا کی شان میں بکواس،مرسلینِ عظام کی سنتوں کے ساتھ مذاق اور عالی جاہ ﷺ کی عظمتِ شان سے حد درجہ عداوت ہے،جس سے زیادہ کا تصور بھی نہیں ہوسکتا،لہٰذا وہ ملعون مردود،اوراللہ کی عنایت سے دور ہے۔اس کے لیے اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے۔اور نہ اس کے کسی معاون ومددگار کے لیے۔اللہ اس پر ویرانوں کے ذرات اور درختوں کے اوراق کے برابر لعنت نازل فرمائے۔

محمد ابوالسعادات	عبدالقادر دیتاوے	مولوی محمد اشرف خراسانی ولایتی	شمس الدین ولد عبدالرحمٰن
خطیب مدینہ منورہ	مدینہ منورہ	مدینہ منورہ	مدینہ منورہ

(۳) حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین، مرتبہ حضرت مولانا فاضل ابن فاضل ابن فاضل اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب مجدد مائۃ حاضرہ مدظلہم العالی بریلوی، مطبوعہ مطبع اہلِ سنت و جماعت بریلی ۱۳۰۶ھ اختصاراً ترجمہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔سلام ہماری طرف سے اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہمارے سرداروں، امن والے شہر مکہ معظّمہ کے عالموں اور ہمارے پیشواؤں، سید المرسلین ﷺ کے شہر مدینہ طیبہ کے فاضلوں پر۔ اللہ تعالیٰ درود وسلام و برکت نازل کرے ہمارے نبی اور سب انبیا پر۔

پھر آپ کی آستانہ بوسی کے بعد آپ کی جناب میں عرض (ایسی عرض کہ جیسے کوئی حاجت مند، بے نوا، ستم زدہ، گرفتار، دل شکستہ، عظمت والے کریموں، سخاوالے رحیموں سے عرض کرے، جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ بلا ورنج دور فرماتا اور ان کی برکت سے خوشی اور سودمندی بخشتا ہے) یہ ہے کہ مذہب اہل سنت ہندوستان میں غریب ہے، اور فتنوں اور محنتوں کی تاریکیاں مہیب، شر بلند ہے، اور ضرر غالب اور کام نہایت دشوار۔ تو سنّی اپنے دین پر صبر کرنے والا ایسا ہے جیسے آگ مٹھی میں رکھنے والا۔ آپ جیسے سرداروں، پیشواؤں، کریموں کے ذمۂ ہمت پر مددِ دین اور تذلیلِ مفسدین واجب ہے۔ جب تلواروں سے نہیں تو قلموں سے سہی۔ فریاد! فریاد! اے خدا کے لشکرو نبی ﷺ کے سوارو!!! ہماری مدد کرو۔ اپنی روشنائی سے دفعِ دشمناں کے لیے سامان مہیا کرو۔ اور اس سختی میں ہمارے بازو کو قوت دو۔ الخ......اور اے ہمارے سردارو! اپنے رب عز وجل کے دین کی مدد کو بیان فرمائیے کہ یہ لوگ جن کا نام مصنف نے لیا ہے، ان کا کلام نقل کیا......جیسے قادیانی کی «اعجاز احمدی» اور «رسالۂ اوہام» اور «فتوائے رشید احمد» کا فوٹو، اور «براہین قاطعہ» کہ درحقیقت اسی گنگوہی کی ہے اور نام کے لیے خلیل انبیٹھی کی طرف نسبت ہے، اور اشرف علی تھانوی کی «حفظ الایمان» کہ ان کتابوں کی عبارات مردود پر امتیاز کے لیے خط کھینچ دیے گئے ہیں کہ آیا یہ لوگ ان باتوں میں ضروریاتِ دین کے منکر ہیں، اور مرتد کافر ہیں؟ تو مسلمان پر فرض ہے کہ اسے کافر کہیں، جیسے کہ تمام منکران ضروریاتِ دین کا حکم ہے، جن کے بارے میں علمائے معتمدین نے فرمایا ہے: "جو ان کے کفر میں اور عذاب میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔" جیسا کہ «شفاء السقام» و «بزازیہ» و «مجمع الأنهر» و «در مختار» وغیرہا میں ہے، اور جو ان میں شک کرے یا انہیں کافر کہنے میں تامل کرے یا ان کی تعظیم کرے یا ان کی تحقیر سے منع کرے تو ایسے

شخص کا کیا حکم ہے؟

آپ حضرات ہمیشہ فضل خدا سے مسلمانوں پر احکامِ دین کا افاضہ فرماتے رہیں۔ اور درود وسلام نازل ہو تمام رسولوں کے سردار محمد ﷺ پر اور ان کے آل واصحاب سب پر۔ (ص: ۳ سے ۷ تک)

ایک فرقہ **مرزائیہ** ہے۔ اور ہم نے اس کا نام غلامیہ رکھا ہے۔ غلام احمد قادیانی کی طرف نسبت۔

دوسرا فرقہ **وہابیہ امثالیہ** ہے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کے چھ سات مثل موجود ماننے والے۔ **خواتمیہ** یعنی نبی ﷺ کے سوا اور طبقات میں چھ خاتم النبیین موجود جاننے والے...... وہ کئی قسم ہیں: **امیریہ**، امیر حسن وامیر احمد سہسوانیوں کی طرف منسوب، اور **قاسمیہ**، قاسم نانوتوی کی طرف منسوب، اور **نذیریہ**، نذیر حسین دہلوی کی طرف منسوب۔

تیسرا فرقہ **وہابیہ کذابیہ**: رشید احمد گنگوہی کے پیرو۔ پہلے تو اس نے اپنے پیر طائفہ اسماعیل دہلوی کی اتباع سے اللہ عزوجل پر یہ افترا باندھا کہ اس کا جھوٹا ہونا ممکن ہے۔

چوتھا فرقہ **وہابیہ شیطانیہ** ہے۔ اور وہ رافضیوں کے فرقہ شیطانیہ کی طرح ہیں۔ وہ شیطان الطاق کے پیرو تھے۔ اور یہ شیطان افاق ابلیس لعین کے پیرو ہیں۔ اور یہ بھی اسی تکذیبِ خدا کرنے والے گنگوہی کے دم چھلے ہیں، اور اس نے اپنی کتاب براہینِ قاطعہ میں تصریح کی ہے کہ ان کے پیر ابلیس کا علم نبی ﷺ سے زیادہ ہے۔ الخ (ص: ۵۱)

اس فرقہ وہابیہ شیطانیہ کے بڑوں میں ایک اور شخص اسی گنگوہی کے دم چھلوں میں سے ہے، جسے اشرف علی تھانوی کہتے ہیں۔ اس نے ایک چھوٹی رسلیا تصنیف کی چار ورق کی بھی نہیں، اور اس میں تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ ﷺ کو ہے، ایسا تو ہر بچے، ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے۔ الخ (ص: ۲۱)

خلاصہ فتاویٰ علماے حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً کا ترجمۂ اردو

(۱) بعد حمد وصلوٰۃ میں نے وہ تحریر دیکھی جسے اس علامۂ کامل، استادِ ماہر نے نہایت پاکیزگی سے لکھا جو اپنے نبی ﷺ کے دین کی طرف سے جہاد وجدال کرتا ہے، یعنی میرے بھائی اور میرے باز وحضرت احمد رضا خاں نے اپنی کتاب «المعتمد المستند» میں جس میں بدمذہبی وبے دینی کے خبیث سرداران کا رد کیا ہے۔ بلکہ وہ ہر خبیث اور مفسد اور ہٹ دھرم سے بدتر ہیں جو اپنی گم راہی کے سبب قریب ہے کہ سب کافروں میں ہوں۔ الخ (ص: ۲۷ تا ۲۹)

مہر **محمد سعید بابُصَیل** مفتی شافعیہ مکہ۔

(۲) حمد وصلوٰۃ کے بعد، میں کہتا ہوں کہ یہ طائفے جن کا تذکرہ سوال میں واقع ہے، غلام احمد قادیانی اور رشید احمد اور جو اس کے پیرو ہوں، جیسے خلیل احمد انبیٹھی، اور اشرف علی وغیرہ، ان کے کفر میں کوئی شبہہ نہیں۔ اور نہ شک کی مجال۔ بلکہ جو ان کے کفر میں شک کرے، بلکہ کسی طرح کسی حال میں انھیں کافر کہنے میں توقف کرے، اس کے کفر میں بھی شبہہ

نہیں۔الخ (ص:۴۳) مہر **سید اسماعیل خلیل ۱۲۹۱ھ** خطیب مکہ۔

(۳) وہ اہل فساد غلام احمد قادیانی و رشید احمد و خلیل احمد و اشرف علی وغیرہم کھلے کافران گم راہ ہیں۔ الخ (ص:۵۹) مہر **محمد عابد بن شیخ حسین ۱۳۳۰ھ** مفتی سرداران مالکی۔

(۴) حضرت مولا احمد رضا خاں انھوں نے کچھ اوراق پر اطلاع دی جن میں ان گم راہوں کے نام بیان کیے، جو ہند میں نئے پیدا ہوئے ہیں، وہ غلام احمد قادیانی، رشید احمد و اشرف علی و خلیل احمد وغیرہ جو گم راہی اور کھلے کفر والے ہیں۔ الخ (ص:۱۷) مہر **محمد علی بن حسین ۱۳۱۰ھ**

(۵) حمد و صلوٰۃ کے بعد میں ان گم راہ گروں کے اقوال پر مطلع ہوا، جو ہندوستان میں پیدا ہوئے ہیں، تو میں نے پایا کہ ان کے اقوال مرتد ہوجانے کے موجب ہیں، جس نے انھیں سخت رسوائی کا مستحق کر دیا، اور انھیں اللہ رسوا کرے۔ غلام احمد قادیانی اور رشید احمد اور اشرف علی اور خلیل احمد وغیرہ ہیں جو کھلے کفر اور گم راہی والے ہیں۔ الخ (ص:۱۷) مہر **محمد جمال بن محمد ۱۳۱۲ھ** مفتی مالکیہ مکہ مکرمہ

(۶) بعد حمد و صلوٰۃ کے کہتا ہے بندہ ضعیف اپنے رب لطیف کے لطف کا امیدوار احمد مکی حنفی قادری چشتی امدادی (خلیفہ شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی مرشد دیوبندیاں) میں مطلع ہوا اس رسالہ پر جو چار بیانوں پر مشتمل ہے، قطعی دلیلوں سے موید اور ایسی حجتوں سے جو قرآن و حدیث سے ثابت کی گئی ہیں۔ گویا وہ بے دلوں کے دل میں بھالے ہیں۔ میں نے اسے تیز تلوار پایا، کافر فاجر وہابیوں کی گردنوں پر تیز۔ سلطان پر واجب ہے کہ ان لوگوں کو سخت سزا دے، یہاں تک کہ حق کی طرف واپس آئیں۔ فسادِ عظیم کے سبب امامِ عارف امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حاکم کو ایسوں میں سے ایک کا قتل ہزار کافر کے قتل سے افضل ہے۔ اور ایسا ہی مواہب اللدنیہ میں ہے کہ جو نبی ﷺ کی شان کو گھٹائے قتل کیا جائے۔ الخ (ص:۸۱ تا ۸۵) مہر **احمد مکی**

(۷) وہ گروہ خارج از دین ہے۔ کون؟ جسے وہابیہ کہا جاتا ہے۔ ان میں سے مدعیِ نبوت غلام احمد قادیانی ہے، اور دین سے دوسرا نکلنے والا شانِ الوہیت اور رسالت کا گھٹانے والا قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھی اور اشرف علی تھانوی اور جو ان کی چال چلا۔ الخ (ص:۱۰۱) مہر **عثمان بن عبد السلام داغستانی ۱۲۹۶ھ** سابق مفتی مدینہ منورہ

(۸) وہ لوگ کون ہیں خبیث مردود؟ غلام احمد قادیانی دجال کذاب آخر زمانہ کا مسیلمہ، اور رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھی اور اشرف علی تھانوی۔ تو ان لوگوں سے جب کہ وہ باتیں ثابت ہوں جو فاضل مذکور نے ذکر کی ہیں۔ قادیانی کا دعویٰ نبوت کرنا، اور رشید احمد اور خلیل احمد اور اشرف علی کا شانِ نبی ﷺ کی تنقیص کرنا تو کچھ شک نہیں کہ وہ کفار ہیں۔ اور جو قتل کا اختیار رکھتے ہیں ان پر واجب ہے کہ ان کو سزائے موت دیں۔ الخ (ص:۱۱۹)

مہر **عمر بن حمدان محرسی مالکی** معلم مسجد نبوی ﷺ مدینہ منورہ

(۹) مولانا سید شریف احمد برزنجی مفتی شافعیہ مدینہ طیبہ کی تقریظ، ص:۱۲۵ سے ص:۱۳۶ تک بہت طویل بادلائل تقریظ ہے، جس میں انھوں نے غلام احمد قادیانی، امیر احمد، نذیر حسین دہلوی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھی، اشرف علی تھانوی، سب کی نسبت فتویٰ کفر دیا ہے۔ مہر **السید احمد البرزنجی** مفتی شافعیہ مدینہ منورہ

یادداشت ضروری: یہ مقرظ حضرت سید احمد یا سید شریف احمد برزنجی وہی بزرگ ہیں جن کے رسالہ «رد وہابیہ» پر سے مولوی خلیل احمد نے جعل سے مواہیر اتار کر اپنے رسالہ «التصدیقات لدفع التلبیسات معروف ھند» کے ص:۳۷ پر لگائی ہیں۔ اور صفحہ ۶۸ پر جعلی تقریظ بھی لکھی ہے۔ لاحول ولاقوۃ۔

(۱۰) حمد وصلوٰۃ کے بعد جبکہ ثابت اور متحقق ہو جو انکی طرف نسبت کیا گیا ہے، غلام احمد قادیانی، قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھی اور اشرف علی تھانوی اور ان کے جو ساتھ والے ہیں وہ جو سوال میں بیان ہوا تو بے شک ان کے کفر پر حکم کرتا ہے اور یہ کہ مرتدوں کا جو حکم ہے یعنی حاکم کا ان کو قتل کرنا ان پر جاری کیا جائے، اور اگر یہ حکم وہاں جاری نہ ہو تو واجب ہے کہ مسلمانوں کو ان سے ڈرایا جائے اور ان سے نفرت دلائی جائے، منبروں پر، رسالوں میں اور مجلسوں اور محفلوں میں تاکہ ان کے شر کا مادہ جل جائے اور ان کے کفر کی جڑ کٹ جائے۔ الخ (ص:۵۱)

مہر **عبد القادر توفیق شلبی طرابلسی حنفی** حنفی مدرس مسجد نبوی، مدینہ منورہ

اسی طرح کی تقاریظ علما و مفتیانِ مکہ معظّمہ کی تعداد میں بیس ہیں۔ اور علما و مفتیانِ مدینہ طیبہ کی تقاریظ چودہ ہیں۔ کل چونتیس علما کی مفصل تقاریظ ہیں جن میں تمام نے فتویٰ کفر لکھا ہے۔ اصل کتاب نایاب قابل دید احباب ہے جس میں مصنف کتاب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مجدد مائۃ حاضرہ کی علماے حرمین شریفین نے بہت تعریف فرما کر ہزاروں دعائیں دی ہیں۔ ہم تمام مسلمانان اہل سنت و جماعت بھی نہایت خلوص اور تہِ دل سے آمین ثم آمین کہتے ہیں۔

لیجیے! وہابیوں کا حال آپ کو پورا پورا معلوم ہو گیا۔ یہ ہیں وہابی نجد اور وہابی دیوبند جن کے اعدادِ جُمّل بھی خدا کی قدرت سے برابر ہیں۔ یعنی وہابی نجدی (۹۱) وہابی دیوبندی (۹۱) اور بھی جیسے دیونجد (۷۷) اور دیوبند (۷۶) ہیں۔ ایک عدد کی کمی اور زیادتی نسبتی مراتب اور مدارج پر محمول ہے۔ وہابی وہی ہیں جو عبد الوہاب نجدی کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں۔ اگر اب بھی آپ شبہہ میں ہیں تو لیجیے آپ کے بزرگ مولوی رشید احمد کا فتویٰ موجود ہے۔ وہ اس طرح پر اپنے فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کے ص:۸ میں لکھتے ہیں۔ و ھو ھذا:

سوال: وہابی کون لوگ ہیں اور عبد الوہاب نجدی کا کیا عقیدہ تھا اور کون مذہب تھا اور وہ کیسا شخص تھا اور اہل نجد کے عقائد میں کیا فرق ہے؟

جواب: محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ ان کے عقائد عمدہ تھے، اور مذہب ان کا حنبلی تھا، البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اور اس کے مقتدی اچھے ہیں۔ مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ہیں ان میں فساد آ گیا، عقائد

سب کے متحد ہیں، اعمال میں فرق حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کا ہے۔ بلفظہ۔

لیجیے! اب تو تسلی ہوگئی کہ آپ وہابی ہیں، اور وہابی سندی، اور سند بھی اپنے ہی بزرگ کی۔ اس سرٹی فکیٹ کو لکھ کر اپنی جیب میں رکھیے اور اس کے خلاف جو مولوی خلیل احمد نے اپنے رسالہ التصدیقات کے ص: ۱۳، ۱۴ میں لکھا ہے سو آپ فیصلہ کیجیے کہ ان دونوں میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا، یا دونوں جھوٹے۔

باب بست و چہارم

مختصر فہرست کتب جو تقویۃ الایمان کی تردید میں علماے کرام کی طرف سے لکھی گئیں

(۱) **معید الایمان**، مصنفہ حضرت مولوی مخصوص اللہ صاحب علیہ الرحمہ، رشتہ دار مولوی اسماعیل دہلوی

(۲) **تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ**، مصنفہ حضرت مولانا فضل حق علیہ الرحمہ حنفی، فاروقی، خیرآبادی، ہم عصر مولوی اسماعیل دہلوی۔

(۳) **حجۃ العمل فی ابطال الحیل**، مصنفہ حضرت مولانا محمد موسیٰ علیہ الرحمہ دہلوی، برادر مولانا مخصوص اللہ علیہ الرحمہ، نمبرا۔

(۴) **سیف الجبار**، مصنفہ حضرت مولانا مولوی فضل الرسول صاحب علیہ الرحمہ عثمانی بدایونی، ہم عصر مولوی اسماعیل دہلوی۔

(۵) **تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل**، مصنفہ حضرت قبلہ مولانا مولوی غلام دست گیر علیہ الرحمہ فاضل قصوری، مصدقہ حضرات علماے حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً۔

(۶) **سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح**، مصنفہ حضرت امام اہل سنت و جماعت، مجدد مائۃ حاضرہ، موید ملت طاہرہ مولانا فاضل بن فاضل شیخ احمد رضا خاں صاحب بریلوی متع اللہ المسلمین بطول بقاءہٖ۔

(۷) **الکوکبۃ الشہابیۃ فی کفریات ابی الوہابیۃ**، مصنفہ ایضاً۔

(۸) **سل السیوف الہندیہ علیٰ کفریات باب النجدیۃ**، مصنفہ ایضاً۔

(۹) **حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین**، مصدقہ علماے حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً، جس میں تمام فرقہ باطلہ، قادیانیہ وگنگوہیہ ونانوتویہ ونذیریہ، اسیریہ وغیرہ پر فتاویٰ کفر ہیں۔ علاوہ ان کے بہت سی کتابیں قریب دوسو کے حضرت مولانا نے وہابیہ کی تردید میں تصنیف فرمائی ہیں، بخوفِ اطناب درج نہیں ہوئیں۔

(۱۰) **الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ**، تصنیف: شیخ العلما مرجع الخاص والعام سیدنا ومولانا السید احمد بن زینی دحلان علیہ الرحمہ، مفتی مکہ معظّمہ۔

(۱۱) **سیوف البارقۃ علی رؤوس الفاسقۃ**، تصنیف: حضرت امام الفقہا والمحدثین، قطب الاولیا والعارفین،

شمس العلما مولوی محمد عبداللہ صاحب خراسانی، مطبوعہ قیصریہ۔

(۱۲) تنزیہ الرحمٰن عن شائبۃ الکذب و النقصان، مصنفہ حضرت جامع شریعت وطریقت مولانا مولوی احمد حسن صاحب کان پوری خلیفہ حضرت شاہ امداد اللہ علیہ الرحمہ مہاجر مکی۔

(۱۳) الرمح الدیانی علی راس الوسواس الشیطانی (یا شمول الوهابیه فی مسلک النجدیه)، تصنیف: حضرت مولانا مولوی محمد مصطفیٰ رضا خان حنفی قادری بریلوی۔

(۱۴) شرح الصدور فی دفع الشرور، تصنیف: حضرت مولانا مولوی مخلص الرحمٰن صاحب اسلام آبادی (چاٹگامی)

(۱۵) میزان عدالت فی اثبات شفاعت، تصنیف: حضرت مولانا مولوی محمد سلطان صاحب کٹکی۔

(۱۶) ھادی المضلین۔ تصنیف: حضرت مولوی کریم اللہ صاحب دہلوی۔

(۱۷) ازالۃ الشکوک، مصنفہ حضرت مولانا مولوی حکیم فخر الدین صاحب الہ آبادی۔

(۱۸) صحیح الایمان، مصنفہ ومؤلفہ حضرات علمائے بریلی، مولوی احمد حسین صاحب۔

(۱۹) شرح تحفہ محمدیہ فی رد فرقہ مرتدیہ، تصنیف: حضرت مولانا مولوی سید اشرف علی صاحب گلشن آبادی۔

(۲۰) ذو الفقار حیدریہ علی اعناق الوھابیہ، تصنیف: حضرت مولانا مولوی سید حیدر شاہ صاحب حنفی قادری، متوطن کچھ بھوج المعروف بہ پیر بھڑوالہ۔

(۲۱) رسالہ تحقیق توحید و شرک، تصنیف: حضرت حافظ محمد حسن پشاوری المعروف ملا دراز، فارسی۔

(۲۲) رسالہ حیات النبی، تصنیف: حضرت قدوۃ علماء الانام شیخ محمد عابد سندھی، مدرس بزرگ مدینہ منورہ، عربی۔

(۲۳) گلزارِ ھدایت، تصنیف: مولانا مولوی صبغۃ اللہ امام العلما، مفتی مدراس۔

(۲۴) سلاح المسکین فی قطع الخارجین، تصنیف: مولانا مولوی سید لطف الحق بن مولوی جلیل الحق قادری البتالوی۔

(۲۵) تحفۃ المسکین فی جناب سید المرسلین، تصنیف: مولانا مولوی عبداللہ صاحب سہارن پوری۔

(۲۶) رسم الخیرات، تصنیف: حضرت مولانا مولوی خلیل الرحمن الحنفی الیوسفی المصطفیٰ آبادی۔

(۲۷) سبیل النجاح الی تحصیل الفلاح، تصنیف: مولانا مولوی تراب علی صاحب لکھنوی۔

(۲۸) سفینۃ النجات، تصنیف: حضرت مولانا مولوی محمد اسلمی، ساکن مدراس۔

(۲۹) نظام الاسلام، تصنیف: حضرت مولانا مولوی محمد وجیہ صاحب، مدرس مدرسہ کلکتہ۔

(۳۰) تنبیہ الضالین و ھدایۃ الصالحین، جامع فتاویٰ علمائے دہلی وحرمین شریفین۔

(۳۱) قوت الایمان، تصنیف: مولوی کرامت علی صاحب جون پوری، خلیفۂ سید احمد صاحب۔

(۳۲) احقاق الحق، تصنیف: حضرت مولانا مولوی سید بدر الدین الموسوی الرضوی حیدر آبادی۔

(۳۳) **خیر الزادلیوم المعاد**، تصنیف: حضرت مولانا مولوی ابوالعلا محمد الملقب خیر الدین مدراسی۔

(۳۴) **نعم الانتباہ لدفع الاشتباہ**، مصنفہ حضرت مولانا مولوی معلم ابراہیم صاحب، خطیب مسجد جامع بمبئی۔

(۳۵) **دفع البھتان فی رد بعض احکام تنبیہ الانسان**، تصنیف: حضرت مولانا مولوی محمد یونس، مترجم عدالت شاہی۔

(۳۶) **هداية المسلمين إلى طريق الحق و اليقين**، تصنیف: حضرت قاضی محمد حسین کوفی مہری عربی مع ترجمہ ہندی۔

(۳۷) **آفتاب محمدی**، تصنیف: حضرت مولانا مولوی فقیر محمد صاحب جہلمی، پنجابی۔

(۳۸) **گفتگو جمعه**، تصنیف: فقیر قاضی فضل احمد سنی حنفی نقش بندی مجددی (محمود شاہ وہابی کے ساتھ بحث)

(۳۹) **میزان الحق**، تصنیف فقیر ایضاً (ایک وہابی کے رسالہ کا رد)

(۴۰) **انوار آفتاب صداقت** ۱۳۳۷ھ کتاب ہذا۔

اگرچہ اور بھی بہت سی کتابیں ہیں جن کا یہاں درج کرنا طوالت ہے، لیکن چالیس کے عدد پر ختم کرتا ہوں جو بہت مبارک عدد ہے اور ۴۰ ابدال کا کام دیں گی، اور مومنین سنی حنفیوں کے لیے ڈھال کا فرض ادا کریں گی، کیوں کہ ڈھال کے بھی اعداد جمل چالیس ہی ہیں۔

گزارش والتماس بخدمت شریف حضرات علماے کرام وصوفیاے عظام ابقاهم الله تعالیٰ

ملک پنجاب و ہندوستان

نہایت ادب سے گزارش ہے کہ اس خاک سار، ہیچ مدان، ذرہ بے مقدار مِن عباد اللہ الصمد قاضی فضل احمد بن[1] قاضی الہ دین عفا اللہ عنہما، متوطن قصبہ شاہ پور ضلع گورداس پور، پنجاب، حال مقیم شہر لودھیانہ نے بوجہ تنگ آجانے قوم وہابیہ دیوبندیہ کے اقوال اور افعال اہانت خداوند تعالیٰ ذوالجلال وتوہین حضرت شفیع المذنبین و خاتم النبیین، خیر الخلق من الاولین والآخرین محمد مصطفیٰ واحمد مجتبیٰ ﷺ سے ایک اشتہار بہ غرض اظہار عقائد وہابیہ دیوبندیہ متضمن ۲۳ عقائد کے شائع کیا، جس پر قوم وہابیہ آگ بگولہ ہوگئی جس کا ذکر تمہید کتاب ہذا میں آچکا ہے۔ اس کا جواب متفقہ کمیٹی وہابیہ لودھیانہ کی طرف سے تیار ہو کر مولوی عبد اللہ ساکن ازبسی، ریاست پٹیالہ اپنے رشتہ دار کے نام سے ایک رسالہ موسومہ «قاضی فضل احمد کے اشتہار کی حقیقت کا انکشاف» شائع ہوا، جس کا جواب یہ کتاب «انوار آفتاب صداقت» نہایت محنت اور احتیاط کے ساتھ بہ موجب مذہب حقہ، اہل سنت و جماعت باوضو تالیف ہو کر ۱۳۳۷ھ آپ حضرات کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔ اس کو تکلیف فرما

---

[1] فضل احمد بن قاضی الہ دین بن بایشاہ بن کاکیشاہ بن قاضی عبد الوہاب شاہ۔ عالم شاہ بادشاہ دہلی کے وقت بہادر سنگھ نامی قوم کائل راجپوت ۱۶ سال کی عمر میں مسلمان ہوا جس کا نام عبد الوہاب رکھا گیا۔ وہ اپنے والدین سکنہ سوجوال علاقہ تحصیل شکر گڑھ ضلع گورداس پور سے نکل کر مقام اڑیلی اور قصبہ شاہ پور تحصیل پٹھان کوٹ میں آگئے، اور اس علاقہ میں بادشاہ کی طرف سے قاضی بنائے گئے۔ مفصل حالات کاغذات میں درج ہیں۔ گویا مجھے پانچویں پشت مسلمان ہونے کو ہے۔ الحمد للہ۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ

کر بہ غور ملاحظہ فرمایا جائے، اور بقول حضرت علی کرم اللہ وجہہ «انظر إلى ما قال ولا تنظر إلى من قال» کے میری بے بضاعتی پر خیال نہ فرما کر جو کچھ لکھا گیا ہے اس پر توجہ مبذول فرمائیں اور اپنی اپنی قیمتی رائے سے اس کو مزین فرمائیں، اور جہاں کہیں فقیر سے بہ باعث بشریت «الانسان مساوق النسیان»[1] غلطی سرزد ہوئی ہو براہِ لطف و احسان اس کی تصحیح فرمائیں تاکہ طبع ہوکر مفید خاص وعام ہو۔ بالخصوص ہمارے سنی حنفی بھائی اپنے ایمان کوفرق باطلہ سے بچا کر حضرات کو دعائے خیر سے یاد کریں۔ فقیر نے اس میں نہایت سلیس اردو میں عام فہم عبارات کو لکھا ہے، تاکہ ہر اردو خواں اس سے مستفید ہو سکے۔ علمی، منطقی، صرفی ونحوی بحثوں کی طرف رخ نہیں کیا تاکہ روز روز کے اعتراضات وہابیہ سے مسلمانوں کو رستگاری حاصل ہو۔ فقیر کے خیال میں پہلے اس سے اس قسم کی کتاب کہ جس میں فرقہ وہابیہ کے مجموعۂ عقائد اور اس کے اعتراضات من کل الوجوہ ایک ہی کتاب میں لکھے گئے ہوں، مرتب نہیں ہوئی، اور نہ فقیر کی نظر سے گزری ہے۔ اس لیے فقیر نے اس خدمت اسلامی کو عین فرض تصور کر کے محض لابتغاء مرضات اللہ ادا کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ادا کروایا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا ہے کہ اس کتاب کو فقیر حقیر عاصی پر معاصی کے حق میں من جملہ باقیات صالحات کرے، اور اپنی رحمت کاملہ سے بہ طفیل حضور پرنور موفور السرور سرورِ عالم حضرت محمد ﷺ کے قبول ومنظور فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین، ورنہ اپنی حالت یہ ہے ؎

صـرفـت العمر فی لهو و لعب — فـاٰهـا ثـم اٰهـا ثـم اٰهـا

یلوح الخط فی القرطاس دهرًا — وکـاتـبـه رمـیـمٌ في الـتراب[2]

ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب۔

وصلى الله على خير خلقه محمد و اٰله و أصحابه و أهل بيته و ذريته و أتباعه أجمعين برحمتك يا أرحم الراحمين. خاکسار فقیر حقیر قاضی فضل احمد عفا اللہ عنہ سنی حنفی نقش بندی مجددی صادقی، کورٹ انسپکٹر پولیس پنشنر لودھیانہ، مقام لودھیانہ۔ مہر [قاضی فضل احمد] ۱۵/ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ/ ۱۱ ستمبر ۱۹۱۹ء روز پنج شنبہ۔

---

[1] ترجمہ: انسان، نسیان کے ساتھ ساتھ چلنے والا ہے۔

[2] ترجمہ: میں نے ساری عمر کھیل کود میں ضائع کردی۔ ہائے افسوس! آہ! ہائے افسوس! تحریر کاغذ میں مدتوں نمایاں رہتی ہے، جب کہ لکھنے والے کا جسم خاک تلے بوسیدہ ہو جاتا ہے۔

باب بست وپنجم

ضمیمۂ کتاب مختصراً

ضمیمۂ کتاب ہٰذا کے لکھنے کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ دورانِ تالیف کتاب ہٰذا میں دو چار وہابی دیوبندیوں نے تحریری اعتراضات کیے تھے، کیوں کہ اشتہارِ خاکسار نے ان کے چہرہ بے مہرہ پر گرد وغبار کا ایک انبار وطومار[1] وارد کر دیا تھا، اور غضب وغیض میں آ کر اس کو دھونا چاہا تھا۔ اس لیے انھوں نے تحریری مباحثہ شروع کر دیا تھا، مگر دھو نہ سکے۔

سب سے اول حافظ محمد اسحاق صاحب ہیڈ کلرک وسرنیزی ڈپارٹمنٹ چھاؤنی فیروز پور پنجاب ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ جو باتیں تم نے اشتہار میں لکھی ہیں وہ دیوبندیوں کی کتابوں میں درج نہیں ہیں۔ میں نے عرض کیا: اگر آپ کو یہ بات تصدیق اور تحقیق ہوگئی ہے تو مناسب یہ ہے کہ یا تو آپ میرے غریب خانہ پر تشریف لائیے یا مجھے اپنے دولت خانہ پر حاضر ہونے کا ارشاد فرمائیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عبارات مندرجہ اشتہار کو دکھلا دوں۔ مگر افسوس نہ تو انھوں نے اپنا تشریف لانا منظور فرمایا اور نہ فقیر کو اپنی خدمت میں طلب فرمایا، آخر کو یہ لکھا کہ ایک رسالہ اس اشتہار کے جواب میں چھپایا ہے، جو یہاں فیروز پور میں مفت تقسیم ہوا ہے۔ اس کا جواب آپ نے لکھا ہے؟ اگر لکھا ہے، مجھے دکھلایئے۔ (یہ رسالہ وہی ہے جس کا جواب یہ کتاب ہے) میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ میں اس کے جواب لکھنے میں مصروف ہوں، جب جواب مکمل ہو جائے گا تو آپ تسلی کر لیں کہ یہ رسالہ کیسی دیانت اور امانت سے لکھا گیا ہے۔ عبارتوں کو حذف کر کے اپنے مطلب کو لکھ دیا اور اگلی پچھلی عبارتوں کو جو مخالف ہوئی اس کو چھوڑ دیا، اور نہایت کم فہمی سے بے معنیٰ عبارت کو درج کیا ہے، جو خدا کے فضل سے «لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ» کو لے لیا اور «اَنْتُمْ سُكَارٰى» کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد انھوں نے خط وکتابت بند کر دی، مگر کسی قدر تہذیب سے خط وکتابت کی۔

دوسرے شخص مولوی محمد عبد اللطیف صاحب سونی پتی ہیں۔ جو خالی دیوبندی اور معتزلہ عقائد کے سختی سے پابند ہیں۔ انھوں نے ابتدا ہی میں قبل شروع کرنے بحث کے چودہ جھوٹ بول کر مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ کی بحث کو شروع فرمایا اور انھوں نے علی الاعلان فرما دیا کہ میں خداوند تعالیٰ کو تمام افعال قبائح کذب وغیرہ پر قادر جانتا اور مانتا ہوں اور جو تمہارے اشتہار میں عقائد ۲۳ نمبر تک درج ہیں، وہ میرا مذہب ہے۔ تب ان کو بحث میں دکھلایا گیا کہ تمام افعالِ قبیحہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پر محال ہیں، کیوں کہ خداوند تعالیٰ کی ذات میں عیب کا ہونا محال ہے اور تحتِ قدرت نہیں ہے۔ لیکن

---

[1] طومار: ڈھیر، تودہ۔

انھوں نے بڑے اصرار سے لکھا کہ نہیں! میں اللہ تعالیٰ کو جھوٹ بولنے پر ضرور قادر جانتا ہوں۔ تب لکھا گیا کہ یہ جو آپ کہتے ہیں یہ معتزلہ کا مذہب ہے، جیسے کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

انه لا يوصف الله تعالىٰ بالقدرة على الظلم؟ لأن المحال لا يدخل تحت القدرة ، وعند المعتزلة انه يقدرو لا يفعل[1]

یعنی اللہ تعالیٰ کو ظلم سے موصوف کرنا ٹھیک نہیں، کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ پر محال ہے، اور تحتِ قدرت نہیں۔ لیکن معتزلہ کا مذہب ہے کہ وہ یعنی اللہ تعالیٰ ظلم پر قادر ہے، مگر کرتا نہیں۔

اسی طرح اور دیگر کتب سے ان کو دکھلایا، مگر انھوں نے تسلیم نہ کیا، پھر میں نے ان سے یہ عرض کیا کہ میں جو لکھتا ہوں اس کو آپ نہیں مانتے، اور جو آپ لکھتے ہیں اس کو میں نہیں مانتا۔ تو لازم ہے کہ ہم دونوں کے لیے کوئی ایسا حَکَم ہونا چاہیے جس کا فیصلہ ہم دونوں قبول کرلیں۔ سو حَکَم ہونے کے قابل بجز علماے حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً کے دوسرا نہیں ہے۔ اگر آپ اس بات کو منظور کرلیں تو بہتر ہوگا۔ تب انھوں نے اس بات کو بہ خوشی تمام مان لیا، اور بہت احتظاظ کے ساتھ آپ نے رسالہ «التصدیقات» مؤلفہ مولوی خلیل احمد صاحب کو میرے پاس منظوری کے لیے بھیج دیا۔ اور فرمایا کہ لیجیے! یہ حرمین شریفین کا فیصلہ ہے۔ میں نے اس رسالہ کا مصنوعی اور فرضی اور جعلی ہونا چھپن (۵۶) وجوہات سے جو اس کتاب میں بھی لکھی گئی ہیں، ثابت کر کے لکھ دیا کہ یہ جعلی فیصلہ ماننے کے قابل نہیں ہے۔

تب آپ بہت سٹپٹائے اور گالیوں پر اتر آئے۔ میں نے ان سے یہ عرض کیا کہ فیصلہ مصدقہ جس پر اس وقت کوئی جرح وقدح نہیں ہوئی اور نہ کوئی عذر کیا گیا، وہ دو کتابیں ہیں: ایک «حسام الحرمين على منحر الكفر والمين» مرتبہ حضرت فاضل بریلوی، اور دوسری کتاب «تقديس الوكيل عن توهين الرشيد والخليل» جس میں کسی شبہہ کو گنجائش نہیں، اور بالخصوص اس کتاب میں مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ کی پوری بحث ہے۔ یہ بحث درمیان مولوی خلیل احمد دیوبندی اور مولانا مولوی غلام دست گیر صاحب فاضل قصوری مقام ریاست بہاول پور کئی روز تک ہوتی رہی تھی، جس کا ذکر اس کتاب میں اپنی جگہ آچکا ہے۔ اور حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً وتکریماً کے علماے کرام اربعہ مذاہب کے مفتیان نے اس کو تصدیق فرمایا ہے۔ اس کو قبول فرمایئے۔ اس پر اور بھی آپ کی اسٹیم[2] گرم ہو کر تیز ہوگئی۔ اور گالیوں سے جو ان کے دل میں بھری پڑی تھیں، ان سے میری خوب خبر لی۔ گویا اپنا کشکول[3] پُر از بول مجھ پر خالی فرمایا، اور آخر پر یہ بھی درفشانی فرمائی کہ تم کو میں غیر مقلد جانتا ہوں، اور تم کو میں غیر مقلد ثابت کرتا ہوں۔ اور میرے غیر مقلد ہونے کا صغریٰ اور کبریٰ اس

---

[1] شرح فقه اكبر، ص: ۲۳۸، مطبع دار الكتب العلمية، بيروت.
[2] اسٹیم: بھاپ، دخان - اسٹیم انجن۔ بھاپ سے چلنے والا انجن۔
[3] کشکول: پیالہ، ٹھیکرا، زنبیل۔

طرح قائم فرمایا کہ تم سوم، دہم، چہلم اور مولودشریف کو جائز کہتے ہو، اس لیے تم پکے غیر مقلد ہو۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ مولوی صاحب آپ کی وسیع معلومات پر آپ کے دوست قربان۔ شاید میرے جیسے سوم، دہم، چہلم اور مولودشریف کو جائز جاننے والے غیر مقلد آپ کے پانی پت یا گنگوہ یا دیوبند میں ہوں گے، پہلے تو نہ تھے، اب پیدا ہوئے ہوں گے۔ خیر میں نے صبر کیا اور کذب باری تعالیٰ کا مسئلہ پورے طور پر میں نے اس کتاب کے باب اول میں درج کر دیا ہے جو مذہب اہل سنت و جماعت اور مذہب معتزلہ کا امتیازی فیصلہ ہے۔

تیسرے شخص مولوی صوفی ابونعیم عبدالعظیم صاحب غازی پوری یوسف پوری ہیں۔ انھوں نے ایک رسالہ «تحذیر الناس من شر الخناس» نام ستارہ ہند پریس کلکتہ میں چھپوا کر شائع فرمایا۔ اور اس میں صرف چار باتوں کا جواب لکھا ہے، جو مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان میں سے ہیں۔ گویا انھوں نے صرف اپنے امام الطائفہ کی حمایت میں توہینِ رسول اکرم ﷺ کو قبول کر کے تاویلاتِ رکیکہ کی ہیں، جن کا جواب میری کتاب میں مفصل لکھا جا چکا ہے۔ باقی انیس عقائد جو اہم اور سخت تھے، ان کو قبول کر کے چھوڑ دیا، اور جو اپنے امام اور ان کی کتاب کی سرخ روئی کرنے میں کوشش بے سود کی ہے، مفصل جواب اور کیفیتِ کتاب میری اس کتاب کے باب ۲۲، ۲۳، ۲۴ میں نہایت صحیح صحیح درج ہو چکے ہیں، جو آپ کی تسلی کا موجب ہیں، جن کو آپ دیکھ کر ان شاء الله تعالیٰ ضرور مہزوم ہوں گے، کیوں کہ آپ نے اس رسالہ کا نام «تحذیر الناس من شر الخناس» رکھا ہے۔ مطلب یہ کہ اہل سنت و جماعت و بالخصوص میں خناس ہوں، مگر خدا کی قدرت! یہ نام انھیں پر عود کر گیا، اس لیے کہ اس میں ایک نکتہ ہے۔ وہ یہ کہ قرآنی آیت یوں ہے، یعنی: «مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ» ہے جس کے اعدادِ جمل چودہ سو چھیانوے ہوتے ہیں، اور ادھر نام «مولوی مہزوم ابونعیم عبدالعظیم» کے بھی وہی اعداد چودہ سو چھیانوے ہیں۔ سچ فرمایا ہے: «من[1] حفر بیراً لأخیه فقد وقع فیه» چاہ کن را چاہ درپیش۔

اس رسالہ من شر الوسواس الخناس پر چند علماے دیوبند کے بھی دست خط و تقاریظ ہیں جو غلو وہابیت کی وجہ سے دل اور ظاہری آنکھیں بند کر کے لکھی گئی ہیں، بھیڑوں کے گلہ کی طرح جب ایک بھیڑ چاہ میں گر جائے تو باقی سب کی سب اسی میں گر جاتی ہیں، کوئی غور سے نہیں دیکھتی کہ ہم کنویں میں گر رہی تھیں۔ اب وہ سب مولوی صاحبان اس کتاب کو ملاحظہ فرما کر اپنی اپنی تقریظ کو واپس لے کر اس کو نسیاً منسیاً فرمائیں اور آئندہ سوچ سمجھ کر تقاریظ لکھا کریں، تاکہ ندامت کی رونمائی نہ ہو، اور اس کا خیال نہ فرمائیں کہ ایمان جائے تو جائے، لیکن مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کی کتاب تقویۃ الایمان ہاتھ سے نہ جائے۔ اناللّٰہ وانا الیه راجعون.

چوتھے ایک شخص عبدالخالق صاحب ناظم جمعیۃ العلما (وہابیہ) رنگون مغل اسٹریٹ ایک اشتہار ۱۰؍ جنوری ۱۹۲۰ء کو شائع کرتے ہیں، اور اس میں فرماتے ہیں کہ اشتہار (خاکسار) میں جو لکھا ہے کہ ہم کو خدا سے کام ہے۔ آں حضرت ﷺ

---

[1] ترجمہ: جس نے اپنے بھائی کے لیے کنواں کھودا وہ خود اس میں جا گرا۔

سے نہیں، اور کتاب «بسط البنان» کے صفحہ ۷ کا حوالہ دیا ہے۔ اس میں بلکہ تمام کتاب میں یہ عبارت موجود نہیں، اگر کوئی شخص یہ عبارت دکھلا دے تو ہم پانچ سو روپیہ انعام دیں گے۔

میں کہتا ہوں کہ وہابیہ کی تفہیم پر نہایت افسوس ہے، اور بسط البنان کے صفحہ ۷ میں عبارت ذیل میں درج ہے: «با خدا داریم کار و با خلائق کار نیست» اور میں نے بلفظہ اشتہار میں یہ عبارت مصرعہ مذکور لکھی ہے۔ آپ کو نظر نہیں آیا اور چالاکی سے اشتہار جاری کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس عبارت کے معنیٰ آپ کی سمجھ میں نہیں آئے، اور نافہمی سے اشتہار اپنی ندامت اور خجالت کے لیے دے دیا۔ اگر کسی فارسی خوان سے آپ پوچھ لیتے تو ایسا نہ ہوتا۔ میں اس مصرعہ «با خدا داریم کار و با خلائق کار نیست» کے معنیٰ بتلاتا ہوں، وہ یہ ہیں کہ ہم کو خدا سے کام ہے، خلائق سے نہیں۔ لفظ خلائق میں آں حضرت ﷺ بھی داخل ہیں۔ پس معنی اس مصرعہ کے یہ ہوئے: خدا سے ہم کو کام ہے آں حضرت ﷺ سے نہیں۔ یہی عقیدہ وہابیہ میں نے اپنے اشتہار میں نمبر ۷ پر درج کیا ہے۔ اس کی بحث بھی میری کتاب میں مفصل آ چکی ہے۔ وہاں پر دیکھ کر اپنی تسلی فرمائیں۔ اس کے متعلق میں نے مسلمانانِ اہلِ سنت و جماعت رنگون کو بھی لکھ دیا تھا۔

ضمیمہ بھی خدا کے فضل سے ختم ہوا۔ گویا کل کتاب ختم ہوئی۔ الحمدللہ علیٰ ذٰلك.

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

وصلى الله علىٰ خير خلقه محمدٍ وّ اٰله و أصحابه أجمعين برحمتك يا أرحم الراحمين.

تمام شد

نوشتہ بماند سیہ بر سفید[1] نویسندہ را نیست فردا امید

فقیر قاضی فضل احمد عفا اللہ عنہ سنی حنفی نقش بندی مجددی صادقی
پنشنر کورٹ انسپکٹر مقیم لدھیانہ

تاریخ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ
مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۲۰ء روز پنج شنبہ

[1] ترجمہ: تحریر کاغذ پر باقی رہتی ہے، حالاں کہ لکھنے والے کو کل کی بھی امید نہیں۔

مصادرومراجع

(الف)

نمبرشمار	نام کتاب	مصنف/ مؤلف/ مرتب	سنِ وفات
۱	الابریز	شیخ احمد بن مبارک سجلماسی	۱۱۵۵ھ
۲	اخبارالاخیار	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ
۳	اخبارزمین دار، لاہور	ظفرعلی	
۴	اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام	حضرت علامہ نقی علی خاں	۱۲۹۷ھ
۵	ارشادالساری شرح صحیح البخاری	علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی	۹۲۳ھ
۶	ارشادالسالکین	حضرت شیخ شرف الدین یحیٰ منیری	۷۸۲ھ
۷	ارشادمرشد	حضرت شاہ امداداللہ مہاجرمکی	۱۳۱۷ھ
۸	ازالۂ اوھام	مرزاغلام احمد قادیانی	۱۳۱۸ھ
۹	ازالۃ الخفا	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ
۱۰	اشباع الکلام	مولانا شاہ سلامت اللہ رام پوری	۱۳۳۸ھ
۱۱	اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ
۱۲	اطیب النغم	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ
۱۳	اظہارالحق	مولانا احمد علی شاہ کمل پوش، حنفی، نقش بندی	
۱۴	امدادالسلوک	مولوی رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
۱۵	امدادالمشتاق	مولوی اشرف علی تھانوی	۱۳۶۲ھ
۱۶	امین معافی		
۱۷	انباءالمصطفیٰ بحال سرّ واخفی	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی	۱۳۴۰ھ
۱۸	انباءالاذکیاء فی حیاۃ الأنبیاء	علامہ ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی	۹۱۱ھ
۱۹	الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ

۲۰	انجاح الحاجۃ شرح ابن ماجہ	شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی	۱۲۹۶ھ
۲۱	انفاس العارفین	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ
۲۲	انوار ساطعہ	علامہ عبدالسمیع بیدل سہارنپوری	۱۳۷۸ھ
۲۳	انوار سلطانہ		
۲۴	انوار محمدی	مولانا شیخ محمد غوث تھانوی	
۲۵	آیات اللہ الکاملۃ ترجمہ اردو حجۃ اللہ البالغہ		
۲۶	ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح	مولوی اسماعیل دہلوی	۱۲۴۶ھ

(ب)

۲۷	الباعث علی انکار البدع والحوادث	شیخ ابوشامہ شہاب الدین ابومحمد عبدالرحمٰن بن اسماعیل	۶۶۵ھ
۲۸	بحر الرائق	علامہ زین الدین ابن نجیم مصری	۹۷۰ھ
۲۹	براہین احمدیہ	مرزا غلام احمد قادیانی	۱۳۱۸ھ
۳۰	براہین قاطعہ	مولوی خلیل احمد انبیٹھوی	۱۳۴۶ھ
۳۱	برکات الدعا		
۳۲	برہان قاطع	احمد ذاکر خرّم	
۳۳	البریقہ شرح الطریقہ	ابوسعید خادمی قونوی	۱۱۷۶ھ
۳۴	بسط البنان	مولوی اشرف علی تھانوی	۱۳۶۲ھ
۳۵	بوارق لامعہ		
۳۶	بوارق محمدیہ	علامہ فضل رسول بدایونی	۱۲۸۹ھ
۳۷	بوستاں	شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی	۶۹۱ھ
۳۸	بہار جنت		
۳۹	بھونچال برلشکر دجال		

(ت)

۴۰	تاریخ طبری	امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری	۳۱۰ھ
۴۱	تاریخ وہابیہ دیوبندیہ	مولوی منشی محمد لعل خاں مدراسی، رضوی، حنفی	

۴۲	تاریخ ہزارہ	ڈاکٹر شیر بہادر	
۴۳	تبصرۃ العیون لرویۃ اسرار المکنون		
۴۴	تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین ﷺ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، محدث بریلوی	۱۳۴۰ھ
۴۵	تحفہ اثنا عشریہ	حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی	۱۲۳۹ھ
۴۶	تحفہ قادریہ	مولوی محمد لدھیانوی	
۴۷	تحقیق الحق	مولانا مولوی محمد عسکری حسینی	
۴۸	تحقیق الحقیقۃ	حضرت مولانا فضل رسول بدایونی	۱۲۸۹ھ
۴۹	ترجمۂ قرآن	شاہ رفیع الدین محدث دہلوی	۱۲۳۳ھ
۵۰	ترجمۂ قرآن	شاہ عبد القادر محدث دہلوی	۱۲۳۰ھ
۵۱	ترجمۂ قرآن (فارسی)	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ
۵۲	تفسیر ابن عباس	علامہ ابو طاہر ابن یعقوب الفیروز آبادی	۸۱۷ھ
۵۳	تفسیر ابو السعود	قاضی ابو السعود محمد ابن محمد بن مصطفیٰ العمادی الحنفی	۹۸۲ھ
۵۴	تفسیرات احمدیہ	علامہ شیخ احمد (ملا جیون) جون پوری	۱۱۳۰ھ
۵۵	تفسیر امام رازی	امام محمد بن احمد فخر الدین تمیمی رازی	۶۰۶ھ
۵۶	تفسیر بیضاوی	علامہ قاضی ناصر الدین محمد شیرازی بیضاوی	۷۹۱ھ
۵۷	تفسیر جلالین	علامہ محمد بن احمد جلال الدین محلی وعبد الرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین سیوطی	۸۶۴ھ ۹۱۱ھ
۵۸	تفسیر جمل	علامہ شیخ سلیمان بن عمر جمل	۱۲۰۴ھ
۵۹	تفسیر حسینی	مولانا کمال الدین حسینی واعظ کاشفی	
۶۰	تفسیر خازن	امام علاؤ الدین علی ابن محمد خازن	۷۲۵ھ
۶۱	تفسیر خطیب شربینی	امام محمد ابن محمد خطیب شربینی	۹۷۷ھ
۶۲	تفسیر در منثور	ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر معروف بہ جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
۶۳	تفسیر روح البیان	شیخ اسماعیل حقی بروسوی	۱۱۳۷ھ
۶۴	تفسیر طبری	امام ابو جعفر محمد ابن جریر طبری	۳۱۰ھ

۶۵	تفسیر فتح العزیز معروف ب تفسیر عزیزی	حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی	۱۲۳۹ھ
۶۶	تفسیر قادری ترجمہ اردو تفسیر حسینی	علامہ فخر الدین	
۶۷	تفسیر کشاف	شیخ جار اللہ محمود بن عمر زمخشری	۵۳۸ھ
۶۸	تفسیر مدارک التنزیل معروف بہ تفسیر نسفی	عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی	۷۱۰ھ
۶۹	تفسیر معالم التنزیل معروف ب تفسیر بغوی	امام ابو محمد الحسین ابن مسعود الفراء البغوی الشافعی	۵۱۶ھ
۷۰	تفسیر نیشاپوری	علامہ نظام الدین حسن بن محمد النیسابوری	۷۲۸ھ
۷۱	تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل	علامہ غلام دستگیر قصوری	۱۳۱۵ھ
۷۲	تقویۃ الایمان	مولوی اسماعیل دہلوی	۱۲۴۶ھ
۷۳	تمہید	حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی	۴۶۳ھ

(ج)

۷۴	جامع البرکات		
۷۵	جامع البیان بر حاشیہ جلالین		
۷۶	جامع الترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی	۲۷۹ھ
۷۷	جامع الترمذی (مترجم)	مولانا بدیع الزماں بھوپالی	
۷۸	جامع صغیر	حافظ ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی	۹۱۱ھ
۷۹	جامع الفتاویٰ	حضرت مفتی سید عبد الفتاح حسینی القادری	
۸۰	جامع الفصولین		
۸۱	جامع المناقب		

(ح)

۸۲	حاشیۂ بیضاوی	قاضی شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر الخفاجی	۱۰۶۹ھ
۸۳	حاشیۂ شرح عقائد	علامہ رمضان آفندی	
۸۴	حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار	علامہ احمد بن محمد طحطاوی	۱۲۳۱ھ
۸۵	حاشیہ مناسک	امام محمد بن احمد خطیب شربینی	۹۷۷ھ

۸۶	حاشیہ متن سنوسیہ	حضرت علامہ ابراہیم باجوری	۱۲۷۶ھ
۸۷	حاشیہ عقد الجوہر	حضرت نوراللہ شاہ قادری	
۸۸	حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ
۸۹	الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیہ	سید عبد الغنی نابلسی الحنفی الدمشقی	۱۱۴۳ھ
۹۰	حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی	۱۳۴۰ھ
۹۱	حسن العقیدہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ
۹۲	حسن المقصد فی عمل المولد	علامہ ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی	۹۱۱ھ
۹۳	حصن حصین	محمد بن محمد الجزری	۸۲۳ھ

(خ)

۹۴	حفظ الایمان	مولوی اشرف علی تھانوی	۱۳۶۲ھ
۹۵	خزانۃ الروایات	قاضی جکن حنفی	
۹۶	خلاصہ تواریخ مکہ معظّمہ		
۹۷	خلاصہ رسالۂ تقدیس الرحمٰن عن الکذب والنقصان	مولوی محمد لودھیانوی	

(د)

۹۸	الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ
۹۹	درر الغواص عن فتاویٰ علی الخواص	عبدالوہاب بن احمد الشاذلی الشعرانی	۹۷۳ھ
۱۰۰	درمختار	علامہ علاؤالدین محمد بن حصکفی	۱۰۸۸ھ
۱۰۱	الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم	شیخ محمد عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی	۱۳۳۳ھ
۱۰۲	دلائل الخیرات	شیخ ابوعبداللہ محمد بن سلیمان جزولی	۸۷۰ھ
۱۰۳	دیوبندی مولویوں کا ایمان	محمد عبدالغنی رام پوری	

(ر)

۱۰۴	ردالمحتار	علامہ سید محمد بن محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز معروف بہ ابن عابدین دمشقی شامی	۱۲۵۲ھ
۱۰۵	رسالہ یک روزی	مولوی اسماعیل دہلوی	۱۲۴۶ھ

(ز)

۱۰۶	زادالمسیر فی علم التفسیر	امام ابوالفرج جمال الدین، بن محمد معروف بہ ابن جوزی	۵۹۷ھ
۱۰۷	زبدۃ المرام فی اثبات المولد والقیام	مولانا اظہر حسین شاہ آبادی	
۱۰۸	زبدۃ النصائح	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ

(س)

۱۰۹	سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح	امام احمد رضا خاں محدث بریلوی	۱۳۴۰ھ
۱۱۰	سبیل الجنان ترجمہ تکمیل الایمان		
۱۱۱	سبیل الرشاد	مولوی رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
۱۱۲	سرمہ چشم آریہ	مرزا غلام احمد قادیانی	۱۳۱۸ھ
۱۱۳	سنن ابن ماجہ	الامام المحدث محمد ابن یزید ابن ماجہ القزوینی	۲۷۵ھ
۱۱۴	سنن ابی داؤد	الامام المحدث ابوداؤد سلیمان ابن اشعث السجستانی	۲۷۵ھ
۱۱۵	سنن دارمی	الامام المحدث عبداللہ بن بہرام الدارمی	۲۵۵ھ
۱۱۶	سنن نسائی	الامام المحدث ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی	۳۰۳ھ
۱۱۷	سیرت حلبی	علامہ علی بن برھان الدین حلبی	۱۰۴۴ھ
۱۱۸	سیرت شامی	علامہ محمد بن یوسف شامی صالحی	۹۴۲ھ
۱۱۹	سیف الجبار	علامہ فضل رسول بدایونی	۱۲۸۹ھ
۱۲۰	سیف النبی علی ساب النبی		

(ش)

۱۲۱	شرح تحفۂ محمدیہ فی ردفرقۂ مرتدیہ	مولانا اشرف علی گلشن آبادی	
۱۲۲	شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ	امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی مصری معروف بہ زرقانی	۱۱۲۲ھ
۱۲۳	شرح سفرالسعادۃ	شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ
۱۲۴	شرح السنوسیہ	امام محمد سنوسی	
۱۲۵	شرح الشفا	علامہ نورالدین بن سلطان محمد ہروی معروف بہ ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ

۱۲۶	شرح صحیح مسلم	امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی	۶۷۶ھ
۱۲۷	شرح الصدور بحال الموتی والقبور	امام ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
۱۲۸	شرح عقائد للتفتازانی	علامہ مسعود بن عمر تفتازانی	۷۹۲ھ
۱۲۹	شرح عقائد جلالی	علامہ جلال الدین دوانی	۹۰۸ھ
۱۳۰	شرح فتوح الغیب	شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ
۱۳۱	شرح فقہ اکبر	علامہ نورالدین بن سلطان محمد ہروی حنفی معروف بہ ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
۱۳۲	شرح مقاصد	علامہ مسعود بن عمر تفتازانی	۷۹۲ھ
۱۳۳	شرح مواقف	سید السند علی بن محمد معروف بہ سید شریف جرجانی	۸۱۶ھ
۱۳۴	الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ	قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی	۵۴۴ھ
۱۳۵	شمول الوہابیہ فی مسلک النجدیہ	مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفیٰ رضاخاں	۱۴۰۲ھ
۱۳۶	شوارق صمدیہ ترجمہ بوارق محمدیہ	مولوی غلام قادر بھیروی	

(ص)

۱۳۷	صحیح البخاری	الامام المحدث ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری	۲۵۶ھ
۱۳۸	صحیح مسلم	الامام المحدث ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری	۲۶۱ھ
۱۳۹	صراط مستقیم	مولوی اسماعیل دہلوی	۱۲۴۶ھ

(ض)

۱۴۰	ضابطۂ رابطہ		
۱۴۱	ضمان الفردوس	مفتی عنایت احمد کاکوروی	۱۲۷۹ھ

(ط)

۱۴۲	طوالع الانوار	علامہ قاضی ناصرالدین محمد شیرازی بیضاوی	۷۹۱ھ

(ظ)

۱۴۳	ظفر جلیل ترجمہ حصن حصین	مولانا قطب الدین دہلوی	

(ع)

۱۴۴	عروۃ المقلدین بالہام القول المبین	علامہ غلام دستگیر قصوری	۱۳۱۵ھ
۱۴۵	عقائد شمسی ترجمہ عقائد نسفی		
۱۴۶	عقائد العضدیہ	قاضی عضد الدین عبد الرحمٰن الایجی	۷۵۶ھ
۱۴۷	العقد الجوہر فی مولد صاحب الحوض الکوثر	حضرت علامہ جعفر بن حسن برزنجی	۱۱۷۷ھ
۱۴۸	عقد الدریہ فی تنقیح الحامدیہ	علامہ سید محمد بن محمد امین معروف بہ ابنِ عابدین شامی	۱۲۵۲ھ
۱۴۹	عمدۃ المرام فی اخبار بلد الحرام معروف بہ "بشریٰ للمومنین فی اخراج الوہابین"		
۱۵۰	عمدۃ من الحنفیہ	علامہ ابو البرکات نسفی	۷۱۰ھ
۱۵۱	عمدۃ القاری	علامہ ابو محمد محمود بن احمد بدر الدین عینی	۸۵۵ھ

(غ)

۱۵۲	غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار	مولوی خرم علی	
۱۵۳	غنیۃ الطالبین	شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی البغدادی	۵۶۱ھ
۱۵۴	غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی	علامہ ابراہیم بن محمد حلبی	۹۵۶ھ

(ف)

۱۵۵	فتاویٰ بزازیہ	علامہ محمد بن شہاب ابن بزاز کردری	۸۲۷ھ
۱۵۶	فتاویٰ عالم گیری	ملا نظام الدین فرنگی محلی وغیرہ	۱۱۵۷ھ
۱۵۷	فتاویٰ عزیزیہ	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی	۱۲۳۹ھ
۱۵۸	فتاویٰ علمائے حنفیہ فی جواب استفتائے شمسیہ	منشی شمس الدین خان حنفی نقش بندی مجددی	
۱۵۹	فتاویٰ قادریہ	مولوی محمد لدھیانوی	
۱۶۰	فتاویٰ قاضی خاں	علامہ حسن بن منصور اوزجندی	۲۹۵ھ
۱۶۱	فتاویٰ مولوی عبد الحی	علامہ ابو الحسنات عبد الحی بن عبد الحلیم فرنگی محلی	۱۳۰۴ھ
۱۶۲	فتح الباری شرح صحیح البخاری	علامہ شہاب الدین احمد بن علی معروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ

۱۶۳	فتوح شام	محمد بن عمر واقدی	۱۳۰ھ
۱۶۴	فتوح الغیب	شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی البغدادی	۵۶۱ھ
۱۶۵	فتاوئ رشیدیہ	مولوی رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
۱۶۶	فریادالمسلمین	منشی محمد حسین	
۱۶۷	فصل الخطاب	علامہ فضل رسول بدایونی	۱۲۸۹ھ
۱۶۸	فوائدالبہیہ فی تراجم الحنفیہ	علامہ ابوالحسنات عبدالحی بن عبدالحلیم فرنگی محلی	۱۳۰۴ھ
۱۶۹	فوائدالفواد	حضرت محمد نظام الدین اولیا بدایونی، دہلوی	۷۲۵ھ
۱۷۰	فوائدنفیسہ	حضرت شیخ ابواسحاق	
۱۷۱	فواتح الرحموت	بحرالعلوم عبدالعلی بن نظام الدین	۱۲۵۲ھ
۱۷۲	فیصلہ ہفت مسئلہ	حاجی امداداللہ مہاجر مکی	۱۳۱۷ھ
۱۷۳	فیوضات سید احمد مکی فی بیان ارتداد محمد بن عبدالوہاب نجدی	مولوی محمد لدھیانوی	
۱۷۴	فیوض الحرمین	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ
۱۷۵	فیوض محمدیہ		

(ک)

۱۷۶	کتاب الخراج	امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم	۱۸۳ھ
۱۷۷	کفایۃ العوام فی علم الکلام		
۱۷۸	کلمۂ فضل رحمانی بجواب اوھام غلام قادیانی	قاضی فضل احمد لدھیانوی	
۱۷۹	کنز الفوائد	شیخ ابوالفتح محمد کراجکی	۴۴۹ھ
۱۸۰	کیمیاے سعادت	امام ابوحامد محمد بن محمد معروف بہ امام غزالی	۵۰۵ھ

(م)

۱۸۱	ماثبت بالسنۃ فی الایام والسنۃ	شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ
۱۸۲	مائۃ مسائل	مولوی اسحاق دہلوی	

۱۸۳	مثنوی حضرت مولانا روم	شیخ محمد بن محمد بن حسن معروف بہ جلال الدین رومی	۶۷۲ھ
۱۸۴	مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر	علامہ محمد بن سلیمان معروف بہ داماد آفندی	۱۰۷۸ھ
۱۸۵	مجمع بحار الانوار	علامہ محمد طاہر پٹنی، گجراتی	۹۸۶ھ
۱۸۶	مجموعہ خوانی		
۱۸۷	مدارج النبوۃ	شیخ عبد الحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ
۱۸۸	مدخل	علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد معروف بہ ابن الحاج	۷۳۷ھ
۱۸۹	مذاق العارفین ترجمہ احیاء علوم الدین		
۱۹۰	مرغوب القلوب ترجمۂ جذب القلوب		
۱۹۱	مرقاۃ المفاتیح	علامہ نور الدین سلطان بن محمد ہروی معروف بہ ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
۱۹۲	مسائرہ	علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد معروف بہ ابن ہمام	۸۶۱ھ
۱۹۳	مسائل اربعین	مولوی اسحاق دہلوی	
۱۹۴	مسامرہ	علامہ کمال الدین محمد بن محمد معرف بہ ابن شریف	۹۰۶ھ
۱۹۵	مسک الختام	نواب صدیق حسن خان بھوپالی	۱۳۰۵ھ
۱۹۶	مسلم الثبوت	ملا محب اللہ بہاری	۱۱۱۹ھ
۱۹۷	مشارق الانوار	شیخ رضی الدین ابو الفضائل حسن بن محمد الحنفی	۶۵۰ھ
۱۹۸	مشکوۃ المصابیح	امام محمد بن عبد اللہ الخطیب تبریزی	۷۴۲ھ
۱۹۹	مصباح الہدایہ ترجمہ عوارف		
۲۰۰	مطالب وفیہ	حضرت علامہ عبد الغنی نابلسی	۱۱۴۳ھ
۲۰۱	مظہر الحق		
۲۰۲	معتمد فی المعتقد	حضرت علامہ تورپشتی	
۲۰۳	معدن الحقائق شرح کنز الدقائق	محمد بن حاجی بن محمد بن حسن سمرقندی	۱۰۹۶ھ
۲۰۴	معین المفتی فی جواب المستفتی	علامہ محمد ابن عبد اللہ بن احمد تمرتاشی	۱۰۰۴ھ
۲۰۵	مقامات سعیدیہ		
۲۰۶	مکتوبات امام ربانی	امام ربانی احمد بن عبد الاحد مجدد الف ثانی	۱۰۳۴ھ

۲۰۷	مکتوبات شیخ شرف الدین یحییٰ منیری	امام شرف الدین یحییٰ منیری	۷۸۲ھ
۲۰۸	ملفوظات حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں	مرزا مظہر جانِ جاناں	۱۱۹۵ھ
۲۰۹	مناھج النبوۃ	حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی	
۲۱۰	مواھب اللدنیہ	شہاب الدین احمد قسطلانی	۹۲۳ھ
۲۱۱	المورد الروی فی مولد النبی	علامہ نورالدین سلطان بن محمد ہروی	۱۰۱۴ھ
۲۱۲	موطا امام محمد	امام محمد بن حسن شیبانی	۱۸۹ھ
۲۱۳	مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم	علامہ شمس الدین محمد بن محمد ابن جزری	۸۳۳ھ
۲۱۴	میزان الشریعۃ الکبریٰ	امام عبدالوہاب بن احمد الشاذلی شعرانی	۹۷۳ھ

(ن)

۲۱۵	نسیم الریاض	علامہ شہاب الدین خفاجی	۱۰۶۹ھ
۲۱۶	نفحات الانس من حضرات القدس	علامہ نورالدین عبدالرحمٰن جامی	۸۹۸ھ

(و)

۲۱۷	وجیز الصراط فی مسائل الصدقات والاسقاط	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ
۲۱۸	وسیلۂ جلیلہ	حضرت مولانا وکیل احمد سکندر پوری	۱۳۲۲ھ
۲۱۹	وسیلۃ المعاد فی اثبات میلاد خیر العباد	حضرت مولانا محمد عبداللہ ڈھاکوی	
۲۲۰	وصیت نامہ شاہ ولی اللہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ
۲۲۱	وصیت نامہ قاضی ثناء اللہ	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵ھ

(ہ)

۲۲۲	ہدایہ	علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی	۵۹۳ھ
۲۲۳	ہدیۃ الحرمین		

فہرست مضامین

باب دوم ۱۱۹-۱۳۹

باب سوم ۱۴۰-۱۴۷

باب چھارم ۱۴۸-۱۵۴

باب پنجم ۱۵۵-۱۶۱

باب ششم ۱۶۲-۲۲۵

باب ہفتم ۲۲۶-۲۴۰

باب ہشتم ۲۴۱-۲۵۲

باب نہم ۲۵۳-۲۶۰

باب دہم ۲۶۱-۲۷۸

باب یازدہم ۲۷۹-۲۸۰

باب دوازدہم ۲۸۱-۲۸۳

بابِ سیزدھم ۲۸۴-۲۹۱

بابِ چھاردھم ۲۹۲-۴۲۷

درجۂ سابعہ ۳۲-۱۴۳۱ھ/۱۱-۲۰۱۰ء کے وہ طلبہ
جنھوں نے اس کتاب کی اشاعت میں حصہ لیا

اسماے طلبہ	سکونت	اسماے طلبہ	سکونت	اسماے طلبہ	سکونت
محمد امام الدین	گریڈیہ	محمد مقصود عالم	دمکا	محمد ایوب رضا	نئی دہلی
محمد عرفان	رام پور	محمد سعید رضا	سیتاپور	محمد گل ریز	بریلی
رضوان احمد	بستی	محمد قاسم	مرادآباد	زبیر احمد	گونڈہ
رضاء المصطفیٰ امجدی	بستی	محمد عبید رضا	کرناٹک	عبدالباری	دیناجپور
سعید احمد	رام پور	ثناء المصطفیٰ	بستی	امتیاز احمد	سنت کبیرنگر
محمد ادریس رضا برکاتی	کرناٹک	محمد اظہر رضا خان	کٹیہار	نثار احمد رضوی	بانکا
محمد عمران رضا	سلطان پور	عبدالقیوم	گونڈہ	تابش عطاء اللہ ابراہیمی	دارجلنگ
احمد مصطفیٰ کمال	آسام	محمد فخر عالم	کوڈرما	محمد کلیم	امبیڈکرنگر
محمد سعید اختر	مہراج گنج	محمد حسنین رضا	کشی نگر	محمد عرفان خان	شیوہر
ضیاء الحق	بہرائچ	پٹیل اشفاق	گجرات	غلام معین الدین	پرتاپ گڑھ
محمد حنیف	رام پور	محمد وسیم اختر	دیناجپور	محمد ناظم رضا	پورنیہ
افضل حسین	مہراج گنج	محمد شمیم	بلرامپور	محمد عابر قادری	غازی آباد
محمد فرید	بدایوں	محمد مرغوب عالم	گریڈیہ	محمد رضا قادری	دھولیہ
محمد شاہنواز عالم	پرتاپ گڑھ	محمد اظہر حسین انصاری	پٹنہ	محمد نورانی	بستی
نورالحق انصاری	الہ آباد	نبیہ حسن	بریلی	عبدالواحد	مرادآباد
عبدالاحد	سیتامڑھی	محمد شہزاد	سنت کبیرنگر	شہاب الدین	گجرات
محمد شہباز	بجنور	محمد ریاض	بدایوں	محمد صفدر ربانی	چترا
محمد ارشد	مہراج گنج	ظہیر احمد	مبارکپور	محمد صہیب احمد	مئو
محمد اسلم آزاد	دیناجپور	عبدالواحد	کرناٹک	محمد گل شیر رضا	سیتامڑھی
محمد احسان الحق	گریڈیہ	عبدالحمید	آسام	فیاض احمد خان	بلیا
محمد دلکش رضا	پورنیہ	شاکر علی	مہراج گنج	محمد اسلم پرویز	دیناجپور
محمد جہاں گیر حسن	کٹیہار	محمد ابوطلحہ	کٹیہار	محمد امام الدین	سون بھدر
محمد شریف	مرادآباد	قمر الزماں	فتح پور	احمد رضا	مئو
محمد ابرار احمد	تھانہ	محمد معراج احمد	مظفرپور	قسیم احمد	سیتامڑھی
محمد امین الدین رضوی	ہزاری باغ	عبدالقادر خان	شاہ جہانپور	محمد عابد رضا	بلرامپور
عزیز الرحمٰن	شراوستی	ارشاد الحق	امروہہ	محمد امام الدین	گیا
شمس الدین خان	فتح پور	عبدالرحیم	سنت کبیرنگر	منور رضا	گورکھپور
عبدالصمد	کٹیہار	محمد اعظم	مبارکپور	عبدالحفیظ	رامپور
محمد صدام حسین	ہزاری باغ	محمد مرشد عالم	چترا	قمر یاب سبحانی	امبیڈکرنگر
قمر الزماں	دیناجپور	محمد ریاض الدین	بلرامپور	محمد جاوید اختر	رامپور

تحسین رضا نوری	کرناٹک	محمد مدثر رضا	دیناجپور	مصطفیٰ رضا نوری	سیتامڑھی
محمد سراج	دیوگھر	محمد شکیل	۳۶ گڑھ	محمد شہنشاہ عالم	پٹنہ
غلام عبدالقادر	سیتاپور	محمد اکبر رضا	کشن گنج	جلال الدین	سنت کبیر نگر
محمد علاء الدین	سیتامڑھی	محمد ریحان خان	شاہجہانپور	ممتاز احمد	ویشالی
محمد آصف جمال	مہراج گنج	محمد فیض الحسن	نیپال	اسداللہ صدیقی	بلرامپور
غلام یزدانی	گریڈیہ	محمد شفیع اختر	کٹیہار	محمد انصار رضا	کشی نگر
محمد فرقان	ادھم سنگھ نگر	محمد ظاہر حسین صابری	سیتامڑھی	محمد نوشاد	مرادآباد
محمد حماد اشرف	پورنیہ	محمد جاوید بن جمن خان	فتح پور	سید احمد قادری	اورنگ آباد
محمد انور رضا	کٹیہار	محمد جاوید	فتح پور	محمد سراج الدین	نیپال
محمد بدر عالم	دربھنگہ	محمد طیب	مرادآباد	دادا بھائی عارف بھائی	گجرات
محمد اکبر علی	دیناجپور	ضیاء الدین	سنت کبیر نگر	صہیب اختر	بنارس
رضوان دانش	سنت کبیر نگر	محمد فاروق	گجرات	محمد مظہر الحق	ارول
غلام حامد رضا	ممبئی	محمد مشتاق عالم	گریڈیہ	محمد حبیب خان	رائے بریلی
محمد اقبال رضوی	کشمیر	سبطین رضا	گڑھوا	محمد انور رضا	راجستھان
محمد شاکر خان	ایم۔ پی۔	غلام علی خان	پرولیا	محمد انوار الحق	دیناجپور
عبدالمجید	نیپال	محمد انوار	امبیڈکر نگر	شاہد الحق شاہدؔ	جونپور
رمضان	سلطانپور	محمد اشتیاق عالم	بھاگلپور	حسن علی	سنت کبیر نگر
محمد سرفراز عالم	کشن گنج	محمد گلزار احمد شاہ	کشمیر	محمد علاء الدین بن جمعہ دین	بلیا
محمد اختر رضا	مہراج گنج	سید محمد ادیب الرحمٰن	نئی دہلی	محمد ساجد علی	کولکاتہ
محمد شاہد رضا	دیناجپور	محمد احمد رضا	کٹیہار	محمد عامر حسین	سیتامڑھی
محمد حکیم الدین	دیناجپور	محمد اشتیاق احمد	دیناجپور	محمد مامون ظفر	سیوان
غلام غوث	کٹیہار	محمد جامی حسن	ہزاری باغ	محمد ساجد	ادھم سنگھ نگر
محمد نصاب احمد	دیوگھر	محمد اعجاز احمد	کٹیہار	محمد جمال احمد	مئو
شبیر احمد	آگرہ	محمد ناظر حسین	پورنیہ	محمد اشرف	رامپور
محمد توقیر رضا	دیناجپور	محمد رحمت اللہ	مدھوبنی	محمد علی	رامپور
محمد شکیل اختر	کٹیہار	عبدالسلام	نیپال	محمد دلشاد	بریلی
محمد غلام مصطفیٰ	کشن گنج	محمد احمد	مہاراشٹر	سید غلام ماہر	بیگوسرائے
محمد جمال الدین	پورنیہ	محمد شفاعت نوری	پرولیا	محمد شاہد علی	جالون
محمد عرفان	ہزاری باغ	محمد رضاء الدین خان	اڑیسہ	نور عالم	امبیڈکر نگر
محمد نیّر رضا	کٹیہار	محمد صغیر احمد	سمستی پور	محمد جبرئیل	نیپال
محمد ممتاز عالم	کوڈرما	محمد عبدالجبار	صاحب گنج	محمد شاہد رضا	کشن گنج
محمد ظفیر عالم	کٹیہار	سکندر خان پٹھان	نیپال	محمد عادل/ نثار احمد	سورت

دیگر معاونین: * محمد اسرار، راے بریلی * محمد شمس تبریز، ممبئی * محمد ندیم قادری، افریقہ * مکرم علی، کولکاتا * محمد وسیم، الہ آباد * محمد جواد رضا، سہرسہ * محمد مصطفیٰ رضا، سری لنکا * الطاف احمد، گجرات * سید فیضان الہدیٰ، پنڈ شریف، شیخ پورہ * علی عمر جی، گجرات * خلیل الرحمٰن، کٹیہار * محمد عثمان صاحب، سری لنکا۔

ڈیڑھ سوسالہ جشنِ قائدِ انقلاب ۱۸۵۷ء

علامہ فضل حق خیرآبادی

☆ جومنقولات بالخصوص علم حدیث میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی وشاہ عبد القادر دہلوی اور معقولات میں اپنے والد ماجد علامہ فضل امام خیر آبادی صدر الصدور دہلی کے تربیت یافتہ اور پروردہ ہیں۔

☆ جن کے مذہبی وعلمی سلسلۂ خیر آباد سے وابستہ علمائے کرام کے فیضان سے ہندو پاک کا چپہ چپہ سیراب وشاداب اور گوشہ گوشہ روشن ومنور ہے۔

☆ جن کے قلم کا شہکار "امتناع النظیر" اور "تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ" جیسی ایمان افروز اور روح پرور کتابیں ہیں۔

☆ جن کے تلامذہ اور شاگردوں میں جلیل القدر علما مثلاً مولانا عبد الحق خیر آبادی ومولانا ہدایت اللہ جون پوری ومولانا عبد القادر عثمانی بدایونی ومولانا فیض الحسن سہارن پوری جیسے مشاہیر اور خواجہ الطاف حسین حالی کے استاذ مولانا قلندر علی زبیری پانی پتی، مولانا ابوالکلام آزاد کے والد مولانا خیر الدین دہلوی اور مولانا مناظر احسن گیلانی کے والد مولانا محمد احسن گیلانی کے جیسے حضرات شامل ہیں۔

☆ جنھوں نے تقدیس الوہیت وتعظیم نبوت اور احیاے ملت کی راہ میں اپنی علمی وقلمی توانائی صرف کر کے حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی یاد تازہ کردی۔

☆ جوآخری مغل تاج دار بہادر شاہ ظفر کے معتمد مشیر اور ان کی "کنگ کونسل" کے ڈائرکٹر تھے۔

☆ جنھوں نے انقلاب ۱۸۵۷ء کے بحرانی حالات میں مسلم اقتدار کے استحکام ومرکزیت کے لیے دستورِ حکومت کا تحریری خاکہ مرتب کیا۔

☆ جنھوں نے انقلاب ۱۸۵۷ء کے دوران شاہ جہانی جامع مسجد دہلی میں انگریزوں کے خلاف ولولہ انگیز تقریر کر کے اہل وطن کے سینوں میں جذبۂ حریت پیدا کیا۔

☆ جن کے تحریر کردہ فتواے جہاد اور تصدیقاتِ علماے کرام کے نتیجے میں نوے ہزار (۹۰۰۰۰) کی حریت پسند سپاہ دہلی کے اندر جمع ہوکر انگریزوں کے خلاف صف آرا ہوگئی۔

☆ جنھیں جنوری ۱۸۵۹ء میں گرفتار کر کے لکھنؤ کورٹ میں مقدمہ سے دوچار کیا گیا۔

☆ جن کے خلاف سزاے عمر قید در جزیرۂ انڈمان نکوبار/ کالا پانی کا فیصلہ سنایا گیا تو صبر واستقلال کے ساتھ انگریزی مظالم برداشت کرتے ہوئے بتاریخ ۱۲ر صفر ۱۲۷۸ھ/ ۲۰ر اگست ۱۸۶۱ھ جزیرۂ انڈمان نکوبار میں اپنے خالق ومالک حقیقی کی بارگاہ میں پہنچے۔ ۲۰۱۱ء میں اس قائد انقلاب علامہ فضل حق خیر آبادی کی ڈیڑھ سو سالہ یادگاری تقریبات کا جابجا انعقاد ہمارا قومی وملی وملکی فریضہ ہے۔

اپیل کنندگان:- یٰسین اختر مصباحی، دار القلم، دہلی، (رابطہ: 09350902937)، توقیر رضا خاں (جنرل سکریٹری اتحادِ ملت کونسل، بریلی)، مبارک حسین مصباحی، جنرل سکریٹری تنظیم ابنائے اشرفیہ مبارک پور، سید معین اشرف (سربراہ دار العلوم قادریہ، بمبئی)، محمد سعید نوری (جنرل سکریٹری رضا اکیڈمی، بمبئی)، محمد اقبال قادری (دار العلوم وارثیہ لکھنؤ)، سید ولی الدین رضوی (مہتمم جامعہ رضویہ پٹنہ)، مجتبیٰ حسین صدیقی (البرکات انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ)، نور الہدیٰ مصباحی (کنوینر تنظیم ابنائے اشرفیہ شاخ گورکھ پور)، شرف الدین مصباحی، (کنوینر تنظیم ابنائے اشرفیہ شاخ ممبئی)، محمد عارف حسین (کنوینر تنظیم ابنائے اشرفیہ شاخ ہوڑہ)، ارشاد احمد ساحل شہسرامی (مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ)، طلبۂ درجۂ سابعہ (فضیلت سال اول) ۳۲-۱۴۳۱ھ/ ۱۱-۲۰۱۰ء الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی
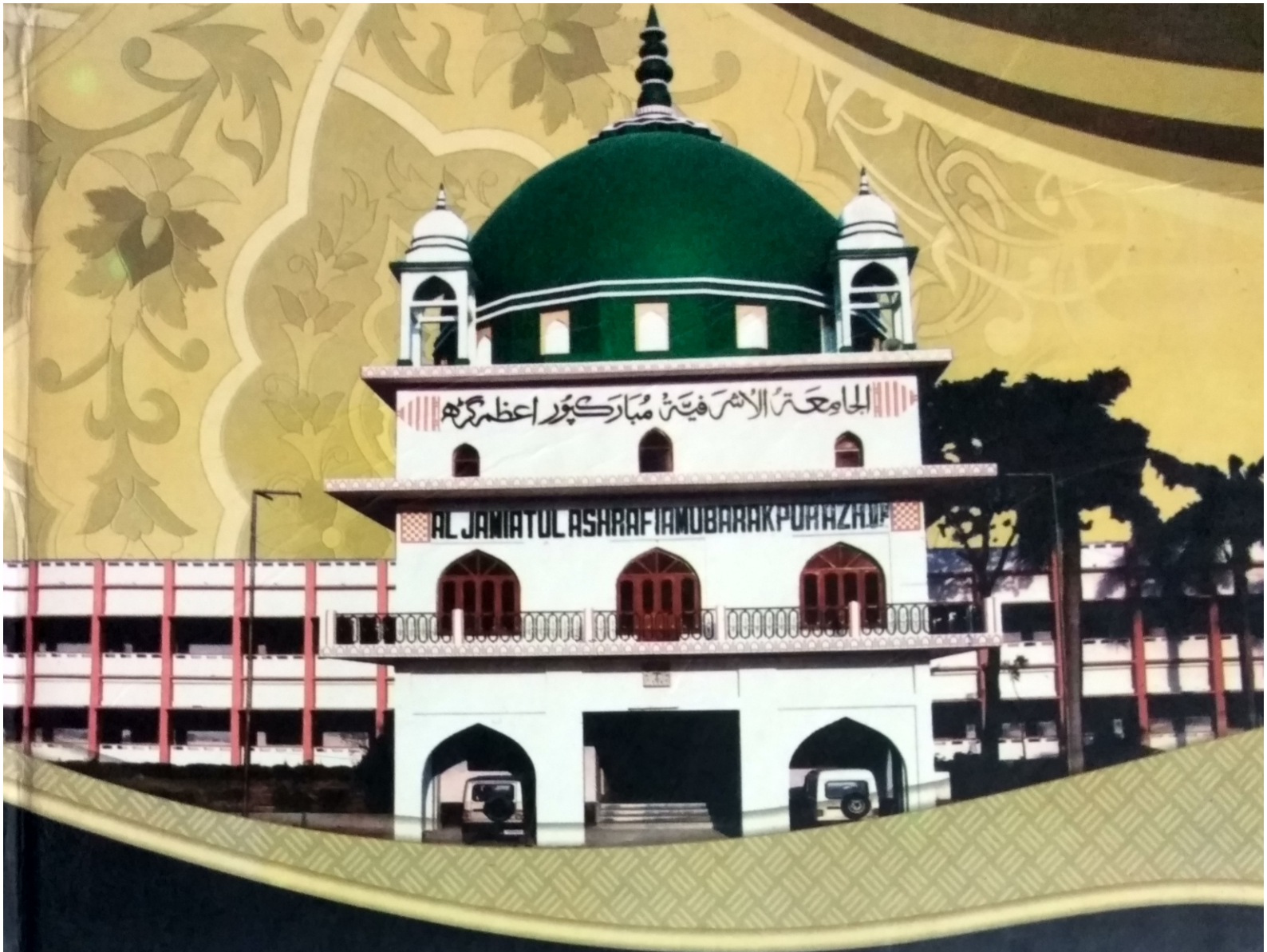
ANWAR-E-A'AFTAB-E-SADAQAT

Published by:

DARJA-E-SABI'A

FAZILAT-1st

AL-JAMIATUL ASHRAFIA

Mubarakpur, azamgarh-276404 (U.P.) INDIA